بحر الفصاحت

(مؤلفہ)

مولوی نجم الغنی رام پوری

اُردو قواعد، معانی و بیان، عروض و قوافی اور نظم و نثر کی سب سے بڑی اور مستند کتاب

(ناشر)

راجہ رام کمار بکڈپو وارث نولکشور بکڈپو لکھنؤ

قیمت مجلد دس روپے

بحرالفصاحت

مؤلّف — نجم الغنی رامپوری

ضخامت :۔ .. .. ۱۲۵۰ صفحات

قیمت مجلّد :۔ .. .. دس روپیے

ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو

وارث

نولکشور بکڈپو لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ از نتیجۂ قلم مولوی رشید احمد صاحب تحویلدار کتبخانہ ریاست رام پور خلف میان فضل احمد صاحب مجددی نقشبندی

یہ وہ شیرین ہے کہ فرہاد ہین جس کے صدہا
جسکا دیوانہ ہے ہر ایک وہ لیلے یہ ہے

گو دنیا مین مختلف علوم و فنون کی ہزار ہا کتابین ہر زبان مین لکھی گئین اور لکھی جائین گی۔ مگر اردو مین ایسی جامع اور مفید کتاب آج تک کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی۔ اس دعوے کی تصدیق کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہین۔ صرف ایک نظر اس کتاب کو دیکھ لینا اُسکے عدیم النظیر ہونے کی کافی شہادت ہے ہر دیکھنے والا خود بخود کہہ اُٹھے گا ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

جن خصوصیات کے لحاظ سے اس اعجوبۂ روزگار کو قدر دان ہاتھون نے یکتائی کا تاج اور مقبولیت کا خلعت پہنایا ہے وہ علمی اسرار و غوامض اور ادبی نکات و دقائق تو ارباب فضل و کمالات ہی کی باریک بین نظرین دیکھ سکتی ہین لیکن سرسری طور پر دیکھنے سے جو منظر ظاہر بین نگاہون کو نظر آتا ہے وہ بھی اِس بحر فصاحت پر تحسین و آفرین کے بادل برسانے کے لیے کچھ کم نہین ہے۔ اگر اس کے رنگا رنگ مضامین کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک شگفتہ چمن ہے جسکے پھولون کی بہار دیکھکر چمن کے پھول بھی خجالت سے عرق عرق ہین اگر الفاظ کی آب و تاب پر نظر کی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک کان گہر ہے جسکے دُرِ شاہوار کی چمک کے آگے دریا کے موتی بھی شرم سے پانی پانی ہین۔ اگر عبارت کی سلاست و روانی کی طرف خیال کیا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ ایک دریاے فصاحت موج زن ہے جسکی ہر لہر سلک مروارید سے زیادہ خوشنما ہے۔ غرض مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو اسمین شک نہین کہ اردو زبان اس مایۂ ناز پر جتنا فخر کرے بجا ہے اور اہل زبان جس قدر اسکی تعریف مین رطب اللسان ہون زیبا ہے۔ فوائد و منافع کے لحاظ سے یہ نسخہ کسی طرح نسخۂ کیمیا سے کم نہین بلکہ بدرجہا بہتر ہے۔ فاضل مصنف نے اُن اہم اور معرکۃ الآرا مباحث کا جنکی تحقیق مین ایک زمانہ صرف ہونے کے علاوہ بیش بہا کتب کا سرمایہ ہوتے ہوئے علمی قابلیت

اور محنت شاقہ برداشت کرنے کی بھی ضرورت تھی دلائل و براہین سے سلیس عبارت مین نہایت شرح و بسط کے ساتھ تصفیہ کیا ہے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کو رفع کر کے راستہ ایسا صاف کر دیا کہ اب ہر شخص مہینون کی مسافت منٹون مین طے کر سکتا ہے - فارسی و عربی مین تو قواعد صرف و نحو کی بہت سی کتابین لکھی گئی ہین مگر اردو مین ابتک کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس سے اردو زبان کی نحوی ترکیب کرنے کا طریقہ معلوم ہو سکے اس عقدۂ مشکل کو بھی مصنف نے اپنی بے نظیر قابلیت و کوشش سے اس طرح حل کیا ہے جسکی اسوقت کوئی دوسری مثال نظر نہین آتی - ہزار آفرین اور لاکھ تحسین مصنف کی اس عالی ہمتی پر کہ دوسرون کے نفع کی خاطر اپنی جان کو - مال کو - وقت کو محض تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دیا - اور اس عظیم الشان کام مین گو کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر کسی حالت مین ہمت کو پست نہ ہونے دیا اور اپنے ارادے سے منھ نہ موڑا بلکہ جس تنگ اور دشوار گذار راستے مین قدم رکھا تھا اسکو موجودہ اور آئندہ نسلون کے لیے صاف و وسیع شاہراہ بنا کر چھوڑا - ؎

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

قطعہ تاریخ طبع بحر الفصاحت از مولوی رشید احمد صاحب، مجددی تحویلدار کتبخانہ ریاست رامپور

اے چشم شوق مژدہ ہوئی طبع وہ کتاب — ہے جس پہ قدر دانی اہل زمن نثار

ہر صفحہ جس کا تختۂ گلہاے رنگ رنگ — جن کی مہک پہ نافۂ مشک ختن نثار

ہر سطر جس کی بحر فصاحت کی لہر ہے — جسکے ہر ایک قطرے پہ دُرِ عدن نثار

شاید کہ دیکھ پائی ہے اسکی جھلک کبھی — ہوتا ہے یون زمین پہ چرخ کہن نثار

ہے فکر سال طبع تو کہدو یہ اے رشید — کیا گل کھلا کہ جس پہ ہزارون چمن نثار

۱۳۴۵ ہجری

فہرست مضامین بحرالفصاحت

مولانا محمد نجم الغنی صاحب مصنف کتاب ہذا

اشارات

از:۔۔۔۔۔۔ امیر حسن نورانی

اُردو زبان میں ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت مسلّم ہے جسمیں ادب، انشا، قواعد و بلاغت، معانی و بیان عروض و قوافی اور تمام دیگر ضروری معلومات یکجا ہوں، انگریزی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی ایسی متعدد کتابیں موجود ہیں اُردو میں بعض رسائل ضرور مرتب کئے گئے ہیں لیکن کوئی جامع کتاب نظر سے نہیں گزری۔

پیش نظر کتاب "بحر الفصاحت" یقیناً مذکورہ ضرورت کو بڑی حد تک پورا کرتی ہو اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اُردو زبان میں اس سے جامع کتاب اب تک کوئی شائع نہیں ہوئی، اس کتاب کے فاضل مولف مولانا نجم الغنی رامپوری نے اب سے چالیس سال قبل اس ضرورت کو محسوس کرکے اس دور کے ماحول و مذاق کے مطابق یہ گرانبہا کتاب تالیف کی تھی جس کی اہمیت اور افادیت اس دور میں بھی مسلّم ہے

کتاب کے لائق مؤلف علمی دنیا میں اچھی خاصی شہرت حاصل کرچکے ہیں، ایک طرف انھوں نے فن طب میں "خزینۃ الادویہ" جیسی بہترین اور ضخیم تصنیف پیش کی اور دوسری طرف فن تاریخ میں "تاریخ اودھ" اور "مذاہب الاسلام" جیسی عظیم الشان اور بے بہا کتابیں لکھیں، پھر اسکے ساتھ ساتھ انھوں نے زبان و ادب کی خدمت بھی اس طرح انجام دی کہ اسکی نظیر ملنا مشکل ہے، فارسی میں "نہج الادب" کے نام سے مولانا موصوف نے بحر الفصاحت کے طرز میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل ایک نادر کتاب تالیف فرمائی جس کو ہندستان سے زیادہ ایران و افغانستان میں مقبولیت حاصل ہوئی اور بلاوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہو کہ اس کتاب کا ایران میں بھی ایک اڈیشن شائع ہوچکا ہے جسے راقم الحروف نے خود تو اب تک نہیں دیکھا، لیکن ایران میں اس کتاب کی مقبولیت کا حال بعض ایرانی احباب کی زبانی سُنا ہے۔

"بحر الفصاحت" کو اُردو زبان کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا، اگر اسکی ترتیب جدید طریقہ پر کردی جائے اور بعض ضروری باتوں کا اضافہ کردیا جائے تو یہ مکمل و جامع انسائیکلوپیڈیا بن سکتی ہے۔

کتاب کی ابتدا شعر کے جواز و عدم جواز کی بحث سے کی گئی ہے اور اسلامی نقطہ سے اس پر روشنی ڈالی ہے اسکے ضمن میں عربی، فارسی شاعری کی تاریخ و خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے، اس کے بعد اقسام نظم و نثر کا ذکر ہے معانی و بیان، فصاحت و بلاغت، عروض و قوافی، قواعد و انشا اور ان کے متعلقات کا ذکر بڑی شرح و بسط سے

کیا ہے، مثالیں اُردو کے باکمال شعراء کے کلام سے دی گئی ہیں، کئی ہزار اشعار مختلف عنوانات کے تحت اس میں درج ہیں، جن کو علیحدہ جمع کیا جائے تو ایک اچھا انتخاب ہو سکتا ہے۔

فاضل مؤلف لائقِ صد تحسین ہیں کہ انھوں نے بڑی محنت و عرق ریزی سے اُردو زبان و ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کیا۔

"بحرالفصاحت" پہلی بار ۱۳۰۳ھ ہجری میں مطبع منشی نولکشور سے شائع ہوئی تھی جہاں رہ کر مولوی نجم الغنی نے اس کی تکمیل کی تھی، دوبارہ ۱۹۲۶ء میں اسی مطبع سے شائع ہوئی تھی، تیسری بار اس کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا تھا مگر مکمل نہ ہو سکی، کچھ مطبوعہ اجزاء رکھے تھے کچھ سابقہ ایڈیشن کے ناقص نسخے موجود تھے، ان سب کو یکجا کرکے اور جو اجزاء کم تھے ان کو دوبارہ طبع کرا کے پانچ سو نسخے مکمل کئے گئے۔

اس کتاب کی ضخامت بارہ سو صفحات سے زیادہ ہے لیکن اس میں فہرست مضامین موجود نہ تھی جس کی وجہ سے مختلف عنوانات کی تلاش میں بڑی زحمت ہوتی تھی، مطبع منشی نول کشور کے وارث و مالک **راجہ رام کمار صاحب بھارگو** نے مجھے اس اہم ضرورت کی طرف توجہ دلائی تو میں نے اس کی اہمیت کے پیش نظر فہرست مضامین مرتب کر دی لیکن چھوٹے چھوٹے ضمنی عنوانات کو بخوفِ طوالت کے خیال سے چھوڑنا پڑا، آخر میں ایک اشاریہ کا اضافہ بھی کر دیا ہے، جس میں ان تمام شعراء کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کر دئے گئے ہیں جن کے اشعار کا انتخاب بحرالفصاحت میں موجود ہے اور ان کتابوں کے نام بھی درج ہیں جن کے حوالے جابجا آئے ہیں، ان اضافوں سے کتاب کی افادیت میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور اضافہ ضرور ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ اہل ذوق اس کو پسند کریں گے۔

اس سلسلہ میں راجہ رام کمار بھارگو صاحب کا شکرگزار ہوں کہ انھوں نے اُردو کی ایک ضخیم اور مفید کتاب کو ایسے شاندار طریقہ پر اہل ذوق کے سامنے پیش کرنے کا اہتمام کیا۔

امیر حسن نورانی

یکم فروری ۱۹۵۶ء

بحر الفصاحت

از

نجم الغنی رامپوری

ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو لکھنؤ

وارث

نول کشور بکڈپو لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

حمد و ثنا نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان شیرازہ بند اوراق زمین و آسمان ہے جس نے معشوق سخن کو بے خال و خط آراستہ و پیراستہ فرمایا اور شعرائے نو وکہن کو مشاطگی عروس نظم میں ہمہ تن مصروف کیا شان اُس کی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہے (جل جلالہ) اور ہدیۂ نامحدود صلوٰۃ و درود اُس مطلع قصائد ایجاد و تکوین مخزن انوار صمدی معدن اسرار احدی کو سزاوار ہے جس کے پرتو نبوت نے رباعی دنیا کو نور ایمان سے بیت المعمور بنایا اور صفحۂ دستشش جہات عالم سے ظلمات کفر و شرک کو مثل حرف غلط کے مٹایا نام اُن کا محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور گوہر شہوار تحیت اور لآلی آبدار منقبت تحفۂ آستان مقدس و جناب اقدس حضرات اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار اور ائمہ عالی مقام اور اولیائے کرام رضی اللہ عنہم ہے جو ہنگام جواب ہر سوال کے جان فصاحت قالب تقریر میں ڈالتے اور وقت تفسیر آیۂ آسمانی کے قند و گلاب کے باہم ملاتے اُن کا ہر کلمہ رحمت کا باب ہے اور ہر فقرہ کلام مغفرت انتساب ہے ؎

سلطانِ کلام فصحا ہے سخن اُن کا	ہے ترجمۂ قرآن مبیں کا دہن اُن کا

بعد اس کے فقیر حقیر بندۂ ناچیز ابجد خوان دبستان ناوانی محمد نجم الغنی خاں طلبگار افضال سُبحانی المتخلص بہ نجم و نجمی ساکن رام پور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی محمد عبد الغنی ابن مولوی محمد عبد العلی خاں ابن مولوی محمد عبد الرحمٰن خاں ابن مولانا حاجی محمد سعید خاں برد اللہ مضجعہم عرض رسا ہے کہ اس مجموعۂ لطافت موج خیز دریائے بلاغت کو جس کا عنوان بحرُ الفصاحت ہے اور تاریخی نام اس کا مقاصد البلغا (۱۲۹۹) ہے سنہ بارہ سو ننانوے ہجری میں تالیف کر کے سنہ ۱۳۰۳ ہجری میں چھپوایا تھا اب کہ تیرہ سو

تینتالیس ہین اسپر نظر ثالث کر کے بقدر ضرورت کمی وبیشی کی گئی ہے اس ہین طالبین کے فائدے اور اور
اہل بصیرت کیلیے جواز و عدم جواز شعر اور حقیقت شعر عربی وفارسی وریختہ (اُردو) و علم عروض وقافیہ و
علم معانی وبیان وبدیع وغیرہ کی چند باتین ضروری ایک صدف اور چار جزیرون مین لکھی گئی ہین صدف
حقیقت شاعری عربی وفارسی واُردو وکیفیت زبان ریختہ وجواز و عدم جواز شعر و اقسام شعر کے بیان مین ہے
اور اس مین چھ موتی ہین پہلا موتی شعر عربی وفارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز و عدم جواز کے
بیان مین دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین تیسرا موتی شعر کی تعریف مین
چوتھا موتی شعر کی قسمون مین باعتبار اوصاف کے پانچوان موتی شعر کی تفصیل مین باعتبار
اقسام نظم کے چھٹا موتی اقسام نظم مین باعتبار مضمون شعر کے پہلا جزیرہ عروض کے بیان مین اور اس
فن کو ہم چھ فصلون مین لکھین گے اور ہر فصل کا نام جزیرے کی مناسبت سے شہر ہے پہلا شہر بحرون کی
ایجاد کے ذکر مین دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان مین تیسرا شہر
زحافون کے بیان مین چوتھا شہر تقطیع کے بیان مین اور حروف ملفوظی ومکتوبی کے ذکر مین پانچوان شہر
بحر وزن کی تفصیل مین چھٹا شہر رباعی کے بیان مین دوسرا جزیرہ قافیے کے بیان مین اس کا حال پانچ شہرون
مین ذکر کیا جائے گا پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے ذکر مین
تیسرا شہر قافیے کے عیبون کے بیان مین - چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے -
پانچوان شہر ردیف کے بیان مین تیسرا جزیرہ فصاحت وبلاغت مین اس مین تین شہر ہین پہلا شہر
علم معانی کے بیان مین اور یہ شہر آٹھ باغ رکھتا ہے پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین دوسرا باغ
مسندالیہ کے حالات مین اس مین دو چمن ہین چمن اول مقتضائے ظاہر حال کے موافق مین چمن دوم
مقتضائے ظاہر حال کے خلاف مین تیسرا باغ مسند کے احوال مین چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین
پانچوان باغ قصر کے بیان مین چھٹا باغ - انشا کے حال مین ساتوان باغ فصل ووصل کے
حال مین آٹھوان باغ ایجاز واطناب ومساوات کے بیان مین دوسرا شہر علم بیان کے ذکر مین اس مین
چار باغ ہین پہلا باغ تشبیہ کے بیان مین اس باغ مین چھ چمن ہین پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان
مین دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان مین تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان مین چوتھا چمن اداۃ تشبیہ کے
بیان مین پانچوان چمن اقسام تشبیہ کے بیان مین چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت وضعف
کے بیان مین دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین اس مین پانچ چمن ہین پہلا چمن طرفین استعارہ
کے بیان مین دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان مین تیسرا چمن استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور

مستعار لہ اور وجہ جامع کے چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین پانچوان چمن استعارے کے حُسن وخوبی کی شرائط مین تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین چوتھا باغ کنایے کی تصریح مین۔ تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین اس مین دو باغ ہین پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین چوتھے جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین شہر اقسام نثر مین اور اس شہر مین دو باغ ہین پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنے کے صحراے اول عیوب کلام مین صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین۔

اُمید ناظرین پر تمکین سے یہ ہے کہ ؎

جہان پائین طرز بیان کچھ خلاف	مجھے رکھین طعن زبان سے معاف
کہ شاعر نہین مین سخنور نہین	زبان دان نہین نکتہ پرور نہین
نہ دعواے شیوا بیانی مجھے	نہ لاف کمال معانی مجھے
نہ مین قابل اعتبار سخن	نہ خواہان جاہ و وقار سخن

گو اپنے نزدیک غور و تامل کو کسی موقع پر معاف نہین رکھا لیکن بمقتضاے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سہو و خطا ہر شخص کی آب و گل مین سرشتہ ہے جس سے خطا نہو وہ آدمی نہین فرشتہ ہے اگر غلطی و سہو پائین تو اصحاب مروت کیش و ارباب دُور اندیش عیب پوشی کرین اور نگاہ لطف کی اصلاح سے محو فرمائین ؎

یہ زیر چرخ دیکھا مین نے اکثر	ہزارون عیب جو ہین اک ہنرور
اگرچہ لالہ ہو غیرت وہ باغ	ہزارون ہی نکالین عیب جو داغ
جواہر مین ہنر ہون گرچہ وافی	جو دیکھین ہو کرین بس موشگافی
ہمیشہ عیب جویون کا ہے یہ ڈھنگ	کہ لعل بے بہا کو کہتے ہین سنگ

یہ تو یقین ہے کہ جو دانا اور دور اندیش ہین وہ بسبب نہ بلند حوصلگی کے میرے کلام کی پستی کو اپنی طرف کھینچینگے اور بہ لحاظ من ضحک ضحک کے حاسدانہ مجھپر نہ ہنسین گے کہ اصل و ماخذ میرا مقالات اساتذہ سلف وخلف ہے پس عیاذاً باللہ جس کسی نے نکتہ چینی اور اظہار عیب مین سعی کی تو اُسنے گویا دست گستاخ دامن تحقیق اساتذہ مین مارا کہ مین اُنکا مقلد اور پیرو ہون۔

جب کبھی اس روضۂ ریاحین کی سیر و نظارہ سے حظ اُٹھائین مؤلف ہیچ میرز کو بدعاے فلاح دارین

یاد فرمائین کہ اسکے تالیف کرنے سے فقیر سراپا تقصیر کے یہی خاطر نشین ہے نہ غرض تحصیل تحسین ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مطبوع طبائع بلغاے آفاق کرے اور صاف درونان بے نفاق کی دستاویز بناے اور کور بودان ذی الشقاق زادہم اللہ مرض النفاق کی زہر بھری آنکھون سے محفوظ رکھے مصرع

اللہ نہ ڈالے کام کبھی نکتہ گیر سے

صدف بیان حقیقت شاعری عربی وفارسی واردو وکیفیت زبان ریختہ وجواز وعدم جواز شعر واقسام شعر مین

اس مین تین موتی ہین ۔

پہلا موتی شعر عربی وفارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز وعدم جواز کے بیان مین

مرأت آفتاب نما ۔ روضۃ الاحباب ۔ تذکرۂ دولت شاہی ۔ زین القصص ۔ روضۃ الصفا کامل التواریخ اور تفسیر معالم التنزیل مین آیا ہے کہ شعر کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم صفی اللہ نے اُسکے ماتم مین مرثیہ اشعار مین کہا تھا امیر خسرو دہلوی اسی معنی مین کہتے ہین ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم		دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم	

مرزا صائب کا قول ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود	طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

لیکن بعض اس امر کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ پیغمبر شعر گوئی سے مبرا ہین اور زمخشری بھی کہتا ہے کہ یہ روایت محض غلط ہے انبیا علیہم السلام اس بات سے معصوم ہین یہی قول امام فخر الدین رازی کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس غم ورنج کے مرثیے کو زبان سریانی مین نثر کے اندر ادا کیا تھا کیونکہ اُنکی زبان سریانی تھی پھر اُس کا ترجمہ زبان سریانی سے زبان عربی مین شعر مین موزون ہوا چنانچہ یہ شعر ترجمہ کیے ہوے یعرب بن قحطان کے کتاب روضۃ الصفا تاریخ طبری اور روضۃ الاحباب وغیرہ مین منقول ہین ۔ ؎

تغیرت البلاد ومن علیہا یعنی متغیر ہوگئے شہر اور اُنکے رہنے والے	ووجہ الارض مغبر قبیح اور روے زمین خراب اور گرد آلود ہے
تغیر کل ذی طعم ولون یعنی بدل گئی ہر مزہ دار اور رنگ ای چیز	وقل بشاشۃ الوجہ الملیح اور کم ہوگئی تازگی خوبصورت چہرے کی
فوا اسفا علی ہابیل ابنی	قتیلا قد تضمنہ الضریح

وجاور نا عدو لیس یفنی اور ہمسایہ ہوگیا ہمارا وہ دشمن جو فنا نہین	بعین لا یموت فنستریح تا کہ ہم راحت پائین

زبانِ عربی اور ایجاد شعر عربی -

قاسم بن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ شعر عربی کا موجد یعرب بن قحطان ہے چنانچہ یہ اُس کا کلام ہے

من الناس من اب وام یعنی بعض لوگ اپنے ماں باپ یعنی پیدائشی طور پر	خلیف جہل وطیف علم جہالت پسند ہین اور بعض علم دوست

اور بعض کہتے ہین کہ اشعر بن سبائی اکثر کلام موزون بولا کرتا تھا اور لوگ اُسکے نجنہائے موزون کو شعر کہا کرتے تھے پھر شدہ شدہ لفظ شعر نے کلام موزون مقفے پر یہان تک اطلاق پایا کہ جس کسی نے ایسا کلام کہا وہ شاعر کہلایا - صاحب نزہۃ الناظرین کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک عرب کا پہلا شاعر خلیجان بن ادہم کاتب ہود علیہ السلام ہے - بلحاظ زبان عرب کے دو طبقے مشہور ہین ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ اور تاریخی حالات کے اعتبار سے عرب چار طبقون پر اس طور سے تقسیم کیا گیا ہے (۱) عرب عاربہ یہ نام انکا اسلیے ہوا ہے کہ انکو عربیت مین بہت دخل تھا یا اس وجہ سے کہ یہی گروہ عربیت کا فاعل و موجد ہے اب اس گروہ کی نسل کا کوئی شخص جہان مین باقی نہین رہا (۲) عرب مستعربہ اس طبقے کو اس نام سے اسلیے موسوم کرتے ہین کہ کل اسما و لغات عربیہ اُن مین عرب کے طبقہ اولے سے منقول ہو کر آئے ہین گویا اب ایسے حال مین ہو گئے ہین کہ اس سے پیشتر اس حال پر اُنکے اہل نسب نہ تھے اور چونکہ عرب کا طبقہ اولے بہ نسبت انکے مقدم ترین گروہ سے تھا بایں لحاظ لغت عربیہ اُنکی اصلی زبان مانی گئی - اس طبقے کا مورث اعلیٰ قحطان ہے جسکے نسب مین اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے اور کچھ لوگون کا خیال ہے کہ وہ یمین بن قیدار کا لڑکا ہے اور بعض کے نزدیک جناب اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے بنو قحطان عرب عاربہ کے معاصر تھے اور یعرب بن قحطان اُنکے نامی اور عظیم الشان بادشاہون مین سے ہے اسی گروہ نے عرب عاربہ کا نام ونشان عالم ہستی کے صفحہ سے ایسا مٹایا کہ حشر تک نام کے سوا اُن کا نشان کہین ڈھونڈھنے سے بھی نہ مل سکے گا بنی جرہم اسی طبقے مین شمار کیے جاتے ہین جن مین حضرت اسماعیلؑ نے پرورش پائی اور اُنھین سے عربی زبان سیکھی تھی ورنہ نہ وہ عرب کے رہنے والے تھے نہ اُنکی عربی زبان تھی (۳) عرب المتعربہ اس گروہ کے مورث اعلیٰ حضرت اسماعیل ہین یہ طبقہ دوسرے طبقے سے نسباً اور زماناً بہت ہی قریب ہے (۴) عرب مستعجمہ وجہ تسمیہ اس گروہ کی یہ ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی نے عرب کو شرک والحاد کی تاریکی سے نکالکر ایک

طرز کی دولت وحکومت کی بناڈالی توعجمون کی مخالطت ومجالست نے اُنکی اُس زبان کو جوکہ اصلی بادری زبان کی قائم مقام ہورہی تھی ایساکچھ متغیر وتبدل کردیاکہ بہ ظاہر بالکل مخالف ہوگئی یہ طبقہ درحقیقت طبقہ ثالثہ کی اولاد ہے۔

متقدمین مین عمدہ ترین شعراے عرب جریراور ابوالنواس فرزدق وغیرہ ہین اور متاخرین مین ابوالطیب متبنی۔ ابونواس۔ اصمعی۔ ابودلامہ ثعلب اور دعبل وغیرہ ہین۔ مگر جاہلیت کے کلام مثلاً سبعہ معلقہ اور دیوان حماسہ کے مرثیون کی بہ نسبت دیوان متبنی یا دوسرے مولدین کا کلام شکل پسند ہے نازک خیالیون اور بلند پروازیون سے بھرا ہوا ہے۔ زبان عربی کی سند اہل دیہات سے لی جاتی ہے اس لیے کہ شہرہاے مشہور مثل کعبۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کی زبان غیر فصیح ہے سند کے لائق نہین کیونکہ ہر سال ملکون سے مختلف زبانون کے آدمی جمع ہوتے ہین اور اب وہان اکثر ہند بخارا افغانستان اور دیگر ممالک کے آدمی آباد ہین جو بسبب گذرنے ایک دو پشت کے عرب کی شکلون مین ہوگئے ہین ورنہ شیبی کلیدبردار خانۂ کعبہ اور سقاے زمزم (یعنی بنی عباس) اور شریف مکہ یا خال خال اور دو چار گھر کے سوا کوئی عربی الاصل نہین مگر اہل بادیہ کہ محض عربی النسل ہین زبان اُن کی صحیح ہے اور عربیت مین جاہلون اور بدؤن کی گفتگو کی سند لیجاتی ہے۔

شعر زبان فارسی

شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے ہے کہ ایک روز شکارگاہ مین شیر کو مارکر بے ساختہ یہ مصرع بول اُٹھا۔ مصرع منم آن پیل دمان ومنم آن شیر یلہ ٭ وہین اُسکے وزیر نے جو نہایت ذکی ذہین حاضر جواب اور اُسکے ہمرکاب تھا مصرعۂ ثانی سے جواب دیا مصرع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ ٭ بعض کہتے ہین کہ مصرعۂ ثانی اُسکی معشوقہ دلارام نام نے جواب مین کہا تھا۔ صاحب نزہۃ الناظرین کہتا ہے کہ شعر فارسی کی ابتدا فرارتج حکیم معاصر ضحاک سے ہے اور یہی قول معتبر معلوم ہوتا ہے صاحب فرہنگ انجمن آراے ناصری نے جو معتبر اہل زبان فارس سے ہے یہ دو شعر اُسکے اپنی کتاب مین نقل کیے ہین۔

جہان دائی ہمہ بمراد باشد
زبمراد ست گفتن نام بمراد

ترا اگر فریزدان داد باشد ٭
ہمہ بمراد ہم بمراد باشد

سابق مین اہل ایران شاعری سے بخوبی واقف نہ تھے جب ملک ایران اہل اسلام کے قبضے مین آیا تو اختلاط اہل عرب سے ایرانیون نے بھی مذاق شعر حاصل کیا اور اول ملا عباس مروزی نے خلیفہ مامون عباسی کی مدح مین دوسری صدی کے آخر مین زبان فارسی مین قصیدہ کہا جسکا مطلع یہ ہے۔ ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین
گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

اور بعض کہتے ہین کہ شعر فارسی کی ابتدا مسلمانون مین یعقوب بن لیث صفار سے ہے جسکا عہد سنہ دو سو اکاون مین تھا اور ایک گروہ کے نزدیک شعر فارسی کی ابتدا حکیم ابوحفص سغدی سے ہوئی جو تیسری صدی ہجری مین گذرا ہے شعر اول اُس کا یہ ہے ؎

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا
یا ندارد و بے یارے چگونہ رودا ؎

ابتدا مین شعر گوئی خال خال اور بے مزہ تھی عہد سلاطین سامانیہ مین استاد رودکی سمرقندی پیدا ہوا اور زبان فارسی مین اول اُس نے دیوان جمع کیا اور طرح مدح گوئی کی بھی اُسی نے ڈالی پھر فردوسی وغیرہ ظاہر ہوے اور اُسی زمانہ مین شعر عربی کا بھی بہت چرچا ہو گیا یہانتک کہ متنبی کوفی نے جو عمدہ ترین شعرا ے متاخرین سے تھا خوب داد سخنوری دی۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد مین شاعری فارسی کی خوب پھیلی چنانچہ اُسکی سرکار مین تین سو شاعر نوکر تھے سرآمد اور منتخب اُنکے عنصری اور فردوسی تھے پھر رفتہ رفتہ رواج اُسکا زیادہ ہو گیا اور خاقانی۔ ثنائی۔ انوری۔ نظامی۔ سعدی۔ خسرو۔ فیضی۔ حافظ۔ جامی۔ ہلالی۔ فغانی۔ ظہوری۔ نظیری۔ عرفی۔ صائب۔ کلیم۔ سلیم۔ اور قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین حق سخنوری بخوبی ادا کیا اور اس فن کو کمال عروج پر پہونچایا اور ان مین سے ہر شاعر خاص ایک طرز مین ید طولے رکھتا تھا مثلاً فردوسی رزم کا دھنی تھا اور اگرچہ وہ اس خاص صنف مین اسدی اور دقیقی کا پیرو ہے مگر دونون سے گوے سبقت لے گیا ہے نظامی بزم مین کمال رکھتا تھا اور سعدی موعظت مین جس طرح عرب کے شعرا مین امرؤالقیس گھوڑے اور عورت کی تعریف اور عیش کے بیان مین مشہور تھا اور اعشے حسن طلب اور وصف شراب مین ضرب المثل تھا اور اسی طرح ہر شاعر کی شہرت کسی خاص بیان کے ساتھ مخصوص تھی۔ رودکی فردوسی اور اسدی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہ تک دیکھا جاتا ہے تو ان کا کلام کسی قدر تفاوت سے ایک ہی ڈھنگ پر ہے ان مین کوئی فرق نہ تھا اگر تھا تو اُسیقدر جسقدر ہر شاعر مین اپنے خاص طبعی جذبات کے لحاظ سے اور دوسرے شاعر مین ہوتا ہے پھر سعدی شیرازی طرز خاص کے موجد ہوے اور غزل سرائی اگرچہ پہلے سے جاری تھی لیکن اُنکی غزلون مین جو فصاحت و سلاست و متانت پائی جاتی ہے کسی کی غزلون مین نہین خواجہ حافظ بھی اس صنف مین سعدی کے قدم بہ قدم چلے مگر سعدی سے بہت آگے نکل گئے جامی اور ہلالی وغیرہ نے انھین کی طرز اختیار کی امیر خسرو دہلوی اور مرزا اشرف جہان کی بھی وہی طرز ہے پھر فغانی کی نازک خیالی و شیوا بیانی لوگون کو پسند آئی اور اُس کا تتبع ہوا ظہوری نظیری۔ عرفی وغیرہ کی یہی طرز ہے پھر صائب و کلیم و سلیم و قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین فن سخنوری کو رونق بخشی۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعراے ایران کا کلام تین طرز پر ہے خاقانی اور انوری وغیرہ کا ایک طرز ہے ظہوری اور نظیری اور عرفی وغیرہ کا دوسرا طرز ہے صائب اور اُسکے امثال کا اور ڈھنگ ہے آخر مین دو طرزون کا زیادہ رواج ہوگیا تھا ایک نظیری و عرفی وغیرہ کی طرز جو اکبر کے زمانے سے شروع ہوئی تھی دوسرے مرزا بیدل کی طرز جو عالمگیر کے عہد مین شائع ہوئی اور علوی و صہبائی پر آکر ختم ہوگئی جو لوگ شعر فارسی مین کمال بہم پہونچانا چاہتے تھے وہ انھین دونون مین سے کوئی طرز اختیار کرتے تھے اگرچہ حافظ اور خسرو کی غزل اُن سے بہت زیادہ مقبول خاص و عام تھی مگر متاخرین کے بانون کو طرز جدید لگ گئی تھی جس مین قوت متخیلہ کی بلند پروازی کا وسیع میدان تھا۔ اہل زبان مرزا بیدل کی طرز کو ٹکسال باہر خیال کرتے ہین بلکہ آجکل تو نظیری و عرفی و ظہوری وغیرہ کی طرز کو بھی اہل زبان نام رکھتے ہین اور تسلیم نہین کرتے جیساکہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرۂ مجمع الفصحا مین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو پسند کرتے ہین اور اُنھین کی تتبع کا دم بھرتے ہین حالانکہ اُنکے طبقے مین بڑے بڑے نامور شعرا گذرے ہین۔ جنکے کمال اور اُستادی کا انکار نہین ہوسکتا اسی وجہ سے آجکل کے شعراے ایران کے کلام مین بمقابلہ اُن شعرا کے جنھون نے صفویہ اور مغلیہ کے عہد حکومت مین ایران یا ہندوستان مین علم امتیاز بلند کیا تھا روانی اور بے ساختہ پن زیادہ ہے۔

مقلد شعراے فارسی کے واسطے ایران اور توران دونون جگہ کی زبان سند ہے مگر تورانیون سے آذربائیجان کی زبان بہتر ہے اور اہل خراسان اہل آذربائیجان سے فصیح تر ہین اور شیراز کے لوگ فصیح ہین خراسان کے لوگون سے اور اہل صفاہان و طہران فصاحت مین مستند ہین تمام جہان کے فارسی دانون سے اشراف و اجلاف شہری و کوہی ایران کے سب صاحب زبان ہین بول چال مین ایک عامی اور مرزا صائب و قاآنی تینون برابر ہین کہ زبان دونون کی صحیح اور محاورہ فصیح ہے مگر اکثر اہل زبان بعض ہندیون کی طرح بعض حروف کے مخرج نہین پہچانتے چنانچہ ہر فرقے اور ہر قسم مین ایسے لوگ ہین کہ بعض مخرج نہین پہچانتے جیسے مخرج قاف کہ اسکو بہت سے لوگ ادا نہین کرسکتے پس ایسے لوگون کی زبان لائق سند نہین اور اگر شعراے ایران سے بحر و قافیہ مین کوئی خطا واقع ہو تو وہ بھی سند نہین البتہ تصرف کرنا اُن کا الفاظ عربی مین عجمی طور پر اور الفاظ عجمی مین عربی طور پر سند مانا جائیگا جس لفظ کو چار شعراے مشاہیر نے استعمال کیا ہو یا ایران کے دس موزون طبع شاعر اُسپر اتفاق کرین یا علی العموم تلفظ کرتے ہون وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو۔

جواز و عدم جواز شعر

نظم کی قدر و منزلت و فضیلت مین کسی کو کلام نہین ہے تفاسیر و احادیث مین اُسکی صفت آئی ہے

بسم اللہ فرقان فصاحت عنوان رسالۂ بلاغت محبوب خاص حکیم سخن آفرین حضرت رسول رب العالمین نے شعرا کی تعریف کر کے اُنکو عز و امتیاز بخشا ہے اور اُنکے نتائج طبع اور چکیدۂ قلم کو ملاحظہ کر کے خزانہ فیض سے صرۂ تحسین مرحمت فرمایا ہے یہ چند شعر کتاب مظہر الحق کے شاہد مدعا ہین۔ ؎

در شرف شعر رسول خدا — گفت پسے قول بمدح و ثنا
شعر کہ اصحاب نبیؐ گفتہ اند — چون در و یاقوت گہر سفتہ اند
شعر علیؓ گفت حسینؓ و حسنؓ — گفت انس گفت اویس قرنؓ
شعر کہ حسان عرب گفتہ است — سید کونین پذیرفتہ است
منع ز اشعار نکردش نبیؐ — نہی ازان کار نکردش نبیؐ
بلکہ برو کرد ہزار آفرین — سید کونین رسولؐ امین

حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت سے قبل شاعر لوگ حکما کہلاتے تھے اور حدیث مین بھی شعر پر حکمت کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ ابی بن کعب سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائناتؐ نے فرمایا ان من الشعر حکمۃ یعنے بعض شعر حکمت ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عموماً سب شعر بُرے نہین بلکہ اُنمین سے فائدے کے بھی ہوتے ہین شعرا کی قدر تمام دُنیا مین ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے سلطنتون نے ہمیشہ اُنکی عزت کی ہے اور قومون نے اُنکے دل بڑھائے ہین رودکی نے عہد دولت ملوک بنی ساسان مین اور عنصری نے عصر غزنویان مین اور معزی نے زمان سلجوقیان مین اور فیضی نے عہد اکبر مین اعلیٰ اعلیٰ رتبے پائے اور عہدہا جلیلہ اور مرحمت خاص سے سرفراز ہوے میر حسن کہتا ہے۔ ؎

سخن کے طلبگار ہین عقلمند — سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن سے وہی شخص کہتے ہین کام — تحسین چاہیے ساتھ نیکی کے نام
کہان رستم و گیو و افراسیاب — سخن سے رہی یادیہ نقل خواب
رہے جب تلک داستان سخن — الٰہی رہین قدردان سخن

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے شعر کو داخل شریعت نہین کیا یعنی صاحب شریعت علیہ السلام کو شعر کہنا نہین سکھایا چنانچہ فرمایا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ہو الا ذکر و قرآن مبین جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ارشاد فقط واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلیے ہے کہ کفار قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت دیکھکر حضورؐ کو شاعر گمان کرتے تھے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ہو شاعر (ترجمہ) بلکہ کہا اُنھون نے یہ قرآن پریشان خیال ہین بلکہ باندھ لیا ہے اُسکو بلکہ وہ شاعر ہے حال آنکہ آپ شاعر

نہ تھے اگر فی الحقیقت شعر کہنا یا شاعرون کو اچھا جاننا معیوب و ناجائز ہوتا تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قصیدے پر صلۂ تحسین عنایت نہ فرماتے اور اُنکی تعریف نہ کرتے۔
صاحب تذکرہ دولت شاہی کتاب شرف النبی سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز حسان بن ثابت مداح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بیت حضور کی مدح مین کہکر لائے جس سے نام نامی بطور تعمیہ کے نکلتا تھا اس وقت دو کنیزین قبطیہ مجلس حضور مین حاضر تھین کہ مقوقش بادشاہ مصر و اسکندریہ نے برسم نذر و ہدیہ بھیجی تھین آپنے اُنمین سے ایک کنیز جسکا نام شیرین تھا اُس شعر معما کے صلے مین اُنکو بخشدی اور دوسری کنیز جس کا نام ماریہ ہے آپ کے تصرف مین رہی اور اس سے ابراہیم پسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے۔
صاحب مخزن الشعر اشعر کے سنت ہونیکی دلیل لاتا ہے اور بڑی تحقیق کے ساتھ لکھتا ہے کہ سنت کے لغوی معنی راہ و روش و عادت کے ہین اور اصطلاح مین وہ فعل ہے جسپر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل کرام اور صحابہ عظام نے عمل کیا ہو مگر کبھی قصداً ترک بھی کیا ہو پس یہ صفت شعر پر صادق آتی ہے اور مسنون ہونا اُس کا ثابت ہوتا ہے قطع نظر اسکے تمام علماے دین کا اسپر اتفاق ہے کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کی ہو اور اُس کے کرنے کے واسطے بھی نہ فرمایا ہو اُسکا کرنا ممنوع نہین ہان اگر منع فرمایا ہو تو ممنوع ہے پس درصورتیکہ حضور نے شعر گوئی سے منع نہ فرمایا بلکہ خود فی البدیہ شعر کہا گو قصداً نہ کہا تو وہ کیونکر منع ہے صحیح بخاری و مسلم مین ابواسحاق تابعی سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ براء بن عازب صحابی کہتے تھے کہ حضرت نے جنگ حنین مین دلدل سے اُترکر اللہ تعالے سے فتح اور مدد کی دعا مانگی اور یہ کہا ؎

	انا ابن عبد المطلب		انا النبی لا کذب	

یعنے مین پیغمبر ہون کچھ جھوٹ نہین اس مین مین بیٹا ہون عبد المطلب کا لفظ کذب اور مطلب مین بائے موحدہ کو جزم ہے جیسے سجع اور نظم مین پڑھنے کا معمول ہے۔ اور بخاری و مسلم نے جندب سے روایت کی ہے کہ ایک لڑائی مین (اور وہ غزوہ احد ہے) جناب سرور کائنات کی انگلی زخمی ہوئی تو آپنے اُسوقت فرمایا ؎

	وفی سبیل اللہ مالقیت		ھل انت الا اصبع دمیت	

یعنی نہین ہے تو مگر انگلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا مین ہے وہ چیز کہ تو نے دیکھی اور جو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وما علمناہ الشعر جواب اسکا یہ ہے کہ شعر اصطلاح مین اُسے کہتے ہین جس کی موزونیت کا قصد کہنے والے نے کیا ہو اور یہ کلام آنحضرت سے وزن شعر پر طبیعت موزون کے اقتضا سے صادر ہوا ہے مقصود بالذات نہین اور بعض نے کہا ہے کہ یہ رجز کے قبیل سے ہے اسکو داخل شعر نہین کر سکتے اور طیبی نے کہا کہ جو کوئی بطریق ندرت کے کبھی کبھی شعر کہے وہ شاعر نہین ہے اور اللہ تعالے کے اس قول

سے وعلمناہ الشعر مراد یہ ہے کہ آنحضرت شاعر نہین ہین اور بڑا اسے بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ غزوۂ خندق مین آنحضرت مٹی اُٹھا اُٹھا کر پھینکتے تھے یہانتک کہ حضرت کا شکم غبار آلودہ ہوا اس وقت آپ یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

اشعار

والله لولا الله ما اهتدينا	ولا تصدقنا ولا صلينا

یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم راہ راست نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے ؎

فانزلن سکینة علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا

پس اے اللہ ہم پر آرام و آسایش اُتار اور جبکہ ہم کفار سے ملین تو ہمارے قدم ثابت رکھ ؎

ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادوا فتنة ابینا

تحقیق ان کفار مکہ نے ہم پر زیادتی کی ہے بسبب اسکے کہ جب وہ فتنے کا ارادہ کرتے ہین تو ہم انکار کرتے ہین۔
آنحضرت نے کبھی کبھی اصلاح شعر بھی دی ہے چنانچہ قصیدۂ بانت سعاد مصنفۂ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی اس بیت مین ؎

ان الرسول لسیف یستضاء به	مهند من سیف الهند مسلول

لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہین کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلاح دینے کی یہ وجہ ہے کہ کلام مین لفظ زائد نہ رہے کیونکہ ہند کے لوہے کی بنی ہوئی تلوار کو مہند کہتے ہین پھر ہند کا ذکر زائد تھا پس یون بہتر ہوا مصرع مہند من سیوف اللہ مسلول ؎ اور مروی ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو کعب بن زہیر نے دریافت حال کے لیے اپنے بھائی کو بھیجا وہ بسبب سابقہ معرفت کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور انکی ہدایت سے حضور اقدس مین حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا کعب بن زہیر کو یہ بات ناگوار گذری کہ بغیر میرے مشورے کے کیون مسلمان ہوا اور اپنے بھائی کو کچھ اشعار لکھ بھیجے انمین سے ایک یہ ہے ؎

سقاك ابو بكر بكاس روية	فانهلك المامور منها وعلك

پلایا تجھے ابوبکر نے بڑا پیالہ پھر سیر کیا تجھکو مامور نے اُس سے اور مکرر کر دیا مامور محاورے مین اُس شخص کو کہتے ہین جس سے جن سے رابطہ ہو اور جن کا امر اُسکو پہونچے یہ کنایہ کیا تھا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اسکی ہجو بھی اُسنے کی تھین اس لیے خون اُس کا حضرت نے ہدر فرمایا تھا یعنی جہان پائین مار ڈالین مُردہ ہاتھ نہ آیا بعد فتح مکہ معظمہ کے جب آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوے تو کعب بن زہیر بھی

بہ قصد حصول ملازمت روانہ ہوا رات کو چلتا اور دن کو چھپ رہتا ایک روز آپ مسجد مین تشریف رکھتے تھے ایکبارگی دروازۂ مسجد پر اونٹنی کو بٹھا کر آواز دی کہ مین کعب بن زہیر حاضر ہون اور کلمہ طیبہ پڑھکر مشرف باسلام ہوا اور قصیدۂ بانت سعاد جو نعت مین لکھا تھا سنایا آپ بہت خوش ہوے اور ردائے مبارک صلہ مین عنایت فرمائی اور قصیدے کے شعر مذکورۂ بالا مین لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا پھر آپنے کعب سے پوچھا کہ یہ شعر ترا ہی ہے۔ سه

سقاك ابوبكر بكاس روية	فانهلك المامور منها وعلّك

اُسی وقت کعب نے براہ ذہانت دو حرف اس شعر کے ایسے بدل دیے جس سے یہ شعر ہجو کا نرہا بلکہ مدح کا ہوگیا کہا مین نے رویہ دال سے نہین کہا بلکہ رویہ واو سے کہا ہے جسکے معنی خوشگوار ہین اور ماموریے سے نہین کہا بلکہ نون سے کہا ہے مامون یعنی وہ شخص کہ امانت دار ہے خدا کی وحی مین آپ کعب کی حاضر جوابی اور جودت ذہن سے بہت راضی ہوے۔ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ مسجد مین حضرت حسانؓ پر ایسی حالت مین گزرے کہ وہ شعر پڑھ رہے تھے آپ نے حسان کیطرف ترچھی نظرون سے دیکھا اُسوقت حضرت حسان بولے مین مسجد مین شعر پڑھتا تھا جبکہ وہ شخص ہوتا تھا جو تم سے بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام مین لکھا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مسجد مین شعر پڑھنا جائز ہے اور بعض حدیثون مین جو وارد ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو اُن مین شعر سے وہ اشعار مراد ہین جن مین لغو مضمون اور لات و منات کی تعریف اور شرک کی باتین یا ہجو بزرگان دین ہو ورنہ مطلق اشعار کا پڑھنا ممنوع نہین ہی اور مزید توضیح ایک اور حدیث کا مضمون یہان لکھا جاتا ہی چنانچہ بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین ایک ممبر حسان کیواسطے رکھتے تھے کہ وہ اُسپر کھڑے ہوکر اشعار پڑھا کرتے تھے اور حضرت اُنکی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ حسان کی تائید جبرئیلؑ کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکے مین پہونچے تو ہنگام قضائے عمرہ حضرت ابن رواحہ آگے آگے اشعار متضمن عظمت و شوکت و نعت و صفت حضور پر نور پڑھتے جاتے تھے اور مضمون اُن اشعار کا یہ تھا کہ اے کفار مکہ راستہ خالی کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہین وہ آج تمکو بحکم خدا قتل کرینگے اور خوب سزا دینگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو منع کیا کہ یہ موقع شعر خوانی کا نہین ہے تو حضورؐ نے فرمایا منع نہ کر شعر اُسکے کفار کے واسطے تیر سے زیادہ کارگر ہین۔ اور عمرو بن شرید سے مسلم نے روایت کی ہے کہ اُنکے باپ کہتے تھے کہ مین ایک روز حضرتؐ کے

پیچھے سوار تھا آپنے فرمایا کہ تجھکو کوئی شعر امیہ بن صلت کا یاد ہے مین نے کہا ہان کہا پڑھ مین نے ایک شعر
پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا یہانتک کہ سو شعر پڑھے فرمایا اُسکی زبان
ایمان لائی اور دل کافر رہا یعنی زبان سے تو مضمون اچھے نکلے لیکن دل سے کفر اور حب دنیا نہ گئی۔
فائدہ امیہ ایک شخص تھا شاعر زمانہ کفر وجاہلیت مین اُسکے اشعار مین حمد الٰہی اور مذمت دنیا کا مضمون
تھا۔ ابوہریرہؓ سے بخاری ومسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لبید کا یہ مصرعہ مصرع الاکل شئے
ماخلا اللہ باطل ؎ (یعنی خبردار ہو ہر چیز اللہ کے سوا فانی ہے) سُنکر فرمایا کہ یہ نہایت سچا کلام ہے براءؓ سے
بخاری ومسلم نے روایت کی ہے کہ جب بنی قریظہ کا آنحضرتؐ نے محاصرہ کیا تو حسان بن ثابت کو حکم دیا
کہ تم مشرکین کی ہجو کرو کہ تمھارے ساتھ جبریلؑ ہے۔ اور آنحضرتؐ حسان کو فرمایا کرتے تھے کہ کافرون کو میری
طرف سے جواب دو اور آپنے حسان کے حق مین دعا کی کہ بارخدایا تو حسان کو جبریلؑ کے ساتھ قوت دے۔
اور حضرت عائشہؓ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے شعرا کو فرمایا تھا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو کیونکہ
وہ اُنپر تیر مارنے سے سخت تر ہے۔ اور آنحضرتؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسان نے کفار کی ہجو کر کے
مسلمانون کو شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔ احیاء العلوم مین لکھا ہے قالت عایشۃ رضی اللہ عنہا کان
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتناشدون عندہ الاشعار وھو یتبسم یعنی حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے
اور آپ مُسکراتے تھے۔ بہرصورت شعر کے جواز مین کسی طرح کا شک نہین احادیث معتبرہ وروایات صحیحہ
مین اُسکے مسنون ومستحسن ہونیکے دلائل تو یہ وارد ہین۔ اور ظاہر ہے کہ مبالغہ مقبول اور تشبیہ واستعارہ
معقول مثلاً معشوق کے مُنھ کو چاند سے مشابہ کرنا یا ممدوح کے گھوڑے کو ہوا سے تشبیہ دینا داخل کفر اور
جھوٹ نہین ایسے کلام کو سُنکر ہر آدمی جانتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہین تعریف منظور ہے اس طرح کی عبارتین
حدیث مین بھی آئی ہین جیساکہ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابوطلحہ کے گھوڑے کو دریا فرمایا ہے اور جو مضمون ناروا ہے وہ نظم ونثر دونون مین بُرا ہے نظم ہی کی
خصوصیت نہین۔ حضرت عائشہؓ سے دارقطنی نے اور عروہ سے شافعی نے روایت کی ہے کہ جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کی نسبت فرمایا ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یعنی وہ کلام
ہے کہ اچھا اُس مین سے اچھا ہے اور بُرا اُس مین سے بُرا ہے اور ابوداؤد نے صخر بن عبداللہ سے روایت
کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر حکماً یعنی بعض شعر فائدہ مند ہے امام حجۃ الاسلام
شمس المفاخر والمعالی ابوحامد محمد غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین الموزون المفہوم وزن دار کلام بامعنی۔

وهو الشعر اور اسی کا نام شعر ہے وذلک لا یخرج الا من حنجرة الانسان اور یہ نہین نکلتا مگر گلو سے انسان سے فیقطع باباحته پس اُسکے مباح ہونیکا حکم قطعی کیا جاتا ہے ذلک لانه مانراد الا کونه مفهوماً یہ اسواسطے کہ نہین زیادہ ہوا مگر ہونا اُسکا بامعنی والکلام المفهوم غیر حرام اور کلام بامعنی حرام نہین ہے والصوت الطیب الموزون غیر حرام اور آواز خوش وزن دار بھی حرام نہین ہے فاذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع پس جبکہ حرام نہین ہوئی ایک ایک بات پس کہانسے حرام ہوگا مجموعہ نعم ینظر فیما یفهم منه ہان اُسکے مضمون مین دیکھا جائیگا فان کان فیه امر محظور حرم نثره ونظمه پس اگر اُس مین کوئی ممنوع بات ہے حرام ہے نثر اور نظم دونون وحرم التصویت به سواء کان بالحان او لم یکن اور حرام ہے اس کا بولنا خواہ نغمے اور خوش آوازی سے ہو یا بے نغمے کے والحق فیه ما قاله الشافعی رحمه الله تعالے اذ قال الشعر کلام فحسنه حسن وقبیحه قبیح اور حق اس بارے مین وہ ہے جو شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شعر کلام ہے سو اچھا اُسکا اچھا ہے اور بُرا اُسکا برا ہے ومهما جاز انشاد الشعر بغیر صوت والحان جاز انشاده مع الالحان اور جبکہ شعر کا پڑھنا بغیر خوش آوازی اور نغمے کے جائز ہے تو اُس کا پڑھنا خوش آوازی اور نغمے کے ساتھ بھی جائز ہوگا۔ فان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحاً اسلیے کہ جب ایک ایک چیز مباح جمع ہوئی تو مجموع بھی مباح ہوگا ومهما انضم مباح الی مباح لم یحرم الا اذا تضمن المجموع محظوراً لا یتضمنه الآحاد اور جب ایک مباح دوسرے مباح کے ساتھ ملے تو حرام نہین مگر جبکہ مجموعا ایسے امر ممنوع کا متضمن ہو جو آحاد مین نہو ولا محظور ههنا اور اس جگہ کوئی امر ممنوع نہین وکیف ینکر انشاد الشعر وقد انشد بین یدی رسول الله صلے الله علیه وسلم اور کیسے انکار کیا جائے شعر کے پڑھنے سے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا وقال علیه السلام ان من الشعر لحکمة اور آپنے فرمایا کہ بعض شعر مفید ہے وانشدت عائشة رضی الله عنها اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی شعر پڑھا ہے ان سب احادیث اور اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شعر کہنا جائز بلکہ مسنون ہے مگر خلاف شرع اور واہیات مضامین باندھنا بالکل منع اور قطعاً ناجائز ہے اور شعرا نے یہ جو مشہور کر رکھا ہے کہ شعر مین جائز ہے جو کچھ چاہین کہین اور کہتے ہین یجوز للشاعر ما لا یجوز لغیره یہ بات محض غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ شاعر قادر سخن کو الفاظ مین بعض تصرف کرنا قدرت کی رو سے جائز ہے نہ عجز کی رو سے جیسے کسی لفظ مین سے کوئی حرف گرا دینا یا زیادہ کر دینا یا متحرک کو ساکن کر دینا یا ساکن کو متحرک وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی مخفی نرہے کہ جن لوگون نے اس حدیث مین حسنه حسنٌ وقبیحه قبیحٌ قبیح کے معنے مبالغے کے لیے

ہین اور مبالغے کو ناجائز قرار دیا ہے انکی غلط فہمی ہے قبیح سے مراد خلاف قرآن و حدیث کے مضمون باندھنا ہے۔ نہ مبالغے کا استعمال کرنا پس قبیح وہ شعر ہے کہ جس مین کوئی مضمون خلاف شرع باندھا جائے یا کسی آیت و حدیث کا مضمون غلط لکھا جائے یا بتون کی تعریف کی جائے یا کسی بزرگ اور پیشواے دین کی نسبت اُس مین بے ادبی ہو جیسے اس حدیث کا مضمون ولدت فی زمان الملک العادل منوچہر نے اس شعر مین غلط باندھا ہے۔

جہان نازد بعدل شاہ مسعود		چو پیغمبر بنوشروان عادل	

نعوذ باللہ ہادی سبل محبوب جز وکل مالک کون و مکان شہنشاہ زمین و زمان ختم المرسلین شفیع المذنبین کافر پر ناز کرتے ہان شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو صحیح باندھا ہے۔ ؎

سنر دگر بدورانش نازم چنان		کہ سید بدوران نوشیروان	

حضور نے زمانہ نوشیروان پر ناز کیا تھا نہ ذات نوشیروان پر اسی طرح اپنی طرف سے بنا کر کہنا کہ حضرت نے یون فرمایا ہے یہ بھی منع اور داخل گناہ ہے جیسے یہ شعر۔ ؎

اکثر محمد مصطفےٰ محبوب و مطلوب خدا		گفتے دریغا حسرتا اے ماہ رمضان الوداع	

قبیح ہے حضرت نے ایسا نہین فرمایا پس کسی قول و فعل کو بے سند حضرت کی طرف منسوب کرنا سب جھوٹ باندھنے مین داخل ہے اور کتب حدیث مین حضرت پر جھوٹ باندھنے کو کفر لکھا ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ابوالفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کا بارگاہ ابوالمظفر جلال الدین محمد اکبر کی تعریف مین۔ ؎

برروے زمین و آسمان باز		با درگہ کبریا ہم آواز	

دیکھئے شاہ کی درگاہ زمین پر ہے اور باعتبار رفعت کے آسمان کے ساتھ بازی کرتی ہے اور درگاہ کبریا سے ہم آواز و مقابل ہے انہایت قبیح و خلاف ادب ہے۔ اسی عالم سے ہے یہ شعر انشا کا۔ ؎

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی تو مین اللہ سے		واسطے دو دن کے عرش کبریائی مانگتا

میر تقی

پارسا ہین جو جوان پیر ہدے کہتے ہین سالک مسلک ل راہ نما کہتے ہین		جو ولایت رکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین ایک مولا کہے ہین ایک خدا کہتے ہین

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

آفتاب فلک عز و علا تو ہی تھا جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تھا		چہرہ آرائے زمین اور سما تو ہی تھا نائب خاص کے بزم مین خدا تو ہی تھا

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اسی طرح میر صاحب حضرت علیؑ کی تعریف مین کہتے ہین ۔

کاڑھے طوفان بلا سے تری ہمت نے پار　　نوحؑ ممنون ہے یونس ہے ترا شکر گذار

ایضاً

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہے ہین　　سچے ہین وہی لوگ جو اللہ کہے ہین

ایضاً

جانتے ہین تجھی کو سب معبود ہا　　تھا زمین و زمان سے تو مقصود

مصحفی

دشوار ہے رتبے کو پیمبر کے پہونچنا　　ہے موسیٰ عمران بھی ہارون مرے آگے

حسرت در مدح امام موسیٰ رضا

رتبہ دربان کا ترے رکھتے ہین عیسیٰ و کلیم　　قصر شاہی کا ترے کنگرہ ہے عرش عظیم

منت

گر اُس لب جان بخش کی اک بات سُناؤن　　عیسیٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سُناؤن

ناسخ حضرت امام حسین کی تعریف مین کہتے ہین ۔

تعریف کرون کیا مین شہ والا کی　　موسیٰ کی ہے کچھ قدر نہ یان عیسیٰ کی

حسام الدین حیدر خان حیدر

ملک خصال پری وش فرشتہ خو کستا　　مجال تھی کہ سگ یار کو مین تو کہتا

علی حزین منقبت امیر المومنین علی مین لکھتے ہین

سومنات محبت تو بود　　فارغ از رسم محفل آرائی

ان اشعار مین کمال گستاخی جناب کبریا مین اور اہانت پیغمبران جلیل القدر اور ملائکہ کی اور بے ادبی جناب ولایت مآب مین نکلتی ہے اسی قبیل کے ہے یہ شعر امیر مینائی کا ۔

جب وہ بت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی　　ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے

مہدی حسین خان آباد

کر دیا مُردون کو زندہ اے وصی مصطفےٰ　　آپکے اعجاز نے عیسےٰ کو حیران کر دیا

ایسے ہی شعرون کی نسبت کہا گیا ہے الشعر من مزامیر ابلیس شاعر کو چاہیے کہ حق بات کو ہاتھ

سے نہ دے اور پابندی شرع کی لازم سمجھے اور ظالم و فاسق کی جھوٹی باتون کی تعریف و تصدیق نہ کرے
اور ایسا وصف بیان نہ کرے جس کو خوب نہ جانتا ہو اور اگر کسی کی جھوٹی تعریف کی تو سامعین اشعار بلکہ
خود ممدوح خوشامدی و دروغ گو تصور کرینگے اور خدا کے ہان جھوٹون کے دفتر مین لکھا جائیگا اور جھوٹ
کی برائی ہر شخص پر ظاہر ہے اگر ممدوح اس جھوٹی تعریف کو اپنی نسبت صحیح سمجھ کر مداح سے خوش ہوگا تو
لوگون کی نظرون مین دونون احمق دکھلائین گے اور مداح پر ممدوح کے حمق کا گناہ لازم آئے اور ادھر
اسکی طبیعت سے راستی دور ہوتی جائے گی اور ادھر جھوٹی اور بے سر و پا باتین وزن و قافیہ کے دلکش
پیرایے مین سنتے سنتے سوسائٹی کے مذاق مین زہر گھلتا جائے گا حقائق و واقعات سے لوگون کو روز بروز
مناسبت کم ہوتی جائے گی جھوٹی تعریف کرنے والا اپنے دل مین خود بھی جانتا ہے کہ ممدوح مین یہ صفت
نہین ہے جو مین بیان کرتا ہون پس یہ ظاہر داری و مکاری بلکہ ٹھیک علامت نفاق کی ہے اور یہ بات
عقلاً ناروا اور شرعاً گناہ ہے قطع نظر ان سب باتون کے جھوٹی تعریف کرنا کمال درجہ کی چاپلوسی ہے اور
شاعرون کو جس طرح فحش اور بے تہذیبی سے احتراز واجب ہے ایسے ہی خوشامد و چاپلوسی اور حد سے
زیادہ مدح کرنا بھی نازیبا ہے الشعراء کذاب ایسے ہی شعرا کے حق مین آیا ہے۔

تفسیر تیسیر مین لکھا ہے کہ دو شاعر حضرت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کی اہانت اور اسلام کی مذمت مین
شعر کہا کرتے تھے اور مشرک انسے سنکر پڑھتے پھرتے تھے انکے حق مین آیہ والشعراء یتبعہم الغاوون الخ نازل
ہوئی پس جو شاعر اپنے شعر مین ایسا مضمون لکھے جس مین اہانت کسی پیغمبر یا دین اسلام کی یا کچھ بے ادبی خدا تعالی
کی جناب مین ظاہر ہو وہ مصداق اس آیت کا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت حسان بن ثابت اور
حضرت ابن رواحہ وغیرہ شعرا و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بھی تو شاعر ہین اور
حق سبحانہ تعالے ہمین شاعر جانتا ہے بلکہ ابن رواحہ نے کہا کہ مین اس وصف مین مرنا نہین چاہتا آپنے
فرمایا تم اُن شاعرون مین نہین جو غاوی ہین بلکہ تم غازی ہو اسلیے کہ مومن شمشیر کے ساتھ جہاد کرتا ہے یا زبان
کے ساتھ پس جو شعر تم مذمت کفار مین کہتے ہو وہ انکو تیر و سنان سے سخت تر ہین اسی وقت آیہ کریمہ
الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا نازل ہوئی رسالہ شان نزول آیات قرآنی
مین مذکور ہے کہ یہ آیت ناسخ ہے آیت والشعراء الخ کی ہے

شاعران را گرچہ غاوی خواند در قرآن خدا	ہست از ایشان بقرآن ظاہر استثنا ما

ہمارے واجب الرحم علما مذمت شعر و شاعری مین آیہ کریمہ والشعراء یتبعہم الغاوون الم تر انہم فی
کل واد یہیمون وانہم یقولون ما لا یفعلون کی دلیل تو دے آتے ہین مگر استثنا یعنی آیہ آخر سے تجاہل عارفانہ کرتے

ہین اور وہ یہ ہے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا و
سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (ترجمہ پوری آیت کا) اور شاعر پیروی کرتے ہین اُنکی گمراہ تو نے
نہین دیکھا کہ وہ ہر میدان مین سر مارتے پھرتے ہین اور کہتے ہین جو کچھ نہین کرتے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور
نیکیان کین اور یاد کیا اللہ کو بہت اور بدلا لیا بعد اُسکے کہ انپر ظلم ہوا اور جلد معلوم کرینگے ظلم کرنے والے کو کس
کروٹ اُلٹتے ہین - کافر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن بتاتے تھے کبھی شاعر کہتے تھے اور نبوت کے منکر تھے
سو اس سے پہلی آیت مین اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کاہن مین فرق بیان فرمایا اور
اس آیت مین درمیان حضور کے اور شعراے عرب کے جو بیہودہ باتین بکا کرتے تھے اور لات ومنات وغیرہ
کی تعریف لکھا کرتے تھے فرق بتلایا کہ شعرا گمراہی کی پیروی کرتے ہین اور یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ ہر جنگل مین
پھرتے ہین یعنی طرح طرح کے بیہودہ مضامین لکھتے ہین کبھی کچھ کہتے ہین کبھی کچھ ایک بات پر قائم نہین رہتے اور ان باتون سے
کوئی شخص ہدایت نہین پاتا بخلاف امر آنحضرتؐ کے کہ وہ اول سے آخر تک ایک ہی بات ہے کہ دعوت الی اللہ
فرماتے ہین اور اس سے لوگ راہ راست پر آتے ہین دوسرے یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہین وہ نہین کرتے یہ بھی علامت
گمراہی کی ہے بخلاف آنحضرتؐ کے کہ وہ خود بھی وہی کرتے ہین جو اورون سے کہتے ہین یعنی توحید باری تعالی
اور عبادت معبود برحق اور ترک شرک ومعاصی وغیرہ اور باز رہنا افعال واوصاف ذمیمہ سے تعلیم فرماتے ہین
اور خود بھی ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہین مگر یہ بُرائیان جو اوپر بیان کی گئین اُنسے وہ شعرا مستثنے ہین
جو ایماندار ہون اور افعال اُنکے صالح ہون اور شعر اون کے توحید ونبوت ودعوت خلق الی اللہ اور
ایسی باتون سے مملو ہون جو سچی ہون اور یاد الٰہی سے غافل رکھنے والے نہون اور کسی کی ہجو نہ کرتے ہون
مگر کوئی ہجو کرے تو اُسکو جواب دینے مین مضائقہ نہین ہے اور اس مین بھی شرط یہ ہے کہ زیادتی نہ ہو -
هکذا استفاد من مفاتیح الغیب -

صاحب مرآۃ الخیال کہتا ہے کہ کلام ملک العلام اکثر جگہ وزن شعر پر ہے اور اُس مین صنعت شعری
پائی جاتی ہے پس یہ قول بعض کا کہ کلام الٰہی مین نظم مفقود ہے مردود ہے (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم
بحر سریع مین ایک مصرع موزون ہے بروزن مفعولن مفعولن فاعلان ؎

بسم اللہ ایکہ منکر شعری بگو جواب ؎
موزون چراست آنچہ بقرآن مقدم است

اور اسی کے بحر ووزن مین سورۂ طہ کی یہ آیت ہے قال فما خطبك یا سامری بروزن مفتعلن
مفتعلن فاعلن (۲) انا اعطیناك الكوثر بحر متدارک مین ایک مصرع موزون ہے بروزن فعلن
فعلن فعلن فعلن بسکون عین (۳) یہ آیات بحر رمل کے وزن پر ہین لن تنالوا البر حتی تنفقوا بروزن فاعلاتن

فاعلاتن فاعلن اسی طرح ثم اقررتم وانتم تشہدون اسی طرح ثم انتم ہؤلاء تقتلون اور سورۂ سبا کی یہ آیت بھی اسی بحر کے وزن مین ہے وجفان کالجواب وقدور راسیات بروزن فعلاتن فاعلان دوبارہ (۴) سورۂ کہف کی یہ آیت بحر طویل مین ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر بروزن فعولن مفاعیل فعولن مفاعیل (۵) بحر متقارب مین سورۂ اعراف کی آیت ہے واملی لهم ان کیدی متین بروزن فعولن فعولن فعولن فعول (ایضًا) ویرزقہ من حیث لایحتسب (۶) بحر ہزج مین سورۂ یوسف کی یہ آیت ہے تاللہ لقد آثرک اللہ علینا بروزن مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن (۷) بحر منسرح مین سورۂ دہر کی یہ آیت ہے اناخلقنا الانسان من نطفة بروزن مستفعلن مفعولات مستفعلن (۸) بحر مضارع مین سورۂ مومن کی یہ آیت ہے یوم التناد یوم تولون مدبرین بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاع لان (۹) بحر مدید مین سورۂ مومنون کی یہ آیت ہے اصنع الفلک باعیننا بروزن فاعلاتن فعلن فعلن بعین متحرک (۱۰) بحر بسیط مین سورۂ انفال کی یہ آیت ہے لیقضی اللہ امرا کان مفعولا بروزن مفاعلن فاعلن مستفعلن فعلن بسکون عین (۱۱) بحر وافر مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے ویخزہم وینصرکم علیہم ویشف صدور قوم مومنین مفاعلتن مفاعلتن فعولن ٭ مفاعلتن مفاعیلن فعولن (۱۲) اور بحر کامل مین یہ آیت ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم بروزن مستفعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلان ۔ (۱۳) بحر خفیف مین یہ آیت ہے أرأیت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم (۱۴) اور بحر مقتضب مین یہ آیت ہے فی قلوبہم مرض (۱۵) بحر مجتث مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے مطوعین من المومنین فی الصدقات (۱۶) بحر رجز مین یہ آیت سورۂ دہر کی ہے ودانیة علیہم ظلالہا وذللت قطوفہا تذلیلا ۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ جو آیتین کلام الٰہی کی یا حدیثین موزون ہین وہ شعر نہین اسلیے کہ شعر وہ کلام مقفی ہے جو بقصد شعر موزون کیا جائے پس جو آیات موزون ہین اگرچہ بلا قصد موزون ہونا ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہوسکتا اور نہین کہہ سکتے کہ اُس جناب اقدس سے بلا قصد موزون ہو گئے ہون اور اُسپر اطلاع نہوئی ہو معاذ اللہ لیکن بقصد شعر موزون نہین فرمایا پس شعر نہوئین اور اگر بقصد شعر موزون کرنے کی قید نہ لگائی جائے تو اصطلاحًا شعر کہنا جائز ہے لیکن چونکہ اکثر شعر مین مبالغہ وکذب ہوتا ہے اور کلام الٰہی ان اُمور سے پاک ہے لہذا شعر کا اطلاق ادب کی رو سے منع ہوا انتہٰے بعض کا قول ہے کہ قصد متکلم شعر مین لازم نہین لیکن میر شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغت کہتے ہین کہ یہ قول مردود ہے اسلیے کہ جہان مین کوئی ایسا متکلم نہوگا کہ کبھی نہ کبھی اُسکی زبان سے بے قصد کلام موزون سرزد

نہوجاے پس جب قید قصد کی موزون کرنے مین نہوئی تو ہر متکلم کو شاعر کہنے لگین حالانکہ ایسا نہین - آب حیات مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص کی پگڑی بے ڈھنگی بندھی تھی نواب سعادت علی خان والی اودھ کی زبان سے اُسکی نسبت یہ مصرع نکل گیا ؎ پگڑی تو نہین ہے یہ فرانسیس کی ٹوپی ہے حالانکہ نواب سعادت علی خان کو کوئی شاعر نہین کہتا اور نہ اُنکو خود شاعر ہونے کا دعویٰ تھا مرزا رحیم بیگ مخزن الشعرا مین لکھتے ہین کہ ذات شعر مین قصد کو دخل نہین اگر بلا قصد شعر موزون ہوجائیگا تو فی البدیہ سمجھا جائے گا مگر میرے نزدیک یہ آیات شعر مین داخل نہین نثر مرجز کے قبیل سے ہین جس مین شعر کا وزن ہوتا ہے اور قافیہ نہین ہوتا - پس اب یہ کہین گے کہ یہ آیات رب العزت نے قصداً نثر مرجز مین فرمائی ہین نہ فی البدیہ یہ شعر ہین نہ بالقصد شعر ہین اگر شعر ہوتین تو کسی جگہ تو ایسی موزون آیات کے دو دو مصرع برابر واقع ہوتے بلکہ جہان ہے موزون ایک فقرہ ہے - مولانا غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین کہ اگرچہ کلام موزون کا صدور اول متکلم قدیم یعنی جناب باری عز اسمہٗ سے ہے لیکن چونکہ اسماے الٰہی توقیفی ہین اسلیے شاعر کا اطلاق اُس ذات متعالی پر نہین ہو سکتا - یاد رکھو کہ اسماے الٰہی کے توقیفی ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین مولوی عبد الحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری شروح مشکوٰۃ مین کہتے ہین کہ جو کچھ قرآن مجید و حدیث مین موزون واقع ہوا ہے مقصود بالذات نہین -

بالجملہ شعر کا وجود و جواز قبل زمانہ حضور پرنور سے اور خاص عہد بابرکت مین بہ تشریح متذکرۂ بالا ثابت ہو گیا اور بعد مین بھی شعر کہنا صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام کا ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسبب نہ آگاہ ہونے فن شعر سے تاسف ظاہر فرمایا ہے ابن جوزی سے مروی ہے سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مُتَمِّمًا اَخَا مَالِكِ بْنِ نُوَيْرَةَ يَنْدُبُ اَخَاهُ وَيَقُولُ الشِّعْرَ فَقَالَ يَا لَيْتَنِي اَقُولُ الشِّعْرَ فَاَنْدُبُ اَخِي زَيْدًا (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ متمم برادر مالک بن نویرۃ اشعار کہتا ہے اور اُس مین اپنے بھائی کے محاسن و خوبیان بیان کر کے روتا ہے فرمایا کاشکے مین بھی شعر کہتا ہوتا کہ اپنے بھائی زید پر روتا اور اُس کی خوبیان بیان کرتا صاحب مخزن الشعرا نے ایک شعر حضرت ابوہریرہ کا نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماتم مین کہی تھی بڑے تعجب کی بات ہے یہ نہ خیال کیا کہ اُس وقت شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عالم مین کب تشریف رکھتے تھے بلکہ حضرت عمر فاروق بھی رونق افزاے روز خلد برین ہو چکے تھے دراصل وہ شعر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور کیفیت مفصل اُس شعر کی یہ ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے گھوڑون مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے

دعاے برکت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان چھوارون کو اپنے توشہ دان مین ڈال رکھو اُن چھوارون مین ایسی برکت ہوئی کہ قریب تیس۳۰ برس کے خرچ ہوتے رہے اور سنون چھوارے اللہ کی راہ مین دیے مگر گم ہوے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ توشہ دان کھو گیا اور ابوہریرہ کو نہایت رنج ہوا اور یہ شعر کہا۔ ؎

للناس ھمٌّ ولی ھمّان	فقدُ الجراب وقتلُ الشیخ عثمانَ

یعنی لوگون کو ایک غم ہے اور مجکو دو غم ہین ایک گم جانے توشہ دان کا دوسرا شہادت حضرت عثمان کا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان مشہور ہے جسکی شرح بڑے طول و بسط کے ساتھ قاضی حسین بن معین الدین یبذی صاحب شرح ہدایت الحکمۃ نے لکھی ہے یہان پر چند شعر تیمناً و تبرکاً لکھے جاتے ہین۔ ؎

دَعْ ذِکْرَھُنَّ فَمَا لھن وفاءُ	ریحُ الصبا وعھودھُنَّ سَوَاءُ
یَکْسِرنَ قَلْبَکَ ثم لایجبرنہٗ	وَقلوبھُنَّ مِنَ الوفاء خلاءُ

(ترجمہ) چھوڑ ذکر اُنکا یعنی عورتون کا اسلیے کہ اُن مین وفا نہین ہوا کا جھونکا اور اُنکا عہد و پیمان برابر ہے تیرے دل کو توڑینگی پھر نہ جوڑینگی اُنکا دل وفا سے خالی ہے۔ ؎

قال المُنجّمُ والطبیبُ کلاھما	لن یُحشرَ الاموات قلتُ الیکما
اِن صَحَّ قولکما فلستُ بخاسرٍ	وان صَحَّ قولی فالخسارُ علیکما

(ترجمہ) کہا منجم اور طبیب دونون نے کہ مردے ہرگز نہ اُٹھین گے۔ کہا مین نے دُور ہو اگر تمھاری بات سچی نکلے تو مجھے نقصان نہین ہو سکتا اور اگر میری بات سچ ہوئی تو تمکو نقصان ہوگا۔ امام غزالی نے یہ دو شعر ابوالعلاے معری کی طرف منسوب کیے ہین لیکن شیخ العارفین امام محی الدین قدس سرہ فتوحات مین فرماتے ہین کہ امیر المومنین علیؑ کے ہین چنانچہ شرح مذکور مین بھی مندرج ہین۔

اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اشعار کہے ہین چنانچہ روایت ہے کہ جب روح مطہر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاکدان ظلمانی سے عالم نورانی کی طرف تشریف فرما ہو کر رونق افزاے اعلی علیین ہوئی تو حضرت سیدۃ النسا کو ایسا الم ہوا کہ حیطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے بعد دفن کے قبر مبارک پر تشریف لائین اور تھوڑی سی مٹی وہان کی اٹھا کر سونگھی اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی مَنْ شَمَّ تربتَ احمدا	اَن لایشمَّ مدی الزمان غوالیا
صُبَّت علیَّ مصائبٌ لو انّھا	صُبّت علی الایام صِرنَ لیالیا

(ترجمہ) کیا چاہیے اُسے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سونگھے اسکو یہ چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے

مجھ پر وہ مصیبتین پڑین کہ جو دنون پر پڑتین تو دنون کی راتین ہو جاتین۔
اور حضرت سید الشہدا علیہ السلام مقام رجز مین فرماتے ہین۔

خیر اللہ من الخلق ابی	ثم امی فانا من الخیرتین

یعنی میرا باپ بہترین مخلوق خدا ہے اور ماں بھی پس مین دو اچھون کا بیٹا ہون۔
حضرت عباس بن امیر المومنین علیؑ فرماتے ہین۔

واللہ لو قطعتم یمینی	لاحمین صابرا عن دینی

یعنی قسم خدا کی اگرچہ میرا ہاتھ تمنے کاٹ ڈالا لیکن مین لوگون کو اپنے دین سے بچاؤنگا یعنی دین پر جو حملات ہین مین اُسپر کمی نہین کرونگا۔
حضرت علیؑ اکبر فرماتے ہین۔

انا علی بن حسین بن علی	نحن و بیت اللہ اولی بالنبی

یعنی مین بیٹا حسین بن علی کا ہون قسم ہے بیت اللہ کی ہم نبی سے بہت قربت رکھتے ہین۔
امام زین العابدینؑ فرماتے ہین۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم	ماذا فعلتم وانتم خیر الامم

یعنی کیا جواب دوگے جب نبی تمسے فرمائین گے کہ تمنے کیا کیا حالانکہ تم خیر الامم تھے۔
روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے لشکر واسطے جہاد نوشیروانیون کے روانہ کیا تو جو لوگ شعر کے فن مین مہارت رکھتے تھے اُنسے فرمایا کہ ایسے اشعار جو غازیون کی طبیعت کو تیز اور مستعد خونریزی کرین سناؤ چنانچہ شعرا اور غازیون نے ایسا ہی کیا۔ تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس السیاری مرید حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے تھے کہ اگر نماز بے قرآن کے روا ہوتی تو اس شعر سے روا ہوتی۔

اتمنی علی الزمان محالا	ان یری فی الحیوۃ طلعت حر

یعنی زمانے سے توفیق چاہتا ہون یہ کہ دیکھی جائے زندگی مین صورت آزاد مرد کی۔

شعر محمود و مذموم

اس حدیث سے کہ الشعر ھو کلام فحسنہ حسن و قبیحہ قبیح یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ بعض شعر محمود ہے اور بعض مذموم ہے۔ محمود وہ ہے جس مین کوئی امر خلاف شرع نہو اور واہیات مضامین اور لاطائل و بے فائدہ باتون سے خالی ہو اور غلو سے پاک ہو اور اُس مین ظالمون اور فاسقون کی خوشامد نہو اور مذموم وہ شعر ہے جس مین اس قسم کی باتین ہون اور جسطرح شعر کی دو قسمین ہوئین شاعر کی بھی دو قسمین ہونگی ایک فرقہ محمودہ

اور اس مین وہ شعرا داخل ہین جنکے شعرون مین مضمون احسن و پاکیزہ اور نہایت عمدہ ہو جسکے سُننے سے بے اختیار کلمات تحسین و آفرین زبان سے نکلین اور اُنکے کلام مین کوئی بے تہذیبی اور خلاف شرع بات نہو دوسرا **فرقہ مذمومہ** اس مین وہ لوگ ہین جنکے شعر قبیح بزرگون کی ہجو اور کلمات تہتک اسلام اور استہزاے شریعت اور مزخرفات و واہیات سے پُر ہون اور ہزلیات سے مملو ہون۔

ہر شاعر کو اس بات کا لحاظ رکھنا ضرور ہے کہ بیہودہ کلمات اور بُری بات زبان سے نہ نکالے اور دشنام و ہجو و ملامت سے پرہیز کرے ترمذی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا حیا اور بات لحاظ کر کے کہنا دو شاخین ہین ایمان کی اور فحش و بدزبانی اور بے دھڑک بات کہنا دو شاخین ہین نفاق کی۔ بعض شعراے متقدمین نے جو کلمات پند و نصائح ظرافت و ہزل بازی مین دانستہ مشتہر کیے ہین وہ صاحب دلون کے واسطے انتباہ کامل ہے۔ عقلا خوب جانتے ہین چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنے کلام مین فرماتے ہین۔

بظرافت بگفتم این گفتار	ہزل بگذار و جد ازو بردار

شاعرون کو یہ بھی ضرور ہے کہ شعر گوئی مین ایسے مشغول و مبہوت نہ رہین کہ بیشتر اوقات شعر ہی کا شغل رکھین ذکر الٰہی اور دوسرے اُمور سے غافل رہین بلکہ چاہیے کہ فکر معاد و معاش و سر رشتہ حفظ مراتب بزرگان اور تمیز حق و باطل ہاتھ سے نہ دین جو شاعر ایسا خیال نہ کرے اور شب و روز اسی شغل مین رہے اور اوقات ضائع کرے اُسکو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے جیسا کہ مسلم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جاتا تھا ایکبارگی ایک شاعر آگے آیا کہ اشعار پڑھتا جاتا تھا یعنی اُس راہ مین مدہوشانہ اشعار پڑھتا چلا جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ پکڑو شیطان کو اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھرنا بہتر ہے اس بات سے کہ وہ شعر سے بھرے اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت شعر کی فکر مین منہمک رہنا اور اوقات ضائع کرنا اور فکر معاد و معاش سے غافل رہنا ممنوع ہے۔

دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین

ریختہ مصدر ریختن سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی بنا ہوا یا گری پڑی پریشان چیز چونکہ زبان اُردو کئی زبانون سے ملکر بنی ہے اسلیے اسکو ریختہ کہتے ہین اور اس زبان مین ہر طرح کے الفاظ پریشان جمع ہین مثلاً عربی فارسی ترکی پنجابی پوربی بنگالی مارواڑی برجی بندیل کھنڈی دکھنی انگریزی سُریانی یونانی فرانسیسی جرمنی پشتو وغیرہ شامل کل مرزا آغا فرماتے تھے کہ احمد کی زبانی دریافت ہوا کہ روم روس کی لڑائی جو ہو رہی تھی اُس مین ایک مورچے پر عثمان پاشا کو ہزیمت ہوئی روسی غالب آئے مین نے کہا آپ اُس جاہل کی بات کا کاہے کو یقین کرتے ہین عثمان پاشا

جنرل افواج روم بڑے شجاع و بہادر ہیں بغیر فتح کیے ہوے میدان جنگ سے مُنھ نہ پھیرینگے اس مثال میں زبانی اور دریافت اور بہادر اور میدان جنگ الفاظ فارسی ہیں اور ہزیمت اور غالب اور لقین اور افواج و شجاع و فتح وغیرہ الفاظ عربی اور جیلی یعنی نادان و زبان دراز پنجابی اور پاشاہ کی اور جنرل انگریزی اور کا ہے جسکے ساتھ نفظ کو ملا ہے زبان برج کا لفظ ہے۔

دریاے ستلج سے اُس طرف زبان پنجابی ہے اور جس قدر دریاے ستلج سے اسطرف دہلی تک نظر کریں تو اُردو زیادہ ترفصیح ہوتی جاتی ہے دہلی دارالسلطنت اور اُسکے گرد و نواح سے جسقدر آگے بڑھیں برج بھاشا اور پوربی داخل ہوتے ہوتے بنگالی بن جاتی ہے اور جس قدر جنوب کو چلے جائیں مارواڑی داخل ہوتے ہوتے دکنی اور گجراتی ہو جاتی ہے۔

حال کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندی کا پہلا شاعر جس کا تخلص پنڈت تھا سمت ۷۰۰ بکری میں گذرا ہے اسلیے ہندی شاعری کی پیدائش ابھی تک سمت سات سو میں جمہور نے مانی ہے سمت ۸۹۰ میں بھی ایک شاعر کا کلام ملا ہے مگر ابھی تک شاعر کا صحیح نام معلوم نہیں ہوا سمت ایک ہزار سے باترتیب حالات ملنے لگے اس سمت میں ایک مشہور شاعر بھوآل کے نام سے گذرا ہے اور سمت ۱۱۰۰ کے لگ بھگ دو مسلمان شاعر بھی گذرے ہیں چند بروای ایک بڑا زبردست شاعر مہاراجہ پرتھی راج کے دربار میں تھا اور اس کا زمانہ سمت ۱۲۲۵ سے سمت ۱۲۴۹ تک مانا گیا ہے چند کے زمانے سے پہلے صرف آٹھ ہندی شعرا کا وجود اس وقت تک دریافت ہوا ہے ان آٹھ میں پانچ ہندو اور اور تین مسلمان ہیں۔

اصل زبان اُردو کی بھاشا ہے اور حلاوت و نمکینی فارسی و عربی سے ملی ہے قدیم شعراے ہند اشلوک اور دوہے اور گیت میں مضامین شعری کو ادا کرتے تھے ابتدا میں ہندوستان میں وید کی زبان رائج تھی گیارھوین صدی عیسوی سے پہلے زبان بھاشا ایجاد ہوئی جسکی عمر نو سو برس سے زیادہ نہیں۔ اور یہی زبان رائج رہی مگر گیارھوین صدی عیسوی تک کوئی کتاب زبان بھاشا میں تصنیف نہیں ہوئی سنہ گیارہ سو کیانوے میں سلطان محمد شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور میدان کے آخری راجہ پرتھی راج کو شکست دے کر اپنا تسلط کیا اور رفتہ رفتہ بخوبی قبضہ سلاطین اسلامیہ کا ہوگیا تو شعراے نامدار اور ماہریان بلاغت شعار فارس سے ہندوستان میں آئے اور کچھ عرصے تک اپنی اصلی زبان میں شعر کہتے رہے رفتہ رفتہ ہندوستان کی زبان قدیم میں الفاظ عربی و فارسی اور ترکی ملتے گئے یہانتک کہ تیرھوین صدی عیسوی مطابق ساتوین صدی ہجری میں حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی جو طبع خداداد اور قوت ایجاد

ریختے بھتے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد مین اس عالم مین رونق بخش ہوے اور داد شاعری دی اور حق سخنوری ادا کیا اور طرز جدید کے موجد ہوکر وہ نیا ڈھنگ اختیار کیا کہ تا قیام قیامت نام اُنکا صفحۂ ہستی پر قائم رہے گا اکثر گیت اور پہیلیان زبان بھاشا مین اُسی طرز و ترکیب پر کہی ہین اور بہت اشعار و غزلین زبان مروجہ وقت اور بحر فارسی مین موزون کی ہین اور مکرنیان زبان بھاشا مین خاص اُنکی مخترعات سے ہین اسی طرح انمل اور ڈھکوسلے اور دو سخنے بھی کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انھی کی ایجاد ہین یہانپر کچھ اشعار اُس قسم کی غزلون کے اور تھوڑی سی مکرنیان وغیرہ بطور مثال کے لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین کو اُسوقت کی شاعری کا ڈھنگ معلوم ہو۔

اشعار غزل

شبان ہجران دراز چون زلف روز وصلش چو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان

یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پیو کو ہماری بتیان

بحق روز وصال محشر کہ داد مارا فریب خسرو
بُھلائے راکھون تو سن اے ساجن جو کٹنے پاؤن دیون تمیلن

مکرنی

اونچی اٹاری پلنگ بچھایا
مین سوئی میرے سر پر آیا
کُھل گئین انکھیان بھئی انند
سکھی کوئی ساجن نا سکھی چند

ایضاً

ایک سجن مورا من للچاوے
گھر چڑھے اور بات بناوے
ہونٹن لاگ بھی رس کھینچا
سکھی کوئی ساجن نا سکھی ونیجا

ایضاً

سگری رین چھتین پر راکھا
رنگ رس سب واکا چاکھا
بھور بھئی تب دیا اُتار
سکھی کوئی ساجن نا سکھی ہار

ایضاً

لکھ مورا چومت دن رات
ہونٹن لاگت کہت نہ بات
جا سے میری جگ مین پت
سکھی کوئی ساجن نا سکھی نت

ایضاً

اُس بن مجکو چین نہ آوے
وہ میری تِس آن بجھاوے

ہے وہ سب گن بارہ بانی	سکھی کوئی ساجن نا سکھی پانی

انمل

کھیر پکائی جتن سے - چرخہ دیا جلا - آیا کتا کھا گیا - تو بیٹھی ڈھول بجا - لا پانی لا -

ڈھکوسلا

بھادون کی پکی پہیلی - چوچوڑی کپاس - بی مہترانی دال پکاؤگی - یا ننگا ہی سو رہون -

بنولی کی پہیلی

زور سے ایک تریا آتری اُسنے بہت رجھایا	باپ کا اُسکے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا
آدھا نام پتا پر پیارا بوجھ پہیلی موری	امیر خسرو یون کہین اپنے نام بنولی

ناخن کی پہیلی

بیسون کا سر کاٹ لایا	نا مارا نا خون کیا

لال کی پہیلی

اندھا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہائے	دیکھ سفیدی ہوت انگارا گونگے سے بھڑ جائے
بانس کا مندروا کا باسا باسنے کا وہ کھاجا	سنگ بیٹے تو سر پر راکھین واکو را ور اجا
سی سی کرکے نام بتایا - تا مین بیٹھا ایک	اُلٹا سیدھا ہر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک
بھید پہیلی مین کہے تو سُن لے میرے لال	عربی فارسی ہندی تینون کرو خیال

خالق باری بھی اُنھی کی مخلوقات فکر سے ہے اس مین فارسی کی بحر دن نے اول اثر کیا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کون کون سے الفاظ مستعمل تھے جواب متروک ہین -

ولہ

اوروں کی چوپہری باجے چَتّو کی آٹھ پہری	باہر کا کوئی آئے ناہین آئین سب شہری
صاف صاف کرا گے راکھے جس مین ناہین توسل	اوروں کے جہان سینگ سماوے چتّو کے موسل

ایسے ہی اور شعراے وقت نے غزل سرائی کی ہے چنانچہ حامد کوئی شخص ہوا ہے اُسکا زمانہ معلوم نہین کہتے ہین کہ حامد باری اسی کی تصنیف ہے اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی ہے یہ اُسکا کلام ہے - ؎

عزم سفر چون کردی ساجن مینو نیند نہ آئے جی	قدر وصالت نادانستم تم بن رُت ستا لئے جی

میر غلام حسن دہلوی نے تذکرۂ شعرا مین لکھا ہے کہ جہانگیر کے عہد مین ایک شخص تھا جو خاکی تخلص

کرتا تھا اُس کا یہ شعر ہے ؎

ٹھانی ہے اپنے من مین اب تو یہی سریجن — تجھ پیم کی گلی مین خاکی کو خاک ہونا ؎

مولف مخانہ جاوید لکھتے ہین کہ ایک پرانی بیاض ہین جو اسوقت میرے پاس موجود ہے منشی پیارے لال شوقی تخلص کی ایک غزل مندرج ہے جو عہد جہانگیر مین فارسی شاعر تھا اور اُردو بھی کہنے لگا تھا مین اُسکے چند شعر یہان لکھتا ہون ؎

جن پیم رس چاکھا نہین امرت پیا تو کیا ہوا — جن عشق مین مرنا دیا جو جگ جیا تو کیا ہوا
تعویذ اور طومار مین ساری عمر ضائع کیتی — سیکھے مگر چیلے گھنے ملا ہوا تو کیا ہوا
جوگی دگنبر سیورا رنگ لال کپڑے پہر کے — واقف نہین اس حال سین کپڑا رنگا تو کیا ہوا
جیو مین نہین پی کا درد بیٹھا مشائخ ہوے گر — من کا رہٹ پھرتا نہین سمرن کیا تو کیا ہوا
جب عشق کے دریاے مین ہوتا نہین غرقاب تن — گنگا بنارس دوارکا پنگھٹ پھرا تو کیا ہوا
ا رگ بسی سب چھوڑ کر دل تن سے تین خلوت پکڑ — شوقی پیارے لال بن سب سین ملا تو کیا ہوا

پھر رفتہ رفتہ دکن مین بھی شاعری شروع ہوئی اور وہان کے دکنی الفاظ ریختہ کی زبان مین ملتے گئے اور سبب اسکا یہ ہوا کہ محمد شاہ بن تغلق نے اپنے عہد مین ایک مرتبہ تمام اہل دہلی کو نکال کر دولت آباد دکن مین بھیجدیا تھا اس نقل و حرکت کے سبب سے دکنی الفاظ ریختہ مین بہت مل گئے دوسرا سبب یہ تھا کہ جو لوگ سلاطین اور امرا کے ہمرکاب دکن کو جلتے تھے اشعار شعراے دکن کے لاتے تھے اور دکن کے شعرا یہ ہین۔ احسن۔ اشرف۔ جعفر۔ خوشنودی۔ عزیز اللہ۔ احمد۔ فضلی۔ لطفی۔ ہاتفی۔ ہاشم۔ سعدی وغیرہ یہان پر تھوڑا سا کلام بھی بعض شعراے دکن کا درج کیا جاتا ہے۔

سعدی

تشقہ چو دیدم بر رخت گفتم کہ یہ کیا ودیعت ہے — گفتا کہ در ہو یا درے اس شہر کی یہ ریت ہے
ہمنا تمن کو دل دیا تم دل لیا اور دُکھ دیا — تم یہ کیا ہم وہ کیا یہ بھی جگت کی ریت ہے
سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ — در ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

احمد

گر بیضۂ زاغ کسے در زیر سیمرغے نہد — از اصل خود نا ید برون آخر گلیلا ہوے پہ
گر طفلکے بازی گرے خوانندۂ و عالم شود — اصلیکہ دارد کے رود آخر زبونا ہوے پہ
گر بچۂ شیرے کسے با شیر رو بہ پرورد — مردی کہ دارد کے رود آخر بگیلا ہوے پہ

ولہ

بھون دو نین کی چھگلان صبوری ساتھ رے توشہ ۔۔ کر ہمت کی باندھی اور بیت کی باٹ پر نکلے

خوشنودی

سب رین جاگے سیج پر تو بھی سجن آیا نہین ۔۔ جب چپ کے دیکھی باٹ مین درشن کو دکھلایا نہین

فضلی

مکھون ہون نیم جان جانان تصدق تجھپہ کرنے کو ۔۔ کیا سب تن کو مین درپن اجھون درشن نہ پلئے ہون

ہاشم

دکھن اور ہند کے دلبر ہمن سے بے حجاب اچھے ۔۔ کر گھڑے چاند سے پرجن کے خط کے پیچ تاب اچھے

احسن

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہونا ۔۔ یا بیگ پی آیا کرین یا مجھکو ے بلوائے کر

جعفر

غمزان سے دیکھو شوخ نے مجھے مار کر چلے ۔۔ مجروح تسپہ راہ منی تھار کر چلے

اشرف

پیا بن میرے تئین براگ بھایا ہی جو ہونی ہو سو ہو جاگے ۔۔ بھبوت اب جوگیون کا رنگ لایا ہی جو ہونی ہو سو ہو جاگے

عزیز اللہ

مجھ نیم جان مین کیا سکت بولون جو دلیان کی صفت ۔۔ عاجز عزیز اللہ اپر دکھن کے سب پیران مدد

لطفی

مین عشق کی گلی مین گھائل پڑا تھا تسپر ۔۔ جوبن کا ماتا آکر مجھکو کھندل گیا ہے

ہاتفی

تیری انکھان وزلف سے کافر ہوا سارا جہان ۔۔ اسلام اور تقوے کہان زہد اور مسلمانی کدھر

اُس عہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مصری کو دودھ مین گھولے تو اول اسکی ڈلیان جُدی جُدی رہین اور پینے والے کو کبھی پھیکے دودھ کا گھونٹ اور کبھی کچھ میٹھا اور کبھی ساری مصری منھ مین آجاتی ہے مگر آخر کو گھل کر دونون ایک ہو جاتے ہین جب سنہ ۱۰۵۸ ہجری مین نسل تیموریہ کے پانچوین تاجدار ہند شاہجہان نے نیا شہر شاہجہان آباد آباد کیا اور قلعہ معلے اور جامع مسجد اور شہر پناہ کو تعمیر کرایا اور نواب علی مردان خان نہر لایا اور بادشاہ نے جشن فرمایا اور شہر کو دار الخلافت قرار دیا تب اطراف جوانب سے اہل کمال اور صاحب ہنر

قدر دانی و فیض رسانی اس صاحب قرآن ثانی کی سنکر حضور مین جمع ہوے اور ہر ملک کے لوگون کا مجمع ہوا رفتہ رفتہ پرانی بولی متروک ہونے لگی اور محاورہ صاف ہوتا چلا مختلف ملکون کے آدمی باہم جمع ہوے سودا سلف لین دین نشست برخاست سوال و جواب مین ایک دوسرے سے گفتگو ضرور پڑی چونکہ اصلی زبان ہر ایک کی جدا تھی اس لیے ضرورت ہوئی کہ کچھ الفاظ دوسری زبان کے ملا کر مخاطب کو سمجھائین اسی طرح یہان کے اصلی باشندونکو بھی واجب ہوا کہ اپنے کلام مین کچھ الفاظ و محاورات اہل فارس کے ملا کر مطلب کو انکے ذہن نشین کرین چند روز کے بعد ایک نئی زبان جسکو اب اُردو کہتے ہین ہوگئی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ترکی مین اُردو بازار لشکر کو کہتے ہین اور یہ زبان اُردوے شاہی سے نکلی ہے پس کثرت استعمال سے خود زبان کو بھی اُردو کہنے لگے اور اُردو زمرۂ شہر دہلی کا نام ہوگیا۔

یہ صرف شاہجہان کا اقبال ہے کہ یہ زبان اُسکے اُردو کی طرف منسوب ہوگئی ورنہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ بنا اُسکی اُسی زمانے مین پڑگئی تھی جبکہ مسلمانون کا قدم پہلے پہل ہندوستان مین آیا شاہجہان کے عہد سے تو صرف زبان اُردو کے ایک تمائز صورت اختیار کرنے کی بنیاد قائم ہوئی تھی اُس عہد سے ابتک اس زبان مین تبدیلی جاری ہے۔ پیشتر جو لوگ اُردو دان ہوتے تھے نہ تو وہ شاعر ہوتے تھے نہ بسبب عدم رواج کے اُردو مین شعر کہتے تھے اور نہ کسی دوسری علمی اہم ضرورتون مین اس گھریلو زبان سے کچھ کام لیتے تھے کیونکہ اسکی انشا پردازی فخر نہ سمجھتے تھے پس علمی کتابی اور درباری زبان تو فارسی تھی اور معاملات مین عوام کے ساتھ اُردو بولنی پڑتی تھی اور جو لوگ شاعر تھے وہ بسبب اہل فارس ہونیکے اُردو سے ناواقف ہوتے تھے اس سبب سے شعر فارسی کہتے رہے اور اگر فکر بھی کی تو اُسوقت کی ٹوٹی پھوٹی بولی اُنسے پوری پوری خوبی کے ساتھ ادا نہو سکی چنانچہ میرزا معز فطرت کہ بڑا عالم ایران کا تھا اور شاعر کامل عہد عالمگیر مین ہوا ہے اور مدت تک ہندوستان مین رہا ہے اُس نے زبان اُردو مین یہ شعر کہا۔ ؎

از زلف سیاہ تو بدل دوم پری ہے
در گلشن آئینہ گھٹا جوم پری ہے

ایسے ہی قزلباش خان اُمید نے کہ بڑا صاحب کمالات تھا اور اہل ہند سے اُسکی خوب صحبت رہی ہے اور علم موسیقی مین بھی مہارت تھی اُردو مین یہ مطلع لکھا ہے۔ ؎

بامن کی بیتی ایک مری آنک مون پری
گالی دیا و غصہ کیا اور دو گر لری

آخر عہد عالمگیر سے شعرا اس زبان مین شعر کہنے لگے چنانچہ مرزا عبدالقادر بیدلؒ جو شاعر کامل اور فقر و تصوف مین بے مثال تھے اور سنہ گیارہ سو تینتیس ۱۱۳۳ ہجری مین انتقال کیا کہتے ہین۔ ؎

مت پوچھ دل کی باتین وہ دل کہان ہے ہم مین
اس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہے ہم مین

جب دل کے آستان پر عشق آنکر پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہان ہے ہم مین

مرزا عبد الغنی بیگ قبول کہتے ہین۔

دل یون خیال زلف مین پھرتا ہے نعرہ زن	تاریک شب مین جیسے کوئی پاسبان پھرے

مگر ایک عرصے تک شاعری اُردو نے بہت سا رواج نپایا اور نہ کوئی نثر زبان اُردو مین تصنیف ہوئی محمد شاہ کے عہد سے پہلی کوئی تصنیف نثر اُردو کی دیکھنے مین نہین آئی محمد شاہ کے عہد مین ۱۱۴۵ھ ہجری مین ایک شخص نے کتاب وہ مجلس اُردو مین لکھی ہے جس مین وہ خود کہتا ہے "لہذا کوئی اس صنعت کا نہین ہوا مخترع اور ابتک ترجمہ فارسی بعبارت ہندی نثر نہین ہوا مستمع پس اس اندیشۂ عمیق مین غوطہ کھایا اور بیابان تامل و تدبر مین سرگشتہ ہوا" یہ عبارت اوپر کے بیان کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے اُسوقت کی زبان کتابی بھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بعض بعض تصانیف اُردو مین ہونے لگین اور شاعری کا چرچا بھی زیادہ ہو گیا یہانتک کہ سر حلقۂ شعراے ریختہ بسم اللہ دیوان شاعری عنوان رسالۂ سخنوری حاجی ولی تخلص بہ **ولی** نے دہلی مین آکر اس فن کو رونق بخشی اور ہندوستان مین تخم شاعری کا بویا اسے نظم اُردو مین وہی رتبہ حاصل ہے جو انگریزی نظم مین چاسر کو اور فارسی مین رودکی کو اور عربی مین مہلہل کو یہ شخص احمد آباد گجرات کا رہنے والا عالمگیر کے عہد مین پیدا ہوا محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے وقت مین دہلی مین آیا اور آخر عمر اپنی یہین گذاری اور اُردو شاعری کو پھیلایا اور فارسی کے طور پر دیوان کو مرتب کیا اگرچہ اس سے پہلے اور اُسکے عہد مین اس زبان مین حکیم یار علی **شفا** اور **غازی** اور **غواص** اور **شاہ تجلی** اور **سراج** اور **جولان** اور **طالب** وغیرہ اکثر شعرا نے فارسی بحرون مین اُردو کے اشعار کہے ہین لیکن کوئی شاعر اُسوقت تک زبان ریختہ مین اُسکے رتبے کو نہین پہونچا ہر چند کلام اُس کا بہ نسبت کلام زمانہ حال کے ایسا ہے جیسے ہندوستانی گزی بمقابلے انگریزی ململ کے لیکن وہ اپنی طبع خداداد کی مدد سے نظم اُردو کا دیوان جمع کر کے پچھلون کو اس امر کا شوق دلا گیا اور اردو شاعری کو فارسی شاعری کے ڈھنگ پر لانے کے لیے رہنما ہو گیا گو اُسکے نقش قدم آنے والے ہجوم خلائق کے پیرون نے مٹا کر رکھدیے مگر نہین اُسنے اپنا نقش قدم نظم اُردو کی تواریخ کے صفحون پر ایسا جما دیا ہے کہ قیامت تک حق اُستادی اُسکا کسیطرح باطل نہین ہو سکتا اُسکے کلام مین اکثر مضمون مناسب بھی ہین اور فصاحت بھی بہ نسبت دوسرے شعراے معاصر کے زیادہ ہے اور مذاق بھی اچھا ہے یہانپر بطور نمونہ کچھ اُسکے اشعار لکھے جاتے ہین۔ ؎

طاقت نہین کسی کو کہ اک حرف سُن سکے	احوال گر کہون مین دل بے قرار کا
آئے ولی ہماری طرف تیغ ناز لے	اُس شوخ کو خیال اگر ہے شکار کا
خط کے آنے نے خبردار کیا گرد کو	نشۂ ہوش ہے اس بادۂ ریحانی مین
سُن ولی رہنے کو دُنیا مین مقام عاشق	کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

سلہ [illegible]

تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سے کہونگا	جادو ہین تری نین غزالاں سے کہوں گا
مین جب سے دکھا خواب ہوا ی مایۂ خوبی	اس خواب کو مین یوسف کنعان سے کہوں گا
تعریف ترے قد کی الف وار اے ساجن	جا سرو گلستان کو خوش الحان سے کہوں گا
بے وفائی نہ کر حند اسون ڈر	جگ ہنسائی نہ کر حند اسون ڈر
آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور	خود نمائی نہ کر حند اسون ڈر
یہ تل تجھ مکھ کے کعبے مین مجھے اسود حجر دستا	زنخدان مین ترے مجھ چاہ زمزم کا اثر دستا

چونکہ اسوقت تک زبان ریختہ شستہ اور صاف نہین ہونے پائی تھی بندش کی چستی ترکیب کی درستی لفظون کا دروبست کم تھا اور نہ خیالات مین آجکل کی سی نزاکت تھی اور نہ تشبیہ و استعارہ تھا اور نہ فارسی محاورون کا زور حاصل تھا اسلیے بہت سے الفاظ بھاشا اور گجراتی وغیرہ کے ایسے تھے کہ اب سُننے مین بھی نہین آتے اور محاورات مین بھی فرق تھا مثلاً سون اور سین اور سیتی بجاے سے اور کون بجاے کو اور ہمن کو بجاے ہم کو اور جگ منے بجاے دُنیا مین اور بر منے بجاے بو مین میان آبرو کا قول ہے مصرع جسنے جامہ نہ تھا اک جھول تھی ۂ اور تجھ لب کی صفت بجاے تیرے لب کی صفت اور نمن بجاے طرح یا صفت اور بچن بجاے کلام اور نت بجاسے ہمیشہ اور مکھ بجاے منھ اور بھیتر بجاے اندر اور مجھ دل بجاے میرے دل اور موہن۔ سر جن۔ پی۔ پتیم بجاے معشوق اور انجھوان آنسوؤنکی جمع کے لیے اور بھوان پلکان بھوون پلکونکی جگہ اور نین آنکھونکی جگہ اور مرا بجاے میرا اور ریوہ بجاے یا اسی طرح در اور بر اور راز وغیرہ اکثر بلکہ بالکل حروف روابط موجود تھے۔ جسطرح مردون مین دکی دکنی اُردو زبان مین سب سے پہلے صاحب دیوان ہوا ہے اسیطرح تذکرۂ حکیم قاسم سے ثابت ہوا کہ عورتون مین سب سے پہلے مہ لقا نام چندا تخلص ایک حیدرآبادی عورت بازاری شاگرد شیر محمد خان متخلص بہ ایمانے اُردو زبان کا دیوان فراہم کیا مزید بران یہ کہ دکی دکنی عالمگیر اول کے وقت مین موجود تھا تو چندا رنڈی دکنی نے عالمگیر ثانی کے عہد مین یہ فخر پایا کہ عورات مین سب سے پہلے صاحب دیوان کہلائی یعنی اس فن مین جسکا چرچا عالمگیر ہو وہ عالمگیر ہی کے زمانے مین دکن مین پیدا ہوا۔ اختر تابان سے ظاہر ہوا کہ چندا اسکا نام اور مہ لقا تخلص تھا اور طبقات الشعرا سے دریافت ہوا کہ ۱۲۱۴ھ مین اس شاعرہ نے اپنا دیوان کسی مجرا گاہ مین ایک ذیشان انگریز کو نذر دیا تھا جو سرکار کمپنی کے کتب خانۂ موجودۂ شہر لندن مین رکھا گیا اسکے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکثر تذکرون مین دیکھا گیا۔ ؎

اخلاق سے تو اپنے واقف جہان ہے گا	پر آپ کو غلط کچھ اب تک گمان ہے گا

مگر یہ ثابت نہین کہ زبان اُردو مین پہلے پہل کس عورت نے شعر کہا کیونکہ بعض لوگون نے لکھا ہے کہ نورجہان زوجۂ جہانگیر شہنشاہ ہندوستان نے اُردو شعر کہا بلکہ یہ شعر اُسکی طرف منسوب کرتے ہین۔ ؎

کل تم جو یہ کہتے تھے شمشیر ہے اور مین ہون	یہ طشت ہے یہ سر ہے تقصیر ہے اور مین ہون
چمن مین ہے جو یہ ننھی سی بوٹی	نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی
ظاہر مین مرے حال کو سرسبز نہ جانو	پوشیدہ جگر رکھتی ہون مانند حنا کے

مگر یہ قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نورجہان ایاز تاتاری کی بیٹی قندھار کے جنگل مین پیدا ہوئی اپنے والدین کے ہمراہ اکبر اعظم کے زمانے مین وارد ہند ہوکر شیرافگن خان ترکمان سے بیاہی گئی جو اسکو اپنی جاگیر اضلاع پورب مین لیگیا اور جہانگیر نے تخت نشین ہوکر سنہ جلوس چھ یا سات مین شیر ہند کو روباہ گری سے مروا کر اُسے اپنے محل مین داخل کیا پس اُسکی زبان کس طرح اُردو ہو سکتی ہے کیونکہ گو خلجیون کے زمانے مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے کچھ کچھ چھیڑ چھاڑ ہندی بولی مین شروع کی تھی اور اشعار اُردو کی اکثر صنف کے موجد ہوے تھے اور اس سے بعد بھی بعض بعض نے اُردو کی شعرگوئی پر مباردرت کی مگر اسکو اکثر نے تسلیم کیا ہے کہ زبان اُردو نے ایک تمام صورت شاہجہان کے وقت سے اختیار کی ہے بلکہ شعرگوئی تو اُسکے زمانے مین بھی بخوبی نہوئی تھی پھر نورجہان کیونکر اُردو کے شعر کہتی شاید ایسا ہو کہ اُس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی مین ادا کیے ہون اور متاخرین نے اپنی زبان مین ترجمہ کر لیے ہون البتہ اس قدر ثابت ہے کہ مردون کے ساتھ ہی ساتھ عورتون کی شعرگوئی بھی شروع ہوئی ہے۔

پھر روز بروز اُردو کی شاعری ترقی پائی گئی اور بہت سے اساتذہ فارسی گو نے بھی اس مین طبع آزمائی کی اور باعث فصاحت و بلاغت و موجب شستگی الفاظ اور درستی زبان ہوے چنانچہ **حشمت** تخلص میر محتشم **علی خان** کہ اُستاد فارسی گو ہین اور میر افضل ثابت اور شیخ عبدالرضا متین سے انکی صحبت اور مطارحات رہے ہین اور شاعر بامذاق ہین سخن ور خوش بیان مضامین عاشقانہ باندھنے مین طاق ہین اور ۱۱۶۳ھ ہجری مین حیات ابدی کا شربت نوش کر کے زندگی جاوید پائی ہے کہتے ہین۔ ؎

گور کے سوتے دوانون کو جگاتی ہے بہار	شور ہے غل ہے قیامت مست آتی ہے بہار

میر **شمس الدین فقیر** دہلوی کہ علم عروض و قافیہ و معانی و بیان و بدیع مین ید طولےٰ رکھتے تھے اور ۱۱۸۱ھ ہجری مین دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی ہے کہتے ہین۔ ؎

خال اُسکی بیاض گردن کا	نقطۂ انتخاب ہے گویا
بے غرض دید سے یان کام تکلف سے نہین	خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے
کم ہے آواز ترے کوچے کے باشندون کی	نالہ کرنے سے مگر اُنکے گلے بیٹھ گئے

سراج الدین **علی خان آرزو** جو زبان فارسی کے اُستاد تھے بڑے ذی استعداد تھے اور جنکے دامن تربیت سے ایسے ایسے باکمال شعراے ریختہ پرورش پا کر اُٹھے جو زبان اُردو کی اصلاح دینے والے کہلائے اور

جس شاعری کی بنیاد جگت اور ذو معنی لفظوں پر تھی اُسے کھینچکر فارسی کی طرز و ادا کے مطالب پر لے آئے یعنے مرزا جان جاناں مظہر مرزا رفیع سودا میر تقی میر خواجہ میر درد وغیرہ اور ۱۱۶۹ ہجری مین رحلت کی ہے کہتے ہین ۔

اُس تند خو صنم سے ملنے لگا ہون جب سے	ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو
جان تجھ پہ کچھ اعتماد نہیں	زندگانی کا کیا بھروسا ہے
بتخانے بیچ جا کر شیشے تمام توڑے	زاہد نے آج اپنے دل کے پھپولے پھوڑے
آتا ہے صبح اُٹھ کر تیری برابری کو	کیا دن لگے ہین دیکھو خورشید خاوری کو

بدھ سنگھ نام قلندر تخلص انہی کا ہم عصر یون نغمہ سرائی کرتا ہے ۔

جی کو سر زندگی نہیں ہے	کیا جی کے کرین کہ جی نہیں ہے
تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح	رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

نظام الدین احمد بلگرامی ۔ صانع تخلص جنھون نے شیخ علی حزین اور والہ داغستانی کی صحبت سے لطف اُٹھایا ہے اور اقسام شعر کی ہر زمین مین رنگ طبیعت دکھایا ہے کہتے ہین ۔

صنم کی اُس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع	نہ تھا معلوم ہو جائے گا یون نامہربان اپنا

حسان الہند مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی زبان اُردو مین طبع آزمائی کی ہے یہ شخص وہ ہے جسنے علمائے ہندوستان مین سب سے پہلے دیوان عربی اشعار کا مرتب کیا ہے اور ۱۱۸۰ ہجری مین سب سے پہلے اول ہندوستان کے اُن عالمون اور ادیبون کا تذکرہ جو تصانیف سے باقیات صالحات رکھتے ہین کتاب سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان کی دوسری فصل مین لکھا ہے ۔

کیا دھوان دھار اس مسی سے اُسکی ہے تحریر لب	دل جلون کا ہے یہ دود آہ دامن گیر لب
جسکی ٹھوکر سے مسیحائی ہو اُسکے لب کو مین	گر لب عیسیٰ سے دون تشبیہ تو ہی تحقیر لب
دانہ خال لب سے اُسکے دام مین یا تو نکلے آہ	کل دکھا کر مرغ دل میرا کیا تسخیر لب
تیری تحریر مسی نے قتل اک عالم کیا	ہے بجا اُس کو میان کہیے اگر شمشیر لب

اُنھون نے ایک قصہ دلچسپ نثر اُردو مین بھی لکھا ہے جو ٹلی نامے کے نام سے مشہور ہے ۔ انکے سوا دوسرے شعرائے ریختہ کو مثل نجم الدین آبرو معروف بہ شاہ مبارک اور حسن خان شوق اور شیخ شرف الدین مضمون اور مصطفےٰ خان یکرنگ اور شرف الدین علی خان پیام اور شیخ ظہور الدین شاہ حاتم اور شاہ غلام محمد خان غلامی اور میر سجاد اور میر محمد شاکر ناجی اور شیخ احسن اللہ احسن وغیرہ نے اس زبان کو تھوڑا سا صاف کیا ان سب مین فصیح تر ظہور الدین شاہ حاتم تھا اُسنے اوائل مین جو غزلین اور قصائد

اور رباعیات ومثنوی وغیرہ لکھیں وہ شاہ مبارک آبرو اور ناجی کی طرز میں ہیں اور اکثر زبان قدیم کا استعمال ہے لیکن آخر عمر میں بہت سی باتیں غیر مانوس چھوڑ دیں چنانچہ اپنے کلیات سے ایک چھوٹا سا دیوان خود انتخاب کرکے اُسکا نام دیوان زادہ رکھا جس میں پانچ ہزار سے زیادہ ابیات ہیں دیوان زادہ کے دیباچے میں لکھتا ہے کہ مین نے بہت سے محاورات والفاظ قدیم جیسے نِدَ برو آزدسی بجاے تسبیح وصحی بجاے صحیح وبگانہ بجاے بیگانہ و دوانہ بجاے دیوانہ ونین وجگ ونت ومرا بجاے میرا ودستی بجاے سے اور ادہر بجاے اُدہر اور کیدہر بجاے کدہر اور پہ بجاے پر اور یان اور وان بجاے یہان اور وہان کو ترک کردیا اور راے مہملہ کا قافیہ رای ہندی کے ساتھ مثل گھوڑا و بورا وہر و سر بھی موقوف کردیا اسلیے شاہ حاتم کا کلام بہ نسبت دیگر شعراے سابق کے صاف ہے اور اسنے صنعت ایہام وغیرہ کا بھی بہت کم استعمال کیا ہے مگر پھر بھی ایہام کا طریقہ بہت جاری رہا بلکہ اس کے بعض ہمعصروں نے اس صنعت کو اپنا شیوہ اختیار کرلیا تھا چنانچہ ناجی دہلوی بھی اُنھی میں سے ہے اور یہ طوفان قباحت زیادہ تر اکبرآبادی شاعروں کا حصہ ہے چنانچہ شاہ مبارک آبرو اور اُنکے ہمعصر شرف الدین مضمون کو اسکا بہت خیال تھا اور میر سجاد ایہام گو اکبرآبادی بھی اپنے اُستاد آبرو کے شیوے کا متبع ہے چنانچہ سید انشا کہتے ہیں۔ ؎

جھمکا چمکا ترے اس نمک کا — نہ لیتا جو مکا تو تھا بن کمک کا
یہ ہے میر سجاد کا طور انشا — دوانہ ہوں میں تو غرض اس چمک کا

ایک بڑا نامی شاعر اُس عہد کا کہتا ہے۔ ؎

پوست کھینچے اُن رقیبوں کا خدا — جن مرے لالے کو نافرمان کیا
کافر بچہ لب شکری دودھ ملائی — ٹک آن گلے لاگ تجھے رام دہائی
سونا پڑا اتھا کیاری نازک بدن اکیلا — دل آم ہو کے ٹپکا جامن اسے اُٹھا لا
کیوں نہ ہم سے ہو وہ سجن باغی — قد ہو جس کا نہال کی مانند

غور کیا گیا تو اُسکی وجہ یہ دریافت ہوئی کہ زبان اُردو کا ماخذ زبان عربی وفارسی وہندی ہے اور ان تینوں زبانوں میں اس قسم کی صنعتوں کو نہایت حسن وخوبی سمجھتے ہیں۔ شعر عربی کی مثال۔

أَصَحُّ واقوى ما سمعناه في النَّدى — من الخبر المأثورِ مُنذُ قديم
احاديثُ يرويها السُّيولُ عن الحيا — عن البحر عن كفِّ الامير تميم

اِن اشعار میں شاعر ممدوح کے جود وسخا کی تعریف بیان کرتا ہے اور صنعت مراعات النظیر میں کہتا ہے کہ صحیح ترین اور قوی ترین اخبار ماثورہ سے جو ہمنے جود وبخشش کے بارے میں سُنے ہیں وہ خبریں ہیں کہ سیل نے زبان باران سے

اور باران نے دریا سے اور دریا نے ممدوح کے ہاتھ سے سُنی ہین اور معنعن چلی آتی ہین پس یہ بات ثابت ہوئی کہ ماخذ اخبار صحیحہ جود وسخا کا ممدوح ہے اور رتبے مین بحر وسیل وابر سے بڑھ گیا ہے۔ فارسی کی مثال۔

مولوی جامی

مرا فراق تو روزے ہزار بار کشد — فراق چون تو گلے این چنین ہزار کشد
خنجر عشق خون من ریخت بخاک پائے تو — رائے تو بود کشتنم کشتہ شدم برائے تو

انوری

ساقیا خیز کہ گل رشک رُخ حور اشد — بوستان جنت و مے کوثر طوبےٰ است چنار

سلمان ساوجی

چو ازاغ کمان گرد عقاب تیر او پران — شود بوم وجود شوم دشمن جفت با عنقا

علیٰ ہذا القیاس ہندی وسنسکرت کی کتابین استعارات وکنایات سے بھری ہوئی ہین۔ ہماری شاعری مین چونکہ فقط احتمالی اور وہمی مضامین ہوتے ہین اس باعث سے جو تاریخ کی کتابین نظم مین ہین وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہین اور ایک راست مطلب کو صاف صاف ادا کرنا ہمارے شاعرون کو نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور عبارت سے مطلب اصلی مفہوم نہین ہوتا اس امر کی شکایت مین مرزا رفیع السودا نے کیا مزے کا ایک مخمس لکھا ہے۔

کامل فن سخن کہتے ہین اُس کو اکمل — پرورش لفظ کی منظور ہو جس کو اول
یہ نہ یان تک کہ عبارت ہی کو کردین مہمل — اعتقاد اُن کا ہے یون وہ جو کوئی ہین اجہل
مو نہ ہو پرورش شانہ مین تو ہو موسل

شعر مربوط پرا ایراد یہ کرتے نہ ڈرین — اپنے دیوان مین اُس شعر کو ٹیڑھ پڑھکے مرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جس مین بھرین — چشم کو آہوے بن شاخ یہ نسبت نہ کرین
ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش بابا جو سُنی ہے کوئی قسم انگور — شانہ ودسمہ بن اُسکا وہ نہ لاوین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور — لف ونشر اُن کو مرتب جو ہو کرنا منظور
رام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

یان تلک پاک نہین ماوے کہ ساتھ ہو شہر — زلف کے واسطے بندھ جائے کہین سانپ کی لہر
چشم کے وصف مین گو ہووے تو ہو گردش دہر — نہ تلاش انکے سخن کا سا کہ جس مین یہ قہر
باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

ایک قصیدے مین بھی اسی بات کی شکایت کی ہے۔

اُستاد کی اُن کے ہے اُنھون کو یہ نصیحت	لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر
اُتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ	بے پنجہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر
جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو	باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان جن	بولو نگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر
چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ	تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو	لکھو الف ولام کے سیپارے کی تفسیر
ملحوظ قرائن رکھو ہر آن نظر مین	مرجع ہو مؤنث تو ضمیر اُسکی ہو تذکیر

آغا حسن **امانت** اور منشی اسماعیل حسین **منیر** کہ بڑے ذی استعداد تھے وہ بھی رعایت لفظی مین صاحب ایجاد تھے غرض یہ قباحت اسقدر شائع ہوئی کہ آج اگر کوئی چاہے تو اصلاح اسکی ممکن نہین بہرحال لفظاً معنوی خلاف محاورہ نہ لانا چاہیے کیونکہ جب تصنع اور بطلان اصل مطلب کا سامع کے دلپر ثابت ہوگا تو اُسکی طبع پر ایسے جھوٹ اور خیالی باتون کا کچھ اثر نہوگا اور اُسکے دلچسپ ہونیکا تو کیا ذکر زیادہ تر باعث رمیدگی اور باعث استہزا ہوگا اور جو معاملہ بندی و بیان واقعی اور راست مقالی ہو تو اس صورت مین اُس کا فائدہ نکلے گا اور تاثیر و توجہ اور شغف خاطر سامع ضرور ظاہر ہوگا ایسے ہی نثر کی جو کتابین مشتمل قصص عجیبہ و حکایات غریبہ دروغ سے خالی و صحت سے مملو ہین بہت مفید ہین لیکن اس تقریر سے یہ غرض نہین کہ زبان کے کپڑے اُتار کر ننگا کردین استعارہ و تشبیہ کا نام نہ لین نہین بلکہ ایسے کپڑے پہنانا چاہیے جو لطافت و نازک خیالی کے رنگ مین رنگے ہوے ہون اور اُسکے اصلی حسن کو روشن کرین اور خوبی تمہید و رعایت مناسبت الفاظ و معانی پیدا ہو اور کوئی بات نکلتی ہو۔

ولی کے بعد اکثر محاورات اور الفاظ جو مُنھ مین کھٹکتے تھے ترک ہوگئے اور سجن اور میان اور نور نخان اور لالن بمعنی معشوق قائم رہے اور ننک بمعنی تھوڑا اور نپٹ بمعنی بہت اور ٹک بمعنی ذرا اور پُر بروزن زُحل اور تس اُپہ بمعنی اسپر اور دس بجاے اُس اور اودھر اور کیدھر اور جیدھر اور سون اور ستین اور سیتی بجاے سے وغیرہ الفاظ بھی مستعمل رہے۔ اسی زمانہ مین **انتظار** اور **داؤد**۔ اور اشرف علی خان **فغان** اور میر محمد علی **حشمت** اور میر فقیر اللہ **آزاد** اور **عبد السبحان** اور خلیفہ **محمد علی** مرثیہ گو شاگرد ناجی اور نجم الدین علی خان **سلام** بن شرف الدین علیخان **سلیم** اور محمد شفیع **شفیع** اور **شیفتہ** اور **مزمل** اور جلال الدین **عاشق** اور **عشاق** اور محمد حسن لاہوری **فدوی** تخلص شاگرد شاہ مبارک آبرو اور میر نجف علی **نجف** اور مرزا مغل **ندرت** اور **بیتاب** اور شاہ شمس الدین **باقب** شاگرد آبرو اور آفتاب راے **رسوا** اور میر محمد ناصر **سامان** اور **حزین** ریختہ گو اور سعادت علی **سعادت**۔

شعر کہتے رہے۔

جب خواجہ میر درد اور میر تقی میر اور مرزا رفیع سودا شاگرد شاہ حاتم اور میر سوز اور مرزا جان جانان۔ مظہر کا دور آیا تو انھون نے زبان اُردو کو بہت درست کیا اور اکثر الفاظ غیر مانوس و قبیح مثل پی و پیتم (بمعنے معشوق) و درشن (بمعنی دیدار) و پاتی (خط) اور رین (رات) اور سانجھ (شام) اور برہ (فراق) اور اگن (آگ) اور منے بفتح میم و لون بکسور دیا ے مجہول (بمعنی مین) وغیرہ الفاظ ترک کردیے تاہم لفظ ریت بمعنی رسم اور سجن بمعنی معشوق اور نت بمعنی ہمیشہ اور ٹک اور تیسر اور جیدھر اور کیدھر اور ادھر اور تنک اور ار اور بروزن کور بمعنی طرف اور دکھو بغیر یاے تحتانی بجاے دکھیو اور لگ بمعنی تک اور ستی اور سیتی بجاے سے اور بابان اور راتان اور بلبلان وغیرہ علامت جمع بالف و نون اور جیو (بمعنی جی) اور مجھ دل کی بجاے میرے دل کی اور تجھ رُخ کی صفت بجاے تیرے رُخ کی صفت اور مجھ ساتھ بجاے میرے ساتھ اور بچن بمعنی کلام یا باتین اور جون اور جیون بمعنی مثل اور نکسے بمعنی نکلے اور سون بمعنی قسم اور دوانہ بجاے دیوانہ اور لوہو بجاے لہو و بیچ بمعنی درمیان اور الفاظ جمع بے اضافت اور اکثر جگہ علامت فاعل کا نہ ظاہر کرنا جیسے مین دیکھا بجاے مین نے دیکھا وغیرہ استعمال مین رہے سودا کہتے ہین ؎

گرہ لاکھون ہی غنچون کی صبا اک دم مین کھولے ہے
نہ سلجھین تجھ سے اے آہ سحر مجھ دل کی گلجھٹیان

ولہ

یا الٰہی مین کہون کس ستی اپنا احوال
زلفین خوبان کی مرے دل کی ہوئی ہین جنجال

اسی واسوخت مین ایک جگہ ستی بزیادتی یاے تحتانی آیا ہے اور لفظ سیر جواب مؤنث بولا جاتا ہے سودا نے اسکو مذکر باندھا ہے ؎

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہین جو سیر کرون کوہ طور کا

قلندر

ہمنے عالم کا سیر کر دیکھا
اُس پری رو سا کم بشر دیکھا

سوز

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا
کہ لینے کو جس کے مرا جان نکلا

میر

اگرچہ جہان مین نے سب چھان مارا
وے اُس کی نایابی نے جان مارا

ولہ

نہین نکسے ہے مرے دل کی اُبا ہے گا ہے
اے فلک بہر خدا رخصت آہے گا ہے

اور پھیچاپ بزیادتی یاے تحتانی بجاے پھپک میر کے کلام مین آیا ہے اور انھون نے برخلاف جمہور جگہ کو مونث موزون کیا ہے میر سوز کو (علامت مفعول) واو معروف سے استعمال کرتے تھے اور بعض شعرا کون باضافۂ نون غنہ لکھتے تھے اور مرزا جان جانان مظہر بجاے کو تکون بولتے تھے چنانچہ جب میر انشاء اللہ خان آنکی ملاقات کو گئے اور روقت ملاقات کے کہا بدّت حیات سے تا عنفوان اور عنفوان سے الی الآن اشتیاق مالا یطاق تقبیل عتبہ عالیہ نہ بجدے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منتظم ہو سکے الحمد للہ کہ اب باحسن وجوہ شاہد مراد جلوہ گر ہوا" تو مرزا صاحب نے اسکے جواب مین فرمایا "آپنے تکون بھی بدو طفلی سے تھین لیے اخلاص کے ساتھ موانست و مجالست رہا کی تھی" اور لفظ دسا بمعنی دیکھا گیا خواجہ محمد میر اثر تخلص چھوٹے بھائی اور سجادہ نشین خواجہ میر درد کی مثنوی مین آیا یہ مثنوی نری محاورات مین تصنیف فرمائی ہے کوئی مثنوی اس تعریف کے ساتھ زبان اُردو عام فہم مین کم نظر آئی ہے۔

انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ خواجہ میر درد تلوار کی جگہ تروار بولتے تھے۔ تکلفات صنائع اور فضول استعارات اور ایہام کا ترک اور صفائی کلام کی خواجہ میر درد کی ذات سے ہوئی ہے۔

اِسی زمانے کی آخری سرحد مین میر حیدر علی حیران اور مرزا جعفر علی حسرت شاگرد راے سرپ سنگھ دیوانہ اور انشاء اللہ خان انشا ابن میر ماشاء اللہ خان مصدر تخلص اور غلام حسین شکیبا دہلوی اور غلام ہمدانی مصحفی شاگرد امانی اور میر حسن دہلوی ابن میر غلام حسین ضاحک اور قلندر بخش جراًت شاگرد حسرت وغیرہ شعراے دہلی و لکھنؤ شعر کہتے رہے اور زبان اُردو مین بہت سے تصرفات کیے اور الفاظ ایدھر اور جیدھر اور کیدھر اور پھیر یعنی باز سے حرف یا اور رادھر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے حرف واو اور ستی سے حرف تا کو نکال ڈالا اور ہاتان و راتان وغیرہ الفاظ کی علامت جمع کو واو اور نون سے بدل دیا اور بھیتر اور ریت اور سجن اور ٹنک و نیٹ وغیرہ سب الفاظ ترک کر دیے اور جہان علامت فاعل کا ذکر کرنا ضرور ہے وہان اُسے ذکر کرنے لگے مگر انھین نے مصحفی کے کلام مین میر و سودا کے وقت کے محاورے باقی تھے چنانچہ اُنکے کلام مین ٹک اور میان اور مین بجاے مین نے اور جنھون کو بجاے جنکو اور اُنھون کو بجاے اُن کو اور ایدھر اور کیدھر اور پوچھو ہو بجاے پوچھتے ہو اور رقیبان اور شرمانیان اور رہجاتیان اور رت اور بولیان اور کھولیان مستعمل ہوے ہین۔

سید انشا اور جراًت نے بہت صاف کلام کہا اور بمقابلے دوسرے ہمعصرون کے بہت کچھ چھوڑ دیا مگر نت اور ٹک اور انکھڑیان اور نند یعنی بہت اور کنے بمعنی پاس اور جنھون کے بجاے جن نے اور تسپہ یعنی اس پر اور میان بے تکلف بولتے رہے اور واچھڑے۔ بھلا رے۔ جھگڑا۔ اجی۔ سید انشا کا انداز خاص ہے اور کہین کہین جراًت کے کلام مین مین نے کی جگہ مین اور پھیر اور جیدھر یاے تحتانی کے اضافے

کے ساتھ آیا ہے اور مین کی جگہ بج بھی بول جاتے ہین۔

جب زمانہ شیخ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش شاگرد مصحفی اور حکیم مومن خان مومن اور شیخ محمد ابراہیم ذوق اور شاہ نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل اور مرزا اسد اللہ خان غالب اور میر مستحسن خلیق اور میر سلامت علی دبیر اور میر ببر علی انیس کی شاعری کے عروج کا آیا تو ان حضرات نے قدما کی ناہموار روش کو ایسا صاف کیا کہ طرز جدید پیدا ہوگئی اور اس زبان کو نہایت صفائی اور شستگی حاصل ہوئی نئین اور ہیگا تک کو استعمال سے خارج کیا اور بہت سے قدیمی الفاظ جو سید انشا اور جرأت کے یہان مستعمل تھے وہ چھوڑ دیے۔

اساتذہ دہلی کے کلام مین آگے ہے اور جائے ہے اکثر ہے مگر اخیر کی غزلون مین اُنھون نے بھی بچاؤ کیا ہے شاہ نصیر اپنی ابتدائی غزلون مین کہین کہین تک بول جاتے ہین اور جس طرح جمع مؤنث کے لفظون کو الف و نون کے ساتھ مصحفی کے زمانے تک بے تکلف بولتے تھے ان کی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ہے چنانچہ میر کی غزل کا مطلع ہے۔

جفائین دیکھ لیان بے وفائیان دیکھین		بھلا ہوا کہ تری سب بُرائیان دیکھین	

شاہ نصیر کا مطلع ہے۔

کبھی نہ اُس رُخ روشن پہ چھائیان دیکھین		گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین	

اسی زبان مین ظفر۔ خواجہ وزیر علی وزیر۔ میرزا بر علی صبا۔ رند۔ رشک۔ قلق۔ اسیر۔ امیر اللہ تسلیم۔ حکیم ضامن علی۔ جلال۔ تجر۔ منیر۔ امانت۔ منشی امیر احمد مینائی امیر۔ نواب مرزا خان داغ شعر کہتے رہے ان لوگون کی زبان آج ہمارے واسطے سند ہے اور یہ لوگ زبان اُردو کو ایسی حالت مین کر گئے ہین کہ جبتک کوئی اور طرز جدید نہ پیدا ہو تب تک یہ زبان کچھ حاجت اصلاح و مداخلت کی نہین رکھتی لیکن اس عہد مین دہلی و لکھنؤ کی زبان مین بڑا فرق پڑ گیا یعنے شعرائے دہلی کے بہت سے متروک الفاظ و تراکیب کو شعرائے لکھنؤ نے جائز رکھا ہے اور بہت سے الفاظ و محاورات جو شعرائے دہلی کے نزدیک درست تھے اُنکو ترک کر دیا ہے کیونکہ زبان دانان لکھنؤ کو الفاظ کی تراش و خراش کا بڑا خیال رہتا ہے اور رات دن اسی فکر مین رہتے ہین اور حضرات دہلی ایسی باتون کو فضول سمجھتے ہین فائدہ جن الفاظ و محاورات کا ترک کرنا ہر ایک طبقے کے شعرا کی نسبت بیان کیا گیا ہو وہ بر سبیل اکثریت کے ہے اگر کوئی محاورہ متروک اُنھین سے کسی کے کلام مین پایا جائے تو اس سے ہمارے بیان کی تکذیب نہین ہوسکتی اسلیے کہ فصحائے متاخرین جو متفق علیہ اور مستند تمامی شعرا کے ہین بعض بعض موقع پر اُنکے کلام مین اس قسم کے الفاظ موجود ہین چنانچہ ناسخ اور امیر کے کلام مین ایک جگہ زور کا لفظ بہت کے معنی مین آیا ہے۔

ناسخ

عابد وزاہد چلے جاتے ہین پیتا ہے شراب — ابتو ناسخ نو در رند لاابالی ہوگیا

امیر

لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے — صحن گلزار مین گھنگور گھٹا چھائی ہے

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے — صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنے آئینہ دیکھکر۔

جمال حور و پری پر ہے طعنہ زن مٹی — آتش — بلاے جان ہوئی سُرخ و سفید بن مٹی

یعنے بن کے یا بنکر۔

موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لیے صفت کو جمع بولنا خلاف سمجھتے ہین مگر خواجہ حیدر علی آتش فرماتے ہین۔

عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج — بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

انیس جلدی مین گو جوانون نے چوٹین بچائیان ؎ آتش خفتگان مجھکو نظر آتے ہین مردون سے پڑے ؎
غالب ستم کش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھپہ عاشق ہین ؎ ولہ کیون ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے ؎
یان تو کوئی سُنتا نہین فریاد کسو کی ؎ غالب اپنے دیوان کے خاتمے مین کہتے ہین کہ کسو فصیح نہین قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہین ورنہ فصیح بلکہ افصح کسے ہے واؤ کی جگہ یاے تحتانی ہے۔ میرے دیوان مین ایک جگہ قافیہ کسو ہوا ہے۔ ناسخ کے کلام مین جو باتین رہ گئی تھین وہ رشک کے یہان درست ہوئین اور منیر پر خاتمہ ہوگیا۔

طرز قدیم و جدید

شعراے ریختہ کی طبع آزمائی اکثر فقط انہی چند مطالب مین محصور ہے مضامین عاشقانہ گلگشت مستانہ نصیبون کا رونا اُمید موہوم پر خوش ہونا اُمرا کی ثنا خوانی جب پر خفا ہوے اُسکی خاک اڑائی اور ابتو صرف اسقدر رہ گیا ہے کہ چند معمولی ژولیدہ خیالون اور پامال مضمونون کو بار بار غزل کے چند شعر و نہین جو سیدھی سادھی متعارف بحرون مین ہوتے ہین جمع کر دیتے ہین پیش پا افتادہ تشبیہون اور مبتذل استعارون کا ذخیرہ اُنکے لیے موجود ہے جسکو متعدد صدیون سے لوگ دہراتے چلے آتے ہین ایسے ہی کارنامون کے طفیل ان مین سے بعض کے آوازہ کمال کے ڈنکے بجے ہوے ہین اور جہان استاد کہلاتے ہین۔ زمانہ کہان سے کہان تک پہونچا دنیا کہین سے کہین گئی۔ مگر گیا

ان شعرا کو یہ معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہین۔ انکی نظمون مین سوائے زلف و رخ خط و خال اور معمولی چوما چاٹی اور بے مزہ مبالغون کی دھوم دھام اور قافیون کے سلسل گٹھون کے کوئی اور ایسا مضمون نہین ہوتا جس سے قومون کے دل ہل جائین اور جس کام پر انکو آمادہ کرنا چاہین آمادہ ہوجائین سخت سے سخت جگر انسان کے دل مین جوش پیدا ہوجائے گریبان چاک ہوجائین در و دیوار سے صدائے آفرین بلند ہو۔ ایسی شاعری کسی کام کی نہین جس مین زلف اتنی دراز ہو کہ سراہی نہ ملے معشوق کی کمر نادارد ؎

دیوان مین سادہ ہی جگہ چھوڑدی ہم نے		مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

البتہ اب اہل کمال کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو ایشیائی طرز قدیم کی انشا پردازی مین کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبان انگریزی کی بڑی قابلیت مین ماہر ہے اسلیے مغربی خیالات کو نرالے استعارون نئی تشبیہون انوکھی ترکیبون اور لفظون کی عمدہ تراشون سے ایشائی لباس پہنانے مین ساعی رہتی ہے ان لوگون نے کہنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا اور ایشائی تخئیلانہ خیالات کو قدرتی مضامین کے سانچے مین ڈھالا جس سے ایشیائی طرز قدیم مین مغربی انشاپردازی کا رنگ ملکر ایک طرز جدید پیدا ہوگئی جو صد درجہ دلچسپ اور دلکش ہے اسکی اشاعت اخبارات کے ذریعہ سے روز افزون ہونے لگی فارسی کی تقلید سے اُردو نظم مین جسقدر سختی کی گئی تھی اور صدہا قسم کی قیدین اور ہزارہا قسم کی پابندیان مقرر ہوئی تھین وہ ان اہل قلم نے کم کرنا شروع کردین اب وہ بے لطف مضمون آفرینی اور خیالی معرکہ آرائیون کو چھوڑتے جاتے ہین اور دلی جذبات کے اُبھارنے اور نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ ہین جس سے ہماری زبان کا فیشن نہایت خوبصورتی سے بدل رہا ہے اب یہ طرز ایسی مقبول خلائق ہوئی ہے کہ وہ پُرانے اور نامی شاعر جنکی طبیعتون پر پُرانی روشنی اپنا سکہ جما چکی تھی اُس سے متنفر ہوتے جاتے ہین اور بمصداق کل جدید لذیذ اس نئی مفید طرز پر ایسے فریفتہ و دلدادہ ہوے کہ یہی رستہ اختیار کرنے لگے ہین اس نئی طرز مین نہایت سہولت سے کام لے رہے ہین یہان تک کہ اب انگریزی کی تقلید سے قافیہ کی قید کو بھی اُڑانا چاہتے ہین انکی دلیل یہ ہے کہ قافیہ خاصکر ایسا جیسا کہ شعرائے عجم نے اُسکو نہایت سخت قیدون سے جکڑبند کر دیا ہے اور پھر اُسپر ردیف اضافہ فرمائی ہے شاعر کو بلاشبہ اُسکے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے جس طرح صنائع لفظی کی پابندی اُسکا خون کر دیتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قافیہ کی قید ادائے مطلب مین خلل انداز ہوتی ہے۔ اب اُردو کی نظم و نثر دونون چیزین نہایت آسان ہوتی جاتی ہین کیونکہ نظم اُردو کی قیود کی مجبوریان قدیم شاعری کی تقلید نہین کرنے دیتین اور نہ اگلا رنگ زمانہ حال کے مذاق کے موافق ہے۔ خدا جانے شور انگلستان زبان استقبال کیا قیامت برپا کریگے مگر حیف کہ اُس وقت مین ہم نہونگے۔ ؎

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے   چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہونگے

شاید کہ یاران وادرس ہماری یاد مین بھی کوئی آہ حسرت کھینچین اور دعاے خیر مین یاد کرین یورپ مین۔ بلینک ورس یعنے غیر مقفےٰ نظم کا بہ نسبت مقفےٰ کے زیادہ رواج ہے غیر مقفےٰ نظم کی مثال یہ اشعار مولوی محمد اسمٰعیل کے ہین۔ ؎

ارے چھوٹے تارو   کہ چمک دمک رہے ہو
تمھین دیکھ کر نہ ہووے   مجھے کس طرح تحیر
کہ تم اونچے آسمان پر   جو ہے کل جہان سے اعلےٰ
ہوے روشن اس روش سے   کہ کسی نے جڑ دیے ہین
گہر اور لعل گویا

جو ہین آفتاب تابان   نے چھپایا اپنا چہرہ
دہین جلوہ گر ہوے تم   یہ تمھاری جگمگاہٹ
ہے مسافرون کے حق مین   بڑی نعمت اور راحت
اگر اتنی روشنی بھی   نہ میسر آتی اُن کو
تو غریب جنگلون مین   یون ہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز راس و چپ کی   نہ طرف کی ہوتی اٹکل
نہ نشان راہ پاتے

مولوی محمد حسین آزاد

ہنگامۂ ہستی کو   گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و تر عالم   صنعت کے تلاطم مین
جو خاک کا ذرہ ہے   یا پانی کا قطرہ ہے
حکمت کا مرقع ہے   جس پر قلم قدرت
انداز سے ہے جاری   اور کرتا ہے گلکاری
اِک رنگ کہ آتا ہے   سو رنگ دکھاتا ہے
اور دیکھنے والون کی   آنکھین تو کھلی ہین
حسن مہرۂ رنگین یا   بلور کے ٹکڑے ہین

قدرت کے تماشے ہین پر اُن کی نہین پروا اور اِس کا سبب کیا ہے	ہر لحظہ و ہر ساعت عالم مین پڑے ہوتے ہر گز کہ یہ سبب کیا ہے

تنبیہ اس قسم کے تمام کلام اصطلاح کی رو سے نثر مرجز مین داخل ہونیکے قابل ہین انکو نظم مین داخل کرنا فن الشاپردازی عربی - فارسی - اُردو کے خلاف ہے یہان انگریزی کا قاعدہ چلانا گویا ایک مقررہ اصطلاح فن کے گلے پر چھری پھیرنا ہے -

شعرا کا کلام - اور شعر فہمی کے وجوہ

عوام مین جو یہ بات مشہور ہے کہ ہر شہر مین شعرا کا کلام غیر شعرا کے کلام سے فصیح اور روزمرہ اُنکا اور رفنگی بول چال سے صحیح ہوتا ہے قابل اعتبار اور لائق تسلیم نہین تمامی اہل الرائے اور ارباب تحقیق کا اسپر اتفاق ہے کہ اکثر اوقات شعر بسبب رعایت قافیہ و حفظ وزن کے مخل انداز فصاحت ہوتا ہے سخان آرزو نے داد سخن مین کہا ہے کہ غالب یہ ہے کہ اہل روزمرہ سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے اور سبب اسکا اکثر وزن و قافیہ کی رعایت ہے جو نظم کے واجبات سے ہے اور اسوجہ سے تقدیم و تاخیر پیدا ہوتی ہے اور روزمرہ دان کو انکی ترکیب کی غلطی پر اطلاع حاصل نہین ہوتی اور کبھی عجز طبیعت کی وجہ سے وزن اور قافیہ کا تنگ راستہ غلطی مین ڈالتا ہے اور غیر موقع لفظ استعمال مین آجاتا ہے ہان جس لفظ کو شاعر کے کلام مین مطابق محاورے کے پائین وہ فصیح اور مستند ہے جس لفظ کو چار شاعر عالی مرتبہ نے استعمال کیا ہو وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو یا دس شاعر اہل زبان اُسپر اتفاق کرلین یا علی العموم اُسکے ساتھ لفظ کرار وار رکھتے ہون تو وہ بھی سند ہے لیکن بحر و قافیہ مین خطا قابل سند نہین ہوسکتی اور شعر کے سمجھنے کے کئی طریق ہین (۱) عام اہل زبان کا طریق کہ مفردات و مرکبات کے معانی جو کچھ مشہور و معروف ہوتے ہین بزرگون سے سنکر یاد کرلیتے ہین اور اُسکے موافق شعر کا مطلب سمجھ لیتے ہین اور اس طریق مین خواص و عوام دونون شریک ہین اس باب مین فصیح و غیر فصیح کا کوئی تمیز نہین چونکہ عوام کو کلام کی باریکیون پر اطلاع نہین ہوتی اسلیے وہ شخص زیادہ فصیح اور سمجھدار ہوگا جسنے خواص سے تربیت پائی ہو اور وہ شخص ایسا سمجھدار اور فصیح نہین ہوسکتا جسنے عوام سے تربیت پائی ہو بس یہ بات کہنے کا حق کسی اہل دہلی یا لکھنؤ کو نہین پہونچ سکتا کہ زبان اُردو ہماری مادری زبان ہے اور ہمنے اسکو اپنے ہان کی بوڑھی عورتون سے سیکھا ہے اسلیے ہمارا روزمرہ دوسرے شہرون کے رہنے والون سے زیادہ فصیح اور صحیح ہے کیونکہ عوام سے زبان کو سیکھنا کمال مین داخل نہین اور عوام کے موافق بولنا عزت و اعتبار کے قابل نہین جب تک دقائق اور اسرار پر اطلاع حاصل نہو اور یہ بات فصحا کی تربیت اور اُنکے کلام کے سمجھنے پر موقوف ہے (۲) اُن لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے کچھ کتابین زبان اُردو کی پڑھی اور

دیکھی ہین اور کسی اہل کمال کی صحبت نہین پائی ہے (۳) ارباب معانی کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ نکات تقدیم
وتاخیر اور فصل و وصل اور ایجاز واطناب کو جانتے ہین مگر مجاز مرسل اور تشبیہ واستعارہ کے اسرار سے واقف نہین
ہوتے حالانکہ انہی پر شعرا کے کلام کی بنیاد ہوتی ہے (۴) ارباب بیان کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ تشبیہ وغیرہ کے
نکات کو تو جانتے ہین لیکن محسنات بدیعی سے مطلع نہین ہوتے (۵) عالمان بدیع کا سمجھنا ہے کہ وہ اس فن مین
پوری پوری مہارت رکھنے کی وجہ سے کمال سخن کو نکات بدیعی پر مقصود کر دیتے ہین اور یہانتک صنائع بدائع
مین مبالغہ کرتے ہین کہ فصاحت وبلاغت سے بے خبر ہو جاتے ہین اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض اہل بدیع
نے نکتۂ التفات کو کہ علم معانی کے مسائل مین سے ہے اور استعارے کی بحث کو جو علم بیان کے قبیل سے ہے
علم بدیع مین داخل کر دیا ہے اسیطرح سرقۂ شعر کو بعض اہل بدیع نے صنائع مین شمار کیا ہے حالانکہ عیوب مین داخل ہے
اور بعض اہل بدیع نے حشو کو جو علم معانی کے مباحث سے ہے علم بدیع مین وارد کیا ہے اور صرف حشو ملیح کے سبب سے
جو حقیقت مین کوئی صنعت نہین ہے حشو قبیح وغیرہ کو بھی صنائع معنوی کے بیان مین لکھنا پڑا ہے (۶) اُن
لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے نہ تو اس فن کے کاملین کی صحبت اُٹھائی ہے اور نہ کسی قسم کا کمال علمی رکھتے ہین اسلیے
یہ جو اشعار کے معانی اپنے قیاس وراے سے کرتے ہین وہ فصاحت وبلاغت سے بہت گرے ہوے ہوتے
ہین (۷) مذاق شعرا کے موافق سمجھنا ہے اور یہ اتنی باتون پر موقوف ہے بندوبست اور ترکیب الفاظ کا جاننا اور
اُس طریق کی رعایت رکھنا جو صاحب شعر کو منظور ہو خواہ وہ خیال ہو یا ادابندی ہو یا تمثیل ہو یا اور کچھ ہو اور
ان چیزون کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہے اسلیے کہ متاخرین مین سے بعض شعرا یہ کہتے ہین کہ یہان وہان
بروزن جان نہو بروزن جہان ہو پہ بمعنی بالا ولیکن کی جگہ پر ہو تلک نہو تک ہو۔ نہی کے لیے مت
ترک کر دیا جائے اُسکی جگہ نون نفی کا استعمال کیا جائے حروف علت جو آخر الفاظ عربی اور فارسی مین
آتے ہین اُنکا خوب واضح ہونا چاہیے تنگی کے ساتھ دبکر زبان پر نہ آئین مگر الفاظ ہندی مین خصوصًا مقام جمع مین
مضائقہ نہین ساتھ اور ہاتھ کو بات اور رات کے ساتھ قافیہ نکرنا چاہیے اور پر کی جگہ جو بر کے معنی مین
ہے پرلانا چاہیے لفظ فارسی یا عربی اور ہندی کے درمیان واو عاطفہ نہ آنا چاہیے جو نون آخر الفاظ عربی
وفارسی مین آتا ہے اگر وہ بے کسی ترکیب کے ہو تو باعلان استعمال کیا جائے باستثناے چند الفاظ کے
جنکو گفتگو مین فصحا اعلان کے ساتھ نہین بولتے ہین مثلاً گران اور خزان اور روان اور ودان اور طیان اور
عیان وغیرہ اور جس لفظ مضاف الیہ مین نون واقع ہو اسکا اعلان نہ کرنا چاہیے الف آخر الفاظ ہندی
وفارسی وعربی سے ساقط نہ کرنا چاہیے البتہ الف کا سقوط دو حرفی الفاظ مین مضائقہ نہین لفظ سر
جو راس کے معنے مین ہے جب ترکیب کے ساتھ نہ آئے تو حرف اول کے کسرے سے موزون

کیا جائے اسلیے کہ روزمرہ مین اسی طرح مستعمل ہے اور جب یہ لفظ بائرکیب ہو تو چاہیے کہ حرف اول کے فتح سے باندھا جاے اگر کہ حرف شرط ہے بے الف کے نہ باندھا جاے لفظ اور کہ حرف عطف ہے اس مین ظاہر ہو ملفوظ اور رائے مہملہ کا ضرور ہے باے موحدہ کو الفاظ فارسی اور عربی کے قبل نہ لگانا چاہیے جیسے بوقت صبح یا بہنگام شام عرصہ بمعنی دیر کی جگہ وقفہ بولنا چاہیے آئے ہے جائے ہے کی جگہ آتا ہے جاتا ہے لکھنا چاہیے رکھے تخفیف کاف کے ساتھ نہو کاف مشدد کے ساتھ ہو۔ لفظ۔ بل بے کو استعمال نکرنا چاہیے بٹھانا نہ بیٹھانا بعد باے موحدہ کے یاے تحتانی کے ساتھ ہو اسیطرح نبہانا نہو نبھانا بعد باے فارسی کے ہاے ہوز کے ساتھ ہو کبھو نہو کبھی ہو شعلہ اور وعدہ وغیرہ کو دریا کا قافیہ نہین کرنا چاہیے لفظ طرح کہ لغت کی رو سے ساکن الاوسط ہے برعایت اصلی ساکن الاوسط ہی باندھنا چاہیے زیادہ اور پیادہ اور پیالہ اور سیاہ کی یاے تحتانی کو خوب ظاہر کرنا چاہیے مگر ہندی الفاظ مین یعنی پیار اور پیاس کی یاے تحتانی کو بہت ظاہر نکرنا چاہیے بلکہ بہ تخفیف وب کر زبان سے نکالنا چاہیے رکھا اور چکھا کو حرف اوسط کی تشدید کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے نہ بغیر تشدید کے اس باب مین کی جگہ اس بارے مین استعمال کرنا چاہیے کے تئین اور ہیگا کو ترک کر دینا چاہیے اول کی جگہ کو اور دوم کی جگہ ہے استعمال کرنا چاہیے اور دیکھ کر کی جگہ صرف دیکھ نہ لکھنا چاہیے مگر دوسرے ان الفاظ کا لانا جائز جانتے ہین اور یہ عمل احتیاط کے نہایت مناسب ہے اسلیے کہ ارباب تصوف نے کہا ہے کہ مباح کو مت چھوڑ تاکہ تو حرام مین نہ پڑ جائے۔

اور اس ذرۂ بے مقدار کا مختار یہ ہے کہ اُس شخص کو ان تمام مراتب کا جامع ہونا چاہیے اور مراتب مذکورہ کے جامع اور شاعر سخن فہم مین فرق ہے۔

تذکرہ نویسون کے نقائص

تذکرہ نویسون نے عجب ڈھنگ اختیار کیا ہے جسپر مہربان ہوے اُسکی تعریف مین بہت کچھ خلد فرسائی کی ہے اور جن سے کچھ سروکار نہین اُنکے حال سے چشم پوشی کی ہے کسی شاعر کے حالات اصلی اور کیفیت استعداد اور دستور العمل ایام زندگانی اور اُسکے معاملات جو اُسکے ابناے عصر کے ساتھ واقع ہوے ہون اور تاریخ ولادت و وفات و ذکر تصنیفات اور نام حاکم وقت وغیرہ ضروری باتین درج نہین کین نہ یہ لکھا ہے کہ یہ شخص صاحب دیوان تھا یا نہین جس سے کچھ تعلق ہوا اُسکے اشعار بہت اور عمدہ عمدہ انتخاب کر کے لکھدیے ہین اور جس سے عداوت ہوئی اُسکے ایسے اشعار تلاش کر کے درج کیے ہین جو موجب مضحکہ ہون بلکہ اُسکے اوصاف سے اعراض کر کے ہجو ملیح لکھی ہے۔ نواب مصطفےٰ خان شیفتہ نے اپنے تذکرہ گلشن بیخار مین اکثر شاعرون کے اُستاد کا نام تک لکھنے مین کاہلی کی ہے اور بہت سے شاعرون کے حالات ایک ایک دو دو سطرون مین ختم کر دیے ہین البتہ

بعض شعرا کی تعریف بہت کی ہے خصوصًا اپنے اُستاد مومن خان مومن کی تعریف اور نقل اشعار مین بہت سا تذکرے کا صرف کیا ہے اور بعض شعرا کو مفت عیب لگایا ہے چنانچہ میان یحییٰ امان عرف قلندر بخش جرأت کی نسبت بہت کچھ موتی اُگلے ہین لکھتے ہین کہ یہ شخص اُصول وقوانین شاعری سے بہرہ نرکھتا تھا نغمات خارج از آہنگ گاتا تھا اور اُسکی ناموری کا باعث یہ ہوا کہ اشعار موافق طبائع اوباش والواط کے کہتا تھا ہم کہتے ہین کہ جرأت بڑا خوش فکر تھا اُسکی نازک خیالی سب پر ظاہر ہے سخنور خوش مذاق شعر عاشقانہ کہنے مین طاق تھا عاشق ومعشوق کے راز ونیاز اور حُسن وعشق کے معاملون کو جس شوخی اور چوچلے پن سے اُسنے برتا ہے وہ اُسی کا حصہ ہے جرأت سا شاعر معاملہ بند کم گذرا ہے اور اس امر سے ہر شخص کو اقرار ہے چنانچہ نواب مصطفےٰ خان نے اس مضمون کو یون ادا کیا ہے "جو مضامین درمیان عاشق ومعشوق کے گذرتے ہین اکثر موزون کرتا تھا طبیعت ذکی رکھتا تھا اور اپنے اُستاد حسرت کا فخر تھا انتہٰی" یہ بھی عجیب بات ہے کہ جرأت کے کلام مین رطب ویابس بہت نہین ہے اور وہ غزل گوئی مین اگرچہ میر کا متبع ہے مگر میر کی فصاحت اور سادگی پر ایک شوخی اور بانکپن کا انداز ایسا بڑھایا ہے کہ خود صاحب طرز ہو گیا ہے اُسکی طرز اُسی کا ایجاد ہے اور آجتک اُسی کے لیے خاص ہے جیسے اُسوقت مقبول خلائق تھی آجتک ویسی ہی چلی آئی ہے۔ اسی طرح سید انشاء اللہ خان کی نسبت جو ایک نامور شاعر تھے لکھا ہے کہ اُنکے کلام کی روش طریقۂ راسخہ پر نہین اور علم تو اسقدر نہ تھا مگر ہر فن مین کوس لمن الملکی بجاتے تھے اور مشاعرات ومطارحات سے شعرائے معاصرین کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا مین کہتا ہون کہ میر انشاء اللہ خان علم تازہ طبع بلند آوازہ رکھتے تھے کلام اُنکا عالی الفاظ رکاکت سے خالی سقم سے پاک عیب سے صاف ہے سابقین جو موجد فن تھے اُنکے دیوانون مین دس پانچ شعر مثالی صنائع وبدائع وغیرہ کے دیکھنے مین آتے ہین منصف مزاج انشا کا کلام دیکھے اور غور کرے کوئی شعر کیفیت سے خالی اور کوئی مضمون نادرست نہین ہر ایک غزل مطلع سے لیکر مقطع تک پری کی صورت ہے بیان کا لطف محاورے کی نمکینی ترکیبون کی خوشنما نشین دل کو تڑپا دیتی ہین۔ علم کے ساتھ شوخی طبع وظرافت بہت تھی اسلیے اُنھون نے کلام کا انداز ایسا رکھا ہے کہ جو چاہتے ہین سو کہ جاتے ہین نہین معلوم ہوتا کہ ان کا روزمرہ یہی ہے یا مسخرہ پن کرتے ہین جو غزلین یا غزلون مین اشعار با اُصول ہو گئے ہین وہ ایسے ہین کہ جواب نہین انکی غزلون مین جو غزلیت کے اُصول کی پابندی نہین تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اُن کی غزلین اکثر سنگلاخ زمین مین ہوتی تھین پھر اُس مین قافیے نہایت سخت لیتے تھے اسی واسطے قانون کلام یہ رکھا تھا کہ کیسا ہی قافیہ ہو اور کیسا ہی مضمون جس پر جستہ پہلو سے بندھ جائے چھوڑنا نہین چاہیے یہی حال قصائد کا ہے کہ کبھی کوئی ایسا شوخ مضمون نئی تراش سے لے آتے ہین کہ قصیدے کی متانت اور وقار کے اُصول ہاتھ سے جاتے رہتے ہین لیکن انکی قوت بیانی اور جوش مضامین کی وجہ سے

کہین کہین قصیدے کے اصول کو کھو دیتے ہین انکے تبحر علمی مین شبہہ کرنا تحقیق کے خلاف ہے علوم متداولہ درسیہ مین وہ خاصی دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ مقطع انکا زبان پوربی مین اس مدعا پر شاہد ہے ؎

انسا لکھان میان بڑے پھاجل جبین ہین ۔۔۔ صد رائے پڑھین ہین جن سیتی طلسم آئے اُڑ کے

انکی نسبت یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین معلوم ہوتا کہ لٹریری قابلیت کے لحاظ سے انشا جیسا جامع حیثیات آدمی امیر خسرو اور فیضی کے بعد آجتک ہندوستان کی خاک سے نہین اُٹھا انکی نسبت کہا گیا ہے کہ انکے علم کو شاعری نے اور شاعری کو مسخرے پن نے برباد کیا - ایسے ہی میر سوز کے ذکر مین لکھتے ہین کہ کلام اُن کا جادۂ مستقیم سے ہٹا ہوا ہے مین کہتا ہون کہ گو انکی انشا پردازی مین صنائع اور اغراق نہین مگر زبان عجیب میٹھی زبان ہے درحقیقت غزل کی جان ہے مجالس رنگین کی بعض مجلسون سے اور ہمارے عہد کے پہلے کے تذکرون سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے فارسی بندشین - اضافت - تشبیہ - استعارہ انکے کلام مین بہت کم ہے اس لحاظ سے انھین گویا اُردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاہیے اگر اس انداز پر زبان رہتی یعنی فارسی ترکیبین - مشکل استعارے - بعید الفہم تشبیہین - سخت و سنگین الفاظ اور نازک خیالیان اُس مین داخل ہوتین بلند پروازی اور مضمون آفرینی کی بجائے اس مین قوت بیانی کا مادہ زیادہ ہوتا تو آج اہل اُردو کو اسقدر دشواری نہوتی اور اُردو نظم مین ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کی لیاقت اور طاقت ہوتی کلام کو رنگینی اور استعارہ و تشبیہ سے بلند کر دینا آسان ہے مگر زبان اور روزمرہ کے محاورے مین صاف صاف مطلب اسطرح ادا کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو بہت مشکل ہے مثنوی میر حسن کی نسبت لکھتے ہین کہ "قطع نظر بعض پا لفزہاے شاعری کے محاورہ عوام مین بُری نہین کہی ہے" یہ الفاظ سحر البیان کی شان سے بہت گرے ہوے ہین اُسکے صاف بیان فصیح محاورے ایسے ہین کہ آجتک کوئی مثنوی اُسکو نہ پہونچ سکی بیان ایسا دلچسپ ہے کہ اصل واقعہ کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھنچ جاتا ہے اور باوجود اسکے ایک شعر بھی اُصول فن سے بال بھر اِدھر یا اُدھر نہین گرا ہے اُسنے قبول عوام ہی کا شرف نہین پایا ہے بلکہ خواص نے بھی اُس کو پسند کر کے تعریف کی مولوی شبلی نے موازنۂ انیس و دبیر مین گلشن نیچار کے مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے میر حسن واقعہ نگاری کی وسعت مین ابتذال اور عامیانہ بول چال کی پروا نہین کرتے افسوس مولوی صاحب نے میر حسن کے انتہائی کمال پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے یہ نہ خیال کیا کہ میر حسن کی خوش بیانی واقعات اور نیچرل مذاق مین ڈوبی ہوئی ہے اُسکی صفائی بیان اور لطف محاورہ اور ضرب المثل کی خوبصورتی کے ساتھ بندش اور شوخی مضمون اور طرز ادا اور ادا کی نزاکت حد توصیف سے باہر ہے آج کس کا منھ ہے جو اُن خوبیون کے ساتھ پانچ شعر

بھی موزون کر سکے میر حسن کی مثنوی بالکل فطرت کے اصول پر ہے یعنی جو جذبات عاشق و معشوق کے دلون مین پیدا ہون وہی ادا کر دیے ہین نظیر اکبرآبادی کی نسبت کہتے ہین کہ "اُسکے اکثر اشعار بازاریون کے زبان زد ہین باعتبار ایسے اشعار کے اُسکا شمار شعرا مین نہین ہو سکتا" مگر ہم سے کوئی پوچھے تو یہی کہینگے کہ نظیر کا ذہن بہت رسا تھا مشق کا یہ عالم تھا کہ مواجی طبیعت سے دریا کی طرح بہتا تھا اور موزونی طبع کا یہ حال تھا کہ کیسی ہی سنگلاخ زمین ہوتی اُسکی سمند فکر کی پامال تھی وہ اپنے کلام مین نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ تھا اور وہ خیالی معرکہ آرائیون پر اس کو ترجیح دیتا تھا اور اب جو جو انگریزی ترقی کرتی جاتی ہے نظیر کا رنگ ہر دل عزیز ہوتا جاتا ہے انگریزی تعلیم سے دلون کو واقعات اور قدرتی مناظر کے ساتھ ایک خاص قسم کا لگاؤ ہو جاتا ہے اور انسان اُس قسم کا رنگ ہر جگہ ڈھونڈھنے لگتا ہے پس اُردو کی دنیا مین ایسے شخص کو نظیر کے شعرون مین اپنے مذاق کی کچھ کچھ پھیکی پھیکی باتین نظر آجاتی ہین مگر شعرا کی نازک خیالیون مین جسکو شیفتہ اصل شاعری سمجھتے ہین ایسی ایک بات بھی نظر نہین آتی اسلیے اُنکی شاعری روز بروز بیکار اور فضول ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس زمانے مین حالی وغیرہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہین جنکو نیچرل مذاق کی طرف توجہ ہے۔ شبلی نے موازنۂ انیس و دبیر مین نظیر کے کلام کو مبتذل اور سوقیانہ بتایا ہے اور یہ نہین خیال کیا کہ اُسکے بیان مین اگرچہ مبالغے کے زور یا جوش و خروش کی دھوم دھام نہین مگر جس چیز کا بیان کرتا ہے اُسکی کیفیت واقعی دکھا دیتا ہے جس سے سُننے والے کو وہ مزہ آجاتا ہے جو اصل شے کے دیکھنے سے آتا برخلاف اُن شعرا کے جن کو اُنھون نے انتہا درجے کا قادر الکلام مانا ہے کہ وہ جس شے کا ذکر کرتے ہین صاف اُسکی برائی بھلائی نہین دکھا دیتے بلکہ اسکے مشابہ ایک اور شے جسے اُنھون نے اپنی جگہ اچھا یا برا سمجھا ہوا ہے اُسکے لوازمات کو شے اول پر لگا کر بیان کرتے ہین جسکی شدت نے کلام کو خیالی باتون سے شمع توہمات کا فانوس بنا دیا ہے شیخ امام بخش ناسخ کے حق مین صاحب تذکرہ گلستان سخن نے لکھا ہے کہ ناسخ بے معنے گو ہے اور اُسکے اشعار معما ہین مگر یہ کلام نہایت ناملائم ہے اور اپنے زعم مین ازالۂ ثقالت طعن اور تخفیف شدت اعتراض کے لیے اس مطلب کو گویا پردۂ لطیفہ و کنایہ مین بیان کیا ہے۔ ایک دشمن کمال نے اپنے دیوان مین ناسخ کو خود مسند اور بے مرشد لکھا ہے۔ ارمغان گوکل پرشاد مین محمد عیسیٰ تنہا دہلوی شاگرد مصحفی کا تلمیذ قرار دیا ہے منشی شیو پرشاد وہبی لکھتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ نے سرقۂ مضامین سے متقدمین کے فارسی دیوانون کو خراب کیا ہے اور آسیر اکبرآبادی نے اپنے تذکرے مین شیخ صاحب کے ہر شعر کے مقابل ایک شعر لکھ دیا ہے مین کہتا ہون کہ ناسخ کا سا اعتبار کسی کو نصیب نہوا دشمنون نے بھی عاجز ہو کر اور اپنے اُستادون کی

زبان چھوڑ کر اُنھی کی پیروی کی اور ناسخ کے دیوانون کے طفیل سے زبان دان بن گئے اُنکے اشعار اہل علم
اور صحیح الذوق کی زبانون پر مذکور اور سخنورون مین مشہور ہین ہان نابلدان کوچۂ شعر فہمی اُن کے اشعار
صحیح المعانی کو بے معنے کہکر نادانون کو دھوکا دیتے ہین کیونکہ انکے ادراک وفہم سے دور ہین۔ ناسخ کا کلام
عموماً شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے بہت پاک ہے اُصول کبھی ہاتھ سے نہین جانے
دیا صائب کی تشبیہ [illegible] کو اپنی صنعت مین ترکیب دیکر ایسی خوبی سے بیان کیا کہ بعض موقع پر کلام مین
بیدل اور ناصر علی کا رنگ آگیا اور اُردو مین وہ اُس سے صاحب طرز قرار پائے اُنھین ناسخ کہنا بجا
ہے کیونکہ ناہموار طرز قدیم کو نسخ کیا ہے اُنکی طرف سرقۂ مضامین کی نسبت کرنا اپنی نادانی دکھانا ہے
ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمال نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھ کئی دیوانون مین موجود
ہے وہ سرقہ کا قصد کرتا اور توارد مضامین سے کوئی بشر خالی نہین بس ان جزوی باتون پر توجہ
بے حاصل ہے۔ مؤلف گلشن بے خار چونکہ طبیعت مشکل پسند رکھتے تھے موشگافی اور خیال بندی
کو پسند کرتے تھے اسلیے وہ ایسے کلام کے زیادہ مداح ہین۔ جسکے مضامین مین خیالی نزاکت اور انتہا درجے کی
موشگافیان ہون اسی لیے ناسخ اور آتش کو رتبۂ شاعری مین برابر نہین جانتے حالانکہ دونون
صاحب کمال ہین اور اپنی اپنی طرز مین ہر اک جواب نہین رکھتا دونون مین سے کوئی کمال سے
خالی نہین البتہ طبیعتین مختلف ہین ناسخ کی طبیعت مضمون دقیق کی طرف مائل تھی اُنکے کلام مین
شوکت الفاظ اور بلند پروازی اور نازک خیالی تو بہت ہے مگر تاثیر کم ہے اور خواجہ صاحب کو کلام کی
سادگی اور محاورے کی صفائی پسند تھی وہ سیدھی بات کو پیچ نہین دیتے تھے استعارے اور تشبیہین
قریب الفہم لکھتے تھے جس سے سُننے والے کے دل پر اثر ہوتا تھا۔

اہل تذکرہ کو چاہیے کہ شاعر کا اصلی حال بغیر رعایت وطرفداری کے لکھین اور عداوت کا اظہار بھی
تذکرہ نویسی مین نکرین اول سے آخر تک نیک نیتی اور انصاف پر نظر رکھین اور اشعار کے انتخاب کیطرف
متوجہ نہو کر حتی الوسع پوری غزل نقل کرین تاکہ ناظرین اُس شاعر کی لیاقت واستعداد سے واقف ہون
اور جانین کہ فن شعر مین اس شخص کی کیسی دستگاہ ہے اور کس رتبے کا شاعر ہے۔

تیسرا موتی شعر کی تعریف مین

شعر کے معنی لغت مین جاننے کے ہین اور اصطلاح مین اُس کلام موزون کا نام ہے جو اوزان مقررہ
مین سے کسی وزن پر ہو اور مقفے ہو اور بالقصد موزون کیا گیا ہو بس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر ایک کلمہ کسی کن
کے وزن پر ہو یا کلام ہو مگر موزون نہو یا کلام موزون ہو مگر مقفے نہو یا کلام موزون مقفے بالقصد نہ موزون

کیا گیا ہو وہ اصطلاح کے موافق شعر نہین ہے اور شاعر کے لغوی معنی جاننے والے کے ہین اور اصطلاح مین
اُس شخص کو کہتے ہین جو بُرائی بھلائی بحر و وزن و تقطیع و قافیہ وغیرہ لوازم شعر کو جانتا ہو پس جو شخص ان
لوازم شعری سے خبردار نہوگا گو طبع موزون رکھتا ہو اُسکو شاعر نہ کہنا چاہیے۔ حالی اپنی کلیات کے مقدمے مین
لکھتے ہین کہ شعر کے لیے وزن ایک ایسی چیز ہے جیسے راگ کے لیے بول جس طرح راگ فی حد ذاتہ الفاظ کا محتاج
نہین اسی طرح نفس شعر وزن کا محتاج نہین البتہ وزن کی شرط نظم کے لیے ہے قدیم عرب کے لوگ یقیناً شعر کے
یہی معنی سمجھتے تھے جو شخص معمولی آدمیون سے بڑھکر کوئی مؤثر اور دلکش تقریر کرتا تھا اُسی کو شاعر جانتے تھے
جاہلیت کی قدیم شاعری مین زیادہ تر اسی قسم کے برجستہ اور دلاویز فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین جو عرب
کی عام بول چال سے فوقیت اور امتیاز رکھتی تھین یہی سبب تھا کہ جب قریش نے قرآن مجید کی نرالی اور
عجیب عبارت سُنی تو جنھون نے اُسکو کلام الٰہی نہ مانا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے
حالانکہ قرآن شریف مین وزن کا مطلق التزام نہ تھا محقق طوسی اساس الاقتباس مین لکھتے ہین کہ عبری اور
سُریانی اور قدیم فارسی مین شعر کے لیے وزن حقیقی ضرور نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے
قافیہ بھی ہمارے ہان شعر کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھا گیا ہے جیسے کہ وزن مگر درحقیقت وہ بھی نظم ہی کے لیے
ضروری ہے نہ شعر کے لیے اساس مین لکھا ہے کہ یونانیون کے یہان قافیہ بھی مثل وزن کے ضروری
نہ تھا۔ الغرض وزن اور قافیہ جنپر ہماری موجودہ شاعری کا دار و مدار ہے اور جنکے سوا اُس مین کوئی خصوصیت
ایسی نہین پائی جاتی جسکے سبب سے شعر کا شعر پر اطلاق کیا جاسکے یہ دونون شعر کی ماہیت سے خارج ہین
اسی لیے زمانہ حال کے محقق شعر کا مقابل جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو
ٹھہراتے ہین وہ کہتے ہین کہ جسطرح حکمت کا کام براہ راست یہ ہے کہ ہدایت کرے تحقیقات مین مدد پہونچائے
اور روشن کرے عام اس سے کہ کوئی اُس سے محظوظ یا متعجب یا متاثر ہو یا نہو اسی طرح شعر کا کام براہ راست
یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا اثر پیدا کرے عام اس سے کہ حکمت کا کوئی مقصد اُس سے حاصل ہو یا نہو
اور عام اس سے کہ نظم مین ہو یا نثر مین حالی نے یہان انتہا درجے کی غلطی کی ہے اور اپنے معتقدون کو
غلطی مین ڈالنے کا کام کیا ہے اسلیے کہ جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین وہ اہل منطق
ہین اور اساس الاقتباس کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی فن منطق ہی مین ہے منطقین کی اصطلاح مین شعر اور
چیز ہے اور شعرا کے نزدیک شعر اور چیز ہے پس حالی نے نافہمی سے منطقین کی تعریف کو شاعرون کی تعریف
کے بحث مین داخل کردیا ہے محقق طوسی نے اساس الاقتباس مین بطور منطقیون کے شعر کی تعریف کی ہے
کیونکہ یہ کتاب ہی منطق مین لکھی ہے اور معیار الاشعار مین شعر کی تعریف اسی طرح کی ہے جو عرف جمہور مین

مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ شعر کلام موزون مقفے کا نام ہے کیونکہ یہ کتاب فن عروض مین لکھی ہے پس منطقیون کے نزدیک وزن شعر کی ماہیت مین معتبر نہین انکے نزدیک جو کلام قضایاے تخییلیہ سے بنے وہ شعر ہے وزن کا ہونا اُس مین ضرور نہین چنانچہ شیخ بوعلی سینا کتاب شفا کی بحث منطق مین فرماتا ہے لا نظر للمنطقی فی شئ من ذالک الا فی کونہ کلاما مخیلا یعنے منطقی کی نظر وزن اور قافیے کی طرف نہین اُس کے نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام مخیل ہو اور دوسری جگہ کہتا ہے انما ینظر المنطقی فی الشعر من حیث ہو مخیل یعنے وہ شعر مین اس حیثیت سے فکر و غور کرتا ہے کہ وہ کلام مخیل ہے اور امام رازی نے شرح عیون الحکمۃ مین فرمایا ہے ان نظر فیہ من حیث انہ یفید تخیلا قائما مقام التصدیق والترغیب فذلک ہو المنطق بلکہ محقق طوسی نے خود اساس مین دونون اصطلاحون کے فرقون کو کھولدیا ہے اس طرح کہ شعر در عرف منطقی کلام مخیل ست و در عرف متاخران کلام موزون مقفے اور دوسری جگہ لایا ہے مادہ شعر سخن ست و صورتش نزدیک متاخران وزن و قافیہ و نزدیک منطقیان تخییل اور پھر کھولکر اساس مین یون کہا ہے نظر منطقی خاص ست بہ تخییل و وزن را ازان جہت اعتبار کنند کہ بوجہے اقتضاے تخییل کند و صناعت منطق باحث بالذات از تخییل شعر ست و بالعرض از دیگر احوال یہ تو شعر منطقی کی نسبت تھا دیکھو شعر متعارف کی نسبت اساس مین کیا کہا ہے بحسب این عرف ہر سخن را کہ وزنے و قافیتے داشتہ باشد خواہ آن سخن برہانی باشد خواہ خطابی خواہ صادق خواہ کاذب و اگر ہمہ توحید خالص یا ہذیانات محض باشد آنرا شعر خوانند و اگر از وزن و قافیہ خالی باشد اگرچہ مخیل بود آنرا شعر نخوانند اور مخیلات وہ باتین ہین کہ جب نفس کو پہونچتی ہین تو وہ انکی تاثیر سے کسی چیز کی طرف راغب ہو جاتا ہے یا اُس سے نفرت کرنے لگتا ہے بغیر غور و فکر کے کیونکہ نفس رغبت یا دہشت سے منفعل ہو جاتا ہے اور تخییل کا اثر بمقابلے تصدیق کے نفس پر جلد پڑتا ہے کیونکہ اُس مین تعجب صدق سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ لذیذ ہے اور مخیلات کئی طرح کے ہوتے ہین کبھی سچے ہوتے ہین کبھی جھوٹے ہوتے ہین کبھی مستحیل ہوتے ہین کبھی ممکن ہوتے ہین اور نفس میں انکے اثر سے یا انبساط پیدا ہو جاتا ہے یا انقباض اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخیلات کی تاثیر تصدیق سے زیادہ ہوتی ہے اگرچہ اُسکے ساتھ تصدیق نہین ہوتی اور منطقین نے شعر کے لیے یہ بات شرط کی ہے کہ کلام قانون لغت کے مطابق ہو اور اُس مین ایسے اعلیٰ درجے کے استعارے اور عمدہ تشبیہین ہون کہ نفس مین اُنکی وجہ سے تاثیر عجیب اور انفعال غریب پیدا ہو کر فرحت یا رنج و غم آجائے اسی لیے قضایاے شعریہ مین اولیات صادقہ کا استعمال جائز نہین اور اولیات صادقہ سے مراد ایسے قضایا ہین کہ عقل اُن قضایا کا تصور کرتے ہی

اُن کے قطعی ہونے کا حکم لگا دیتی ہے کسی دوسری چیز کی طرف محتاج نہین ہوتی جیسے کل بڑا ہے جزء سے بلکہ شعر مین مخیلات کاذبہ کا استعمال مستحسن ہے جس شعر مین مخیلات صادقہ کا استعمال ہوتا ہے وہ بے مزہ ہوتا ہے جیسے ناسخ کی نظم سراج کے یہ شعر ؎

کی خدا نے جو یہ زبان عطا
ہے بلا شک عطیۂ عظمے
اس سے ہے مختلف مزونکی تمیز
اس سے پاتے ہین لذت ہر چیز
کوئی کڑوی ہے کوئی ہی میٹھی
نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی
کوئی اچھی ہے کوئی زشت زبون
مزے سب چیزونکے ہین گوناگون
سب فرون سے زبان واقف ہے
انھی اسرار کی یہ کاشف ہے
جو نہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم
نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفہوم
اور بھی ہوتے ہین زبانسے کام
ہے مدد وقت بلع آب و طعام
اس کے احکام بہر دندان ہے
قوت تام بہر دندان ہے

ولہ

نفع کیا کیا ہوا کو بخشا ہے
صحت جسم اس سے پیدا ہے
بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے
کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے
دم رکین آدمی پڑین بیمار
میوے فاسد ہون سوکھین کھیت اگیار
آوے طاعون یا وبا آوے
غلے پر آفت و بلا آوے
اس سے ہے زندگانی ابدان
اس سے ہے نفع صحت انسان
ناک سے جوف تن مین جاتی ہے
زندگی اس سبب سے آتی ہے
خارج تن مین لگتی ہے یہ اگر
حق مین ابدان کے ہی مصلح تر

اسی طرح یہ شعر مولوی محمد حسین آزاد کے۔

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو
عالم کے کاروبار مین دن بھر پھرا ہے تو
ہین روز و شب زمانے کے پیہم قدم ترے
پیمانے محنتون کے یہ ہین بیش و کم ترے
دامان کوہسار مین اب جا کے سو رہو
دن بھر کا کام شام کو بجھا کے سو رہو
اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین
اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین
دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے
اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے نہ کلی اسلیے کہ بعض نظم باوجود صدق مقدمات کے عمدہ استعارون اور برجستہ تشبیہون کی وجہ سے نفس مین تاثیر اور لذت پیدا کرنے مین مخیلات کا ذبہ سے کم نہین ہوتی جیسے متاخرین مین سے درد تخلص ایک شاعر سیر کوہسار کی کیفیت لکھتا ہے۔

در حقیقت ہے عجب پر لطف سیر کوہسار
جسکے ہر نظارے پر صد ذوق جنت ہے نثار

ایستادہ ہین کرورون اک طرف ساکھو کے پیڑ
گر رہے ہین دوسری جانب ہزارون آبشار

دیکھتا کیا ہون کہ صد ہا چشمہ ہاے کوثری
سنگلاخون پر ہین کرتے اپنی ہستی کو نثار

اک طرف سر آسمان جا ہی ہین صد ہا چوٹیان
دوسری جانب نظر آتے ہین دہشت ناک غار

رستم دوران بھی ان غارون کو گر دیکھے کبھی
کیا عجب ہے خوف سے آجاے اُسکو بھی بخار

باوجود اسکے ہے انمین کچھ عجب دل بستگی
یعنی اُٹھتی ہین اُسی جانب یہ نظرین بار بار

تحت کوہ کی طرف دیکھو کہ کس انداز سے
باغبان قدرت کا دکھلاتا ہے پھولون کی بہار

نرم نازک ڈالیون پر اُنسے بھی نازک ہین برگ
اور ان پتون کی نوکین کس طرح ہین قطرہ بار

کس قدر دلچسپ تھا نظارہ ہنگام سفر
اونچی اونچی چوٹیون پر لہلہاتے مرغزار

ایک جانب اُٹھ رہا ہے قلہاے کوہ سے
کس قدر آہستہ آہستہ یہ نورانی غبار

رفتہ رفتہ چھا گیا اطراف وادی مین دُھوان
اور پھر پڑنے لگی چارون طرف ہلکی پھوار

اسکو مین ناحق دھوان کہتا ہون یہ تو اصل مین
کوثر مواج ہے یا جوے شیرین کی ہے دھار

یا کہ ابناے زمانہ کی زبونی دیکھکر
قلب سے اشجار صحرا کے یہ نکلا ہے بخار

یا کہ آہین مجتمع نفرت کے مارون کی ہین یہ
جا رہی ہین بہر عرض حال سوے کردگار

یا نظر بازون کی نظرون سے بچانے کے لیے
حُسن کوہی پر یہ پردہ کھچ رہا ہے بار بار

الغرض جو کچھ بھی ہو یہ ہے بہت دلچسپ چیز
دیکھنا اب رفتہ رفتہ ہو رہا ہے کم غبار

جس قدر کم ہوا جاتا ہے یہ نورانی دُھوان
بس اُسی نسبت سے ظاہر ہو رہے ہین سب اشجار

جس طرح تصویر خانے مین مصور کی پلیٹ
اپنی جزئیات کا کرتی ہے تدریجی اُبھار

بس اُسی صورت سے جتنا ابر ہے کم ہو رہا
آ رہے ہین پھر مرے پیش نظر کوہی سنگار

بہر صورت جمہور کے نزدیک شعر مین وزن اور قافیہ دونون معتبر ہین صرف تخیل ہی کافی نہین پس جو سخن وزن حقیقی اور قافیہ رکھتا ہو خواہ اُسکی ترکیب برہانیات سے ہو یا جدلیات سے یا خطابیات سے یا مغالطات سے یا مخیلات سے یا ہذیانیات سے وغیرہ وغیرہ وہ شعر ہے اور

تخییل ذات شعر مین معتبر نہین اسی لیے شعر کی تعریف کلام موزون مقفےٰ کے ساتھ کرتے ہین نہ
کلام مخیل موزون مقفےٰ کے ساتھ اور **وزن** (واو کے فتحہ زائے ہوز کے سکون سے) مراد ہو اُس ہیئت سے جو نظام ترتیب حرکات و
سکنات اور ترتیب حروف اور تناسب عدد حروف اور مقدار کے تابع ہو ایسے نہج پر کہ نفس
اُس سے ایک خاص قسم کی لذت کا ادراک کرے اس ادراک کو **ذوق** کہتے ہین میزان الوافی
مین محمد سلیم بن عظیم جعفری نے کہا ہے کہ بعض کے نزدیک وزن ہیئت ذوقی کا نام ہے جو
ذہن مستقیم مین حاصل ہوتی ہے ترتیب ارکان موضوعہ سے اور نتیجہ دونون تعریفون کا ایک ہے
تناسب عدد سے مراد یہ ہے کہ ارکان مصرعون کے مساوی ہون پس چار رکن والا مصرع تین رکن
والے مصرع کے ساتھ موزون نہ سمجھا جائیگا اور مقدار کے تناسب سے یہ مراد ہے کہ ارکان باہم
مقدار حروف مین تناسب و متقارب ہون پس جو مصرع تین مفعولن پر مشتمل ہو وہ اس مصرع کا جو تین
مستفعلن پر مشتمل ہو متحد الوزن نہ ہوگا لیکن سالم اپنے مزاحف کے ساتھ جیسے فعولن اور فعولان -
اسی طرح ایک مزاحف دوسرے مزاحف کے ساتھ مثلاً فعول اور فعل تناسب معتبر سے خالی نہین
اور چونکہ طبیعتین مختلف ہوتی ہین اسلیے اوزان شعر بھی قومون مین مختلف طور پر ہوتے ہین اور ہر
موزون کسی وجہ سے مخیل ہوتا ہے اور اک طرح کی تاثیر پیدا کرتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہر کلام مخیل وزن
شعر رکھتا ہو بہت سی نثر کی عبارتین تخییل کا فائدہ بخشتی ہین اور چونکہ وزن سے کلام کی خوبی دوبالا
ہوجاتی ہے اسی لیے کہا ہے کہ وزن دار کلام سلاست مین پانی کی طرح ہے اور لطافت مین ہوا کی
مثل ہے اور انتظام مین موتیون سے مشابہت رکھتا ہے - عرب کی قدیم شاعری مین جو زیادہ تر برجستہ
فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین تو اس سے شاعرون کی طبیعت کی خوبی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات
ثابت نہین ہوسکتی کہ شعر کے لیے وزن ضرور نہین اور عرب جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کو دیکھکر
پیغمبر خدا کو شاعر کہنے لگے تھے تو اس سے بھی یہ امر ثبوت کو نہین پہونچ سکتا کہ شعر کے لیے وزن شرط
نہین بلکہ وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ فصیح و بلیغ کلام نظم ہو یا نثر شاعر ہی ادا کر سکتا ہے -
نظم اور شعر مین وزن اور عدم وزن کے اعتبار سے کوئی فرق نہین دونون مین وزن معتبر ہے شعرا
کی اصطلاح مین نظم الفاظ کی ایسی ترکیب کو کہتے ہین کہ اُنکے معانی مین بھی ترتیب ہو اور اُن کی دلالت
کا بندوبست مقتضائے عقل کے موافق ہو اور یہ بات نہو کہ لفظون کو آگے پیچھے بول دیا جائے اور
جس طرح اتفاق پڑے بغیر لحاظ ترتیب اور دلالت کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے ملا دیا جائے
پس یہ نظم ہے - سے

سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز اُسپر دوشالہ ہے   تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

اور جب اسکو یون کہین سہ سیہ افشان زر سبز مانگ دوشالہ چوٹی ہے اُسپر پر ہے تماشا کہ کالے طاؤس پالا ہے ۔ تو یہ لفظ ہوگا نہ نظم ۔ اور حالی کا یہ کہنا کہ حال کے محقق شعر کا مقابل نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو ٹھہراتے ہین یہ بھی درست نہین اسلامی دنیا کے تمام انشاپرداز اور سخنور بالاتفاق شعر کا مقابل نثر کو ٹھہراتے ہین عروضیون کا یہی مذہب ہے اور جو لوگ شعر کا مقابل علم و حکمت کو ٹھہراتے ہین وہ اہل فلسفہ ہین انکے نزدیک شعر غیر یقینیات مین سے ہے اسلیے وہ علم و حکمت یعنی یقینیات کا مقابل ہے پس یہ ہر اک علم کی علیحدہ اصطلاح ہے اور یہ کہنا کہ شعر کے لیے وزن حقیقی ضروری نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے بالکل تحقیق کے خلاف ہے واقع یہ ہے کہ ہر زبان کے شعر کے لیے وزن ضروری ہے البتہ موجودہ قواعد وزن کو عربون نے ایجاد کیا ہے ورنہ فن عروض کی ایجاد کے پہلے سے بھی شعر وزن دار ہوتے تھے اور اُنکے وزن کا معیار وجدان سلیم اور ذوق طبع مستقیم تھا اُنھی اشعار کو جانچ کر وزن کے قواعد مقرر ہوے ہین ۔ اور محقق طوسی نے اساس مین یہ جو کہا ہے کہ قدما کلام مخیل کو شعر کہتے تھے اگرچہ وہ وزن حقیقی نہ رکھتے ہوے اور یونانیون کے بعض اشعار اس طرح کے تھے اور دوسری پرانی زبانون جیسے عبری سریانی فارسی مین بھی اس کا اعتبار نہ تھا ۔ عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا ہے مثل قافیہ کے اور پھر دوسری قومون نے انکی متابعت کی یہ قول بھی حالی صاحب کے مفید نہین اسلیے کہ ہم یہ کہین گے کہ قومون نے جس شعر مین وزن کا اعتبار نہ کیا تھا وہ وہ ہے جو یقینیات کے مقابل ہے اور قدما سے مراد محقق طوسی کی حکما و فلاسفہ ہین نہ شعرا کیونکہ شعرا و اہل عروض کو اُنھون نے متاخرین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے علاوہ اسکے ان زبانون مین علما نے علم عروض کے قواعد بھی منضبط نہ کیے تھے اسلیے سوائے ذوق طبع سلیم کے وزن شعر کے جانچنے کا کوئی معیار نہ تھا یہی حال شعراے عرب کا بھی تھا کہ وہ ذوق طبیعت سلیم کے اقتضا سے شعر تو کسی وزن عروضی پر کہتے تھے مگر انکے ہاتھ مین اُسکے جانچنے کے لیے کوئی میزان نہ تھی اسی وجہ سے کبھی ایک وزن سے دوسرے وزن قریب پر انتقال کر جاتے تھے اور غلطیان کھا جاتے تھے قواعد عروض کے ایجاد کرنے کے وقت اُنکی انھی غلطیون کو تغیر زحافات اور سکتہ ماننا پڑا ہے کیونکہ قواعد عروض ان کے اشعار کے مطابق بنالیے گئے ہین نہ یہ کہ قواعد عروض کو پیش نظر رکھ کر شعر کہے جاتے تھے ۔ جسکو جمہور کی اصطلاح مین شعر کہتے ہین ایسا شعر ہر زبان مین وزن دار ہی ہوتا رہا ہے اگر کوئی جاہل اپنا دل خوش کرنے کو چند الفاظ بے وزن جوڑ کر اُنکو شعر سمجھتا تو لیا

کلام اہل علم کے نزدیک سلف سے خلف تک کسی زبان مین شعر نہین مانا جاتا۔ اور یہ قول بھی صحت سے عاری ہے کہ عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا اسلیے کہ ہندؤن کے یہان ہزارون برس سے شعر مین وزن حقیقی کا اعتبار چلا آتا ہے پس جس کلام مین وزن حقیقی موجود ہو وہ شعر ہے اور جس مین نہو وہ نثر ہے۔ اس مین اختلاف ہے کہ قافیہ مطلق شعر کے واسطے ضرور ہے یا نہین بعض اس طرف گئے ہین کہ مطلق شعر کے واسطے ضرور نہین بلکہ اُسکی بعض قسمون کے واسطے ضرور ہے جیسے قصیدہ اور قطعہ اور رباعی وغیرہ اور اس تقریر پر ذاتیات شعر سے نہوگا بلکہ اسکے عوارض سے ہوگا اور محققین کا گروہ اعظم قافیہ کا اعتبار ذات شعر مین واجب سمجھتا ہے چنانچہ بوعلی سینا بھی شفا مین کہتا ہے لا یکاد ان یسمی عندنا الشعر مالیس بمقفی یعنے جو مقفے نہین وہ ہمارے نزدیک شعر نہین یاد رکھو کہ کلام اُن دو کلمون کو کہتے ہین جو باہم ایسی اسناد رکھتے ہون کہ اگر اُسکا کہنے والا چپ رہے تو سامع کو فائدہ حاصل ہو جائے اور کچھ انتظار نہ رہے پس شعر مین کلام کی قید سے سخن بے معنے بھی نکل گیا اور شعر کی تعریف اُسپر صادق نہ آئی اسلیے کہ اُس سے سامع کو کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا لیکن مجازاً اُسکو بھی شعر کہتے ہین جیسے کہین یہ شعر مہمل و بے معنی ہین مثال اسکی یہ شعر راشد علی ضیا بدایونی شاگرد منشی اسماعیل حسین منیر کا۔

	ملحوظ موقع طلب مدعا رہے		چشم حباب بحر مین سرمہ لگا رہے

ایسے ہی یہ شعر شاگرد تخلص بدایونی کا۔

	تم چشم حنائی مین لگاؤ کے جو مسی		ہر بیضۂ اشتر مین نکل آئینگے چھالے

لہ ابوریحان محمد بن احمد بیرونی جسنے تقریباً سنہ چارسو تیس مین وفات پائی ہے اُسنے کتاب الہند کے تیرھوین مقالے مین جو زبان سنسکرت کے علم نحو اور شعر کی کیفیت اور ایجاد کے بیان مین ہے لکھا ہے کہ ایک مہاراجہ جسکا نام سالی وان ہے اور فصیح نام شالی واہن ہے اُسکے عہد مین ایک ہندو عالم نے مہادیو کی بہت پرستش کی تو انھون نے ظاہر ہو کر نحو کے کچھ قواعد بتائے اس عالم نے وہ قواعد سالی وان کو سکھائے اور اُسکے سامنے چھند پڑھے اور چھند ونگ شعرون کا وزن کیا جاتا ہے اور یہ علم عروض کے مقابل ہے ہندو اس سے مستغنی نہین ہو سکتے کیونکہ اُنکی کتابین نظم مین ہین وتیلوہ چند و ہو وزن الشعر المقابل لعلم العروض لایستغنون عنہ فان کتبہم منظومۃ۔ بعد اس بیان کے علم وزن شعر کے ایجاد کی نسبت البیرونی لکھتا ہے واول من استخرج ہذہ الصناعۃ کان پنگل وچلیت یعنے جس نے اس صناعت کو اول استخراج کیا وہ یہ دو شخص ہین۔ (۱) پنگل (۲) چلیت سالی وان کا سن ساکھا کہلاتا ہے اور سنہ عیسوی سے اٹھتر برس اور سمت بکرمی سے ایک سو ۳۵ سال بعد شروع ہوا ہے ۱۲ منہ۔

ہدہد الشعرا

مرکز محور گردون بہ لب آب نہین	ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہین

آب حیات مین لکھا ہے کہ جب شیخ ناسخ کے پاس کوئی ناواقف شخص شائق کلام آتا تو چند بے معنے غزلین بنا رکھی تھین اُن مین سے کوئی شعر پڑھتے یا اُسی وقت چند بے ربط الفاظ جوڑ کر موزون کر لیتے اور سُناتے اگر وہ سوچ مین جاتا اور چپ رہ جاتا تو سمجھتے تھے کہ کچھ سمجھتا ہے اُسے اور سُناتے تھے اور اگر اُسنے بے تحاشا تعریف کرنی شروع کردی تو اسی طرح کے ایک دو شعر پڑھکر چپکے ہو رہتے تھے مثلاً۔

آدمی مخمل مین دیکھے مور چے بادام مین	ٹوٹی دریا کی کلائی زلف اُلجھی بام مین
تو نے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہے کہ ہوا	سب کو شکل ید بیضا مین سخندان ہوتا

چوتھا موتی شعر کی قسمون مین باعتبار اوصاف کے

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مذکور ہے کہ اشعار کئی قسم کے ہوتے ہین (۱) مطبوع اور یہ ایسا شعر ہے جو پسندیدہ وزن مین بنایا جاے جیسے۔

مومن

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے	فلس ماہی کے گل شمع شبستان ہونگے
تو کہان جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کرلے	ہم تو کل خواب عدم مین شب ہجران ہونگے
ہم نکالین گے سُن اے موج ہوا بل تیرا	اُس کی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے
تاب نظارہ نہین آئینہ کیا دیکھنے دون	اور بنجائین گے تصویر جو حیران ہونگے
منت حضرت عیسیٰؑ نہ اُٹھاؤن گا کبھی	زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے
ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم	لاکھ نادان ہوے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے
غیر جھوٹا ہے لحد پر ترے دل تفتہ کی	گل نہونگے شرر آتش سوزان ہونگے
صبر یارب مری وحشت کا پڑے گا کہ نہین	چارہ فرما بھی کبھی قیدیٔ زندان ہونگے
ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس	ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے
پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہو گی	پھر وہی پانون وہی خار بیابان ہونگے
داغ دل نکلین گے تربت پہ مری جون لالہ	یہ وہ اخگر نہین جو خاک مین پنہان ہونگے
عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن	آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

(ب) جس کا وزن ثقیل ہو وہ نامطبوع ہے جیسے۔

انشا

ارے دل کچھ اُٹھین تیری خبر نہین ۔۔۔ تری چاہت مین نگوڑے اثر نہین۔

غالب

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے ۔۔۔ کہ اپنے سائے سے سر پانون سے ہے دُو قدم آگے

ظفر

کمان ہین رُخ پہ بالے کے گہر نزدیک نزدیک ۔۔۔ ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

کام

یہ تھوڑی تھوڑی مے نہ دے کلائی موڑ کر ۔۔۔ بھلا ہو تیرا ساقیا پلاوے خم نچوڑ کر

(۲) ملائم ایسا شعر جسکے الفاظ آسان اور شیرین اور دل پسند ہون جیسے۔

انشا

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا ۔۔۔ لگا کے برف مین ساقی صراحیِ مے لا
قدم کو ہاتھ لگاتا ہون اُٹھ کہین گھر چل ۔۔۔ خدا کے واسطے اتنے تو پانون مت پھیلا
نکل کے وادیِ وحشت سے دیکھ اے مجنون ۔۔۔ کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا
گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہین تیشہ ۔۔۔ درون کوہ سے نکلی صدائے واویلا
نزاکت اُس گُلِ رعنا کی دیکھ اے انشا ۔۔۔ نسیمِ صبح جو چھُو جائے رنگ ہو میلا

(ب) اسکے خلاف کو متنافر کہتے ہین جیسے۔

منیر

ترے ناخنون مین ہے عقدہ کشائی ۔۔۔ انامل مقالید قفل مآرب
ترے آگے آئین جو حوران جنت ۔۔۔ مکحل عیون اور مشکین ذوائب
ترے عہد مین ہین معطل بتون کے ۔۔۔ سہام جفون و سیوف حواجب
ترے خصم کے نطفۂ بد کی خاطر ۔۔۔ بنین تربت کہنہ صلب ترائب
ترا جد شہ انبیا و ملائک ۔۔۔ شہ قاب قوسین فخر الاطائب
اسی پر ہے نصّ اَلقِیَا فِی جہنم ۔۔۔ خدا سورۂ قاف مین ہے مخاطب
علی بحر ذخار علم لدنی ۔۔۔ علی ہے مغیث الوریٰ فی النوائب

ائمہ تیری نسل سے تا بمہدی — بروج امامت کے ہین نو کواکب
ہوا حکم کونوا مع الصادقین — ہین منصوص اُسکے یہ بارہ اطائب
نبی کے بھی جزو ہین اقربا ہین — سب اُنکے سوا من قبیل الاجانب
تمھارے عدو ساکن شام و کوفہ — وقود سقر دشت عصیان کے حاطب
بن ذات اعلام و ذات القلائد — افاعی کی اولاد نسل عقارب
بظاہر مسلمانون کی صورتون ہین — طویل المحاسن قصیر الشوارب
منافق تھے وہ مرتدان قدیمی — دم حیض ام الخبائث کے شارب
ترے بغض سے شام کا شہر ٹھہرا — سواد رخ شخص مخذول و خائب
تری نکث بیعت سے کچھ پھل نہ پایا — فصار و کمن کان فی اللیل حاطب
ترے سب عزادار و ارباب ماتم — ہوے مستحق نعیم و مواہب
ترے غم مین کفار تک رو رہے ہین — تاسف مین احبار و قسیس و راہب
فرس کا اگر وصف ورد زبان ہو — تو الکن ہو طلق اللسانی مین غالب
مطیع اشارات راکب سراسر — نہ کالبرق خاطف نہ للنفع جالب
صدا شیرون کی اسکے شیہہ کے آگے — صیاح ذباب و نباح اکالب

(۱۴) ایسا شعر جس کے لطائف و معانی کا سمجھنا آسان ہو جیسے -

میر تقی

آگے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد — نہ رہی دشت مین خالی مری جا میرے بعد
منھ پہ رکھ دامن گل روئین گے مرغان چمن — باغ مین خاک اُڑاے گی صبا میرے بعد
اب تو ہنس ہنس کے لگاتا ہے وہ مہندی لیکن — خون رلاے گا اُسے رنگ حنا میرے بعد
وہ ہوا خواہ چمن ہون کہ چمن مین ہر صبح — پہلے مین جاتا تھا اور باد صبا میرے بعد
چاک کرتا ہون اسی غم سے گریبان کفن — کون کھولے گا ترے بند قبا میرے بعد
تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون — شاید آجاے کوئی آبلہ پا میرے بعد
کیا عجب مرقد لیلے سے یہ نکلے جو صدا — میرے مجنون ترا کیا حال ہوا میرے بعد
بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر — یاد آئی مرے عیسے کو دوا میرے بعد

(ب) اسکی ضد تعقید کہلاتی ہے تعقید سیدھے راستے سے پھر جانے کا نام ہے جیسے -

غالب

شمارِ سبحہ مرغوب بُتِ مشکل پسند آیا — تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا
ہوائے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل — کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

ولہ

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی — ہیولے برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

ولہ

اِک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکان کھلا — جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

منہ

پوچھ مت رسوائی انداز استغنائے حُسن — دست مرہون حنا رُخسار رہن غازہ تھا

ایضاً

ذرہ ذرہ ساغرِ میخانۂ نیرنگ ہے — گردش مجنون بچشمکہائے لیلےٰ آشنا
شوق ہے سامان طراز نازش ارباب عجز — ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا
شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیے — میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا
کوہ کن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد — سنگ سے سر مار کر ہووے نہ تیرا آشنا

(۴۸) سہل ممتنع لغت مین سہل آسان کے معنے مین ہے اور ممتنع دشوار کے معنے مین اصطلاح مین ایسے شعر کو کہتے ہین جس کی مثال بنانا دشوار ہو اگرچہ بظاہر سہل معلوم ہوتا ہو جیسے-

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین — اُس کا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

نصیر

خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر — گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

گلزار نسیم

عالم کا ترے جہان بیان ہے — بےتابی دل جہان جہان ہے
زنجیرِ جنون کڑی نہ پڑ یو — دیوانے کا پاؤن درمیان ہے
ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ — قائم جو زمین و آسمان ہے
جو داغ کہ مہر ہے فلک پر — دل مین مرے ابتلک نہان ہے

کس سُوچ مین ہو نسیم بولو ۔۔۔ آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

(۵) جزل لغت مین تمام اور بڑے کو کہتے ہین اصطلاح مین ایسے شعر کا نام ہے جس مین الفاظ عمدہ اور زوردار ہون اور اُنکی نشست مضبوط ہو معانی عالی اور رنگین ہون بھس بھسے الفاظ اور بھسپسندی بندش سے پاک ہو لفظاً اور معناً اُس مین کسی طرح کا نقصان متصور نہو جیسے

غالب

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا ۔۔۔ اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا ۔۔۔ کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو ۔۔۔ یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح ۔۔۔ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا
کہون کس سے مین کہ کیا ہے شب غم بُری بلا ہے ۔۔۔ مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا
ہوے مر کے ہم جو رسوا ہوے کیون نہ غرق دریا ۔۔۔ نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

(۶) مرتجل ایسا شعر ہے کہ بے سوچے فی الفور اور ترت کہا جاے اس لفظ کا اشتقاق ارتجال سے ہے جس مین جیم ابجد ہے اور اس کے معنے ہین فوراً بغیر سُوچے بات کہنا اور فی البدیہ شعر بنانا آب حیات مین لکھا ہے کہ میر سوز نے اپنا یہ مطلع سودا کے سامنے پڑھا۔

نہین نکلے ہے مرے دل کی اُربا ہے گا ہے ۔۔۔ اے فلک بہر خدا رخصت آہ ہے گا ہے

مرزا سنکر بولے کہ میر صاحب بچپن مین ہمارے ہان پشور کی ڈومنیان آیا کرتی تھین یا تو جب یہ لفظ سنا یا آج سُنا ہے میر سوز بچارے ہنسکر چپکے ہو رہے مرزا نے خود اُسیوقت مطلع کہکر پڑھا۔

نہین جو گل ہوس ابر سیا ہے گا ہے ۔۔۔ گاہ ہون خشک مین اے برق لگا ہے گا ہے

اسی کتاب مین لکھا ہے کہ شاہ نصیر نے رنگترون کے حُسن تشبیہ مین فوراً یہ شعر کہے تھے۔

اے نیر برج آسمان اقبال ۔۔۔ ان رنگترون پر غور سے کیجے گا خیال
یہ نذر حقیر ہو قبول خاطر ۔۔۔ پردے مین شفق کے ہین گرہ بند ہلال

ایک بار نواب سعادت علی خان کے کہنے سے انشائے فی البدیہ رباعی بنائی!

عربی نہ فارسی نہ ترکی ۔۔۔ نہ سم کی نہ تال کی نہ سُر کی
یہ تاریخ کہی ہے کسی لُر کی ۔۔۔ حویلی علی نقی خان بہادر کی

ایک رنڈی کو رتھ مین سوار دیکھکر شاہ نصیر نے اُسی وقت کہا۔

اُسکے رتھ کا کلس سُنہری دیکھ بہر پرواز یہ نکالی ہے		شب کہا ماہ سے یہ پروین نے جو چنچ بیضے سے مرغ زرین نے

ناسخ نے ایک مصرع کہا تھا ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز ہے۔

مگر دوسرا مصرع جیسا جی چاہتا تھا ویسا نہ ہوتا تھا اسی فکر مین غرق تھے کہ خواجہ وزیر آگئے اُنھون نے خاموشی کا سبب پوچھا شیخ صاحب نے بیان کیا اتفاق ہے کہ اُنکی طبیعت لڑگئی فی البدیہ کہا تھا فتنہ تو سو رہا ہے درِ فتنہ باز ہے؛ شیخ صاحب بہت خوش ہوے؛ (۷) فکری یعنی وہ شعر جو غور و فکر کے بعد بنایا جاے یہ مرتجل کی ضد ہے۔ (۸) ذوالنوعین ایسا شعر جس مین دو قسم کی صنعتین ہون جیسے ترجیع مع التجنیس کہ یہ مجموعہ ہے دو صنعتون کا جس مین سے ایک صنعت ترجیع یہ ہے کہ الفاظ ایک دوسرے کے مقابل ہم قافیہ ہون دوسرے صنعت تجنیس یہ ہے کہ وہ مرصع الفاظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنے مین مغایر جیسے کرم کے اس شعر مین

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات		نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات

ایک جگہ پہونچا عضو کا نام ہے اور دوسری جگہ مصدر پہونچنا سے ماضی کا صیغہ ہے اور ایک جگہ کلائی ہاتھ کے خاص حصے کا نام ہے اور دوسری جگہ کل آئی چین و آرام حاصل ہونے کے معنے مین ہے اور ایک جگہ ہاتھ ایک خاص عضو کا نام ہے اور اُسکے قبل ہے کا لفظ رابطہ مثبت غیر زمانی ہے اور دوسری جگہ ہیہات عربی کا لفظ ہے افسوس کے معنی مین جسکو فارسی مین تحیر اور تعجب کی جگہ بھی استعمال کر لیتے ہین اگر دو سے زیادہ صنعتین جمع ہون تو اُسے متنوع کہتے ہین جیسے۔

ناسخ

کچھ تری بات کو ثبات نہین		ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین

اس مین تین صنعتین ہین ایک صنعت تجنیس زائد و ناقص ہے بات اور ثبات مین دوسرے تضاد ہے ہان اور نہین مین تیسرے سیاقۃ الاعداد ہے ایک در پانچ اور سات مین (۸) خمریات ایسے اشعار کا نام ہے جن مین شراب کے اوصاف اور ساقی اور آرائش محفل کے حالات ہون۔

سیّد محمد خان رند

ساقیا پلوا تنک ظرفون کو چلو بھر شراب		مین ہون دریا نوش کیا دیتا ہے اک ساغر شراب

فصل گل ہی کچھ رہی ہو آجکل گھر گھر شراب
ہے دعا ستون کی یارب مثل ماہ و آفتاب
پھر بہار آئے الٰہی پھر شگفتہ ہو دین گل
شوق سے دامادی پیر مغان کرتے قبول
گر یونہی چندے رہی افراط مے کی ساقیا
غم غلط ہوتا ہے غمگین کا سرور بادہ سے
کھل ہی جاتی ہے بناوٹ آدمی کی نشہ مین
مغتنم ہے وقت فرصت ایک دورہ اور ہو

بادہ کش بدمستیان کرتے ہین پی پی کر شراب
جام گردش مین رہے کھایا کرے چکر شراب
تاک کے سائے مین ایڈین مست پھر پھر کر شراب
خوبصورت سی اگر ہوتی کوئی دختر شراب
چاہیے بہتی پھرے مے خانے کے باہر شراب
خون دل پینا پڑے مجھکو نہووے گر شراب
صاف دکھلا دیتی ہے انسان کا جوہر شراب
ہے ابھی شیشے مین اے ساقی کئی ساغر شراب

ذوق

دلوے ساقی جسے اک جام وہ دعوے سے کہے
اللہ اللہ رے تری مستی و بالادستی
سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آب سبیل
زندگانی سے ہے مقصود شراب ساقی
زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو
بیٹھ گوشے مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسے کو
مے نہین برقعۂ مینا مین مگر جلوہ فروز
اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط
دل جو گھر غم کا ہوا اس مین ہو سرمایۂ عیش
دل پر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے واشد

آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس
شب کے مست کہ کر لی گردون سے مساس
کیے مے نوش کہ بجھتی ہے کہین اس سے پیاس
اور باقی ہے تو سب وہم و خیال و وسواس
پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاس انفاس
دیکھ رندان خرابات نشین کا اجلاس
کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس
غم کو جا دل مین نہ دے جی کو نہ رکھ اپنے اداس
وہ مثل ہے کہ کہان گھونسلے مین چیل کے ماس
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفل وسواس

سودا

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر
لگی ہے کرنے آکر سوے گلشن
گھمنڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق
تغافل کو نہ اب فرمائیو کام
ستم ہے گر نہو اب ساغر و جام

تری دوری مجھے اسوقت ہے جبر
چراغ گل نسیم صبح روشن
مجھے بے کشتی مے تو نہ کر غرق
لپک لیکر بغل مین شیشہ و جام
عجب ہی لطف سے پھولی ہے یہ شام

جھکا دے منھ میں ساقی شیشۂ مے ۔ مغنی پھونک دے بھر خدا نے
کہ آپہونچا ہے وقت بادہ نوشی ۔ نہیں مطرب یہ ہنگام خموشی
ترانا گا وہ پی کر ساغر مل ۔ کہ ہووے سرمۂ آواز بلبل
جو بولے محتسب منھ توڑ اُس کا ۔ جو ملا کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا
سخن اِسوقت اُس کا بے محل ہے ۔ ہمارا اب جو کہے اُس پر عمل ہے
کہے ہے دیکھکر اب اِس ہوا کو ۔ جواب اے کشان میں دون خدا کو
کریم اپنے کو میں کرلون گا راضی ۔ دہن سے شیشے کے لورلیش قاضی

مثنوی میر حسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام ۔ تمامی کے پردے لگائے تمام
بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف ۔ مرصع کا اُس پر اڑھا کر غلاف
وہ نرگس کے رستے جو آفاق مین ۔ نہ نکلیں سو لا کر چنے طاق مین
ولایت کے میوے دھرے ہر طرف ۔ کہ لیجا وے بو اُنکی گل پر شرف
دھرے تخلخے خاص ایوان مین ؛ ۔ ہوا ہو گئی عطر دالان مین ؛
دھری کیاریان اک طرف بے شمار ۔ مچی اک طرف ڈالیون کی قطار
اچار و مربے دھرے خوشنما ۔ وہ باہر کے دالان مین جا بجا
چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند بچھا ۔ اور اُسپر تمامی کے تکیے لگا
چنگیرین بنا اور رکھے پاندان ۔ قرینے سے اُس مین رکھے ہار پان
کئی عطر دان دان مرصع دھرے ۔ انوکھی گھڑت کے کئی جو گھڑے
سرہانے مجلد دھری اک کتاب ۔ ظہوری نظیری کا کل انتخاب
دھری اک بیاض اور رشک چمن ۔ پُر از شعر سودا و میر حسن
قلمدان بھی اک نزاکت بھرا ۔ قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا
دھرا اک طرف گنجفہ خوش قماش ۔ دھری چوپڑ اک طرف کو غم تراش
کھچی ایک چوکی پڑا تورہ پوش ۔ کریں دیکھکر غش جسے بادہ نوش
صراحی و ساغر شراب و کباب ۔ دھرا اُسپہ ساقی نے کر انتخاب
وے اُسکو رکھا چھپائے ہوے ۔ کہ چھوٹے نہ ہے منھ لگائے ہوے

مصرع اول	مصرع دوم
کہا خاصہ پز کو خبردار کر	کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

ایضاً

مصرع اول	مصرع دوم
عمارت کی خوبی درون کی وہ شان	لگے جس مین زربفت کے سائبان
چقین اور پردے بندھے زرنگار	درون پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈورسے در پہ اٹکا ہوا	کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریان سربسر	کہ ہہ کا بندھا جس مین تار نظر
چقون کا تماشا تھا آنکھون کا جال	نگہ کو وہان سے گذرنا محال
سُنہری مغرق چھتین ساریان	وہ دیوار اور در کی گلکاریان
دیے ہر طرف آئینے جو لگا	گیا چوگنا لطف اُس مین سما
وہ مخمل کا فرش اُسکا ستھرا کہ بس	بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس
رہین کھلتے اُس مین روشن مدام	معطر شب و روز جس سے مشام
چھپر کھٹ مرصع کا دالان مین	جھلکتا تھا اس طرح ہر آن مین
زمین پر تھی اس طور اُسکی جھمک	ستارون کی جیسے فلک پر چمک

فائدہ جس نظم کے اشعار مین باے قسمیہ لاکر کوئی مضمون لکھین وہ نظم قسمیہ کہلاتی ہے جیسے

میر تقی

مصرع اول	مصرع دوم
بصانعے کہ یہ نقاشیان ہین سب اُسکی	زمین ہو یا ہو فلک یا حجر ہون یا اشجار
با حمدے کہ نبوت ہوئی ہے اُس پر ختم	بفاطمہ کہ وہ ہے بنت سید مختار
بمرتضے کہ ولایت مسخر اُن نے کی	بہادری ہے غلامون کا جسکی فن شعار
بہ آن امام کہ کشتہ ہے زہر قاتل کا	گرے ہین لخت دل اُسکے زمین پہ لاکھ ہزار
بہ آن شہید کہ تشنہ لب و شکستہ دل	موا ہے دشت بلا مین ہین اب تلک آثار
بہ سرد مہری شیرین بکینہ خسرو	بگرم جوشی فرہاد و سختی کہسار
بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام	بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار
بہ آب و رنگ گلستان بہ بیکسی اسیر	کہ اُسکو کنج قفس مین رہی ہے یاد بہار
بساغر مے گلگون بہ توبہ سنگین	بدل نوازی ساقی بہ ابر دریا بار
بہ دستگیری چاک و بہ بیقراری جیب	بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن دار

بحیرت رخ جانان بچشم وا مانده
بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار

بقلقل و بہ سبو و بلغزش مردم
بہ مستی مے ناب و بخاطر ہشیار

بہ پوچ گوئی دلے تابی و بہ بے خوابی
بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار

بدیر و برہمن و کفر و با صنم گوئی
بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتہ زنار

بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون
بجرگہ جرگہ غزالان بدیدہ خونبار

بخوشہ خوشہ سرشک بدار بست مژہ
بقطرہ قطرہ شراب و بجام دست یار

بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش
بجان عاشق مسکین کہ یار پر ہے نثار

بخاک عاشق بے خانمان کہ باد صبا
نہیں دکھاتی اُسے بعد مرگ کوچہ یار

باضطراب چراغ و بدشمنی نسیم
بخاطر دم آخر کہ اُس سے ہے بیزار

بدور گردی رنگ قبول یاس دعا
باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار

بخیل خیل خرابی بگوشۂ صحرا
بخوش سوادی شہر و بقریہ و بدیار

بشوق وصل نگار بجان مایوسی
بہ آرزوئے ہم آغوشی و بہ بوس و کنار

بہ سینہ کوبی زخم جگر بماتم میر
بجان کنی گلوگیر و حسرت دیدار

قسم ہے میرے تئیں ان تمام قسموں کی
کہ تجھکو علم ہے ان سب کا کیا کروں میں شمار

یہ آرزو ہے مرے دل میں مدتوں سے شہا
رہے نہ بعد مرے ہند میں یہ مشت غبار

اُڑائے اِسکو صبا یاں تلک کہ لے پہونچے
تجھ آستان کے آگے کہ ہے فلک کے دار

فائدہ دیگر المعجم میں لکھا ہے کہ شعر کی بنیاد اچھے وزن۔ شیریں الفاظ عمدہ معانی۔ درست قوافی۔ سہل ترکیب اور لطیف مضامین پر ہو اس طرح کہ اُس کا سمجھ سکنا آسان ہو اُسکا مطلب اخذ کرنے کے لیے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہو اور استعارات بعیدہ۔ مجازات شاذ تشبیہات کاذبہ اور تجنیسات مکررہ سے خالی ہو اور ہر بیت کے لفظ و معنے پورے اُس میں موجود ہوں سوائے سیاق کلام اور سلسلۂ معانی کے دوسرے اعتبار سے غیر بیت پر موقوف نہو اور الفاظ و قوافی کا دروبست بخوبی ہو اور خاص قصیدے کے لیے اتنا اور ضرور ہے کہ وہ تمام ایک طرز پر ہو۔ ایسا نہو کہ عبارت کہیں عمدہ اور کہیں خراب ہو جائے اسی طرح نہ معانی کبھی مرتب اور کبھی مضطرب ہو الفاظ کا باہم میل بنا رہے اور متروک الفاظ سے پاک ہو اس امر کو **تفویف** کہتے ہیں

جو لغت مین کپڑے پر رنگ برنگ کے خطوط بنانے کے معنے مین ہے۔

پانچوان موتی شعر کی تفصیل مین باعتبار اقسام نظم کے

اصطلاح مین شعر کو **بیت** بھی کہتے ہین کہ دو مصرع مساوی ہوتے ہین اور عروض وضرب رکھتے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ بیت کے معنی گھر کے ہین اور گھر کے لیے زمین چھت ستون میخ رسی کمبل ٹاٹ۔ کپڑا اور نقاشی سب چاہیے ایسے ہی یہ چیزین شعر کو چاہیین کہ اُسکو بھی گھر سے مناسبت ہے پس اسکی زمین مضمون ہے یعنی جب کوئی ارادہ مکان بنانے کا کرتا ہے تو پہلے زمین تلاش کر لیتا ہے اسی طرح جب شاعر شعر کہنے کو ہوتا ہے تو پہلے مضمون تلاش کر لیتا ہے اور اُسکی چھت قافیہ ہے اور رسّی اور میخ اور ستون ارکان بیت ہین جس طرح کہ رسّی اور ستون اور میخ سے گھر مستحکم ہوتا ہے ایسے ہی ارکان بحر سے مضبوطی ہے کیونکہ ارکان مرکب ہین سبب ووتد اور فاصلے سے اور لغت مین سبب رسّی کو کہتے ہین اور وتد میخ کو اور فاصلہ ستون کو اور جیسے کہ گھر کپڑے اور کمبل اور ٹاٹ سے تیار ہوتا ہے اسی طرح بیت الفاظ سے تیار ہوتی ہے **فائدہ** اکثر صحرا نشینان عرب کا گھر کمبل اور کپڑے کا ہوتا ہے بطور بال کے۔ اور گھر مین آرائش کے واسطے نقاشی بھی کرتے ہین تو بیت کی نقاشی صنائع وبدائع لفظی ومعنوی کی رعایت کرنا ہے اور گھر کے دروازے کے دو کنواڑ ہوتے ہین اسی طرح غالبًا شعر کے بھی دو مصرع ہوتے ہین اور جس طرح لوگ گھر کے اندر دروازے کی راہ سے آتے جاتے ہین اسی طرح خیالہاے مردم مدعاے بیت مین مصاریع کی راہ سے پہونچتے ہین خلیل کے نزدیک بیت کے لئے دو مصرعون کا ہونا لازم ہے اور شعر اسکے نزدیک بیت کا مرادف ہے اور سواے خلیل کے دوسرے علما بیت کے لیے دو مصرعون کا ہونا واجب نہین جانتے بیت کے مصرع اول کے پہلے جز کو **صدر** اور اخیر جز کو **عروض** کہتے ہین اور دوسرے مصرع کے جز اول کا نام **ابتدا** و **مطلع** اور پچھلے جز کا نام **ضرب** و **عجز** ہے اور درمیان مین دونون مصرعون کے جو رہا اُسکو **حشو** قرار دیتے ہین لغوی معنے صدر کے اول وبلندی وابتدا اور مطلع کے معنے شروع وجاے آغاز وغیرہ اور عروض کے معنی طرف کے اور ضرب کے معنی قسم وحصہ کے اور عجز کے معنی سرین وغیرہ کے ہین اور حشو بھرتی کو کہتے ہین پس وجہ تسمیۂ اجزاے بیت کی ان اسما کے ساتھ ظاہر ہے الغرض کلام موزون ومقفٰے کی دس قسمین ہین۔ غزل۔ قصیدہ۔ مسمط۔ ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ مثنوی۔ قطعہ۔ رباعی۔ مستزاد۔ فرد۔

بیان غزل

غزل اُن اشعار متفق الوزن والقوافی کو کہتے ہین جنکی بیت اول کے دونون مصرع مقفٰی ہون اور اُس بیت کو مطلع کہتے ہین اور باقی ابیات غزل مین صرف مصرع ثانی مین قافیہ ہوتا ہے اور بیت ثانی کو حسن مطلع ذریب مطلع۔ بولتے ہین اور ایک غزل مین دو یا تین یا زیادہ مطلع بھی لاتے ہین جیساکہ لُطف نے ایک غزل چودہ شعر کی لکھی ہے اور وہ سب شعر مطلع ہین چنانچہ خود اُنھون نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

لکھے سب اس غزل مین لطف تو نے یوح کے مطلع
غزل اک وہ بھی پڑھ ہے اگر مداح حضرت کا

اور امانت کی اس غزل مین ۹ مطلع ہین

مداح مین ہوا شہ گردون جناب کا
ذرے کو حق نے رُتبہ دیا آفتاب کا

اور اس غزل مین ۱۱ مطلع ہین۔

نظر مین تولتا ہے شعر اب ہر غیرت یوسف
امانت گرم ہے بازار اپنی طبع موزون کا

امانت کی ایک غزل مین ۳۲ شعر ہین جس مین سولہ مطلع ہین۔

ذوق کی اس غزل مین ۱۰ مطلع ہین۔

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

اور سب سے آخر کی بیت کو ختم غزل اور مقطع کہتے ہین۔ فارس اور ہند کے شعرا نے ایک اچھا طریقہ وضع کیا ہے کہ اپنی ذات کے لیے ایک مختصر سا نام اختیار کر لیتے ہین اور اُسکو اپنی نظم کے بیت آخر مین لاتے ہین اور اُس کا نام تخلص ہے خان آرزو چراغ ہدایت مین لکھتے ہین کہ تخلص اُس بیت کو کہتے ہین جس مین شاعر اپنا تخلص لائے جیساکہ اس شعر مین کمال خجند کے۔

کمال از گفتۂ خود ہر چہ داری
تخلصہا ے تو لبس آبدار ست

مؤلف کہتا ہے کہ اس شعر مین تخلص سے مراد گو نہ ہے کہ اُسکا ذکر قصیدے مین آنیوالا ہے مقطع مقصود نہین اور ظاہر ہے کہ حُسن تخلص بھی اُس صنعت کو کہتے ہین کہ قصیدے مین اول چند شعر کسی مضمون کے لکھکر پھر مدح ممدوح کی طرف سلاست الفاظ اور نفاست معنے اور وجہ لطیف اور طرز ظریف کے ساتھ رجوع کی جائے شعرائے عرب مین تخلص کا دستور نہ تھا یہ تخلص یا نام کا جز ہوتا ہے جیسے انشاء اللہ خان نے اپنا تخلص انشا کیا اور حکیم مومن خان نے مومن اور منشی امیر احمد مینائی نے امیر یا کوئی اور نام کسی رعایت و مناسبت سے تجویز کرتے ہین جیسے محمد تقی نے میر اور مرزا رفیع نے سودا اور مرزا اسد اللہ خان نے غالب اور شیخ ابراہیم نے ذوق اور نواب

مرزا خان نے داغ اور شیخ امام بخش نے ناسخ اور خواجہ الطاف حسین نے حالی رکھا تخلص اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نام شاعر کا ارکان بحر مین گنجائش پذیر نہین ہوتا اسلیے ضرورت تخلص کی ہوتی ہے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض شاعر جو فارسی و ریختہ یا اُردو و بھاشا یا فارسی و بھاشا دو زبانون مین سخن سرائی کرتے ہین وہ دونون مین تخلص مختلف لاتے ہین جیسے عنبر شاہ خان فارسی مین عنبر اور اُردو مین آشفتہ تخلص کرتے تھے اور نواب مصطفےٰ خان کا فارسی مین حسرتی اور اُردو مین شیفتہ تخلص تھا اور حسین علی خان شاگرد مرزا غالب فارسی مین خیالی اور اُردو مین شادان تخلص کرتے تھے جن لوگون نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تخلص مؤنث نہ چاہیے اور اس خیال سے تخلص نسیم پر معترض ہوے ہین یہ انکی محض نادانی ہے اسلیے کہ بہت سے تخلص اساتذہ کے مثل جرأت اور وحشت اور حشمت وغیرہ کے مؤنث ہین ہان تخلص اچھا چاہیے کیونکہ اسما کی تاثیر ضروری ہوتی ہے جب واجد علی شاہ اودھ نشین اودھ کے قلق و اسیر جو نامی شاعر ہین مصاحب ہوے ایک دلریش صاحب حال نے کہا خدا خیر کرے اللہ تاثیر اسماے مصاحبین سے بجاے انجام کار عرصہ قلیل مین فقیر روشن ضمیر کے اندیشے کا ظہور ہوا بادشاہ کی ریاست جاتی رہی یکایک اسیر قلق عظیم ہوے۔ شاذ و نادر بعض شعرا تخلص مطلع مین بھی لے آتے ہین اور پھر اُسی غزل کے مقطع مین مکرر لاتے ہین یہ بات سودا کے کلام مین بہت پائی جاتی ہے مثلاً ۔ ؎

جرأت

عاشقی جرأت نکر ناحق تجھی کو غم لگا دن بدن تحلیل جرأت کیون ہوا جاتا ہے تو	ربط سب سے رکھ بہت پر جی کسی سے کم لگا آہ یہ بیٹھے بٹھائے تجھکو کیا غم لگا

میر

وہ کمان ابرو اگر در پے ہوا ہے میر کے رد ے دلکش وہ خدا جانے کہ کس سے کھچ گیا	ترکش ان پلکون کا ہے بالاے ترکش تیر کے میر ہم عاشق رہے ہین ایسی ہی تصویر کے

ناسخ

گر اُسے ناسخ مہجور سے کچھ کام نہین رات دن نور خدا کو وہ نجف سے ہی عیان	بخدا اُس بت مغرور سے کچھ کام نہین تجکو ناسخ جبل طور سے کچھ کام نہین

اگر تخلص کو مقطع مین اس طرح لائین کہ وہ معنے کی طرف بھی رجوع کرتا ہو اور اُسکو قطعی تخلص کہنے مین تامل ہو اور اس سے تخلص قائل معلوم نہ ہوتا ہو تو یہ بات بے لطف ہے اور خالی رکاکت سے نہین مثلاً لفظ تمنا کہ خواہش کے معنی مین ہے شاعر کا تخلص ہو تو چاہیے کہ مقطع مین اس طرح لائین کہ شاعر کے تخلص ہونے پر

دلالت کرے جیسے اس مقطع مین مولوی محمد قاسم تمنا مرادآبادی کے۔ ؎

رکھیے جاؤ قدم آنکھو نپہ تمنا کی ذرا
او میان اُس حرم پاک کے جانے والے

نہ یہ کہ سامع جب تک دوسرے شخص سے نہ پوچھے معلوم نہو جیسے اس مقطع مین۔ ؎

عاشق خستہ کی رخصت دم آخر ہے ضرور
ہے اُسے تیرے ہی ملنے کی تمنا باقی

اس بیت مین یکایک بغیر تحقیق کے لفظ تمنا سے شاعر نہین معلوم ہوتا بلکہ خواہش کے معنے پیدا ہوتے
علی ہذا القیاس اس مقطع مین مرزا مکین رفاقت کے ؎

بر سوٹلی ایک دم مین رفاقت جو چھوٹ لے
کیا ایسی زندگی کا بھروسا کرے کوئی

اس مین صاف صاف نہین معلوم ہوتا کہ یہ شعر رفاقت کا ہے۔

لطیف کا مقطع ہے۔ ؎

بندگی پر نہین موقوف ترا لطف لطیف
تونے جب چاہا تو درویش کو سلطان کیا

سکندر کا مقطع ہے۔ ؎

حیف عقبیٰ کے لیے کچھ نہ سکندر نے کیا
آپ گئے روز جیا کس لیے دارا مارا

الغرض غزل مین سواے ذکر شراب وکباب وخال وخط وشاہد رعنا وشکوہ الم مفارقت وذکر وصال و بیان جفاے فلک وخوے بد معشوق کے اور قسم کے مضمون مثل نصیحت ومعرفت ووعظ وپند وغیرہ کے زیبا نہین اور یہ بھی ضرور ہے کہ اول سے آخر تک ساری غزل ایک ہی مضمون کی ہو خواہ فراق کی خواہ وصال کی خواہ اور مضمون کی مگر متاخرین کے نزدیک غزل مین ہر شعر کا مضمون علیحدہ اور مختلف ہونا بھی جائز ہے یعنی اگر شاعر مطلع مین وصل کا حال باندھے اور زیب مطلع مین جدائی کا حال بیان کرے تو روا ہے بلکہ یہی بہت شائع ہے اور ایک نئی طرح اور نکلی ہے کہ اپنے معشوق کو دوسرے کا عاشق قرار دیکر کچھ اسکی بیتابی کچھ اپنا رشک کچھ اور چھیڑ چھاڑ لکھتے ہین اس سے عجیب غریب لطف حاصل ہوتا ہے شعرا نے مستعمل استعاروں سے بچنے کے لیے نئے استعارے اور استعارے در استعارے نکالے ہین اور اسکا ایجاد جدید تصور کرکے نازک خیالی نام رکھا ہے اس سے کلامون مین خیالی نزاکت اور تازگی لطافت تو ہو جاتی ہے مگر کلام پُر اثر نہین ہوتا چونکہ دُنیا مین ہر اک نئی چیز مزہ دیتی ہے اسلیے یہ طرز ہر اک کو پسند ہے اور علم کی مشکل پسندی نے اُسے زیادہ تر قوت دی ہے جو قدما کی تقلید سے صفائی اور سادگی کی لکیر پر فقیر ہین اور اغلاق کو ناپسند کرتے ہین اوا مطلب ورطرز کلام مین صفائی پیدا کرنے کی کوشش رکھتے ہین جس سے سننے والے کے دلپر اثر ہوتا ہے۔

نازک خیالی کا نمونہ۔ ؎

رکھو دیکھو میری قبر مین شیشہ گلاب کا	تصویر یار ہمسر نکیرین پاس ہے

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب قبر مین نکیرین آئینگے اور مجھ سے کچھ سوال کرینگے تو یار کی تصویر دکھادونگا یا یہ کہ جب وہ مجھ سے پوچھینگے کہ تیرا رب کون ہے تو مین یار کی تصویر دکھادونگا اور کہونگا کہ مین اس کے سوا کسی کو نہین جانتا جیسا کہ مجنون کا جواب مشہور ہے ~ نہ چندان شور لیلی در سرم بود ؛ کجا پروائے کار دیگرم بود ؛ ابس یہ وہ اُس تصویر کو دیکھ کر غش کر جائینگے اُنکے ہوش مین لانے کے لیے شیشہ گلاب کا ساتھ ہونا ضرور ہے میری قبر مین رکھدینا اس قسم کے اشعار معما سمجھے جاتے ہین۔ اور ہر ایک کے فہم مین مشکل سے آتے ہین غالب ~

ہان منھ مین مگر بادہ دوشینہ کی بو آئے	ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین

بادۂ دوشینہ یعنے رات کی پی ہوئی شراب جو مرنے سے پہلے پی تھی شخص از راہ شوخی کے کہتا ہے کہ نکیرین کے سوال وجواب سے بچنے کی کوئی تدبیر اُسکے سوا نہین کہ شراب پیکر مرین تاکہ نکیرین اُسکی بو کی کراہت سے بغیر سوال وجواب کیے چلے جائین۔ ولہ ~

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

یعنے دہقان کی سعی گل کے حق مین گل کی خرمن راحت کے لیے برق کا کام دیتی ہے دیکھو وہ لالے کے درخت پر اسقدر کوشش کرتا ہے لیکن اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہے کہ گل لالہ کے دل پر داغ ہوتا ہے۔

ولہ

باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے	غنچہ ناشگفتہ نہا برگ عافیت معلوم

مطلب یہ ہے کہ کھلنے کے وقت تک غنچے کے مایۂ آرام وعافیت کا باقی رہنا ناممکن ہے کیونکہ ظاہر مین اگرچہ اُسکی صورت صنوبری سے اُسکی دلجمعی کا خیال ہوتا ہے لیکن حقیقت مین اُسکی پنکھڑیون مین پریشانی کا مادہ پنہان ہوتا ہے۔

ولہ

اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا	رکھا غفلت نے دور افتادہ ذوق فنا ورنہ

ولہ

خیال شوخی خوبان کو راحت آفرین پایا	پریشانی سے مغز سر ہوا ہے پنبۂ بالش

ناسخ

کہ زبان مژہ پر شکوہ ہے بینائی کا	میری آنکھون نے تجھے دیکھکے وہ کچھ دیکھا

ولہ

کُھل گیا ہم پر عناصر جب ہوے بے اعتدال	رابطہ واجب سے ممکن دوست دشمن میں نہیں

آج کل کے بعض شعرا کلام میں نہایت تکلف کرتے ہیں الفاظ مصنوعی اور مشکل بھرتے ہیں اور یاران بلید الطبع پر رعب غالب کرنے اور صاحب طرز جدید مشہور ہونے کو اپنے اشعار کو معما کرتے ہیں اور اکثر کلمات خلاف محاورۂ روزمرۂ اُردو استعمال میں لاتے ہیں جنکے دریافت کرنے کے واسطے کتب لغت وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے اسواسطے کلام اُن کا غیر فصیح اور قابل عدم التفات ہوتا ہے کلام نحس و شوم سے بھی شاعرون کو احتراز کرنا چاہیے بعض اوقات ایسا مضمون بدشگون زبان سے نکلتا ہے کہ اُسکی تاثیر سے ضرور خرابی واقع ہوتی ہے جیسے ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ خاتم آل تیموریہ کا یہ شعر ؎

مر گئے آخر پھڑک کر دام سے چھوٹے نہ ہم	دل کی دل ہی مین تمناے رہائی رہ گئی

حضرت بادشاہ صاحب مرتے مر گئے انگریزون کی قید سے نہ چھوٹے دل کی دل ہی مین تمناے رہائی رہ گئی۔

المختصر اصطلاح مین غزل اُن اشعار کا نام ہے جنکی تعریف اوپر کی گئی اور لغت مین غزل جوانی کا حال بیان کرنے اور عورتون کی صحبت اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ ایک شخص عرب مین تھا جس نے اپنی ساری عمر رندمشربی اور عشقبازی مین گذاری اُس کا نام غزل تھا اور ہمیشہ عشق و حُسن کی تعریف کیا کرتا تھا اور سخن عاشقانہ کہتا تھا پس ایسے اشعار کو جن مین حُسن و عشق وغیرہ کا بیان ہو اُسکے نام سے موسوم کر دیا یعنے غزل کہنے لگے مگر قول اول درست ہے۔ عرب کے اشعار مین مرد کا عشق عورت کی طرف ہوتا ہے اور فارسی مین عشق مرد کا امرد کی طرف اور اُردو مین مرد کا عشق عورت کی طرف اور مرد کا عشق امرد کی طرف یعنی دونون طرح ہے اس لیے کہ ماخذ اُردو کا عربی اور فارسی ہے اور شعر ریختہ متبع عرب و عجم دونون کے ہین پس ادیبان عرب کی تقلید سے مرد کے عشق کا عورت کی طرف اظہار کیا اور شعراے فارس کی اتباع سے امرد کے ساتھ عشقبازی کا شیوہ اختیار کیا جو لوگ کہتے ہین کہ اُردو مین عشق مرد کا امرد کی طرف ہے نہ عورت کی طرف وہ بڑی غلطی پر ہین یہ نہین دیکھتے کہ شاعری ریختہ مین امردون کے سبزۂ خط وغیرہ اور عورتون کی پستان وغیرہ دونون کی تعریف موجود ہے اور اساتذہ و موجدین فن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہے۔ مثلاً ؎

امانت

بار محرم سے پڑے ہین سینۂ نازک مین نیل	لے پری انگیا کا سب آب رواں آبی ہوا

آتش

کسی کی محرم آب روان کی یاد آئی
حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا

برق

چاندنی بن گئے کُرتی جو نہا کر پہنی
اگاج کے پھُول ہوے اُنکے بدن مین مہتاب

ذکی

سبز محرم مین دکھائے گر لطافت حُسن کی
خام انار آسا بت رنگین کی پستان سبز ہو

رند

روشن ہے آفتاب سے وہ گورا گورا پیٹ
بہتر کرن سے یار کی کرتی کی توئی ہے

قلق

گلو بیر خاص دھوکا ہو گیا رنگین کٹورے کا
رگ گل ہین جو عالم تھا تری انگیا کے ڈورے کا

ولہ

دوپٹہ آب رواں کا سرکا جو اُسکے محرم سے سمجھے یہ ہم
کہ بحر حسن صنم کا ہمکو دکھا دیا ہے حباب آدھا

مصحفی

بیم کیون پنجہ شاہین سے نہ ہو پستان کو
دام مین رکھتی ہے اپنے دو کبوتر کُرتی

اخگر

اُس نا ک کی لونگ سونگھتا ہون
حاجت مجھے کیا الائچی کی

ذوق

اللہ ری تاب حُسن کہ اُسکا دُر بلاق
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

نادر

کیل سونے کی ہے عکس طلائی رنگ سے
حلقہ بینی کی جا رکھو جو تنکا ناک مین

حزین

پہنے جو یار تنے کرن پھُول کان مین
پتو نیہ لوٹتی رہی شبنم تمام رات

احمد حسین خان صبا

کان چھدوائے جو اُس نے تو غش آیا مجھکو
بالے پن ہی مین کیا بس نہ دبا لا مجھکو

محسن

واہ کیا تاثیر ہے رنگ صبیح یار کی — بن گیا ہیرا جو پہنا اُسنے سبزہ کان مین

شہید

چاندی کی چوڑیونکو طلائی بنادیا — رنگ حنا ہے یا ترے اکسیر ہاتھ مین

ولہ

شوخ یہ رنگ حنا اے گل ہے جسکے عکس سے — گجرے پھولونکے بنے سونیکے کنگن ہاتھ مین

نادر

بوجھ اتنی چیز کا کیا دست نازک سے اُٹھے — آرسی چھلہ کڑے پہونچی ستار سے چوڑیان

بحر

حسن روز افزون لے گنجائش نیابی جسم مین — بنگیا انگیا کے اندر وہ سمٹکر چھاتیان

ثابت

ٹوٹتے ہین شب وصل دست شوق اُنکے مین — یہ گول گول ہی کیا سخت تیرے سینے مین

جلال

آرہی زلف ہوا سے جو تری پستان پر — ابر نے لیلیا آغوش مین کہساروں کو

جوش

تمھاری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار — لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چنبئی نیفہ — دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

جلال

بناؤ فخر سر چرخ اخضری چوٹی ہے — گیاہ سنبلہ سے بھی رہے بڑی چوٹی

گویا

لپٹی ہے چوٹی یار کی پھولونکے ہار مین — سنبل نے گل کھلائے ہین فصل بہار مین

منیر

سو پیچ پڑے لاکھ بلائین ہوئین باہم — ان سب سے بنائی بُت مغرور کی چوٹی

ان تمام اشعار مین اُن چیزون کی تعریف مذکور ہے جو عورتون سے خصوصیت رکھتی ہین۔

اسیر

خط نمودار ہوا وصل کی راتین آئین — جن کا اندیشہ تھا منھ پر وہی باتین آئین

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن کے رخ پر عیان — ورنہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

تسلیم

دید کے قابل ہے جوبن سبزۂ رخسار کا — معجزہ ہے سبز ہونا آگ پر گلزار کا

خلیل

بتونکا سبزۂ خط خال کا نہین محتاج — بغیر مہر یہ خط اعتبار رکھتا ہے

وزیر

سبزۂ خط سے ہوا اور وقار عارض — خضرآباد ہوا نام دیار عارض

وزیر

مسین بھیگی نہین ہین یہ وزیر اُس آئینہ رو کی — نمایان پشت لعل لب پہ ہی عکس مژگان کا

ان اشعار مین ایسی چیز کی تعریف ہے جو امردسے خصوصیت رکھتی ہے۔

ریختہ کے مقابل ایک زبان ریختی اور ایجاد ہوئی ہے اُس مین عورتون کی بولی عورتون کے ساتھ باندھی جاتی ہے موجد اسکے سعادت یارخان رنگین ہین اُنکی بنیاد فقط یارون کے ہنسنے ہنسانے پر ہے مگر انشاء اللہ خان نے اس طرز کو جلا دے کر خوب گلدستہ سجایا متاخرین مین جان صاحب اس فن کے بڑے ماہر فن یہان پر ایک دو شعر ریختی کے بطور نمونہ کے لکھے جاتے ہین۔

رنگین

مین وہ بھی اوڑھنے کی نہین کل کی اوڑھنی
ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کرلو — باجی مجھے منگا دو جھلاجھل کی اوڑھنی
یہان سے ہے کے پیسے ڈولی کہارو

انشا

مردوا مجھ سے کہے ہے چلو آرام کرین — جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو نوج

ولہ

تم نے بربتی کہانی تو بیسڑی انّا — آپ بیتی تو کوئی بات نہ چھیڑی انّا

نہین سنگار لیا تو نے تو پھر انشا نے
مرے دروازے کی کیون چول اکھیڑی انا

مین ترے صدقے نرکھ ای مری پیاری روزہ
ولہ
بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

جان صاحب

نماز پڑھ پڑھ کے تو گنا ہون سے اپنے توبہ تو اکیا کر
نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے متاعی رنڈی کو گھر مین ڈالا

بنجان ہند و بہ دے دوگانہ خدا خدا کر خدا خدا کر
بنایا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو تمنے ڈھا کر

بھاشا مین عشق عورت کا مرد کی طرف ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ ہندوؤن کی قوم مین مرد کم اور عورتین زیادہ ہونیکے سبب مرد محبوب ہوے کیونکہ کم چیز عزیز اور زیادہ چیز حقیر ہوتی ہے پس شان محبوبی مردون سے متعلق ہوگئی اور عاشقی عورتون کے ساتھ مخصوص ہوئی مولوی غلام علی آزاد نے اسی طرح لکھا ہے۔ ؎

بائین بچھڑائے جات ہو نبل جان کے موے
اس ہردے نی جاؤگے مرد بدونگی توے

انتہی ورین سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے عشق بازی کی ابتدا کی جاتی ہے تو ایسے بیان مین شیرینی زیادہ ہوتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عورت کا عشق مرد کی نسبت بیان کرنا چاہیے پھر عورت کی عاشقی کا ڈھنگ دیکھکر مرد کا عشق عورت کی نسبت بیان کرنا چاہیے۔
غزل کے اشعار طاق ہوتے ہین اور محققین کے نزدیک ایک غزل کی تعداد پانچ شعر سے کم نہین ہوتی اور گیارہ شعر سے زیادہ نہین لیکن بعض اگلے شاعرون کے نزدیک ایک غزل کی تعداد کم سے کم تین شعر اور انتہا پچیس شعر تک ہے اس زمانے مین سترہ اور انیس اور اکیس بلکہ اس سے زیادہ اشعار کی غزل لکھتے ہین چنانچہ سخنوران متاخرین فارسی کے کلام مین چالیس شعر تک اور شعراے متاخرین ریختہ کے کلام مین پچاس پچپن شعر تک کی غزلین موجود ہین پس اگر کوئی شاعر نہایت برجستہ اور پسندیدہ زمینون اور دلچسپ بحرون مین لطف محاورہ درستی ترکیب اعلیٰ درجے کی لطافت و فصاحت نئے خیالات اور چھتے قافیون کے ساتھ طول طویل غزل لکھے اور اصول غزلیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے تو یہ کمال مشق سخنوری پر دلیل ہے البتہ اگر مضمون لچر و واہیات اور قافیے پوچ و خراب ہونگے تو کوئی پسند نہ کرے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا طائر مضمون کم پایا جاتا ہے جو دام متقدمین کا اسیر نہوا ہو۔ ؎

حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

یہ تو قول ہرگز مسلم نہین اسلیے کہ مبدء فیاض کا فیض نامتناہی ہے اُسکی فیض رسانی مین کسی صورت سے کمی نقصان نہین ہم اس قول کو ایک بزرگ کے اپنی راے کے مطابق پاگئے ہین۔ ؎

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

اور نسیم کہتا ہے۔ ؎

ہر چند کہ اگلے اہل فن تھے		سلطان قلمرو سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا		سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی		دریا نہین کار بند ساقی

اور صاحب ترانۂ شوق کہتا ہے۔

لیکن نہین انجمن ہے خالی		کب میکدۂ سخن ہے خالی
حاصل ہے کش کو کچھ نہ کچھ ہے		تلچھٹ ہی سہی اگر نہین مے

شعراے ریختہ نے ایک زمین مین چار چار پانچ پانچ غزلین لکھی ہین اور ہر غزل کے مقطع مین دوسری غزل کا اشارہ کیا ہے شیخ امداد علی بحرؔ ابن شیخ امام بخش ناسخؔ کے شاگردون مین نامور ہین ہفت غزلہ لکھا ہے یعنی سات غزلین ایک زمین مین کہی ہین ایک غزل کا مقطع یہ ہے۔ ؎

سگ و دربان کے لیے کوچۂ جانان چھوڑا	بحرؔ تم رک گئے خاشاک سے دریا ہو کر

مولوی مذاقؔ کا بھی ایک ہفت غزلہ ہے جو نہایت آب و تاب کے ساتھ لکھا ہے اُن مین کا ایک شعر یہ ہے ؎

پھاڑ کر پھینک اے مصور کاغذ کشمیر کو	پردۂ دل کا ورق لا یار کی تصویر کو

زمین غزل مراد ردیف و قافیہ سے ہے مع قید بحر کے۔ صورت مذکورۂ بالا مین ہر غزل مین دوسری غزل کا اشارہ کرنا ضرور نہین ہے اکثر شعراے ریختہ ایسا بھی کرتے ہین کہ ایک زمین مین ایک غزل لکھ کر اُسی زمین مین قافیہ بدل کر دوسری غزل لکھتے ہین اور غزل اول کے آخر مین تبدیل قافیہ کا اشارہ کر دیتے ہین۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ مطلع غزل کے مصرع ثانی کو مقطع کا مصرع ثانی کر دیتے ہین جیسے اس غزل مین خواجہ دردؔ علیہ الرحمۃ کے۔ ؎

مرتا نہین ہون کچھ مین اس سخت دل کے ہاتھون	پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون
اے دردؔ پھیر آنا دل مین ہی ہے میرے	پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون

غالبؔ

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا	جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین	شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا
گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار	لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا
بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسدؔ	جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

ضامن نے مطلع کے مصرع ثانی کو تمام غزل کا مصرع ثانی بنایا ہے۔ ؎

بنی جی کا وہ عالی آستان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
اڑائی خاک ہمنے اب وہان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ملائک لے گئے رضوان شداد	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
شب یلدا مین نیچے ہو گیا چاند	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ہوا ضامن یہ ثابت عکس مضمون	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے

مثال اس غزل کی جو مضمون واحد مین ہے۔

میر

شب وہ جو پیے شراب نکلا	جانا یہ کہ آفتاب نکلا
قربان پیالۂ مے ناب	جس سے کہ ترا حجاب نکلا
تجھ بن جو پیا تھا قطرہ مے کا	آنکھون سے ہو خون ناب نکلا
مستی مین شراب کی جو دیکھا	عالم یہ تمام خواب نکلا
شیخ آنے کو میکدے مین آیا	پر ہو کے بہت خراب نکلا
ایک جرعہ شراب ہی مین واعظ	ہر مسخرگی کا باب نکلا
تھا غیرت بادہ عکس گل سے	جس جوے چمن سے آب نکلا

سوز

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا	کہ جینے کو اس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے	یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ	بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر	یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
چھری لے کے من بعد سینے کو چیرا	تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

فطرت کی یہ غزل فقط چشم و ابرو اور دیکھنے کے مضمون مین ہے۔

غزل

بہت سے چشم جادو اور بہت دیکھے کمان ابرو	نہ ایسی چشم دیکھی اور نہ ایسے دلستان ابرو
پسند آوین نہ کیونکر وہ ہمارے دیدۂ دلکو	عجب شمگیرہ ہے وہ چشم طرفہ سا بیان ابرو

نہ آوے کسطرح وحشت مجھے اُس چشم وابرو سے	کہ ترک مست ہی وہ چشم تیغ خون فشان ابرو
نظر اپنی پری و حور و غلمان پر پڑے کیونکر	تمھاری سی نہ اُنکی چشم دیکھی نے بتان ابرو
ہزارون لالہ رو غنچہ دہان دیکھے پری فطرت	کہان وہ چشم فتان شاخ نخل گل کہان ابرو

مثال اُس غزل کی جو متفرق مضامین مین ہے

ذوق

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی	رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوے ہین خم مے کی طرح ہم	پر کیا کرین کہ مہر ہے منھ پر لگی ہوئی
جلاد بغیر خون کوئی رکتی ہے تیری تیغ	ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجیو نہ اس خاکسار کی	ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی
عیسے بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا	خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی
نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک	ہے پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی
بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزار ہا	گذری ہے اُسکی راہ گذر پر لگی ہوئی
منھ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا	ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی
اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منھ لگا	چھٹتی نہین ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی

حکیم زندہ

قہقہہ سنکر صراحی کا سبو خاموش ہے	جسکو جتنا ہے نشہ اُتنا ہی اُسکو ہوش ہے
اپنا اپنا ظرف ہر ساقی کے سب محتاج ہین	کوئی تو خم نوش ہے اور کوئی ساغر نوش ہے
ہے بندھی خلقت کی گردن مین غلامی کی رسن	خوب چھوٹا مین یہ اُن کا صدقۂ پاپوش ہے
جلوہ فرماتے ہی رخصت ہو گئے سب حواس	اُنکی آمد کیا ہے گویا الوداع ہوش ہے
اپنا پا انداز خود آکر چڑھایا یار نے	اسلیے مرقد ہمارا آج مخمل پوش ہے
قید سے ہستی کے چھٹکر خوب آسائش ملی	قبر نے سمجھا مرا پروردۂ آغوش ہے
دیکھکر آتے ہوے زندہ کو دیوانہ منش	دور سے ساقی نے تاڑا یہ کوئی مدہوش ہے

بیان قصیدہ

قصیدہ اصطلاح مین اُن اشعار کا نام ہے جنمین کسی کی طرح یا ہجو ذکر کی جاتی ہے یا وعظ و نصیحت و پند و موعظت یا تعریف بہار یا شکایت روزگار وغیرہ مضامین درج ہوتے ہین اور وہ اشعار معانی دقیق

اور صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے ساتھ بیان کیے جاتے ہین جس سے زور طبیعت شاعر کا معلوم ہوتا ہے اور شاعری کی تکمیل خاص قصیدے کی مشق و مہارت پر موقوف ہے جس شاعر نے قصیدے مین کمال بہم نہین پہونچایا وہ مسلم الثبوت نہین سمجھا گیا یہانتک کہ حکیم سنائی اور شیخ سعدی۔ اور امیر خسرو جیسے بزرگون کا دامن بھی اس آلودگی سے پاک نہین رہا مرزا غالب کا قول تھا کہ جو قصیدہ نہین لکھ سکتا اُسکو شعرا مین شمار کرنا نہ چاہیے اور اسی بنا پر وہ شیخ ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا جانتے تھے۔ برخلاف غزل کے قصیدے مین فصاحت و بلاغت و متانت تینون باتون کا ہونا ضرور ہے آجکل کے اکثر شعرا نے قصیدے کو غزل کے ڈھنگ پر لا رکھا ہے اور یہ نہین جانتے کہ قصیدہ اور غزل مین بڑا فرق ہے۔ لغوی معنوی قصیدے کا رجے مغز کے ہین چونکہ ان اشعار مین بڑے بڑے مضامین زور طبیعت اور پوری طاقت کے ساتھ لکھے جاتے ہین اس مناسبت سے انکو قصیدہ کہنے لگے بعضون نے اور بھی وجہین لکھی ہین مگر ریکیک ہین ریختہ مین متقدمین سے لیکر متاخرین تک میر تقی و مرزا رفیع سودا اور حسرت اور انشا اور مومن و غالب و ذوق نے قصیدے لکھے ہین مگر متقدمین مین میر کا قصیدہ بہ نسبت اُنکی غزل کے کم پایا ہے اور سودا کے قصائد لاجواب اور نہایت زور کے ہین یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہین کہ سودا کی غزلین انکے قصائد سے پست رتبہ ہین متوسطین مین سید انشا کے قصیدے بھی نہایت عمدہ ہین متاخرین مین شیخ ابراہیم ذوق اور اسمٰعیل حسین منیر نے وہ زور طبیعت دکھایا اور ایسے قصیدے لکھے کہ آج تک کسی کو وہ بات نصیب نہوئی سچ پوچھو تو قصیدہ گوئی ختم کر گئے دو قصیدے نعت و منقبت مین شہیدی کے بھی مشہور ہین ہر چند کہ اور شاعرون نے بھی اُس زمین مین زور طبیعت آزمایا ہے مگر اُنکا کلام اُس مرتبے کو نہ پہونچا یا میزان الافکار مین بحث ایطا مین لکھا ہے کہ کمتر قصیدہ وہ ہے جو سات شعر رکھتا ہو اور ریختہ مین قصیدے کے اشعار پندرہ شعر سے اور بقول بعض انیس بیس شعر سے کم نہین ہوتے اور انتہا ستر تک قرار دی ہے لیکن فصحاے متاخرین کے قصیدے دو دو سو شعر تک کے پائے جاتے ہین بعض شعراے فارسی نے بھی ایک سو بیس شعر تک حد مقرر کی ہے اور عرب کے شعرا نے پانچ پانچ سو اشعار کے قصیدے لکھے ہین حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان مین کہتے ہین کہ مین نے قصیدے کی حد اکیس بیت سے اکتیس تک مقرر کی ہے تاکہ قوت سامعہ کو اُس سے آرام ملے اور طبیعتون کو ناگوار نہ گذرے یہ بھی دستور ہے کہ اکثر قصیدے اپنے حرف ردیف سے مشہور ہوتے ہین مثلاً حرف آخر بیت قصیدہ کا کاف ہوگا تو کافیہ کہینگے اور لام ہوگا تو لامیہ اور قاف ہوگا تو قافیہ علی ہذا القیاس بعض قصیدے اپنے مضمون سے مشہور ہوتے ہین یعنے جو ذکر اُن مین ہوتا ہے اُسی سے منسوب ہو جاتے ہین مثلاً اگر قصیدے مین کسی کی

مدح ہو تو مدحیہ اور اگر اپنے فخر و مباحات مین ہو تو فخریہ اور جو اُس مین بہار کا ذکر ہو تو بہاریہ اور عشق کا ذکر ہو تو عشقیہ کہلاتا ہے اور کبھی قصیدے کا نام باعتبار اُسکے ربتے کے ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی نے اپنے ایک قصیدہ فارسی کا نام عمان الجواہر رکھا ہے اور ایک کا ترجمۃ الشوق اور انشا نے ایک قصیدے کا جو صنعت عاطلہ مین ہے اور کئی صنعتون پر مشتمل ہے طور الکلام نام رکھا ہے اور سودا نے اپنے قصیدونکو باب الجنۃ اور بحر میکران اور تضحیک روزگار کے ساتھ موسوم کیا ہے حسرت نے اپنے ایک قصیدے کی جس کی ردیف ساتون ایک ہے گل باغ نجف تاریخ نکالی ہے غرضکہ ہر صورت مین قصیدے کی دو قسمین ہونگی ایک تمہیدیہ دوسرا خطابیہ جسکو مجردیہ بھی کہتے ہین -

بیان قصیدۂ تمہیدیہ

تمہیدیہ کے معنے لغت مین فرش بچھانے کے ہین چونکہ ایسے قصیدون مین مدح ممدوح کی اور نام ممدوح کا بعد ذکر چند اُمور زائد کے بیان کیا جاتا ہے پس یہی فرش بچھانا ہے اور اس جگہ تمہید سے یہ مراد ہے کہ مدح کے پیشتر چند بیتون مین کچھ بہار کی صفت یا زمانے کی شکایت خواہ عشق و حُسن کی کیفیت یا اور کوئی مضمون بیان کیا جائے اُسکے بعد عمدہ طور سے ربط دیکر مدح ممدوح کی یا ہجو یا جو کچھ مقصود ہو شروع کیا جائے تمہید کے بعد مطلب کی طرف متوجہ ہونے کو گریز اور حسن تخلص اور تخلیص کہتے ہین اور جس مقام سے تمہید چھوڑکر مطلب شروع کیا جائے اُس مقام کو مخلص کہتے ہین اور وہان پر ایک اشارہ معقول بھی کر دیا کرتے ہین اور جس قصیدے مین گریز نہ ہو اُس کو مقتضب بولتے ہین اور تمہید کو تشبیب بھی کہتے ہین شین منقوط سے تفصیل کے وزن پر اور بعضون نے اُسکا نام نسیب نون و سین مہملہ سے بروزن نجیب بھی لکھا ہے اہل تحقیق کا قول ہے کہ تشبیب وہ ابیات ہین جن مین ایام شباب اور عشق کا ذکر ہو اسلیے کہ تشبیب شباب کا حال بیان کرنے اور معشوق کی صفت کرنیکے معنی مین شباب سے مشتق ہے اور نسیب بھی غزل کہنے اور عورت کے جمال کی صفت کرنے کے معنے مین ہے اور شاعرون کے نزدیک تشبیب اور نسیب اُن ابیات کا نام ہے جو قصیدے مین تمہید کے طور پر مدح یا ہجو کے پہلے لکھتے ہین اور شاید پہلے ہی عادت ہو کہ اُن شعرون مین مضمون عشقیہ ہی لکھتے ہون لیکن اب اس کی قید نہین تشبیب عام ہے خواہ حسن یا عشق یا اور طرح کے اشعار ہون یہان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تشبیب بمنزلہ جزو قصیدہ کے ہے گویا اُس کا دیباچہ ہے پس قسم علیحدہ نہ ٹھہری جیسا کہ اور بعض لوگون نے اسکو ایک قسم جدا قرار دیا ہے حالانکہ علیحدہ نہین بلکہ قصیدے ہی کے شمار مین ہے **بیت القصیدہ** یہ ہے کہ شاعر کے اول اول کوئی مضمون ذہن مین آئے اور اُس کو نظم کرکے قصیدے کی بنیاد اُسپر

رکھے پس چونکہ مدار قصیدے کا اس شعر پر ہے اسلیے اسے بیت القصیدہ کہا گیا اور عرف عام مین قصیدے کی جو بیت بھی بہتر ہو وہ بیت القصیدہ کہلاتی ہے۔

الغرض ایک ہی قصیدے مین ممدوح کو غائب فرض کرکے پھر خطاب پر آتے ہین اور تعریف کرتے ہین اور جو کچھ مدعا ہوتا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے تاکہ اُسکی خاطر عاطر پر بار نہ گذرے بعض شعرا غیبت سے خطاب کی طرف آتے وقت ایک اشارہ بھی کر دیتے ہین جیسے اب کوئی مطلع مدح حاضر مین پڑھتا ہون ممدوح میرے سامنے ہے یا اور طرح پر اشارہ ہوتا ہے اور قصیدے کے آخر مین ممدوح کے حق مین دعا کرتے ہین اور اُسکو دعائیہ کہتے ہین اور اگر دعا شرط کے ساتھ ہو اس طرح کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہے تیرا اقبال قائم رہے تو بعض شرطیہ بھی کہتے ہین اور بعض صرف دعائیہ قصیدے مین چار چیزون کا اچھا ہونا ضرور ہے ایک مطلع کہ سامع سُنکر خوش ہو جائے اور طبیعت اُس کی ایسی محظوظ ہو کہ بے اختیار ہو جائے اور بے سُنے باقی قصیدے کے قرار نہ پڑے اگر مطلع بُرا ہوگا تو سامع کا جی نہ لگے گا اور طبیعت کو وحشت ہوگی کیونکہ مضمون نا ملائم طبیعت کو ناگوار ہوتا ہے بلکہ قصیدہ سننے سے گھبرائے گا اگرچہ باقی کلام نہایت عمدہ اور لطیف ہو جس قصیدے مین کئی مطلع لکھتے ہین اُسے **ذوالمطالع** اور **ذات المطالع** کہتے ہین اور یہ بات خوبی مین داخل ہے۔ ذیل کے مطالع کو ملاحظہ کرو۔ ؎

سودا

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا ۔۔۔ تو آب و دانہ کوے کر کبھو نہ ہو پیدا

ولہ

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل ۔۔۔ تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل

ولہ

ہوا جب کفر ثابت ہو وہ تمغائے مسلمانی ۔۔۔ نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

مطلع ثانی

عجب نادان ہین جن کو ہے عجب تاج سُلطانی ۔۔۔ فلک یال ہما کو پل مین سونپے ہے مگس رانی

ولہ

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام
حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام

ولہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک — جون شمع زندگانی ہی میری زبان تلک

ولہ

چہرہ مہوش ہے اک سنبل مشک فام دو — حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو

ولہ

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ — کھلے جو کام سے میرے پڑے ہزار گرہ

ولہ

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تسخیر — معدن ہی جہان سونیکا وان خاک ہی اکسیر

ولہ

ہمجوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تنگ — باور نہین تو دیکھ کہ نالان سے ہی زنگ

انشا

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک — عشق نے کر دیے عیان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

صبحدم مین نے جولی بستر گل پر کروٹ — جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اچٹ (نیند)

ولہ

کیا چیز دیو مرد سخندان کے سامنے — پر جلتے ہین فرشتون کے انسان کے سامنے

ولہ

سحر بہار سے خوشبو مین آگئی یہ لپٹ — کہ صاف چاند سے مکھڑے کے کھل گئے گھونگٹ

ولہ

انگھیان نور کی تیار کرائے بوئے سمن — کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن

ذوق

زہے نشاط کہ گر کیجیے اُسے تحریر — عیان ہو خامے سے تحریر نغمہ جائے صریر

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہے عالم
فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

مومن

کٹتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ | کیونکر سخن فروش ہون سوداگران تیغ

مطلع ثانی

سُلا دیا عدو کو ہومین لسان تیغ | میری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ

دوسرے قصیدے کا مخلص یعنی گریز اچھا ہونا چاہیے اور یہ مقام تمام قصیدے مین مشکل ہے کیونکہ دو مطلب نا آشنا کو باہم ربط دینا ایسا ہے جیسا دو وحشی کو آپس مین موافق کرنا گریز تمام قصیدے کی جان ہے مثلاً۔ ع

سودا

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا | اور ہے بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر

اسمین حضرت علیؑ کی مدح کی طرف گریز ہے۔

ولہ

جو طشت شمع نہوا سکے روضے مین جاکر | تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا

اس مین مدح حضرت علی موسیٰ رضا کی طرف گریز ہے۔

ولہ

خدا کے واسطے باز آتو اب ملنے سے خوبان کے | نہین ہی اُنسے ہر گز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھنے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر | مگر بیمار ہووے صحب یا کھینچے پریشانی
نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے | برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
زہے دین محمد پیروی مین اُسکی جو ہووے | رہے خاک قدم سے اُسکے چشم عرش نورانی

گریز ہے مدح حضرت پیغمبر خدا کی طرف۔

ولہ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر | نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ
ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو ایک خلف | کھاجاتی زہر مادر ایام آگے تنگ

یعنی وہ سیف الدولہ بہادر کی جس سوا
پاوے نہ کوئی لطف و کرم کا کسی مین ڈھنگ۔

گریز ہے مدح سیف الدولہ کی طرف۔

ولہ

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے
بے دعوئے خدائی کیونکر مجھے گمان ہو

جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجکو سب مبارک
مین اور میرے سر پر میر البسنت خان ہو

گریز ہے مدح بسنت خان خواجہ سرائے بادشاہی کی طرف۔

ولہ

غلط ہے تو جو زمانے مین سمجھے یہ سودا
کہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ

بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی
کسی کے کام کی کھولے نہ زینہار گرہ

گریز ہے منقبت حضرت علیؓ کی طرف۔

ایضاً ولہ

کاغذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا
ہو کے کہتے ہین بیک اہل کرم چارون ایک

شاہ مردان جو نہوتی تری خلقت منظور
ہوتے عنصر نہ کبھی ملکے بہم چارون ایک

ایضاً حسرت

ہفت اقلیم کی مین سیر کی پر میرے لیے
باعث رنج و تعب ہین مکان ساتون ایک

ہان مگر دل مین یہ ہے کوے نجف کو جاؤن
کہ بہشتین ہو مین لب حق کی وہان ساتون ایک

مومن

اے فلک دل کو داغ کرتی ہے
زر خورشید کی درخشانی

بے زری سے مری تجھے حاصل
کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی

تجھے معلوم ہے کہ ہون مین کون
کھول دون مین یہ راز پنہانی

مدح خوان شہ وزیر لقب
ختم جس پر ہوئی سخندانی

حالی

گر کرون ذکر لذت طاعات
تلخ کردون مذاق فسق و فجور

چھیڑدون گر فسانہ فرہاد
دل حسرت مین ڈالدون ناسور

کرنے جاؤن جو حق سے عذر گناہ
لے کے آؤن نوید عفو قصور

لون ملائک سے داد حسن کلام
گر لکھون نعت سرور جمہور

دہ شہنشاہ اُمتی جس کا
یان گنہگار اور وان مغفور

تیسرے حسن طلب یعنی مداح ممدوح سے مقصد حاصل کرنے اور کوئی چیز مانگنے مین ایسی سحر بیانی و فسونسازی کرے کہ التماس قبول ہوجائے اور ممدوح اگرچہ بخیل و شوم ہو مگر علو ہمتی کو کام فرما کر بڑی سیر چشمی و سخاوت سے اُسکی حاجت روا کرے مثال اُسکی ؎

غالب

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون
مانا کہ جاہ و منصب ثروت نہین مجھے

ولہ

مہر تاباں کو ہو تو ہو اے ماہ
قرب ہر روزہ بر سبیل دوام
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا
جز بہ تقریب عید ماہ صیام
جانتا ہون کہ اُس کے فیض سے تو
پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام
ماہ بن ماہتاب بن مین کون
مجھکو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے
اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوے بخشش خاص
گر تجھے ہے اُمید رحمت عام
جو کہ بخشے گا تجھکو فر فروغ
کیا نہ دے گا مجھے مے گلفام

دریاے لطافت

دل مرا مجھسے طلب کرتا ہی سو دینار سُرخ
مین یہ کہتا ہون کہ مفلس پاس اتنا زر کہان
سنکے کہتا ہے کہ تمکو شرم بھی آتی نہین
جھوٹ سے کیا فائدہ فرمایئے اے مہربان
آپ ہین مداح ایسے کے کہ جسکے ہاتھ سے
بحر کا کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کان
کس کو باور ہے کہ تم رکھتے نہین ہو اندوختن
اسقدر دولت کہ رکھتے تھے سلاطین کہان

چوتھے مقطع عمدہ ہو اسلیے کہ سامع تمام ابیات سُنکر بھول جاتا ہے اور مقطع کا منتظر رہتا ہے پس اگر مقطع اچھا ہوا تو تمام ابیات از سر نو لطف دینگی ورنہ سارے قصیدے کا مزہ جاتا رہے گا۔ مثال اُسکی ؎

سودا

مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن
طرف سے ساقی کوثر کے ساقی گلفام

ولہ

نخل اُمید سے اپنے ہون بہرہ مند محب
ہو محبت نہ تری جسکو نہ یادے وہ پھل

ولہ

پرواز ہما جب ہو سوا اوج سعادت
شہباز کا طالع کے ترے اُسپہ ہے چنگل

ولہ

تامہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشان ‌ ‌ یہ آستان دولت مسجود دوجہان ہو

انشا سلیمان شکوہ کے مدحیہ قصیدے مین

بس سلیمان جہان تو ہی ہو اور دنیا ہو ‌ ‌ جب تلک گنبد مینا مین رہے چمکا ہٹ

ولہ

ہر چند ہون مین بے سر و سامان و لیک آج ‌ ‌ آیا ہون تجھ سے با سر و سامان کے سامنے
کلغی مجھے بھی ہووے تعجب نہین کہ تھا ‌ ‌ ہدہد کے سر پہ تاج سلیمان کے سامنے

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو ‌ ‌ جیسے مومن پہ فضل رحمانی

داغ

دعا اٹھون پہر ہے ہفت اقلیم آئے قبضے مین ‌ ‌ ترے قلعہ کے ٹھہرے ربع مسکون چاردیواری

مثال قصیدہ تمہیدیہ کی ذوق کہتے ہین۔

شب کو مین اپنے سر بستر خواب راحت ‌ ‌ نشۂ علم مین سرمست غرور و نخوت
مزے لیتا تھا پڑے علم و عمل کے اپنے ‌ ‌ تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت
ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو ‌ ‌ تھا مرا ذہن نہ محتاج حصول صورت
جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام ‌ ‌ عقل کو تجربے کی آتی ہوئی تھی کثرت
نہ غرض مجھکو نتیجے سے نہ کچھ شکل سے کام ‌ ‌ تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت
ذہن مین سب مرے حاضر صور علمیہ ‌ ‌ پر جتانی نہ تھی منظور مجھے علمیت
چار و ناچار جو تر غیب سے یارونکی کبھی ‌ ‌ درس تدریس پہ آجاتی تھی مجھکو رغبت
کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف ‌ ‌ کبھی تھی نحو مین ہر نحو سے مجھے محوبت
کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطقے سے ‌ ‌ تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہی تحت حکمت
کبھی مین کرتا تھا تصریح معانی و بیان ‌ ‌ کبھی مین کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت
کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا ‌ ‌ کبھی کرتی تھی طبیعی مین طبیعت جودت
کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم ‌ ‌ کبھی مثل متکلم نے مجھے پاس ملت
کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات ‌ ‌ اور کبھی کرتا تھا باطل بہ سمار الشقت

کبھی انکار قیامت پہ مین لاتا تھا دلیل | کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے سو حجت
حشر اجساد مین تھا گاہ تردد مجھکو | کبھی تھی عالم برزخ مین مجھے اک حیرت
کبھی تھی عرصۂ تدویر فلک کی مجھے سیر | کبھی مین ناپتا تھا سطح زمین کی وسعت
کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش | کبھی مثبت مرے نزدیک زمین کی حرکت
کبھی مین کرتا تھا اعراض مین جوہر قائم | کبھی مین کرتا تھا معلول سے ثابت علت
کبھی منقول پہ مائل کبھی سوے معقول | کبھی مین فقہ پہ راغب کبھی سوے حکمت
کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر | کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت
کبھی مین کرتا تھا قانون سے تشریح علاج | کبھی مین کرتا تھا قاموس مین تصحیح لغت
کبھی مشائیون سے کرتا تھا مین پیش روی | کبھی لیجاتا تھا اشراقیون پہ مین سبقت
کبھی مین نافی حقائق مین تھا سوفسطائی | کبھی مین معتزلی باعث رد رویت
گہ ملاحد کی تھی تردید کلام الحاد | گہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت
کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس | کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت
مائل موسقی ایسا کہ ادا کرتا تھا | کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چاردون بست
کبھی مین شاعر نغز و ادب دان بلیغ | نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت
کبھی پیش نظر انجیل و زبور و توریت | کبھی مصحف مین نظر میری سراسر آیت
کبھی زردشتیون مین ایسا کہ سارے موبد | ژند و پاژند مین کرتے تھے مری تبعیت
کبھی پر آگہی شاستر و بید و پران | کرون اک بات سے پنڈت کی کتھا مین کھنڈت
آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر | عاقبت پایا تو ہان ابلہ کو اہل جنت
فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف | فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت
بے مقدر نہ پڑے صورت بہبود نظر | دور آئینۂ دل سے نہوز نگ کلفت
علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر | نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت
یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ | ہوے اکبار جو افسانۂ خواب غفلت
لگ گئی آنکھ مری دیکھا کیا خواب مین جون | کہ مجسم نظر آتی ہے نوید بہجت
اللہ اللہ رے حسن اُس کا کہ سرتا بقدم | تھا وہ خالق کا تماشاے ظہور قدرت
جلبی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم | ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین جنت

آکے اُس رشکِ مسیحا نے کہا بالین پر — لاتنم قم کہ یہ غافل نہین وقت غفلت
دیکھ تو کیا افقِ مشرق انوار سے ہے — جلوہ افروز رُخ بانوے صبح عزت
چرخِ مینائی پر اک سبز پری کا عالم — شفقِ صبح پر اک لال پری کی حالت
دی ہے مسجد مین مؤذن نے اذان بہرِ نماز — باوضو ہوگے نمازی نے ہے باندھی نیت
ہوئی بتخانے سے ناقوس کی پیدا آواز — چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت
سحرِ عید ہے کر عید کا سامان نشاط — روز شادی کی ہے آمد شبِ غم کی رخصت
فکر کر تہنیتِ عید کا اُس شاہ کی تو — دور مین جس کے ہی ہر صبح صباحِ دولت
وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف — خسرو جم خدم و داور دارا حشمت
قوتِ ملت و دین قامعِ کفر و الحاد — حامی شرعِ نبی ماحی شرک و بدعت
کون اُس کا نہین جو صافِ صفاتِ نیکو — کون اُس کا نہین سرگرم ثنا و مدحت
سُنتے ہی مین نے بھی وہ مطلعِ روشن لکھا — مطلعِ صبح کو ہو سننے سے جسکے خجلت

مطلع ثانی

مصحفِ رُخ ترا اے سایۂ رب العزت — کھولدے معنیٔ اتممت علیکم نعمت
ترا آوازۂ دولت ہے مقامِ اُمید — ترا ایوان عدالت ہے محلِ عبرت
تیرے عشرت کدے مین دخل کسے غیر نشاط — تیرے خلوت کدے مین بار کسی جز طاعت
صفحۂ علم ہے برجیس سے تو ہم نرا تو — حجلۂ عیش مین ناہید سے تو ہم صحبت
ماہِ نو اک فلک پر ترے نوبردون کی — نو فلک نوکرون مین تیرے قدیم الخدمت
کیسۂ گوہر انجم ترا صرفِ انعام — طاقۂ اطلس گردون ترا وقفِ خلعت
نیتِ نیک تری آئینۂ حسنِ عمل — عملِ خیر ترا جلوۂ حسنِ نیت
تجھ سے راضی ہو خدا اور خدا کا محبوب — تیرا حامی ہے نبیؐ اور نبیؐ کی عترت
کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق — کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکرِ نعمت
نطقِ شیرین سے ترے عام حلاوت ہو اگر — ثمرِ تلخ ہو حنظل کا سبوئے شربت
آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر — کشتیٔ نوحؑ بھی اعدا کو ہو گرداب صفت
وہ تری تیغ کی برش ہے کہ سایہ جس کا — کرے اک دم مین ہیولے سے مفارق صورت
آسیا وار پھرے کیون نہ فلک گرد زمین — تیرے توسن کے جو کاوے کی اُڑا جائے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھون ہیں کہ وہ ہے
ابر رفتار جبل پیکر و گردون رفعت

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلےٰ کی شال
تو ہین دندان صفا ساعد سلمی کی صفت

آب باران کرم تیرا ہے وہ شربت خضر
برسے لائے پہ تو افیون مین نہو سمیت

عدل کے لفظ کو دیتا نہین نقطہ کوئی
عدل سے تیرے جو ہو تو فنا ہے رسم رشوت

دور انصاف مین گر تیرے ہو گشتہ سیماب
تو بلا شبہ پڑے دینی ہوس کو دیت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت مین ہے پیدا وحدت

منتہی ہون نہ کبھی تیری صفات نیکو
گر بیان کیجیے تا حشر صفت بعد صفت

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختم سخن
کہ زبان کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم مین
با شکوہ و حشم و جاہ و بعمر و صحت

خیر خواہون کے ترے چہرے پہ ہو رنگ نشاط
اور بد خواہون کے رخسار پر اشک حسرت

بیان قصیدۂ خطابیہ

قصیدۂ خطابیہ یا مجددیہ اُسے کہتے ہین کہ ابتدائے قصیدہ سے مدح یا ہجو وغیرہ اصل مطلب شروع کردین اور تمہید نہ لکھین عامۂ شعرا ایسے قصیدے کو مکابرہ بولتے ہین مثال اسکی یہ قصیدہ شہیدی کا بطور انتخاب کے جس مین خود شاعر نے قصیدے کے مجدد ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ ؎

طلوع روشنی جیسے نشان ہو شمس کی آمد کا
ظہور حق کی حجت ہے جہان مین نور احمدؐ کا

دبستان ازل مین وہ معلم عقل کل کا تھا
تھا نام ولشان جن روز دن اس لوح جد کا

عجم مین زلزلہ نوشیروان کے قصر مین آیا
عرب مین شور اُٹھا جس دم اُسکی آمد آمد کا

چمن پیرا ہے کن فرش اُسکی بزم رنگین مین
بہار آفرینش ایک بوٹا اُس کی مسند کا

شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اُس سے
نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا

شب و روز اُسکے صاحبزادون کا گہوارہ جنبان تھا
عجب منصب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم مین رونق بخش تھا حورون کی تسکین کو
گیا جنت مین طوبیٰ بنکے سایہ اُس سہی قد کا

شب معراج چڑھکر عرش پر دم مین اُتر آیا
بیان اُس قلزم معنی کے کیا ہو جزر و مد کا

گذر وحدت سے کثرت مین نہوتا ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش احد مین میم احمدؐ کا

بھروسا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہے
تجھے نام مبارک کا ہے فرد التفرین کو سد کا

ترے پابوس سے ہفتم فلک پر منزل کیوان
ترے سجدے سے ہشتم آسمان پر فرق فرقد کا

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق کا شامل
خواص اُس برزخ کبریٰ مین ہے حرف مشدد کا

لُٹینگے جب گھڑی عشرت کے سامان بزم جنت مین
کھُلے گا حال اُمت کو ترے انعام بے حد کا

خدا ہی جانے کیا کیا نعمتین دیتا ہے بندون کو
ترا دست دعا ضامن ہے جب ہر کل کے مقصد کا

رہا کعبے مین تیرے در کے روضے پر نہ جا پائی
اسی اندوہ سے ہے زنگ تیرہ سنگ اسود کا

لب گوہر فشان وا ہونگے جب عرض شفاعت کو
تماشا گاہ محشر مین کھلینگے نیک منھ بد کا

عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت مین
محل باقی رہے اللہ کے قول مؤکد کا

تری تعریف سے میری زبان مین آئی ہے تیزی
صفاہان تک مسخر ہوگا اس تیغ مہند کا

بکھینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزارون کے
ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا

ہوئی ہے ہمت عالی مری معراج کی طالب
میسر ہو طواف اے کاش مجھکو تیرے مرقد کا

کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملون آنکھین
کبھی مین دور بیٹھون اور کرون نظارہ گنبد کا

مدینے کی زمین کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا مین اُن کی مین خورش ہون دام اور دد کا

تمنا ہے درختون پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

خدا منھ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے
زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا

بیان مسمّط

مسمّط مفعول ہے تسمیط کا اور تسمیط کے معنی موتی پرونا اور جمع کرنا ہین اور اصطلاح شعرا مین اُسے کہتے ہین کہ چند مصرعے متحد الوزن والقوافی جمع کرکے بند اول کرین اسی طرح اور کئی بند اُسی وزن مین لکھین اور ہر بند کا قافیہ جدا ہو لیکن مصرع آخر ہر بند کا قافیے مین بند اول کا تابع ہو اور اُسکی آٹھ قسمین ہین مثلث مربع مخمس مسدس مسبع مثمن متسع معشر

مثلث اُسے کہتے ہین جسکے ہر ہر بند مین تین تین مصرع ہون پہلے تینون مصرعون کا ایک قافیہ ہو باقی بندون مین دو مصرع قافیہ جداگانہ مین لکھکر تیسرے مصرع مین قافیہ بند اول کی رعایت سے ہو وعلیٰ ہذا القیاس مثال اسکی ؎

عباس علی خان بیتاب رامپوری

امید کا ہے کو تھی دلربا کے آنے کی
خوشی نہو نہ مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے نعش پہ اُس بے وفا کے آنے کی

نہین ہون آشنا بھی دل دان بھلا مین کہ ناصح
سمجھ کے اور ہی کچھ مر چلا مین اے ناصح
کہا جو تو نے نہین جان جا کے آنے کی

بگڑ نہ پہلے ہی ظالم ذرا سمجھ تو سہی
نہ جائے کیون دل مرغ چمن کہ سیکھو گی

بہار وضع ترے مسکرا کے آنے کی ہے

شب فراق بُت نے مرنے بھی نہ دیا
خیال زلف مین خود رفتگی نے قہر کیا
اُمید تھی مجھے کیا کیا بلا کے آنے کی

نہ کی کسی نے وفا تھی اُمید جس جس سے
کرون مین وعدہ خلافی کا شکوہ کس کس سے
اجل بھی رہ گئی ظالم سُنا کے آنے کی ہے

کہو اُس آفت جان سے کوئی برائے خدا
مرے جنازے پر آنے کا ہے ارادہ تو آ
کہ دیر اُٹھانے مین کیا ہے صبا کے آنیکی

خدا کے واسطے بیتاب تم تو سچ کہدو
مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہین نہ کہتا ہو
مری تسلی کو روز جزا کے آنے کی

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین۔

نظام الدین میرٹھی

خوشی اک مشغلہ ہو رات دن کا
شمار افزون ہو اُسکے سال وسن کا
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

کوئن دنیا کے ہر خطے مین نامی
غریبون اور مسکینون کی حامی
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے زندہ کوئن بادولت وبخت
رہے محفوظ اُس کا تاج اور تخت
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

عبد المجید ازل لاہوری نے مثلث مین تیسرے مصرع کا قافیہ بند اول کے قافیہ کا تابع نہین رکھا اور یہ اصطلاح جمہور کے خلاف ہے۔

ہم ہین جب محروم ترے دید سے
کیا غرض ہمکو ہلال عید سے
کیا مزہ ہمکو وصال عید سے

عید کیا ہم بے قرارون کی بھلا
عید کیا فرقت کے مارون کی بھلا
عید کیا ہو دل فگارون کی بھلا

وہ جو آملتے ازل تو عید تھی
ہم سے ہوتے ہم بغل تو عید تھی
دل کو پھر پڑتی جو کل تو عید تھی

نظام رامپوری نے ایک مثلث اسطرح کا لکھا ہے کہ اُسکے بند اول کے تینون مصرع ہم قافیہ ہین باقی بندون کا دوسرا اور تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہے اور پہلے مصرع کا قافیہ علٰحدہ ہے حالانکہ دستور یہ ہے کہ ہر ایک بند کا پہلا اور دوسرا مصرع ایک طرح کا قافیہ رکھتا ہے اور صرف تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے ۔ ؎

گل فردوس سے حورون نے تو گوندھا سہرا ۔۔۔ کہو نیسان سے کہ تو موتیون کا لا سہرا
اچھے نوشہ کے لیے چاہیئے اچھا سہرا

جوش مین آکے جو مستونکی طرح جھومتا ہے ۔۔۔ کس کی آنکھون کا یہ ہے دیکھنے والا سہرا
مست و مدہوش ہے کسواسطے ایسا سہرا

عکس چہرہ سے ہی نوشہ کی ہر اک گل شاداب ۔۔۔ عرق رُخ سے بنا نور کا دریا سہرا
لہرین لیتا ہے پڑا موج مین کیا کیا سہرا

آیا سرکار سے نوشہ کا شہانا خلعت ۔۔۔ آبیار چمن خلد نے بھیجا سہرا
دل حاسد مین ہے کانٹا سا کھٹکتا سہرا

منھ یہ اسواسطے نوشہ کے ہی رومال نظام ۔۔۔ در دندان سے ندامت زدہ ہوگا سہرا
گو درخشانی مین تابش مین ہے یکتا سہرا

ظفر

گنجڑے کی سی ہاٹ ہی دنیا جس مےسے ساری اکٹھی ۔۔۔ میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی
لے تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

روپ رنگ جھوانی دیس دیکھ عقل گئی ہی ۔۔۔ اوپر میٹھی نیچے کھٹی انبوا کی سی کیری
لے تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

ولہ

دُنیا ہے سرا اس مین تو بیٹھا مسافر ہے ۔۔۔ اور جانتا ہے یان سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہ خدا دیجا تیرا بھلا ہو گا

جو رب نے دیا تجھکو تو نام پہ رب کے دے ۔۔۔ گر یان نہ دیا تو نے وان دیویگا کیا بندے
کچھ راہ خدا دیجا تیرا بھلا ہو گا

دیوے گا اسی کو تو وہ جس کو ہے دلواتا ۔۔۔ پر ہے یہ ظفر تجھکو آواز سُنا جاتا ۔

کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

مُربّع مین چار چار مصرع اسطرح ہوتے ہین پھر دوسرے بند مین تین مصرع قافیۂ جُدا گانہ مین لکھکر چوتھا مصرع قافیہ بند اول کی رعایت سے لکھا جاتا ہے ایسے ہی بند تیسرا اور چوتھا اور پانچوان جہانتک اتفاق پڑے لکھتے ہین یا ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر دو مصرع بڑھا دیتے ہین منشی عبد العلی خان تونگر خلف عبد الواحد خان مسکین نے مؤلف کے شعرون کو مربع کیا ہے۔ ؎

جان جاتی ہے یہان ہجر بتِ دلجو مین ۔۔۔ دل نہین ہے مرا بے یار مرے قابو مین
بیقراری نہو کسطرح ہر اک آنسو مین
دردِ فرقت کا بشدت ہی مرے پہلو مین

تپش مہر رُخِ یار سے تن گل جاتا ۔۔۔ سر سے لے تا بہ قدم آبلون سے چھل جاتا
طالب دید تو بس دیکھتے ہی جل جاتا
سرد مہری کا جو ہوتا نہ اثر مہر دمین

دل خوش

کیا اصل علے روے رسول دوسرا ہے ۔۔۔ وہ لوح جبین مرآۃ انوار خدا ہے
عارض پہ فدا شمس و قمر ہین تو بجا ہے
اُس چہرۂ پر نور کا عالم تو جُدا ہے

گو دل ہے سراپا کے تصور مین عرقناک ۔۔۔ پر ہووے رقم کیونکہ شبیہ شہ لولاک
سب نور سے معمور ہے اُسکا جسد پاک
وہ مطلع انوار خدا شمس ضحےٰ ہے

مرزا قتیل دریاے لطافت مین کہتا ہے کہ اس زمانے مین شعراے ریختہ جنکی طبیعت مین شاعری کی قوت نہین ہوتی جب اپنی شہرت اور حصول منفعت کے لیے مرثیہ گوئی شروع کرتے ہین تو مربع مین لکھتے ہین

گویا

دیتے تھے اہل بیت پیمبر کے واسطے ۔۔۔ سُنتے تھے مجرئی نہ لعین زر کے واسطے
کہتے تھے شیر تک نہین اصغر کیواسطے
پانی پلاؤ ساقی کوثر کے واسطے

جب تیر کھا کے اصغر بے شیر مر گیا ۔۔۔ گودی کو خالی دیکھ کے بانو نے یہ کہا

یا شاہِ دین بتاؤ مرا لال کیا ہوا
اصغر کو لاؤ خالق اکبر کے واسطے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرعِ آخر کی باقی بندون مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

مولوی محمد اسمٰعیل

تنے گا مسرت کا اب شامیانہ | اُٹھے گا محبت کا لفارخانہ
حمایت کا گائین گے مل کر ترانہ
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھین گے لیکن | چمک اپنی دکھلائینگے اب بھلے دن
رہے گا نہ عالم ترقی سے بن ؎
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

زبان قلم سیف پر ہوگی غالب | دبینگے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب
کہ محکوم حق ہوگا دنیا کا قالب
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ ؎

مخمس اُسکو کہتے ہین کہ پانچ پانچ مصرع کے بند لکھے جائین اور ہر بند کا پانچوان مصرع پہلے بند کے پانچوین مصرع کے قافیہ پر ہو یعنی پہلے بند کے پانچون مصرع اور باقی بندون کا صرف پانچوان مصرع متحد القوافی ہون مثال اسکی ۔

دیاشنکر نسیم

مجھے تو کہتے ہو رنگ تیرا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے | زمانہ کی طرح ڈھنگ کسکا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
نہ آج مانو نگا کل کا وعدہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے | کسے بھروسا کہ دم کا نقشا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
گھڑی کی صورت لگا ہے کھٹکا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

مین ہون مریض تپ محبت عیان ہے بیتابیونکی صورت | مین دل جلا ہول دم عیادت نہ جیکے بچنے کی آئی نوبت
جو کوئی دم پائے گرم صحبت تو پھونکے جا صورِ سحر الفت | نہ کیجو ہمدم ذرا بھی غفلت کہ مثل اخگر ہے دم کی حالت
جو دم مین زندہ تو پل مین مردہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

شگوفہ بازو نہ تم تھولو یہ باد بندی ہے حسب فضولو | جو مثل برق آسمان کو چھولو تو بیل ست سحاب جھولو
نہ شاخ شاخ چمن پہ پھولو نہ تہمت عشق رنگ و بو لو | نہ باغ سیر جہان پہ بھولو نسیم نیرنگ ہے نہ بھولو

کہ بازی گر کا یہ ہی تماشا گھڑی میں کچھ ہی گھڑی میں کچھ ہے

اکثر ایسا کرتے ہیں کہ غزل کے اشعار پر تین تین مصرع لگاتے ہیں اور یہ قسم مخمس کی بہت شائع ہی اور ہر ایک شاعر نے متقدمین سے لیکر اس زمانے تک مخمس لکھے ہیں اور اپنی یا دوسرے شاعر ونکی غزلوں پر مصرع لگائے ہیں کمال مخمس کا لطف یہ ہے کہ پانچوان مصراع بیکار ہو جائے یعنی تین مصرع اس قسم کے لگائے جائیں کہ چوتھا مصرع اُسکے ساتھ بہت چسپان ہو اور پانچوین مصراع کا محتاج نہ ہے اور اس مین ربط تیسرے اور چوتھے مصرع کا بہت عمدہ چاہیے باوجودیکہ تمام شعراے ماضی و حال نے اسکی طرف توجہ کی ہے مگر ان لطائف سے کم لوگ واقف ہوئے ہین جن شاعرون نے ان باتون کا التزام رکھا ہے اُنکے مخمس ہر ایک کو پسند و مرغوب ہین حق یہ ہے کہ مخمس مشکل ترین اور اعلیٰ ترین اقسام مسمط سے ہے شاعر کی طبیعت اور استعداد کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے مضمون کو اپنا کر لینا بڑا مشکل کام ہے مرزا کلب حسین خان نادر نے تمام شعراے مشاہیر کی ایک ایک غزل کی تخمیس کرکے دیوان ترتیب دیا ہے ؎

مخمس نادر بر غزل مصحفی

ہمکو ہمسائے مین رہنا گھر بنانا منع ہے — راہ چلنا منع ہے کوچے مین آنا منع ہے
سر فرو رکھتے ہین گردن کا اُٹھانا منع ہے — دیکھنا کس کا وہان در تک بھی جانا منع ہے
روزن دیوار سے آنکھیں لڑانا منع ہے

ہوتی ہے تدبیر سے ہر ایک مشکل دل نشین — ہو سکے ممکن محال ایسا بھی ہوتا ہے کہین
طرفہ ظلم ایجاد کرتے ہین بتان نازنین — راز دل کا پوچھتے ہین بولنے دیتے نہین
بات منھ پر آچکی ہی لب ہلانا منع ہے

دم نہ نکلے تن سے یہ مجھ نیم جان کو حکم ہے — تر نہون پلکین یہ چشم خون فشان کو حکم ہے
ہونٹون پر نالہ ہو اب قطع زبان کو حکم ہے — سینے مین سوزش ہے اور ضبط فغان کو حکم ہے
آگ گھر مین لگ گئی ہی اور بجھانا منع ہے

کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

جرأت

جب سے اے راحت جان تجھسے جدا رہتا ہون — کیا کہون سخت مصیبت مین پھنسا رہتا ہون
مضطرب و ششدر و حیران خفا رہتا ہون — کسی چرچے مین تو مشغول نہ کیا رہتا ہون
منھ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہون

کیا بیان اپنی جوانی کا کرون مین غمگین
نہ تو بیٹھوں ہون نہ اٹھتا ہون نہ چلتا ہون کہین
طاقت اب بستر اندوہ پہ ہلنے کی نہین
یاد کر کے تری صحبت کو بس اے پردہ نشین

منھ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہون

دستور یہ ہے کہ ہر شعر کو علٰحدہ علٰحدہ ایک بند مین تضمین کرتے ہین مگر حکیم سید مہدی کمال نے نواب حامد علی خان والی رامپور رشک تخلص کی ایک غزل کو یون مخمس کیا ہے کہ مطلع چار بند مین تضمین کیا ہے اور باقی اشعار کو تین تین بند مین در حقیقت ایک غزل کے تین مخمس ہین تضمین مقطع کے بند یہ ہین۔

بگڑی ہوئی حالت مین کوئی بھی نہین اپنا
تنہائی فرقت مین کوئی بھی نہین اپنا
اندوہ کی کثرت مین کوئی بھی نہین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا

اپنا نہین جب اپنا بیگانہ کو کیا کہیے

بیگانہ جو ہو کوئی ہوتا ہے کہین اپنا
کب دہر کی صورت سے ملتا ہے یقین اپنا
انداز بدلتا ہے کہین چرخ برین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا

اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

کیا کہیے کمال اسکو قسمت نے دکھایا کیا
کھنچتا تھا رگون سے دم اپنون کا یہ نقشہ تھا
اپنون سے دم آخر آنکھون کو پھرا دیکھا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا

اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

مسدس اس مین چھ چھ مصرع کا بند ہوتا ہے اور ہر بند کا مصرع ششم قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے مثال اسکی۔

غلام محمد مجھو باشندۂ سورت

خامہ ہے جی مین کہ انگشت ید بیضا کرون
سنگ موسی کی طرح ہر دیدۂ بینا کرون
نور کے شعلے کا کاجل لاؤن طور ایسا کرون
آب دُر اشک سے حل ہو سکے جتنا کرون

پھر کاغذ سایۂ بال ہما پیدا کرون
وصف اُس مخبر کے سایہ کا انشا کرون

ہے سیہ کاری بڑی جون شانہ ہر ہر بال مین
کان کے بالے کی مچھلی کی طرح ہون جال مین
زلف خوبان کے پھنسا ہون بطرح جنجال مین
ہون گرفتار بلا سودائے خط و خال مین

	یا رسول اللہ تڑپون کب تلک اس حال مین آؤن بازار مدینہ مین کچھ اب سودا کرون	

ریختہ گویون نے ایسے چھ مصرعون کو جن مین چار ایک وزن اور قافیہ کے ہون اور دو مصرع اُسی وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح واقع ہون مسدس قرار دیا ہی اور اسکو مسمط مین شمار کرنا محض غلطی ہے اسلیے کہ مسدس کی تعریف ایسے اشعار پر صادق نہین آتی مسمط مین اول بند مین سب مصرعون کا متحد الوزن والقوافی ہونا اور بندون کے صرف مصرع آخر کا باعتبار وزن اور قافیہ کے بند اول کا تابع ہونا شرط ہی وہ بات ایسے اشعار مین پائی نہین جاتی اسلیے کہ ان مین دو مصرع آخر کے علٰحدہ قافیہ رکھتے ہین اور چار مصرع دوسرے قوافی مین ہوتے ہین یہی حال تمام بندون کا ہوتا ہے کہ دو شعرون مین قافیہ اور ہوتا ہے اور تیسرے شعر کا قافیہ اور ہوتا ہے پس اس قسم کا مسدس داخل مسمط نہین۔

مسبّع - یہ سات مصرع کا بند ہوتا ہے پہلے بند کے ساتون مصرع متحد الوزن و القوافی اور دوسرے تیسرے چوتھے بند کے جہان تک اتفاق ہو چھ مصرع اور قافیہ پر اور ساتوان مصرع ہر بند کا مثل قافیہ بند اول کے ہوتا ہے۔

مثمن - مین ہر بند آٹھ مصرع کا ہوتا ہے پہلے بند کے آٹھون مصرع متحد الوزن والقوافی اور بندون کا صرف آٹھوان مصرع قافیہ مین تابع بند اول کا۔

متسع مین نو نو مصرع کا بند اور **معشّر** مین دس دس مصرع کا بند برعایت معلومہ ہوا کرتا ہے مگر یہ قسمین شعرا کے دیوانون مین کم دیکھی جاتی ہین شاذ و نادر کسی رسالے مین بطور مثال کے لکھدی ہین ہم بھی بسبب طوالت اور متروک الاستعمال ہونیکے ان اقسام کی مثالین درج نہین کرتے۔

بیان ترکیب بند

ترکیب بند اُسے کہتے ہین کہ ایک غزل کے طور پر چند اشعار مع مطلع کے لکھکر اُسکے بعد ایک اور بیت مقفے یعنی ایک مطلع بطور گرہ کے لگائین پھر دوسرے بند مین دوسری غزل بند اول کے ہی وزن پر مذکور کرین اور اسکے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگائین ایسے ہی جتنے چاہین بند لکھین اور ہر بند کا مطلع یعنی گرہ مختلف لاتے جائین کیونکہ اگر ایک ہی مطلع کی ہر گرہ مین تکرار ہوگی تو اسکو ترجیع بند کہین گے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔
ترکیب بند کی مثال۔

ناظم

دل پر خون ہے یہان جام شراب گلفام		ساقیا انجمن دہر ہے حیرت کا مقام

متلون ہے مزاج فلک مینائی
طرفہ نیرنگ دکھاتا ہے طلسم ایام

صبحکو اور ہے کچھ رنگ جہان شام کو اور
طبع خوبان کی طرح رنگ بدلتا ہے دوام

ایک کو ایک طرح پر نہین اک لحظہ قرار
چین بلبل کو نہ اس باغ مین گل کو آرام

شاہد اس قول پہ ہے رنگ حسینان جہان
کہ نظر آتے ہین وہ خار جو تھے گل اندام

چھیڑکی ہین نہ وہ گھاتین نہ ہنسی کی باتین
نہ کسی سے وہ بگڑنا نہ کسی پر الزام

نہ کنائے نہ اشارے نہ وہ چتون نہ وہ آنکھ
رسم و رہ اب وہ کسی سے نہ وہ پیغام و سلام

نہ وہ غمزہ نہ وہ عشوہ نہ وہ عالم نہ وہ روپ
نہ وہ گرمی کی ادائین نہ وہ شوخی کے کلام

زیب و زینت سے نہ تھی جنکو گھڑی بھر فرصت
اب نہ مطلب انھین آئینے سے نہ مسی سے کام

زلف کے دام مین کرتے تھے جو عنقا کو شکار
خود وہ صیاد ہین نخچیر کی صورت تہ دام

وہ تہ خاک بلاؤن مین سراسر ہین اسیر
کنگھی چوٹی مین گرفتار جو رہتے تھے مدام

کوئی سنتا نہین آواز اب انکی افسوس
جو نہ اغماض سے سنتے تھے مسیحا کا کلام

خواب مین بھی نظر آتی نہین انکی صورت
دلمین گھر آنکھون مین جن حوروشون کا تھا مقام

روپ بدلا جو زمانے نے نیا دور ہوا
اور تھا رنگ جہان اور سے کچھ اور ہوا

کیا ہوا سرو قدو اب وہ تمھارا خم و چم
کیا ہوا لالہ رخو اب وہ تمھارا عالم

کہو کیون چھوٹ گئی مشق جفا کاری کی
کہو کیون ٹوٹ گیا سلسلۂ جور و ستم

کھنچتے کیون نہین اب میان سے تم خنجر ناز
دیکھتے کیون نہین اب تیغ ادا کا دم خم

کچھ نہ عشاق سے مطلب ہے نہ اغیار سے کام
نہ ادھر چشم غضب ہے نہ ادھر چشم کرم

چین کیونکر تمھین آغوش لحد مین آیا
تم تو آغوش تصور مین بھی لیتے نہ تھے دم

کیا گذرتی ہے تہ خاک تمھارے سر پر
فرش پر تم تو نزاکت سے نہ رکھتے تھے قدم

نازنینو وہ نزاکت کہو کس نے لے لی
سچ بتاؤ تمھین اپنی ہی نزاکت کی قسم

صحن تک تھا تمھین دالان سے آنا منزل
کس طرح طے ہوئی راہ سفر ملک عدم

ناز و انداز و ادا عشوہ کرشمہ غمزے
خاک مین مل گئے سب ہائے ستم ہائے ستم

ہائے وہ چین جبین شوخی انداز کے ساتھ
ہائے وہ ناز سے تیور کا بدلنا ہر دم

ہائے وہ ابروے خمدار وہ مژگان دراز
ہائے وہ چشم فسونگر کی ادائین بہ تبسم

ہاے وہ شعلہ رخسار کی غصے مین بھڑک
ہاے وہ فتنہ جگانے کی روش سے چلنا

ہاے وہ گیسوے پر پیچ کا ہونا برہم
ہاے وہ چھا گلین پہنے ہوے پھرنا چھم چھم

داد ریغا نرہی ایک بھی صورت باقی
بہر عبرت ہے زبانو نپہ حکایت باقی

بیان ترجیع بند

ترجیع بند اُسے کہتے ہین کہ ایک ہی شعر کی ہر گرہ مین تکرار ہوا سمین اور ترکیب بند مین یہی فرق ہو کر وہان ہر گرہ مین مختلف شعر لگائے جاتے ہین اور یہان ایک ہی شعر لگایا جاتا ہے مثال اُسکی۔

نظیر اکبرآبادی

تیرے لب لال سے گل اندام
گل برگ ہے غرق شبنم رشک
عارض سے خجل ہے عارض صبح
یہ حسن بکام دل تو پاکر
خوبی نے تجھے کیا ہے زیبا
اتنی بھی نہ کیجیے جفائین
دُکھ پاکے تری تعدیون سے

ہے حسرت لعل حسرت انجام
دیکھے سے ترا یہ لطف اندام
کاکل سے خجل ہے کاکل شام
رکھتا ہے غضب ہمین تو ناکام
زیبندہ نہین ہے تجھ سے یہ کام
جو خوبی پہ جس سے آئے الزام
ہم سخت بجان ہین اے دلآرام

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

وہ گل ہے تو آج حسن ایجاد
قامت کا ترے بیان خوبی
ہین تیرے ہوا کے ہم ہوادار
ہم دیکھ تجھے ہین شاد ہوتے
یون زلف مین تیری ہم پھنسے ہین
ہو دل سے فدا جو اپنے اوپر
تیرا ہے نظیر جان و دل سے

ہے گلشن حسن تجھ سے آباد
کرتے ہین چمن مین سرو و شمشاد
تو ہمکو الم سے کر نہ برباد
تو ہمکو کرے ہے غم سے ناشاد
ہو دام مین جیسے صید صیاد
اتنی نہین کرتے اسپہ بیداد
سُن عرض یہ اس کی ملے پریزاد

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

بعض کتابون مین ترجیع کی ایسی تعریف کی ہے کہ اُس سے خبط ہو گیا ہے مثلاً مصنف مناظر الانشا نے کہا ہے کہ ترجیع وہ شعر ہے کہ ایسی بیت کے ساتھ حصّہ کیا جائے کہ اُسکے ہر مصرع مین قافیہ ہو اور حصّہ اُس کا ایسی چند بیتین ہوتی ہین جو تمام مطلع ہوتی ہین اور وزن و قافیہ مین اتحاد رکھتی ہین اُس حصے والی بیت کو بند ترجیع کہتے ہین اور وہ بند غالباً ہر جگہ ایک ہی بیت ہوتی ہے اور کبھی کبھی اول سے غیر ہوتی ہے اور یہ چاہیئے کہ بند باعتبار معنے کے ابیات سابق سے مرتبط ہو شمس فخری معیار جمالی مین لکھتا ہے کہ ترجیع کئی قسم ہے اول یہ کہ شاعر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ بیتین جس وزن اور قافیہ اور ردیف مین چاہے کہے اور بعد اُنکے ایک اور بیت لائے کہ اُس قافیے اور ردیف پر نہو اور پھر اُسی قدر بیتین کہ پہلے کہی تھین کہکر ایک اور بیت لائے اسی طرح آخر تک انجام کو پہونچائے اُن ابیات کو خانہ اور اُس بیت کو بند کہتے ہین دوسرے یہ کہ بعد ہر خانے کے ابیات بند ایسے ہون کہ قافیہ اور ردیف مین اتحاد رکھتی ہون اگر ابیات بند کو جمع کرین ایک قطعہ ہو جائے تیسرے یہ کہ بند ہر جگہ ایک ہی بیت ہو چوتھی قسم یہ ہے کہ سب خانون کی ردیف ایک اور قافیہ مختلف ہو یا بالعکس مولوی عبدالحکیم پسر مولوی صہبائی ذوق کے مرثیے مین ایک ترجیع بند لکھا ہے جس کے ہر بند کے ۴۴ شعر ہین اور اس شعر فارسی کی تکرار ہے ۔

	حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد		روے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد	

ترکیب بند و ترجیع بند باختراع جدید

ریختہ گویون نے ایک صورت نکالی ہے کہ اپنے مُسدّس کو ترکیب بند قرار دیتے ہین اس طرح کہ اول چار مصرع ایک قافیہ مین کہتے ہین پھر دو مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر اُن کو اُن چار مصرعون کے ساتھ ملحق کر دیتے ہین اور پہلا بند نام رکھتے ہین پھر چار مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر دو مصرع دوسرے قافیہ کے اُس سے ملحق کرتے ہین اسے بند دوم بولتے ہین اسی طرح اور بند لکھتے ہین یہ قسم نہ تو ترکیب بند مین داخل ہو سکتی ہے اور نہ مسمط کی تعریف اس پر صادق آسکتی ہے کیونکہ ترکیب بند مین پہلا شعر مقفے ہوتا ہے اور باقی اشعار کے مصرع دوم مین قافیہ ہوتا ہے اور اُس مُسدّس مین بند کے دونون شعر مقفے ہوتے ہین اور مسمط مین ہر بند کا مصرع آخر یا شعر آخر قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے پس ایسا مُسدّس دونون سے علیحدہ ہے اور کبھی اس مین گرہ کا شعر مکرر آتا ہو جب ہر بند کی گرہ کا شعر علیحدہ ہوگا تو وہ ترکیب بند ہے اور جو ایک ہی شعر مکرر آئیگا تو یہ ترجیع بند ہوگا اور اس قسم کے ترکیب بند و ترجیع بند مسدس پر منحصر نہین مثمن اور

مسمّط وغیرہ صورتین بھی مستعمل ہین مسدس ترجیع بند کی مثال۔

امیر

ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہین — جان تازہ گل و نسرین و سمن پاتے ہین
جھومتے ہین جو شجر سر د ہوا کھاتے ہین — رقص کرتے ہین تو طاؤس یہ چلّاتے ہین

تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کرتے ہین مرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے — ہر روش ناچتے ہین مور گھٹا چھائی ہے
لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے — صحن گلزار مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے

تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

مثال مسدس ترکیب بند کی۔

حالی

امیرون کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے — خمیر اُنکا اور اُن کی طینت جدا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو ناسزا ہے — روا ہے اُنھین سب کو جو ناروا ہے

شریعت ہوئی ہے نکونام اُن سے
بہت فخر کرتا ہے ! اسلام اُن سے

ہر اک بول پر اُن کے مجلس فدا ہے — ہر اک بات پر دان درست اور بجا ہے
نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے — نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

وہ جو کچھ کہ ہین کہہ سکے کون اُن کو
بنایا غریبون نے فرعون اُن کو

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر — تو ہوتے ہین مسخ اُن مین پہلے تونگر
کمال اُن مین رہتے ہین باقی نہ جوہر — نہ عقل اُنکی ہادی نہ دین اُن کا رہبر

نہ دنیا مین ذلت نہ عزت کی پروا
نہ عقبے مین دوزخ نہ جنت کی پروا

اور مخمس ترجیع بند مولوی سید احمد بریلوی کا جسکی گرہ مین اس بیت کی تکرار ہے۔

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے
مکی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

اور مثمن ترکیب بند میر حسن صاحب مثنوی سحرالبیان کا جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

نقاب چہرے سے خورشید جب اُٹھاتا ہے
سحر ہر ایک کو ہر کام پر لگاتا ہے

اور مثمن ترکیب بند میر تقی کا جسکے پہلے بند کا پہلا شعر یہ ہے۔

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار
رنج و محنت کے تئین آرام سے ہم ننگ و عار

اور مخمس ترجیع بند شہید کا نعت مین جسکا ایک بند یہ ہے۔

جب چلا چاند مدینے کا سوے رب جلیل
بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل
شیر فردوس کی رکھی کہین آدم نے سبیل
کہ اسی راہ سے گذرے گا وہ فرزند جمیل
فرش خلت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ خلیل
کہین یوسف تھے کھڑے اور کہین اسمٰعیل
روح پر روح لگی گرنے براہ تعجیل؎
جب ہوا نغمہ سرا صور مین یون اسرافیل

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اور مولوی کافی نے ایک ترجیع بند لکھا ہے اُسکے ہر بند کے سولہ سولہ مصرع ہین گویا مثمن مضاعف ہے اور اس مین شیخ سعدی کے اس شعر کی تکرار ہے۔

گر بر سر و چشم من نشینی؎
نازت بکشم کہ نازنینی؎

ترکیب بند کی گرہ کے مصرع جو آخر بند پر واقع ہوتے ہین خواہ وہ سب متفق القافیہ ہون خواہ مختلف القافیہ دونون امر جائز ہین پس اگر وہ سب گرہ کے شعر نکال کر جمع کیے جائین اور سب شعر ایک ہی قافیہ مین نہون تو ایک مثنوی جُداگانہ بن جائے گی بشرطیکہ وہ ترکیب بند بجور مخصوصۂ مثنوی مین قصداً کہا گیا ہو ورنہ مثنوی نہوگی اور ترکیب بند کا وزن مثنوی مین لکھنا لازم ضروری نہین جس بحر مین چاہین لکھین اور جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ وہ گرہ کے اشعار اگر متفق القافیہ ہون تو علیحدہ جمع کیے سے ایک غزل ہوجائے گی یہ اُنکی غلطی ہے یہ نہین خیال کرتے کہ وہ سب مطلع ہین غزل کی شکل کہان سے ہوگی۔

بیان مثنوی

لغت مین مثنوی منسوب ہے مثنےٰ کی طرف اور مثنےٰ بمیم مفتوح و سکون ثاے مثلثہ والف مقصورہ سے دو کے معنے مین ہے جب یاے نسبت اُسکے آخر مین لگائی گئی تو الف مقصورہ واو سے بدل گیا اور اصطلاح مین اُن اشعار کو مثنوی کہتے ہین جن مین دو دو مصرع باہم مقفےٰ ہون شعراے ریختہ مین میر تقی میر اور میر حسن اپنے اپنے

وقت مین مثنوی لکھنے مین کامل گذرگئے ہین اس فن مین ید طولیٰ رکھتے تھے باقی شعرا انہی کے پیرو ہین متاخرین شعراے ریختہ مین حکیم مومن خان مومن نے مثنوی کے فن کو بہت چمکایا اور خوب داد سخنوری دی مثنوی کے دیباچے مین توحید و مناجات اور مدح حاکم وقت و تعریف سخن و عشق وغیرہ و سبب تالیف و تصنیف کا ہونا مولانا نظامی گنجوی کی ایجاد ہے پہلے یہ بات ضرور نہ تھی اور مثنوی کے سات وزن مقرر ہین انہی مین لکھتے رہین - اُنکی تفصیل یہ ہے -

(۱) بحر متقارب مثمن محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے فعولن فعولن فعولن فعل یا فعول دو بار اس بحر مین کارزار اور محاربات سلاطین وغیرہ لکھتے ہین جیسے فارسی مین شاہنامہ فردوسی طوسی اور شاہنامہ قاسم گنا آبادی اور سکندرنامہ خواجہ نظامی اور ظفرنامہ ملا ہاتفی شاگرد مولانا جامی اور ریختہ مین شاہنامہ مولچند متخلص بہ منشی شاگرد شاہ نصیر دہلوی اور تاریخ بدیع تصنیف منشی امیراللہ تسلیم لکھنوی شاگرد نسیم دہلوی کا اور سکندرنامہ اردو مصنفہ سید علیم الدین احمد متخلص بہ احمد اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار اسکے ہین

هوا جبکہ تابندہ مہر منیر — صف آرا ہوا شاہ گردون سریر
جوان وہ جو تھے شیر صحراے جنگ — چلے دشمنون کی طرف بے درنگ
ملے دونون لشکر بہم اس طرح — کہ ساون سے بھادون ملے جس طرح
کسی سمت تھے گرز آتش فشان — کہین پار سینون کے نوک سنان

منشی طوطا رام شایان نے اسی وزن مین مہابھارت کو نظم کیا ہے - شروع کتاب مین لکھا ہے - ع

زبان قلم گل فشانی پہ ہے — بہار مضامین جوانی پہ ہے
دکھائے ورق تختۂ گل کا رنگ — صریر قلم بانگ بلبل کا رنگ
مہک اُٹھے غنچے کی صورت دوات — نہو جس سے سرسبز غنچے کی بات

سعدی نے اُس وزن مین بوستان اخلاق و آداب و نصائح مین لکھی ہے - لیکن اُستاد ابوالقاسم منصور فردوسی نے اسی وزن مین مثنوی یوسف زلیخا قصۂ عشقیہ کو بھی موزون کیا ہے یہ شعر اس کا بطور نمونہ کے لکھا جاتا ہے - ع

بدنبال چشمش یکے خال بود — کہ چشم خودش ہم بدنبال بود

اور ریختہ گویون مین سید غلام حسن خلف میر غلام حسین ضاحک نے قصۂ عشقیہ مثنوی سحرالبیان عرف بہ مثنوی میر حسن اس وزن مین لکھی ہے جس کا ہندوستان مین شہرہ ہے اور آج تک جواب نہین ہوا یہ شعر اُسی کا ہے - ع

جو منصف سُنیگے کہین گے سبھی ۔ نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی

اسی طرز پر صغیر علی مروت فرزند کبیر علی سنبھلی نے ایک مثنوی لکھی ہے فن شعر مین اُسکے دعوے کا مدار اسی پر ہے اور غلام علی متخلص بعلی کی مثنوی خستہ لقا جو بنام نہاد جواب مثنوی سحر البیان کے لکھی گئی ہے اور مثنوی یوسف زلیخا مصنفہ شاہ رؤف احمد رافت اور مثنوی اکرام الدین ضیغم بھی اسی وزن مین ہے یہ اُسکے شعر ہین ۔

دکھاتی تھی زیور کی اپنے پھبن ۔ جواہر کے دریا مین تھی غوطہ زن
حنا سے ہوا دست دیا کا وہ رنگ ۔ کہ یاقوت دیکھے تو ہوجائے دنگ

تپش نے بہار دانش کو بھی اسی بحر مین نظم کیا ہے یہ شعر اُسی کے ہین ۔

طبیعت کو تھا ایک شب اضطراب ۔ جگر تفتہ تھا اور آنکھین پُر آب
دل و سینہ بھی متصل تھا طپان ۔ الم سے تھی ہر اک مژہ خون چکان

(۲) بحر ہزج مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دوبار یہ وزن عشق و عاشقی کے ذکر کے ساتھ مختص ہے چنانچہ فارسی مین مثنوی یوسف زلیخا مولانا جامی کی اور یوسف زلیخاے ناظم ہروی اور مثنوی نیرنگ عشق تصنیف محمد اکرم غنیمت لاہوری اور مثنوی شیرین خسرو خواجہ نظامی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین نواب محبت خان فرزند حافظ الملک حافظ رحمت خان کی مثنوی سسو پنو اور مثنوی پدماوت مصنفہ میر ضیاء الدین عبرت شاگرد نواب محبت خان اور میر غلام علی عشرت شاگرد مرزا علی لطف تلمیذ سودا اسی وزن مین ہے تصنیف دو شاعر اُس کا مادہ تاریخ ہے اگرچہ یہ مثنوی دلچسپ مرثیۂ عاشقان ہے لیکن بہت سی باتین اُس مین پوچ و لچر ہین جس سے اہل علم کو اسپر حرف ہے میان عشرت نے ایک جگہ لکھا ہے ۔

نہین اسکا جو تاج و تخت ثابوت ۔ تو یہ تخت روان ہے تخت تابوت

ثابوت مین الف زائد غلط ہے صحیح ثبوت ہے لیکن اس جگہ واو زاید ہے ۔

عبرت کہتا ہے ۔

وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے ۔ برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

ولیکن جتنے وان خرد و کلان ہین ۔ بسان عاشقان اہل وفا ہین

ہان عبرت کی نظم مین تمثیلین اچھی واقع ہوئی ہین اور اسکا کلام بھی عشرت کے کلام سے بزور ہے مثنوی طلسم شایان بھی اسی وزن مین ہے لیکن پسند طبائع سخن سنج نہین منشی سید اسمٰعیل حسین منیر کی مثنوی

سراج المضامین کا بھی یہی وزن ہے یہ اُسکا شعر ہے۔ ؎

ہوا جسدم سے اس کھانیکے قابل | نمک ٹھہرا قسم کھانے کے قابل

سودا کی دو مثنویان اس وزن مین ہین ایک مثنوی مین کہتے ہین۔ ؎

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل | تپ دل دے بقدر خواہش دل
کرامت کر وہ عشق آتش انگیز | کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز

دیگر

مرادل نام پر اُس کے ہے شیدا | کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا | وہی معنے ہے طوطی کے سخن کا

بعض شعرا نے اس وزن مین سوائے مضامین عشقیہ کے دوسرے حالات بھی لکھے ہین چنانچہ خوشتر نے رامائن کے داستانون کو اس وزن مین نظم کیا ہے مگر زور شاعری اور قوت بیانی کے اعتبار سے یہ مثنوی گری ہوئی ہے۔ ؎

ہوا ہے جینا اُسے بے رام مشکل | نہ لائی تاب ہجر گل عنادل

یہان عنادل بے محل ہے عندلیب چاہیے رنگین نے اس وزن مین گھوڑون کے علاج مین ایک رسالہ لکھا ہے جسکے خاتمے کا شعر ہے۔ ؎

فرسنامہ جو یہ پہونچا با تمام | فراست نامۂ رنگین رکھا نام

(۳۳) بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل دو بار یہ وزن بھی حالات طالب و مطلوب کے ساتھ مخصوص ہے فارسی مین لیلی مجنون نظامی و نلدمن فیضی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین دیاشنکر نسیم لکھنوی شاگرد آتش کی مثنوی گلزار نسیم کا یہی وزن ہے ریختہ مین کوئی مثنوی آج تک ایسی عمدہ اس بحر مین نہوئی۔ نسیم نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پردے اور استعارے کے پیچ مین ادا کیا ہے اکثر مطالب کو اشارون اور کنایہ کے رنگ مین دکھایا ہے باوجود اسکے زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے اختصار بھی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے ہر معاملے کو اس قدر مختصر کر کے ادا کیا ہے جس سے زیادہ ہو نہین سکتا اور ایک شعر درمیان سے نکال لو تو داستان برہم ہو جاتی ہے یہ اشعار اُسکے ہین۔ ؎

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری | ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر | حمد حق و مدحت پیمبر

پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے	لیتے کر مطیع پنجتن ہے ؎

منشی مظفر علی اسیر کی مثنوی درۃ التاج بھی اسی وزن مین ہے یہ ایک شعر براق کی تعریف مین اسکا ہی

شوخی سے نہ تھی کسی جگہ تاب	پانی کی جگہ پیا تھا سیماب

مثنوی لیلی مجنون مصنفۂ نواب مرزا تقی خان ہوس کا بھی یہی وزن ہے یہ اشعار اُسی کے ہین۔ ع

یا رب مرے سر مین شور غم رکھ	بے غم مجھے صاحب الم رکھ
ہوتا رہے درد میرے دل مین ؎	بےچینی ہو میری آب و گل مین
تڑپون غم دل کی کاہشون سے	دون جان ہزار کاوشون سے
ابر غم عشق دل پہ برسے	ریزان رہین اشک چشم ترسے
جلتا رہے غم سے داغ دل کا	افسردہ نہ ہو چراغ دل کا

یہی وزن مثنوی ترانۂ شوق کا ہے۔ طالب علی خان عیشی کی عشقیہ مثنوی کا بھی یہی وزن ہے ع

سرمایہ سوز و ساز ہے عشق	نیرنگ نیاز و ناز ہے عشق
ہے عشق سے داغ داغ لالہ	ہے عشق اثر طراز لالہ
بے نیش کرے یہ سینہ کاوی	دے نوک مژہ کو خون ترا وی
بے جرم و گنہ بجون بلبل	آلودہ کرے ہے دامن گل

(۴) بحر خفیف مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے
فاعلاتن مفاعلن فعلن یا فعلان دو بار اس وزن مین زیادہ تر مواعظ اور حقائق و حکم مذکور ہوتے ہین
جیسے فارسی مین حدیقۂ حکیم سنائی غزنوی اور سلسلۃ الذہب مولوی جامی کی اور ریختہ مین اسی وزن مین
حالی نے مثنوی حب وطن لکھی ہے چنانچہ اس مین کہتے ہین۔ ع

اے وطن اے مرے بہشت برین	کیا ہوے تیرے آسمان و زمین
رات اور دن کا وہ سمان نہ رہا	وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا
تیری دوری ہے مورد آلام ؎	تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام
کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

لیکن بعض شعراے ریختہ اس وزن مین عشق کا بیان کرتے ہین جیسے مثنوی دریاے عشق
میر تقی کی اور مثنوی سعدین انوار حسین تسلیم کی اور بعض مثنویان مرزا شوق کی اور مثنوی طلسم الفت
نسلق کی۔ ع

قلق

ساقیا دے وہ جام الفت خیز	ہو جو صہبائے جوش عشق انگیز
اس لیے ہون ایاغ کا مشتاق	اک کلیجہ ہے داغ کا مشتاق
ایک دل چاہتا ہے عشق کا داغ	ایک ویرانے مین جلے گا چراغ
عہد طفلی ہی سے برنگ جوان	محو الفت تھا وہ شہ خوبان

(۵) بحر رمل مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلان دو بار اس وزن مین اکثر حقائق و معارف و حکایات علما و اہل اللہ و پند و نصائح وغیرہ بیان کی جاتی ہین جیسے مثنوی حضرت شیخ فرید الدین عطار موسوم بہ منطق الطیر اور مثنوی شاہ بو علی قلندر اور مثنوی مولانائے روم کی اور رسالہ نان و حلوا تصنیف خواجہ بہاء الدین آملی بھی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین مثنوی ایجاد رنگین تصنیف سعادت یار خان رنگین اور مثنوی گلزار ابراہیم اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار ایجاد رنگین کے ہین۔ع

مین جو چندے دہر مین مہمان رہا	گرچہ دانا تھا و لے نادان رہا
مین نے جیتے جی کیے لاکھون گناہ	جانکر نامہ کیا اپنا سیاہ
سالہا افسوس پا در گل جیا	مین جیا دنیا مین پر غافل جیا
تو کہین چلنا نہ میری راہ پر	رکھیو دھیان اپنا ذرا اللہ پر

محمد عبد اللہ خان نے مثنوی عابد اسی وزن مین لکھی ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ع

دور چشم خلق سے حق سے قرین	تھا کسی صحرا مین اک عابد مکین
حاصل اُس کو جب سے تھا اس شعور	اہل دنیا سے رہا کرتا تھا دور

کبھی اس وزن مین قصہ عشقیہ اور شوریدہ سرون کی شورش بھی بیان کرتے ہین چنانچہ انور تخلص امام الدین خان نے اس وزن مین ایک مختصر مثنوی موسوم بہ فراق نامہ ریختہ مین موزون کی ہے اُسکے اشعار ہین۔ع

عشق سے ہے زلف کا مصرع دراز	عشق روئے حسن کا آئینہ ساز
عشقبازی کا سُنا چاہے جو حال	پوچھ انور سے کہ ہے اُس کو کمال
دل کی سوزش سے وہی آگاہ ہے	اُس کو اس آتش کدے مین راہ ہے

اور ایک مثنوی حکیم مومن خان کی بھی اس وزن مین ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ع

ساقیا اب ناز بیجا کس لیے	چین ابروے حیا کس لیے
اے تنک ظرف اس قدر بدخو نہو	دل ہوا کھٹا ترش ابرو نہ ہو

میر کی کئی مثنویان مختلف مضامین مین اس وزن مین ہین جنکے آغاز کا ایک ایک شعر یہ ہے۔

میر

تھا کتے کا بچہ اک درویش پاس	بود و باش اسکی تھی مجہ دلریش پاس

ولہ

ایک بلی موہنی تھا اُس کا نام		اُسنے میرے گھر کیا آکر مقام
معتبین جب تھین تو یہ فن شریف	ولہ	کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف
سنیو اے اہل سخن بعد از سلام	ولہ	چھیڑتا ہے مجھکو اک تخم حرام

سودا نے ایک شخص کی ہجو مین اس وزن مین ایک مثنوی لکھی ہے کہتے ہین۔

آہ و اویلا ز دست روزگار	تو بش خانون مین یہ غم ہے روبکار

میان فوقی کی ہجو مین بھی ایک مثنوی ہے۔

ساقیا بھر اُس مے جادو سے جام	جس کا سحر سامری بھی ہو غلام

(۶) بحر رمل مسدس مجنون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعلان دو بار اور اس مین حسب قواعد مقررہ عروض فعلاتن کی جگہ فاعلاتن سالم بھی اول مین آسکتا ہے اس وزن مین بھی بزرگان دین اور ارباب حکمت کا ذکر پسندیدہ ہوتا ہے مولوی غلام امام شہید کی مثنوی ریختہ موسوم بہ نغمۂ عشق اسی بحر مین ہے۔

ایک عاشق تھی حلیمہ دائی	جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی
وہ کچھ اس رمز سے آگاہ نہ تھی	اُس کی قسمت مین یہ دولت تھی لکھی
یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین	نور اللہ کو لائی گھر مین

اس وزن مین مومن خان نے قصہ عشقیہ بھی لکھا ہے جسکے چند شعر یہ ہین۔

ساقیا زہر پلا دے مجھکو	شربت مرگ چکھا دے مجھکو
تلخی یاس عبادت کب تک	حسرت ذوق شہادت کب تک
کیا ذرا اسودۂ الماس نہین	سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہین
بھر دے اک جام کہ مرجاؤن ابھی	بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

(۷) بحر سریع مسدس مخذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن یا فاعلان اس وزن مین سوائے عشقیہ قصّون کے اور سب کچھ حالات زیبا ہین مخزن الاسرار نظامی کا مطلع الانوار خسرو اور تحفۃ الاحرار جامی یہ تینون مثنویان فارسی کی اسی وزن مین ہین اور ریختہ مین ایک مثنوی جس مین میلاد شریف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال کو موزون کیا ہے مولوی حفظ اللہ بدیوانی متخلص بہ بندہ نے لکھی ہے جسکے یہ شعر ہین۔ ؎

حمد خدا خامے کی معراج ہے ۔۔۔ نام خدا نامے کا سرتاج ہے
بسملۂ مصحف حسن رقم ۔۔۔ شاہد مضمون کی ہے ابرو کا خم

غلام امام شہید نے قصۂ حضرت بلال کو اس وزن مین لکھا ہے۔ سودا نے لاٹھی کی تعریف مین ایک مثنوی اس وزن مین موزون کی ہے۔ ؎

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز ۔۔۔ سب سے سوا سودا کو لاٹھی عزیز

سودا نے حکیم غوث کی ہجو مین ایک مثنوی لکھی ہے۔ ؎

صدر کے بازار مین ہے اک دبنگ ۔۔۔ عار اطبا و طبابت کا ننگ

المختصر مثنوی انھی ساتون وزن کے ساتھ مخصوص ہے سوا انکے دوسرے اوزان مین نہین لکھی جاتی اور جو بعض شعرا نے دوسرے اوزان مین مثنویان لکھی ہین مورد طعن ہوے ہین مثلاً فارسی مین میر نجات اصفہانی کی مثنوی گل کشتی جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

آفرین باد بر آن بندے کہ جوابش گوید ۔۔۔ صیرفی در نظرے دُرِّ خوش آبش گوید

اس وزن مین ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن روزبہان علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیر و شکر اس زمین مین ہے فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین اور ریختہ مین میر کی ایک مثنوی متقارب اثرم سالم کے وزن پر ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

کوئی مرواند ازجیسا پر ۔۔۔ آنکھ تھی اُس کی پشت پا پر

اور اسی وزن کی ایک مثنوی مومن کی ہے جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

کھولیو ساقی منھ کو سبو کے ۔۔۔ پیتے ہین کب سے گھونٹ لہو کے

میر کی ایک مثنوی کا وزن یہ ہے مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان۔ ؎

کئی برس سے ہمارے گنے تھا ایک خروس ۔۔۔ خروس عرش کی اولاد سے ولے افسوس

میر صاحب کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن۔

اے جھوٹ آج شہر مین تیرا ہی دور ہے | شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

ایضاً ولہ

اک جو بحر کو رزق کی وسعت سی ہو گئی | تنگی کی حوصلے نے تو رجعت سی ہو گئی

محمد حسین آزاد کی مثنوی موسم زمستان کا یہ وزن ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن۔

ہے جوان لیتا اسی شب مین جوانی کا مزا | اور جو بڈھا ہے تو لیتا ہے کہانی کا مزہ

اور آزاد کی مثنوی شب قدر کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن ۔

اے رات سنتا ہون کہ ترے سر پہ تاج ہے | ہر گوہر اسمین ملک جنش کا خراج ہے

یہی وزن مثنوی ابر کرم کا ہے۔

شہر پر زمین سے دیکھو تو ہے خاک اڑ رہی | اور گرد چار سو تہ افلاک اڑ رہی ہے

سوز کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے۔

دعوے بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا | جو غور کیجئے تو ہے کوڑی کے کام کا

اگرچہ ان مین سے بعض مثنویون کے لاجواب ہونے مین کسی کو کلام نہین اور حق یہ ہے کہ بسبب عمدگی مضامین اور شوخی ادا کے اس طرف توجہ بھی نہین کی جاتی ہے لیکن یہ وزن مثنوی کے نہین۔

بیان قطعہ

قطعہ بکسر اول و سکون ثانی اسکے لغوی معنی ٹکڑے کے ہین حرف اول کے فتحہ کے ساتھ خطا ہے مگر بعض فصحاے متاخرین نے فتحہ بھی جائز رکھا ہے۔ اصطلاح شعرا مین مراد ہے اُن چند ابیات سے کہ جن مین ایک بیت کا مطلب دوسری بیت سے متعلق ہو یعنی جب تک دوسری بیت نہ معلوم ہو مطلب نہ کھلے اور بیت اول مقفےٰ نہو اور بناے قافیہ بیت اول کے مصرع ثانی پر ہو اور دوسری بیتین قافیہ مین اُسی مصرع کی تابع ہون اب غزل مین بھی قطعہ پائے جاتے ہین مگر متقدمین کے نزدیک غزل مین قطعہ لکھنا معیوب تھا شعرا نے حد قطعہ کی دو بیت سے لیکر ایک سو ستر شعر تک مقرر کی ہے جو لوگ قصیدہ مختصر کو قطعہ کہتے ہین محض نادانی ہے قصیدے مین دو تین بلکہ زائد مطلع ہو سکتے ہین اور قطعہ مین مطلع نہین ہوتا کبھی قطعہ مین کسی دوسرے کے یا اپنے شعر کو فارسی ہو یا ریختہ یا کسی ضرب المثل کو تضمین کرتے ہین۔

ذوق

کہون کیا ذوق احوال شب ہجر | کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے
نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر | مرے بخت سیہ کی تیرگی نے

تپ غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم — اور آتے تھے پسینون پر پسینے
یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے — کہ او بے مہر بد اختر دکینے
کہان مین اور کہان یہ شب مگر تھے — مری جانب سے تیرے دل مین کینے
سو اب ظلمت کے پردے مین کیے ظلم — ارے ظالم تری کینہ وری نے
عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج — پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے
حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے — قرینے سے ہوے سب بے قرینے
مری سینہ زنی کا شور سن کر — پھٹے جاتے تھے ہمسایون کے سینے
اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا — مجھے بے تابی و بے طاقتی نے
کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سو رہ — بہت الماس کے توڑے نگینے
نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ — بہت سی جان توڑی جانکنی نے
بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی — طلوع صبح سے مُنھ روشنی نے
کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات — یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے
لگے پانی چوانے مُنھ مین انسو — پڑھی یاسین سرھانے کسی نے
مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی — لگا رکھے تھے میری زندگی نے
کہ قسمت سے قریب خانہ میرے — اذان مسجد مین دی بارے کسی نے
بشارت مجھکو صبح وصل کی دی — اذان کے ساتھ مین و فرخی نے
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر — کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے
موذن ہر جا بروقت بولا — تری آواز مکے اور مدینے

سودا

تیرے جویا ہین اس چمن مین ہم — ڈھونڈھتے ہی گل کو عندلیب ای دوست
تو برا مان مت مضائقہ کیا — فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

غالب

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین — دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانون پہ ہاتھ رکھتے ہین کرتے ہوے سلام — ہے اس سے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر — تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہے میلا

جدید طرز اگر اختیار کرتا ہون	خود اپنی قوم مچاتی ہے شور واویلا
جو اعتدال کی کہیے تو وہ ادھر نہ اُدھر	زیادہ حد سے ہیے پاؤن سب نے ہین پھیلا
ادھر یہ ضد ہے کہ لمنڈ بھی چھو نہین سکتے	اُدھر یہ دُھن ہے کہ ساقی صراحی مے لا
ادھر ہے دفتر تدبیر و مصلحت ناپاک	اُدھر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تھیلا
غرض دوگونہ عذاب ست جان مجنون را	بلاے صحبت لیلا و فرقت لیلا

بیان رباعی

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مولانا حسین کاشفی واعظ نے لکھا ہے کہ اسکو رباعی اس لیے کہتے ہین کہ یہ بحر ہزج سے مخصوص ہے اور بحر ہزج عرب کے شعرون مین چار اجزا پر ختم ہوتی ہے پس رباعی کی ہر ایک بیت دو بیت مربع کی طرح ہوگی اور مجموعہ چار بیتین ہوگا ہزج مربع الاجزا ہے۔ اہل فارس اسکو دوبیتی کہتے ہین اور بعض ترانہ بھی بولتے ہین کیونکہ فاشع اس کا ایک تر و تازہ بچہ تھا چونکہ رباعی چار مصرعون پر تمام ہوتی ہے اسلیے شاعر کو چاہیے کہ اُسکے الفاظ مین نہایت کوشش کرے اگر تیسرا مصرع بھی قافیہ رکھتا ہوگا تو اُسے مصرع کہین گے ورنہ خصّی بولینگے بفتح خاے معجمہ وصاد مہملہ ابن قیس کہتا ہے کہ جو کہ ارباب موسیقی نے اس وزن مین اچھے اچھے راگ اختراع کیے ہین اسلیے فارسی مین اسے ترانہ کہتے ہین۔ اور اوزان اس کے مخصوص ہین انکے سوا رباعی اور اوزان مین نہین لکھی جاتی ہین تفصیل اوزان رباعی کی تجنیس تمام جزیرۂ عروض مین مذکور کیجائیگی رباعی مین چار مصرع ہوتے ہین جن مین سے چوتھا مصرع پہلے اور دوسرے مصرع کے ساتھ قافیہ مین متفق ہوتا ہے اور تیسرے مصرع کے واسطے لازم نہین کہ اُسکا بھی وہی قافیہ ہو چوتھا مصرع نہایت خوبی کے ساتھ ہونا چاہیے جس سے تینون مصرعون مین جان پڑجائے مثال اس کی۔

امانت

گر نجنۂ اگر عاقل و فرزانہ ہے	دانائی یہ بھولا ہے تو دیوانہ ہے
تسبیح کے دانے پہ نظر کر نادان	گردش مین گرفتار ہے جو دانہ ہے

مومن

اُلفت مین بھی مجھکو دُکھ دیے جاتے ہو	مذکور ندامت کا کیے جاتے ہو
کہتے ہو کہ اب غیر کا مین نام نہ لون	یون بھی تو وہی نام لیے جاتے ہو

ناسخ

تصویر صنم مین کھرا ہے کلک ازل	پنہان ہے نگہ سے یا نگہ کا ہے خلل
جز عالم غیب کون جانے یہ راز	لکھے موسے پڑھے خدا سچ ہے یہ مثل

غالب

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین	عشاق کی پرسش سے اُسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اُٹھایا ہوگا	کیونکر مانون کہ اُس مین تلوار نہین

قدما کو بیشتر اس کا بھی التزام تھا کہ رباعی کے ہر مصرع مین قافیہ رکھتے اب کچھ ضرور نہین رہا اس قسم کی رباعی کی مثال یہ ہے -

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جم جاہ نے دال	ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال ہے بے بحث و جدال	ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

ولہ

ہین شہ مین صفات ذوالجلالی باہم	آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نکیون اسافل و عالی باہم	ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

بیان مستزاد

مستزاد اسے کہتے ہین کہ رباعی کے مصرعون کے ساتھ ایک ایک فقرہ رباعی کے وزن کا ملحق کردین متقدمین نے غزل کے ساتھ بھی غزل کے وزن کا فقرہ لگا کر مستزاد کہے ہین اور یہ دو قسم ہوتا ہے - مستزاد عارض اور مستزاد لازم مستزاد عارض وہ ہے کہ مضمون شعر کا فقرہ پر منحصر نہو اور مستزاد لازم وہ ہے کہ معنی اسکے فقرے پر منحصر ہون قسم اول بہتر ہے بعض کہتے ہین کہ مستزاد زوائد مذکور ہین اور اکثر کے نزدیک مستزاد مزید علیہ کا نام ہے اور مستزاد کی کئی صورتین ہین یا ایک فقرہ ایک مصرع کے ساتھ ہو یا دو فقرے یا تین فقرے یا زیادہ ایک شعر کے ساتھ مثال ایک فقرے کی ایک مصرع کے ساتھ غزل مین اور یہ بہت شائع ہے -

غزل

مین ہون عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین ؛ کہ ہے غم میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہین ؛ کھائے غم تیری بلا

دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب ؛ اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار رہے تو مجھ سے بتا اس کا سبب ؛ میری تقصیر ہے کیا
بھیجے خط سیکڑون لکھ کر تمھین ہشیاری سے ؛ بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے ؛ یہ بھی قسمت کا لکھا
طلب بوسہ پہ کیون اتنا برا مانتے ہو ؛ ہمین پہچانتے ہو ؛
دیکھو ہم ہین وہی جانباز جنھین جانتے ہو ؛ کرتے ہین جان فدا
ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل ؛ تیرے ہاتھون قاتل
تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل ؛ سمجھے ہے آب بقا
کیا کہون مین ترے انداز و ادا کا عالم ؛ ہے ستم ہائے ستم
دیکھ کر ہوش رہین کیا کہ نکل جائے گا دم ؛ اے بت ہوش ربا
نہ تو تقدیر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو ؛ اور نہ تدبیر سے ہو
ہمتو کہتے ہین ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو ؛ ہے یہی بات بجا

جرأت

جادو ہے نگہ چھپ ہے غضب قہر ہے مکھڑا + اور قد ہے قیامت
ہین بال یہ بکھرے ہوے مکھڑے پہ دھوان دھار ہو جون دود شعلہ

غارت گر دین وہ بت کافر ہے سراپا + اللہ کی قدرت
حسن بت کافر ہے خدائی کا جھگڑا ۔ ٹک دیکھو صورت

انشا

مین نے جو کہا ہو نہین ترا عاشق و شیدا + ای کان ملاحت
کعبے کا کرون طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہے مجھکو

فرمانے لگے ہنس کے سنو اور تماشا + یہ شکل یہ صورت
ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہو دیگا آیا + ای پیر طریقت

ایک مصرع کے ساتھ دو فقرون کی مثال۔

محمد جان شاد

نالہ زن باغ مین ہو بلبل ناشاد نہین
ڈر یہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہین +
سنگ سمجھا ہے پر مین تیری سمجھ پہ تجھسے +
دل نازک ہے یہ میرا کوئی فولاد نہین +
پوچھ اے خانہ برانداز نہ کچھ حال ستم +

بند رکھ کام و زبان + کرنہ فریاد و بکا +
باغبان دشمن جان + گھونٹ ڈالے گا گلا
غور سے کر تو نظر + گفتگو سخت نہ کر
ٹوٹنے کا ہے گمان + نہ کرے بات سنا
لامکان جیسے ہین ہم + تیرے ہی سر کی قسم

بے گھر ایسا کوئی مرغ چمن آزاد نہین
مصرع شعر سے اے شاد جوافزون ہو کلام
غزل اس طرح کی کہنے پہ کرا پرادنہین

آشیان کا ہے نشان + نہ نشیمن کا پتا
وہ عبارت ہے تمام + مستزاد اُسکا ہے نام
دیکھ تو ہوگا عیان + شاعرون نے ہے کہا

اور ایک شعر کے ساتھ ایک فقرے کی مثال یہ مستزاد میر سید حسین ساکن بارہ کا۔ ؎

اُس رشک مسیحا کی جُدائی مین یہ ہے حال
کس طرح ادا ہو سکے اُس بُت کا سراپا
فریاد ہے بسمل ہون تری تیغ نگہ سے
اُس بُت کی محبت ہے مری خاک مین مخلوط

عاشق کو نہ ہی صبر نہ طاقت ہی بدن مین + بیمار ہے گویا
خاموش زبان ہوتی ہی اوصاف دہن مین + اسرار ہے گویا
خنجر کی طرح پھرتی ہی عاشق کے بدن مین ۔ تلوار ہے گویا
یہ رشتہ رگ ہی جو عیان میرے بدن مین + زنار ہے گویا

کنور حامد علی خان ناشاد نے مستزاد اس طرح کا لکھا ہے کہ ہر شعر مثنوی کی طرح علیحدہ قافیہ رکھتا ہی اور فقرہ زائد کا قافیہ اول سے آخر تک ایک ہی طرح کا ہے وہ یہ ہے ۔

مرا دل دُکھتا ہے اور سنسنی سی چھائی ہی دلپر | حواس و ہوش غائب ہین کہ جیسے زہر ابھی پی کر
ہوا ہون مضمحل اک دم

شراب ناب ٹھنڈی اور تہ خانے سے گرآتی | مزاتب دخت رز دیتی الا یا ایہا الساقی
پلائے جا نہین تجھکو غم

فنا ہو جاؤ مٹ جاؤ نہ یاد آؤ نہ یاد آؤ | غم و کلفت تردد ہائے ابتو تم چلے جاؤ
ہو تم آپس کے رنج و غم

مرے پیرون کے نیچے کون سے ہین پھول کیا جانون | نہ شاخون ہی کے خوشبودار پھولون کو مین پہچانون
سمجھ لیتا ہون کم سے کم

اری او غیر فانی موت تجھکو کون کہتا ہے | یہ چشمہ زندگی کا مدتون سے یون ہی بہتا ہے
ترے آگے ہے گردن خم

مستزاد کی مثال رباعی مین ۔

مومن

گہ دین مین تھا لقب یگانہ اپنا + تھے بُت سے خفا
سب دیر و حرم کی خاک چھانی مومن + کیا خاک کہین
مومن دل سا مکان جو برباد دیا + مانند حباب

گا ہے صنمون کو جانا اپنا + اللہ ری خطا
دیکھا تو کہین نہین ٹھکانا اپنا + جی بیٹھ گیا
ولہ
ان سنگدلون کو دے کے کیا خاک لیا + جز رنج و عذاب

یعنے وہ مکان کہ تھا خدا کا مسکن + گزند بتان		برباد کیا اُسے یہ کیا کام کیا اے خانہ خراب

مرزا رفیع السودا نے ایک مربع مستزاد لکھا ہے۔

ہے ایک روایت ز روایات پُراز غم + رو اُس کو تو سُن کر
میدان میں شہ دین کے مارے گئے جس دم + سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرورِ عالم + تم سنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم + غیر از دم خنجر
یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ + رخصت ہو بہن سے
اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ + ہمشکل کفن سے
اُس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ + فرقت کے محن سے
اکبار گیا شیون دلہاے پُراز غم + افلاک سے اُودھر
راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہے یہ مرغوب + گو جی ہے غم اندوز
اس امر میں بندے کو خوشی ہے بہت خوب + از نالۂ جانسوز
اگر یہ مبادا نہ کہیں حضرت ایوبؑ + محشر کے تمھیں روز
صابر نہ رہی مرضیٔ ایزد پہ کوئی دم + اولادِ پیمبرؐ

بیان فرد

فرد اُسے کہتے ہیں کہ ایک بیت بلا قافیہ متضمن مثل وغیرہ مضمون خاص کی لکھیں اور بعضوں کے نزدیک دونوں مصرعوں کا قافیہ مختلف ہونا ضرور نہیں اور ابیات غزل وغیرہ پر اطلاق فرد کا نہیں ہو سکتا یعنے غزل اور قصیدے کی بیت کو ہر چند واحد ہو فرد نہیں کہینگے پس فرد خاص ہے اور اور بیت عام کیونکہ فرد اُسی شعر کو کہنا چاہیے جو تنہا ایک شعر ہو پس معلوم ہوا کہ بہار بے خزان کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے اکہ فرد کے واسطے یہ بات ضرور نہیں ہے کہ شاعر جب ایک ہی شعر کہے تب اُسکو فرد کہینگے بلکہ غزل یا قصیدہ خواہ قطعہ یا مثنوی وغیرہ کا بھی شعر لکھا یا پڑھا جاے تو وہ بھی فرد کہا سہواً تحریر کیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا کہ ہر بیت بے قافیہ وغیرہ پر اطلاق فرد کا روا رکھتے تو قسم جداگانہ کیوں قرار پاتی۔ دریاے لطافت میں مرزا قتیل بھی ایسا ہی لکھتے ہیں الحاصل فرد کہنا پیشتر طریق قدما کا تھا۔

مذاق

عشق خال بُتان سے ہوگی نجات	کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ

ولہ

زہر کھائین اُس شکر لب پر نہ کیونکر سبزہ رنگ	آج طوطی بولتا ہے اُسکے خط سبز کا

درد

نہین ہے بے سبب یہ خندۂ دندان نما ہر گز	کسی کے تو لہو پینے پہ یعنی دانت رکھتا ہے

مومن

جانباز مومن اُسنے دیا غیر کو خطاب	ہم جان پر بھی کھیلے پر نام اور کا ہوا

ولہ

رحم کرنے کا نہین ہوس وہ کافر کیش پھر	فائدہ رونے سے سر جو کھٹ ہے حاصل پھوڑنا

چھٹا موتی اقسام نظم مین باعتبار مضمون کے -

مضمون کے لحاظ سے نظم کی اتنی قسمین ہین واسوخت - مرثیہ - سلام - نوحہ - ندبہ - شہر آشوب -

بیان واسوخت

واسوخت بیزاری کو کہتے ہین اور شاعرون مین اُس نظم کا نام ہے جس مین معشوق سے بیزاری اور عاشق کے لیے بے پروائی کا مضمون اور دوسرے معشوق سے دل لگانے کی چھیڑ کر اُسکو جلی کٹی کہتے ہین لکھین - مثال از نواب یوسف علی خان -

ناظم

کیا نہین اور جہان مین صنم سیمین بر | اور بھی سرو گل اندام ہین تجھ سے بہتر
جس مین ہو بوے وفا ایسے بھی گل ہین اکثر | تلخ دو ایک ہین تو سیکڑون خیر بن ہین ثمر

دل اگر چاہیے بلبل کا گل تر ہین بہت
آنکھ قمری کی ہو پیدا تو صنوبر ہین بہت

اب وہ گل چہرہ کرون فضل خدا سے پیدا | جسکے کوچے مین نہ اغیار کی پہونچی ہو صدا
خار ہون دامن یکرنگی طینت سے جدا | کوئی گلچین نہو اُس باغ مین بندے کے سوا

خوش مزاجی بھی ہو انداز ادا بھی اُس مین
رنگ اُلفت کا بھی ہووے تو وفا بھی اُسمین

گرمی آتش رُخ جب نظر آئے تجھکو | اسپند خشک کی مانند جلائے تجھکو
نازکی سبب دہن کی وہ دکھائے تجھکو | صورت سیب کمن داغ لگائے تجھکو

رشک سے رہے یہ خون دیدۂ گریان تیرا
غیرت دامن گل چین ہو گریبان تیرا

بیان مرثیہ

دستور قدیم ہے کہ کسی عزیز و قریب یا دوست خواہ امیر و رئیس کی وفات کا واقعہ اور حزن و ملال کا حال مرثیے مین لکھتے ہین اور یہ وضع صرف اہل فارس کی نہین ہے بلکہ عرب مین بھی یہ دستور قدیم سے جاری ہے اور اب اکثر مرثیہ وہی ہے جس مین حضرت امام حسین اور اُنکے رفقا کی شہادت کا حال اور واقعۂ کربلا لکھا جاتا ہے اور مسدس یا مثمن ترجیع بند خواہ ترکیب بند کی شکل مین ہوتا ہے مثال اس کی ۔

دلگیر

قاسم نے کہا دل سے کہ اب کیا ہین ارادے
ایسا نہو کوئی نام محمدؐ کا مٹا دے
شبیر کو گھیرے ہین سوار اور پیادے
مرنے کا یہی وقت ہے ہمت جو خدا دے

دیکھا سوے شبیر جو ہمت کی نظر سے
تلوار نکلنے لگی قاسم کی کمر سے

قاسم نے جو کی فوج لعین سب تہ و بالا
احسنت اُسے کہتا تھا سب عالم بالا
پھر تو کسی خودسر نے وہان سر نہ نکالا
جو ایک نے آ نیزہ اُسے پیچھے سے مارا

فرمایا کہ کہدے یہ کوئی میرے چچا سے
اک اہل دغا نے اُسے مارا ہے دغا سے

جس وقت ہوا فرط جراحت سے بہت چور
دل سے کہا کوتاہی ہے ہمت سے بہت دور
اور سینہ پُرا زخمون سے جون خانۂ زنبور
ہاتھون سے نہ تلوار چھُٹے تا بہ لب گور

ہمت سے کہا اب نہین موقع ہے کمی کا
پائون سے کہا وقت ہے ثابت قدمی کا

تیورا کے گرے جب تو یہ عمو کو پکارے
گر آؤ تو پورے ہون سب ارمان ہمارے
کوثر کی طرف جاتے ہین ہم پیاس کے مارے
جو دم ہے سو آخر ہو وہ قدمون پہ تمھارے

جس وقت سنا شور یہ اُس غنچہ دہن کا
شبیر کو مطلق نہ رہا ہوش بدن کا

اعضائے تن قاسم کے جدا سب نظر آئے
سیدھا کیا گردن کو یہ بین اُس کو سنائے
وہ ہاتھ کٹے شاہ نے آنکھوں سے لگائے
اب کوئی اُٹھائے تو تمھین خاک اُٹھائے

یہ تھک کے ہو سوے کہ بجا ہوش نہین ہے
گردن ہے کہین ہاتھ کہین پاؤن کہین ہے

بیان سلام

جو مرثیہ غزل یا قصیدے کے طور پر لکھا جائے اُسے سلام کہتے ہین لیکن ایسی نظم کے مطلع مین سلام خواہ مجرا یا سلامی خواہ مجرئی کا لفظ بھی اکثر مستعمل ہے مثال۔

دلگیر

ای سلامی ہو اثر جذب دل بیتاب مین
شاہ بیکس جلد کیا بیٹی کے آئے خواب مین

غم مین گوہر کے سکینہ روتے روتے مرگئی
تھا نہ فرق اشکون مین اور کچھ موتیون کی آب مین

زندگی بھر تھا سدا یہ قول سجادِ حزین
مرگ سے بدتر ہے جینا فوت احباب مین

شاہ فرماتے تھے ہون مین وارث شیر خدا
سجدۂ آخر کرونگا تیغ کی محراب مین

وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدا شاہِ دین
آب کوثر کا مزہ ہے خنجر بے آب مین

تھا جہاز آل پیغمبر کا خشکی مین یہ حال
جسطرح پھنس جاتی ہے کشتی کبھی گرداب مین

گیارھوین شب کو محرم کی یہ تھا زینب کا قول
زخمی ماں جائے کا لاشہ ہے پڑا مہتاب مین

بولے شہ بانی یہ زینب سکا دینا فاتحہ
حُر مرا مہمان ہوا ہے آکے قحط آب مین

گرمی روز قیامت کا ہے کیا دلگیر خوف
گر ملے گی تجھکو جاگہ شاہ کے سرداب مین

بیان نوحہ

جو مرثیہ مستزاد کی وضع پر ہو تو اُسکو نوحہ کہتے ہین۔ مثال

منصور

بانو نے یہ اصغر سے کہا گود کے پالے + او گیسوؤن والے
یون چھڑ گیا تو شمر ستمگار کے پالے + او گیسوؤن والے

اکبار تو اور لخت جگر گود مین آؤ + گو ہٹ یہ جڑھے ہو
معصوم تو ایسے نہ کہین دیکھے نہ بھالے + او گیسوؤن والے

کچھ منھ سے ذرا بولو تو اے اصغر نادان + دائی گئی قربان
اس کو کہو علی کو کیے تم کس کے حوالے + او گیسوؤن والے

رو رو کے تڑپتا ہے یہ بھائی علی اکبر + با حالت مضطر
دان تجھکو لگا تیر یہان سینے پہ بھالے + او گیسوؤن والے

ظالم نے مرا لوٹ کے سارا لیا زیور + نے سر پہ ہے چادر
مارا تجھے تیرون سے مرے ناز کے پالے + او گیسوؤن والے

تو غیرت خورشید ہی اے ماہ منور + پیارے مرے اصغر
کرتی ہی بیان رو رو کے بانو دل رنجور + اس طرح سے منصور

زلفین ہین تری چاند سے رخسارون پہ ہالے + او گیسوون والے
اب تو کہین دنیا سے خدا مجھکو اٹھا لے + او گیسوون والے

مگر واجد علی شاہ نے نوحے غزل کی زمین مین لکھے ہین جیسے۔

سکینہ کہتی تھی رو کر مرے بے سر مرے بھائی
علی اکبر علی اکبر مرے بے سر مرے بھائی

شعاع نیر تابان فروغ کوکب رخشان
سمن بر شکل پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی

سر پر نور نیزے پر دھرا ہے اے مہ انور
پڑا ہے خاک پر پیکر مرے بے سر مرے بھائی

ہوا سینے کا کیا عالم نہین باقی ہی تن مین دم
روان سبط پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی

گئے دنیا سے یہ پیاسے کہون کس سے کہ دو کھیے
خفا ہین ساقی کوثر مرے بے سر مرے بھائی

بیان ندبہ

ندبہ نوحہ و شیون اور ماتم کے معنے مین ہے اصطلاح مین ندبہ وہ لفظ ہے جو مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بین کے طور پر رونے مین کہا جاتا ہے اور سینہ کوبی کی جاتی ہے جیسے واجد علی شاہ کہتے ہین۔

حضرت خیر نسا کا جایا حسین حسین حسین
پانی نہ اُسنے دشت مین پایا حسین حسین حسین

تیر لگے تلوارین پڑی ہین برچھیان غم کی دل مین گڑی ہین
بھال سر پہ نیزہ لگایا حسین حسین حسین

بیان شہر آشوب

شہر آشوب اُسے کہتے ہین کہ ملک کی بربادی اور ویرانی اور تباہی اور اہل ملک کی مصیبت کا حال لکھا جاے مثال اسکی نواب مرزا خان داغ کے شہر آشوب کے بند۔

فلک نے قہر و غضب تاک تاک کر ڈالا
تمام پردۂ ناموس چاک کر ڈالا

یکایک ایک جہان کو ہلاک کر ڈالا
غرض کہ لاکھ کا گھر اُسنے خاک کر ڈالا

جھلسی ہین دھوپ مین شکلین جو ماہتاب کی تھین
کھچی ہین کانٹون مین جو پتیان گلاب کی تھین

زبان جو بدلین تو صورت بدل نہین آتی
ملین جو خاک بھی منھ پر تو مل نہین آتی

کسی طرح کسی پہلو سے کل نہین آتی
پکارتے ہین اجل کو اجل نہین آتی

جو سر کو پھوڑین تو پتھر پڑے سر کتے ہین
جو لوٹین کانٹو نپہ کانٹے الگ کھٹکتے ہین

پیادہ پا ہون رہان شہسوار صد افسوس
لہو کے گھونٹ پیین بادہ خوار صد افسوس

ذلیل و خوار ہون اہل وقار صد افسوس
ہزار حیف دل بے قرار صد افسوس

جھکے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

رام پور کے کتب خانے مین ایک ضخیم مثنوی شہر آشوب نام رکھی ہے اس مین قوم کسبی کی چالاکیان فریب دھوکہ بازی اور بداعمالی دکھائی ہے اور اطراف ہندوستان کے اکثر شہرون کی نام ور کسبیون کے مکر و دغا کا کچا چٹھا بیان کیا ہے مصنف اِس کا ناظم ہے اور مین خیال کرتا ہون کہ وہ نواب یوسف علی خان ناظم والی رامپور ہونگے یہ ایک شعر اسی کا ہے۔

دم سگ سے کبھی نہ بل جائے
برسون نلکی مین رکھ کے پچتائے

سودا

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا
مگر کبھی کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا

کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا
عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا

کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن بجھے جسجگہ فانوس
پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانے کے فانوس

کرورون دل پر از امید ہو گئے مایوس
گھرون سے یون نچائے نکل گئے ناموس

ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحب چوڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہے یہ معمول
وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول

ہے ایک گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول
اور اُنکے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول

کہ خاک پاک کی تسبیح ہے لیجئے جو مول

اگر محب ہوا مستمع تو سنتے ہی یہ نام
دیا کچھ اُسنے بمقدور کرکے نذر امام

پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام
دروغ و راست کا لا یادہ درمیان کلام

یہ آگے اور چلین کرکے زیر لب لاحول

پہلا جزیرہ علم عروض مین

اور اس مین چھ شہر دلاویز ہین۔

پہلا شہر بحرون کی ایجاد کے ذکر مین۔

عقلا نے چند قاعدے مقرر کیے ہین کہ اُنسے وزن شعر کی صحت و سقم دریافت ہوجائے اور اس علم کا نام عروض ہے عین کے فتحہ سے موجد اس علم کا خلیل بن احمد بصری ہے جسنے اس علم کو بہ گاوزن کی آواز سے استخراج کیا ہے حمزہ بن حسن اصفہانی خلیل کے حق مین کتاب تنبیہ مین لکھتا ہے کہ خلیل نے یہ علم اپنی ایجاد سے نہین نکالا بلکہ اُسنے تصحیف کی ہے یعنی علم موسیقی اور نغم سے یہ اصول علیحدہ کرکے اُنپر ایک فن بناکر کھڑا کردیا ہے کیونکہ یہ دونون علم آپس مین قریب ورایک دوسرے کے نزدیک ہین اور خلیل کو ان فنون مین بہت مہارت تھی مگر یہ بھی اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ جب سے اہل اسلام کا شیوع ہوا کسی نے ایسا علم کوئی بھی نہین نکالا جس کی اصل علماے عرب نے نہ نکالی ہو سواے خلیل مذکور کے کیونکہ اسکی کوئی اصل نہ کسی حکیم کی مقرر کی ہوئی تھی اور نہ کوئی اسکی مثال مقابل اسکے سابق مین ہوچکی تھی اور وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ جب اُسنے یہ علم ایجاد کیا تھا تو مکہ معظمہ مین وارد تھا سو تیمنًا و تبرکًا کعبہ معظمہ کے نام سے نامزد کیا کیونکہ عروض ایک نام ہے خانہ کعبہ کا۔ المعجم فی معاییر اشعار العجم مین لکھا ہے کہ عروض اسکو اس لیے کہتے ہین کہ شعر کو اس پر عرض کرتے ہین مطلب یہ ہے کہ شعر کو اس سے جانچتے ہین تاکہ موزون غیر موزون سے علیحدہ ہوجاے اور وہ فعول ہے مفعول کے معنے مین یعنے معروض عروض کے معنے مین ہے بنا عروض کی **ف ع ل** پر ہے جس طرح بنا اوزان لغات عرب کی ان تینون حروف پر ہے تاکہ تعریف اور گردان اوزان لغوی اور شعری کی ایک طور پر ہو جس طرح اہل لغت کہتے ہین کہ ضَرَبَ فَعَلَ کے وزن پر ہے ضارب فاعل کے وزن پر اور مضروب مفعول کے وزن پر عروضی کہتے ہین لفظ اِلٰہی فعولن کے وزن پر ہے اور عددآیا۔ مفاعیلن کے وزن پر اور لفظ کھل گئے سیفا علاتن کے وزن پر۔

اسکے علاوہ اور کئی وجہ تسمیہ ہین جنکو رسالۂ عروض سیفی وغیرہ مین لکھا ہے مثلًا۔ (۱) عروض طرف اور کنارۂ چیز کے معنے مین ہے چونکہ یہ علم بھی بعض علمون سے کنارے پر ہے اس لیے عروض نام رکھا (۲) بعض کہتے ہین کہ لفظ عروض کی ترکیب مین عین و را و ضاد ہے جسکے معنے ظہور کے ہین چونکہ اس علم سے وزن صحیح اور غیر صحیح مین فرق ظاہر ہوتا ہے اسلیے عروض کہنے لگے (۳) بعض کہتے ہین

کہ عروض لغت مین راہ کشادہ کے معنی مین ہے اور جس طرح پہاڑ کے رستے مین ہوکر شہرون اور مقامون کو جاتے ہین اسی طرح اس علم کے ذریعے سے شعر موزون اور ناموزون کی طرف پہونچتے ہین اور اس کے جاننے سے شعر غلط اور صحیح معلوم ہو جاتا ہے (۴) بعض کہتے ہین کہ عروض بادل کے معنے مین ہے اور جس طرح بادل اور اُس سے پیدا ہوئی چیزون مین نفع زیادہ ہے اسیطرح اس علم مین نفع کثیر ہے (۵) بعض کہتے ہین کہ شعر کے مصرع دوم کے لفظ آخر کا نام عروض ہے اور اس علم مین اُس کا ذکر زیادہ آتا ہے اس لیے یہ بھی عروض کہلاتا ہے۔

مگر وجہ موجہ وہی ہے جو المعجم مین مذکور ہے القصہ خلیل کے بعد دوسرون نے بھی اُسی قیاس پر اور اس مین زیادتیان کین چنانچہ اول خلیل بن احمد نے یہ پندرہ بحرین ایجاد کی ہین طویل۔ مدید۔ بسیط۔ کامل۔ وافر۔ ہزج۔ رجز۔ رمل۔ منسرح۔ مضارع۔ سریع۔ خفیف۔ مجتث۔ مقتضب۔ متقارب۔ بعد اسکے چار بحرین اور نکلین ایک متدارک اسکو ابوالحسن اخفش نے وضع کیا ہے فرہنگ لغات وحالات نحاۃ ضمیمہ کتاب غایۃ البیان ومسالک البہیہ مین جو لکھا ہے کہ بعد خلیل بن احمد عروضی کے اخفش نے بحر مجتث ایجاد کی یہ بات سراسر غلط اور محض بے بنیاد ہے بلکہ بحر مجتث منجملہ اُن پندرہ بحرون کے ہے جنکو خلیل بن احمد نے وضع کیا ہے اخفش نے تو بحر متدارک نکالی ہے جیساکہ اوپر بیان کیا گیا دوسری جدید اسکو بزرجمہر نے استخراج کیا ہے اور بعض اس بحر کو غریب بھی کہتے ہین مولوی صہبائی اور مولوی مفتی سعد اللہ نے بزرجمہر کو وزیر نوشیروان کا لکھا ہے یہ محض غلط ہے اسلیے کہ عہد بابرکت حضور پُر نور نبوی مین آخر زمانہ بزرجمہر وزیر کا تھا اور خلیل بن احمد عروضی زمانہ تابعین مین دوسری صدی مین ہوا ہے کہ سنہ ایک سو میں مین پیدا ہوا اور ۱۷۰ مین مرا اور یہ بھی معلوم ہے کہ بحر جدید بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اُسوقت بزرجمہر وزیر نوشیروان کہان تھا تیسری بحر قریب اُسکو مولانا یوسف نیشاپوری نے نکالا ہے اور یہ وہ شخص ہے کہ فارسی مین علم عروض پہلے اسی نے جاری کیا ہے اور یہ شخص خلیل بن احمد عروضی سے دوسو برس کے بعد پیدا ہوا ہے چوتھی مشاکل یہ کسی اور شخص نے نکالی ہے۔

بحور مذکورۂ بالا سے بحور مجددہ یعنی جدید قریب اور مشاکل اشعار فارسی کے ساتھ مختص ہین اہل عرب ان مین شعر نہین کہتے اسی طرح طویل ومدید وبسیط ووافر کو شعرائے عجم نے استعمال نہین کیا اسلیے کہ وہ وزن نامطبوع ونامرغوب ہین عربی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین متقدمین فصحائے عجم نے بحر کامل مین بھی شعر نہ کہے تھے لیکن حضرت امیر خسرو اور مولوی جامی نے اس وزن مین شعر کہنا شروع کیا پھر یہ بحر بہت شائع ہو گئی اور بحر مقتضب نہایت کم مستعمل ہے سوا اُن کے باقی بحرین عربی وفارسی وریختہ مین علی العموم مستعمل ہین القصہ بحور مذکورہ سے سات

بحرین مفرد ہین اور بارہ مرکب مفرد اُنکو کہتے ہین جن مین ایک ہی رُکن کی تکرار ہوا ور مرکب وہ جو دو مختلف رکنون کی تکرار سے حاصل ہون اور وہ سات بحرین مفرد یہ ہین ہزج رجز۔ رمل۔ کامل۔ وافر۔ متقارب متدارک۔ اور بارہ بحرین مرکب یہ ہین منسرح۔ مقتضب۔ مضارع۔ مجتث۔ طویل۔ مدید۔ بسیط۔ سریع۔ خفیف جدید۔ قریب۔ مشاکل۔ بحور مفردہ مین متقارب اور متدارک مثمن الاصل ہین یعنی سب آٹھ آٹھ ارکان سے مرکب ہین اور ہزج اور رجز اور رمل اور کامل اور وافر مسدس الاصل ہین لیکن شعراے فارس اور ریختہ کے یہان یہ بھی مثمن مستعمل ہین اور بحور مرکبہ مین بعض مثمن ہین اور بعض مسدس اب خواہ مثمن کو مسدس و مربع و مثنے وغیرہ استعمال کرین خواہ مسدس کو مثمن و مربع وغیرہ لائین جو بحر مثمن ہو اور وہ مسدس لائی جائے اُسکو مجزو کہتے ہین اسلیے کہ ایک ایک جز مصرع سے کم ہوگیا اور مجزو کے معنے کٹے ہوے کے ہین پس جس بحر کے مصرع مین چار رُکن ہون اُسے باعتبار بیت کے مثمن کہتے ہین اور جس مین تین رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے **مُسَدَّس**۔ اور جسکے مصرع مین دو رُکن ہون اُسے بلحاظ کل بیت کے **مُرَبَّع** کہتے ہین۔ عربی کی بحرون مثلث اور مثنے اور موحد بھی ہوتی ہین **مثلث** خلیل کے نزدیک اور **مثنے** اخفش کے نزدیک اور موحد سواے زجاج کے سب کے نزدیک شعر نہین ہے بلکہ سجع ہین داخل ہے اور مثلث دو مصرعون پر مشتمل نہین ہوتا بلکہ وہ تمام ایک بیت ہوتا ہے اور یہ راے غیر خلیل کی ہے جنکے نزدیک بیت کی تقسیم دو مصرعون پر واجب نہین اور خلیل کے نزدیک سجع مین داخل ہے کیونکہ وہ بیت کا انقسام دو مصرعون پر واجب جانتا ہے البتہ مثنے دو مصرعون پر مشتمل ہوتا ہے مگر فارسی و ریختہ مین مثمن و مسدس کے سوا بہت ہی کم رائج ہے بلکہ متاخرین نے دس دس اور سولہ سولہ اور بیس بیس رکن کے اشعار کہے ہین ارکان کا حال آگے ہم مفصل بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے۔

فائدہ علم عروض ہندوستان مین قبل بناے ریختہ سے رائج ہے اور اس علم کا نام ہندی مین **پنگل** ہے شعراے ہند بڑے نازک خیال گذرے ہین اب بھی خال خال موجود ہین زبان ہندی مین اشعار قریب ایک سے بحر مین پر صنعتہاے گوناگون پائے جاتے ہین بحرین عربی و فارسی و ہندی کی اکثر مختلف ہین کچھ متفق بھی ہین چنانچہ بحر متقارب و رکض الخیل یعنی متدارک و بحر سریع عربی و فارسی و ہندی تینون زبانون مین مستعمل ہین متقارب کو ہندی مین **بھجنگ پریات** بضم باے موحدہ و فتح جیم کہتے ہین معنی اسکے سانپ کی چال ہین اور یہ اُنکے یہان مثمن مستعمل ہے اور رکض الخیل کا نام ترُبھنگہ ہے بکسرۂ تاے فوقانیہ سے اور ہندیون کے یہان یہ وزن مثمن و مسدس و مثمن مضاعف مستعمل ہے مضاعف ہونیکی صورت مین اکثر سبب خفیف یا ثقیل اول مصرع مین اور ایک سبب خفیف آخر مصرع مین لاتے ہین اور درمیان مین سات فعلن ہوتے ہین اُن مین بھی اکثر متحرک العین ہوا کرتے ہین ترُبھنگے کے لغوی معنی تُوٹنے والے کے ہین اصطلاح مین اُس بحر کو کہتے ہین جس مین تین جگہ بسرام یعنے وقف ہو اور

اس بحر مین ڈوڈو تک یعنی دو دو مصرع مقفے ہوتے ہین اور تکون کی تعداد مقرر نہین ہے اور بحر سریع کو ہندی مین چوپائی کہتے ہین اکثر مثنویان اسی بحر مین نظم کرتے ہین۔ ہندی کی ایک بحر مین جسکا نام سورٹھ[1] ہے قافیہ درمیان شعر کے آتا ہے اور عجب لطف دیتا ہے ظاہرا ایسا قافیہ کسی زبان مین نہین آتا جیسے اس سورٹھ مین ؎

دوہا اُلٹا جان اور بات دوجی نہین
پنگل کرت بکھان چھند سورٹھ ہوت ہین

ان دونون تکون یعنی مصرعون مین جان اور بکھان قافیہ ہے اور دوہہ کو اُلٹا کرنے سے سورٹھ ہو جاتا ہے اسی مضمون کو شاعر نے اس سورٹھ مین ادا کیا ہے چنانچہ سورٹھ مذکور کے اُلٹا کرنے سے یہ دوہا ہو جاتا ہے ؎

اور دوجی بات نہین دوہا اُلٹا جان
چھند سورٹھ ہوت ہین پنگل کرت بکھان

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی نے ہندی کے علم بدیع و تشبیہات وغیرہ کو عربی و فارسی کا جامہ پہنایا ہے اُنکی کتاب غزلان الہند فارسی زبان مین مین نے دیکھی ہے صنائع ہندی کے لیے شعراے فارسی کے اشعار تلاش کیے ہین وہ کہتے ہین کہ علم بدیع ہندی در ازمنہ سابقہ پیش از زمان اسلام بوجود آمد۔ صنائع تین طرح پر ہین ایک وہ جو عربی اور ہندی مین مشترک ہین جیسے ابہام حسن التعلیل۔ تجاہل العارف۔ مراجعت۔ استعارہ۔ تشبیہ۔ جناس۔ سجع اور بعض عربی سے مخصوص ہین جیسے استخدام حسن المخلص۔ یعنی قصیدے مین گریز اور تاریخ بقاعدۂ جمل وغیرہ اور بعض ہندی کے ساتھ مخصوص ہین۔

دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان مین

اشعار کے وزن کرنے کے لیے چند طرح کے الفاظ مقرر کیے گئے ہین اُن کو ارکان کہتے ہین اور بحرین اُنہی ارکان سے مرکب ہوتی ہین اور ارکان آٹھ ہین جن مین سے دو خماسی یعنی پنج حرفی ہین ایک **فعولن** دوسرا **فاعلن** اور چھ سباعی ہین **مفاعیلن** اور **مفعولات** بضم تا بلا تنوین اور **فاعلاتن** اور **مستفعلن** اور **متفاعلن** اور **مفاعلتن** لیکن عروضی دو رکن فاعلاتن اور مستفعلن کو چار قرار دیتے ہین اور دو قسم کرتے ہین **فاعلاتن** اور **مستفعلن** کو متصل اور **فاع لاتن** اور **مس تفع لن** کو منفصل کہتے ہین اس حساب سے دس رکن ہوے لیکن یہ فرق اعتباری ہے اور فائدہ اسکا دائرۂ مشتبہ و منعکسہ

[1] بضم سین مہملہ و سکون واو مجہول و راے مہملہ مفتوح و تاے ہندی مفتوح و ہاے مخلوط التلفظ ۱۲

ہین معلوم ہوگا اور وجہ اتصال وانفصال کی کتابت سے معلوم ہوسکتی ہے غرض کہ ارکان کو اُصول اور اجزا اور میزان اور تفاعیل اور مفاعیل اور افعال اور اوزان عروض بھی کہتے ہین اور اُن سے فقرہائے شعر کو برابر کرتے ہین اور یہ رکن ان تین جزون سے جن کو اُصول سہ گانہ کہتے ہین مرکب ہوا کرتے ہین سبب وتد۔ فاصلہ۔ **سبب** کلمۂ دوحرفی کو کہتے ہین اور اُسکی دو صورتین ہین اگر حرف اول متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو اسکو **سبب خفیف** کہینگے جیسے اب۔ تو جا۔ مف۔ عو۔ لن وغیرہ اور اگر دونون حرف متحرک ہون تو **سبب ثقیل** کہتے ہین اور اسطرح کا لفظ سوا عربی کے اور کسی زبان مین پایا نہین جاتا یا کسی لفظ کا جز ہوتا ہے جیسے لفظ ہمہ مین ہائے مختفی نہ شمار کیجائے تو سبب ثقیل رہتا ہے اسلیے کہ میم متحرک ہے ہندی مین سبب ثقیل ترکیب حرفی یا لفظی سے حاصل ہوسکتا ہے مثلاً نہ رہا مین نر کو سبب ثقیل اور ہا سبب کو خفیف اعتبار کرسکتے ہین ورنہ دراصل نون حرف نفی اور ہا صیغہ ماضی ہے **وتد** کلمہ سہ حرفی کو کہتے ہین اُسکی دو قسمین ہین اگر دو حرف اول متحرک واقع ہون اور حرف ثالث ساکن تو اُسے **وتد مجموع یا وتد مقرون** کہتے ہین جیسے دیا لیا وغیرہ اور اگر حرف اول و آخر متحرک اور حرف وسط ساکن ہو تو اُسے **وتد مفروق** کہتے ہین جیسے ہار اور یار اور جان اور بخت اور تخت اور درد اور زرد مین حرف ثالث ساکن نہین اسلیے کہ عروضیون کی اصطلاح مین حرف ساکن اس حرف کو کہتے ہین جسکے ماقبل حرف متحرک ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو اُسکو اصلا ساکن نہین جانتے بلکہ متحرک کے حکم مین رکھتے ہین اور وجہ اُسکی مرزا قتیل نے چہار شربت مین اسطرح لکھی ہے کہ عروضی ساکن ایسے حرف کو کہتے ہین جس سے ابتدا محال و ممتنع ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو اُسکے ساتھ ابتدا کرنا محال نہین بخلاف ایسے حرف ساکن کے جسکا ماقبل متحرک ہے مثلاً سودا ع کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا۔ ظاہر ہے کہ کچھ آگ مفعول بضم لام کے وزن پر ہے اور اگر مفعول مضموم اللام کی جگہ مفعول بسکون لام پڑھین تو درست نہو اسلیے کہ تقطیع مین یہ وزن لام کے ضمے سے آتا ہے بلکہ مفعول سکون لام سے رسائل عروض مین آیا ہی نہین ہے اور اگر عروضیون سے خلاف کیا جائے تو حسرت کے اس مصرع کا کیا حال ہوگا جو اسی وزن مین ہے

ع نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہو گر دال دلون کی مفعول کے لام اور آگ کی کاف کے مقابل واقع ہوئی ہے پس ایسے کاف کو ساکن نہ کہنا چاہیے یہی حال ہار اور یار اور جان اور بخت اور تخت اور درد اور زرد وغیرہ کے حرف سوم کا ہے غرضکہ عروضی جس حرف کو ساکن قرار دیتے ہین وہ کبھی تقطیع مین متحرک نہین ہوسکتا جیسے اب۔ تو جا۔ کا۔ حرف دوم گو وہ حرف جو دوسرون کے نزدیک ساکن ہے متحرک ہوجاتا ہے پس جو حروف ساکن ایسا ہے کہ اُسکا ماقبل بھی ساکن ہے وہ اس گروہ کے نزدیک متحرک ہے مثلاً ع بدقت اشک اب نکلے ہے شاہد اشک کا کاف مفاعیلن کے میم کے مقابل ہوا ہے پس اگر ساکن ہوتا تو ابتدا رکن کی اُسکے ساتھ کس طرح جائز و ممکن ہوتی اور اگر دراصل متحرک نہوتا تو مصرع ناموزون پڑھا جاتا صاحب بصیرت پر یہ بات روشن ہے۔

کہ جب واقف عروض یہ مصرع سُنتا ہے تو بوقت اش مفاعیلن اُسکے ذہن مین گذرتا ہے اور بعد اسکے
ک اب نکلے مفاعیلن ذہن مین آتا ہے اگر مصرع مین کاف کی حرکت پڑھنے مین ظاہر ہو اور سر کی رائے مہملہ کی
طرح ساکن قطعی قرار پائے تو مصرع کا موزون ہونا ممتنع ہوجائے **فاصلہ** بھی دو طرح پر ہے اگر چار حرف کا کلمہ
ایسا ہو کہ اس میں تین حرف اول متحرک ہون اور چوتھا ساکن تو اُسکو **فاصلۂ صغریٰ** اور **فاصلۂ صولت**
کہتے ہین جیسے عربی مین اَحَدٌ تنوین کے ساتھ (یعنی اَحَدُن) اور فارسی مین صنما اور جیتم ہندی مین کوئی لفظ
ایسا دیکھنے مین نہین آیا البتہ ترکیب کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے جیسے نگیا اور نرہا کہ نون نفی کا ہے اور
گیا اور رہا صیغہ ماضی کا برج کی زبان مین بنی ہنی مشوق جیوت بنی دیکھنی ہے یا دیکھتا ہے بنری ابنی دکھن وغیرہ
کلمات پائے جاتے ہین اور اگر پانچ حرف ایسے ہون جن مین چار حرف متصل متحرک ہون اور پانچوان ساکن
اُسکو **فاصلۂ کبریٰ** کہتے ہین اور بعض اُسکو **فاصلۂ ضبط** کہتے ہین ہندی مین اسکی مثال نہین البتہ عربی
مین ہے جیسے سمکۃ بحالت تنوین (یعنے سَمَکَتُن) بعض کہتے ہین کہ چار حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور سبب خفیف
سے بنا ہے اور پانچ حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور وتد مقرون سے مرکب ہے اور فاصلہ علیحدہ کوئی چیز نہین
مولوی صہبائی بھی کہتے ہین کہ یہی حق ہے لیکن جمہور نے اس جزو ثالث کا بھی اعتبار کیا ہے چنانچہ رکن متفاعلن
مین بعضون کے نزدیک وتد مجموع پر فاصلۂ صغرےٰ مقدم ہے اور جو لوگ فاصلے کے قائل نہین وہ کہتے ہین کہ
وتد مجموع کے پہلے ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے اور مفاعلتن مین بھی کہ اسکا عکس ہے وہی
ترکیب برعکس ہے یعنی فاصلہ یا ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف پر وتد مجموع مقدم ہے اور بعضون
نے فاصلے کو مانا ہے لیکن سبب ثقیل کے قائل نہین مرزا قتیل کی بھی یہی رائے ہے اور حق یہ ہے کہ عروض عجم مین
فاصلہ نہین سبب ثقیل مع خفیف یا سبب ثقیل مع وتد مجموع کی ترکیب قرار دی جائے گی اور عروض عرب مین فاصلہ
معتبر ہے مثلاً اَحَدُن لفظ عربی کو عروضیان عرب فاصلۂ صغرےٰ بولینگے اور صنما کو عروضیان فارس سبب ثقیل اور
سبب خفیف سے مرکب بتلائین گے سَمَکَتُن کو عربی عروض والے فاصلۂ کبریٰ کہین گے اور فارسی والے
ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع پس سبب اور وتد عربی و فارسی مین مشترک ہین اور فاصلہ عربی کے
ساتھ خصوصیت رکھتا ہے فارسی مین اسکا اعتبار نہین علیٰ ہذا القیاس ریختہ مین۔ بعض فاصلۂ کبرےٰ کو
فاصلہ بضاد معجمہ اور فاصلۂ صغرےٰ کو **فاصلہ** بصاد مہملہ کہتے ہین اور بعضے دونون کو بضاد معجمہ قرار دیتے
ہین **فائدہ** شاعر کو اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ ایک بیت مین فقط اسباب یا اوتاد یا فواصل ہی نہون بلکہ
سب کا جمع کرنا لازم ہے گو شعرائے قدیم نے اصول سہ گانہ مین اشعار مفرد کہے ہین لیکن وہ پسند طباع
نہوے جیسا کہ۔

میر

گل آشفتہ اُس کے رخ کا — سنبل اک زنجیری مُو کا

اس شعر مین سبب خفیف جمع ہوے ہین کیونکہ وزن اسکا فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دو بار ہے

بہادر سنگہ کام بدایونی

یہ تھوڑی تھوڑی نے ندے کلائی توڑ موڑ کر — بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

اس شعر مین تمام وتد جمع ہوے ہین اسلیے کہ اس کا وزن یہ ہے مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار

ظفر

مراد غمن اگرچہ زمانہ رہا — تیرا یون ہی مین دوست یگانہ رہا

اس شعر مین تمام فاصلے جمع ہوے ہین اسکا وزن یہ ہو فعلن فعلن فعلن فعلن بکسر عین ۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ارکان مذکورۂ بالا مین سے فعُولن مین وتد مجموع ایک سبب خفیف پر مقدم ہے اور فاعلُن مین عکس اسکا ہے مفاعیلن مین وتد مجموع کے بعد دو سبب خفیف ہین مفعولات بضم تا بلاتنوین مین اول دو سبب خفیف ہین پھر وتد مفروق ۔ اور مُتَفاعِلُن مین بعضون کے نزدیک فاصلۂ صغری وتد مجموع پر مقدم ہے بعضون کے نزدیک ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے مُفاعلتن مین اسکا عکس ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا مُستَفعِلُن متصل مین دو سبب خفیف مقدم ہین ایک وتد مجموع پر مس تفع لن منفصل مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے ۔ اور فاعلاتن متصل مین وتد مجموع درمیان دو سبب خفیف کے ہے اور فاع لاتن منفصل مین وتد مفروق مقدم ہے دو سبب خفیف پر متصل اور منفصل کا فرق بسبب کتابت کے ہو یعنی مستفعلن منفصل مین عین لفظ لن سے اور فاعلاتن منفصل مین عین لفظ لاتن سے جدا لکھا جاتا ہے اس وجہ سے منفصل قرار پائے اور مستفعلن اور فاعلاتن متصل مین ملا ہوا ہی اسلیے یہ متصل کہلائے ہندی مین اتصال اور انفصال نہین ہوتا یہ فرق اعتباری ہے مستفع لن منفصل بحر خفیف مجتث جدید ۔ بدیل ۔ صغیر اور حمیم مین آتا ہے اور فاع لاتن منفصل بحر مضارع) قریب مشاکل ۔ صریم قلیب اور اصیم مین واقع ہوتا ہے ۔

جب بیان ارکان کا ہو چکا تو ہم یہان پر بحرون کے اوزان بیان کرتے ہین پس دیکھو کہ سات مفرد بحرون مین سے بحر ہزج مین رکن مفاعیلن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار اور بحر رمل مین رکن فاعلاتن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار اور بحر رجز کا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار اور بحر کامل کا وزن ہے متفاعلن متفاعلن

متفاعلن متفاعلن دوبار - اور بحر وافر کا یہ وزن ہے مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دوبار - اور بحر متقارب کا یہ وزن ہے فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار - اور بحر متدارک کا یہ وزن ہے فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار - اور بحور مرکبہ سے بحر منسرح کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار - اور بحر مقتضب کا یہ وزن ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار - اس بحر کو بحر منسرح سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات ہے اور بحر مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن ہے دونون مین ارکان ایک ہی ہین لیکن ترتیب مین فرق ہے بحر مضارع کا یہ وزن ہے مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مجتث کا یہ وزن ہے مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مستفع لن منفصل ہے بحر طویل کا یہ وزن ہے فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار بحر مدید - کا یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار بحر بسیط کا یہ وزن ہے مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دوبار - بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دوبار بحر خفیف کا یہ وزن ہے فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے - بحر جدید کا جسکو بحر رجهری بھی کہتے ہین یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قریب کا یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مشاکل کا یہ وزن ہے فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے -

فائدہ بحور مستحدثہ سے تین بحرین اور ہین کہ انکو عروضیان پارسی نے ایجاد کیا ہے وہ یہ ہین ایک بحر عریض اسکا وزن مفاعیلن فعولن مفاعیلن فعولن دوبار ہے صاحب معیار الاشعار کہتے ہین کہ اسکا نام مقلوب طویل رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عکس طویل ہے دوسری بحر عمیق اسکا وزن فاعلن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن دوبار ہے یہ مقلوب مدید ہے اور عریض کو مستطیل اور عمیق کو ممتد بھی کہتے ہین تیسری بحر مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن دوبار ہے اسکے رکن سالم مین آٹھ حروف ہین م ف اع ل ات ن مگر اس بحر کا کوئی نام نہین رکھا گیا ہے اور حقیقت مین یہ وزن رجز مثمن مخبون مرفل یا کامل مثمن موقوص مرفل ہے اور ابو عبداللہ قرشی نے نو بحرین اور دائرہ منعکسہ سے استخراج کی ہین مگر اہل فن مثل بہرامی سرخسی وغیرہ کے نزدیک یہ بحرین مقبول نہین کیونکہ بحور قدیمہ مشہورہ مین مندرج ہین غور کیا جاتا ہے تو تفائل کلی نہین پایا جاتا جیسا کہ حدائق العجم مین غایۃ العروضیین سے نقل کیا ہے - اور وہ بحرین یہ ہین بحر صریم اس بحر کا وزن مفاعیلن فاع لاتن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر کبیر اسکا

وزن مفعولات مفعولات مستفعلن دوبار ہے بحر بدیل اس کا وزن مس تفع لن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قلیب فاع لاتن فاع لاتن مفاعیلن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر حمید اس کا وزن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار ہے بحر اصیم فاعلاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاعلاتن منفصل ہے بحر سلیم مستفعلن مفعولات مفعولات دوبار ہے بحر صغیر مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر جمیم فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن دوبار ہے اس مین مس تفع لن منفصل ہے۔

ایک شخص معاصر حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ عاشق صادق نام نے اپنے رسالہ جامع الصنائع مین دو رکن متفاعلتن اور مفعولاتن ہشت حرفی تازہ اختراع کیے ہین اور تین بحرین اور ایجاد کی ہین لیکن نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو متفاعلتن اجتماع دو فعلن بکسر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اول بحر متدارک مخبون ہے اور دوسری متدارک مقطوع اور وہ تین بحرین یہ ہین اول کفت متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن دوبار دوم زلل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دوبار یہ وزن رجز مثمن مطوی مرفل معلوم ہوتا ہے جسکو بعض رسالہ والون نے بحر منسرح مین ذکر کیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے بہرکیف مفتعلاتن رکن مستفعلن کی فرع ہے چنانچہ آگے چلکر معلوم ہوگا سوم اوفر مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن دوبار اور صاحب جوامع القواعد نے ایک رکن مفعولاتن ایجاد کر کے مثون نام رکھا ہے اور دوسرا مفتعلات تاے فوقانی کے فتح اور عین کے کسرے اور تاے فوقانی آخر کے ضمے سے ایجاد کر کے اسکا نام اثقل رکھا ہے مگر مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اور مفتعلات فعلُ فعول کے وزن پر ہے اور یہ دونون رکن فعولن کی فرع ہین اول اثرم ہے اور دوم مقبوض ہے۔

علاوہ انکے اور بھی بحرین ہین خبب مفعول فعلال مفعول فعلال دوبار مواسع فاعلتن مفعول فعولن فاعلتن مفعول فعولن دوبار مرتن مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن فعلاتن دوبار گویا ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف پر فعلاتن بڑھا دیا ہے (غرض یہ ہے کہ اصول محصور ہین نہ فروع یعنی ارکان افاعیل دس سے زائد نہین آسکتے اور جو رکن پایا جائیگا وہ اُنھی کی ترکیب و کمی بیشی وغیرہ سے پیدا ہوگا اور فروع کی شکلین اور بحرون کے تغیرات محصور نہین چنانچہ عرب اور متقدمین شعراے عجم کے یہان بھی ایسی ایسی شکلین ارکان کی مستعمل ہین جو ریختہ مین نہین دیکھی جاتین لیس ہم جس قدر فروع بیان کرینگے وہ وہ ہین جو غالبًا موجود ہین اور اُن سے سوا کا بھی حاصل ہونا ممکن ہے۔

دائرون کا بیان

انہی بحرون مین سے ایک بحر کے سبب و وتد و فاصلے کو مقدم اور موخر کرین تو اس سے دوسری بحر نکل سکتی ہے اور نکلنا اسطرح کا ہوتا ہے کہ اُس وزن کے الفاظ نکل آتے ہین پھر اُن الفاظ کی جگہ اصلی ارکان رکھدیتے ہین اور اس امر کو فکِّ بحور کہتے ہین اور اسکے واسطے دائرے بھی مقرر ہین یعنی ارکان کو ایک دائرے مین لکھتے ہین پس مدور جگہہ مین لکھنے سے ایک رکن کا جزو آخر دوسرے رکن کے جزو اول کے متصل ہونے سے تکلف معلوم ہوجاتا ہے اور جو بحرین باہم سبب وتد فاصلے کی تقدیم و تاخیر سے نکلتی ہین اُن کو کہتے ہین کہ ایک دائرے سے ہین مثلاً رکن مفاعیلن کو کہ اس مین اول وتد مجموع پھر دو سبب خفیف ہین اگر چار بار پڑھین تو بحر ہزج ہے اور اگر دونون سبب خفیف وتد مجموع پر مقدم کرکے عیلن مفا چار بار پڑھین تو بر وزن مستفعلن بحر رجز ہوجائے اور وتد مجموع کو دونون سببون کے بیچ مین ڈالدین اور لن مفاعی چار بار پڑھین تو بر وزن فاعلاتن بحر رمل ہوجائے پس یہ تینون بحرین ایک دائرے سے نکل سکتی ہین اور چونکہ اُس دائرے مین ارکان کے سبب اور وتد اور فاصلے کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ رکھتے ہین اسیے اس کام کا نام مجتلبہ رکھا گیا ہے کیونکہ جلب کے معنی کھینچنے اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ رکھنے کے ہین صورت اُس دائرے کی یہ ہے -

بحر ہزج
بحر رجز
بحر رمل
مفاعیلن
مستفعلن
فاعلاتن
عیلن مفا
لن مفاعی
بر وزن
دائرۂ مجتلبہ

ایسے ہی رکن متفاعلن کو کہ اُس مین فاصلۂ صغرے وتد مجموع پر مقدم ہے اگر چار بار پڑھین تو اور بحر کامل ہے اگر اُس کے برعکس وتد مجموع کو فاصلۂ صغرے پر مقدم کرین اور چار بار پڑھین تو علن متفا بروزن مفاعلتن بحر وافر ہے پس یہ دو بحرین بھی ایک ہی دائرے سے نکلتی ہین اور اُس دائرے کا نام موتلفہ ہے اس لیے کہ اُلفت سے ماخوذ ہے اور ان دونون بحرون کے ارکان مین اُلفت ہے یعنے جیسے بحر طویل کا رکن متفاعلن فاصلۂ صغرے اور وتد مجموع سے مرکب ہے اسی طرح بحر وافر کا رکن مفاعلتن وتد مجموع اور فاصلۂ صغرے سے بنا ہے۔ اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔
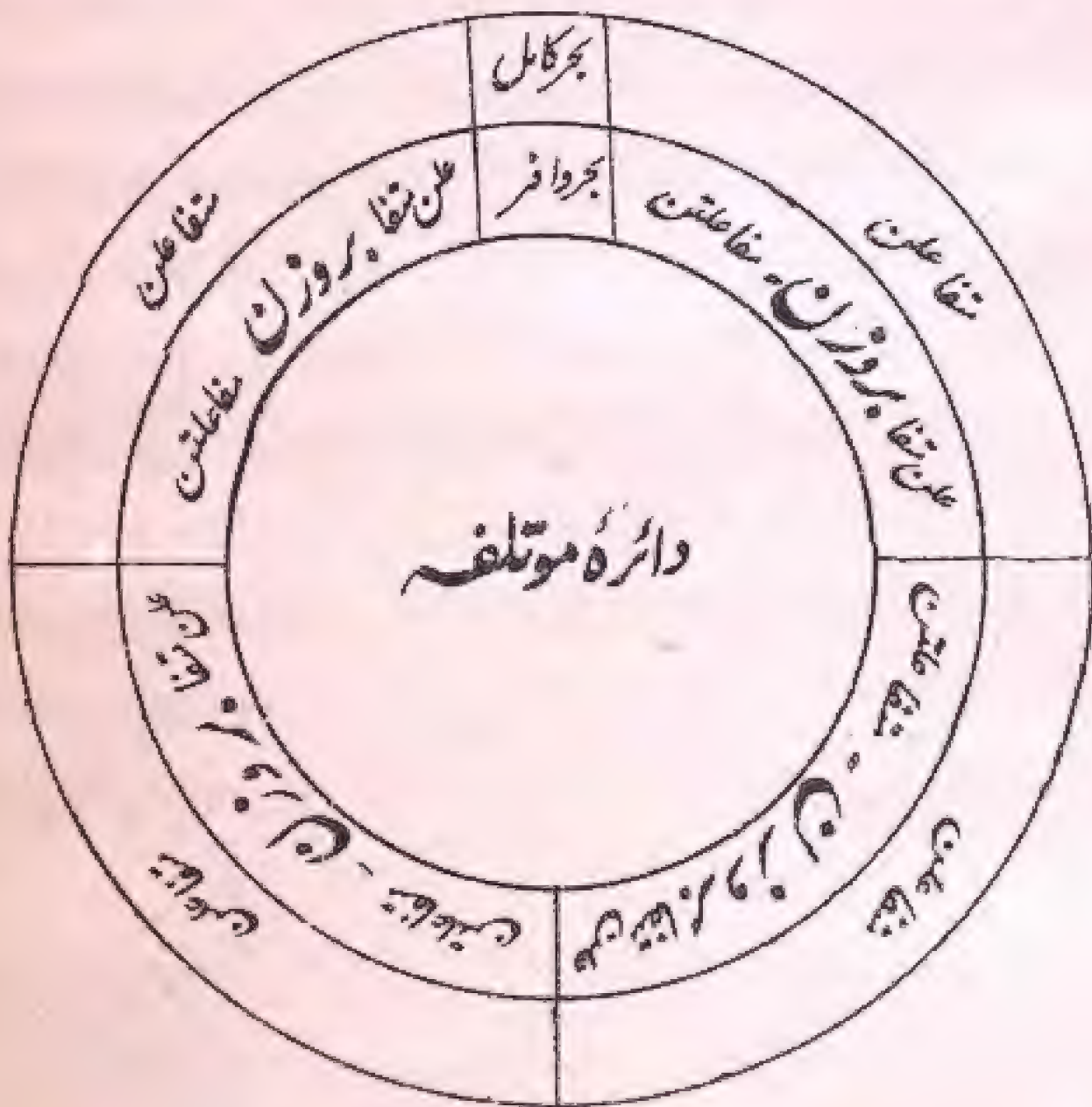
اسی طرح اگر رکن فعولن کو چار بار پڑھین تو بحر متقارب ہے اور جو سبب خفیف یعنی لن کو فعو پر کہ وتد مجموع ہے مقدم کر کے لن فعو چار بار پڑھین تو بروزن فاعلن بحر متدارک بنتی ہے اس دائرے کا نام متفقہ ہے اسلیے کہ دونون بحرون کے رکن وتد اور سبب سے مرکب ہونے مین اتفاق رکھتے ہین صورت دائرے کی ذیل مین لکھی جاتی ہے پہلے اس دائرے سے صرف بحر تقارب حاصل ہوئی تھی اور منفردہ نام تھا بعد خلیل بن احمد کے جب اخفش نے بحر متدارک ایجاد کی تو اس دائرہ کا نام

متفقہ رکھا۔

دائرہ متفقہ
بحر متقارب
بحر متدارک
فعولن

بحر طویل اور بحر مدید اور بسیط بھی ایک دائرے سے ہین یعنی بحر طویل مرکب ہے فعولن مفاعیلن سے یہ رکن چار بار آتے ہین پس اگر فعولن کے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع کو آخر مین ڈالدین تو لن مفاعیلن فعو چار بار ہو بروزن فاعلاتن فاعلن چار بار یہ بحر مدید ہے اور اگر مفاعیلن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع یعنے مفا کو آخر مین ذکر کرین تو عیلن فعولن مفا چار بار بروزن مستفعلن فاعلن چار بار ہو جاے یہ وزن بحر بسیط کا ہے اور بعض عروضیون نے بحر عریض اور عمیق کو بھی اسی دائرے سے انفکاک کیا ہے بحر عریض مفا سے شروع کرکے مفاعیلن فعولن چار بار ہے اور بحر عمیق لن سے شروع ہوکر لن فعولن مفاعی چار بار بروزن فاعلن فاعلاتن چار بار ہے اس حساب سے پانچ بحرین ایک دائرے سے نکلتی ہین اور دائرہ کا نام مختلفہ ہے کیونکہ ارکان باہم مخالف ہین کوئی خماسی ہے کوئی سباعی اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔

دائرہ مختلفہ
بحر طویل
بحر مدید
بحر بسیط
بحر عریض
بحر عمیق

بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب اور سریع اور خفیف بھی ایک دائرے سے جسکو دائرۂ مشتبہ کہتے ہین نکلتی ہین مگر اُس صورت مین کہ بحر منسرح کا چوتھا رکن اور مقتضب کا تیسرا رکن مفعولات اور بحر مجتث کا تیسرا رکن مستفعلن اور بحر مضارع کا چوتھا رکن فاعلاتن نکال کر مثل بحر سریع اور خفیف کے مسدس قرار دے لیا جائے کیونکہ یہ بحرین مثمن ہین اور سریع و خفیف مسدس الاصل ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دوبار اگر دوسرے مستفعلن سے شروع کرین اور اول کو پیچھے ڈالدین تو مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن دوبار ہوجائے یہ بحر منسرح مسدس ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ما قبل کو آخر مین لائین تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن دوبار بحر خفیف ہوجائے اور اگر مستفعلن ثانی کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن مس تفع بر وزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن ہوجائے اور یہ بحر مضارع مسدس ہے لیکن بحر خفیف تام مس تفع لن اور بحر مضارع مین فاع لاتن منفصل ہے اسلیے کہ بحر خفیف مین عو کے وزن پر مس اور لاتُ کے وزن پر تفع اور مف کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور بحر مضارع مین لاتُ کے وزن پر فاع اور مف کے وزن پر لاتن ہے اس طرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے اور بحر سریع کو مفعولات سے شروع کیا جائے تو مفعولات مستفعلن مستفعلن دوبار بحر مقتضب مسدس ہوجائے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولاتُ مستفعلن مستفعلن مف دوبار بر وزن مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن دوبار بحر مجتث مسدس ہوجائے اس مین بھی رکن مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو اور لاتُ اور مف کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہوا ہے۔ بحر جدید اور قریب اور مشاکل بھی اسی دائرے سے نکلتی ہین یعنے اگر بحر سریع کے مستفعلن اول کے سبب ثانی سے پڑھین تو تفعلن مستفعلن مفعولاتُ مس دوبار بروزن فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار ہوجائے یہ بحر جدید ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو کے مقابل مس اور لات کے مقابل تفع اور مس کے مقابل لن واقع ہوا ہے اور اگر مستفعلن اول کے وتد مجموع سے شروع کرین اور سببون کو مؤخر کرین تو علن مستفعلن مفعولات مستف دوبار بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن بحر قریب ہوجائے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لاتُ مستف کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر مفعولات کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لات مستفعلن مستفعلن مفعول دوبار بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار بحر مشاکل ہوجائے اس بحر مین بھی فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اسی سبب سے بعضون نے اس دائرے کا نام وتد

رکھا ہے یعنے اس دائرہ مشتبہ مین وتد مفروق واقع ہین اور وجہ اشتباہ بھی اس مین یہی ہے کہ
مس تفع لن اور فاع لاتن دونون متصل اور منفصل واقع ہوے ہین پس دونون مین شبہ پڑتا ہے اور
سہروردی نے کہا ہے کہ بحرین اس کی مشتبہ ہین - **فائدہ** میر شمس الدین فقیر حدائق البلاغت مین کہتے ہین
کہ بحر جدید اور بحر قریب اور بحر مشاکل کو کہ متاخرین کی اختراع سے ہین اساتذہ نے استعمال نہین کیا
اور نہ یہ بحور پانچون دائرون مین سے کسی دائرے سے نکلتی ہین یہ لکھنا اُن کا صحت کے خلاف ہے اسلیے
کہ یہ تینون بحرین دائرہ مشتبہ سے بموجب تشریح مندرجہ بالا نکلتی ہین - صورت دائرے کی یہ ہے -

دائرہ مشتبہ
بحر سریع
بحر منسرح
بحر خفیف
بحر مضارع
بحر مقتضب
بحر مجتث
بحر جدید
بحر قریب
بحر مشاکل

تعجب ہے ان اہل خرد سے کہ بحور مسدس اور مثمن کو ایک دائرے سے انفکاک کرنے کے لیے بڑا نقصان
گوارا کرتے ہین اسکی بعینہ نظیر یہ ہے کہ ایک عضو کی اصلاح کے واسطے دوسرا عضو صحیح اور سالم کاٹ ڈالا جائے

اور پھر بھی کوئی نفع معتد بہ مترتب نہو یہ نہین سُوجتے کہ جب مثمن بحرین مسدس ہوگئین باوجودیکہ وہ بیشتر مثمن ہی مستعمل ہین تو ایک دائرے سے نکالنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا لطف انفکاک اُس صورت مین ہے کہ اصل رکن بحر کے محذوف نہون اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثمنات کے واسطے علیحدہ ایک دائرہ تجویز کیا جائے اور مسدسات کے واسطے جُداگانہ دائرہ قرار دیا جائے۔ اسلیے ہم دو دائرے لکھتے ہین کہ جن سے بخوبی مثمن بحرین باہم جُداگانہ منفک ہوسکتی ہین اور مسدس جُداگانہ اور نام بھی اُن کے مناسب حال تجویز کرتے ہین۔

بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب دائرہ متوافقہ سے نکلتی ہین مثلاً **بحر منسرح** کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار اگر مستفعلن کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولاتُ مستفعلن مفعولات مستف بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ہوجائے اور یہ **بحر مضارع** ہے اور اس بحر مین فاعلاتن منفصل ہے اسواسطے کہ لات کے وزن پر فاع اور مستف کے وزن پر لاتن ہے اسطرح فاعلاتن حاصل ہوا اور بحر منسرح کو اگر مفعولات سے شروع کرین تو مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن **بحر مقتضب** مثمن ہوجاے حاصل یہ ہے کہ اس بحر کو بحر منسرح ہی سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مین مستفعلن سے شروع کر کے مفعولات پر تمام کرتے ہین اور مقتضب مین مفعولات سے شروع کر کے مستفعلن پر تمام کرتے ہین ان دونون مین ارکان ایک ہی ہین صرف فرق ترتیب مین ہے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولات مستفعلن مفعولات مستفعلن مف بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن **بحر مجتث** مثمن ہوجائے اور اس مین بھی رکن مس تفع لن منفصل ہے اسلیے کہ عوا ورلات اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہے اور نام اس دائرے کا متوافقہ اس نظر سے رکھا گیا ہے کہ ارکان اس دائرے کی بحرون کے ساعی ہونیکے سبب سے باہم متوافق ہین۔

دائرۂ متوافقہ

بحر منسرح | بحر مضارع | بحر مقتضب | بحر مجتث

بحر سریع اور خفیف اور قریب اور جدید اور مشاکل دائرہ متضالفہ سے نکلتی ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے
مستفعلن مستفعلن مفعولات اور اگر مستفعلن اول کے سبب ثانی سے شروع کرین تو تفعلن مستفعلن مفعولات مس بروزن
فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ہوجاے یہ **بحر جدید ہے** اس بحر مین مس تفعلن منفصل ہے عولات مس کے مقابل
مستفعلن واقع ہوا ہے اور اگر اسی مستفعلن کے وتد سے شروع کرین اور اسباب کو موخر کردین تو علن مستفعلن مفعولات
مستف بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن بحر قریب ہوجاے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لات مستف
کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین
تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن بحر خفیف ہوجاے اس بحر مین مس تفع لن منفصل
ہے اسلیے کہ عو کے وزن پر مس اور لات کے وزن پر تفع اور مس کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہی اور اگر مفعولات
کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لات مستفعلن مستفعلن مفعو بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن بحر مشاکل ہوجاے
اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اس دائرے کا
نام متضالفہ اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اسکی سب بحرین سدس الاصل ہونیکی وجہ سے باہم نسبت رکھتی ہین۔

بحر سریع
بحر جدید
بحر قریب
بحر خفیف
بحر مشاکل
دائرہ متضالفہ
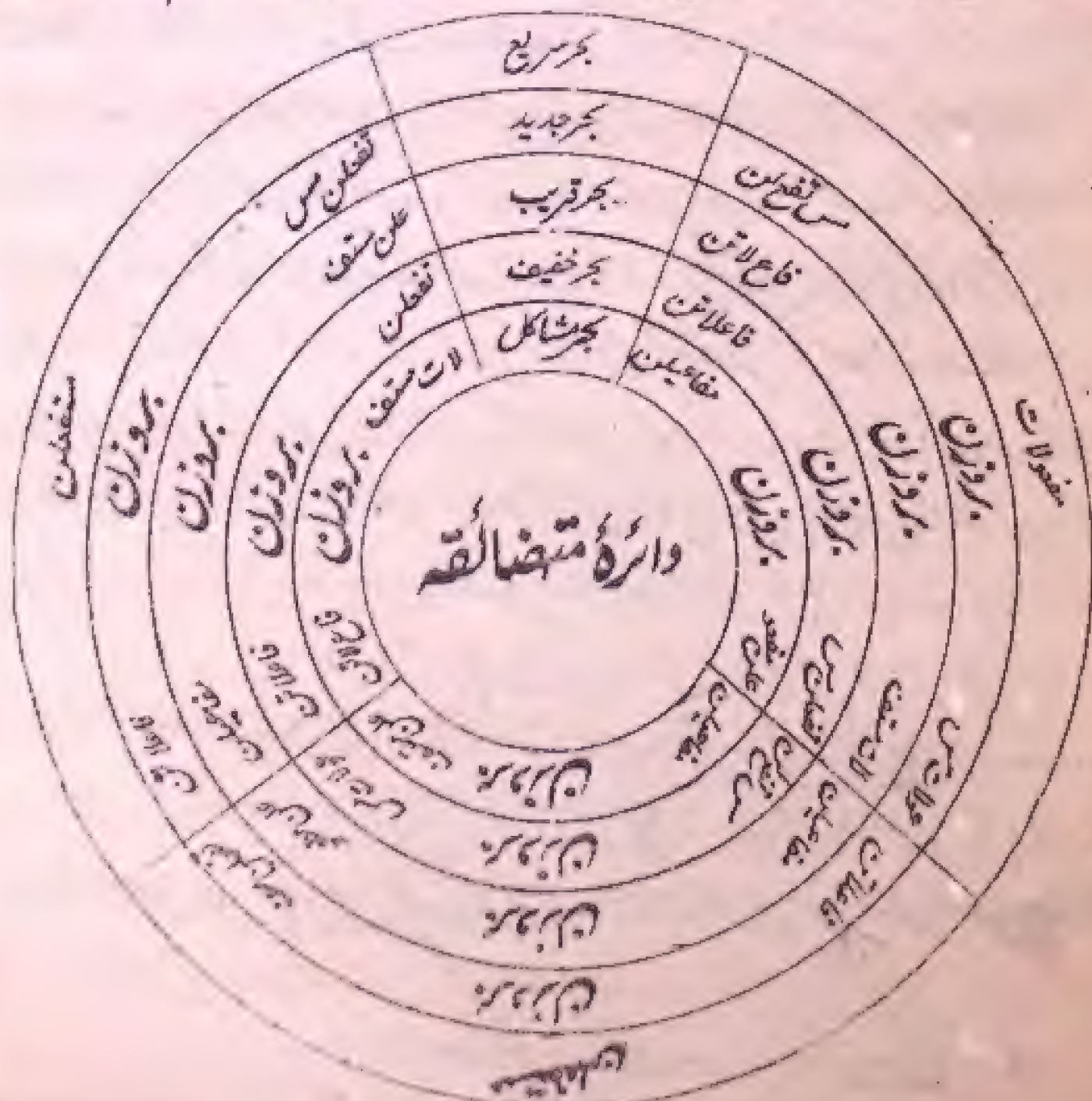
بحر کبیر۔ قلیب حمید۔ حمیم وغیرہ جنکو ابوعبداللہ قرشی نے استخراج کیا ہے وہ دائرہ منعکسہ سے نکلتی ہین اس دائرے کی ہر ایک بحر دو دفعہ وتد مجموع اور چار وتد مفروق پر مشتمل ہے برعکس دائرہ مشتبہ کے کہ اس کی ہر بحر چار وتد مجموع اور دو وتد مفروق کو شامل ہے اسی واسطے نام بھی اسکا منعکسہ رکھا ہے صریم قلیب اصیم مین فاع لاتن منفصل ہے اور بدیل۔ صغیر۔ حمیم مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے۔ یہ نوون بحرین دائرہ منعکسہ سے اس طرح نکلتی ہین۔ (۱) بحر صریم کا وزن یہ ہے مفاعیلن فاعلاتن فاعلاتن اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۲) اگر مفاعیلن کے وتد مجموع کو مؤخر کرکے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین عیلن فاع لاتن فاع لاتن مفا بروزن مفعولات مفعولات مستفعلن ہوجاے یہ بحر کبیر ہے (۳) اگر مفاعیلن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو لن فاع لاتن فاع لاتن مفاعی بروزن مستفعلن مستفعلن فاعلاتن بحر بدیل ہوجاے اس بحر مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع پڑا ہے (۴) اگر پہلے فاع لاتن سے شروع کرین اور مفاعیلن کو پیچھے کردین تو فاعلاتن فاعلاتن مفاعیلن بحر قلیب ہوجاے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۵) اگر پہلے فاعلاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو آخر مین لے آئین تو لاتن فاع لاتن مفاعیلن فاع بروزن مفعولات مستفعلن مفعولات بحر حمید ہوجاے (۶) اگر پہلے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور اول کو آخر مین لائین تو تن فاع لاتن مفاعیلن فاعلا بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن بحر صغیر ہوجائے اس مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے (۷) اگر دوسرے فاع لاتن سے شروع کرین اور اس کے ماقبل کو مؤخر کردین تو فاع لاتن مفاعیلن فاعلاتن ہوجاے اور یہ بحر اصیم ہے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۸) اگر اسی فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو پیچھے پڑھین تو لاتن مفاعی لن فاع تن فاع بروزن مستفعلن مفعولات مفعولات ہوجائے اور یہ بحر سلیم ہے (۹) اگر دوسرے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور پہلے تمام اجزا کو پیچھے کردین تو تن مفاعیلن فاع لاتن فاع لا بروزن فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن بحر حمیم ہوجائے اور اس مین مس تفع لن منفصل ہے کیونکہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے۔

تیسرا شہر زحافون کے بیان مین

مخفی نہ رہے کہ جو رکن اوپر بیان کیے گئے اور جو بحرین لکھی گئین ہمیشہ اسی صورت یعنی اصل وضع پر انکا استعمال نہین ہوتا بلکہ اکثر ارکان کے حروف مین کمی بیشی تسکین و تبدیل وغیرہ کرتے ہین جس سے ایک بحر سے کئی بحرین اور ایک رکن سے کئی ارکان جنکو فروع کہتے ہین پیدا ہو جاتے ہین اور یہ تغیر کبھی

کسی حرف کے ساکن کرنے سے کبھی کم کرنے سے کبھی کچھ زیادہ کرنے سے ہوتا ہے اور اس تغیر ارکان کا نام **زحاف** ہے اور زحاف جمع زحف کی ہے اور زحف بالفتح کے معنے لغت مین تیر کے نشانے سے ٹیڑھا[1] جانے اور کسی چیز کے اصل سے دُور ہوجانیکے[2] ہین اور بعض کے نزدیک زحاف حرف اول کے کسرے سے لغت مین تیر کے نشانے کے پاس پہونچ جلانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح علم عروض مین تغیر و تبدیل و کمی بیشی اور ساکن کرنے حروف ارکان کو کہتے ہین اگر زحاف کو زحف کی جمع قرار دیا جاے تو یہ جمع مفرد کی جگہ مستعمل ہے اور دوسری صورت مین زحاف لفظ مفرد ہوگا نہ جمع اور نہایۃ الراغب سے بھی یہی ثابت ہے اور ارکان کا متغیر ہونا تین طرح پر ہے یا متحرک کو ساکن کردینا یا بعض حروف کو کم کردینا یا بعض حروف رکن مین بڑھا دینا متاخرین تمام تغیرات کو زحاف کہتے ہین اور متقدمین کے نزدیک اُس تغیر کا نام زحاف ہے جو حرف آخر سبب خفیف یا ثقیل مین واقع ہو اگر وتد یا فاصلے یا سبب کے حرف اول مین کسی قسم کا تغیر ہوگا تو **علل**[3] ہے لیکن متقدمین کا قول آجکل مشہور نہین علی العموم ہر ایک تغیر کو زحاف ہی کہتے ہین ہم بھی طریقۂ مروجہ کو پسند کرکے عام طور پر زحاف سے بحث کرتے ہین اور بے فائدہ ناظرین کتاب کو خلجان مین نہین ڈالتے بعض اہل فن نے زحاف و علل کو علٰحدہ علٰحدہ قرار دیکر دونون کی تفصیل جُدا جُدا کی ہے لیکن اپنے ہی قول سے مخالف ہوکر زحاف کو علل مین اور علل کو زحاف مین داخل کردیا ہے۔ تمامی زحاف دو قسم ہین منفردہ اور مزدوجہ **منفردہ** وہ کہ کسی رکن مین ایک ہی تغیر واقع ہو مثلاً خرم اُسے کہتے ہین کہ اُس وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پہلا حرف گرا دینا اور کف یہ ہے کہ رکن کے ساتوین حرف ساکن کو ساقط کردینا **مزدوجہ**۔ وہ ہے کہ ایک سے زیادہ تغیر ایک رکن مین واقع ہون اور نام ایک ہو اور تغیرات مزدوجہ مین سے بعض ثنائی ہین بعض ثلاثی ثنائی وہ کہ دو تغیر سے مرکب ہون اور ثلاثی وہ کہ تین تغیر سے مرکب ہون انہین سے بعض کے لیے لقب خاص یعنی لفظ مفرد موضوع ہوتا ہی مثال ثنائی کی خرب ہی کہ اجتماع خرم و کف کا نام ہے اور مثال ثلاثی کی جمم ہے کہ یہ اجتماع کف و عقل و خرم کا نام ہے پس جمم تین تغیرات سے مرکب ہے ایک خرم دوسرے کف تیسرے عقل اور بعض کے لیے کوئی لقب خاص مقرر نہین ہوتا بلکہ ترکیب مفردات کے موافق اُسے تعبیر کرتے ہین جیسے مقبوض مسبغ زحاف منفردہ بائیس ہین۔ اذالہ۔ اضمار۔ ترفیل۔ تسبیغ۔ تشعیث۔ ثلم۔ جبب۔ جدع۔ حذذ۔ حذف۔ خبن۔ خرم۔ رفع۔ صلم۔ طے۔ عصب۔ عضب۔ قبض۔ قصر۔ قطع۔ کف

---

[1] دریاے لطافت ۱۲

[2] غیاث اللغات ۱۲

[3] علت کی جمع ہے ۱۲

وقف۔ اور زحاف مزدوجہ اکیس ہین۔ تبر۔ ثرم۔ جحف۔ جمم۔ خبل۔ خرب۔ خزل۔ خلع۔ ربع۔ زلل۔ شتر۔ شکل۔ عقص۔ عقل۔ قصم۔ قطف۔ کسف۔ نحر۔ نقص۔ وقص۔ ہتم۔

ان مین سے بعض مخصوص کسی ایک بحر سے ہین بعض مشترک ہین چند بحرون مین اور بعض عروض عربی سے مخصوص ہین اور بعض عروض فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین بعض مشترک ہین دونون مین اس کتاب مین اُنھین زحاف کا ذکر ہوگا جو ریختہ مین مستعمل ہین اور ریختہ مین زیادہ وہی زحاف مستعمل ہین جو شعراے فارس کے استعمال مین ہین کیونکہ اُردو کی شاعری اُنھین کا فیضان ہے۔ مگر تکمیل فن کی غرض سے بعض وہ زحاف بھی کہین کہین ذکر کیے جائینگے جو ریختہ مین مستعمل نہین ہوے زحافات کے بعد جو فروع حاصل ہوتی ہین اُن کی دو قسمین ہین ایک مؤلف ایک غیر مؤلف **مؤلف** اُس فرع کو کہتے ہین جسکی تعبیر دو کلمون سے ہوتی ہو جیسے مقبوض مسبغ اور **غیر مؤلف**۔ وہ ہے کہ اُسکی تعبیر دو کلمون سے نہو اگرچہ اُسکا مصداق دو تغیر سے مرکب ہو مگر لفظ مین مفرد ہو جیسے اخرب کہ عبارت ہے اخرم و مکفوف سے۔ یہ بیان مجمل زحاف کا تھا اب مفصل بقید ارکان کے لکھا جاتا ہے اور تفصیل ارکان کی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہین اور سب رکن باعتبار ترکیب تحریر کے دس قرار دیے ہین۔

زحافات مفاعیلن

رکن مفاعیلن کے بارہ زحاف ہین۔ خرم۔ کف۔ قصر۔ قبض۔ شتر۔ حذف۔ خرب۔ ہتم۔ زلل۔ جب۔ تبر۔ تسبیغ۔

خرم۔ بفتح خاے معجمہ و سکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنے اونٹ کے نتھنے مین حلقہ ڈالنے کے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اسکی جگہ مفعولن رکھدیتے ہین کیونکہ اہل عروض کا قاعدہ ہے کہ جو رکن مزاحف بے معنے یا غیر مانوس رہجاتا ہے اُسکو لفظ مانوس متفق الوزن سے بدل لیا کرتے ہین اور جہان تک ممکن ہوتا ہے اس رعایت کو ملحوظ رکھتے ہین اور جہان ممکن نہین ہوتا ناچار لفظ مہمل کے ساتھ تعبیر کرتے ہین جیسے فع۔

کف بفتح کاف و تشدید فا اسکے لغوی معنی باز رکھنا ہین اور اصطلاح علم عروض مین رکن کے ساتوین حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام رہجاتا ہے۔

قصر بفتح قاف و سکون صاد مہملہ و را کھملہ اسکے لغوی معنی چھوٹا کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے ساقط کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اور ساکن کرنا اُسکے ماقبل کا پس مفاعیلن سے لن سبب خفیف کا ساکن گر پڑا اور لام ساکن ہو گیا مفاعیل رہا **فائدہ** ہر چند کہ مفاعیل کا لام عروضیون کے نزدیک

متحرک ہے اسلیے کہ وہ حروف موقوف کا اعتبار نہین کرتے یعنی جس حرف کا ماقبل ساکن ہو اُسکو متحرک مانتے ہین مگر چونکہ قصر مصرع کے آخر مین واقع ہوتا ہے اور حرف آخر مین سکون کو چاہتا ہے اسلیے حرف مذکور کو ضرورۃً ساکن مان لیتے ہین میزان الافکار مین لکھا ہے کہ مفاعیل بسکون لام کی جگہ فعولان بہتر ہے تاکہ مفاعیلُ مکفوف کے ساتھ کتابت مین التباس پیدا نہو۔

قبض بفتح قاف وسکون باے موحدہ وسکون ضاد معجمہ اسکے لغوی معنی پنجے سے پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین عبارت ہے اس سے کہ رکن کے پانچوین حرف ساکن کو جو سبب مین ہو گرا دینا پس مفاعیلن کا پانچوان حرف ساکن یاے تحتانی ہے اُسکو گرانے سے مفاعلن رہجاتا ہے۔

شتر۔ بفتح شین معجمہ و فتح مثناۃ فوقانی وسکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنی پلک کے پھر جانے اور کٹ جانیکے ہین اور عروضیون کی اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم وقبض سے پس بسبب خرم کے حسب مندرجۂ بالا مفاعیلن سے میم گرا اور بسبب قبض کے یاے تحتانی کہ حرف پنجم ہے ساقط ہوئی تو فاعلن رہگیا۔

حذف بفتح حاے حطی وسکون ذال معجمہ و فا اسکے معنے ڈالدینا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط سبب خفیف سے جو رکن کے آخر مین ہو پس مفاعیلن سے لن کہ آخر کا سبب خفیف ہے گر پڑا مفاعی رہا اسکو اسکے ہموزن فعولن سے بدل لیا۔

خرب۔ بفتح خاے معجمہ وسکون راے مہملہ و باے موحدہ اسکے معنی ویران کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع خرم وکف سے پس میم مفاعیلن کا بسبب خرم کے اور نون بسبب کف کے گرادیا تو فاعیل رہگیا اُسکو مفعول سے بدل لیا۔

ہتم۔ بفتح ہاے ہوز وسکون تاے فوقانی و میم اُسکے معنے جڑ سے دانت توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع حذف وقصر سے پس مفاعیلن سے لن بسبب حذف کے گرا اور یاے تحتانی بسبب قصر کے گر کر عین ساکن ہوگیا تو مفاع رہا اسکو فعول لام ساکن سے بدل لیا یہ زحاف مصرعہ کے آخر مین آتا ہے۔

جب۔ بجیم مفتوح اور باے موحدہ کی تشدید سے اسکے لغوی معنی خصی کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین دو سبب خفیف جو آخر رکن مین ہون اُنکے حذف کرنے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے عی اور لن دو سبب گر کر مفا رہ گیا اُسکی جگہ فعل رکھدیا لام ساکن سے۔ یہ زحاف بھی مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بعض جب کی تعریف یون کرتے ہین کہ رکن مفاعیلن مین دو مرتبہ حذف کو عمل مین لانا جب ایک مرتبہ مفاعیلن کے آخر سے سبب خفیف ساقط کیا تو مفاعی رہا اور دوسری مرتبہ سبب خفیف کے حذف کرنے سے مفا رہ گیا جسکو فعل سے بدل لیا پہلی صورت مین زحافات مفردہ سے ہوگا اور دوسری تقدیر پر زحافات مزدوجہ مین سے۔

زلل - بفتح زاے معجمہ و لام اول و سکون لام دوم اسکے لغوی معنی ران کا بے گوشت ہونا ہین اور اصطلاح مین اجتماع خرم و ہتم کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے بسبب خرم کے فاعیلن اور بسبب ہتم کے فاع باقی رہ گیا۔

تبر - بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ لغت مین دم کاٹنے اور جڑ سے اکھیڑنے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین مراد اجتماع خرم و جب سے ہے پس میم بسبب خرم کے اور دونون سبب بسبب جب کے حذف ہوگئے فاعیلن سے فا باقی رہا اُسکو فع سے بدل لیا۔

تسبیغ - بفتح تاے فوقانی و سکون سین مہملہ و کسر باے موحدہ و یاے تحتانی معروف اور سکون غین معجمہ سے لغت مین اسکے معنی تمام کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے کہ ایک سبب خفیف کے بیچ مین جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو الف زیادہ کرنا پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوگیا اور توجیہ القوافی کی تعریف کے بموجب مفاعیلن کے آخر مین ایک نون ساکن اضافہ ہوکر مفاعیلنن دو نون ساکن کیجا ہو گیا اور وہ مفاعیلان سے بدل گیا یہ زحاف آخر مین اپنے اصلی رکن مفاعیلن کے ہموزن گنا جاتا ہے اسی طرح مفاعیل اور فعولن ہموزن شمار کیے جاتے ہین اور فعول و فعل باہم اور فاع و فع آپس مین ایک وزن مین خیال کیے جاتے ہین بشرطیکہ آخر مصرع مین واقع ہون وسط کلام مین کمی و بیشی درست نہین پس یہ بارہ زحاف مفاعیلن کے ہوے اور فروع اسکی اٹھارہ ہین یعنی رکن مفاعیلن اصل ہے اور بعد واقع ہونے زحاف کے اٹھارہ صورتین اسکی ہوجاتی ہین **مفعولن** اخرم ہے **مفاعیلُ** لام مضموم سے مکفوف ہے **مفاعیلْ** لام ساکن سے مقصور ہے **مفاعلن** مقبوض ہے **فاعلن** اشتر ہے **مفعولُ** لام کے ضمہ سے اخرب ہے **فعولن** محذوف ہے **فعولْ** لام ساکن سے اہتم ہے **فعل** بفتح عین و سکون لام مجبوب ہے **فع** - **فاع** ازل ہے - **فع** ابتر ہے **مفاعیلان** مسبغ ہے **مفاعلان** مقبوض مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مفاعیلن قبض کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور جب مفاعلن مین تسبیغ کی وجہ سے ایک الف زیادہ کیا گیا تو مفاعلان ہوگیا اسلیے مفاعلان کو مقبوض مسبغ کہتے ہین **مفعولان** اخرم مسبغ ہے یہ فرع خرم اور تسبیغ کے جمع ہونے سے بنی ہے خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور تسبیغ کی وجہ سے اس مین ایک الف زیادہ کرکے مفعولان کرلیا **فاعلان** اشتر مسبغ ہے اسلیے کہ مفاعیلن شتر کی وجہ سے فاعلن ہوا اور تسبیغ کی وجہ سے فاعلن فاعلان بن گیا ہے۔

فعولان محذوف مسبغ ہے حذف کی وجہ سے مفاعیلن مفاعی ہوا اسکو فعولن سے بدل لیا اور تسبیغ سے فعولن فعولان بن گیا غیاث اللغات مین اسی طرح لکھا ہے حالانکہ یہ اور مقصور یعنی مفاعیل بوقف لام سے ایک ہی زحاف ہے **فعلن** بسکون عین اخرم محذوف ہے یہ فرع خرم اور حذف کے جمع ہونے سے حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ مفاعیلن خرم کیوجہ سے فاعیلن ہوجاتا ہے اور حذف کے سبب سے فاعی رہجاتا ہے اسے

فعلن سے بدل لیتے ہین فعلان بسکون عین اخرم مقصور ہے اسلیے کہ خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اور قصر کے سبب سے فاعیل لام ساکن سے رہا اسکو فعلان سے بدل لیا۔

زحافات فاعلاتن۔

فاعلاتن متصل کے دس زحاف ہین خبن ۔کف ۔تشعیث ۔قصر ۔شکل ۔حذف ۔بتر ۔ربع ۔جحف ۔تسبیغ۔

خبن بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ وسکون نون اسکے لغوی معنی چھپا دینا یا لپیٹ دینا اور دامن کا سی دینا ہین اصطلاح عروض مین مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا۔ **فائدہ** یہ زحاف بحر مضارع کے فاعلاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ خبن سبب خفیف کے ساتھ مخصوص ہے اور مضارع مین جو فاع لاتن ہے اُسکے اول مین وتد مفروق ہے کیونکہ وہ منفصل ہے۔

کف کاف کے فتح اور فے کی تشدید سے باز رکھنا یہان مراد ہے اسقاط ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاعلاتن فاعلاتُ بضم تا رہ گیا۔

قصر بفتح قاف وسکون صاد مہملہ وراے مہملہ رکن کے آخر سے سبب خفیف سے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین پس بسبب قصر کے فاعلاتن سے نون کہ سبب خفیف کا حرف ساکن ہے گرا اور اُسکے ماقبل کی تاے فوقانی ساکن ہوکر فاعلات بسکون تا رہ گیا اور فاعلان سے بدل دیا تاکہ فاعلات مضموم التاسے التباس نہ ہو۔

تشعیث بفتح تاے فوقانی وسکون شین معجمہ وکسر عین مہملہ وسکون یاے معروف وثاے مثلثہ موقوف عیون الفاخرہ مین بدرالدین ابی عبداللہ نے لکھا ہے کہ بیان تشعیث کی بابت عروضیون مین چار قول ہین (۱) خلیل کہتا ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کے گرانے کا نام تشعیث ہے پس فاعلاتن مین علا وتد مجموع ہے بسبب تشعیث کے فاعاتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا شریف کہتا ہے کہ تشعیث لغت مین تفریق کے معنے مین ہے پس جب لام کو علا سے جو وتد کا درمیانی حرف ہے گرا دیا تو اُس کا انتظام بگڑ گیا (۲) بعض کہتے ہین کہ وتد مجموع کے دو متحرک مین سے پہلے حرف کے گرانے کا نام تشعیث ہے اور یہ قول اخفش کا ہے پس فاعلاتن مین سے بسبب تشعیث کے عین گرکر فالاتن رہا اُسکو مفعولن سے بدل لیا۔
(۳) بعض کہتے ہین کہ تشعیث وتد مجموع کے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے مراد ہے پس فاعلتن بسکون لام ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا بعض کے نزدیک یہ مذہب

قطرب کا ہے (۴) زجاج کہتا ہے کہ تشعیث زحافات مزدوجہ مین سے ہے کہ اول فاعلاتن مین خبن کرتے ہین یعنی سبب خفیف اول کے ساکن کو گرا دیتے ہین بعد اسکے وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دیتے ہین پس الف کے حذف کر دینے کے بعد فعلاتن بن جاتا ہے جسکو مفعولن سے بدل لیتے ہین یہی قطرب کا مذہب بتاتے ہین پہلے مذہب کو یون ترجیح دی جاتی ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کا گرانا بہ نسبت دوسرے عملون کے بہتر ہے - اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی بابت کہا گیا ہے کہ وتد کا پہلا حرف حذف کرنا بہتر ہے جیسا کہ خرم مین معمول ہے تیسرے مذہب کو یون ترجیح دی گئی ہے کہ وتد مجموع کے ساکن کا گرانا اکثر معمول ہے چوتھے مذہب کو ابوالحکم نے یون ترجیح دی ہے کہ یہ امر قیاس سے باہر نہین ہے اور خاص کر ایسی صورت کے ساتھ کہ حرکت کا حذف واقع ہوتا ہے جو حرف کے حذف سے سہل ہے **فائدہ** محقق طوسی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کر دینے کے بعد اُسکا حرف متحرک وتد مجموع سے ملکر تین حرف متحرک جمع ہو جائین اور جب درمیان کے حرف متحرک کو جو وتد مجموع کا پہلا حرف ہوتا ہے ساکن کیا جائے تو اس تغیر کو ہم **تسکین** کہتے ہین اور تسکین کا شمار زحافات مزدوجہ مین ہوگا اگرچہ تسکین حقیقت مین یہ ہے کہ وتد کے متحرک اول کو ساکن کر دین اور یہ بسیط ہے مگر چونکہ اس کا وقوع ایک تغیر سابق پر موقوف ہے اور وہ سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کرنا ہے اسلیے تسکین کو مرکبات مین داخل کیا گیا - زجاج مفعولن کو مخبون مسکن نہین کہتا بلکہ مشعث کہتا ہے شعث مین اگرچہ چار قول ہین لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی عبارت مخبون مسکن سے ہے پس مخبون مسکن عین مشعث ہے اور مشعث عین مخبون مسکن ہے یہ زحاف بحر مضارع کے رکن فاع لاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ اس مین وتد مجموع نہین - ہے -

شکل بفتح شین معجمہ و سکون کاف ولام اسکے معنے لغت مین چوپائے کے پاؤن رسی سے باندھنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع خبن وکف سے ہے پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے الف گر کر فعلاتن اور بسبب کف کے نون گر کر فعلات بضم تا باقی رہ گیا یہ بھی بحر مضارع مین نہین آتا اسلیے کہ خبن وکف جمع ہو کر نام شکل ہوا اور بحر مضارع کے فاع لاتن مین خبن ہی نہین ہوتا -

حذف بفتح حاے حطی و سکون ذال معجمہ وفا بمعنی ڈالدینا اسلیے اصطلاحی معنی حذف کرنا سبب خفیف کا ہین جو رکن کے آخر مین واقع ہو جیسے فاعلاتن سے تن گر کر فاعلا رہ گیا اسکی جگہ فاعلن رکھدیا -

بتر بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی ورائے مہملہ موقوف اسکے لغوی معنی دُم کاٹنا ہین اور اصطلاح مین

حذف وقطع کے جمع ہونے کو کہتے ہین پس فاعلاتن سے بسبب حذف کے فاعلا رہا اور قطع کی وجہ سے الف گر کر اُس کا ماقبل ساکن ہوگیا تو فاعل بنا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا بعض اسکو بجاے ابتر کہنے کے مقطوع محذوف کہتے ہین اور بعض اسکو صرف مقطوع بولتے ہین اور ان کا قول ہے کہ فاعلاتن مین قطع ایسے واقع ہوتا ہے کہ آخر سے سبب خفیف کو مع ساکن وتد مجموع کے گرا دیا جاتا ہے اور اُسکے حرف ماقبل کو ساکن کر دیا جاتا ہے **تنبیہ**۔ قطع رکن فاع لاتن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین وتد مجموع نہین اور اس زحاف کے واسطے رکن مین وتد مجموع کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ مفعولن مشعث کے محذوف کرنے سے بھی فعلن پیدا ہوتا ہے یعنے مفعولن سے بسبب حذف کے لن گرا مفعو رہا اسکو فعلن سے بدل لیا پس ایک فعلن ابتر ہے اور ایک مشعث محذوف اور فعلن مخبون محذوف مسکن بھی ہے یعنی فعلاتن مخبون سے بسبب حذف کے تن گرا فعلا عین متحرک سے ہوا اور بسبب تسکین کے عین ساکن ہوگیا پھر اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک یہی بہتر ہے کیونکہ اس جگہ خبن لازم ہے۔

ربع بفتح راے مہملہ وسکون باے موحدہ ووقف عین مہملہ بمعنی چار ہونا مراد ہے اجتماع خبن وبتر سے پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے فا کے بعد کا الف گر گیا اور بسبب بتر کے آخر کا سبب یعنی تن اور اُسکے ماقبل کا الف گر کر لام ساکن ہوگیا اس صورت مین فعل ساکن اللام باقی رہا بعض لوگون نے اسکی ترکیب اور طرح بھی لکھی ہے جس کا مال یہی ہے جو ہمنے بیان کیا تفصیل کا فرق ہے اور یہ زحاف چونکہ مرکب ہے خبن اور حذف اور قطع سے اسلیے بعض اسکو مخبون محذوف مقطوع بھی کہتے ہین۔

جحف بفتح جیم وسکون حاے حطی ووقف فا بمعنی نقصان کرنا اور کھال اُتارنا اور گیند کا اُچک لینا۔ عروضیون کی اصطلاح مین مراد ہے فعلاتن مخبون کے فاصلہ صغرے کے حذف کرنے سے پس فعلاتن سے تن باقی رہا اسکی جگہ فع نقل کر لیا۔

تسبیغ تفعیل کے وزن پر ہے۔ توجیہ القوافی اور اُسکے ترجمے شائگان مین لکھا ہے کہ یہ لفظ سین مہملہ اور غین معجمہ سے ہے جسکے معنے ہین کپڑے کو لمبا کرنا اور ہر چیز کو پورا کرنا اُسکے تمام لوازم کے ساتھ یا شین معجمہ وعین مہملہ سے ہے جسکے معنے ہین پیٹ بھرنے کے قریب ہونا اور اصطلاح مین عمل مین سے ہے اور وہ زیادہ کرنا نون ساکن کا ہے اُس سبب خفیف کے بعد جو آخر مین اُس رکن کے ہو جو مصرع اول ودوم کے آخر مین آوے اور ایسے رکن کو مسبغ باے موحدہ کی تشدید یا تخفیف سے بولتے ہین پس فاعلاتن اس عمل کے بعد فاعلاتن آخر مین دونون ساکن کے ساتھ ہو جاے گا اور ایک سے دو ساکنون کے

ملنے کی وجہ سے ایک نون الف سے بدل کر فاعلاتان ہوجائے گا اسکو فاعلیان سے بدل
دیتے ہین اس عمل کا نام اسباغ بھی ہے لیکن مشہور تعریف یہ ہے کہ سبب خفیف جو آخر رکن مین
واقع ہوا ہو اُس مین الف زیادہ کرین پس فاعلاتن سے فاعلاتان ہوا اسکی جگہ فاعلیان استعمال کرتے مین یہ رکن آخر مین اپنے
اصلی رکن فاعلاتن کا ہموزن شمار کیا جاتا ہے اور رکن محذوف اور مقصور بھی ایک ہی وزن مین محسوب
ہوتے ہین یہ دس زحاف فاعلاتن کے ہوے اور اُصلی فروع سولہ ہین **فعلاتن** بکسر عین مخبون ہے
فاعلاتُ بضم تا مکفوف ہے **مفعولن** مشعث یا مخبون مسکن **فاعلان** بسکون نون مقصور **فعلات**
بکسر عین وضم تا مشکول **فاعلن** محذوف **فعلن** بسکون عین ابتر یا مشعث محذوف یا مخبون محذوف
مسکن یا مقطوع یا مقطوع محذوف **فعل** بکسر عین وسکون لام مربوع **فع** مجحوف **فاعلیان** مسبغ **فعلن** بکسر
عین مخبون محذوف یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ فاعلاتن خبن کی وجہ سے
فعلاتن ہوگیا اور حذف کی وجہ سے فعلاتن کے آخر سے تن گر گیا تو فعلا عین کے کسرے سے رہا اسکو فعلن
سے بدل لیا **فعلاتُ** بکسر عین وسکون تاے فوقانی مخبون مقصور ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے
سے بنی ہے فاعلاتن کو خبن نے فعلاتن کر دیا اور قصر کی وجہ سے فعلاتن کا نون حذف ہو کر تاے فوقانی
ساکن ہوگئی اس طرح فعلات حاصل ہوگیا اس کو فعلان سے بھی بدل لیتے ہین **فاعلان** بسکون عین و
سکون نون مخبون مسکن مقصور ہے یہ فرع کئی زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن خبن کی وجہ
سے فعلاتن بکسر عین ہوا اور فعلاتن مخبون کے عین کو ساکن کرنے سے فعلاتن ہوگیا اور پھر قصر کی وجہ سے
اس کے آخر کا نون ساقط ہو کر نون کے ماقبل کی تا ساقط ہوگئی پس فعلات بسکون عین وتا کو فعلان بسکون عین و
نون سے بدل لیا اور اس فرع کو مشعث مقصور بھی کہہ سکتے ہین یعنی فاعلاتن مین تشعیث اور قصر کے جمع ہونے سے
بھی فعلان حاصل ہو سکتا ہے اس طرح کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فاعاتن یا فالاتن یا فاعلتن رہ جاتا ہے
اور جب قصر اس مین آتا ہے تو آخر کا نون حذف ہو کر تاے فوقانی ساکن ہوجاتی ہے پھر فاعات یا فالات یا
فاعلت فعلان سے بدل جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بسکون
عین سے ہوجاتا ہے جیسا کہ زجاج کا مذہب ہے اور قصر کے باعث سے فعلات تاے ساکن سے رہتا ہے
اسکو فعلان سے بدل لیتے اسکو مقطوع مسبغ بھی کہتے ہین اور ابتر مسبغ بھی بولتے ہین اسلیے کہ زحاف قطع یا بتر کے
واقع ہونے سے فاعلاتن فعلن بسکون عین بنتا ہے اور فعلن مین تسبیغ کے آنے سے فعلان ہوجاتا ہے اور
خواجہ نصیر الدین کے نزدیک چونکہ یہان خبن لازم ہے اسلیے مخبون مسکن مقصور ہی سمجھنا چاہیے **فاع** مجحوف
مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ جحف کی وجہ سے فاعلاتن فع ہوگیا۔

اور رفع تسبیغ کے سبب سے فاع بنگیا فعلیّان بکسرعین و کسرلام و تشدید یاے تحتانی مخبون مسبغ ہے خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسرعین ہوا اور اس مین تسبیغ کے آنے سے فعلاتان ہو گیا جسکو فعلیان سے بدل لیا **مفعولان** مشعث مسبغ ہے تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن مفعولن ہوتا ہے اور تسبیغ کے سبب سے مفعولن مفعولان بن جاتا ہے اس کا نام مخبون مسکن مسبغ بھی ہے کیونکہ فاعلاتن خبن و تسکین کی وجہ سے فعلاتن سکون عین سے ہوجاتا ہے اور تسبیغ کے باعث سے یہ فعلاتان بن جاتا ہے پھر مفعولان سے بدل لیتے ہین۔

زحافات فاع لاتن

فاع لاتن منفصل کے تین زحاف ہین۔ کف۔ قصر۔ حذف۔

کف۔ مراد ہے گرانے ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا رہ گیا۔

قصر کہتے ہین ساکن سبب خفیف رکن آخر کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو پس فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا باقی رہا اُسکو فاع لان سے بدل لیتے ہین تاکہ فاع لات مضموم التا سے امتیاز رہے۔

حذف اُس سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین جو رکن کے آخر مین ہو پس فاعلا رہا اسکو فاع لن سے بدل لیا اور اُسکی فروع بھی تین ہین **فاع لاتُ** بضم التا مکفوف۔ **فاع لان** بسکون نون مقصور **فاع لن** محذوف۔

زحافات مستفعلن

رکن مستفعلن متصل مین نو زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ خبل۔ خلع۔ رفع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل

خبن یعنے حذف کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو رکن کے اول مین آیا ہو پس مستفعلن سے بسبب خبن کے سین گر کر متفعلن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

طے بفتح طاے حطی و تشدید یاے تحتانی بمعنی لپیٹنا اصطلاح مین مراد ہے اسقاط ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین بلا فاصلہ واقع ہون پس مستفعلن سے بسبب طے کے حرف فا گر کر مستعلن رہا اُسکو مفتعلن بکسر عین سے بدل لیا یہ زحاف مس تفع لن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اُس مین چوتھا ساکن وتد مین ہے نہ سبب خفیف مین اور طے کے واسطے دو سبب خفیف کا اول رکن مین بلا فاصلہ واقع ہونا شرط ہے۔

قطع بفتح قاف و سکون طائے مہملہ و عین مہملہ اصطلاح مین مراد ہے حرف ساکن وتد مجموع کے حذف کرنے اور اسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے بشرطیکہ رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوگیا اور مستفعل باقی رہا اسکی جگہ مفعولن لے آئے۔

خبل بفتح خائے معجمہ و سکون بائے موحدہ و لام اسکے لغوی معنی ہاتھ یا نون کاٹنا ہین اور اصطلاحی تعریف عیون فاخرہ مین یون لکھی ہے کہ اجتماع خبن و طے کا نام ہے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب طے کے فے گر کر متعلن رہا اسکو فعلتن بفتح عین و لام سے بدل لیا ہے۔

خلع بفتح خائے معجمہ و سکون لام و عین مہملہ اسکے لغوی معنی کپڑے اتارنے کے ہین اور یہان مراد ہے اجتماع خبن و قطع سے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے بموجب تشریح مندرجہ بالا سین اور بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوا اور متفعل رہا اسکی جگہ فعولن رکھدیا۔

رفع بفتح رائے مہملہ و سکون فا و عین مہملہ اس کے لغوی معنی اٹھانے کے ہین اصطلاح مین ایک سبب خفیف کے حذف کرنے کو کہتے ہین اس رکن سے جس کے اول مین دو سبب خفیف واقع ہوے ہون پس مستفعلن سے تفعلن رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

حذذ بفتح حائے حطی و دال منقوطہ اول مفتوح و ذال منقوطہ دوم ساکن بمعنی چھوٹا ہونا دم کا اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط وتد مجموع سے جو آخر رکن مین واقع ہو پس مستفعلن سے مستف رہا اس کی جگہ فعلن بسکون عین رکھدیا اور یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اسمین وتد مجموع نہین ہے۔

اذالہ بکسر الف و فتح ذال نقطہ دار و سکون الف دوم و فتح لام بمعنی دامن دراز کرنا اصطلاح مین عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین قبل از ساکن زیادہ کرنے سے بشرطیکہ وتد رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے مستفعلان ہوگیا یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔

ترفیل بفتح تائے فوقانی و سکون رائے مہملہ و کسر فا و سکون یائے تحتانی و لام بمعنی دامن کھینچنا اور دراز کرنا اور بزرگ کرنا یہان مراد ہے وتد مجموع آخر رکن پر سبب خفیف زیادہ کرنے سے پس مستفعلن سے مستفعلن تن ہوگیا اس کو مستفعلاتن سے بدل لیا یہ زحاف بھی مستفعلن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اس مین وتد مجموع نہین ہے **فائدہ** فارسی اور اردو مین یہ زحاف کم آتا ہے عربی مین بکثرت۔

یہ نو زحاف مستفعلن کے ہوے اور فروع یہ ہین یعنی زحاف کے بعد ایسی شکلین اور نام پیدا ہوتے ہین

مفاعلن مخبون۔ مفتعلن مطوی مفعولن مقطوع فعلتن مخبول فعولن مخلع فاعلن مرفوع فعلن بسکون عین محذوذ مستفعلان مذال مستفعلاتن مرفل مفاعلان مخبون مذال یہ فرع دو زحافوں کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مستفعلن خبن کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان ہو گیا **مفتعلان** مطوی مذال ہے مستفعلن طے کی وجہ سے مفتعلن ہوا اور مفتعلن اذالہ کے سبب سے مفتعلان بن گیا **فعلتان** عین اور لام کی تحریک سے مخبول مذال ہے اس فرع میں خبل اور اذالہ جمع ہوئے ہیں خبل کی وجہ سے مستفعلن فعلتن ہوا اور فعلتن اذالہ کے باعث سے فعلتان ہو گیا **فاعلان** مرفوع مذال ہے یہ فرع زحاف رفع اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے رفع کی وجہ سے مستفعلن فاعلن ہو گیا اور فاعلن اذالہ کے باعث سے فاعلان بن گیا **مفاعلاتن** مخبون مرفل ہے خبن کی وجہ سے مستفعلن مفاعلن ہو گیا اور ترفیل کے سبب سے اس کے آخر میں تن زیادہ ہو کر مفاعلن تن بنا جسکو مفاعلاتن سے بدل لیا۔ **فع** محذوذ محذوف ہے اس فرع حذذ و حذف یہ دو زحاف جمع ہوئے ہیں مستفعلن حذذ کی وجہ سے مستف ہو کر فعلن بسکون عین سے بدلا گیا پھر فعلن کے آخر سے بوجہ حذف کے سبب خفیف ساقط ہو گیا پس فع رہ گیا **فاع** محذوذ مقصور ہے یہ فرع حذذ اور قصر کے جمع ہونے سے بنی ہے حذذ کی وجہ سے مستفعلن مستف رہا اور قصر کی وجہ سے مستف کے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہو کر اسکا ماقبل ساکن ہو گیا پس فے کے حذف ہو کر تائے فوقانی کے ساکن ہونیکے سبب مست رہا اسکو فاع سے بدل لیا۔

زحافات مس تفع لن

زحافات مس تفع لن منفصل کے پانچ ہیں خبن۔ قصر۔ تشکل۔ تسبیغ۔ کف۔

خبن سے حرف ساکن سبب خفیف جو رکن کے اول میں ہو گر جاتا ہے پس تفع لن سے سین گر کر متفع لن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

قصر سے حرف آخر سبب خفیف کا جو آخر رکن میں ہو گر جاتا ہے اور ماقبل اسکا ساکن ہو جاتا ہے پس مس تفع لن سے مس تفعلن حرف آخر کے سکون سے رہ گیا اسکی جگہ مفعولن رکھ دیا۔

تشکل سے مراد اجتماع خبن و کف کا ہے پس مس تفع لن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب کف کے حرف نون گر کر متفعل بضم لام رہا اسکو مفاعل مضموم اللام سے بدل لیا۔

تسبیغ سے یہ مراد ہے کہ سبب خفیف کے درمیان میں جو رکن کے آخر میں واقع ہو ایک الف زیادہ کر دینا پس مس تفع لن سے مس تفع لان ہو گیا جیسا کہ صاحب میزان الافکار نے حدائق البلاغت سے نقل کیا ہے

مستفعلن متصل مین مستفعلان مذال کہلاتا ہے اور یہان مسبغ۔

کف اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ رُکن کے ساتوین ساکن کو کہ سبب خفیف مین ہو گرادین پس مس تفع لن سے مس تفعل لام کے ضمے سے رہجاتا ہے۔ اور فرع مس تفع لن کے یہ ہین مفاعلن مخبون۔ مفعولن مقصور **مفاعلُ** بضم لام مشکول مس تفع لان مسبغ **مستفعلُ** بضم لام مکفوف **فعولن** مخبون مقصور یہ فرع مس تفع لن مین خبن وقصر کے جمع ہونے سے حاصل ہوئی ہے اسطرح کہ خبن کی وجہ سے مس تفع لن متفع لن ہوا اور پھر قصر کی وجہ سے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہو کر اُسکا پہلا حرف کہ لام ہے ساکن ہو گیا اور اب مُتَفعِل رہ گیا جسکو فعولن سے بدل لیا **مفاعلان** مخبون مذال ہے مس تفع لن سے بوجہ خبن کے مفاعلن حاصل ہوا اور جب بوجہ اذالہ کے آخر کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل ایک الف بڑھایا تو مفاعلان ہو گیا۔

زحافات مفعولات

زحاف مفعولات بضم تاے فوقانی کے نو ہین۔ وقف۔ طے۔ خبن۔ خبل۔ کسف۔ رفع۔ صلم۔ جدع۔ نحر

وقف بفتح واو وسکون قاف وفا بمعنی کھڑا ہونا اصطلاح مین مراد ہے اسکان تاے مفعولات سے پس مفعولات بسکون تا رہ گیا اور مفعولان سے بدل لیا اور یہ بدل لینا محض واسطے امتیاز مفعولات غیر موقوف کے ہے ورنہ مفعولات بھی غیر مانوس نہین۔

طے مُراد ہے سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کے دُور کرنے سے پس بسبب طے کے واو گر کے مفعلات بضم تا رہا اسکی جگہ فاعلات بضم تاے آئے۔

خبن سبب خفیف اول کا ساکن گرانا پس بسبب خبن کے فے گر کر مفعولات سے معولات بضم تا رہا۔ اُسکو فعولات یا مفاعیل سے بدل لیا اور ان دونون کا حرف آخر مضموم ہے۔

خبل یعنے اجتماع خبن وطے کا پس مفعولات سے بسبب خبن کے فے اور بسبب طے کے واو گر کر مُعلاتُ رہا اسکو فَعِلات تاے مضموم سے بدل لیا۔

کسف بفتح کاف او سکون سین مہملہ وفا کپڑا ہوتنے اور اونٹ کی ایڑی کاٹنے کے معنے مین ہے۔ اور بعض کہتے ہین کہ۔ **کشف** شین معجمہ سے برہنہ کرنے کے معنے مین ہے لیکن صاحبان کشاف وقسطاس وقاموس ومفتاح اسے پہلے لغت سے تصحیح بتاتے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے وتد مفروق کے دوسرے متحرک کو گرادین پس تاے آخر کے سقوط کے بعد مفعولات سے مفعولا باقی رہتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین اور صاحب مفتاح کے نزدیک کسف اجتماع وقف وکف کا نام ہے

پس مفعولات بسبب وقف کے مفعولاتْ بسکون تا رہا اور بسبب کف کے تاے ساکن گر کر مفعولا رہا اس کی جگہہ مفعولن رکھدیا پہلے قول کے مطابق کسف زحافات مفردہ مین سے ہوگا اور دوسرے قول کے موافق زحافات مزدوجہ مین سے۔

رفع بمعنے اُٹھانا یہان مراد ہی دُور کردینا سبب خفیف کا جو اول رکن مین واقع ہو پس مفعولات سے عولات رہ گیا اسکی جگہہ مفعولُ لام مضموم سے رکھدیا۔

صَلْم صاد مہملہ کے فتح اور لام اور میم کے سکون سے اسکے معنی جڑ سے ناک کان کاٹنے کے ہین اصطلاح مین مراد ہے وتد مفروق کے حذف کرنے سے پس مفعولات بسبب صلم کے مفعو رہا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

جدع بفتح جیم وسکون دال وعین مہملہ سے بمعنی ناک یا کان یا ہاتھ یا ہونٹ کاٹنا اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط دو سبب خفیف سے اور حرف آخر وتد مفروق کے ساکن کرنے سے پس مفعو حذف ہو کر لاتُ بضم تا رہا پھر لاتُ کی تاے فوقانی ساکن ہو کر لاتْ بسکون تا ہوا اسکی جگہہ فاع رکھدیا۔

نحر بفتح نون وسکون حاے حطی وراے مہملہ سینہ کاٹنا اور اونٹ کو مار ڈالنا اصطلاح مین عبارت ہے بعد جدع کے اسقاط الف سے پس مفعولات بسبب جدع کے لات بسکون تا رہا تھا اور اس سے الف ساقط ہوا تو لت رہ گیا اسکو فع سے بدل لیا یہ نو زحاف مفعولات کے ہین اور فروع اسکے اس قدر ہین مفعولان۔ یا علان نون موقوف فاعلات بضم التا مطوی مفاعیل بضم اللام مخبون فعلات بضم عین وتا مخبون مفعولن۔ مکسوف مفعول۔ بضم لام مرفوع فعلن بسکون عین اصلم فاع۔ مجدوع فع۔ منحور۔ فائدہ مجدوع اور منحور ہموزن شمار کیے جاتے ہین فاعلان بسکون نون مطوی موقوف یہ فرع طے اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات طے کی وجہ سے مفعلات بضم تا ہو گیا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فاعلان سے بدل لیا مفاعیل بسکون لام مخبون موقوف ہے خبن کی وجہ سے مفعولات معولاتُ بضم تا رہا اور وقف کی وجہ سے اسکا حرف آخر ساکن ہو گیا جس کو مفاعیل سے بدل لیا فاعلن مطوی مکسوف ہے اس فرع میں طے اور کسف دونون زحاف جمع ہوے ہین مفعولاتُ طے کی وجہ سے مفعلات ہوا اور کسف کی وجہ سے مفعلا رہ گیا اسکو فاعلن سے بدل لیا فعلات بضم عین وسکون تاے فوقانی مخبول موقوف ہے یہ فرع خبل اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات بسبب خبل کے معلات بضم تا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فعلات سے بدل لیا اسکی جگہہ فعلان عین متحرک کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہین فعلان عین ساکن کے ساتھ مخبول موقوف مسکن ہے فعِلُن بکسر عین مخبول

مکسوف ہے خبل کی وجہ سے مفعولات معلات بفتح میم وضم عین وضم تاے فوقانی رہ گیا اور کسف کی وجہ سے تاے فوقانی گر گئی اور معلا باقی رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔ فعولن مخبون مکسوف ہے مفعولات خبن کیوجہ سے معولات بضم تا رہگیا اور کف کی وجہ سے حرف آخر گر کر معولا ہو گیا جس کو فعولن سے بدل لیا فعولان مخبون موقوف ہے اس لیے کہ خبن ووقف کی وجہ سے معولات بسکون تا ہو گیا اس کو فعولان سے بدل لیا۔

زحافات مفاعلتن

مفاعلتن کے آٹھ زحاف ہین عصب۔ عضب۔ قصم۔ عقل۔ جمم۔ نقص۔ عقص۔ قطف۔

عَصْب۔ بفتح عین مہملہ وسکون صاد مہملہ و یاے موحدہ اسکے لغوی معنی فراہم کرنا شاخہاے درخت کا کاٹنے کے لیے اور خشک ہونا تھوک اور زبان کا منھ مین پیاس کی وجہ سے ہین۔ اصطلاح مین عبارت ہے اسکان لام مفاعلتن سے پس بسبب عصب کے مفاعلتن بسکون لام رہا اسکو مفاعیلن سے بدل لیا۔

عَضَب بفتح عین مہملہ و فتح ضاد معجمہ وسکون یاے موحدہ اسکے لغوی معنی شاخ کا ٹوٹنا ہین اصطلاح مین رکن مفاعلتن مین خرم کرنے سے مراد ہے یعنی اُس وتد مجموع کا جو رکن کے اول مین ہو پہلا حرف گرا دینا تو یہان میم گر کر فاعلتن رہا اسکی جگہ مفتعلن نقل کر لیا۔

قصم بفتح قاف و فتح صاد مہملہ وسکون میم اسکے معنی دانت توڑنا ہین اور مراد ہے اجتماع خرم اور عصب بصاد مہملہ سے پس مفاعلتن سے بسبب خرم کے میم گرا اور بسبب عصب کے لام ساکن ہو گیا فاعلتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا۔

عَقَل بفتح عین مہملہ وسکون قاف ولام لغوی معنی اس کے اونٹ کے بازو اور ساق باندھنے کے ہین اصطلاح مین اجتماع عصب بصاد مہملہ اور قبض کو کہتے ہین پس مفاعلتن کا بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بسبب قبض کے گر پڑا مفاعلتن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔ اور مولوی سعد اللہ نے قول المانوس نے صفات القاموس مین یون کہا ہے کہ عقل مفاعلتن مین عصب اور قبض کے جمع ہونے کا نام ہے پس مفاعلتن بسبب عصب کے مفاعیلن ہو گیا اور پھر معصوب مذکور قبض کی وجہ سے یاے تحتانی گر کر مفاعلن بن گیا غرض کہ مولوی صاحب اول مفاعلتن کا لام عصب کی وجہ سے ساکن کر کے مفاعیلن سے بدلتے ہین اور پھر مفاعیلن کی یاے تحتانی کو قبض کی وجہ سے گراتے ہین اور ہمارے پہلے قول مین یہ بیان ہے کہ مفاعلتن کا لام بسبب عصب کے ساکن ہو جاتا ہے اور

اسکو بغیر مفاعیلن سے بدلے ہوئے بوجہ قبض کے لام ساکن کو گرا دیتے ہین پس مفاعتن رہتا ہے وہ مفاعلن سے بدل دیا جاتا ہے مطلب ایک ہی ہے طرز بیان مین فرق ہے اور صاحب خزرجیہ کہتا ہے کہ عقل عبارت ہے اس سے کہ مفاعلتن کے سبب ثقیل کے دوسرے متحرک کو کہ پانچوان حرف رکن کا یعنی لام ہے گرا دین پس مفاعتن کو مفاعلن سے بدل لیتے ہین اور اس صورت مین عقل زحافات مفردہ مین سے ہوگا **فائدہ** یہ مفاعلن مشابہ ہے ساتھ اُس مفاعلن کے جو مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے لیکن امتیاز یہ ہے کہ یہ مفاعلن معقول سوا بحر وافر کے نہین آتا اس لیے کہ زحاف عقل رکن مفاعلتن سے خصوصیت رکھتا ہے اور رکن مفاعلتن مخصوص ہے بحر وافر سے۔

جَمَم بفتح جیم تازی و میم اول و سکون میم دوم اسکے لغوی معنی مرد کا لڑائی مین بے نیزہ ہونا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع عقل و خرم سے پس مفاعلتن سے بسبب عقل کے لام ساکن ہو کر گر گیا اور بسبب خرم کے میم متحرک حذف ہوئی فاعتن باقی رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

نقص بمعنی کم کرنا مراد اجتماع عصب بہ صاد مہملہ و کف سے ہے پس بسبب عصب کے مفاعلتن کا لام ساکن ہوا اور بسبب کف کے نون ساکن گر پڑا مفاعلتُ بضم تا باقی رہا اسکو مفاعیلُ بضم لام سے بدل لیا۔

عَقص بفتح عین و سکون قاف و صاد مہملہ بمعنی زلفون کے بال پیٹنا اور اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم و نقص سے پس بسبب خرم کے مفاعلتن سے میم گرا اور بسبب نقص کے لام ساکن ہو کر نون حذف ہوا فاعلتُ بضم تا رہ گیا اسکی جگہ مفعولُ بضم لام لے آئے۔

قطف۔ بفتح قاف و سکون طائے مہملہ و فا اسکے لغوی معنی انگور وغیرہ کا خوشہ کاٹنا ہین اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع عصب بصاد مہملہ اور حذف سے پس مفاعلتن سے بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بوجہ حذف کے آخر کا سبب خفیف گر گیا مفاعل لام کے سکون سے رہا اسکی عوض مین فعولن لے آئے۔

یہ آٹھ زحاف مفاعلتن کے ہوئے اور فروع کے یہ نام ہین معصوب صاد مہملہ سے **مفاعیلن** اعضب ضاد معجمہ سے **مفتعلن**۔ اجم **مفعولن**۔ معقول **مفاعلن** اجم **فاعلن**۔ منقوص **مفاعیلُ** بضم لام اعقص **مفعولُ** بضم لام۔ مقطوف **فعولن**۔

زحافات متفاعلن

زحاف رکن متفاعلن کے سات ہین اضمار۔ وقص۔ خزل۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔

اضمار بکسر الف و سکون ضاد معجمہ و میم و الف و رائے مہملہ اسکے لغوی معنی گھوڑے کا دبلا کر دینا ہین اور فتح رب الربع مین چھپانے کے معنے مین لکھا ہے اور اصطلاح مین مراد ہے ساکن کرنا تائے متفاعلن سے

پس متفاعلن بسکون تا کی جگہ مستفعلن رکھتے ہین۔

وقص بفتح واو وسکون قاف وصاد مہملہ اسکے معنی گردن توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع اضمار وخبن سے پس بسبب اضمار کے متفاعلن کی تے ساکن ہوئی اور بسبب خبن کے گر پڑی مفاعلن رہ گیا **فائدہ** مفاعلن سے شبہہ ہوتا ہے کہ وہ مفاعلن ہوگا جو مستفعلن سے بسبب خبن کے حاصل ہوا ہے یعنی مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے سین گر کر مُتَفْعِلُن رہتا ہے اور متفعلن مفاعلن سے منقول ہوجاتا ہے پس پہچان یہ ہے کہ مفاعلن موقوص متفاعلن کا سوا بحر کامل کے نہین آتا اسلیے کہ رکن متفاعلن بحر کامل سے مخصوص ہے۔

خزل۔ زکریا انصاری نے قصیدۂ خزرجیہ کی شرح موسوم بہ فتح رب البریہ مین لکھا ہے کہ خزل خاے معجمہ اور زاے معجمہ سے ہے اور بعض نے جیم اور زاے معجمہ سے لکھا ہے اور دونون صورتون مین حرف اول مفتوح اور دوم وسوم ساکن ہے اور معنے اسکے کاٹنے کے ہین یہان عبارت ہے اجتماع اضمار وطے سے پس متفاعلن سے بسبب اضمار کے لام ساکن ہوا اور بسبب طے کے چوتھا حرف ساکن حذف ہوگیا متفعلن رہ گیا اسکی جگہ مفتعلن رکھدیا۔

قطع بفتح قاف وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ یعنی رکن کے آخر سے ساکن وتد مجموع کو گرا کر اُسکا ماقبل ساکن کرنا پس متفاعلن سے متفاعل لام ساکن سے رہا اسکو فعلاتن عین مکسور سے بدل لیا۔

حذذ۔ بفتح حاے حطی و فتح ذال نقطہ دار اول وسکون ذال نقطہ دار دوم یعنی دم کا چھوٹا ہونا اصطلاح مین مراد ہے رکن کے آخر سے وتد مجموع کا ساقط کرنا پس متفاعلن سے متفا رہا اسکو فعلن عین مکسور سے بدل لیا قاموس وصراح وغیرہ کتب لغت وعروض مین حذذ حاے حطی و دو ذال منقوط سے لکھا ہے لیکن مولوی صہبائی جذذ جیم مفتوح اور ایک ذال منقوط سے لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ جس رکن مین یہ زحاف واقع ہو اُسکو اجذ کہینگے اور میر شمس الدین فقیر کا بھی یہی مقولہ ہے اور باعتبار لغوی معنی کے بھی دونون لفظ مترادف ہین اور یہ جو میزان الافکار مین لکھا ہے کہ بعضے اسے جیم اور دال مہملہ سے کہتے ہین انتہے تو یہ اُنکی غلطی ہے۔

اذالہ یعنی وتد مجموع مین جو رکن کے آخر مین ہو ایک الف زیادہ کرنا پس متفاعلن سے متفاعلان ہوگیا۔

ترفیل آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف اور بڑھانا پس متفاعلن سے متفاعلن تن ہوا اسکو متفاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ سات زحاف متفاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین مستفعلن مضمر مفاعلن موقوص مفتعلن مخزول فعلاتن مقطوع فَعِلن بکسر عین محذذ یا اجذ متفاعلان مذال متفاعلاتن مرفل مستفعلان مضمر

مذال یہ فرع اضمار اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ متفاعلن میں اضمار کی وجہ سے تائے فوقانی کو سکون ہو گیا اور اذالہ کے سبب سے نون سے پہلے ایک الف بڑھ گیا اس طرح متفاعلان بن گیا جس کو مستفعلان سے بدل لیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ متفاعلن اضمار کی وجہ سے مستفعلن سے بدلا گیا اور اذالہ کے سبب سے مستفعلن مستفعلان بن گیا **مفاعلان** موقوص مذال ہے یہ فرع ان دو زحافوں کے جمع ہونے سے بنی ہے وقص و اذالہ متفاعلن وقص کی وجہ سے مفاعلن ہو گیا اور پھر مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان بنگیا **مفتعلان** مخزول مذال پھر متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہو کر مفتعلن سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے مفتعلن میں نون سے قبل ایک الف زیادہ ہو کر مفتعلان ہو گیا **فعلان** بکسر عین محذوذ مذال ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن سے عین گر گیا تو متفا کو فعلن بکسور العین سے بدل لیا اذالہ کی وجہ سے اس میں ایک الف نون سے قبل زیادہ ہو کر فعلان بن گیا **مستفعلاتن** مضمر مرفل ہے یہ فرع اضمار اور ترفیل کے جمع ہونے سے بنی ہے اضمار کی وجہ سے متفاعلن کی تے ساکن ہو گئی پھر ترفیل کے سبب سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر میں اضافہ ہوا تو متفاعلن تن ہو کر مستفعلاتن سے بدل گیا **مفاعلاتن** موقوص مرفل ہے وقص کی وجہ سے متفاعلن مفاعلن ہو گیا اور ترفیل کے باعث سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر میں بڑھ گیا تو مفاعلن تن ہوا اسکو مفاعلاتن سے بدل لیا **مفتعلاتن** مخزول مرفل ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہو گیا تائے فوقانی کے سکون سے اور ترفیل کے باعث سے اُسکے آخر میں ایک سبب خفیف زائد ہو کر متفعلن تن جسکو مفتعلاتن سے بدل لیا **مفعولن** مقطوع مضمر ہے زحاف قطع کے آنے سے متفاعلن متفاعل لام ساکن سے ہو گیا اور اضمار کی وجہ سے متفاعل کی تائے فوقانی ساکن ہوئی پھر اسکو مفعولن سے بدل لیا **فعلن** بسکون عین محذوذ مضمر ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن متفا تائے متحرک سے رہ گیا اور اضمار کے سبب سے تا ساکن ہو گئی تو متفا کو فعلن سے بدل لیا۔

زحافات فعولن

رکن فعولن کے ساتھ زحاف ہیں قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔ تسبیغ۔

قبض یعنی ساکن پنجم سبب کا نون گرانا پس فعولن سے فعول بضم لام رہا۔

قصر یعنے ساکن سبب خفیف کا آخر رکن سے گرانا اور اسکا ماقبل ساکن کرنا پس فعولن سے فعول بہ سکون لام ہو جاتا ہے۔

ثلم بفتح تائے مثلثہ و سکون لام و میم بمعنی سوراخ کرنا اصطلاح میں مراد ہے رکن فعولن میں خرم کرنے سے یعنی وتد مجموع سے کہ رکن کے اول میں ہو حرف اول متحرک کو حذف کردیں پس فعولن سے فے دور ہو کر

عولن رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین رکھا گیا۔
ثرم بفتح ثاے مثلثہ وراے مہملہ مفتوح ومیم ساکن یعنی آگے کے دانت توڑنا اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع قبض وخرم سے ہے پس بسبب خرم کے فے اور بسبب قبض کے نون فعولن کا گر پڑا عول لام مضموم سے رہ گیا۔ اسکو فعل عین ساکن اور لام مضموم سے نقل کرلیا اور فاع بھی اسکی جگہ رکھ سکتے ہین۔
بتر بفتح باے موحدہ وسکون تاے فوقانی وراے مہملہ یعنی جڑ سے اکھیڑنا اور دم کاٹنا اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع حذف وقطع سے پس فعولن سے سبب خفیف بوجہ حذف کے گر گیا اور واو بسبب قطع کے گر کر عین ساکن ہوگیا اس طرح فع باقی رہا بعض اسکی جگہ فل تجویز کرتے ہین اور ابن قیس کے نزدیک تر یہ ہے کہ فعولن کا وتد گر اوین پس لن باقی رہتا ہے اس صورت مین مرکب ہوگا۔
تسبیغ یعنے سبب خفیف کے درمیان مین الف بڑھانا پس فعولن سے فعولان ہوگیا۔
یہ سات زحاف فعولن کے ہوے اور اسکی فرع یہ ہین **فعولُ** بضم لام مقبوض **فعولْ** بسکون لام مقصور **فَعَلْ** بفتح عین وسکون لام محذوف **فعْلن** بسکون عین اثلم **فعْلُ** یا **فاع** اثرم **فع** ابتر **فعولان** مسبغ **فعْلان** بسکون عین اثلم مسبغ اس فرع مین دو زحاف جمع ہوے ہین ایک ثلم جس کی وجہ سے فعولن سے عولن ہوجاتا ہے اور تسبیغ کی وجہ سے نون ساکن کے پیشتر ایک الف بڑھکر فعلان سے بدل لیا جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اول عولن کو فعلن سے بدل لیتے ہین پھر فعلن مین نون تسبیغ کا اضافہ ہوکر فعلان بن جاتا ہے۔

زحافات فاعلن

رکن فاعلن کے چھ زحاف ہین۔ خبن۔ قطع۔ حذف۔ اذالہ۔ ترفیل۔
خبن یعنی ساکن سبب خفیف کو حذف کردینا جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلن سے فعِلن عین مکسور سے رہا۔
قطع یعنی ساکن وتد مجموع کو گرا کے اسکے ماقبل کو ساکن کرنا پس فاعلن سے فاعل رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین لے آئے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کو حذف کردینا چاہیے اس صورت مین لام گر جائیگا اور فاعن رہیگا اسکو بھی فعلن سے بدل لینگے۔
بعض کہتے ہین کہ فعلن بسکون عین مخبون مسکن ہے یعنی فاعلن مین خبن کے بعد تین حرف متحرک جمع ہوگئے پھر بسبب تسکین کے درمیانی حرف کو ساکن کردیا کہ وہ وتد مجموع کا پہلا حرف ہے پس فعلن بسکون عین حاصل ہوا وجہ اسکی یہ ہے کہ رکن مقطوع صرف مصرعون کے آخر مین آتا ہے اور فعلن بحر متدارک مین ہر جگہ بھی آجاتا ہے اس تقدیر پر فرع مخبون مسکن کہلائے گی اور بحر متدارک کے ساتھ خاص ہوگی فعلن کو فاعلن سے

مقطوع کہنے کی صورت مین علت تغیر اور ہے اور مخبون مسکن کہنے کی حالت مین علت تغیر دوسری چیز ہے اور پہلی صورت مین فاعلن کا نون اور لام کی حرکت گر کر فعلن حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت مین الف اور عین کی حرکت محذوف ہو کر فعلن بنا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تمام شعر فعلن بسکون عین کے وزن پر ہو تو اسکو مخبون مسکن کہنا چاہیے اور اگر عروض وضرب مین فعلن واقع ہو تو اُسے مقطوع سمجھنا چاہیے اور مخبون مسکن متدارک کے سوا دوسری جگہ نہ آئیگا اور مقطوع بسیط مین بھی آتا ہے۔

خلع یعنے اجتماع خبن وقطع کا پس فاعلن سے الف بسبب خبن کے گرا اور نون بسبب قطع کے گر کر لام ساکن ہوا فعل بکسر عین وسکون لام ہوگیا۔ یہ قول ابن قیس کا ہے صاحب مخزن الفوائد نے جو خلع خبن وقصر کا اجتماع قرار دیا ہے اور فعلن کو مخبون مقصور لکھا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ قصر اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے اور فعلن مخبون مین سبب نہین کیونکہ یہ رکن فاعلن سے حاصل ہوا ہے اور اس مین سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے غرض کہ نہ اصل رُکن فاعلن مین سبب کا وجود ہے نہ فعلن مخبون مین جو قصر آسکے۔

حذذ یعنے وتد مجموع کا ساقط ہونا پس فاعلن سے وتد مجموع گر کر فا رہا اسکو فع سے بدل لیا۔

اذالہ یعنی آخر رکن کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل الف بڑھانا پس فاعلن سے فاعلان ہوگیا۔

ترفیل وتد مجموع پر سبب خفیف زیادہ کرنا پس فاعلن سے فاعلن تن ہوا اس کو فاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ چھ زحاف فاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین فَعِلن بکسر عین مخبون فَعْلن بسکون عین مقطوع فَعِل بکسر عین وسکون لام مخلع فع محذوذ فاعلان مذال فاعلاتن مرفل فَعِلان عین کے کسرے سے مخبون مذال یہ فرع دو زحافون کے اجتماع سے بنی ہے ایک خبن دوسرے اذالہ خبن کی وجہ سے فاعلن سے فعلن بکسور العین بنا اور اذالہ کی وجہ سے نون سے پیشتر ایک الف زیادہ ہو کر فعلان ہوگیا اور بعض کہتے ہین کہ فاعلان مذال ہین سے الف بسبب خبن کے گرنے کے بعد فعلان ہو جاتا ہے فعلان سکون عین سے مقطوع مذال قطع کی وجہ سے فاعلن فاعل رہ کر فعلن ساکن العین سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے ایک الف اضافہ ہو کر فعلان ہوگیا۔ اور بعض فعلان کو مخبون مسکن مذال کہتے ہین

بیان معاقبہ ومراقبہ ومکانفہ

معاقبہ بضم میم وفتح قاف وباے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہین اور اصطلاح عروض مین اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین جب دو سبب خفیف جمع ہون تو اُن دونون کو جا ہین ایک ساتھ

رہنے دین یا ایک کو رکھین ایک کو گرائین مثلاً بحر مجتث مین رکن مستفعلن کی سین اور نون کا ایک ساتھ گرانا جائز نہین خواہ دونون کو ثابت رہنے دین خواہ ایک کو گرا کر ایک رکھین اور دو سبب خفیف کے جمع ہونے کے ایک شعر مین تین طور ہین یا یہ کہ بحسب وضع کے اصل رکن مین دو سبب خفیف جمع ہونگے جیسے مفاعیلن مستفعلن اور مفعولات مین یا بعد مزاحف ہونے کے دو سبب اکٹھے ہو جائین جیسے متفاعلن مضمر ہو کر مستفعلن اور مفاعلتن معصوب ہو کر مفاعیلن ہو جاتا ہے یا دو رکن ملکر دو سبب خفیف پیدا ہونگے جیسے بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن کہ یہان رکن اول کا آخر اور رکن ثانی کا اول ملکر تن فا دو سبب خفیف ہو گئے پس یا تو ان دونون سببون کو سالم رکھ کر تن فا پڑھتے ہین یا سبب اول کے نون کو حذف کر کے ت فا حاصل کرتے ہین یا دوسرے سبب کے الف کو دور کر کے تن ف پڑھتے ہین ان تینون صورتون کو معاقبہ کہتے ہین۔ اور ت ف کہنا جائز نہین اس لیے کہ دونون سببون کے حروف ساکن حذف کر دینے سے تفعلا پیدا ہو جائیگا اور یہ فاصلہ کبرےٰ ہے جیسے عروضی ثقیل جانتے ہین۔

مُراقبہ بضم میم و فتح قاف و بائے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کی نگہبانی کرنا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہو جائین تو دونون کا گرانا اور دونون کا ثابت رکھنا ایک ساتھ جائز نہین بلکہ ایک کو ضرور گراتے ہین اور یہ رکن مفاعیلن اور مفعولات اور مستفعلن مین واقع ہوتا ہے مثلاً بحر مضارع مین رکن مفاعیلن کی ی اور نون کا ایک ساتھ رکھنا اور ایک ساتھ گرانا جائز نہین۔

مُکانفہ بضم میم و فتح نون و فا اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کو پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہو جائین تو دونون کا ایک ساتھ گرانا جائز ہو یعنی چاہین تو دونون کو ایک ساتھ رکھین چاہین گرا دین یا ایک ہی کو رکھین اور یہ حذف کرنا حرف ساکن کا بسبب کسی زحاف کے زحافون متذکرۂ بالا سے ہوتا ہے۔ چنانچہ رکن مفعولات مین بسبب جدع کے دونون سبب خفیف گر جاتے ہین یہ بھی معلوم رہے کہ یہ تینون صورتین ارکان سے کچھ خصوصیت نہین رکھتی ہین بلکہ بحرون سے متعلق ہین یعنے ایک رکن مین کسی بحر کے درمیان معاقبہ ہے مراقبہ نہین اور اسی رکن مین کسی دوسری بحر مین مراقبہ ہے معاقبہ نہین اسلیے ہم لکھے دیتے ہین کہ معاقبہ مدید منسرح رمل وافر ہزج خفیف طویل کامل اور مجتث مین آتا ہے مگر کامل اور وافر مین ایسی حالت مین واقع ہوتا ہے کہ مضمر و معصوب ہو گئے ہون اور مراقبہ مشاکل قریب جدید اور مضارع مین لازم ہے اور سریع و منسرح مین غالباً ہوتا ہے اور بحر خفیف مین جائز ہے اور مکانفہ سریع منسرح بسیط اور رجز مین آتا ہے۔

کون کون زحاف کس کس زبان اور بحر سے خصوصیت رکھتا ہے

ناظرین پر مخفی نہ ہے کہ اگرچہ کل زحاف اڑتالیس ہین جن مین سے گیارہ زحاف عصب بصاد مہملہ عضب بضاد معجمہ۔ عقل۔ نقص۔ قطف۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔ اضمار۔ وقص۔ خزل عربی سے مخصوص ہین۔ اور اہل فارس کے استعمال مین بہت ہی کم ہین۔ اور یہ تیرہ زحاف اہل فارس کی ایجاد سے ہین۔ جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ جدع۔ نحر۔ جحف۔ ربع۔ درس۔ عرج۔ طمس۔ سلخ۔ رفع۔ عربی مین مستعمل نہین اور یہ چوبیس زحاف۔ خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ خرم۔ ثلم۔ خرب۔ شتر۔ ثرم۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث۔ مشترک ہین جو بتر اہل فارس کی ایجاد سے ہے وہ رکن مفاعیلن سے مخصوص ہے اور بتر مشترک فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہے مگر ہم نے اُنہی زحافات کو بیان کیا جو زبان اُردو مین کثرت سے مستعمل ہین خواہ وہ عربی سے مخصوص ہون یا فارسی سے اور جو زحاف اس زبان کے اشعار مین جاری نہین اُن کا ذکر خاص کر مع تفصیل بے سود ہے اور زحافات کی تقسیم بھی باعتبار خصوصیت کے جو انکو عربی و فارسی سے حاصل ہے اس کتاب مین بالکل فضول ہے مگر بر سبیل شذوذ کہین ایسا بھی ہو گیا ہے خصوصًا فارسی کے تیرہ زحافون مین سے کُل چار زحاف جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر رباعی سے مخصوص ہین کسی رباعی کا عروض و ضرب ان سے خالی نہین ہوتا لیکن اساتذہ نے رباعی کے وزن مین غزل کہنی بھی جائز رکھی ہے اسلیے یہ زحاف غزل کے عروض و ضرب مین بھی آسکتے ہین باقی نو زحاف بہت ہی کم مستعمل ہین اور تعریف و تفصیل اُس زحاف کی زیادہ مفید ہوتی ہے جو زحاف کئی رکنون مین مشترک ہوتا ہے اور اگر غور سے دیکھو تو مستفعلن متصل مین مفعولان جسے اہل فارس اعرج کہتے ہین مقطوع مسبغ ہے اسلیے کہ مستفعلن مقطوع ہو کر مفعولن ہو جاتا ہے اور مفعولن تسبیغ سے مفعولان ہو سکتا ہے مگر اس سبب سے کہ اس حالت مین رکن کے آخر ہی مین کمی بھی اور بیشی بھی ماننی پڑے گی اور یہ معیوب ہے اسلیے ایک نیا زحاف ماننا پڑا اور مستفعلن کے لام کی تسکین کے قائل ہوے اور اسکو مفعولان سے بدل لیا اسی طرح مستفعلن متصل مین فعلان بسکون عین کو جسے مطموس کہتے ہین ہم اسے محذوذ مسبغ بول سکتے ہین کیونکہ مستفعلن محذوذ ہو کر فعلن بسکون عین رہ جاتا ہے اور فعلن مسبغ ہو کر فعلان ہو سکتا ہے مگر یہان بھی اسی خوف سے ایک نیا زحاف جس مین وہ عیب نہ ہو ماننا پڑا چنانچہ طمس۔ یعنے اسقاط عین و لام کے قائل ہوے اور مستفعن کو فعلان سے بدل لیا پس اعرج کو اعرج اور مطموس کو مطموس کہنا چاہیئے نہ

اعرج کو مقطوع مسبغ اور مطموس کو مجذوذ مسبغ ہر چند کہ یہ دونون زحاف ایک ہی رکن مین ہوتے ہین اور انکی نظیر کہین پائی نہین جاتی مگر ان کا انکار نہین ہو سکتا کس لیے کہ ان دونون زحافون مین بلکہ سلخ اور قرص مین بھی کہ اول فاع لاتن منفصل مین اور دوم فاعلاتن متصل مین فاع ہو کر آتا ہی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے جو سواے مستفعلن متصل اور فاع لاتن منفصل اور متصل کے کسی اور رکن مین نہین ہوتا یہان سے ثابت ہوا کہ محقق طوسی نے جو تشعیث کے بیان مین خلیل کے مذہب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسکی نظیر کہین پائی نہین جاتی بیجا ہے کیونکہ بہت سے تغیرات ایسے ہین جن کا نظیر کہین پایا نہین جاتا اسی طرح شعث مین بھی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے کہ سواے فاعلاتن کے اور کہین پایا نہین جاتا۔

جبکہ اول مجمل بیان زحاف کا کیا گیا اور پھر ہر ایک رکن کے ساتھ زحافون کی تشریح ہوئی تو اب ہر ایک زحاف کا حال بہ تخصیص بحور لکھا جاتا ہے۔ زحاف۔ **اذالہ** بحر رجز و متدارک و بسیط و کامل اور سریع و منسرح و مقتضب و مدید و جدید مین آتا ہے اور اکثر عروض و ضرب مین واقع ہوتا ہے حشو مین کم اور صدر و ابتدا مین بالکل نہین آتا اور یہ ہم تیسرے موقع مین بیان کر چکے ہین کہ مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور مصرع ثانی کے پہلے جز کو ابتدا و مطلع کہتے ہین اور مصرع اول کے پچھلے جز کو عروض اور مصرع ثانی کے پچھلے جز کو ضرب و عجز بولتے ہین اور دونون مصرعون کے بیچ مین جو اجزا ہین انکا نام حشو ہے **اضمار** اور **وقص** اور **خزل** یہ زحاف بحر کامل سے مخصوص ہین **ترفیل** یہ زحاف فارسی و ریختہ مین نادر الوقوع ہے عربی مین بحر کامل سے اختصاص رکھتا ہے کبھی رجز مین بھی آتا ہی **تسبیغ** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث مدید خفیف ان آٹھ بحرون مین آسکتا ہے **تشعیث** بحر رمل مجتث مدید خفیف چار بحرون مین آتا ہے **ثلم** یہ زحاف بحر متقارب مین واقع ہوتا ہے اور طویل مین بھی آتا ہے **جب** یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **جدع** منسرح مقتضب سریع تین بحرون مین آتا ہے۔ **حذذ** بحر رجز و کامل و متدارک و بسیط مین بہت آتا ہے باقی بحرون مین اگرچہ مستفعلن متصل ہو بہت کم آتا ہے **حذف** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید خفیف مشاکل قریب مین آتا ہے۔ **خبن** بحر رمل رجز متدارک منسرح مقتضب مجتث مدید بسیط سریع خفیف جدید گیارہ بحرون مین آتا ہے **جحف** بحر رمل اور مجتث اور خفیف مین واقع ہوتا ہے **خلع** بسیط اور رجز اور متدارک مین آتا ہے **خرم** بحر ہزج اور مضارع اور قریب مین واقع ہوتا ہے **رفع** رجز و منسرح دو بحرون مین آتا ہے **صلم** بحر منسرح و مقتضب و سریع مین آتا ہے **طے** بحر رجز منسرح مقتضب بسیط سریع پانچ بحرون مین واقع ہوتا ہے

اور بشرط اضمار بحر کامل مین بھی آتا ہے **قبض** بحر ہزج متقارب مضارع طویل چار بحرون مین آتا ہے **قصر** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید مشاکل خفیف جدید مین واقع ہوتا ہے **قطع** بحر رجز کامل رمل متدارک مقتضب مدید بسیط سریع خفیف نو بحرون مین آتا ہے چونکہ قطع رکن مستفعلن متفاعلن فاعلن مین آتا ہے اور اول سے مفعولن دوسرے سے فعلاتن عین مکسور سے تیسرے سے فعلن بسکون عین بعد قطع کے حاصل ہوتے ہین اور مفعولن وفعلاتن وفعلن اور ارکان سے بھی اور زحافات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین پس خیال رکھنا چاہیے کہ مفعولن سواے بحر مضارع و مجتث کے سب بحرون مین مقطوع ہے اور ان دونون بحرون مین مقصور ایسے ہی فعلاتن صرف بحر کامل مین مقطوع ہے اور فعلن صرف بحر متدارک مین مقطوع ہے مگر متدارک مین فعلن کو خواجہ نصیر الدین طوسی کی راے کے موافق مقطوع نہین کہہ سکتے۔ اور دوسرون کے نزدیک کہنا درست ہے **کف**۔ ہزج۔ رمل۔ مضارع۔ مجتث۔ طویل۔ مدید۔ خفیف۔ قریب۔ جدید۔ مشاکل مین آتا ہے۔ **بتر** یہ زحاف تین طرح پر ہے یعنی اجتماع ثلم وحذف کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فعولن سے فاع اور اجتماع حذف وقطع کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فاعلاتن سے فعلن اور اجتماع خرم وجب کو بھی بتر کہتے ہین جیسے مفاعیلن سے فع پس بعض رکن مین اس کا لقب ابتر ہوتا ہے اور بعض مین مقطوع ومحذوف کہتے ہین اور بعض مین اخرم ومجبوب بولتے ہین اور یہ زحاف حسب تشریح ارکان مذکورۂ بالا بحر ہزج و رمل ومتقارب ومضارع ومجتث وخفیف ومدید مین آسکتا ہے **شرم** بحر طویل ومتقارب مین واقع ہوتا ہے **خبل**۔ چار بحر منسرح اور رجز اور بسیط اور سریع مین آتا ہے **خرب** بحر ہزج ومضارع وقریب مین آتا ہے **سبع** بحر رمل ومضارع مین آتا ہے **زلل** بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **شتر** بھی بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے **تشکیل** یہ زحاف بحر رمل ومجتث ومدید وخفیف مین آتا ہے۔ آٹھ زحاف **عصب** بصاد مہملہ **عضب** بضاد منقوطہ **جمم**۔ **عقل**۔ **عقص**۔ **قصم**۔ **قطف**۔ **نقص**۔ بحر وافر سے مخصوص ہین ان آٹھ زحاف مین سے چار زحاف عضب بضاد معجمہ قصم۔ جمم۔ عقص۔ صدر وابتدا سے مختص ہین اور تین زحاف عصب بصاد مہملہ عقل۔ ونقص عام ہین اور قطف عروض وضرب مین آتا ہے **کسف**۔ دنحر یہ زحاف بحر منسرح مقتضب اور سریع تین بحرون مین آتے ہین **وقف** بحر منسرح۔ مقتضب۔ سریع تین بحرون مین آتا ہے **ہتم** یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے۔

باوجودیکہ اضمار بحر کامل سے خصوصیت رکھتا ہے اور عصب بحر وافر سے مخصوص ہے لیکن نواب سید محمد خان رند تخلص شاگرد خواجہ حیدر علی آتش نے ان دونون زحافون کو ایک بحر مین جمع کیا ہے۔ ؎

مدت ہوئی نہین دیکھا دلدار کو قیامت ہی	تدبیر کچھ نہین بنتی کیا موت سے ندامت ہی

تقطیع مدت ہوئی مستفعلن نہین دیکھا مفاعیلن دلدار کو مستفعلن قیامت ہے مفاعیلن تدبیر کچھ مستفعلن نہین بنتی مفاعیلن کیا موت سے مستفعلن ندامت ہے مفاعیلن۔

تنبیہ ارکان افاعیل مین سے فاعلن اور فعولن مفاعیلن کی فرع واقع ہوے ہین اور مفاعیلن مفاعلتن کی فرع ہے اور مستفعلن متفاعلن کی پس یہ چارون بہ نسبت اپنے اصول کے فرع ہونگے اور اپنی فروع کے مقابلے مین اصول ہونگے۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ زحاف تین قسم کے ہین **ایک** وہ جو بیت مین سب جگہ آتے ہین اور وہ یہ چھ ہین۔ خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ مگر کف اور شکل اور خبل عروض وضرب مین نہین آتے یہ زحاف چونکہ کسی خاص مقام سے خصوصیت نہین رکھتے اس وجہ سے ان کو عام کہتے ہین۔

دوسرے وہ کہ صدر ومطلع سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ پانچ ہین خرم۔ ثلم۔ خرب۔ شتر۔ ثرم۔ مگر استعمال عرب مین یہ پانچون زحاف صدر ومطلع سے مخصوص ہین اہل فارس وریختہ نے انکو کسی مقام سے مخصوص نہین رکھا یہانتک کہ کبھی کبھی خرم وثلم کو عروض وضرب مین بھی استعمال کرجاتے ہین البتہ جسوقت حشو وغیرہ مین خرم کرتے ہین تو اُس وقت خرم نہین کہتے **تخنیق** کہتے ہین اور رکن کو بجاے اخرم کہنے کے **مخنق** بولتے ہین اور تخنیق خاے نقطہ دار اور نون کے ساتھ گلا گھونٹنے کے معنے مین ہے حدائق العجم مین اسی طرح لکھا ہے لیکن علامہ نقشبند نے شرح خزرجیہ مین حاے مہملہ اور باے موحدہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور تحبیق کے معنے جمع کرنا ہین اور اس صورت مین رکن کو محبق کہنا چاہیے مگر مشہور خاے نقطہ دار والا ہی ہے ہر اور باقی چار زحافون کا نام بھی نہین بدلتے پس اہل فارس وریختہ کے استعمال مین بجاے چھ زحاف کے گیارہ زحاف عام ہین۔

تیسرے وہ جو عروض وضرب سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ یہ تیرہ ہین قطع۔ حذذ۔ ازالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث۔ پچھلی دونون قسمون کے زحاف خاص کہلاتے ہین۔

فائدہ جلیلہ۔ صاحب معیار الاشعار نے ایک زحاف ایجاد کیا ہے اور وہ فارسی کے ساتھ مختص ہے محقق طوسی کہتے ہین از جملہ تغیرات عام کہ بہ شعر فارسی خاص ست یکے آن ست کہ ہر کجا سہ حرف متحرک متوالی افتد تسکین اوسط روا دارند و در یک وزن محرک ومسکن باہم بیامیزند واین مطرد ہست الا آنجا کہ مانعے افتد مثلا باشد کہ بحر بسبب تسکین در بدل افتد

چنانکه درین وزن کہ فَعِلاتُ فاعلاتن اگر عین فَعِلاتُ مُسکّن کنند تا این وزن شود مفعول فاعلاتن ہریک از بحر دیگرست پس تسکینے کہ مقتضی اشتباہ بود نشاید۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہان کہین تین مسلسل متحرک حرف واقع ہون ان مین تسکین اوسط جائز ہے لیکن ایسے موقعون پر جہان کوئی ایسا مانع موجود ہے جس سے بحر بدل جانیکا اندیشہ ہے مثلاً وزن رمل مثمن مشکول فَعِلاتُ فاعلاتن اگر فَعِلاتُ کے عین کو ساکن کردیا جائے تو بحر بدل جائے گی اور مضارع کا وزن مفعول فاعلاتن پیدا ہوجائے گا ایسی صورت مین تسکین جائز نہین۔

چوتھا شہر تقطیع کے بیان اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین

مخفی نہ رہے کہ لغت مین تقطیع کے معنے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہین اور اصطلاح علم عروض مین جزو شعر کو ارکان افاعیل سے ہموزن و برابر کرنے کو کہتے ہین تقطیع مین تخصیص نہین کہ حرکات باہم یکسان آئین اسی قدر کافی ہے کہ متحرک اور ساکن مقابل ہوجائین یعنی یہ ضرور نہین کہ ضمہ مقابل ضمے کے اور فتحہ مقابل فتحہ کے اور کسرہ متعلق کسرے کے ہو حرکت کا مقابل حرکت کے اور سکون کا مقابل سکون کے ہونا شرط ہے مثال۔

ذوق

عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا	کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

تقطیع عدو آیا مفاعیلن ہ بنکر نا مفاعیلن م بر لک کا مفاعیلن نصیبو کا مفاعیلن کرے گے یے مفاعیلن ک خط کا مد مفاعیلن دعی سے مد مفاعیلن دعا سمجھے مفاعیلن۔

ایضاً

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب	کام چور اس کام پر کس منھ سے اُجرت کی طلب

تقطیع۔ دل عبادت فاعلاتن سے چرانا فاعلاتن اور جنت فاعلاتن کی طلب فاعلن ۔ کام چورس فاعلاتن کام پر کس فاعلاتن منھ سے اُجرت فاعلاتن کی طلب فاعلن ۔ الفاظ بے معنے اکثر اشعار کے تقطیع کرنے مین مقابل ارکان کے واقع ہوتے ہین اگر با معنے ہون تو بہتر ہے گو یہ کچھ

ضرور نہین ہے۔

اس شعر مین ذوق کے ہر رکن کے مقابل الفاظ با معنے آتے ہین۔

مرے دل مین جو حسرت ہے نکالون مین کہان اُسکو ۔ نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمین نکلے

تقطیع مرے دل مین مفاعیلن جو حسرت ہے مفاعیلن نکالون مین ۔ مفاعیلن کہان اُسکو مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن فلک نکلے مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن زمین نکلے مفاعیلن۔

اس امر کا بھی لحاظ مستحسن بلکہ واجب ہے کہ جزو شعر کا جو مقابل جزو بحر کے واقع ہو وہ مضحکہ انگیز نہ ہو جیسے میر حسن کے اس شعر مین ۔ ؎

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا ۔ یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

عروض و ضرب مین ٹنا مقابل فعل کے واقع ہے اگرچہ اساتذۂ کرام و بلغاے عظام کی نظر تیز بلندی مضامین و ایجاد لطائف معانی و مراعات علم بیان و بدیع وغیرہ اُمور معظم پر مقصور ہوتی ہے اور نگاہ التفات اُمور رکیکہ اور کسی جزئیات کی طرف کم ہوتی ہے اور ارتکاب اس قسم کے عیوب کا کلام کو پایۂ اعتبار سے ساقط اور مرتبہ کمال متکلم کو پست بھی نہین کرتا تاہم ایسی ترکیبون سے احتراز اولے ہے کیونکہ اکثر ارباب دول اور صاحبان فراست کے سامنے خجل ہونا اور خفت اُٹھانا پڑتا ہے چنانچہ سرخوش نے اپنے تذکرے مین لکھا ہے کہ ایک شاعر نے جہانگیر کی مدح مین ایک قصیدہ کہا تھا اور اُسنے پڑھنا شروع کیا جب ہی کہ پیش مصرع مطلع کا پڑھا ؎ اے تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتہا ؛ فرمایا کہ تو عروض جانتا ہے اور شعر کے وزن و تقطیع سے باخبر ہے عرض کیا کہ مجھے یہ چیزین معلوم نہین فرمایا کہ اگر عروض دان ہوتا تو تیری گردن مروا دیتا شاعر بیچارہ گھبرا گیا کہ کیا خطا واقع ہوئی مہربانی سے آگے طلب کر کے فرمایا کہ جب اس مصرع کی تقطیع کرین تو اس طرح وزن ہوگا اے تاج دو مستفعلن لت بر سرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن تا انتہا مستفعلن لت بر سرت بدعین اور بدفال ہے شاعر کو ایسی چیزون سے خبردار رہنا چاہیے۔

تقطیع کے واسطے اول جاننا ارکان بحور کا اور واقفیت اوزان بحور کی ضرور ہے تاکہ تقطیع حقیقی چھوڑ کر غیر حقیقی نہ کرے **تقطیع حقیقی** اُسکو کہتے ہین کہ تقطیع مین بحر کے رکن مطابق و صحیح آئین جیسے اس شعر کی تقطیع مین۔

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار ۔ ذوق ۔ باتین کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ

تقطیع وحشت گ مفعول اِ ای ن بعد خا ع لاتُ فنا بی م مفاعیلُ را غبار فاع لان ٭
بانے ک مفعول رب ہ سقف فاع لاتُ سپہر ے ک م مفاعیلُ ہن کے سات فاع لان ٭ یہ وزن
بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور کا ہے۔ اور تقطیع غیر حقیقی وہ کہ جو اسکے مخالف ہو مثلاً
اُس شعر کی تقطیع اُس طرح پر کی جائے وحشت گئی مستفعلن نہ بعد فعول فنا بی فعولن مرا غبار مفاعلان ٭
بانے کرے مستفعلن ہ سقف فعولن کہن ک سات مفاعلان ٭ یہ رکن کسی بحر خاص کے نہین ہین
اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقطیع مین حروف غیر ملفوظی شامل نہ کیے جائین اور جو حروف کہ
لکھے جاتے نہین مگر پڑھنے مین آتے ہین وہ تقطیع مین شمار کر لیے جائین یعنے حروف مکتوبی
غیر ملفوظی تقطیع سے ساقط کردیے جاتے ہین اور حروف ملفوظی غیر مکتوبی داخل کر لیے
جاتے ہین۔

بیان حروف مکتوبی غیر ملفوظی

مثال حروف مکتوبی غیر ملفوظی کی فارسی مین لفظ خودداری ہے کہ واو اسکی تقطیع مین نہین آتی۔

اکبر

وہ ادا کی کہ قضا آگئی خودداری کی	وہ نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح

تقطیع۔ وادا کی فعلاتن کہ قضا آ فعلاتن گ ئِ خُد دا فعلاتن ری کی فعلن ٭ وہ نظر کی فعلاتن
ک اثر کر فعلاتن گ ئِ جادو فعلاتن ک طرح فعلن ٭ اسی طرح خورشید کی واو تقطیع مین نہین آتی۔

ارشد

پیمانہ مے ہاتھ مین ساقی کے نہین تھا	خورشید کو تبجے مین لیے ماہ جبین تھا

تقطیع پیمان مفعول ہ مے ہات مفاعیل م ساقی ک مفاعیل نہی نا فعولن ٭ خرشید مفعول
کُ تبجے م مفاعیل لیے ماہ مفاعیل جبی تا فعولن اور ہندی مین ہاے مخلوط الملفوظ معتبر نہین ہوتی
جیسے گھر اور تجھ اور جھنڈولا کی ہا اسی طرح انشا کے اس شعر مین لفظ کھولے اور مکھڑے اور گھونگھٹ اور
چھڑ کی ہا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔ شعر

کھولے جب چاند سے اُس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق	کیون نہ پھر لیوے بلائین تری چٹ چٹ عاشق

تقطیع کول جب چا فاعلاتن د س اُس مُک فعلاتن ڑ ک گوگٹ فعلاتن عاشق فعلن ٭ کون پر لے
فعلاتن وِ بلائے فعلاتن تر چٹ چٹ فعلاتن عاشق فعلن ٭ ان اشعار مین سواے حروف مذکورہ بالا کے اور حروف

بھی تقطیع کے وقت نکال ڈالے جاتے اور تون ہنڈول اور داغون سے وغیرہ الفاظ کا بھی معتبر نہین ہوتا اور جہان ان الفاظ عربی پر الف لام وارد ہو وہان الف تقطیع مین نہین آتا جیسے بوالہوس اور انا الحق اور ابوالحسن اور عبدالحمید وغیرہ ان اشعار کی تقطیع سے سب کی مثالین معلوم ہو سکتی ہین۔

ناسخ

غضب ہے سرو باندھا اُس پری کے قد گلگون کو | یہ کس شاعر نے ناموزون کیا مصرع موزون کو

تقطیع غضب ہے سر مفاعیلن وباداُس مفاعیلن پری کے قد مفاعیلن دگلگو مفاعیلن + یہ کس شاعر مفاعیلن ن ناموزو مفاعیلن کیا مصر امفاعیلن ع موزو کو مفاعیلن۔

امانت

ہین اُنکی گھائیون مین چھلکتی کی پھرتیان | یا لٹ کی چوٹ دیتے ہین سر کا بتا کے ہاتھ

تقطیع۔ ہے انک مفعول گائیوم فاعلات یچھلک مفاعیل یرتیا فاعلن + یالٹ ک مفعول چوٹ دیت فاعلات ہ سر کا ب مفاعیل تاک ہات فاعلان۔

دبیر

بانو سر اصغر کے قریب آئے پکاری | اے لال جھنڈوے ترے بالو یہ مین واری

تقطیع بانوس مفعول راصغرک مفاعیل قریباک مفاعیل پکاری فعولن + اے لال مفعول جھنڈولے ت مفاعیل ربانو یہ مفاعیل م واری فعولن۔

مومن

رقیب بوالہوس نے رونمائین تیرے کب جان دی | وہ تو وارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین

تقطیع رقیبے بُل مفاعیلن ہوس نے رو مفاعیلن نماے تے مفاعیلن رکب جادی مفاعیلن + وہ نووارد مفاعیلن ہ کا جانے مفاعیلن دیارے عش مفاعیلن ق کی رسمین مفاعیلان

دبیر

خود فتنہ و شر پڑھ رہے ہین فاتحہ خیر | کہتے ہین انا العبد لرز کر صنم و دیر

خُدفتن مفعول وشر پڑھ مفاعیل رہے فات مفاعیل حہ لے خیر مفاعیل + کہتے ہَ مفعول انَل عبد مفاعیل لرز کر ص مفاعیل نمو دیر مفاعیل + کبھی الف لام دونون تقطیع مین گر جاتے ہین، جیسے اس شعر مین۔

آسمان جاہ انجم

زاہد تو ہی بتا ہے وہان کیا دھرا ہوا		بیت الصنم کو چھوڑ کے کعبے کو جائین کیون

تقطیع بیت الص مفعول نم کُ چوڑ فاعلات کِ کعبے کُ مفاعیل جا کیون فاعلان اور یہ عام قاعدہ ہے کہ نون غنہ لفظ ہین اور مین اور وہان اور جہان اور کہان اور کہین اور کہون اور جون اور ہون اور نون جمع وغیرہ کے مصرع کے بیچ مین تقطیع مین نہین آتے چنانچہ یہ بات اوپر کی مثالون سے بھی ظاہر ہوئی اور امثلہ ذیل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

صفیر

کیا چمک کر وہ ہین کہتے کہ ہمارے عارض		جب مین کہتا ہون کہ ہین کسکے پیارے عارض

تقطیع جب مَ کہتا فاعلاتن ہ کِ ہے کس فعلاتن کِ پیارے فعلاتن عارض فعلن۔ کا چمک کر فاعلاتن وُہ کہتے فعلاتن کِ ہمارے فعلاتن عارض فعلن + اس شعر مین لفظ مین اور ہین اور ہون کے نون غنہ تقطیع مین نہین شمار کیے جاتے۔

ذوق

مصروف زخم دل کی مگس رانیون مین ہم		سینے کا چاک سینے کی فرصت کہان ہین

ولہ

کبھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا		جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا

ان شعرون مین الفاظ کہان اور رانیون اور جہان وغیرہ مین نون تقطیع مین شمار نہین کیا جاتا اور نون غنہ جسکا اوپر ذکر ہوا آخر مصرع مین ہو تو اُسکے گرانے اور رکھنے کا اختیار ہے اور اس کا حال بحور کے بیان مین معلوم ہوگا اور اگر وسط مصرع مین ایسا لفظ آئے کہ اُسکے آخر مین سوا نون کے اور کوئی حرف ساکن ہو اور اُس حرف کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اسکے حرف علت ہونے کی قید نہو تو اُس حرف کو موقوف کہتے ہین اور وہ حرف اکثر اصلاح تقطیع مین آتا ہے کہ اسپر کوئی حرکت قرار دے لی جاتی ہے اور جو آخر مین واقع ہو تو اُسکو بحالہ ساکن رکھتے ہین جیسا کہ ہمنے قصر وغیرہ کے بیان مین اوپر لکھا ہے کہ عروضیون کے نزدیک جس حرف کا ماقبل ساکن ہو وہ ساکن نہین متحرک کے حکم مین ہے اور آخر مصرع مین بدرجہ مجبوری اُسکو ساکن مانتے ہین کیونکہ آخر مین ہر ایک لفظ سکون کو چاہتا ہے مثال لفظ موقوف کی تلاش معاش چشم خشم زرد درد دیر سیر وغیرہ۔

شعوری

روشن ہے یہ کہ محو ہوا تجھپہ آفتاب		پھرتا ہے ہے چار پہر مضطر آفتاب

اس شعر مین جا کی را اور آفتاب کی فا اور محو کی واو تقطیع مین متحرک ہوجاتی ہین اور آفتاب کی بائے موحدہ ساکن رہتی ہے تقطیع۔ پر تار مفعول ہے و چار فاعلات بہر مضطر مفاعیل رُ آفتاب فاعلان + روشن و مفعول ہے کہ محو فاعلات ہوا تج پ مفاعیل رآفتاب فاعلان۔

مہدی علیخان جلیس

پاس رہنے کا بھلا ہمسے برونکا کیا کام	اپنو غیرونکو سمجھتے ہین وہ اچھا دل مین

اس شعر مین پاس کا سین متحرک رکھا گیا ہے کیونکہ درمیان مین واقع ہوا ہے اور لفظ کام اور مین آخر مصرع مین واقع ہوے ہین ایک مین میم موقوف ایک مین نون غنہ حرف آخر تر اور دونون ساکن ہی رکھے گئے ہین (کا کام) اور (دل مین) فعلان کے وزن پر ہین اور بسبب اسکے کہ نون غنہ پڑھنے مین نہین آتا فعلان کی جگہ فعلن بھی درست ہے۔ اگر وسط مصرع مین تین ساکن آجائین تو اول کو بحال خود رکھتے ہین اور دوسرے کو متحرک کر لیتے ہین تیسرے کو تقطیع مین شمار نہین کرتے ہین اور اگر آخر مصرع مین ہو تو حرف اول و دوم کو بحال خود ساکن رکھتے ہین اور تیسرے کو گراتے ہین۔

غالب

دوست غمخواری مین میری سعی فرماوینگے کیا	زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاوینگے کیا

اس شعر مین لفظ دوست کی واو ساکن اور سین متحرک ہوگا اور تائے فوقانی ساقط ہوجائے گی تقطیع۔ دوس غم خا فاعلاتن ری م میری فاعلاتن سعی فرما فاعلاتن ئے گ کا فاعلن + زخم کے بر فاعلاتن نے تلک نا فاعلاتن خن ن بڑھ جا فاعلاتن ئے گ کا فاعلن۔

سعد اللہ شاہ

وابستہ ہی تجھسے اپنی یان زیست	جب تو ہی نہین تو پھر کہان زیست

اس بیت مین لفظ زیست آخر مین واقع ہے حرف یا اور سین ساکن ہین اور تائے فوقانی ساقط ہوتی ہے تقطیع۔ وابست مفعول ہ تجس اپ مفاعلن ن یا زیس مفاعیل جب تو ہ مفعول نہی ت پ مفاعلن کہا زیس مفاعیل + اور یائے تحتانی کیاری اور پیولا اور کیون وغیرہ الفاظ کی اور اکثر یائے تحتانی لفظ پیار اور خیال کی تقطیع مین نہین آتی۔

انشا

بوسی نرگس کی جو کیاری مین نہ دیکھا پانی
ہے ہماری ہی طرح تجھکو بھی کیاری وزہ

تقطیع بول نرگس فاعلاتن کس ج کاری فعلاتن م ن دیکا فعلاتن پانی فعلن ہی ہماری فاعلاتن سطرح تج فعلاتن کب ب کاری فعلاتن روزہ فعلن ۔

گلزار نسیم

جانا کہ یہ ہے شگون نرالا
نیولا پکڑ آستین مین پالا ہے

تقطیع جاناک مفعول ے ہے شگو مفاعلن نرالا فعولن + نولا پ مفعول کڑ آستی مفاعلن م پالا فعولن ۔

میر تقی

عشق برے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

تقطیع عشق فعل برے ہی فعولن خال فعل پڑا ہے فعولن چین فعل گیا آ فعولن رام فعل گیا فعل دل کا فعلن جانا فعلن ٹھر فعل گیا ہے فعولن صبح فعل گیا یا فعولن شام فعل گیا ۔

انشا

کھول آغوش نہ تو مجھ سے رکاوٹ سے لپٹ
اب جو لیٹا ہی تو آ پیار کی کروٹ سے لپٹ

تقطیع کول آغو فاعلاتن ش ن تو مج فعلاتن س رکاوٹ فعلاتن س لپٹ فعلن + اب ج لیٹا فاعلاتن ہ تُ آ پا فعلاتن رک کروٹ فعلاتن س لپٹ فعلن +

یکرنگ

کیون ہوے ہو تم کہو دشمن ہمارے اسقدر
دوست کا ہوتا ہے دشمن کوئی پیارے اسقدر

تقطیع کو ہوے ہو فاعلاتن تم کہو دش فاعلاتن من ہمارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + دوس کا ہو فاعلاتن تا ہ دشمن فاعلاتن کوئی پارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + جو حرف اپنے ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لیے ہو وہ حرف بھی مکتوب غیر ملفوظ ہے یعنی تقطیع مین نہ آیگا جیسے ہاے مختفی نالہ اور لالہ اور بقچہ اور غنچہ کی ۔

حسن علی خان اثر

سن کے غل شب تا در زندان آ کر پھر گیا
شیون زنجیر خواب بخت کو افسانہ تھا

تقطیع سنک غل شب فاعلاتن تا در زن فاعلاتن دا اکر فاعلاتن پھر گیا فاعلن + شیون زن

فاعلاتن جیر خابے فاعلاتن بخت کواف فاعلاتن سان تا فاعلن + اور بہت سی جگہ یاے تحتانی جیسے اور ایسے اور اُسے اور راسے اور میرے اور تیرے اور تمھارے اور ہمارے اور پیشانی اور نورانی وغیرہ الفاظ کی اور اکثر موقعون پر ہا لفظ وہ اور شہ وغیرہ کی اور واو جو اور ہو اور کو اور تو وغیرہ کی تقطیع کرتے وقت خارج کر دیتے ہین اور یہ باتین امثلۂ صدر مین بخوبی ظاہر ہین اور اشعار ذیل سے بھی واضح ہوتی ہین۔ ع

ہاے وہ دل جسے ہم سمجھے تھے افلاک کے مول
دولت عشق سے بکتا ہی یہان خاک کے مول

تقطیع ہاے وہ دل فاعلاتن جس ہم سم فعلاتن جت افلا فعلاتن کت کے مول فعلان + دولت عش فاعلاتن قس بکتا فعلاتن ہ یہا خا فعلاتن کک مول فعلان + اس شعر مین یاے تحتانی الفاظ جیسے اور تھے اور راسے کی تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ پڑھنے مین نہین آتی رباعیت مصرع بل ہم سے وہ ہر بات مین کر جاتے ہین کیسے + تقطیع بل ہم س مفعول وہر بات مفاعیل م کر جات مفاعیل ہ کیسے فعولن + اس مصرع مین ہم سے اور کرجاتے کی یاے تحتانی اور وہ کی ہا شمار تقطیع مین نہ آئی۔

ہمایون قدر امین

حاجت نہین ہی شمع کی میرے مزار پر
ہر شب ہی سوز آہ سے روشن چراغ دل

تقطیع حاجت ن مفعول ہی ہ شمع فاعلات ک میرے م مفاعیل زار پر فاعلن ہر شب ہ مفعول سوز آہ فاعلات س روشن چ مفاعیل راغ دل فاعلن + اس شعر مین رہے اور کی اور سے کی یاے تحتانی تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

بیدار

نہ گئی تیری سرکشی ظالم
مجھے ہر چند جبہ سائی کی

تقطیع نہ گئی تے فعلاتن ر سرکشی مفاعلن ظالم فعلن ✽ ہمن ہرچن فاعلاتن د جبہ سا مفاعلن ئی کی فعلن ✽ اس شعر مین تیری اور مجھے کی یاے تحتانی تقطیع سے گرتی ہی امانت بات پیشانی کی جو مجھ سے سو پیش آئی ہے + تقطیع۔ بات پیشا فاعلاتن ن کی جو مج فعلاتن سے سُ پیشا فعلاتن ئی ہے فعلن اس مصرع مین پیشانی اور کی اور سے کی یاے تحتانی اور سو کی واو تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

غالب

خیر کر یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اسکو آتی ہی تو شرما جاے ہے

تقطیع غیر کو یا فاعلاتن رب دُ کو کر فاعلاتن منع گنسا فاعلاتن خی کرے فاعلن + گر حیا بی فاعلاتن اُسُ ک اُئی فاعلاتن ہے ت شرما فاعلاتن جاے ہے فاعلن + اس شعر مین ہادہ کی اور عادا مسکو اور تو کی گرتی ہین -

سید علی احسن آشک

قوس ابرو کی حمایت ہین بل پر آنکھین	توڑ کرتی ہین جو تیر دن کی برابر پلکین

تقطیع قوس ابرو فاعلاتن ک حمایت فعلاتن س ہ بل پر فعلاتن آنکین فعلان توڑ کرتی فاعلاتن ہ ج تیر د فعلاتن ک برابر فعلاتن پلکین فعلان + اس شعر مین کی اور سے کی یاے تحتانی اور جو کہ واو تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ تلفظ مین نہین آتین -

میر حسن

مین اس طرح کا دل لگاتی نہین	یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین

تقطیع مصرع ثانی ے شرکت فعولن تُ بندی فعولن ک باقی فعولن نہین فعول اس مصرع مین تو اور کو کی واو تقطیع مین نہین آتی اسلیے کہ وہ پڑھی نہین جاتی -

الف بھی اکثر لفظون سے گر جاتا ہے. اشعار ذیل پر غور کرو -

میر

کدورت بیان کیا کرون مین کہے تو	یہ دل گرد کلفت کا اک کاروان ہے

تقطیع - کدورت فعولن بیان کا فعولن کرو مے فعولن کہے تو فعولن ۂ ے دل گر فعولن د کلفت فعولن ک اک کا فعولن روا ہے فعولن + گرد کلفت کا سے الف محذوف ہوتا ہے -

گویا

چمن مین جیسے اشارہ جو سوے نخل حنا	تو ساتھ اشارے کے انگلی برنگ مرجان کر

تقطیع - چمن م کی مفاعلن ج اشارہ فعلاتن ج سوے نخ مفاعلن ل حنا فعلن ت سات شا مفاعلن رِ کے آگ لی فعلاتن برنگ مر مفاعلن جاے فعلن دو سرے مصرع مین اشارے کا الف ساقط ہوتا ہے اور سادر بھی کئی حروف ساقط ہوتے ہین -

محمد حسین آزاد

دفعتہً دیکھا کہ اک پیر کہن سال آ ئے	پر عجب شان سے وہ مرد خوش اعمال آئے

تقطیع - دفعتن دے فاعلاتن ک ک اک پی فعلاتن رکہن سا فعلاتن لاے فعلن پر عجب شا فاعلاتن

ن س وہ مر فعلاتن دخش اعما فعلاتن لاا یے فعلن ٭ دیکھا کا الف حذف ہوتا ہے اسکے سوا دوجی دوسرے کئی حرف ساقط ہوتے ہین -

ولہ

کرنا خرمن ہے تو ہی بکھرے ہوے دانون کو | تو ہی اک دانے سے ہے پالتا سوجانونکو

تقطیع - کرت خرمن فاعلاتن ہ ت اِ ی بِک فعلاتن رہوے دا فعلاتن نوکو فعلن + تو ہ اک دا فاعلاتن ن س ہے پا فعلاتن لتَ سوجا فعلاتن نوکو فعلن + اس شعر مین علاوہ کئی حروف کے کرنا اور پالتا کے الف تقطیع مین گرتے ہین واو عاطفہ بھی کبھی پڑھنے مین نہین آتی اور کبھی اپنے ماقبل کے نیچے کے ظاہر کرنے کا کام دیتی ہے پہلی صورت مین تقطیع مین شمار نہین کی جاتی اور دوسری صورت مین شمار کی جاتی ہے -

ذوق

جو تجھین حسین بتان کو ایمان اُنھین یہ کفر و دین ہے یکسان | پہونچتے کعبہ مین وہ مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر

تقطیع - ج تج جنے فعول فعلن بتاک ایما فعول فعلن اُنے رہے کف فعول فعلن بدی ہ یک فعلن + پہونچت کعبہ فعول فعلن وہ مسلما فعول فعلن ہمیش چینو فعول فعلن فرنگ ہوکر فعول فعلن اس شعر مین جو اور کو کی واو اصل اور کفر و دین کی واو عاطفہ تقطیع مین نہین اتین اس لیے کہ پڑھی نہین جاتین اور چین و فرنگ کی واو عاطفہ تقطیع مین حرف ساکن شمار ہوتی ہے -

بیان حروف ملفوظی غیر مکتوبی

اب یہانسے ان حرفون کا بیان کیا جاتا ہے جو لکھے نہین جاتے اور تقطیع مین شمار کیے جاتے ہین ان کو حروف ملفوظی غیر مکتوبی کہتے ہین جیسے الف ممدودہ کو بجاے دو حرف الف کے شمار کرتے ہین اور صورت مد کی یہ ہے جس حرف پر یہ نشان ہوتا ہے اُسکو کھینچکر پڑھتے ہین جیسے آو لگا بروزن مفعولن

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا | اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

تقطیع - صاف تا جب فاعلاتن تک ت ہمکو فاعلاتن بی جوابے فاعلاتن صاف تا فاعلن اب ت خطاآ فاعلاتن نے لگاشا فاعلاتن ید کہ خطآ فاعلاتن نے لگا فاعلن + حروف مشدد بھی دو حروف گنے جاتے ہین کیونکہ تشدید ایک حرف کے دو دفعہ پڑھنے کو کہتے ہین اور صورت اسکی

یہ ہے جس حرف پر یہ علامت ہوگی وہ دو مرتبہ پڑھا جائے گا اور دو حرف تقطیع مین آئین گے جیسے مہذّب بروزن فعولن اسکو تقطیع کے وقت یون لکھینگے مُہذ ذب۔

واسطی

سوز عشق قد جانان نے کیا کسکو نہ خشک
سوکھ کر گلزار مین ہر سرو کانٹا ہوگیا

تقطیع سوز عشقے فاعلاتن قد جانا فاعلاتن نے کیا کس فاعلاتن کو نہ خشک فاعلان + سوک کر گل فاعلاتن زارمے ہر فاعلاتن سرو کانٹا فاعلاتن ہوگیا فاعلن ؛ **فائدہ** مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ حروف ملفوظی غیر مکتوبی ہندی مین نہین آتے یہ بات خالی سہو سے نہین کس لیے کہ بہت سے الفاظ ہندی مین ایسے دیکھے جاتے ہین جن مین ان قسم کے حروف موجود ہین جیسے آجاؤ اور رتّی اور کنا اور نڈی اور بھدّا اور ربّی وغیرہ امثلہ ذیل پر غور کرو۔

امانت

کشتۂ رخ ہون جلاؤ نہ اگر کی بتی
چاہیے قبر پہ کافور سحر کی بتی

سودا

ہو یہ کتوال تو وہ مانے زور
یہ تو مچھّر کی جھول کا ہے چور

ولہ

ہو نہ سکے شاعر اور شعر پہ یہ دل دیا
اپنا تخلص ندان بننے کا اُلّو کیا

عظم

اتنا بھی کھیے حوصلہ فوارہ ساں تنگ
تم اپنے فیل مینے کو نکالو
جلو ہی بھر جو پانی مین گز بھر اچھل چلے
سے مرے ہاتھی سے دو ٹکر لڑا لو

ارشد

دو پٹہ آب روان کا پڑا ہے سینے پر
بھلا کسی نے بھی دیکھے حباب تہ آب

میر

ایک دن ایک کوا آ بیٹھا
بے گمان جیسے ہوّا آ بیٹھا

ولہ

میٹھر مین کیون نہ پھسکئے یاک سرہ
مچھونس بھی تو نہین ہے چھپّر پر

ولہ

پیکر اپنی خدا نے رکھی ہے — ڈالس اک ایک جیسے لکھی ہے

ولہ

گھونگی جستجو مین ہوا ہرد ٹرا باٹ کا — دھوبی کا کتا ہو کہ نگھر کا نہ گھاٹ کا

ولہ

غرض افسوس کی جگہ بلی — اب کہان گو کہ چھاپیئے دلی

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون پیلئے — بڑا دانا جو ہو چکی ہین کیا چھوٹون کو دل ڈالے

ولہ

بڑ سنھوا سا جو ایک ہے ٹھا — اُسکا پالی مین ہے بندھا لٹھا

اسیر

دل نے زلفون مین لٹک کر جو لگائے چکر — چرخ تو ہے کا حسینون کا تماشا ٹھہرا

ضیا

بادہ نوشی مین جو زلف یار کا ذکر آگیا — حلق مین ایسا پڑا پھندا کہ اچھو ہو گیا

سید اصغر علی آبرو

حال یان ملک عدم کا کوئی کیا پوچھا نسے — عقل کو جنکی ہے مضمون کمر مین چکر

ظفر

رات کو گھر کے کواڑ انکے نہ کھل سکنے مگر — زور الفت سے دیے ہنے جو دھکے کھل گئے

ولہ

اڑا دینے کو خاک آندھی دیکھیں جو ترس دشت نے — کہ جسکے سامنے دم بند ہو گڑا مین جھکڑ کا

ولہ

ہو تیرے ہاتھون سے عاشق کا گلا کاٹا ہوا
سہکر اس ناتوان کا ہو گیا بس دم ہوا
اور بھر پوچھے ہے تو یہ کیا گھبراتا ہوا
حیدا گھن تیرے ناوک کا یہ سناٹا ہوا

کھینچے ہے دامن مرا خار جنون جب دشت مین
بو چھے ہے آہو سے مجنون لیا یہ جھرتا ہوا

حاتم

مارنے کو رقیب کے حاتم | الستہ تیز ہے بہر ہے دہ خنجر ہے

تنوین بھی جو آخر کلمات مین آتی ہے اور لکھی نہین جاتی دوسرا حرف قرار دیجاتی ہے اور تقطیع مین محسوب ہوتی ہے کیونکہ تنوین نون ساکن کا نام ہے۔

درد

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحا لیکن | مین جو پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

تقطیع ذکر میرا فاعلاتن ہ وکرتا فعلاتن ت صریحن فعلاتن لیکن فعلن ؎ مے ج پوچا فاعلاتن تے کہا نے فعلاتن رے مذکو فعلاتن رن تا فعلن ؎ الحاصل جو حرف پڑھے اور بولے جاتے ہین اگرچہ لکھے نہ جاتے ہون تقطیع مین شمار کیے جائین گے جیسے لفظ طاوس کا ؤس مین دو واو اور اُس کسرے مین جو کھینچ کر پڑھا جائے ایک یاے تحتانی اور ہاے مختفی وغیرہ مین وقت اضافت جانب کلمۂ دیگر ایک ہمزہ متحرک محسوب کرتے ہین اور جو ہمزہ کھینچکر پڑھا جائے وہ بجاے ایک حرف مستقل کے گنا جاتا ہے۔

منشی

سُنی شاہ کاؤس نے یہ خبر | کہ ترکون نے کاٹا سیاوش کا سر

تقطیع سُنی شا فعولن ہ کا ؤو فعولن س نے یے فعولن خبر فعل ؎ کہ ترکو فعولن ن کاٹا فعولن سیاوش فعولن ک سر فعل ؎ لفظ کاؤس مین دو واو شمار کی گئی ہین۔

محمد سعید خان سعید

دیکھا نہین ہے مار کو طاؤس مارنے | گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

تقطیع دیکان مفعول ہی ہ مار فاعلات ک طاؤوس مفاعیل مارنے فاعلن گیسو پ مفعول ڑا ہے پیچ فاعلات وِ لے داغ مفاعیل دار کے فاعلن اس شعر مین طاؤس مین دو واو شمار کی ہین اور دل کے لام کے بعد ایک یاے تحتانی اضافہ کی گئی جو کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے پیدا ہوئی ہے۔

ذوق

بند ہو سکا ہم سے نہ مضمون اس دہان تنگ کا | ہاتھ اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا

تقطیع بن سکا ہم فاعلاتن سے ن مضمو فاعلاتن اس دہاںے فاعلاتن تنگ کا فاعلن ؎ ہات اپنا فاعلاتن فکر مے زے فاعلاتن رے زنخدا علاتن ہی رہا فاعلن ؎ اس شعر مین لفظ دہان تنگ مکسور زیر زنخدان مین کسرہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہے اور یاے تحتانی شمار کیجاتی ہے ؎ اور دال اور ہا لفظ بندھ سے اور

نون لفظ مضمون اور زنخدان سے خارج کر دیے جاتے ہین۔

الضاً

طلسم طرفہ تر آنسو لے میرے مرد مان باندھا	کہ ہے اک اک گرہ مین حاصل صد بحر دکان باندھا

تقطیع طلسمے طر مفاعیلن فہ تر آنسو مفاعیلن ن میرے مر مفاعیلن دما با دا مفاعیلن کہ ہے اک اک مفاعیلن گرہ مے حا مفاعیلن صلے صد بح مفاعیلن رکا با دا مفاعیلن اس شعر مین بھی طلسم طرفہ تر اور حاصل صد بحر کے کسرے کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوتی ہے اور نون اور یاے تحتانی وغیرہ چند حروف گرتے ہین۔

انشا

نالۂ مرغ سحر نے اُسے بیدار کیا	کہین ڈر ہے کہ خفا مجھسے وہ دلدار نہو

تقطیع نالئے مر فاعلاتن غ سحر نے فعلاتن اُس بیدار فعلاتن رکیا فعلن کہین ڈر ہے فعلاتن کہ خفا مجھ فعلاتن سے وہ دلدا فعلاتن رنہو فعلن اس شعر مین لفظ نالۂ مرغ سحر مین ہاے مختفی کے مرغ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ہمزہ پیدا ہوتا ہے اور تقطیع مین وہ ایک حرف علیحدہ شمار کیا جاتا ہے۔

پانچوان شہر بحور کی تشریح مین

جس قدر بحرین دوسرے شہر مین بیان کی گئین اُن مین سے بعض بحرین اشعار عرب سے خصوصیت رکھتی ہین جن مین شعراے عجم نے طبع آزمائی نہین کی اور بعض فارسی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین عرب مین مستعمل نہین اور بعض مشترک ہین اور بحور مستعملۂ فارسی مین سے بعض ایسی ہین جن مین متقدمین نے اشعار کہے ہین اور متاخرین نے انکو متروک کیا ہے یا اس طرح پر اُن کا استعمال نہین کرتے ہین یا جو بحر مسدس و مربع استعمال کی جاتی تھی اب اُسکو مثمن کے سوا نہین لاتے غرضکہ ایسے ہی اختلاف واقع ہو گئے ہین اور ان سب بحور مستعملۂ عرب و عجم مین سے بعض ایسی ہین جو ریختہ مین مستعمل ہین اور بعض ایسی ہین جنکو ریختہ والون نے متروک کیا ہے پس یہ کتاب جو عروض و قافیہ ریختہ کی ہے اس مین وہی بحرین اور وہی شکلین بحرون کی بہ تشریح لکھی جائینگی جو ریختہ مین مستعمل ہین اگر ضرورۃً کوئی ایسی بحر لاوینگے جو شعر عربی یا فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے تو اُسکی طرف اشارہ کر دینگے اور اس کتاب مین ہر ایک مقام اور ہر ایک فن مین زبان ریختہ سے بحث

کی جائے گی۔

ناظرین کتاب کو یہ بات اول معلوم ہو چکی ہے کہ بعض بحرین مفرد ہین بعض مرکب بس یہان پر اور امور سے قطع نظر کرکے اول بحور مفردہ کا پھر بحور مرکبہ کا حال مع وجہ تسمیہ لکھا جاتا ہے۔

بیان بحور مفردہ

(۱) بحر ہزج

بحر ہزج مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار ہزج بفتح ہا و فتح زاے معجمہ و سکون جیم لغت مین اچھی آواز اور گانے کی آواز کو کہتے ہین چونکہ عرب مین اکثر اسی وزن کے اشعار گائے جاتے ہین اس لیے بحر کا نام ہزج رکھا گیا بحر ہزج کی اصل مسدس ہے مگر شعراے فارس و ریختہ مثمن بھی استعمال مین لائے ہین حدائق البلاغۃ کے ترجمے مین مولوی صہبائی کا یہ قول کہ اصل اس بحر کی آٹھ رکن ہین دو رکن کم کرکے مسدس بھی استعمال کرتے ہین مسامحت سے خالی نہین شعراے عرب اس بحر کو مزاحف بھی استعمال مین لائے ہین مثمن ہونے کی صورت مین سالم اور مزاحف دونون طرح آئی ہے بخلاف مسدس کے کہ اکثر مزاحف آتی ہے سالم نہین آتی اور عروض و ضرب اسکے سالم یا مقصور یا محذوف ہوتے ہین اور رباعی مین اور طرح بھی آتے ہین چنانچہ رباعی کی بحث مین وہ اوزان بیان کیے جائینگے اور صدر اور ابتدا اور حشو مین زحاف بہت آتے ہین اور اُن سے بہت سے وزن حاصل ہوتے ہین۔

ہزج مثمن سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار مثال اسکی

عبد الغنی خان جاوید

خموشی اسلیے دیوانگی مین ہمنے حاصل کی	خدا جانے وہ کیا پوچھے ہمارے منھ سے کیا نکلے

تقطیع خموشی اس مفاعیلن لیے دیوا مفاعیلن نگی مے ہم مفاعیلن ن حاصل کی مفاعیلن ؛ خدا جانے مفاعیلن وکیا پوچھے مفاعیلن ہمارے مو مفاعیلن ہ سے کا نکلے مفاعیلن ؛

غالب

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے	تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اور عروض و ضرب مفاعیلان مسبغ بھی آتے ہین۔

مؤلف

جو کوئی درد دل میرا اُسے جا کر سُناتا ہے	تو کیا کہتا ہے پھر وہ بت یہ کیا باتین بناتا ہے

رخ رنگ قمر کو اپنے وہ جس دم دکھاتا ہے	تو حیران ہو کے آئنہ بھی اپنا منہ چھپاتا ہے
اگر ہم دل لگی کے واسطے بیٹھیں کہیں جا کر	دل وحشی بصد ذلت ہمیں ان سے اٹھاتا ہے
یہ حالت ناتوانی نے تیرے بیمار کی کر دی	کہ اک اک گام پر وہ ٹھوکریں لاکھوں ہی کھاتا ہے

اور عروض و ضرب مفاعیلن مسبغ بھی آئے ہیں ۔

میر محمد زکی متخلص بہ زکی

برا ہو ناتوانی کا رلایا ہے لہو برسوں		مرے دل میں رہی ہر داغ میں گر آرزو برسوں
حباب آسا محیط عشق سے جو پار اترتے ہیں	امیر	گذر جاتے ہیں پہلے سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں

ان شعروں میں عروض اور ضرب مفاعیلان ہے ۔ محقق طوسی معیار الاشعار میں کہتے ہیں کہ ایسے دو ساکنوں کے واقع ہونے کی وجہ سے مسبغ نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الف اور نون غنہ دو حرف نہیں بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہیں جیسا کہ درمیان ابیات میں ایسے دو حرف ایک حرف کے حکم میں شمار کیے جاتے ہیں اگر کہا جائے کہ درمیان ابیات میں چونکہ اشباع نہیں ہو سکتا اسلیے وہاں ایسے دو حرف ایک قرار دے لیے جاتے ہیں بخلاف اواخر ابیات کے کہ وہاں اشباع ہوتا ہے پس یہاں مسبغ نہ ماننے کا کیا سبب ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اواخر ابیات محل تسبیغ ہے لیکن دائرے سے خروج لازم آتا ہے اسلیے یہاں بھی دو ساکنوں کو ایک ہی ساکن قرار دینا چاہیے البتہ جزو میں مضائقہ نہیں لیکن خواجہ کا یہ قول نون غنہ میں جاری ہو سکتا ہے حالانکہ متاخرین ساکن زائد غیر غنہ بھی لاتے ہیں اور وہ سوائے تسبیغ کے دوسری تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا مولوی صدر اللہ نے شرح میں اسی طرح لکھا ہے ۔ مثلاً ۔

از ولی محمد

وہ چپ ہے جو نہ ہوتا تھا نہ دار درس خاموش	اسی کی چپ سے گویا ہو گئی ہے انجمن خاموش
گرفتاری کا اسکی تھا یہی کیا وقت ای صیاد	نہو کیوں رنج فصل گل میں ہے مرغ چمن خاموش
خموشی بھی نہ بن جائے گی کیونکر غیرت فریاد	غضب ہے اس طرح ہوں خوش نوایان چمن خاموش

عروض و ضرب دونوں مسبغ ہیں ۔

اسماعیل خان صبر رامپوری

فلک ظالم بری قسمت جہاں دشمن وہ بت سنگیں دل	بتاؤ تو بھلا پھر کس سے جا کر میں کروں فریاد

عروض و ضرب دونوں مسبغ ہیں کبھی ایک مسبغ ہوتا ہے اور دوسرا سالم ۔

سید محمد خان رند

گلیم فقر کو کیوں دوش پر ہم ڈالتے اے رند
سدا تصویر کی صورت جو حیران رہتے ہوائے رند
یگانے زندگی تک ہیں عزیز و اقربا اے رند

اگر کمبل سے بہتر جانتے کم خواب و شبنم کو
کسی آئینہ رو سے کیا کہیں پھر دل لگایا ہے
لحد میں سوئے جب جاکر نہ رشتہ ہے نہ ناتا ہے

ولی

تہ و بالا ہوا نالوں سے آخر عالم بالا
اثر فریاد کا ہے صاف ظاہر اُسکی چتون سے

مری تلخی سے آخر ہو گئے شیریں دہن خاموش
ولی آخر سبب کیا ہیں جو ابنائے وطن خاموش

رند کے اشعار میں عروض مسبغ ہیں اور ولی کے اشعار میں ضرب مسبغ ہیں بلکہ درمیان مصرع میں بھی اتباع جائز ہے۔ **قاضی یوسف مرگھے یوسف تخلص۔**

رسول اللہ کے فرزند علی کے لاڈلے دل بند
ہیں زہرا کے جگر پیوند محی الدین جیلانی جی

سوائے عروض کے دونوں مصرعوں کے حشوین بھی فاعلان مسبغ واقع ہے۔
بعض شعرائے بحر ہزج مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے مثال اسکی۔

از معیار البلاغت

چمن میں وہ نگار سبز خط گیسو پریشان راست قد خوش چشم مہ سیما جو آکر جلوہ گر ہووے
بنفشہ جا پڑے سودا میں سنبل پیچ کھائے یا بگل شمشاد نرگس زرد و گل چاک جگر ہووے

ہزج مثمن سالم محذوف الآخر یا مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل
دو بار حذف مراد ہے اسقاط سبب آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اور قصر مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے پس مفاعیل مقصور رہا۔ محذوف کی مثال۔ ؎

ظفر

بتوں پر جان جاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے
اُنھیں کی طرز بھاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے

تقطیع بتوں پر جا مفاعیلن ن جاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ؎ اُنھی کی طر مفاعیلن ز بھاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ؎ مثال مقصود کی۔

کہاں ہیں گل رخ یہ بالے کے گہر نزدیک نزدیک	ذلم	ستارے ہیں یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

حنائی ناخن یا زیر سرو قامت یار	پڑے دس پانچ ہین گلبرگ تر نزدیک نزدیک

دونون بیتون مین عروض و ضرب مقصور یعنی مفاعیل کے وزن پر ہین باقی بدستور ہے اور اجتماع دونون کا ایک غزل مین جائز ہے جیساکہ۔

ولہ

بجز بزم بتان دشمن دین و دل و جان	کوئی صحبت نہین بھاتی خدا مارے چھوڑے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف باقی بدستور مگر محقق طوسی کی رائے کے مطابق عروض بھی محذوف ہے۔

ہزج مثمن ابتر مفاعیلن مفاعیلن فع دو بار جیسے

نہ چل شوخی سے کرائے دل خرام آہستہ شکر دھون کی ہے اے دل تتبع کرنا	نکلتا ہے یہان ماہان کام آہستہ صبا کو دیکھ کیا رکھتی ہے گام آہستہ

تقطیع نہ چل شوخی مفاعیلن سِ کرایدل مفاعیلن خرام آہس مفاعیلن تہ فع الخ لفظ فع ابتر ہے۔

ہزج مثمن مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض مراد ہے اسقاط حرف پنجم سے جو ساکن ہو پس مفاعیلن سے مفاعلن مقبوض رہا مثال اسکی یہ شعر بہادر سنگھ کام بدیوانی کا۔

یہ تھوڑی تھوڑی مو ندے کلائی موڑ موڑ کر	بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

تقطیع یہ توڑ تو مفاعلن ڑی مندے مفاعلن کلا ئی مو مفاعلن ڑ موڑ کر مفاعلن :: بھلا ہ تیر مفاعلن رساقیا مفاعلن پلادخم مفاعلن نچوڑ کر مفاعلن **فائدہ** مفاعلن مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے اور مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے مفاعلن بنتا ہے جیساکہ اوپر زحافون کے بیان مین معلوم ہوا ہوگا پس رجز مخبون اور ہزج مقبوض دونون کا ایک وزن ہوا لیکن اس وزن کو بحر ہزج مین شمار کرنا زیادہ مناسب ہے اسلیے کہ یہ رکن مفاعلن مفاعیلن سے بہ آسانی پیدا ہوتا ہے بہ نسبت مستفعلن کے کیونکہ اس مین صرف حرف یا ساقط کیا گیا ہے اور اس مین حرف سین گراکر مستفعلن کو مفاعلن سے بدلا ہے۔

ہزج مثمن مقبوض سالم مفاعلن مفاعیلن مفاعلن مفاعیلن دو بار مثال اس کی یہ اشعار غالب کے۔

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے | کہ اپنے سائے سے سر پانون سے ہی دو قدم آگے
قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ الفت | فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے
قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہین غالب | ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

تقطیع عجب نشا مفاعلن ط سے جلا مفاعیلن د کے چلے مفاعلن ہم آگے مفاعیلن کہ اپ ن سا مفاعلن ے سے سر پا مفاعیلن و سے ہ دو مفاعلن قدم آگے مفاعیلن قضا نے تھا مفاعلن مجھے چاہا مفاعیلن خراب با مفاعلن د ے الفت مفاعیلن فقط خرا مفاعلن ب لکھا بس مفاعیلن ن چل سکا مفاعلن قلم آگے مفاعیلن قسم جنا مفاعلن زے پے آنے مفاعیلن کہ مے رکا مفاعلن ت ہے غالب مفاعیلن ہمے شہ کا مفاعلن ت تے جو مے مفاعیلن ر جان کی مفاعلن قسم آگے مفاعیلن۔ اسکی تقطیع بحر مجتث مثمن مخبون مین بھی ہو سکتی ہے۔

ہزج مثمن اشتر فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دو بار اشتر زحاف ہے اجتماع خرم و قبض ہے یعنی حرف اول وتد مجموع و حرف پنجم ساکن کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعلن اشتر بنا لیا۔

انشا

برق شعلہ زن چمکی ابر بھی خروشان ہے | گرم اس گھڑی ساقی بزم درد نوشان ہے

تقطیع برق شع فاعلن ل زن چمکی مفاعیلن ابر بی فاعلن خروشا ہے مفاعیلن گرم اس فاعلن گھڑی ساقی مفاعیلن بزم در فاعلن د نوشا ہے مفاعیلن۔

ہادی

کیا مضائقہ اس مین ہم بھی گر ہوئے رسوا | شوق تھا بڑا ہمکو اپنی خود نمائی کا

غالب

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا | درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

دلہ

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا | بنگیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

فگار

فتنہ خود قیامت تھا ناز کیون بڑھائی ہے | اور ساتھ محشر کے اک بلا لگائی ہے

ان سب اشعار مین صدر و ابتدا اشتر ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اشتر ایک سالم ہے اور عروض یا ضرب سالم بھی آتے ہین جیسے حیا کے شعر مین ہے۔

بتکدے سے ہم اُٹھکر اُلٹے پاؤن گھر آئے	اپنے نقش پا کو تھا سجدہ ہر قدم کے بعد

تقطیع بتکدے س اُٹ کر فاعلن مفاعیلن اُلٹ پا ؤ گر آئے فاعلن مفاعیلن ؛ اپن نقش پا ک تھا فاعلن مفاعیلن سجدہ ہر قدم کے بعد فاعلن مفاعیلان ؛ صدر و ابتدا اشتر ہے اور حشوین بھی ایک ایک رکن اشتر ہے اور ایک ایک سالم اور عروض بھی سالم مگر ضرب مسبغ واقع ہوئی ہے اسی وزن مین ہے یہ شعر منعم کا ؎

وان اشارۂ ابرو مطلع ہلالی ہے	ہے یہ آہ کا مصرع مقطع فغانی یان

ہزج مثمن اخرب مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن دو بار خرب مراد ہے اجتماع خرم و کف سے یعنے بسبب خرم کے حرف اول اور بسبب کف کے حرف ہفتم گرایا تو مفاعیلن سے فاعیل اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔

مغل

خورشید جو نکلا ہی اسوقت یہ لرزان ہو	کوٹھے پہ کھڑا شاید وہ ماہ لقا ہو گا

تقطیع۔ خورشید مفعول جُ نکلا ہے مفاعیلن اس وقت مفعول ی لرزا ہو مفاعیلن ؛ کوٹے پ مفعول کڑا شاید مفاعیلن وہ ماہ مفعول لقا ہوگا مفاعیلن ؛ صدر و ابتدا اخرب ہے اور عروض و ضرب سالم اور ایک رکن حشو کا بھی اخرب ہے اور ایک سالم۔

عبد الرسول نثار

جب حرف محبت کے باہم سے گئے گذرے	ہم تم سے گئے گذرے تم ہم سے گئے گذرے

اور عروض و ضرب مسبغ بھی لانا درست ہے جیسے سودا کے اشعار مین ؎

مت پوچھ کہ کس تیغ نے قرض پیے ہین بند	اک تیغ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے
سینے سے کھنچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق	جز داغ کہین اُس کا سوفار نظر مین ہے

میر محمدی بیدار

بے طرح کچھ ادھر کو وہ مست شراب حسن	کھنچے ہوے آتا ہے تلوار خدا حافظ
یون پہر سے فرمایا اس ماہ نے وقت صبح	ہم جاتے ہین اب تیرا بیدار خدا حافظ

چارون شعرون مین عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔ اس وزن مین درمیان مصرع مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان سکون نون کے ساتھ آسکتا ہے لیکن مصرع زبان پر کھٹکتا ہے اور اسکو سکتہ کہتے ہین اسی قبیل سے ہے بابو غلام محمد طور کی ایک نظم۔ ؎

معبود تجھے جب اصنام مفقود تھا حق کا نام		اسدم علم اسلام تجھ سے ہوا اونچا ہے

تقطیع معبود مفعول ت جب اصنام مفاعیلان مفقود مفعول ت حق کا نام مفاعیلان ؛ اسدم ع مفعول لم اسلام مفاعیلان تجھ سے ہ مفعول وا اونچا ہے مفاعیلن۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن دوبار خرب مراد ہے اجتماع خرم وکف سے یعنے حرف اول وحرف ہفتم کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل اخرب ہوا اسکو مفعول مضموم اللام سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سے پس مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف رہا یہ وزن ریختہ مین مروج نہین بہرصورت مثال یہ ہے۔ ؎

تا عکس رخ یار کو سینے مین رکھے اپنے ہے دل مین اڑانے کی مرے پرزے گریبان کو		آئینے کو اس واسطے سیماب سے ربط ہیگا ؛ ہمدم تجھے کیا فکر رفو ساز کا خبط ہیگا ؛

صدر و ابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض وضرب سالم ہین تقطیع تا عکس مفعول رخ یار مفاعیل کو سینے م مفاعیل ر کھے اپنے مفاعیلن ؛ آئین مفعول کو اس واس مفاعیل طے سیماب مفاعیل س ربطیگا مفاعیلن ان شعرون مین ہیگا کی ہا بھی ساقط ہوتی ہے۔ ؎

اپنے تو مجھے زخم کا ہرگز نہین خطرہ ہے		پر ڈر ہے کہین تیرے نہ پیکان کے ٹکڑے ہون

اس شعر مین ضرب مفاعیلان مسبغ ہے اور عروض بدستور ہے۔

ہزج مثمن مکفوف محذوف الآخر مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا اور حذف کہتے ہین اسقاط سبب خفیف کو آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال۔

طالب

تپ ہجر سے اے یار دل زار جلا ہے		ذرا دیکھ دل زار نیا باغ کھلا ہے

تقطیع تپے ہجر مفاعیل س اے یار مفاعیل دلے زار مفاعیل جلا ہے فعولن۔ اگر اس وزن مین ایک مصرع اخرب مکفوف مقصور یا محذوف ہو تو شعر ناموزون نہوگا۔ جیسے۔ ؎

احباب تو یون کہتے ہین کچھ چیز تو کھا لو		گر خون جگر جسکی غذا اُسکی غذا کیا

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن۔ ؎

یہ دم لیتا ہے ادبر کے کہا ہنسکے اگر چہ		ہستی سے جو ہوئے راہ عدم دیکھیے کس رفت

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور الآخر مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ دوبار خرب سے مراد ہے اجتماع خرم وکف کا یعنی حرف اول و ہفتم کو گرا کر مفاعیلن سے مفاعیل اخرب بنا اُسے مفعول سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا قصر سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف ہے جو آخر رکن میں ہو اور ساکن کرنے اُسکے ماقبل سے پس مفاعیل سے مفاعیل بلسکون لام مقصور رہا مثال۔

عشقی

تو جسکو کمر سمجھا ہے شیشے میں وہ ہی بال
آئینے میں چھلا ہے نہیں اُسکی تری زناف

تقطیع۔ تو جسکو مفعولُ کمر سمجھ مفاعیل ہ شیشے م مفاعیل وہی بال مفاعیل۔

ناسخ

تیرے لب جان بخش ہوئے یاں جب سرخ
عالم نے کہا چشمۂ حیوان میں لگی آگ

آتش

اُس رشک مسیحا کا جو کرتا ہے کوئی ذکر
ہوتا ہے مرا صورت بیمار عجب و تب

ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دوبار

میر درد

مقدور ہمین کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

نواب محبت خان

جسکو تری آنکھوں سے سروکار رہے گا
بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا

لمؤلفہ

کیوں کرتے ہو چشم بت عیار کا چرچا
بیمار سے اچھا نہیں بیمار کا چرچا

ولہ

طوطے کی طرح آنکھ بدل جاتا ہے سب سے
یہ گنبد دوار نہیں یار کسی کا

ولہ

اے چارہ گرو کرتے ہو تدبیر دوا کیا
باقی تن رنجور میں اب میر رہا کیا

اگر عروض و ضرب مختلف ہوں یعنی ایک مقصور دوسرا محذوف تو شعر ناموزون ہوگا جیسے اس شعر میں

قائم

تھا سو مجھے آمدین کوئی اُسکی کہ ناگاہ	لیجائے نہ گھر سے کمین باہر تپش دل

صدر و ابتدا اخرب ہے ہی اور حشو مکفوف ہے اور عروض مقصور اور ضرب محذوف۔

انشا

ہم معتکف خلوت بتخانہ ہین اے شیخ لیکر گئے آتا ہون کوئی دم مین مین تم پاس	جاتا ہے تو جا تو ہی طواف حرم اچھا پھر دے چلے کل کی طرح سے مجھکو دم اچھا

اگر حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب یعنی مفاعیل مُفاعیلُ کی جگہ مفاعیلن مفعولُ آجائے تو درست ہے مثال۔

مؤلفہ

شیدا نہین ہوتا ہون کسی بت پہ اسی سے	مین آپ ہی مجنون ہون مین آپ ہی لیلا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعولن تقطیع یون ہے ے آپ مفعول ہ مجنو ہو مفاعیلن ے آپ مفعول ہ لیلا فعولن صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف اور مصرع اول کا حشو مکفوف اور مصرع ثانی کے حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب ہے۔

ہزج مثمن اخرب مقبوض ازل مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع دوبار فاع رکن مفاعیلن مین اجتماع خرم و ہتم سے حاصل ہوتا ہے اسکو اصطلاح مین ازل کہتے ہین مثال اسکی سید غضنفر علی خان حکیم پسر سید مظفر علی خان اسیر کہتے ہین۔ ؎

کیا خوب چھپا ہے واسطے کا دیوان	ہر دل کو حکیم یہ سخن ہے مقبول

تقطیع کا خوب مفعول چپاہ وا مفاعلن سطی کا دی مفاعیلن ان فاع ؛ ہر دل ک مفعول حکیم یے مفاعلن سخن ہے مق مفاعیلن بول فاع ؛

ہزج مثمن اخرم اشتر مکفوف مجبوب مفعولن فاعلن مفاعیلُ فعل دوبار مفعولن اخرم ہے اور فاعلن اشتر اور مفاعیلُ بضم لام مکفوف اور فعل بفتح عین و سکون لام مجبوب ہے۔

ہزج مثمن اخرب اہتم۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعول دوبار مفعول اخرب ہے اور فعول اہتم۔ مثال ہر دو وزن

حکیم

ہو چھپا جس وقت مجھسے ہاتف نے کہی	تاریخ چھپا دیوان فضل رسول

مصرع اول کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فَعُولُ اور مصرع دوم کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعول تقطیع ہر دو مصرع یو چھا جس مفعولن وقت مج فاعلن س ہاتف اِن مفاعیل کبی فعل تاریخ مفعول چھپا دیوا مفاعیلن نے فضل مفعول رسول فعول۔

ہزج مُسَدَّس سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار مثال اسکی یہ ہے۔

مؤلفہ

کیا کیون زلف کو قربان ٹکڑے پر | بلائین گر صنم لیتے تو ہم لیتے
وہ اُلٹی لگ گئے ہمسے قسم لینے | جو سچ پوچھو قسم لیتے تو ہم لیتے

تقطیع۔ کیا کوزل مفاعیلن ف کو قربا مفاعیلن ن ٹکڑے پر مفاعیلن الخ۔

ہزج مسدس مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن ساکن پنجم پس مفاعیلن سے مفاعلن رہ گیا مثال اسکی۔

طالب

روانہ میرے گھر سے جب ہوا صنم | ہوا ستم ہوا ستم ہوا ستم

تقطیع روانہ مے مفاعلن رگھرس جب مفاعلن ہوا صنم مفاعلن۔

مؤلفہ

کہو تو یہ تسب کو تم رہے کہان | سحر تلک پڑا رہا مین نیم جان

ہزج مسدس مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل دو بار مثال۔

میر ممنون

نہین دیتی دکھائی صورت زیست | غضب صورت ہون آیا دیکھکر آج

عروض و ضرب مقصور ہین باقی ارکان سالم تقطیع نہی دیتی مفاعیلن دکائی صو مفاعیلن رتے زیست مفاعیل اسی وزن مین ہے یہ شعر آتش کا۔

محبت کو ڑیون کے ہوا گر مُول | بنی آدم نہ لے یہ درد سر مول

ہزج مسدس محذوف الآخر۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن دو بار مثال۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے | تو ہم نے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
کہے کیا ہائے زخم دل ہمارا | دہن پایا لب گویا نہ پایا

لمؤلفہ

عبث سامان ہے غافل برس کا	بھرو سا ہے نہین یان اک نفس کا
ہوس باقی رہی دل مین نہ کوئی	مگر اک نام باقی ہے ہوس کا
خیال دل ہی آخر ہم نے چھوڑا	کہ یہ ظالم نہین ہے اپنے بس کا

سب شعرون مین عروض ضرب محذوف ہے یعنی مفاعیلن سے بسبب خفیف گرادیا مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اگر عروض ضرب مین ایک جگہ مفاعیل مقصور دوسری جگہ فعولن محذوف لایا جائے تو ہوسکتا ہے مثال اسکی۔

صدق

بدقت اشک اب نکلے ہے شاید	ہوا آنکھون مین ہے لخت جگر بند

ہزج مسدس اخرب مقبوض مسبغ مفعول مفاعلن مفاعیلان دوبار مفاعیلن بسبب خرب کے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب قبض کے مفاعیلن سے مفاعلن اور تسبیغ سے مراد ہے آخر سبب خفیف مین ایک الف بڑھجانے سے پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوا۔

مولوی صہبائی

کہتا ہے کہ اب نہ کھینچ تو آہین	ہین دل سے ترے تو ہم تلک راہین

تقطیع کہتا ہ مفعول ک اب ن کے مفاعلن چ توا ہین مفاعیلان الخ اس وزن مین زحاف بھی بدل جاتے ہین یعنے صدر و ابتدا و حشو و عروض و ضرب مین باہم کچھ فرق بھی ہوجاتا ہے جیسے اس شعر مین مولوی صہبائی کے۔

بیٹھا وہ رقیب کے جو پہلو مین	اُٹھا یہ درد دل کہ کھینچی آہ

تقطیع بیٹھا و مفعول رقیب کے مفاعلن ج پہلو مین مفاعیلان اُٹھا یہ مفعولن درد دل مفاعلن کہ کھیچی آہ مفاعیلان صدر اخرب اور ابتدا اخرم اور عروض و ضرب مسبغ واقع ہوے ہین اور پہلے مصرع کا حشو مقبوض اور دوسرے کا حشو اشتر۔

ہوس

جی مین ہے کسی کو منھ نہ دکھلاؤن	اک کھینچ کے آہ سرد مر جاؤن
مفعول مفاعلن مفاعیلان	مفعول مفاعلن مفاعیلان

اگر نون غنہ کو اعتبار نہ کرین تو بجاے مفاعیلان مسبغ مفاعیلن سالم کہ سکتے ہین مسبغ کی

مثال بے خلاف یہ ہے ؎

کیا کیا نہیں مجھپہ کرچکے بیداد	اللہ سے ہے بتو مجھے فریاد

تقطیع ۔ کاکان مفعول ہ مج پ کر مفاعلن چکے بیداد مفاعیلان الخ۔

ہزج مسدس اخرب مقبوض۔ مفعول مفاعلن مفاعلن دوبار مثال ؎

گل پھولے جو تھے چمن کے جھڑ گئے	وہ نقش و نگار سب بگڑ گئے ؛

تقطیع گل پول مفعول ج تھے چمن مفاعلن ک جڑگئے مفاعلن ؛ وہ نقش مفعول نگار سب مفاعلن بگڑ گئے مفاعلن اگر اس شعر میں جھڑ گئے اور بگڑ گئے میں ہمزۂ مکسور کو ساقط کرکے صرف کاف فارسی کو مفتوح اور یاے تحتانی کو ساکن پڑھیں تو یہ وزن ہوجائے مفعول مفاعلن فعولن یہ شعر ہوس نے مثنوی لیلی مجنون میں اسی وزن میں لکھا ہے اور وقت و تکلف سے خالی نہیں اور ہمنے جس وزن کی مثال میں وارد کیا ہے وہ بے تکلف ہے۔

ہزج مسدس اخرب سالم الآخر۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن دوبار مثال ؎

کہتے ہیں کہ وہ نگار آتا ہے	کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے

تقطیع کہتے ہ مفعول وہ نگا مفاعلن ر آتا ہے مفاعیلن ؛ کا فار مفعول و جی ہ تن مفاعلن س جاتا ہے مفاعیلن اور اس وزن میں عروض و ضرب مسبغ اور سالم جمع کرنا بھی جائز ہی۔

ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل مفاعیل دربار ؎

جب تک ہے جہان میں گل و گلزار	یارب رہے وہ گوشۂ دستار

تقطیع ۔ جب تک ہ مفعول جہامے گ مفاعیل ل گلزار مفاعیل ؛ یارب ر مفعول ہ وہ گوش مفاعیل ی دستار مفاعیل ؛

مثال دیگر

حاصل نہوا یار کا پابوس منہ زرد ہے کلے بھی ہوئے خشک	افسوس صد افسوس صد افسوس بیماری فرقت نے لیا چوس

ہزج مسدس اخرب مقبوض ۔ محذوف الآخر مفعول مفاعلن فعولن دوبار مثال۔

کیا پوچھے ہے حال بلبلون کا گل چین تجھے کیا تری بلا سے	محمد شاکر جوانپہ گذرتی ہے گذرے گل توڑ کے تو تو گود بھر لے

مولوی محمد حسن کاکوروی

بیضاوی صبح کا بیان ہے | تفسیر کتاب آسمان ہے

تقطیع بیضاوِ مفعول ہے صبح کا مفاعلن بیاہے فعولن ؛ تفسیر مفعول کتاب آ مفاعلن سماہے فعولن

مؤلفہ

اے خانہ خراب یہ خرابی | دیکھ آپ کو لے دل اور سنبھل کچھ
یکساں نہیں دور چرخ ابدل | خوش باش کہ آج کچھ ہے کل کچھ

ہزج سدس اخرب مقبوض مقصور الآخر مفعول مفاعلن مفاعیل دوبار مثال

مولوی محمد حسن

انوار بیاض مطلع صاف | والفجر کے حاشیہ پہ کشاف

ہیبت قلی خاں حسرت

فرہاد سے ہمسری کرے کون | سر کس کا پھرا ہے یوں مرے کون

ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف الآخر مفعولن فاعلن فعولن دوبار خرم سے مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور شتر و حذف کا حال اوپر معلوم ہوچکا ہے فاعلن اشتر اور فعولن محذوف ہے۔

نعیم

کاٹا دن تو تڑپ تڑپ کر | آفت کی رات سر پر آئی

تقطیع کاٹا دن مفعولن تو تڑپ فاعلن تڑپ کر فعولن ؛ آفت کی فعولن رات سر فاعلن پر آئی فعولن۔

انشا

گویا خرطوم اژدہا تھی | صورت دیوار قہقہا تھی

ترانۂ شوق

صبح کاذب کو دن نہ جانو | ٹٹی دھوکے کی ہے یہ مانو

ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور الآخر مفعولن فاعلن مفاعیل دو بار۔

انشا

چنچل پیاری تھی مادہ فیل ایک | جس پر ہو جائیں غش بد و نیک

تقطیع چنچل پیا مفعولن ریت ما فاعلن دہ فیلیک مفاعیل ؛ جس پر ہو مفعولن جائے غش فاعلن

بدو نیک مفاعیل **فائدہ** یہ چارون وزن یعنی مسدس اخرب مقبوض محذوف اور مسدس اخرب مقبوض مقصور اور مسدس اخرم اشتر محذوف اور مسدس اخرم اشتر مقصور ایک ہی شمار کیئے جاتے ہین اور انکو شاعر ایک غزل مین جمع کرے تو جائز ہے۔ **ناظم** ۔

پڑھتا ہے شراب پی کے لاحول ‖ ناظم رندون مین پارسا ہے

مصرع اول ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف۔

انشا

خاطر مستون کی جس سے ہو جمع ‖ روشن وہ کرے مراد کی شمع

پہلا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور۔

احسن کاکوروی

تجھ سے دشمن کو دوست جانا ‖ دل نے مرے ساتھ دشمنی کی
مفعولن فاعلن فعولن ‖ مفعول مفاعلن فعولن
خالِ ابرو نے مار ڈالا ‖ کعبے والون نے رہزنی کی
مفعولن فاعلن فعولن ‖ مفعولن فاعلن فعولن
جی بھی نکلا تو وائے حسرت ‖ نکلی حسرت نہ اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن ‖ مفعولن فاعلن فعولن
احسن کیون چپ ہو کسکی ہر بات ‖ کچھ ہم سے کہو تو اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن ‖ مفعول مفاعلن فعولن

اوزان مذکورہ بالا کا کلیہ یہ ہے کہ اگر صدر و ابتدا اخرب (مفعول) آوے تو حشو مقبوض (مفاعلن) آوے گا اور اگر اخرم (مفعولن) آوے تو حشو اشتر (فاعلن) آویگا اور عروض و ضرب محذوف یا مقصور اس اختلاف کو کہ زحاف مین واقع ہوتا ہے عوام سکتہ کہتے ہین۔

ہزج مسدس اشتر محذوف الآخر فاعلن فاعلن فعولن دو بار مثال۔ ــــــہ

آج ہے یار سے جدائی ‖ پھر بلا سر پر اپنے آئی

تقطیع۔ آج ہے فاعلن یار سے فاعلن جدائی فعولن ؛ پھر بلا فاعلن سر پہ اپ فاعلن نے آئی فعولن ؛ صدر و ابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض و ضرب محذوف۔

ہزج مسدس اشتر مقصور الآخر فاعلن فاعلن مفاعیل دو بار مثال۔ ــــــہ

بادہ ایسا کہ ہو اُوالعزم
جس پہ للچائے زاہد خشک
جسکو بیکر سنواروں اک بزم
جس سے شرمائے نافہ مشک

صدر و ابتدا درحشو اخترب ہے اور عروض و ضرب مقصور **فائدہ** عروض و ضرب مین ایک ہی بیت مین یا کئی اشعار مین بمقابلے فعولن کے مفاعیل بھی آسکتا ہے۔

ہزج مربع سالم مفاعیلن مفاعیلن دو بار اس وزن پر نہایت موثر مضمون کا ایک بھجن ہندی زبان مین دیکھا گیا ہے اُس مین سے دو شعر ہم یہان پر درج کرتے ہین۔ ؎

سجن جگنے کی باری ہے
بھجن بن کام جاتا ہے
عجب سُندھر بدھو لباری ہے
سجن من بول بھاری ہے

فرمان علی سوجان پوری

ہلال عید جان افزا
دکھائی دے گیا ہر جا
جہان مین غلغلہ اُٹھا
کہ روز عید ہست امروز

جوان و پیر گاتے ہین
نہین چھوٹے سماتے ہین
نقاب غم اُٹھاتے ہین
کہ روز عید ہست امروز

اس مربع مین گرہ کے شعر کے آخر مین مفاعیلان واقع ہے ایک اخبار مین ایسا ہی لکھا دیکھا ہے۔

ہزج مربع مقبوض مفاعلن مفاعلن دو بار مثال۔

لمؤلفہ

دل و جگر کو چھین کر
ہمارے حال زار سے
وہ بے وفا گیا کدھر
اُسے ذرا نہین خبر

تقطیع دل و جگر مفاعلن کو چھین کر مفاعلن وہ بے وفا مفاعلن گیا کدھر مفاعلن۔

ہزج مربع اخرب مفعول مفاعیلن دو بار محمد حسین آزاد کی یہ نظم غیر مقفےٰ اسی وزن پر ہے ؎

ہنگامہ ہستی کو
ہر خشک و تر عالم
گر غور سے دیکھو تم
صنعت کے تلاطم مین

ہزج مربع اخرب مقصور محذوف مفعول مفاعیل یا فعولن دو بار کٹ نا پرشاد شاد

کہتے ہین۔ ؎

آیا ہون وطن سے	ناشاد دکن سے	فرزند کا غم آہ	لایا ہے وطن سے
ہان آہ خبردار	نکلے نہ دہن سے	بلبل گئی اُڑ کر	افسوس چمن سے
برخاست ہوئی شمع	دنیا کی لگن سے	ہے مجھکو شکایت	اس چرخ کہن سے
آنسو ہین کہ موتی	آئے ہین عدن سے	اس عشق کو پوچھو	نل اور دمن سے
مُردے کو سروکار	ہے گور و کفن سے	منصور کو ہے کام	ہان دار و رسن سے
لیکر مرے دل کو	رکھیگا جتن سے	واقف ہے تو اے شاد	کیا شعر کے فن سے

(۲) بحر رمل

بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار رمل بفتح رائے مہملہ و فتح میم و سکون لام لغت مین دوڑنے اور بوبیہ چلنے کے معنے مین ہے چونکہ یہ بحر جلدی اور سرعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسلیے اس کو رمل کہتے ہین بعض نے وجہ تسمیہ اسکی یہ لکھی ہے کہ رمل لغت مین بوریا بننے کو کہتے ہین چونکہ اس بحر کے رکن مین دو سبب کے درمیان مین وتد ہے اور وتد رسی کو کہتے ہین تو گویا سبب کو وتد سے بن دیا ہے اور اس تقدیر پر میم کے سکون سے ہونا چاہیے مگر مشہور میم کے فتح سے ہے چنانچہ سید انشا کہتے ہین۔ ؎

	گر تو مشاعرے مین صبا آج کل چلے	کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے	
	اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے	پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے	

بحر رجز مین ڈال کے بحر رمل چلے

اس بحر کو شعرائے عرب نے مثمن استعمال نہین کیا ہے اور فصحائے عجم و ریختہ نے مثمن اور مسدس دونون طرح استعمال کیا ہے اور عروض و ضرب اس بحر کے اشعار اُردو مین سالم نہین آتے اسلیے کہ اُن کے سالم ہونے سے شعر بے لطف ہوجاتا ہے۔ غرائب الجمل کا یہ مصرع اسی وزن مین ہے ؎ نونہال گلشن شاہی گرامی ہین یہ دونون + تقطیع نونہالے فاعلاتن گلشن شا فاعلاتن ہی گرامی فاعلاتن ہین یہ دونون فاعلاتن۔

دیگر

	تاب برآتا نہین مطلق دل بے تاب جواب	پیچ کیا کھانے لگین زلفین تمھاری اندنون مین	
	خانہ جنگی کی تری شہرت بھی ہے اس قدر	شہر کے بھی پاس ہشت سے ہے شمشیر طلائی	

دی بیان غم نے میرے کوہ کو یان تک گداز	آخرش سن سن کے رشک آبگینہ ہوگیا وہ
تیرے دیوانے کی خاطر زلف کی زنجیر سے اب	اے پری جوش جنون مین کچھ تو زیور چاہیے ہر

اسلیے اکثر محذوف یا مقصور یا مقطوع یا مشعث یا مسبغ لاتے ہین اور اس مین یہ زحاف آتے ہین۔ خبن۔ کف۔ شکل۔ حذف۔ قصر۔ تشعیث۔ تسبیغ۔ ربع۔ جحف۔

رمل مثمن محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار بسبب حذف کے فاعلاتن سے سبب خفیف آخر کا گر کر فاعلن سے بدل لیا گیا۔

مولوی شاہ محمد طالب

چیر لے سینے کو تش تیغ دل دلگیر کو	یہ ہی دو جا گہ ہے اور کیا کھا گیا مین تیر کو

تقطیع چیر لے سی فاعلاتن نے کُ تش کی فاعلاتن غ دے دل فاعلاتن گیر کو فاعلن ٭ یہ ہی دو جا فاعلاتن گاہ ہے اُر کا فاعلاتن کا گیا مین فاعلاتن تیر کو فاعلن ٭

جرأت

کیا غضب ہے اُسکی تو مرضی ہے اُسکو ٹالدو	اور مین کہتا ہون کوئی پانون اُسکے ڈالدو

قلندر

قصد خونریزی کا گر دلمین تری اے جان ہے	تیغ کرلے تیز کچھ مشکل نہین آسان ہے

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے	قصہ پہونچایا زبان دار تک منصور کا

لمؤلفہ

کردیا زندہ ہمین ٹھوکر لگا کر ناز سے	بعد مرنے کے دکھایا معجزہ رفتار کا

ولہ

عالم مستی مین ہم جو بوسہ بازی کر گئے	واقعی اُس وقت وہ بندہ نوازی کر گئے

ولہ

اگرچہ ہے مطلوب بے جان حزین کے واسطے	منت منع کھینچے کیون شانگین کے واسطے

رمل مثمن مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دو بار بسبب قصر کے فاعلاتن کا ساکن ہفتم گر کر اور اسکا ماقبل ساکن ہو کر فاعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال۔

قدرت

جُرم پر تیری محبت کے ہمین کرتے ہین قتل ۔ حفظ جان کے واسطے گر کیجیے انکار حیف

امانت

نقش پا سے ہے خجل حُسن و جمال آفتاب ۔ یار کے مُنھ پر چڑھے کب ہی مجال آفتاب

لمؤلفہ

کوئی تو میخوار یان ڈوبا ہی ای دریای حُسن ۔ پھوڑتے ہین سر جو اپنا جام معکوس حباب

اور وزن محذوف کو مقصور کے ساتھ جمع بھی کر سکتے ہین مثال ۔

اقبال

اس چمن مین مرغ دل گائے نہ آزادی کا گیت ۔ آہ یہ گلشن نہین ایسے ترانے کے لیے

رجب علی سرور

یا تو ہم پھرتے تھے اُن مین یا ہوا یہ انقلاب ۔ پھرتے ہین آنکھون مین ہر دم کوچہائے لکھنؤ

لمؤلفہ

شب بسر کرنے لگے اختر شماری مین مدام ۔ عقد پروین کو سمجھ کر خوشۂ انگور ہم
اسقدر اجلاف ہے ہی گردش ایام ساز ۔ خان دوران زمان ہر اک کمینہ ہو گیا

سب شعرون مین عروض مقصور اور ضرب محذوف ہے اور اُسکے بالعکس کی مثال یہ ہے ۔

ناسخ

دشمنی کرتا ہے جس سے ہو اُمید دوستی ۔ روشنی کی جا جلاتی ہے مرا کاشانہ شمع
بیٹھتے دیکھا نہین ہرگز کسی نے ایک دم ۔ گنتی ہے اس بزم کو ایسا مسافر خانہ شمع

امیر مینائی

کہدو رضوان سے یہی پھل پھول سبزہ وان بھی ہے ۔ اور کیا جنت مین رکھا ہے جو دکھلائینگے آپ

یار محمد خان شوکت

سیر جنت خوب جب رضوان مجھے دکھلا چکا ۔ بے تامل مُنھ سے نکلا ہائے لطف کوے دوست

حضرت ظفر علیہ الرحمۃ نے بحر رمل کو مثمن بھی استعمال کیا ہے یہ اُنکا کلام ہے ۔

ہو کے خاک اپنا مٹا دینا جسے منظور ہو وہ خاکسار ۔ خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو

بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوبار عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف ۔

رمل مثمن مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن دوبار بسبب خبن کے حرف دوم ساکن سبب خفیف کا گر کر بجاے فاعلاتن فعلاتن رہ گیا اگرچہ یہ وزن بحر کامل مقطوع سے مشتبہ ہے اسلیے کہ اسکا رکن قطع کے بعد متفاعل رہتا ہے جسکو فعلاتن سے بدل لیتے ہین مگر اس وزن کا رمل مین شمار کرنا بہتر ہے کیونکہ رمل مین فعلاتن بدل کر نہین آتا ہے مثال ظفر کے مخمس کا بند حکیم سنائی کی غزل فارسی پر۔

گنہ و جرم یہی کرتا ہے تو رزق رسانی	ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے سب واقف اسرار نہانی	ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی

ہمہ را رزق رسانی کہ تو موجود عطائی

تقطیع گنہ و جر فعلاتن م یہی کر فعلاتن تا ہے تو رز فعلاتن ق رسانی فعلاتن اور عروض و ضرب مین فعلاتن کے عوض فعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

ولہ

ظفر اسوقت مین خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند	کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے توصیف مین کسطرح تری اپنی زبان بند	لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند

مگر از آتش دوزخ بودش روز رہائی

اور رکن اول سالم بھی آتا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ارکان شش حرفی ارکان اصلی دائرے مین نہین ہین بلکہ سباعی کی فرع ہین اسلیے کہ جب اکثر ارکان سداسی پاے گئے اور ایک سباعی اور سباعی سے زحاف خبن کی وجہ سے سداسی بنتے ہین تو معلوم ہوا کہ ارکان سداسی دائرے مین دراصل سباعی ہین پس جن عروضیون نے رمل سالم اور رمل مخبون کو علٰحدہ علٰحدہ بحر قرار دیا ہے یہ انکی راے تحقیق کے خلاف ہے۔ مثال۔

مین شہید لب لعلین کا ہون ہمدم مرے خونسے	سنگریزون مین بھی ہو لعل بدخشان کی سی رونق
ہسا جانباز بھی ہر کوئی بستر دیکھین تو جانان	رکھدے اس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو جانان

پہلے شعر کے عروض و ضرب مین فعلاتن ہے اور دوسرے شعر مین فعلیان واقع ہوا ہے۔

رمل مثمن مخبون مشعث مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان۔ بسکون عین دو بار بسبب خبن کے فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا اور تشعیث سے مراد یہ ہے کہ وتد مجموع کے پہلے حرف متحرک کو اور ایک قول کے موافق وتد مجموع کے دوسرے حرف متحرک کو گرا دیتا اور ایک قول کے مطابق وتد مجموع کے ساکن کو گرا کر اسکا

ماقبل کو ساکن کر دینا اور ایک قول کے مطابق اول فاعلاتن میں خبن کرکے پھر وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دینا پس فاعلاتن سے فاعلاتن یا فاعاتن یا فاعلتن بسکون لام یا فعلاتن بسکون عین رہا اور بسبب قصر کے نون گر کر فالات یا فاعات یا فاعلت بسکون تا و لام یا فعلات بسکون عین شعث مقصور ہوا اسکو فعلان ساکن العین سے بدل لیا خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کے قول کے موافق فعلان کو شعث مقصور نہیں کہ سکتے اسلیے کہ یہاں خبن لازم ہے پس فعلاتن مخبون کو مسکن و مقصور کیا ہے۔ مثال۔ ؎

نظیر

یہی دل ہے کہ ہوا تھا نہ کبھی بھی غمناک	وہی دل ہے کہ ہوا تیغ قضا سے صد چاک

تقطیع یہی دل ہے فعلاتن کہ ہوا تا فعلاتن نہ کبھی بی فعلاتن غمناک فعلان ؛ وہ دل ہے فعلاتن کہ ہوا تے فعلاتن غ قضا سے فعلاتن صد چاک فعلان ؛

غالب

غم شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبریز	کہ رہیں خون جگر سے مری آنکھیں رنگین

رمل مثمن مخبون مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان عین کے کسرے سے دو بار

غالب

تپش دل نہیں بے رابطۂ خوف عظیم	کشش دم نہیں بے ضابطۂ جر ثقیل

تقطیع تپشے دل فعلاتن نہ دبے را فعلاتن بطئے خو فعلاتن ف عظیم فعلان ؛ کشش دم فعلاتن نہ دبے ضا فعلاتن بطئے جر فعلاتن ثقیل فعلان ؛

رمل مثمن مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دو بار خواجہ نصیر الدین طوسی کا قول ہے کہ یہاں فعلن کو ابتر کہنا نہ چاہیے اسلیے کہ ابتر محذوف مقطوع ہوتا ہے بدون خبن کے اور اس جگہ خبن لازم ہے پس بہتر یہ ہے کہ مخبون محذوف مسکن کہیں فعلاتن مخبون کو محذوف کیا تو فعلا بکسر عین رہا اور مسکن کرنے سے فعلا کا عین ساکن ہو گیا اسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا۔

مصحفی

مرض عشق سے گر ابکی سنبھل جاؤنگا	تو میں دو چار برس کو کہیں ٹل جاؤنگا

عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہے اور باقی تمام رکن پہلے شعر کی طرح ہیں۔

رمل مثمن مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن عین کے کسرے سے دو بار

فعلن مجنون محذوف ہے مثال۔

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نرہا	عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

تقطیع ہوسے گل فعلاتن ک تصوّر فعلاتن م ب کٹکا فعلاتن نرہا فعلن عجبا را فعلاتن م دیا بے فعلاتن پر بالی فعلاتن ن مجے فعلن۔

کنورسین مضطر

خلل انداز وفا کو نا غمّاز ہوا	جوجواب خط مضطر قلم انداز ہوا

ان چارون وزنون کے واسطے ایک حکم ہے اور اجتماع ایک غزل مین روا ہے اور اگر سب مین پہلا رکن سالم ہووے یا صدر سالم ہووے اور ابتدا مجنون یا اُسکے برعکس تو بھی شعر ناموزون نہوگا اور یہ اکثر مستعمل ہے۔

عباس علی خان بیتاب

بھا گیا اپنے زبس قتل کا ایما ہم کو	بعد مردن بھی ہے مرنے کی تمنّا ہمکو

لمؤلفہ

یاد مین ہاے نگارین کے ترے اے گلرو	جس کو دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

صدر وابتدا ساکن ہے اور عروض وضرب مجنون محذوف مسکن۔

مولوی شاہ محمد عرف حافظ شبراتی طالب

قاصد اُسنتے ہی اُس عہد شکن کا پیغام	دل مرا آج پیمبر کی قسم ٹوٹ گیا۔

صدر وابتدا ساکن ہے اور عروض مجنون مسکن مقصور اور ضرب مجنون محذوف۔

داغ

رو کش اُس جبین جبین سے خم گیسو نہوا	نہ ہوا مد مقابل بجز ابرو نہ ہوا

صدر سالم اور ابتدا مجنون اور عروض وضرب مجنون محذوف۔

منولال صبا لکھنوی

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین	کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

صدر وابتدا سالم اور عروض وضرب مجنون مسکن مقصور۔

ناسخ

گو پہنتا نہیں جز جامۂ رنگین تو آج ... کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید

صدر سالم اور ابتدا مخبون اور عروض مخبون مسکن مقصور ہی اور ضرب مخبون مقصور ہی۔

لمؤلفہ

نور رخ زلف سے چمکا تو جھکے سجدے کو ... لیلۃ القدر سمجھ کر در و دیوار تمام

صدر و ابتدا سالم ہی اور عروض مخبون محذوف مسکن اور ضرب مخبون مقصور۔
یہ بھی ہوسکتا ہی کہ حشو میں مفعولن بجائے فعلاتن لایا جائے مثال اسکی۔

اثنا

کیا فقط آنکھ نچھاور کے لیے اے اثنا ... اپنی مٹھی میں ہر اک غنچۂ زر لیتا ہے

پہلا مصرع بدستور ہی اور دوسرے مصرع کی تقطیع یہ ہے اپنِ مٹ ٹھی فاعلاتن م ہرک غن فعلاتن چہ زرلے مفعولن تاہے فعلن۔

ولہ

اردلی کے جو گرانڈیل ہیں ہونگے سب جمع ... کرنا چھو نکیگا جو وقت کہ آ سکے درشن

جو وزن پہلے شعر کے دوسرے مصرع کا ہی وہی اس شعر کے دوسرے مصرع کا ہے تقطیع یوں ہے کرن چھو کے فاعلاتن گاجس وق مفعولن ت ک آ سک فعلاتن درشن فعلن۔

منیر

گل فشاں ہوگئے یوں عیسوی ہجری سال ... خلد روح افزا مضمون چمن پیر الطمع

دوسرے مصرع کے حشو میں مفعولن واقع ہے جبکہ حشو میں بجائے فعلاتن کے مفعولن لانا جائز ٹھہرا اور اساتذہ نے اسکا استعمال کیا تو ہم بکشادہ پیشانی کہہ سکتے ہیں کہ بیچارے امانت سے ہرگز خطا و غلطی نہیں ہوئی بلکہ جن لوگوں نے اعتراض کیا ہے اُن کی غلطی و نافہمی ہی۔ اسکے اس شعر کو۔ ع

اس پہ راضی ہو تو قرآن اٹھالاؤں میں ... رکھ تو اے مصحف رو ہاتھ قسم کھاؤں میں

ایک صاحب نے اپنے رسالے میں درج کر کے زور طبیعت دکھایا ہے اور بے تکلف قلم اٹھا کر لکھدیا ہی کہ ان میں اضافت زائد ہے ہم اُنسے کہتے ہیں کہ اگر اضافت ہی نہ قرار دیجائے تو کیا مضائقہ ہے انکو چاہیے کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر فارسی میں بھی غلطی نکالیں۔ ع

زر بدہ مرد سپاہی را تا سر بدہد ... وگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

تقطیع شعرامانت اس پہ راضی فاعلاتن ہ ت فرآ آ فعلاتن ن اُٹھا لا فعلاتن او مین فعلان ؛ رک جے لے مُص فاعلاتن حَف رُ دُ ہا مفعولن ت قسم کا فعلاتن او مین فعلان ؛ تقطیع بیت فارسی زر بدہ مر فاعلاتن وسپاہی فعلاتن را تا سر مفعولن بد ہد فعلن ؛ ہو گر ش زر فعلاتن ندہی سر فعلاتن بنہد در فعلاتن عالم فعلن ع

وزن رمل مثمن مخبون کو خواجہ عصمت اللہ بخاری وغیرہ نے مضاعف بھی استعمال کیا ہے اور بسبب طوالت کے عوام اُسے بحر طویل کہتے ہین لیکن اُردو مین کم مستعمل ہے یہ قصیدہ شہید کا اُسی وزن پر ہے۔ س ہ

یہ سحر کیسی ہے پرنور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گل چمکتا ہے چمن نور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار
کیا جھمکڑے سے چلی آتی ہے سرمست ادا مائل شوخی و حیا نکہت گل دست گریبان بہار
تا کسی خار سے اُلجھے کہین پا نہ لگے گرد زمین ہاتھ مین پھولون کے ہے دامان بہار

پہلے شعر مین صدر مخبون ہے اور ابتدا سالم اور دوسرے شعر مین صدر و ابتدا دونون سالم ہین اور عروض و ضرب دونون شعر کا مخبون مقصور اور حشو مخبون ہے۔

رمل مثمن **مشکول** فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دوبار شکل مراد ہے اجتماع خبن و کف سے بسبب خبن کے الف فاعلاتن کا گرا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم یعنے نون گرا پس فعلات مشکول رہ گیا مثال۔

انشا

چلے تجھے حرم کو رہ مین ہوگک صنم پہ عاشق ۔۔ نہ ہوا ثواب حاصل نہ لیا عذاب اُلٹا

تقطیع چل تے ح فعلات رم کُ رَہ مے فاعلاتن ہوا کِ صَن فعلات تم پہ عاشق فاعلاتن ؛ نہوا ث فعلات وا ب حاصل فاعلاتن نہ لیا ع فعلات ذاب الٹا فاعلاتن۔

مرزا احمد بیگ قیس

دل مضطرب کا دیکھا عجب اضطراب اُلٹا ۔۔ ہوا اور مضطر آنے جو ور انقاب اُلٹا

غالب

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا ۔۔ کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو ۔۔ یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب ۔۔ تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تمام اشعار مین صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن مشکول اور ایک سالم ہے۔ اور عروض و ضرب مین فاعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

بندرابن راقم

مری بد خرابیون گر ہین تو ہو مے گساران ۔ ہے وہ عمل کہ ہووے سبب نجات یاران

صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض و ضرب مسبغ ہے اور حشو مین ایک رکن سالم ہے اور ایک مشکول ہے تقطیع مری بد خ فعلات رابیو سے فاعلاتن گر ہو ت فعلات مے گساران فاعلیان ہے وہ عم فعلات ل کہ ہووے فاعلاتن سبب ن فعلات جات یاران فاعلیان۔

انشا

یہ نگہ یہ منھ یہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان ۔ غضب اور تسمہ لینا یہ زبان بزیر دندان

اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن لایا جائے بہرصورت مسبغ کی مثال یہ ہی۔ ؎

امیر

کٹی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ ۔ یہی رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن

عروض مسبغ ہے اور ضرب سالم۔

رمل مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار مثال۔

قتل عالم کر چکا غمزہ تو بولے ۔ کیا کیا لے خانمان برباد تونے

تقطیع قتل عالم فاعلاتن کر چکا غم فاعلاتن زہ ت بولے فاعلاتن ؛ کا کیا لے فاعلاتن خان ما بر فاعلاتن باد تونے فاعلاتن ؛ اور عروض و ضرب مسبغ یعنی فاعلیان بھی لا سکتے ہین جیسے۔ ؎

بے محابا چاک کرتا ہے گریبان ۔ کس کے آگے سے ہوا ہے گل پریشان

میر کی مثنوی زبان زد عالم کے اس شعر کی تقطیع بھی اس وزن مین ہو سکتی ہے۔ ؎

جب بڑون سے مارنا ہموار کھائین ۔ کج خرامی سے تب اپنی باز آئین

تقطیع۔ جب بڑون سے فاعلاتن مارنا ہم فاعلاتن وار کھائین فاعلیان ؛ کج خرامی فاعلاتن سے تب اپنی فاعلاتن باز آئین فاعلیان ؛ اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جاے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن آیگا مثال ذیل مین فاعلیان ہونے مین کوئی شبہ نہین۔ ؎

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہی رنگ ۔ اور یہان دل پر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ

رمل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوبار۔

ہے بیان کسکو شب فرقت مین ہوش ۔ **ناسخ** ۔ ہو چلی ہوگی ہزارون بار صبح

تقطیع ہے یہاکس فاعلاتن کو نبے فرقا علاتن تتِ م ہوش فاعلان ؛ ہو چکی ہو فاعلاتن گی ہزارد فاعلاتن بار صبح فاعلان۔

المؤلفہ

طاق ابرو پر نہین اُس بُت کے خال	خانۂ حق مین موذّن ہے بلال

رمل مسدس محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار مثال۔

خواجہ وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر	بولا ان مرغون کا ڈر بہ کھل گیا

نواب یوسف علی خان ناظم

ہے لڑائی اب تو آؤ سامنے
صلح مین جسنے بہت پردہ کیا

المؤلفہ

ایک کو گالی ہے بوسہ ایک کو	ان بتون کا یہی ایدل کام ہے
چشم کے خس خانے مین رہ رہ رق وش	سرو تر ہے خطِ کشمیر سے
راہ گم کی زلف کے کوچے مین جب	آہ سوزان شمع دکھلانے لگی

عروض و ضرب مین ایک جگہ فاعلان مقصور اور ایک جگہ فاعلن محذوف بھی جمع کرنا درست ہے۔

نواب مصطفےٰ خان شیفتہ

کھول جلد اے شیفتہ آغوش شوق	یہ صدا آئی لب سوفار سے

المؤلفہ

پاؤن کیون پڑتی ہر میرے بار بار	کیا خطا صادر ہوئی زنجیر سے

رمل مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن دو بار مثال

تجھے عاشق کی بھی اے یار خبر ہے	کہ ترے واسطے وہ خاک بسر ہے

تقطیع تج عاشق فعلاتن کِ بِ اے یا فعلاتن رخبر ہے فعلاتن ؛ کہ ترے وا فعلاتن سطِ وہ خا فعلاتن ک بسر ہے فعلاتن۔

رمل مسدس مخبون مسبغ فعلاتن فعلاتن فعلیان دو بار مثال سہ

نالے کا دیکھ مرے باغ مین انداز	کب نکل سکتی ہے بلبل سے پھر آواز

صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون مسبغ۔

رمل مسدس مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دوبار۔

شہید

کبھی آنکھوں پہ بٹھالیتی تھی | کبھی سینے سے لگالیتی تھی

تقطیع کب آ کو فعلاتن پ بٹھالے فعلاتن تی تی فعلن الخ۔

مومن

نہ کچھ آشفتہ سری نے مارا | کہ تجھے چارہ گری نے مارا

رمل مسدس مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلن بکسر عین دوبار۔

شہید

در و دیوار سے آتی تھی صدا | کہ حلیمہ یہ ہوا فضل خدا

تقطیع۔ درو دیوا۔ فعلاتن رس آ تی فعلاتن ت صدا فعلن۔

مومن

تنگی پھر کسی صورت نہ گئی ہے | نہ گئی دل سے کدورت نہ گئی ہے

رمل مسدس مخبون مقصور۔ فعلاتن فعلاتن فعلان۔

رمل مسدس مخبون مشعث مقصور یا مخبون مسکن مقصور فعلاتن فعلاتن فعلان اول مین فعلان عین کے کسرے سے ہے اور دوم مین سکون سے مثال دونون کی

مومن

سر مجنون پہ بھی تو ہے مشہور | کہ ہوا ناقۂ لیلےٰ کا عبور ہے

ایضاً

کسی کے لب پہ مین مرجاتا کاش | کسی کے چہرے پہ ناخن کی خراش

دونون شعرون کے پہلے مصرعے دوسرے وزن کی مثال ہین اور دوسرے مصرعے پہلے کی

ان اوزان کے صدر و ابتدا مین بجاے فعلاتن مخبون کے فاعلاتن سالم بھی آتا ہے۔

جرأت

ناصحو اب مین جرأت نہ رہا | اب مجھ اُسے سمجھایئے گا

خواجہ وزیر

سر مرا کاٹ کے پچھتا ئیے گا	کسکی پھر جھوٹی کھائیے گا

دونون شعرون مین صدر وابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض وضرب مخبون محذوف ہے۔

مصحفی

شیشۂ مے کی طرح ای ساقی	چھیڑ و مت کہ بھرے بیٹھے ہین

ولہ

تم ذرا چشم نمائی کر دو	شوخیان ہم سے ہرن کرتے ہین

دونون شعرون مین عروض وضرب مخبون محذوف مسکن اور صدر وابتدا سالم ہین

غالب

اہل تدبیر کی واماندگیان	آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

صدر وابتدا سالم اور عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فعلن عین کے کسرے سے۔

لمؤلفہ

دل کو ہم اُنپہ فدا کرتے ہین	جان پر اپنی جفا کرتے ہین

اس شعر مین عروض وضرب دونون مخبون محذوف مسکن ہین باقی بدستور۔

راغب

منھ دوپٹے سے چھپایا اُسنے	دل کو پردے مین لبھایا اُسنے

لمؤلفہ

شوق ہو جسکو گلون سے بلبل	دیکھ لے آکے بہار عارض

ان دونون شعرون مین بھی عروض وضرب مخبون محذوف مسکن ہین۔

کشن پرشاد شاد

ہاے کیا جور ہے کیسی بیداد	کس سے مین جاکے کرون اب فریاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دل دہاڑے مین لٹی ای لوگو	آسمان نے کیا مجھکو برباد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان

دے گیا داغ مرا لخت جگر	مرا پیارا مرا آصف پسر شاہ
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دیکھتا تھا جو تجھے باپ ترا	دل ہی دل میں وہ رہا کرتا تھا شاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
اب تو وہ دام الم میں ہے اسیر	کہیں اس دام سے ہو جلد آزاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فعلاتن فعلاتن فعلان

جرأت

پردہ مت منہ سے اٹھا نا یکبار	مجھ میں اوسان نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلن
تو چلا اور رہے جی اس تن میں	کسی عنوان نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن
ہجر کے غم سے نہ گھبرا جرأت	اتنا حیران نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن

عروض پہلے شعر میں مخبون مسکن مقصور ہے اور باقی میں عروض اور سب میں ضرب مخبون محذوف مسکن ہے ہمنے ان تمام شعروں میں نون غنہ کو علیحدہ حرف ساکن نہیں مانا ہے اگر ضرورۃً حشو میں بجائے فعلاتن کے مفعولن ہو تو بھی درست ہے مثال اسکی۔

اودھر آؤ جانی اب نہ ستا	بس نہ اتنا بھی عاشق کو کڑھا

تقطیع اِدَر آؤ فعلاتن جانی اب مفعولن ن ستا فعلن ٭ بس ن اِتنا فاعلاتن بی عاشق فعولن ک کڑھا فعلن ٭

رمل مربع سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن دو بار مثال ؎

رنج اٹھا کر دل پھنسا کر	جا ملا دشمن سے دلبر
ناصحا مت کر نصیحت ٭	ہو گیا دل مثل پتھر
ٹالتا ہے بات کو وہ	دیدہ و دانستہ سنکر

بروزن فاعلاتن فاعلاتن۔

رمل مربع مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلان یا فاعلن دو بار مثال۔

ظفر

بوسۂ رُخ دو ہمین درد دل اپنا صنم چپ رہا جاتا نہین وہ عبث ہین کوستے اس غزل پر سب ظفر		دل ہم اپنا دین تمھین کیون نہ ہم تم سے کہین کب تلک چپکے رہین آگئے ہین کیونکر مرین آفرین تجھکو کہین

ان تمام اشعار مین عروض وضرب کو محذوف قرار دینا چاہیے اور نون غنہ کو علٰحدہ ساکن نہ ماننا چاہیے جیساکہ محقق طوسی کا مذہب ہے مقصود کی مثال اشعار ذیل کے عروض ہین۔

شاد وزیراعظم حیدرآباد

اس نے میرے ساتھ حیف اس نے صد ہا گھر کو آہ باپ سے بیٹے کو حیف باپ کا بیٹے کو رنج دے گا وہ دل کی مراد کیسی شادی کیسا رنج		کیا کہون مین کیا کیا۔ دم مین ویران کردیا کردیا اُس نے جُدا اس ستمگر نے دیا کر دعا صبح ومسا ہونا جو تھا ہوگیا

رمل مربع مخبون۔ فعلاتن فعلاتن دُو بار۔

انشا

اری سوتی اِدھر آتو مرے دل کی بھی خبر ہے		کہ سکھائے ہنر آتو تجھے اے بےخبر آتو

پہلے رُکن کا سالم ہونا بھی جائز ہے مثلاً۔

ولہ

مار بے کیا ہی کودکے		جا دوے اپنے جو گھر آتو

ولہ

ہو جہان خوش دہن جاؤ		چٹکیون مین نہ اُڑاؤ

	بس نہ انشا کو کڑھاو		آگ دل مین نہ لگاؤ	

اور یہ بھی جائز ہی کہ ایک شعر کے صدر و ابتدا مین رکن سالم و مخبون کو جمع کیا جائے جیسے۔

ولہ

	پکڑا اپنا جگر آتو		رہ گئی دیکھ انھین کل	
	کہین تجھ سی کڑا تو		کوئی کمبخت نہ ہو گی	

ولہ

	پاس اپنے نہ بُلاؤ		ادھر آؤ نہ ستاؤ	

ولہ

	دیوے چھٹی اگر آتو		کیجیے کیا ہی اندین	
	دیکھ لے بھر نظر آتو		کیا ہو گر انشا تجھے ہان	

رمل مربع مشعث مقصور۔ فاعلاتن فعلان بسکون عین دو بار یہ تمکو پہلے بتا دیا گیا کہ جمہور فعلان کو مشعث مقصور کہتے ہین اور محقق طوسی کی راے کے مطابق اسکو مخبون مسکن مقصور کہنا چاہیے مثال اسکی سہ

	لعبت چوب ہے تو		نازست کراے سرو	

عروض مشعث مقصور ہے اور ضرب مخبون محذوف یعنی فَعِلن کسرہ عین سے کس لیے کہ فاعلاتن سے بسبب خبن کے فعلاتن ہوا اور اسکے آخر سے سبب خفیف گرا بسبب حذف کے پس فعلا کو فعلن سے بدل لیا۔

رمل مربع مشکول فعلاتُ فاعلاتن دو بار مولوی محمد اسمعیل نظم غیر مقفے مین کہتے ہین۔ سہ

	وہ اُمید وار دہقان		وہ غریب کھیت والے	
	کہین کھیت کٹ رہا ہے		کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی	
	نہین آنکھ اُن کی جھپکی		کہین گہ رہا ہے خرمن	
	ہین تمام رات جاگے		یون ہی شام سے سحر تک	

یہ چار دن شتر اس وزن پر ہین فعلاتُ فاعلاتن دو بار اور آخر مین فاعلیان بھی درست ہے جیسے حکیم مظفر حسین اظہر دہلوی کی نظم غیر مقفے مین۔

	مرے ملک کو عطا کر		اے خداے پاک و برتر	

	وہ بہشت حریت تو	
رہیں سرفراز احرار یہ وسیع ربع مسکون		نہ جہان ہو خوف دل کو نہ جہان ہو پارہ پارہ
	بہ تفرق و تقسم	
بڑھے دست شوق اُس کا		جہان ہو طلب نہ عاجز
	طرف کلام پیہم	
وہ بہشت حریت دے نہ سکھا سکے وہ دریا		اے خدائے جل واکبر کہ جہان فنا کا صحرا
	جو ہے چشمۂ تعقل	
جہان میرے سب خیالون		جہان میرے سارے کامون
	مین فقط تو ہی ہو رہبر	

(۳) بحر رجز

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار رجز بفتح رائے مہلہ و فتح جیم و سکون زائے معجمہ اُن اشعار کو کہتے ہین جو معرکہ جنگ مین اور فخر کے موقع پر اپنی قوم کی مردانگی اور شرافت کے جتانے کو پڑھتے ہین اور چونکہ اکثر ایسے اشعار اس بحر مین ہوتے ہین اس لیے اس بحر کا نام رجز رکھدیا یا رجز کے معنے اضطرابی اور شتابی کے ہین اور اشعار بہادری جو میدان جنگ مین پڑھے جاتے ہین وہ وقت اضطراب کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام رجز رکھا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رجز اونٹ کی ایک بیماری کا نام ہے جو اسکے چوتڑون مین ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے چلنے مین کانپتا ہے چلتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے چونکہ اس بحر کے پہلے دو سبب خفیف ہین اس وجہ سے حرکت کے بعد سکون واقع ہے اس مناسبت سے اس بحر کا نام رجز رکھا ہے اس بحر کو فصحاے فارس و ریختہ نے اکثر مثمن سالم استعمال کیا ہے بخلاف شعراے عرب کے کہ مثمن استعمال نہین کرتے مسدس اور مثلث اور مشطور بیشتر استعمال مین لاتے ہین اور شعراے فارس و ریختہ مسدس مستعمل نہین کرتے لیکن بدیعی بلخی نے فارسی مین مثلث کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اول اُس کا یہ ہے۔ ؎

نو شد جہان زین نو بہار و سال نو

بروزن مستفعلن مستفعلن اور یہ تمام ایک بیت ہے جس مین دو مصرع نہین اور موحد اسی

بحرے مخصوص ہے اور بحر موحد نہین ہوتی اور سواے خبن و طے کے اور کسی زحاف کا استعمال کم کرتے ہین اور اس بحر مین پانچ زحاف آتے ہین خبن طے قطع۔ اذالہ۔ ترفیل۔

مومن خان

دنرات فکر جور مین یون رنج اٹھانا کب تلک
مین بھی ذرا آرام لون تم بھی ذرا آرام لو

تقطیع دنرات فک مستفعلن رے جور مے مستفعلن یون رنج اٹھا مستفعلن ناکب تلک مستفعلن مے بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن تم بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن۔

ولہ

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہے
یہ ذکر او رمنھ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

میر تقی

مستی مین لغزش ہوگئی معذور رکھا چاہیے
اے اہل مسجد اسطرف آیا ہون مین بہکا ہوا

اور ہر رکن سالم کے مقابل رکن مستفعلان مذال بھی آسکتا ہے اذالت عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین بڑھانے سے ذوق کا ایک مخمس ہے۔

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ہے ایسا صاف
جسکی پہونچتی روشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہان مقدور لاف
کرتے ہین دونون روز و شب آکر ترے در کا طواف
ای قبلۂ روشن دلان ای کعبۂ اہل صفا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسروا والا نگاہ
اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ
جب تک زمین پر ہی فلک اور ہین فلک پر مہر و ماہ
فرخ ہمیشہ عید ہو تجھکو شہا باعز و جاہ
بدخواہ ہو تیرا سدا رنج و الم مین مبتلا

ہر اک بند کے چارون مصرعون کے عروض و ضرب مذال ہین۔ اسی طرح حالی کے قول مین۔

آتا ہے وقت انصاف کا نزدیک ہی یوم الحساب
دنیا کو دینا ہوگا ان حق تلفیون کا وان جواب

اگر آخر مین نون غنہ ہوتا تو یہ کہ سکتے تھے کہ وہ تقطیع مین علیحدہ محسوب نہین ہوتا لیکن یہان نا ہو غنہ ہے اور اس صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے۔ اور اس مین کوئی مضائقہ نہین ایک جگہ رکن سالم دوسری جگہ مذال بھی درست ہے مثال۔

کشن پرشاد شاد

اُسنے کہا کیا کام ہے مین نے کہا ہر وقت دید
اُسنے کہا کیا شغل ہے مین نے کہا سودا تیرا

اُسنے کہا وہ کون تھا خلوت مین خواہان وصال	مین نے کہا یہ شاد ہے عاشق ترا شیدا تیرا

امیر مینائی

پیری مین اے زاہد نہین یہ تیرے گیسوے سفید	ہین دوش پر یہ دو کفن اک اس طرف اک اُس طرف

حالی

یان تک تمھاری ہجو کے گائے گئے دنیا مین گیت	تمکو بھی ہے دنیا کی گھن کا آگیا آخر یقین

تمام اشعار مین ارکان عروض مذال ہین اور ارکان ضرب سالم برعکس کی مثال۔

مولوی محمد حسن علمی بریلوی

مدت سے تھے ہم منتظر شکر خدا آیا تو پھر	پر حیف جلدی چلدیا ماہ مبارک الوداع
اب کوچ ہی پیش نظر آنکھون مین اشک آتے ہین بھر	کرتا ہے دل آہ دبکا ماہ مبارک الوداع
گر زیست ہی پھر پائینگے ورنہ بہت پچھتائین گے	لو اب تو رخصت ہو چلا ماہ مبارک الوداع
رخصت سے ہے دلبر الم فرقت سے جان پر سخت غم	شدت سے ہے رنج و عنا ماہ مبارک الوداع

بلکہ اشباع درمیان مصارع مین بھی جائز ہے جیسے داغ کے قول مین۔

ہے عید کا سامان دو چند آئینہ ہون پست و بلند	کر صاف اے باد صبا صحن زمین سطح فلک
مطلع بمضمون وسیع اک لکھون با شان رفیع	جسپر ہون شیدا و فدا صحن زمین سطح فلک

اُستاد عبدالواسع جبلی نے رجز مثمن کو دو چند بھی استعمال کیا ہے اور قصیدۂ مسجع لکھا ہے اگرچہ ریختہ مین مستعمل نہین مگر مولوی غلام امام شہید نے ایک قصیدہ مسجع لکھا ہے اُسکے اشعار یہ ہین ؎

آئی بہار اب ہر چمن ہے بلبل و گل کا وطن دیر و حرم سے نعرہ زن آتے ہین شیخ و برہمن
زاہد سے کہدو یہ سخن ہے فصل گل توبہ شکن گر چاہے عیش جان و تن میخوارون کا سیکھے چلن
آئی بہار جانفزا لائی گلستان مین صبا پیغام وصل دلربا گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
موج ہوا نے وا کیا ہر غنچے کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہے صدا اب مین ہون اور سیر چمن

رجز مثمن مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار طے اُسے کہتے ہین کہ اُن دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون چوتھے ساکن کو گرا دینا پس مستفعلن سے مستعلن مطوی رہا اس کو مفتعلن سے بدل لیا مثال اُسکی ۔ ؎

خواب مین اک بوسۂ رنگ کف پا ہاتھ لگا	رات اندھیری مین مرے دزد حنا ہاتھ لگا

تمام ارکان مطوی ہین تقطیع خاب م آک مفتعلن بوسہ رن مفتعلن گے کف پا مفتعلن ہات لگا مفتعلن اسی طرح دوسرا مصرع ہے۔

رجز مثمن مطوی مرفل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دو بار۔ ترفیل اسے کہتے ہین کہ آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف زیادہ کردینا پس مفتعلن کے آخر مین کہ مطوی ہی تن بڑھایا تو مفتعلن تن ہوا اسکو مفتعلاتن سے بدل لیا۔

ذوق

تو سر دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی
تخت ترا ہے تا بہ ثرے اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا

حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر
فوج سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کسرے

جلوے سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر
مہ ہو دوا سے دیدۂ شپر مہر ضیا سے حیرت حربا

تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری
باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

تقطیع تو سر دنیا مفتعلاتن ظل الٰہی مفتعلاتن حکم ترا تا مفتعلاتن ماہ بماہی مفتعلاتن ؛ تخت ترا ہے مفتعلاتن تا بہ ثرے ا مفتعلاتن ر فوق ہ تیرا مفتعلاتن تا بہ ثریا مفتعلاتن ؛ یہ وزن متقارب مثمن مضاعف اثرم سالم فعل فعولن سے ملتا ہے اور جہان ایسا اتفاق ہو کہ ایک بحر کا زحاف دوسری بحر کے زحاف کے مطابق پڑھا جائے تو فرق وہان اس طرح ہوگا کہ جہان ارکان اصلی مزاحفات مخصوصہ ایک بحر کے ساتھ پائے جائینگے تو وہ بحر ممتاز و متعین ہو جائیگی پس جبکہ بحر متقارب اثرم سالم مین رکن اصلی بھی رکن اثرم کے ساتھ موجود ہی تو بہتر یہ ہے کہ اس وزن کو اُسی مین داخل رکھنا چاہیے۔

رجز مثمن مطوی۔ مخبون مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دو بار مفتعلن مطوی ہی اور مفاعلن مستفعلن سے بدلا ہوا مخبون ہے۔ مثال۔

اولیسی

باغ مین گلعذار ہو فصل بہار ہو نہ ہو
مین ہون غزل سرا وہان بلبل زار ہو نہ ہو

تقطیع باغ م گل مفتعلن عذار ہو مفاعلن فصل بہار مفتعلن۔ ہو نہ ہو مفاعلن اسیطرح دوسرے مصرع کی تقطیع ہوتی ہے۔

لمولفہ

آؤ نہ تم تو تجھی خستہ جگر کو لو بلا
کوئی تو بات مان تو یہ نہ سہی تو یہ سہی

بنمی بادہ کش سے کہہ دیوے ہمین بھی جام مے
کیونکہ تفنگ ہین بہت نشہ کے اب خمار سے

حشو یا عروض یا ضرب کا مخبون مذال یعنی مفاعلان لانا جائز ہے مثال۔

ذوق

تاک کر یہ گبر او رہنود طاق پرست یون باز	چھوڑ دین شرک پوجنا آتش و آب خاک باد

تقطیع۔ تاک یہ گب مفتعلن ر او رہ ہنود مفاعلان طاق پرس مفتعلن ت یون باز مفاعلان ٭ چوڑ د شر مفتعلن ک پوجنا مفاعلن آ اتش آ مفتعلن خاک باد مفاعلان ٭ مصرع اول کا حشو اور مصرع ثانی مین عروض و ضرب مخبون مذال واقع ہوئے ہین یعنی مفاعلن مخبون مین بسبب ذالت کے سبب خفیف کے درمیان الف اور بڑھ گیا ہے

غالب

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی		سنکے ستم ظریف نے مجھکو اُٹھا دیا کہ یون
کھیل کھلاڑی کے یہ دیکھ کیا ہی ہم یہ ہو گئے	الشا	ایک یہ ایک مہربان آتش و باد و آب و خاک
جان پڑی خوشی مین ہر ایسی کشاکشی مین ہے		کیا کرین ہائے ہے زبان آتش و باد و آب و خاک

ایک رکن مطوی اور ایک مخبون یا ایک مطوی اور ایک مخبون مذال علی الترتیب واقع ہوئے ہین

رجز مثمن مخبون مطوی یعنے رکن مخبون کو مقدم اور رکن مطوی کو مؤخر لانا مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن دو بار شعرائے ریختہ نے اسکو استعمال نہین کیا ہے نہج یہ شعر اس وزن پر ہے۔

جو اُٹھ گیا رشک پری دکھا مجھے اپنی ادا	تو کیا کہون میرے وہین حواس سے جاتے رہے

تقطیع۔ ج اُٹھ گیا مفاعلن رشک پری مفتعلن دکا مجے مفاعلن اپن ادا مفتعلن ٭ تو کا کہو مفاعلن میرو ہی مفتعلن حواس سے مفاعلن جات رہے مفتعلن۔

رجز مسدس سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار مثال۔ ع

ہمکو ملا جو لطف کوئے یار کا	کب وہ صبا کو لطف ہے گلزار کا

رجز مسدس مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار مثال۔

ظلم کا اب اس سے گلہ لطف ہے	جو نہ سُنے شکوے کا کیا فائدہ

رجز مربع سالم۔ مستفعلن مستفعلن دو بار۔

واجد علی شاہ اختر

اس عشق نے رسوا کیا آہ دل ناشاد لے	مین کیا بتاؤن کیا کیا اور آسمان پیدا کیا

رجز مربع مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن دو بار عروض و ضرب مین مخبون مذال یعنی مفاعلان بھی

درست ہے۔ کنور حامد علی خان ناشاد کہتے ہین ؎

صبح نسیم کی بہار ہوش وحواس پھر کہان		ساتھ لے آئی بوے یار دل کو قرار پھر کہان ہا	

اس بحر مین شعراے عرب ایسے ایسے زحاف استعمال کرتے ہین کہ شعراے فارسی ودر خیال ہندن ریختہ وہ صورتین استعمال نہین کرتے۔

(۴) بحر کامل

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن دوبار یہ بحر جیسی دائرے مین وضع کی گئی ہے ویسی ہی مستعمل ہے اسلئے اسکو کامل کہتے ہین مثال۔

رفیق

رہ عشق کے کج وپیچ مین جو رفیق تھے سو جدا ہوے	مگر ایک نالہ وآہ کو مرے دم سے ہم سفری رہی

تقطیع رہ عشق کے متفاعلن کج وپیچ مے متفاعلن ج رفیق تے متفاعلن س جدا ہوے متفاعلن مگر یک نا متفاعلن لہ و آہ کو متفاعلن مرے دم س ہم متفاعلن سفری رہی متفاعلن۔

نعیم

ہمین یہ اُمید نہ تھی صبا کہ یہ خاک یون اُڑے جابجا	ترے در بدر کے پھرانے کو بھلا کیا مرا ہی غبار تھا

شیخ مداری

وہ ابھی ہے گل آرزو وہ ہنوز تازہ بہار ہے	نہ کچھ آئنے سے اُسے خبر نہ حنا سے کچھ سروکار ہے

حسرت

یہ بھی اک ستم ہے کہ خواب مین مجھے شکل آکے دکھا گئے	کبھی نیند برسون مین آئی تھی سو اسی بہانے جگا گئے

عروض وضرب مذال بھی درست ہے جیسا کہ مرزا جعفر علی فصیح کے اس شعر مین۔

علی اصغر ابھی تھا جان بلب عبث اُسکو مارا لعین نے تیر	
وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہوا سی جان حباب مین	

عروض مذال ہے اور باقی اجزا بدستور ہین اگرچہ عروض وضرب کے مذال ہونے کی صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے مگر جبکہ اساتذہ نے استعمال کیا ہے تو اس مین مضائقہ نہین۔

اذالت مراد ہے وتد مجموع مین الف زیادہ کرنے سے پس متفاعلان مذال ہے اور یہ بحر زبان فارسی و ریختہ مین مزاحف مستعمل نہین الا شاذ ونادر بعض بعض شعرا نے طبع آزمائی کی ہے مگر ایک دو بیت اسے

زیادہ نہین اسکے زحافون مین مضمر بہتر ہے اگر تمام ارکان مضمر ہونگے تو رجز کی طرف رجوع کر جائے گی ہم بھی بطور مثال کے دو ایک وزن لکھتے ہین۔

کامل مثمن مضمر ۔ متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن دو بار اضمار سے تائے متفاعلن کا ساکن کرنا مراد ہے پس متفاعلن مضمر ہوا اُسکو مستفعلن سے بدل لیا مثال۔

طالب

نہوئی کبھی مجھ سے خطا نہوا کرد مجھپر خفا	نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا

ایک رُکن سالم اور ایک مضمر ہے علی الترتیب **تقطیع** ۔ ن ہُئی کبی متفاعلن مج سے خطا مستفعلن نہوا کرو متفاعلن مج پر خفا مستفعلن الخ اور اگر اسکو مقلوب کرین تو یہ وزن ہوگا مستفعلن متفاعلن مستفعلن متفاعلن دو بار بہر نج بعض رکن سالم اور بعض رکن مضمر بلا ترتیب لانا اور کامل سالم و مضمر کا جمع کرنا بھی درست ہے مثال اسکی یہ ہے۔

اُس خوبرو کو جو دیکھ لے یہ مجال کیا ہے حور کی	کہ وہ سیمتن نام خدا تصویر ہے ڈھلی نور کی

تقطیع اُس خوب رو مستفعلن کُ ج دیک لے متفاعلن یہ مجال کا متفاعلن ہے حور کی مستفعلن کہ وہ سیمتن متفاعلن نامے خدا مستفعلن تصویر ہے مستفعلن ڈِں نور کی متفاعلن۔

ضامن

ہے مکان اپنا لامکان سو نشان اپنا ہے بے نشان	اب ضامن آ کرے کیا بیان کہ خرد بھی وانپہ دھری ہی

تقطیع ہے مکان آپ متفاعلن نالامکا مستفعلن س نشان آپ متفاعلن الخ باقی تمام ارکان سالم ہین

حامد علی رضوی بیتاب

حامد علی بینوا کے گناہ بخشدے ای خدا	بطفیل احمد مجتبے تری شان جل جلالہ

مصرع اول کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن متفاعلن متفاعلن۔

کامل مسدس مضمر مذال ۔ متفاعلن مستفعلن مستفعلان دو بار مثال۔

ترے ہجر سے آئی ہے لب پر جان زار	یہ بتا نجھے تو تھا کہان اے گلعذار

تقطیع ترہجر سے متفاعلن آآی ہ لب مستفعلن پر جان زار مستفعلان یہ بتا نجے متفاعلن تو تا کہا مستفعلن اے گلعذار مستفعلان صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مضمر اور عروض و ضرب مضمر مذال ہے۔

کامل مربع متفاعلن متفاعلن دو بار کنور حامد علی خان ناشاد تخلص نے اس بحر کو بطور اہل عرب کے مربع بھی استعمال کیا ہے۔ سہ

ے

لمولفہ

مرے دل نہین نہ دماغ ہے	نہ مجھے ہوش ہی نہ حواس ہے
جو تجھے جانے والے چلے گئے	ابھی باقی حسرت و یاس ہے
دل و سینہ اپنے فگار ہین	تری پلکین ہین کہ کثار ہین
وہی خوش نصیب شہید ہین	ترے کو مین جنکے مزار ہین
کبھی ایک بھی نہ وفا کیا	ترے جھوٹے سارے قرار ہین
کہا مین نے ایکدن اے صنم	ترے غم مین زار و نزار ہین
لگا کہنے ہنسکے کہ تجھ سُن	یون ہی روتے پھرتے ہزار ہین

(۵) بحر وافر

مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دو بار وافر فا کے کسرے سے اسلیے کہتے ہین کہ اس بحر مین شعر بہت کہے گئے ہین یا اس بحر مین حرکات کثرت سے ہین یہ بحر عربی سے خصوصیت رکھتی ہے ریختہ مین مستعمل نہین بعض شعراے فارس نے بہ تکلف اس مین شعر کہے ہین۔

وافر مثمن سالم۔ طالب کہتا ہے۔ ے

ڈرا کے کہا بھلا بے بھلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم	مرا بھی ذرا گلہ نہ رہا ہنسا جو گیا مجھے یہ ستم

تقطیع۔ ڈرا کے کہا مفاعلتن بلا بے بلا مفاعلتن خفا ج ذرا مفاعلتن ہوا وہ صنم مفاعلتن ؎ مرا بِ ذرا مفاعلتن گلہ نہ رہا مفاعلتن ہسا جُ گیا مفاعلتن مجے یہ ستم مفاعلتن ؎

(۶) بحر متقارب

فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار یہ بحر اکثر مثمن سالم مستعمل ہے اور تقارب اور متقارب اس لیے کہتے ہین کہ اس مین وتد اور سبب نزدیک ہین کیونکہ لغت مین تقارب تفاعل کے وزن پر باہم نزدیک ہونے کے معنی مین ہے اور متقارب ضم میم اور فتح تاے فوقانی اور کسر راے مہملہ ایک دوسرے سے نزدیک ہونے والے کو کہتے ہین۔

عروض و ضرب اس بحر کے سالم یا مقصور یا محذوف ہر طرح مستعمل ہوتے ہین اور اسکو شعراے فارسی نے بہت استعمال کیا ہے اور شعراے ریختہ بھی اس کو پسند کرتے ہین اور اس کے زحاف چھ ہین قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔

متقارب مثمن سالم الآخر فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار۔

الف

ثنی تھی کسی سے جو بحر تقارب — اُسے کر لیا گھنگرودن کا تفنن
کر توڑے ہے اپنے سبق پر یہ کہکر — فعولن فعولن فعولن فعولن

تقطیع ثنی تی فعولن کسی سے فعولن جو بحرے فعولن تقارب فعولن ۞ اُسے کر فعولن لیا گھنگ فعولن رود کا فعولن تفن نن فعولن۔

رند

عدو غیر نے تجھکو دلبر بنایا — کوئی جوڑ تجھپر مقرر بنایا
نہ گنتا تھا کوئی حسینوں میں اوبت — تجھے دے کے دل مین نے دلبر بنایا
شکر لب کہا مین نے کڑوے ہوے تم — عبث منھ کو مجھپر تمگر بنایا

مولفہ

جو ہے کہر بار رنگ رخسار تیرا — ہوا کیا کہین دل گرفتار تیرا
کٹی عمر مثل حباب آہ اپنی — نجانا کہ اس بحر فانی مین کیا ہے

متقارب مثمن مسبغ۔ فعولن فعولن فعولن فعولان دو بار مثال۔

نواب سید جعفر علی خان جعفر شمس آبادی

لیے ہین سلیمان کی بیٹے عدو نگین — نہین تو رہ چارہ بالکل تھی مسدود

عروض و ضرب دونون مسبغ ہین۔

سید علمدار حسین واسطی

مبارک تمھین تاجداری شہنشاہ — مبارک یہ دربار داری شہنشاہ
مبارک تمھین بختیاری شہنشاہ — مبارک زبان پر ہماری شہنشاہ

شہنشاہ کی عمر و عزت زیادہ

چارون مصرعون کے عروض و ضرب مسبغ ہین اور کاتب کا تصرف یہان نہ سمجھنا چاہیے یعنی یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ اصل مین شہنشہ تھا کاتب نے شہنشاہ لکھدیا ہے اسلیے کہ مصنف نے ریاست پٹیالہ کے قصبہ بنوڑ مین ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ایک جلسے کے اندر اپنی زبان سے شہنشاہ پڑھا تھا۔

سحاب

پڑا اُنکی چوٹی مین کوڑے کا موباف — نظر آئے دو سانپ اِک کیچلی مین

ناسخ

لب گنگ بیتابی ایسی ہے بے یار | کبھی وارین ہون کبھی پار ین ہون

رند

چڑھاؤنگا گل گور مجنون پہ لے رند | نظر جب وہ لیلی شمائل چڑھے گی

ولہ

کرم کیجیے آئیے حضرت عشق | ہے خون جگر میہمانی تمھاری

مطیر نواب جعفر علی خان لکھنوی

زبان مبارک سے ہو جلد ارشاد | مدینہ نبی کا تمھارا وطن ہے
سکینہ یہ کہتی تھی اللہ فریاد | بہت تنگ میرے گلے مین رسن ہے
ہراک کہتا تھا دیکھ کر شان عباس | یہ حمزہ ہے یا حیدر صف شکن ہے

ان اشعار کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم اسکے برعکس کی مثال یہ ہے۔

جعفر

پسر کو پدر کا ملا ارث یک سر | حکومت ہو عثمان علی خان کو مسعود
وراثت کی آیت کو لفظی مین لکھکر | نکالے ہین جعفر نے اعداد مقصود
یہ تاریخ بھی ترجمہ ہے اسی کا | سلیمان ہوا وارث تاج داؤد

محقق طوسی کہتے ہین کہ یہ ناپسندیدہ ہے اسلیے کہ حرف آخر عروض وضرب کا دائرے سے باہر ہے پس اسی وجہ سے عروض وضرب کے نون غنہ کو مع اُسکے ساکن ماقبل کے ایک حرف شمار کرتے ہین۔

امانت

کشش لذت شوق وصلت کی دیکھو | لبون سے وہ میری زبان کھینچتے ہین

منشی میر محمود جان اوج

کہون کیا مین اُس چشم جادو کی باتین | اڑایا مجھے آنکھ سب سے لڑا کر

شعرا نے متقارب مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ شعر ذوق کا اسی وزن مین ہے۔

تمنا نہین ہو کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ہو کہ فرد تلق ہو | یہی حق ہو قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل سے یا زیر جان کچھ ہو

نظام ساکن جاورہ

یہ عمان معنیٔ وہ پُر شباب جیحون کہ ہر حرف جسکا ہی اک دُرِّ مکنون
لگاتی ہی غوطہ جب بحرِ طبعِ موزون اُگالاتی ہی گوہر تازہ مضمون

متقارب مثمن محذوف الآخر فعولن فعولن فعولن فعل دو بار فعولن بسبب حذف کے فعو رہ گیا اُسکو فعل سے بدل لیا مثال۔

میرحسن

یہ حُسن و جوانی اور اس پر یہ غم
سِتم ہے سِتم ہے سِتم ہی سِتم

تقطیع۔ یہ حُسنو فعولن جوانی فعولن ارُ اُسپر فعولن یہ غم فعل ۳ ستم ہی فعولن ستم ہی فعولن ستم ہی فعولن ستم فعل۔

امیر مینائی

تصور رخ کا تری رات بھر
رگِ جان مین نشتر چبھوتا رہا

بہار عظیم

لہو مین ہمارے جو بیٹھی گئی ؎
بہت شوخ رنگ حنا ہو گیا ؎
خدا تک یہ بُت بھی ہین پہونچے ہوے
کہ جو کچھ زبان سے کہا ہو گیا

متقارب مثمن مقصور الآخر فعولن فعولن فعولن فعول دو بار شاہ رؤف احمد رافت مثنوی یوسف و زلیخا مین لکھتے ہین۔ ؎

پلا ساقیا مجھکو جام شراب
وہ پانی کہ ہو جس مین موتی کی آب
یہی ہے مری آبرو کی سبیل
لگا دے مرے لب سے دریائے نیل
نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب
کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب

سب بیتون مین عروض و ضرب مقصور ہے۔

اوج

نہ غیر و نیہ کرا ے ستمگار ناز
اُٹھائین گے ہرگز نہ اغیار ناز

اجتماع قصر و حذف کا ایک شعر مین درست ہے مثال۔

میر

کوئی نا اُمیدانہ کرتے نگاہ
سو تم ہم سے مُنہ بھی چھپا کر چلے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف۔

سعید رامپوری

سعید انکے غم مین ہوا دن بسر	خدا جانے اب کیا دکھائے گی رات

عروض محذوف ہے اور ضرب مقصور۔ قدمائے اس وزن کے صدر و ابتدا کو اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی بہ ندرت استعمال کیا ہے لیکن شعرائے ریختہ کے کلام مین ایسے اشعار نظر سے نہین گذرے بہرصورت مثال یہ ہے۔

للمؤلفہ

مہمان نوازی بہت خوب ہے	خدا کو بھی یہ بات مرغوب ہے

تقطیع مہما فعلن نوازی فعولن بہت خو فعولن ب ہے فعل خدا کو فعولن ب یہ با فعولن ت مرغو فعولن ب ہے فعل۔

متقارب مثمن اثلم سالم الآخر فعلن فعولن فعلن فعولن دو بار فعلن مین عین ساکن ہے ثلم مراد ہے فعولن کے حرف اول کو گرانے سے پس عولن اثلم رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔

انشا

دست جنون سے ای واے ویلا	سونے نپائے ٹک پانون پھیلا
ابر ہوا ہے چمکے ہے بجلی	مت روٹھ ساقی لا جام مے لا

صدر و ابتدا اثلم اور عروض و ضرب سالم ہے اور حشو مین بھی ایک جزو اثلم ہے اور ایک سالم۔
تقطیع دستے فعلن جنو سے فعولن ای وا فعلن ئے ویلا فعولن ٭ سونے فعلن نپائے فعولن ٹک پا فعلن ؤن پھیلا فعولن حشو مین بجائے فعولن سالم فعولان مسبغ لانا بھی جائز ہے خواہ ایک مصرع مین خواہ دونون مین جیسے

انشا

جام مے عشق مونہ آنکھ پی جا	ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیلا

اس شعر کا وزن یہ ہے فعلن فعولان فعلن فعولن دو بار۔

ولہ

کرتے تھے مذکور میرا اکھارا	فرہاد و شیرین مجنون و لیلےٰ

اس شعر کے پہلے مصرع کا وزن یون ہے فعلن فعولان فعلن فعولن اور دوسرے مصرع کا وزن یہ ہے فعلن فعولن فعلن فعولن۔ سعید

ای سوز دہ دیکھ آتا ہے قاتل	ٹک سو نہ ظالم اتنا بھی غافل

	دین و دل و جان و صبر و تحمل کس کس کو روؤن مین اب یاد کر کر کوچے مین اسکے لاکھون پڑے ہین	سب کچھ لیا چھین تسپر بھی بسمل ای اشک ای چشم ای آہ ای دل مذبوح مجروح مقتول بسمل	

پہلے اور چوتھے اور چھٹے اور آٹھوین مصرع کا یہ وزن ہی فعلن فعولان فعلن فعولن باقی مصرعون کا یہ وزن ہے فعلن فعولن فعلن فعولن ۔

متقارب مثمن اثلم فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دوبار میر جوش عشق مین کہتے ہین ۔ ع

دیکھ اُس رخ کی نور افشانی		شمع مجلس پانی پانی ؏

تقطیع دیکس فعلن رخ کی فعلن نورف فعلن شانی فعلن ؏ شمع فعلن مجلس فعلن پانی فعلن پانی فعلن ؏

منہ

	کیا ہے اُس کے آب و گل مین خون باری سے چہرہ گلگون	خواہش اُس کی سب کے دل مین حلق بسمل چشم پرخون	

متقارب مثمن اثرم سالم الآخر فعل فعولن فعل فعولن دوبار یا فاع فعولن فاع فعولن دوبار فعل اور فاع کو خواہ اثرم کہین خواہ اثلم لمقبوض یعنی اگر بسبب ثرم کے فا وزن فعولن کا گر دیا تو عول لام کے ضمے سے اثرم رہا اُسکو فعل یا فاع مضموم الآخر سے بدل لیا اور اگر بسبب ثلم کے حرف اول یعنی فا کو گرا یا اور بسبب قبض کے نون حرف پنجم ساکن کو گرا دیا تو بھی عول لام کے ضمے سے اثلم مقبوض رہا اسکو فعل یا فاع سے بدل لیا اور فعولن سالم ہے پس اس بحر کو خواہ اثرم سالم کہین خواہ اثلم مقبوض سالم کہین مثال ۔

استاد جہان بیگم شیرین

باغ و بہار جاہ و مناصب		نقش و نگار مسند و ثروت

صدر و ابتدا اثرم اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اثرم اور ایک سالم ہے ۔

تقطیع باغ فعل بہارے فعولن جاہ فعل مناصب فعولن ؏ نقش فعل نگارے فعولن مسن فعل وثروت فعولن ۔

مومن خان

	شعر روان سے اشک روان ہو درد روان نے پیسہ نکالا	راگ سُننے سے شوق نغان ہو عمر ابد نے مار ہی ڈالا	

چشم گریہ انصاف کی گردا	میر یوسف و شیرین لیلی و عذرا

مومن

عیش وطن اندوہ غریبان	دست جنون سے چاک گریبان
زلف مسلسل سلسلۂ جنبان	حلقۂ کاکل یا در زندان

اس وزن مین رکن فعل و فعولن اثرم و سالم کے ساتھ رکن اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی آتا ہی اور خلط ان ارکان کا ایک وزن مین روا بلکہ کثرت سے شائع ہی چنانچہ میر کی مثنوی مسمی بہ جوش عشق کے ان اشعار مین۔ ؎

صبر نے چاہی دل سے رخصت	تاب نے ڈھونڈی اک دم فرصت
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
خواب و خورش کا نام نہ آیا	ایک گھڑی آرام نہ پایا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
گل آشفتہ اس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعلن فعلن فعلن
جب وہ چہرہ تابندہ ہو	ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
چشم برہ سارا چمن اس کا	نقش قدم تھا یاسمن اس کا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
چشم کرشمہ جان تغافل	شایان اس کے شان تغافل
فعل فعولن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
سر پر اس کے سنگ ہمیشہ	جی پر غصہ تنگ ہمیشہ
فعلن فعلن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
تھا دیکھا یک رہ پردے مین	برق خرمن مہ پردے مین
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعل فعولن فعلن
ہنسنے مین وہ صفاے دندان	برق خرمن عالم امکان
فعلن فعل فعولن فعلن	فعلن فعلن فعلن فعلن

رشک سحر کو صافی تن پر	خون صراحی اُس گردن پر
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن

اس وزن میں عروض وضرب میں فعل بفتح عین و سکون لام اور فع اور فعول بھی واقع ہوتے ہین فعل قدرت ہے اور فع ابتر اور فعول مقصور ہے

ظفر

گذرے جو ہم پر کیا کہوین	پوچھ نہ دلبر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
ہم تو ازل سے غم کش ہین	تجھکو مقدر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
تیری کدورت سنگدلی	خاک اور پتھر کیا کہوین
فعل فعولن فعْل فَعَل	فعلن فعلن فعلن فع
زلف و رُخ ہے شام وسحر	یہ نہ کہین گر کیا کہوین
فعلن فعلن فعْل فَعَل	فَعَلُ فعولن فعلن فع
رُخ کو تیرے خورشید کہین	ماہ انور کیا کہوین
فَعَلُ فعولن فَعَلُ فَعَل	فعلن فعلن فعلن فع
جھوٹی وہ تو بناتے ہین	باتین ظفر پر کیا کہوین
فعلن فعل فعولن فع	فعل فعولن فعلن فع

اولہ

جی کا ضرر دو دن سے ہے	درد جگر دو دن سے ہے
فعلُ فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
اُس کو سکھاتا کیا کیا شہ	کوئی بشر دو دن سے ہے
فعلُ فعولن فعلن فع	فاع فعول فعلن فع
پھرتا ہے وہ ماہ کہان	خالی گھر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعل فعل	فعلن فعلن فعلن فع

اشک فشانی کرتے کیون	یہ چشم تر دو دن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
پھرتا قاتل تیغ بکف	آٹھ پہر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فَعَل فعَل	فعل فعولن فعلن فع
بیٹھا عاشق مرنے پر	باندھے کمر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعلن فع	فعلُ فعولن فعلن فع

صاحبقران

مت مجھکو بہکانا آج	صدقے جاؤن جانا آج
فَعلن فعَلن فعَلن فاع	فعلن فعَلن فعلن فاع
رونا گل کا بھول گیا	ہنستا ہے دیوانا آج
فعَلن فعَلن فاع فعل	فعلن فعَلن فعَلن فاع
کرتے ہین اوقات بسر	نادان ہوکر دانا آج
فعلن فعلن فاع فعل	فعلن فعلن فعلن فاع
شمع رخون کی مجلس مین	کتنا تھا پروانا آج
فاع فعولن فعلن فاع	فعلن فعلن فعلن فاع
میرے دل کی خدمت مین	گر تجھکو ہے جانا آج
فعلن فعلن فعلن فع	فعلن فعلن فعلن فاع

یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے مثال اُسکی یہ ہے

احمد مرسل کان رسالت جان ولایت ملک ملت	ساقی کوثر شافع محشر مجھکو دکھا دو اپنی زیارت

بروزن فعل فعولن آٹھ بار ایک رکن اثرم ہر ایک سالم علی الترتیب۔

میر تقی

عشق کیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا	دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا
کس کس اپنی کل کو رووے ہجران مین بیکل اُس کا	خواب گئی ہر تاب گئی ہر چین گیا آرام گیا

تقطیع عشق فعل کیا سر فعولن دین فَعَلُ گیا ای فعولن مان فعل گیا اس فعولن لام فعل گیا فعل ۲
دل نے فعلن ایسا فعلن کام فَعَلُ کیا کچھ فعولن جس سے فعلن مے نا فعلن کام فَعَلُ گیا فعل ۲

آغا لکھنوی

لوٹ لی میری دولتِ ایمان کعبۂ دلکو تونے ڈھاکے — ہان ذرا بھی دبت کافر تجھکو خدا کا خوف نہ آیا

تقطیع لوٹ فعل لی میری فعولن دو ل فعل ت ایما فعولن کعب فعل ۂ دل کو فعولن تونے فعلن ڈاکے فعلن ۴ ہاذ فعل رابی فعلن ادب فعل ت کافر فعولن تج کو فعلن خدا کا فعولن خوف فعل نہ آیا۔ فعولن ۴ جلد اول خمخانۂ جاوید مین پہلے مصرع کے ابتدا مین ہان ہی لکھا ہے جو حرف ایجاب ہے اگر ہاے ہو جو سخ و افسوس کا کلمہ ہے تو پھر تقطیع یون نہ ہوگی ہاے فعل ذرا بھی فعولن۔

شاہ نصیر

شب کو کیونکر تجھکو ہے پھبتا سر پر طرہ ہار گلے مین — جون پروین و ہالۂ مہ تھا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع شب کو فعلن کو کر فعلن تج ک فعل ہ پب تا فعولن سر پر فعلن طرہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ۴ جو پر فعلن دینو فعلن ہا ل فعل ۂ مہ تا فعولن سر پر فعلن طرہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن

ولہ

رونق سر ہان داغ جنون ہے اشک مسلسل زیب گلو ہے — چاہیے تجھکو غیرت لیلے سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رون فعل ق سر ہا فعولن داغ فعل جنو ہے فعولن اشک فعل مسلسل فعولن زیب فعل گلو ہے فعولن ۴ چاہ فعل یے تج کو فعولن غیر فعل ت لیلی فعولن سر پر فعلن طرہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن۔

ولہ

رشک چمن تو سیر کرے گا جب کہ کنار حوض لب جو — فوارہ اور پھول رکھے گا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رشک فعل چمن تو فعولن سیر فعل کرے گا فعولن جب کہ فعل کنارے فعولن حوض فعل لبے جو فعولن ۴ فووا فعلن را ار فعلن پول فعلن رکے گا فعولن سر پر فعلن طرہ فعلن ہار فعلن گلے مین فعولن

ولہ

عکس شعاع مہر نہین یہ بیل چنبیلی لپٹی جو ہے — سرو چمن نے کیا ہی پیدا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع عکس فعل شعاعے فعولن مہر فعل نہی یے فعولن بیل فعل چنبیلی فعولن لپٹی فعلن ہے فع ۴ سرو فعل چمن نے فعولن کیا ہے فعولن پیدا فعلن سر پر فعلن طرہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ۴

انشا

لالہ کھلا سو کوس سراسر رعد ہوا کادہ عالم — ولولہ دل کا معرکہ آرا آہ گروہ اہل صلاح

تقطیع لال فعل کلا سو فعولن کو بس فعل سراسر فعولن رعد فعل ہوا کا فعولن وہ عا فعلن طم فع ٭ دو فعل ل دل کا فعولن ہم فعل ک آ از فعولن آہ فعل گرد ہے فعولن اہل فعل صلاح فعول۔

متقارب مثمن مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن دو بار قبض سے مراد ہے گرانا حرف پنجم ساکن کا پس فعولن سے فعول مقبوض ہے اور ثلم سے مقصود ہے گرانا حروف اول کا پس فعولن سے عولن اثلم ہوا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

طالب

تڑپ رہا ہون مین نیم بسمل ۔۔۔ خبر لے میری شتاب قاتل

دو رکن مقبوض ہین دو اثلم **تقطیع** تڑپ ر فعول ہا ہو فعلن م نیم فعول بسمل فعلن ٭ خبر لے فعول میری فعلن شتاب فعول قاتل فعلن۔

یہ عشق اب کیا بسا ہے دل مین ۔۔۔ کہ بحر خون بہ رہا ہے دل مین

یہ وزن مولوی جامی نے دو چند سولہ رکن پر مبنی کیا ہے اور ریختہ مین بہت مستعمل ہے۔

انشا

جو کوئی ہم سے ستم کشون کو عبث ستا کر خفا کرے گا ۔۔۔ یہی کہینگے کہ جاؤ صاحب خدا تمھارا بھلا کرے گا

محب علی حالی

عوض مین بوسے کے دے ہے گالی سوال دیگر جواب دیگر ۔۔۔ یہ طرز تو نے نئی نکالی سوال دیگر جواب دیگر

لمولفہ

تماشا ایسا نہ دیکھا ہوگا کسی نے ہمدم کہین کبھی بھی ۔۔۔ کہ مے پلاتا تھا ہمکو ساقی نہ بہکے ہم وہ بہک رہا تھا

رؤف احمد رافت

یہ کسکی مژگان کے آہ یا رب بھرے ہین برچھی ہماری بر مین ۔۔۔ کہ شکل غربال پڑ گئے ہین ہزارون روزن دل و جگر مین

خواجہ امام الدین آثر

وہ ہمسے چھپ رہے ہین ہم اُنسے چھپ رہے ہین منانے والے منا رہے ہین ۔۔۔ شکایتین دل کی ہو رہی ہین مزے محبت کے آ رہے ہین

شاہ نصیر

سدا ہے اس آہ و چشم ترسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران ۔۔۔ نکل کے دیکھو ٹک اپنے گھر سے ذرا کہ بجلی زمین پہ باران

نہان ہے کب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران ۔۔۔ ہے اُس نگہ سے اس اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ضیائی بیگم

تمھارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اٹھ سکے گا عتاب ہرگز	اٹھے تو کیونکر اٹھے بتاؤ کہ تم ہو نازک میں ناتوان ہون

لمؤلفہ

نظر نہ آیا جو کوئی تجھ سا زمین کے اوپر فلک کے نیچے	اسی سبب سے ہے تیرا چرچا زمین کے اوپر فلک کے نیچے
بھبھو تسے تیری ہلال ترسان خرام سے زلزلہ ہی لرزان	کیے ہین تو نے یہ فتنے برپا زمین کے اوپر فلک کے نیچے

راقم الحروف نے اس وزن مین سے چار رکن گھٹا کر بحر کو بارہ رکن پر بھی بنی کیا ہی۔

لمؤلفہ

حریف دیکے مہر وشوخ و دل کا ستانے والا	صنم دکھائے ہین کیسے کیسے یہ نام تم نے
عجب نہین ہی فلک جو لیوے زمین کا بوسہ	کیا ہے نازو ادائے جانان خرام تم نے

عروض و ضرب مین بجائے فعلن اثلم کے فعلان اثلم مسبغ اظہار نون کے ساتھ بھی لا سکتے ہین جیسے اکبر شاہ خان فرحت رامپوری کے شعر مین ؎

لگی ہی ہاتھون سے جا کسی کے یہ دست برد اُسکا دیکھ آہ	پیون نہ خون ایک چلو کیونکر بھلا کہو تو مین اب حنا کا

عروض مین فعولان ہے۔ وسط مصرع مین بھی لاتے ہین مگر مصرع کا نون کو ناموزون معلوم ہوتا ہے اور اُسکو سکتہ کہتے ہین مثال ؎

مین تیرے قربان مرا کہا مان تو چل مرے ساتھ ذرا مرے یار	کہ کھائین گلفام ہوا گلزار شراب کا شغل رکھینگے دلدار

بر وزن فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان دو بار شیخ علی حزین مرحوم کی ایک غزل فارسی وزن متقارب مقبوض اثلم میں ہے اور اُسکے تین مصرعون کے درمیان فعول فعلان بجائے فعول فعلن واقع ہوا ہے چنانچہ یہ مصرع اُسی غزل کا ہے **مصرع** اگرچہ صد سال زیخود یہا نجاک راحت فتادہ باشم **تقطیع** اگرچ صد سال فعول فعلان زبے خدیہا فعول فعلن بخاک راحت فعول فعلن فتادہ باشم فعول فعلن۔

خواجہ عصمت اللہ بخاری نے متقارب مثمن مقبوض اثلم مضاعف کو بھی دو چند کیا ہے اور ایک ایک مصرع کی بنا سولہ رکن پر ڈالی ہے مگر اشعار اردو اس وزن مین نہین دیکھے گئے۔

متقارب مسدس سالم فعولن فعولن فعولن دو بار جیسے۔

محمد رضا برق

شرک کی جو تعریف کیجے	بجا ہے بجا ہے بجا ہے

مریضون کو صحت ہے چلنا — گلِ پاکِ خاکِ شفا ہے
یہان کور ہوتے ہین بینا — غبار آنکھ کا طوطیا ہے
مسیحا نفس ہے ہوا ہے — ہوا کھانی اُس کی دوا ہے
دل تنگ کھلتا ہے اس جا — فرح بخش ہے دل کشا ہے
عدو کو ہے ثعبان موسے — برائے محبان عصا ہے

عروض وضرب مین فعولن کی جگہ فعولان بھی درست ہے جیسے۔

ولہ

یہ مصرع کہا حسب ارشاد — عیان کیا خطِ استوا ہے

تقطیع۔ یہ مصرع فعولن کہا حَس فعولن بارشاد فعولان + عیا کا فعولن خطِ اِس فعولن تواہے فعولن۔

بحر متدارک

متدارک بضم میم و فتح تاے فوقانی وکسر راے مہملہ کے معنے ملنے والے کے ہین چونکہ یہ بحر بعد خلیل بن احمد کے اخفش نے نکالی ہے اور خلیل کی بحرون مین ملگئی ہے اس لیے اس کا نام متدارک رکھا گیا اور اسکو رکض الخیل اور غریب بھی کہتے ہین اس بحر مین یہ زحافات بہت آتے ہین۔ خبن۔ قطع۔ تسکین۔ حذف۔ اور اسکے ارکان اصلی یہ ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار۔

متدارک مثمن سالم مثال منیر کی غزل کے یہ اشعار۔

ہاتھ کیا پہونچے گیسوے خمدار تک — دور کھنچنے لگا دامن یار تک
بے نشان ضعف سے ہی تن زار تک — میرے جانے مین باقی نہین تار تک
دم گھٹا آکے میرے سیہ خانے مین — روشنی ڈھونڈھتی ہر شب تار تک
سخت جانی سے میری ہی فرق نہ تھے — دانت پیسا کی غصے مین تلوار تک
فوج عصیان نے گھیرا کہ ہر سمت سے — تو بہ کس طرح پہونچے گنہگار تک

تقطیع۔ ہات کا فاعلن پہُنچ گے فاعلن سوے خم فاعلن دار تک فاعلن + دور کھِنچ فاعلن نے لگا فاعلن + دامنے فاعلن یار تک فاعلن۔

علی اوسط رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا	شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے دلا

تقطیع رشک نے فاعلن مصرعے فاعلن سال رح فاعلن لت کہا فاعلن + شعر گوئی فاعلن ای اٹھی فاعلن لکھ ن او فاعلن سے دلا فاعلن۔
عروض یا ضرب مین بجاے فاعلن کے فاعلان بھی درست ہے۔ جیسے۔

منیر

دل جو ہوتا حرم کا کبوتر منیر	میری عرضی پہونچ جاتی سرکار تک

عروض مین فاعلان ہے اور ضرب مین فاعلن سالم۔
متدارک مثمن مذال فاعلان فاعلن فاعلان فاعلن دو بار مثال

لمؤلفہ

میرے ساتھ باغ کو کل وہ رشک گل گیا	بس تمام دفتر درد و رنج دھل گیا

تقطیع میرسات فاعلان باغ کو فاعلن کل و رشک فاعلان گل گیا فاعلن لیٰ اک رکن مذال ہے اور ایک سالم۔
متدارک مثمن محذوف۔ فاعلن فاعلن فاعلن فع دو بار مثال اسکی یہ اشعار غزل مؤلف کے۔ ؎

اپنی صورت ذرا تم دکھا دو	میرے دل کی لگی کو بجھا دو
مر رہا ہون خبر لو مسیحا	اپنے مردے کو آکر جلا دو
اس کو جنت کی پروا ہی کیا ہے	جس کو تم اپنے کوچے مین جا دو
ان کے در پہ جو مین بیٹھتا ہون	تو یہ کہتے ہین اس کو اٹھا دو

تقطیع اپنی صو فاعلن رت ذرا فاعلن تم دکھا فاعلن دو فع + میر دل فاعلن کی لگی فاعلن کو بجا فاعلن دو فع۔ یہ وزن مضاعف بھی مستعمل ہے اور چوتھا رکن ہر مصرع کے حشو مین محذوف آتا ہے مثال اسکی یہ اشعار نوحے کے۔ ؎

جان دیتی ہوئی درد کے دکھ جو آنکھین کھولو ذرا منہ سے بولو	اپنی بیکس بہن کی خبر لو میرے ماجائے مظلوم بھائی
پیاس مین تمنے گردن کٹائی تمنے جنگل مین بستی بسائی	کربلا کی زمین تمکو بھائی میرے مان جائے مظلوم بھائی

تقطیع جان دے فاعلن تی ہ رو فاعلن رد کے دے فاعلن کو فع آ آک کو فاعلن لو ذرا فاعلن

ستم رس بو فاعلن لو فع ٭ اپن یے فاعلن کس ہین فاعلن کی خبر فاعلن لو فع میر ہا فاعلن جا لے کمظ فاعلن لوم ہا فاعلن اِئی فع ٭

متدارک مثمن مخبون

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن دو بار عین کے کسرے سے۔

ظفر

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا — ترا یون ہی مین وہ ستِ یگانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ بگانہ رہا — جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا
مرا سینہ و دل مرا جان و جگر — ترے تیر نگہ کا نشانہ رہا
رہی کثرت داغ بدولت غم — مرے پاس ہمیشہ خزانہ رہا
گیا موسم گردش ساغر مے — نہ وہ دور رہا نہ زمانہ رہا
رہین خانہ خرابیان جسکے لیے — وہ رقیب کا رونق خانہ رہا
ظفر اسکی تو زلف مین دل ہی مرا — مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

تقطیع۔ جمیع اجزا مخبون ہین۔ مرا دش فعلن مَن گر فعلن چ زما فعلن ن رہا فعلن ٭ ترا یو فعلن ہِ مَ دو فعلن س یگا فعلن ن رہا فعلن۔ یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے چنانچہ۔

مرزا صادق شرر

گئے وہ تون جہانکے کام سے ہم نہ اودھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے — نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

فعلن سولہ بار۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہ گلو مین گلو نکی ہی بو وہ رہی نہ عزیزو نمین لطف کی خو وہ رہی — نہ وہ آن رہی نہ اُمنگ رہی نہ وہ رندی و زہد کی جنگ رہی
نہ جبیون مین رنگ وفا وہ رہا کہین اور ہی کیا وہ آئین ہے — سو قبلہ نگاہ ہونکے رخ نہ رہے در دیر پہ نقش جبین نہ رہے

واجد علی شاہ اختر

دل و جان سے فدا تھا جو تجھپہ صنم گیا عشق مین وہ سوے ملک عدم — بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہوا

سلیمان خان اسد

ہوے دل سے جو عاشق زار ترے یہ سمجھ لے اُنھین کہ مرے تو جیے — جو مریض محبت عشق ہوے کہین اُنکو دوا و شفا سے غرض

فائدہ فعلن مکسور العین کی جگہ بعض رکن فعلن ساکن العین بھی جائز ہے جیسے۔

گویا

جو ہو بخدا کے بن مین گذار مرا کے کانٹو نسے جسم نزار مرا | گرد عضو ہر ایک فگار مرا تھین قیس برہنہ پا کی قسم

تقطیع گرد عض فعلن (بکسر عین) و ہر ے فعلن (بکسر عین) ک فگا فعلن (بکسر عین) ر مرا فعلن (بکسر عین) تھ قے فعلن (بکسر عین) اس برہ فعلن (بکسر عین) نا پا فعلن (بسکون عین) ک قسم فعلن (بکسر عین) اور اگر برہنہ پا کو اضافت کے ساتھ پڑھا جائے تو اگرچہ فعلن بکسر عین کے وزن پر ہو جائے گا مگر اضافت زائد ماننا پڑے گی اور یہ عیب ہے کیونکہ ایسی ترکیب کی دو حالتین ہوتی ہین ایک قول کے مطابق پہلا اسم صفت مقدم ہو اور دوسرا اسم موصوف مؤخر ہے اور ایسی صفت جو اپنے موصوف حقیقی پر مقدم ہو اس کا حرف آخر ساکن ہوتا ہے اور دوسرے قول کے مطابق پہلا اسم تمیز مقدم ہے اور دوسرا ممیز مؤخر اور اس صورت مین برہنہ پا کے معنے یہ ہونگے کہ برہنہ از روے پا جیسے بلند پایہ اور خوبرو اور بدشکل یعنی بلند از روے پایہ اور خوب از روے رو اور بد از روے شکل۔ اور ممیز و تمیز کے درمیان بھی کسرۂ اضافت نہین آتا پایہ کہ ایسی ترکیب قائم مقام اضافت لفظی کی ہو اور یہان کسرہ آخر مضاف کا دور ہو جاتا ہے بخلاف اضافت معنوی کے بہرصورت اسکی صاف مثال یہ ہے۔

لمؤلفہ

ہے چشمون سے ایسے لخت جگر ہوے دیکھ خجل جنھین لعل گہر | کیا مانے نے تب بھی نہ اس نے اثر قسب ہجر کی سوز و بکا کی قسم

تقطیع ہے چشم فعلن (بکسر عین) مو سے آئے فعلن (بکسر عین) سے لخ فعلن (بسکون عین) الی آخرہ۔

متدارک مثمن مقطوع فعلن فعلن فعلن فعلن دو بار عین کے سکون سے چونکہ قطع اواخر مصاریع سے مخصوص سمجھا گیا ہے اور اس جگہ تمام بیت مین ہوتا ہے لہذا اس کو مخبون مسکن بھی کہتے ہین یعنی فعلن مخبون مکسور العین کو ساکن العین کر لیا ہے۔ مثال۔

طالب

ہر دم کرتا ہون مین زاری ؎ | دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع ہر دم فعلن کرتا فعلن ہوتین فعلن زاری فعلن ؎ دیکھے فعلن بس بس فعلن تیری فعلن یاری فعلن ؎

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد

سن تو باتین موزون گر کی | ٹکڑے ٹکڑے ہے ہے ترکی

تنبیہ۔ یہ وزن متقارب مین بھی داخل ہو سکتا ہے اور وہان اسکو متقارب مثمن اثلم کہین گے

اسلیے کہ فعولن سے فعلن اثلم ہوکر آتا ہے پس دونون وزنون مین مابہ الامتیاز یہ ہے کہ متقارب مثمن اثلم مین فعْلُ اور فعولن اور فعول بھی جمع ہو سکتے ہین فعولن رکن سالم ہے اور فعْلُ اثرم ہے اور فعول مقبوض ہے اور متدارک مین نہ فعولن آسکتا ہے اور نہ فعْل واقع ہو سکتا ہے اور نہ فعول کیونکہ رکن سالم اسکا فاعلن ہوا اور رکن فاعلن کی کوئی فرع فعولن آتی ہی اور نہ فعول اور نہ فعولن میر کی مثنوی جوش عشق بحر متقارب مین ہے اور اُسکے بعض شعر پورے پورے وزن متدارک مثمن مقطوع مین تقطیع ہو سکتے ہین جیسے۔ ؎

دیکھ اُس رخ کی نور افشانی ؎ شمع مجلس پانی پانی
گل آشفتہ اُس کے رو کا ؎ سنبل اک زنجیری مو کا

متدارک مقطوع کو ہزج اخرم اور رمل مشعث کے مطابق بھی تقطیع کر سکتے ہین کیونکہ یہ دونون وزن مفعولن ہین جو دو فعلن کی برابر ہے پس جب متدارک مثمن مقطوع کو اخرم یا رمل مشعث کے مطابق تقطیع کرین گے تو ہر مصرع دو مفعولن اور ایک فعلن کے وزن پر ہوگا اور اس وزن کو ہزج مسدس اخرم محذوف یا رمل مسدس مشعث محذوف کہا جائے گا۔ حدائق البلاغۃ مین میر شمس الدین فقیر نے لکھا ہے کہ وزن متدارک مثمن مقطوع کا نام **صوت الناقوس** بھی ہے اور وجہ تسمیہ حضرت عبداللہ بن جعفر انصاری سے اس طرح منقول ہے کہ ایک سفر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ملک شام کو تشریف لیے جاتے تھے راہ مین ایک ترسا ناقوس بجا رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہے حقا حقا حقا حقا ؎ صدقا صدقا صدقا صدقا۔ اور یہی فعلن فعلن فعلن فعلن کا وزن ہے۔

یہ وزن مثمن مضاعف بھی مستعمل ہے اور بعض رکن کا مخبون اور بعض کا مخبون مسکن (مقطوع) لانا بھی ہو سکتا ہے۔

امانت

صیاد کے جب پھندے مین پھنسے مرنیکا بہانہ کیا جھنے ؎ ہمدم یہ پھڑکنے کی ہے جگہ ہم دام مین آکر دم سے چھٹے

تقطیع صیّا فعْلن (مخبون مسکن) دکے جب فعلن (مخبون) پھندے فعْلن (مخبون مسکن) مین پھنسے فعلن (مخبون) مرنے فعْلن (مخبون مسکن) کبہا فعلن (مخبون) نکیا فعلن (مخبون) جھنے فعْلن (مخبون مسکن) ہمدم فعْلن (مخبون مسکن) یہ پھڑک فعلن (مخبون) نے کی فعْلن (مخبون مسکن) ہ جگہ فعلن (مخبون) ہم دا فعْلن (مخبون مسکن) م آ کر فعلن (مخبون) کر دم فعْلن (مخبون مسکن) سے چھٹے فعلن (مخبون)۔

شیخ نبی بخش عاشق

جب لعنا گل کر خاک ہوے اور اڑ گیا بالکل نور نظر ؎ کو چلنا پھر نا سہو ہوا اور رکھ اٹھ ناچھول سے گئے

تقطیع جب اک غ فعلن (مخبون مسکن) ضا گل فعلن (مخبون مسکن) اکر خا فعلن (مخبون مسکن) اک ہوے فعلن (مخبون) اترا گر فعلن (مخبون مسکن) اگ گئے بل فعلن (مخبون) کل مُو فعلن (مخبون مسکن) ار نظر فعلن (مخبون) تو چل فعلن (مخبون مسکن) نا پر فعلن (مخبون مسکن) نا پیٹہ فعلن (مخبون مسکن) دہوا فعلن (مخبون) اترا فعلن (مخبون مسکن) ک لر فعلن (مخبون) نا بو فعلن (مخبون مسکن) ل گئے فعلن (مخبون)۔

متدارک مثمن مخبون مسکن محذوذ فعلن فعلن فعلن فع دوبار مثال۔

کیا کیسے کیسا کچھ تھا	القصّہ ایسا کچھ تھا

تقطیع کا کہ فعلن یسے کے فعلن سا کچ فعلن تا فع ؛ القص فعلن صا اے فعلن سا کچ فعلن تا فع
اس کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ بیت ذوق کی اسی وزن مین ہے۔

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان شدت ہے	پارہ پارہ دل ہے جس مین تودہ تودہ حسرت ہے

تقطیع قطرہ فعلن قطرہ فعلن آ آسو فعلن جسکی فعلن طوفا فعلن شدت فعلن ہے فع الخ۔
اور اس وزن کو اس طرح بھی مضاعف کرتے ہین کہ حشو مین بھی چوتھا رکن محذوذ ہوتا ہے۔

متدارک مسدس مخلع فاعلن فاعلن فعِل دوبار۔

الثنا

بس مرا سر نکھا ارے	دور ہو چل تخے پرے
سیر کا ہے مزہ ابھی ؛	کھیت ہین سب ہرے بھرے
تو ہی بتلا دے اے صنم	کوئی اب تجھسے کیا کرے
دیکھ الثنا مجھے بھلا	سانس ٹھنڈی نکیون بھرے

تقطیع۔بس مرا فاعلن سر نکا فاعلن ارے فعِل ؛ دور ہو فاعلن چل تخے فاعلن پرے فعِل۔

بحور مرکبہ کا بیان

(۸) بحر منسرح

منسرح بضم میم و سکون نون و فتح سین مہملہ و کسر راے مہملہ و سکون حاے حطی اسکے معنے آسان کیے ہوے کے ہین چونکہ یہ بحر آسان ہے اسلیے اسکا نام منسرح رکھا گیا اور مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ اس بحر کا نام اسلیے منسرح ہے کہ انسراح کے معنی کپڑے اتارنے کے ہین چونکہ اس بحر مین کبھی ایسا انحصار ہوتا

گر شعراے عرب دو ہی رکن مستفعلن مفعولاتُ کو ساری بیت اعتبار کر لیتے ہین اس نقصان کو کپڑے اتار سے تشبیہ دیکر اسکا نام منسرح رکھ لیا اور وزن اُسکا یہ ہے مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ بضم تا دو بار یہ بحر مزاحف مستعمل ہے نہ سالم اور شعراے عرب نے مسدس استعمال کیا ہے مگر شعراے فارسی و ریختہ مثمن استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین عروض و ضرب موقوف یا مکسوف یا مجدوع یا منحور آتے ہین اور اس مین چودہ زحاف واقع ہوتے ہین منجملہ انکے پانچ مستفعلن سے متعلق ہین طے - قبض - حذف - تسبیغ - رفع - اور نو مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین خبن - طے - اجتماع خبن و وقف - اجتماع خبن و کسف - اجتماع طے و کسف - اجتماع طے و وقف - رفع - جدع - نحر -

منسرح مثمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات دو بار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن کا اور بسبب وقف کے مفعولاتُ بضم تا سے مفعولات بسکون تا رہا اور بسبب طے کے اُس سے واؤ گر پڑی مفعلات مطوی موقوف ہوا اسکو فاعلات بسکون تا سے بدل لیا -

	نیاز	
دل مین ہم اپنے نیاز رکھتے ہین سو طرح راز		سوجھے ہے اُسکو یہ بھید جسکی نہو چشم کور

تقطیع دل مِ ہم اپ مفتعلن نے نیاز فاعلات رکھتِ ہ سو مفتعلن طرح راز فاعلات سوج ہ اُس مفتعلن کو یہ بید فاعلات جس ک نہو مفتعلن چشم کور فاعلات -

منسرح مطوی مکسوف مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار فاعلن مطوی مکسوف ہے اسلیے کہ مفعولاتُ مین سے بسبب طے کے واو گر پڑی اور بسبب کسف کے تے گر پڑی پس مفعلا رہا اس کو فاعلن سے بدل لیا مثال -

	ناصر جنگ	
یاس و غم و آرزو جمع یہ سب چیز ہے		بلبلِ بے تر احوصلہ دل بھی عجب چیز ہے

اس شعر مین چار رکن مطوی ہین اور چار مطوی مکسوف **تقطیع** - یاس غمو مفتعلن آرزو فاعلن جمع یہ سب مفتعلن چیز ہے فاعلن بلبلِ بے ترا مفتعلن حوصلہ فاعلن دل بِ عجب مفتعلن چیز ہے -

	محمد روشن جوشش	
یار کو قاصد مرے جا کے اگر دیکھنا کل جو اُسے دیکھ کر ہو گئے ہم تنجیر		میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا ہنسکے وہ کہنے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا

یہ بھی جائز ہے کہ حشو مین دوسرا رکن فاعلن (مطوی مکسوف) واقع ہو اور عروض و ضرب مین فاعلات

(مطوی موقوف) آئے جیسے

انشا

کسکو سُنا کر کہا آپنے ادبے لحاظ — ہو نٹھ ہی ملٹا لیے ہی یہ ٹھنی دلمین خبر
مجھسے نہ اتنے اجی ہوتے رہو بے لحاظ — اُسکو مجھے ابکے تم کہنے تو دو بے لحاظ

تقطیع کس ک سُنا مفتعلن کر کہا فاعلن (مطوی مکسوف) آپ ن او مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) مجس ن ات مفتعلن نے اجی فاعلن (مطوی مکسوف) ہوت رہو مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) دونون شعرون مین رکن مستفعلن مطوی یعنی مفتعلن آیا ہے اور رکن مفعولات عروض وضرب مین مطوی موقوف ہے اور حشو مین مطوی مکسوف ہے غرض کہ یہ بات جائز ہے کہ حشو مین یا عروض وضرب مین مطوی مکسوف فاعلن اسی طرح تینون جگہ مطوی موقوف فاعلات لائین اور انکو باہم جمع کرین۔

نیاز بریلوی

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور — جن وملک کے اُپر کر رکھا ہے اپنا زور

تقطیع خاک ک پُت مفتعلن لے ن دیک فاعلات کا مچا مفتعلن یاہ شور فاعلات جن ن ملک مفتعلن کے اُپر فاعلن کر رک ہے مفتعلن اپ ن زور فاعلات مصرع اول مین حشو مطوی موقوف یعنے فاعلات ہے اور مصرع ثانی مین حشو مطوی مکسوف یعنے فاعلن آیا ہے اور عروض وضرب مطوی موقوف ہے۔

نزاکت

کیون نہ مین قربان ہون جب وہ کیے ناز سے — ہمکو جفا کا ہی شوق اہل وفا کون ہے

یہان عروض وضرب مین بجاے فاعلات مطوی موقوف کے فاعلن مطوی مکسوف واقع ہی اور مصرع اول کے حشو مین بھی مطوی مکسوف ہی اور مصرع ثانی کے حشو مین مطوی موقوف ہی۔

سودا

سُنکے سپاہی یہ بات دلمین بہت خوش ہوا — لیک بظاہر یہ حرف تند ہو اُسنے کہا

حشو مین دونون مصرعون کے فاعلات مطوی موقوف ہی اور عروض وضرب مین فاعلن مطوی مکسوف ہے اس وزن مین اختلاف زحاف کا بھی جائز ہے مثلاً۔ ے

حال دل خستہ آہ مین نے جو اُن سے کہا — تو بولے یہ چپ ہی رہ سُننے کی طاقت کہان

مصرع اول اس وزن پر ہے مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے

مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلات مصرع اول میں مفتعلن مطوی اور فاعلات حشو مین مطوی موقوف ہے اور عروض مطوی مکسوف اور مصرع ثانی مین ابتدا مخبون اور ایک رکن حشو کا مطوی مکسوف اور ضرب مطوی موقوف ہی تقطیع حال دے مفتعلن خست آہ فاعلات ہین ج اُن مفتعلن سے کہا فاعلن ہٹ بول یئے مفاعلن چپ ہ رہ فاعلن سُن ن ک ٹا مفتعلن قت کہان فاعلات۔

منسرح مثمن مطوی منحور مفتعلن فاعلات مفتعلن فع دوبار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور نحر سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف اول و رالف کو گرا کر تا ے آخر کو ساکن کردین پس مفعولات سے لت منحور حاصل ہوا اسکو فع سے بدل لیا انشاء اللہ خان نے ایک غزل اس وزن مین لکھی ہے۔ ؎

کوئی نہین اُس پاس خوف نہین کچھ | ہوتے ہو کیون بچو اس خوف نہین کچھ
یہ نہین فتنے کا عطر جس سے کہ ڈر ہو | آتی ہی پھولون کی باس خوف نہین کچھ
کچھ یہ نہین چوکیدار جس سے جھجک ہو | ٹیلہ ہے اور اُسپہ گھاس خوف نہین کچھ
باندھیو انشا نہ دھیان آگ دھوین کا | پھولے ہوئی ہین پلاس خوف نہین کچھ

تقطیع۔ کوئی نہی مفتعلن اُس پاس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچ فع ؛ ہوت ہ کو مفتعلن بے حواس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچ فع۔

غالب

آکہ مری جان کو قرار نہین ہے | طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے | نشہ باندازۂ خمار نہین ہے
تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہی غالب | تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

تقطیع آک مری مفتعلن جان کو ق فاعلات رار نہی مفتعلن ہے فع + طاقت بے مفتعلن داد انت فاعلات ظار نہی مفتعلن ہے فع۔

منسرح مثمن مطوی مجدوع مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع دوبار۔ جدع اُسے کہتے ہین کہ مفعولات کے دو سبب خفیف کو ساقط کرکے وتد مفروق کے متحرک آخر کو ساکن کردین اس صورت مین مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع رہتا ہے اس کو فاع سے بدل لیتے ہین۔ انشا کے چارون شعرون مین عروض و ضرب منحور ہے اسلیے کہ ہاے مخلوط التلفظ خواہ شعر کے آخر مین واقع ہو یا درمیان مین تلفظ مین نہین آتی اور تقطیع مین بھی ساقط کردیجاتی ہے مثال اسکی یہ ہے۔ ؎

منھ تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ مول | یہ بھی ہوا لون تیل لے ہے جسے تول

تقطیع ۔ مونھ تُک اپ مفتعلن نے کُ دیک فاعلات لے وگ بے مفتعلن مول فاع ؛ یے ب ہوا مفتعلن لون تیل فاعلات لے ہے جسے مفتعلن تول فاع ؛ ان دونون وزنون مین حشو مطوی مکسوف یعنی فاعلن بھی درست ہے مثلاً ۔ ؎

شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سے ہی شوق | آپ انھین خلق مین شہرے سے ہی ذوق

تقطیع ۔ شعرتُ بے مفتعلن ربط پوچ فاعلات کہن سِ ہے مفتعلن شوق فاع ؛ آپ انے مفتعلن خلق مے فاعلن شہرس ہے مفتعلن ذوق فاع ۔

عروض وضرب مین منحور و مجدوع کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے ۔ ؎

کان ہین اُسکے زبس نالون سے مملو | حال دل زار کب کرتا ہے مسموع

تقطیع ۔ کان ہ اُس مفتعلن کے زبس فاعلن نال سِ مم مفتعلن لو فع ؛ حال دلے مفتعلن زار کب فاعلن کرت ہ مس مفتعلن موع فاع ؛ مفتعلن مطوی اور فاعلن مطوی مکسوف اور فاع مجدوع اور فع منحور ہے ۔

منسرح مسدس مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مثال ۔ ؎

نالۂ دل نارسا ہے یار تلک | اپنی پہونچ کب ہے گلعذار تلک

تقطیع نالۂ دل مفتعلن نارسا ہ فاعلات یار تلک مفتعلن ؛ اپن پہونچ مفتعلن کب ہ گلع فاعلات ذار تلک مفتعلن اس بیت مین سب اجزا مطوی ہین ۔

منسرح مسدس مطوی مقطوع مفتعلن فاعلات مفعولن دوبار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور مفعولن مقطوع ہی یعنے مستفعلن سے بسبب قطع کے حرف آخر وتد مجموع یعنی نون گر کر اُسکا ماقبل یعنی لام ساکن ہوگیا تو مستفعلن مقطوع رہ گیا اسکو مفعولن سے بدل لیا مثال اسکی ۔ ؎

آنکھون مین مے کا خمار ابتک ہے | سچ کہین ہم کو تو آپ پر شک ہے

تقطیع آنکھُ مِ مے مفتعلن کا خمار فاعلات ابتک ہے مفعولن ؛ سچ کہہ ہم مفتعلن کو ت آپ فاعلات پر شک ہے مفعولن عروض و ضرب مقطوع ہے اور باقی مطوی اور یہ دونون وزن شعراے فارس و ریختہ مین کم مستعمل ہین ۔

(۹) بحر مقتضب

مقتضب بضم میم و سکون قاف و فتح تاے فوقانی و فتح ضاد معجمہ و سکون باے موحدہ اسکے

معنے ایک چیز سے نکلا ہوا اور کاٹا ہوا ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے نکالی اور کاٹی ہے یعنی اُس بحر کا عکس ہے اسلیے اسکا نام مقتضب رکھا گیا وزن اسکا یہ ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار یہ بحر کلام عرب مین مجزو مستعمل ہے یعنے آخر کا جز اُس سے گرا کر استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف آتے ہین خبن۔ طے۔ قطع۔ صلم۔ وقف۔ کسف۔ جدع۔ پس ان مین سے خبن اور طے اور وقف اور کسف اور جدع اور صلم رکن مفعولات سے علاقہ رکھتے ہین اور قطع واذالہ مستفعلن سے تعلق رکھتے ہین۔ اس بحر مین مفعولات کے واو اور ف مین مراقبہ ہے یعنی معًا دونون کا گرانا یا ثابت رکھنا جائز نہین اگر ف ساقط کی جائے تو واو ثابت رکھینگے اور اگر واو ساقط کیجاے تو ف ثابت رہے گی شعراے قدیم نے اس بحر کے ایک دو وزن مثمن اور مسدس مین طبع آزمائی کی ہے مگر وہ شعر ثقیل ہونے کے سبب سے پسند طبائع نہوئے نازک خیالان عرب وفارس نے اکثر اس بحر کو مربع استعمال کیا ہے اور خیال بندان ریختہ نے اس وزن کو مثمن بھی پسند فرمایا ہے۔

مقتضب مثمن سالم صفی کہتا ہے۔

ان بالون مین اب کیون نہین ہوتا شانہ کیا ہی صنم	تیرے گیسو اُلجھے مرا دل آشفتہ ہوا ای صنم

تقطیع ان بالوم مفعولاتُ اب کو نہی مستفعلن ہوتا شان مفعولاتُ کا ہی صنم مستفعلن تیرے گیسُو مفعولاتُ اُلجھے مرا مستفعلن دل آشفت مفعولات ہوا اے صنم مستفعلن۔

مقتضب مثمن مطوی فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مفعولات سے فاعلات مطوی ہے اسلیے کہ مفعولات مین طے اس طرح واقع ہوتا ہے کہ سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کو دُور کردیتے ہین اور مفعولاتُ فاعلات سے بدل لیتے ہین اور مفتعلن مستفعلن سے مطوی ہوکر آیا ہے کیونکہ مستفعلن مین طے سے یہ مُراد ہے کہ دوسرے سبب خفیف کے ساکن کو گرادین اور مستعلن کو مفتعلن سے بدل لیتے ہین مثال۔

سحر

تجھ بغیر رشک پری کب خوش آئی سیر چمن	گل ہو خار دل کو مرے دیتے ہین زیادہ الم

تقطیع تج بغیر فاعلات رشک پری مفتعلن کب خشآی فاعلات سیر چمن مفتعلن ۱۲ گل ہُ خار فاعلات دِل کُ مرے مفتعلن دیتِ ہین زِ فاعلات یا د الم مفتعلن ۱۲ اور یہ بیت بھی اسی وزن مین ہے۔

یار بے وفا سے ہین کب اُمید وصل ہی حَیِ	شوخ دلربا سے ہین کب اُمید وصل ہی حَیِ

اس میں بھی جمیع اجزا مطوی ہیں۔ **تقطیع** یا ربے و فاعلات فاس ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن ؛ شوخ دل رفاعلات باس ہے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن۔

مقتضب مثمن مطوی مقطوع فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن دوبار فاعلات مطوی ہے مفعولات سے اور مفعولن مقطوع ہے مستفعلن سے مثال۔

غالب

کارگاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقاں ہے

غنچے رنج بے تابی کس طرح اٹھایا جائے
داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدنداں ہے

تقطیع کارگاہ فاعلات ہستی مے مفعولن لال داغ فاعلات ساما ہے مفعولن ؛ برق خرم فاعلات نے راحت مفعولن خون گرم فاعلات دہقا ہے مفعولن ؛ یاد رکھو کہ یہ بحر بحر ہزج مثمن اشتر سے مل جاتی ہے۔ اسلیے کہ بحر ہزج مثمن اشتر کا یہ وزن ہے فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دوبار مثلاً شعر مذکورہ صدر کو بحر ہزج مثمن اشتر میں یوں تقطیع کر سکتے ہیں **تقطیع**۔ کارگا فاعلن ہ ہستی مے مفاعیلن لال دا فاعلن غ ساما ہے مفاعیلن برق خر فاعلن منے راحت مفاعلن خون گر فاعلن م دہقا ہے مفاعیلن مگر خیال رہے کہ مقتضب مثمن مطوی مقطوع میں کبھی مستفعلن مطوی ہو کر یعنے مفتعلن بن کر اور کبھی سالم بھی آ جاتا ہے اور یہی بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مطوی مقطوع میں باعث تمیز ہے چنانچہ دریائے لطافت میں مرزا قتیل کے کلام سے اور زر کامل العیار میں منشی مظفر علی اسیر کے قول سے یہی بات پیدا ہوتی ہے مثلاً اس شعر میں مہری شیرازی کے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ ؎

در فراق او مہری فرض کن کہ شبہا را
میتوان بروز آورد روز را کسے چہ کند

تقطیع اسکی یہ ہے در فراق فاعلات او مہری مفعولن فرض کن ک فاعلات شبہا را مفعولن ؛ میتوا فاعلات روز اورد مفعولان روز را ک فاعلات سے چ کند مفتعلن ؛ پس اگر ہم اس بحر کو ہزج مثمن اشتر میں کہیں اور پچھلے مصرع کی یوں تقطیع کریں **تقطیع** میتوا فاعلن بروز اورد مفاعیلان روز را فاعلن کسے چکند مفاعلتن ؛ تو ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ مفاعیلن کی فرع مفاعلتن کہاں آئی ہے بلکہ مفاعلتن کی فرع بحر وافر میں مفاعیلن آئی ہے پس فرق درمیان بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع کے ظاہر ہو گیا اس مقام پر ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراض خان آرزو نے شیخ علی حزین کے چند اشعار پر باعتبار بحر ہزج مثمن اشتر کے کیا ہے اور مولوی امام بخش صہبائی نے قول فیصل میں اُس کا جواب دیا ہے ذکر کریں کیونکہ یہ بات فائدے سے خالی نہیں شیخ کے اشعار یہ ہیں۔ ؎

شب کہ باہزار افغان در فراق یوسف خویش — داشتم بسینہ دلے رشک پیر کنعانے
غیر تم صلا زد و گفت داشتے بزن بجہان — تا یکے فرو ماندہ در طلسم حیرانے
فکر زاد راہ طلب رسم رہ نوردان نیست — بس بود شکستہ دلی بادرست پیمانے
زین سروش فرخندہ ہوش در سماع آمد — آن زشوق جانان شد پاے تا بسر جانے
از ادب بجاے قدم دیدہ قطرہ زن کردم — ناگہان بہ پیش آمد سہمگین بیابانے

خان آرزو نے سب اشعار کو بروزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن بحر ہزج مثمن اشتر مین قرار دے کر شیخ کی غلطی نکالی ہے اور کہتے ہین کہ پہلے مصرع مین (یوسف خویش) کی فے اور دوسرے مصرع مین (بسینہ دلے) کی اور تیسرے مصرع مین (زد و گفت) کی اور چوتھے مصرع مین (شکستہ دلی) کی دال اور تیسرے مصرع مین (بجہان) کی جیم اور پانچوین مصرع مین (راہ طلب) کی طوے اور نوین مصرع مین (بجاے قدم) کا قاف ساکن ہون اور تیسرے مصرع مین (گفت) کی تے ساقط کی جاے جب یہ وزن درست ہو مولوی صہبائی کہتے ہین کہ ان اشعار کو بحر ہزج مثمن اشتر مین شمار کرنا بڑی غلطی ہے یہ ساری غزل بحر مقتضب مین ہے اور بحر مقتضب کے اصلی ارکان یہین مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار ان اشعار مین مفعولات مطوی ہو کر ہر جگہ فاعلات آیا ہے اور مستفعلن بعض مقام پر مطوی ہو کر مفتعلن ہے اور بعض جا مطوی مسبغ مفتعلان اور بعض جا مقطوع ہو کر مفعولن اور بعض جا مقطوع مسبغ ہو کر مفعولان آیا ہے اور یہ بات تمام عروضیون کے نزدیک جائز ہے اور تقطیع یون ہے **تقطیع** ۔ شب کہ باہ فاعلات زار فغا مفعولن در فراق فاعلات یوسف خویش مفتعلان ٭ داشتم ب فاعلات سین دلے مفتعلن رشک پیر فاعلات کنعانی مفعولن ٭ غیر تم ص فاعلات لازد گفت مفتعلان داشتے ب فاعلات زن بجہان ۔ مفتعلان ٭ تا یکے ف فاعلات رو ماندہ مفعولن در طلسم فاعلات حیرانے مفعولن ٭ فکر زاد فاعلات راہ طلب مفتعلن رسم رہ ن فاعلات وردانیست مفعولان ٭ بس بود ش فاعلات کستہ دلی مفتعلن بادرست فاعلات پیمانی مفعولن علی ہذا القیاس اور شعرون کی بھی تقطیع ہوتی ہے یہان سے ثابت ہے کہ ملبۃ الاشتباہ بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین مفتعلن مطوی و مفتعلان مطوی مسبغ وغیرہ کا آجانا ہے ورنہ بحر ہزج مین وہان پر مفاعلتن لانا پڑے گا حالانکہ مفاعلتن بحر ہزج کی فروع مین سے ہے ہی نہین ۔

(۱۰) بحر مضارع

مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار جاننا چاہیے کہ مضارع بضم میم و فتح ضاد معجمہ و کسر راے مہملہ

وسکون عین مہملہ کے معنے مشابہ کے ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے اور بقول بعض بحر ہزج سے مشابہ ہے
اس لیے اسکا نام مضارع ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے یہ بحر سالم مستعمل نہین مزاحف مستعمل ہے
اور اس بحر کو جب مجزو یعنے مسدس کرتے ہین تو فاع لاتن گراتے ہین نہ مفاعیلن کو جیسا کہ مثمن سے مسدس
کرتے وقت معلوم ہوگا اور اس بحر کے رکن مفاعیلن مین یا اور نون مین مراقبہ ہے یعنی دونون کا ساقط
کرنا یا ثابت رکھنا جائز نہین اور اسکے زحاف سات ہین کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر حذف۔ قبض تسبیغ
بعض رسالون مین تین زحاف سلخ اور طمس اور تخنیق اور بھی لکھے ہین اس صورت مین بحر مضارع
کے زحاف دس ہوے مخفی نرہے کہ سلخ بفتح سین مہملہ وسکون لام وخاے معجمہ لغت مین پوست
کھینچنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین مراد ہے فاع لاتن مین دو سبب خفیف کے حذف کرنے
اور عین کے ساکن کرنے سے پس فاع عین موقوف سے باقی رہے گا اور بعض
فاع کو مجبوب موقوف کہتے ہین کیونکہ جب یہ ہے کہ دو سبب خفیف جو رکن کے
آخر مین ہون گرا دیے جائین پس جب کے بعد فاع بکسر عین رہے گا اور وقف
سے مراد حرف آخر وتد مفروق کا ساکن کرنا ہے اس صورت مین فاع سکون
عین سے باقی رہا اور طمس بفتح اول وسکون میم ونون بمعنے ناپدید کرنا اور موندنا
اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ فاع لاتن سے دو سبب خفیف کو مع عین کے
گرا دین اس صورت مین فاع سہارہا اسکو فع سے بدل دیتے ہین یہی بحر مین
فع مطموس ہے اور بحر ہزج مین ابتر ہے اور بعض اس کو مجبوب مکشوف کہتے ہین کیونکہ زحاف جب
کی وجہ سے فاع لاتن فاع رہجاتا ہے اور کشف عبارت ہے اس سے کہ وتد مفروق کا حرف آخر
ساقط کر دیا جائے اس صورت مین فا رہ جائے گا جسے فع سے بدل لینگے اور تخنیق بفتح تاے فوقانی
وسکون خاے معجمہ وکسر نون وسکون یاے تحتانی وقاف موقوف لغت مین گلا گھونٹنے کے معنے مین
ہے اور اصطلاح مین خرم کا قائم مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ مفاعیلن کے وتد مجموع کے حرف اول کو
گرا دینا پس مفاعیلن سے فاعیلن بچتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین اشعار عرب مین خرم ابتداے شعر
کے سوا نہین آتا اور شعراے فارس نے جمیع اجزاے بیت مین اسکا لانا جائز رکھا ہے جو کہ مفعولن مفاعیلن
سے مشتق ہے اسلیے اگر شروع مین ہو تو اخرم کہینگے اور باقی اجزاے بیت مین مخنق بولا جاتا ہے
مگر متاخرین اس تفریق کی پابندی کم کرتے ہین اور یہ لفظ خاے معجمہ اور نون مشدد مفتوح کے
ساتھ ہے حدائق العجم وغیرہ سے اسی طرح ثابت ہے لیکن شرح خزرجیہ مین علامۂ نقشبند کے

کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ لفظ حائے حطی اور بائے موحدہ سے ہے اور مشتق سبب سے تجبیق سے جو جمع کرنے کے معنے مین ہے۔ بہر صورت کف۔ قصر۔ سلخ۔ طمس۔ حذف۔ فاع لاتن سے علاقہ رکھتے ہین اور کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر۔ جب۔ زلل۔ تخنیق۔ قبض۔ تسبیغ رکن مفاعیلن سے تعلق رکھتے ہین۔

مضارع مثمن اخرب مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن دوبار خرب کہتے ہین اجتماع خبن وکف کو یعنی رکن کے حرف اول اور حرف ہفتم کا گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل بضم لام اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔

راجہ بہادر

یہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہونچے — ہم اُن تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

تقطیع یہ زخم دل ہمارے مفعول فاع لاتن مرہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن + ہم اُن تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن وہ ہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن رکن مفاعیل اخرب ہے اور فاع لاتن سالم آیا ہے۔

انشا

صاحب کے ہر زدہین سے ہر ایک کو گلہ ہے — مین جو نباہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے
دین گالیان ہزارون سُن مطلع اس غزل کا — کہنے لگا کہ انشا اس کا یہی صلہ ہے

محشر

دل کا پتہ نپایا زلفون کو کھول دیکھا — گیسو کو ڈھونڈھ مارا طرہ ٹٹول دیکھا

المؤلفہ

اُلجھے ہوے دلون مین دیتے ہین اور گرہین — کاکل کو تاب دیکر سنبل سے بال والے
ہر گام پر دکھا کر ناز وادا سے جلوہ — دل چھین لے چلے ہین غنج و دلال والے
اشعار کا سُنانا نادان کو ہے حماقت — رمز سخن کو سمجھین نازک خیال والے

عروض وضرب مسبغ یعنے بجائے فاع لاتن فاع لیان بھی آسکتا ہے خواہ ایک مین فاع لاتن اور دوسرے مین فاع لیان ہو مثال۔

میر

رہیے بغیر تیرے اے رشک ماہ تاچند — آنکھون مین یون ہماری عالم سیاہ تاچند

عروض و ضرب مسبغ ہین۔

ولہ

خط سے جو ہے گرفتہ وہ مہ نہین نکلتا
مانند چشم اخرہم دیکھین راہ تا چند

عروض مین فاع لاتن اور ضرب مین فاع لیان ہے۔

میر

شرم و حیا کہان کی ہر بات پر ہے شمشیر
اب تو بہت وہ ہمسے بیباک ہو گیا ہے
زیر فلک بھلا تو روے ہے آپ کو میر
کس کس طرح کا عالم یان خاک ہو گیا ہے

ولہ

یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع
یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا

تینون شعرون کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔

سودا

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر
دانا دلان ہی عقل تیری اوندھا ہی تو جہم ہے

میر حسن

مین حال کیون ہون تم شکوہ جو ہو دادا
لکھتا ہون مین کہانی سنتے ہو تم کدھر کی
جون آئنہ سراپا کس کا ہون محو دیدار
نے پاؤن کی خبر ہے مجھکو نہ اپنے سر کی

حشو مین بھی فاعلیان آتا ہے مثال بحر۔

کیا جانے زاہد پیر ہے درد سے بھی کسیر
ادنی سی ہے یہ تاثیر عود شباب ہو گا

مضارع مثمن اخرب محذوف مفعول فاع لاتن مفعول فاع لن دو بار فاع لن محذوف ہے فاع لاتن سے۔ ـــہ

رکھتا نہین ہی مطلق تاب عتاب دل
پہلو مین ہو گیا ہے مثل کباب دل

تقطیع رکھتا ن مفعول ہی د مطلق فاع لاتن تاب ع مفعول تاب دل فاع لن پہلوم مفعول ہو گیا ہے فاع لاتن مثلے ک مفعول باب دل فاع لن۔

مضارع مثمن مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار بسبب کف کے مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف حاصل ہوا اور بسبب کف کے فاع لاتن سے فاع لات بغیر تا مکفوف رہا اور بسبب قصر کے فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا رہا اسکی جگہ فاع لان رکھدیا مثال ـــہ

ارے دل کہا تو مان تن زلف دوتا کو چھیڑ
خبردار کیا کرے ہے نہ کالی بلا کو چھیڑ

تقطیع ارے دل ک مفاعیل ہا تُ مان فاع لات نہ زلفِ دُ مفاعیل تاک چھیڑ فاع لان ٭ خبردار مفاعیل کا کرے ہ فاع لات نہ کالی ب مفاعیل لا کُ چھیڑ فاع لان یہاں پر مفاعیلن کی فرع مفاعیل مکفوف اور فاع لاتن منفصل کی فرع لات مکفوف اور اسی کی فرع فاع لان مقصور ہے اور اگر حشو مین بجائے فالات کے فاع لن آجائے تو بھی جائز ہے مثال ۔

ہو مواج جبکہ دل مین غم کا شطِ سیاہ
ہو پھر کیون نہ اُس مین دُلکی شناور لطِ سیاہ

تقطیع ۔ ہ مُوواج مفاعیل جبک دل فاع لن م غم کا ش مفاعیل طے سیاہ فاع لان ہُ پھر کیون مفاعیل اُس م دل کِ فاع لاتُ شناورب مفاعیل طے سیاہ فاع لان ۔ اور عروض و ضرب مین بھی فاع لن درست ہے مثال ۔

مرے استخوان پارہ اخگر سمجھ کے کھا
کہین جل نہ جائے اُنسے یہ تیرا دہان ہما

تقطیع مرے است مفاعیل خان پار فاع لات / اخگر س مفاعیل جھ ک کا فاع لن کہی جل نَ مفاعیل جاے ان س فاع لات یِ تیراد مفاعیل ہا ہما فاع لن ۔

ایضاً

رہی سیر جب مقابلہ چرخ پیر تھا
کہ گردون ہدف تھا اور مرا نالہ تیر تھا

مضارع مثمن اخرب مکفوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لاتن دوبار بسبب خرب کے مفاعیلن سے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم نون گر کر فاع لاتن سے فاع لات اور مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف باقی رہا مثال ۔

اے عشق تجھکو میرے ستانے سے فائدہ کیا
جب دل ہی جل چکا ہو جلانے سے فائدہ کیا

تقطیع اے عشق مفعول تجھکو میر فاع لات ستانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن جب دل ہ مفعول جل چکا ہ فاع لات جلانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن ٭

دیگر

سینے پہ داغ آئینہ کے اس سبب آئے
پرچھائین پڑگئی یہ کسی رشک ماہ کی ہے

تقطیع سینے پ مفعول داغ آای فاع لات ن کے اس سَ مفاعیل بَ بَ س آئے فاع لاتن پر چھا مفعول پڑگئی ی فاع لات کسی رشک مفاعیل ماہ کی ہے فاع لاتن ٭
مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان دو دو بار مثال ۔

مکرم الدولہ غالب

تنہا ہی لوٹتے ہین یہ ساری بہار آپ		رہتے ہین آئینہ سے ہمیشہ دوچار آپ

تقطیع رہتے ہ مفعول آئینے س فاع لات ہمیشہ دُ مفاعیل چار آپ فاع لان ؎ تنہا ہ مفعول لوٹتے ہ فاع لات یہ ساری ب مفاعیل ہار آپ فاع لان۔

مؤلفہ

اسکو خم شراب کے تو نہ نشین ہین داب		ساقی یہ لاش مست کی ہے مستدزمین میں داب

ایک مصرع کے حشو مین بجاے فاع لات مکفوف کے فاع لاتن سالم اور بجاے مفاعیل مکفوف کے مفعول اخرب لائین اور دوسرا مصرع وزن سابق پر ہو تو جائز ہے جیسا کہ منیر کے شعر مین۔

رکھتے ہین چشم ناخن سے انتظار ہاتھ		ہو حکم تو گرہ دل اعدا کی کھولدین

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول فاع لات مفاعیل فع لن اور دوسرا اس وزن پر مفعول فاع لاتن مفعول فاع لان۔ تقطیع۔ ہو حکم مفعول تو گرہ دفاع لات ل اعدا ک ل مفاعیل کولدے فاع لن ؎ رکھتے ہ مفعول یہ چشم ناخن فاع لاتن سے انت مفعول ظار ہات فاع لان ؎

انشاء اللہ خان

کیا کام ہمکو سجدۂ دیر و حرم کے ساتھ	مستونکا سر جھکے ہے صراحی کے خم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان	مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
وحشی تری نگہ کا بیابان کعبہ دیکھ	پھرنے لگا ہے شلنگ غزال حرم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان	مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
کم قوت ایسے ہم نہین اوقات اپنی یار	پنجہ ہی کرتے گذرتے ہے شیر اجم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان	مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن در بار مثال۔

سودا

کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا		آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا

تقطیع۔ آدم ک مفعول جسم جبک فاع لات عناصر س مفاعیل مل بنا فاع لن ؎ کچھ آگ مفعول

رہ گئی ت فاع لات س عاشق ک مفاعیل دل بنا فاع لن۔

مناصاحب

جسم صنم تو ناز و نزاکت سے مل بنا — پر یہ بڑا غضب ہے کہ پتھر کا دل بنا

حسرت

نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہ ہو — پیراہن حباب پھٹے تو رفو نہ ہو

لمؤلفہ

قاتل نے جبکہ تن سے مرے سر جدا کیا — اتنا کوئی نہ بولا کہ ظالم یہ کیا کیا
ہرگز نہ آگ سینۂ پرسوز کی بجھی — گو سیل اشک آنکھون سے میری بہا کیا
کیا مال تھا جو دل اُسے تجھی نے دے سکا — ناچیز چیز کے لیے ناحق خفا کیا

تمام شعرون مین صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف ہے اور حشو مکفوف عروض فاع لن محذوف اور ضرب فاع لان مقصور اور بالعکس بھی درست ہے اول کی مثال جان صاحب طوماس کہتا ہے۔ ؎

سودا ہی زلف یوسف ثانی کا اسقدر — روتے ہین ہم کھڑے سر بازار زار زار

عروض فاع لن محذوف ہے اور ضرب فاع لان مقصور ہے بالعکس کی مثال سلیمان خان اسد کہتا ہے۔ ؎

کیا کیا نہ ذلتین ہوئین اس عشق مین نصیب — عزت گئی وقار گیا مال و زر گیا

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے مفعول اخرب ہی اور اسی سے مفاعیل مکفوف ہے اور فاع لاتن سالم مثال۔

شکوہ ہے کسی کا نہ ہمکو ابدل — دے بیٹھے جان ابتو اسکو دے دل

تقطیع شکوہ ہ مفعول کسی کا ن مفاعیل ہمکو ا ے دل فاع لاتن ہ دے بیٹھ مفعول ے جا ن مفاعیل اس کو دے دل فاع لاتن یہان پر ایک رکن فاع لاتن اصل مثمن سے حشو مین کم کر دیا ہے۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر بطور دیگر۔ مفعول فاع لات مفاعیلن دوبار مثال ؎

پردہ اُٹھا جو اُس رخ روشن سے — دن کا گمان ہے سارے زمانے کو

تقطیع۔ پردہ اُ مفعول ٹھا ج اُس ر فاع لات خ روشن سے مفاعیلن دن کا گ مفعول

ماہ سار فاع لاتُ زمانے کو مفاعیلن + ؎

شیشے مین ہم پری کو اُتارین گے	چڑھ جائینگے کبھی تو وہ قابو مین

تقطیع شیشے مِ مفعول ہم پری ک فاع لات اُتارینگے مفاعیلن + چڑھ جا ر مفعول گے کبھی تُ فاع لات و قابو ے مفاعیلن ۔ آخر مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان بھی آسکتا ہے جیسے ؎

سُنتا ہون محتسب نے کیا ہے فرق	مے خانہ میکشان بلا نوشو

تقطیع سُنتا ہُ مفعول محتسب نِ فاع لاتُ کیا ہے فرق مفاعیلان + مے خان مفعول مے کشان فاع لات بلا نوشو مفاعیلن ۔

اسی مثال مین کہے یہ بیت بھی ؎

چھوٹے بڑے یہ کچھ ہے نہین موقوف	مے کش ہون مجھکو جام دے یا خم دے

تقطیع چھوٹے ب مفعول ڑے یہ کچھ ہ فاعلات نہی موقوف مفاعیلان + مے کش ہُ فاعلات مجکُ جام فاعلاتُ دیا خم دے مفاعیلن ۔ یہان مفعول اخرب ہے اور فاع لات مکفوف اور مفاعیلن سالم اور مفاعیلان مسبغ اور پہلے بیان کردیا گیا ہے کہ اس بحر کا جب کوئی جز گرائین گے تو فاعلاتن ہی گرائین گے نہ مفاعیلن ۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفعول اخرب ہے مفاعیل مکفوف اور فاع لان مقصور اور عروض و ضرب مین محذوف و مقصور کا جمع کرنا بھی جائز ہے یعنے عروض مین فاع لن اور ضرب مین فاع لان لانا ممکن ہی مثال ؎

کیون چاک گریبان گل نہ ہو	ہے تنگ قبائے شکست رنگ

تقطیع کو چاک مفعول گریبان مفاعیل گل نہو فاع لن ہے تنگ مفعول قبا ا ے ش مفاعیل کست رنگ فاع لان صدر و ابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض محذوف اور ضرب مقصور ہے ۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لاتُ فعولن دو بار ۔ مثال ؎

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر	تو چکیان چلین مرے سر پر

تقطیع تا صبح مفعول نیند آئی فاع لات ن دم بر فعولن + تو چک ک مفعول ین یا چلی م فاع لات رسر پر مفعولن ۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل دوبار ۔ ؎

بہتے ہین اشک چشم جگر بار بار ہر بار چشم سے نگرے اشک دل چھوڑکر کے جاتا نہ ہر بار		دل کھینچتا ہے آہ شرر بار برسے نہین ہے ابر گہر بار ہوتا نہ بزم یار مین گر بار	

(۱۱) بحر مجتث

مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اجتثاث لغت مین بمعنی جڑسے اُکھاڑنے کے ہے چونکہ اس بحر کے مسدس کو بحر خفیف سے نکالا ہے اسلیے مجتث بضم میم وسکون جیم وفتح تاے فوقانی وسکون ثاے مثلث نام رکھا ہے گویا بحر مجتث بحر خفیف ہے کہ جڑسے اُکھاڑی ہوئی ہے پس مجتث مثمن مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہے اور مجتث مسدس مین مس تفع لن مقدم ہے دو فاعلاتن پر اور بحر خفیف مین مس تفع لن فاعلاتن کے بیچ مین ہے گویا بحر خفیف کے مس تفع لن کو بیچ مین سے اُکھاڑکر اور اول مین رکھکر مجتث مسدس کو حاصل کرلیا ہے یہان سے معلوم ہوا کہ مجتث اصل مین مسدس کا نام ہے لیکن مثمن کو مجازاً کہتے ہین اور اس بحر کو شعراے عرب مسدس اور مربع استعمال کرتے ہین اور فصحاے عجم مثمن کے سوا نہین لاتے پوشیدہ نرہے کہ اس بحر مین رکن مس تفع لن منفصل کی سین اور نون مین معاقبہ ہے یعنی معًا گرانا دونون کا جائز نہین اور اس بحر مین زحاف طے نہ آسکے گا اسلیے کہ طے اُسے کہتے ہین کہ دو سبب سے کہ رُکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہوے ہون چوتھا ساکن گرادیا جائے اور اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے جس مین دو سبب خفیف کے درمیان ایک وتد مفروق ہے اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین خبن۔ قصر۔ حذف۔ کف۔ ربع جحف۔ تسبیغ۔ تشعیث۔ تسکل ان مین سے مس تفع لن کا ایک زحاف خبن ہے باقی سب زحاف فاعلاتن کے ہین اور قطع اگر اس بحر مین آئیگا تو فاعلاتن مین آے گا نہ مس تفع لن مین۔

مجتث مثمن مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار مس تفع لن بسبب خبن کے مفاعلن رہا اور فاعلاتن بسبب خبن کے فعلاتن ہوگیا۔ مثال۔

	رند	
موافقت مین عناصر کی گر نفاق نہوتا		فراق روح کا قالب سے اتفاق نہوتا

تقطیع موافقت مفاعلن م عناصر فعلاتن ک گر نفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ۲ فراق رو مفاعلن ح کا قالب فعلاتن س اِت تفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ۲

مرزا غالب

تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو دلا یہ درد والم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر	حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

تمام اجزا مخبون ہیں اور فعلاتن کی جگہ مفعولن بھی آسکتا ہے اسکو سکتہ کہتے ہیں۔ مثال ۔ ؎

تو ایک عمر سے بےچین و بیقرار پڑا تھا	سبب ہے کیا اب یہ دل جو اضطراب نہیں ہے

تقطیع ت ایک عم مفاعلن رس بے چ فعلاتن ن بے قرار مفاعلن ر پڑا تا فعلاتن ۱۰ سبب ہ کا مفاعلن اب ا یہ دل مفعولن ج اضطرا مفاعلن ب نہی ہے فعلاتن۔

مجتث مثمن مخبون مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان دوبار (فعلان بحرکت عین ہے)

ظفر

لگا نہ خط سے رخ شوخ پر عتاب کو عیب اگر شراب کی موجیں نہیں سراب میں سانپ	دگر نہ لگتا گہن سے ہے آفتاب کو عیب خط شعاع سے لہرائیں آفتاب میں سانپ

تقطیع لگا نہ خط مفاعلن س رخے شو فعلاتن خ پر عتا مفاعلن ب ک عیب فعلان عین متحرک ہے اسکے عروض و ضرب مخبون مقصور ہے اور باقی مخبون۔

مجتث مثمن مخبون محذوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن عین کے کسرے سے دوبار۔

عالی

صریح اسکو اگر حال دل جتا نہ سکے	تو کیا غزل میں بھی پڑھ پڑھ کے ہم سنا نہ سکے

عروض و ضرب مخبون محذوف ہے۔

لموٗلفہ

جگر میں زخم کا شاید کہ اب نشان نہ رہا جنون کی پردہ دری سے جہاں میں پرفلک	جو اپنی چشم سے سیلاب خون سعان نہ رہا کسی طرح سے مرا راز دل نہان نہ رہا
جہان ہم اسکے لیے جاکے جبہ سا نہ ہوے کوئی زمانے میں ایسا تو آستان نہ رہا	

مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار فعلن عین کے سکون سے ابتر اور مقطوع بھی کہلاتا ہے مگر محقق طوسی اسکے مخبون محذوف مسکن ہی کہنے کو ترجیح دیتے ہیں مثال۔

عشرت

خسب وصال مین دلبر قلق ابھی سے ہے — سحر ہے دُور مرا رنگ فق ابھی سے ہے
کسی نے شام کے آنے کو کیا کہا عشرت — کہ جھوٹی آپکے مُنھ پر شفق ابھی سے ہے

دونون بیتون مین عروض وضرب مخبون محذوف مسکن ہے۔

مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (عین کے سکون سے)

دو بار مثال۔

ظفر

غضب ہی پنہا ہے اُس شوخ خشمگین پردانت — جو پیستا ہے سدا عاشق حزین پردانت
رہا ہی شانہ صفت کشمکش مین وہ اک عمر — رکھا ہے جسنے تری زلف عنبرین پردانت

عروض وضرب مخبون ہے جسے مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔
یاد رکھو کہ یہ چارون وزن متحد شمار کیے جاتے ہین اور ایک غزل مین جمع ہونا انکا جائز ہے مثال ۔

غلام محی الدین مبتلا

کہے ہے مُنکے وہ یون مبتلا کے قصّے کو — کہ خواب ناز کو تازہ یہ اک فسانہ ہوا

اس بیت مین عروض مخبون محذوف مسکن ہے اور ضرب مخبون محذوف۔

ظفر

جہان مین دل عاشق کو ہو کہان آرام — سمجھتا عشق مین ہر کون اضطراب کو عیب

عروض ومخبون مسکن مقصور ہے اور ضرب مخبون مقصور۔

نعیم

شکست چرخ سے ہے اپنے آبگینے کی — الٰہی ٹوٹے کہین گردن اس کمینے کی
میان گلاب ہے یا عطر یا کہ نافہ مُشک — عجب ہی لُطف کی بُو ہے ترے پسینے کی
ہر ایک شخص کو دے بیٹھنا دہن دشنام — میان یہ بات بھی ہے کچھ بھلا قرینے کی

مولفہ

یہ کسکی ساق بلورین کی تاب ورتہ آب — کرے ہے ماہی کا خانہ خراب ورتہ آب
بھڑک کہین ترے تختے کی دیکھ لی شاید — جو مچھلیون کو ہوا اضطراب ورتہ آب

مصرع اول	مصرع دوم
نہیں ہی ناف وہ آب روان کی گرتی ہین	اُلٹ گیا ہے کوئی پرحباب ورتہ آب
بجھ نہ تو عرق آلودہ اُسکے ٹکڑے کو	ہوا ہے جلوہ فزا آفتاب ورتہ آب
جلے ہوے کی جو آتی ہی بو یہ دریا سے	کلیجہ ہوتا ہے کسکا کباب ورتہ آب

ولہ

مصرع اول	مصرع دوم
حرم مین کعبے مین بت خانے مین کلیسا مین	تمھارے حُسن کا چرچا کہان کہان نرہا

ولہ

مصرع اول	مصرع دوم
بجھ کے ہاتھ لگانا کہ عاشق جانباز	نہوگا مجھ سا زمانے مین جانمن پیدا

جرأت

مصرع اول	مصرع دوم
اجل گر ہنی خیال جمال یار مین آئے	تو پھر بجائے فرشتہ پری مزار مین آئے
بھلا پھر اُسکے اُٹھانے مین کیون دیر لگے	کسی کی موت کسی کے جو انتظار مین آئے
نفان پھر اُسکی ہو لبریز یاس کیونکہ نہ آہ	بزیر دام جو مرغ چمن بہار مین آئے
ٹلین نہ وانسے اگر ہمکو گالیان لاکھون	وہ دینے غیرت گل ایک کیا ہزار مین آئے

اُٹھے جہان سے نہ جرأت اُٹھا کے درد فراق
الٰہی موت بھی آئے تو وصل یار مین آئے

مجتث مثمن مشعث مخبون محذوف یا مسکن مقصور مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن بسکون عین یا فعلان بسکون عین دو بار فاعلاتن سے مفعولن کرنے کو تشعیث کہتے ہین اور اس زحاف کی کئی ترکیبین ہین بعض فاعلاتن کا عین ساقط کرتے ہین اور بعض لام حذف کرکے اُسکی جگہ مفعولن رکھ دیتے ہین اور بعض فعلاتن بسکون لام بناکر اسکو مفعولن سے بدلتے ہین اور زرجاج نحوی کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اول فاعلاتن مخبون کیا جائے بعد اُس کے عین کو ساکن کرین اس صورت مین فعلاتن عین ساکن سے فعلاتن کو مفعولن سے بدل دیا جائے مثال اسکی۔

شاد بدایونی

مصرع اول	مصرع دوم
کسی کو ہرگز اپنا نہ جانیو اے شاد	کہ دشمن جان ہوتا ہے بھائی بھائی کا

تقطیع کسی ک ہر مفاعلن گز اپنا مفعولن نہ جانیو مفاعلن اے شاد فعلان بسکون عین ؎ کہ دشمنے مفاعلن جا ہوتا مفعولن ہ بائی بامفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ؎ صدر و ابتداء دونوں مصرعوں مین

مخبون اور عروض مسکن مقصور اور ضرب مخبون محذوف مسکن اور حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث - اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مصرع کے حشو مین فعلاتن ہو اور دوسرے کے حشو مین مفعولن مثال اسکی ۔

شاد بدایونی

کسی کا جاہ و ثروت نظر نہین آتا | خراب ہو جیو خانہ یہ خود نمائی کا

مصرع اول مین حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث اور دوسرے مصرع کا حشو مشعث نہین تقطیع کسی کے جا مفاعلن ہو ثروت مفعولن نظر نہی مفاعلن آتا فعلن بسکون عین ٭ خراب ہو مفاعلن جیو خانہ فعلاتن یہ خدنما مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ٭

المؤلفہ

بنا سمجھ کے خم زلف عنبرین کا تو | اثر کرے نہ کہین زہر مار شیشے مین

تقطیع بنا سمجھ مفاعلن کے خم زل مفعولن فِ عنبری مفاعلن کا تو فعلن بسکون عین ٭ اثر کرے مفاعلن ن کہی زہ فعلاتن ر مار شی مفاعلن سے مے فعلن بسکون عین ٭

(۱۲) بحر طویل

فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دو بار اس بحر کا طویل اس سبب سے نام ہوا کہ اول واضع نے اس سے بڑی کوئی بحر وضع نہین کی تھی مثال کنہیا لال مؤلف رسالہ بحر العروض کا شعر ؎

نکر تو جفا کاری نکر تو یہ عیاری | خدا سن سبھی مین ہر خدا سن سبھی مین ہے

تقطیع - نکر تو فعولن جفا کاری مفاعیلن نکر تو فعولن یہ عیاری مفاعیلن ٭ خدا سن فعولن سبی مے ہر مفاعیلن خدا سن فعولن سبی مے ہے مفاعیلن ٭

صفی امروہوی

تمھاری جدائی مین لبون پر دم آیا ہے | کوئی تنک جی سے یون مسیحا کم آیا ہے

تقطیع تمھاری فعولن جدائی مے مفاعیلن لبو پہ فعولن دم آیا ہے مفاعیلن ٭ کُ ئی تن فعولن ک جی سے یو مفاعیلن مسیحا فعولن کم آیا ہے مفاعیلن ٭ اس بحر مین قبض - کف - قصر - حذف - ثلم - ثرم - تسبیغ یہ زحاف آتے ہین اور فعولن مین قبض ثلم - ثرم - حذف یہ چار زحاف واقع ہوتے ہین اور مفاعیلن مین قصر - قبض - کف - حذف - تسبیغ یہ پانچ زحاف آتے ہین ریختہ مین مستعمل نہین فارسی مین بھی

بہ تکلف بعض بعض نے اس مین اشعار کہے ہین یہ بحر عربی سے مخصوص ہے **فائدۂ جلیلہ** جو لوگ تحقیق سے بہرہ نہین رکھتے وہ ہر اُس وزن کو بحر طویل کہتے ہین جس مین رکن زیادہ ہون مثلاً شہید کے اس شعر مین ؎

یہ سحر کیسی ہے پُر نور کہ جمہور ہین مسرور رہا اک باغ مین معمور ہے سامان بہار	
	گُل جھمکتا ہے چمن زور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہراک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار

اسی طرح نظیر کے اس قول کو بحر طویل مین ایک مصرع سمجھتے ہین۔

اِک دن باغ مین جا کر چشم حیرت زدہ وا کر جامۂ صبر قبا کر طائر ہوش اُڑا کر شوق کو راہ نما کر مرغ نظارہ اُڑا کر دیکھی رنگت جو چمن کی خوبی نسرین و سمن کی شکل بچون کے دہن کی تازگی لالے کے تن کی تازگی گل کے بدن کی کشت سبزے کی ہری تھی نہر بھی لہر بھری تھی ہر خیابان مین تری تھی ڈالی ہر گل کی ہری تھی خوش نسیم سحری تھی سرو شمشاد و صنوبر سنبل و سوسن و عرعر نخل میوے سے رہے بھر نفس باد معنبر در و دیوار معطر کہین قمری تھی مطوق کہین انگور معلق نالے بُلبُل کے مدقق کہین غوغائی کی بق بق اسقدر شاد ہوا دل شل غنچہ کے گیا کھل غم ہوا کشتۂ و بسمل شادی خاطر سے گئی مل خورمی ہو گئی حاصل روح بالیدہ ہوئی شان قدرت دی دکھائی جان سی جان مین آئی باغ کیا تھا گویا اللہ نے اُس باغ مین جنت کو اُتارا ؎

اور انشا کے اس قول کو بحر طویل جانتے ہین۔

بخداوندی ذاتے کہ رحیم ست و کریم ست و علیم ست و حلیم ست و حکیم ست و عظیم ست و سلیم ست و قدیم ست و شریف است لطیف ست و خبیر ست بصیر ست و نصیر ست و کبیر ست رؤف ست و غفور ست و شکور ست و دود ست و مرا خلق نمود ست و بود خالق آفاق قسم مے خورم اکنون کہ مرا ہیچ بجز تو سروکار نبود ست و دمے از طرفت گشت شروع این ہمہ اقوال مزخرف شنو اے مردک نادان اندر دہنت شاشۂ عالم الخ۔

(۱۳) بحر مدید

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار مدید بر وزن جدید کے معنے کھینچے ہوئے کے ہین چونکہ اس بحر کے رکن سباعی مین اول و آخر وتد مجموع کے ایک ایک سبب کھینچا ہوا واقع ہے اسلیے اسکو مدید کہا یہ بحر اکثر سالم آتی ہے شعرائے عرب کے یہان کثرت سے اور شعرائے فارس مین کمتر مستعمل ہے اور ریختہ مین

بالکل مستعمل نہین شاذونادر کسی کسی نے طبع آزمائی کی ہے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلن کے درمیان معاقبہ ہے ابن جنّی وغیرہ اس بحر کو مسدس لااصل بتاتے ہین مگر صحیح قول اول ہے۔

مدید مثمن سالم۔ قدیر کہتا ہے۔

اور تو باتین بُری چھوڑ دین سب خیر سے ‖ پر نہ اُس کوچے کی باز آیا اب تک سیر سے

تقطیع اور تو با فاعلاتن تے بری فاعلن چوڑدی سب فاعلاتن خیر سے فاعلن ؛ پر نہ اُس کو فاعلاتن چے کی با فاعلن زا ے ابتک فاعلاتن سیر سے فاعلن۔

صفی

ہجر مین یہ حال ہے زیست کی صورت نہین ‖ آؤ جانی اب ہمین طاقت فرقت نہین

تقطیع ہجر مے یے فاعلاتن حال ہے فاعلن زیس کی صو فاعلاتن رت نہی فاعلن الخ۔

اور عروض و ضرب مین مذال یعنے فاعلن کی جگہ فاعلان بھی درست ہے۔

اور شعراے عرب اس وزن سے ایک فاعلن گرا کر مسدس بھی استعمال کرتے ہین اور اہل فارس نے بھی بہ تکلف اس وزن مین موافق اور بحور مخصوصۂ عرب کے شعر کہے ہین اور اس صورت مین عروض و ضرب فاعلاتن سالم اور فاعلان مقصور اور فاعلن محذوف اور فعلن بہ تحریک عین مخبون محذوف اور فعلن بسکون عین ابتر مختلط اور غیر مختلط دونون طرح ہوا ہین اور معیار الاشعار مین ایک جگہ خواجہ نصیر الدین کے قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ عروض و ضرب فعلان بہ تسکین عین بھی جائز ہے جیسے اس شعر مین۔ ؎

خاک مین ملکر ہوے برباد ‖ دل لگانے کی ملی کیا داد

بروزن فاعلاتن فاعلن فعلان دو بار لیکن اسیر صاحب میزان الافکار شارح معیار الاشعار اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فعلان اگرچہ فاعلاتن کی فرع مین سے ہے لیکن بحر مدید مین نہین واقع ہوتا زر کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار مین منشی مظفر علی اسیر لکھتے ہین کہ فعلان مدید مین کیون نہین آتا کہ محقق علیہ بحر مدید مین لکھتے ہین کہ در مجزو عروض محذوف یا مخبون محذوف و ضرب مخبون محذوف یا ابتر بکار رفتہ اور بین فعلن اور فعلان ایک ہی اور الف اور نون آخر مین بجاے یک حرف ہے اور زیادت یک ساکن بھی مغیر وزن نہین ہے اور خود محشی لکھتا ہے کہ فعلان از فروغ فاعلاتن ست اور بحر مدید مین خود حاشیہ لکھا ہے کہ بعضے خبن در فاعلان مقصور جائز نمے دارند مگر صواب جواز آن ست اور تسکین وسط سبب جگہ جائز ہے اور رسالہ عبد الواسع مین فعلان مقطوع مسبغ بحر مدید مین لکھا ہے فتامل۔ اور مربع اس بحر کا

بسبب اسکے کہ رمل سے ملتا ہوا ہے خوشنما ہے ظفر کی یہ غزل سہ اس غزل پر سب ظفرؔ آفرین تجھکو کہین ہے اسی وزن مین ہے۔

لمؤلفہ

درد کی حالت مری	کہدو جا کے یار سے
رات بھر ٹپکا کیا	سر تری دیوار سے
پوچھتے ہو حال کیا	عاشق بیمار سے
فتنہ برپا ہو گیا	یار کی رفتار سے
شاد کیجیے ایک دن	وعدۂ دیدار سے
رات بھر تڑپا کیا	فرقت دلدار سے

بروزن فاعلاتن فاعلن دو بار یہ وزن بعینہ رمل مربع محذوف الآخر ہے اور فاعلان یہان آخر مین مذال ہے نہ مقصور۔

(۱۴) بحر بسیط

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار بسیط بفتح اول اور رطائے حطی آخر مین اسکے معنے بچھے ہوے کے ہین چونکہ اس بحر کے ارکان مین اول سبب بچھے ہوے ہین پھر وتد مجموع ہین اسلیے اسکو بسیط کہا ہے عروض اس بحر کی مخبون اور سالم اور مقطوع مستعمل ہے اور ضرب مخبون اور مذال اور سالم اور مقطوع بھی آتی ہے مگر فاعلن سے فعلن اور مستفعلن سے فعولن۔ اور میزان الافکار مین مولوی سعد اللہ مرحوم نے مخبول بھی لکھا ہے مگر مخبول اس بحر مین کوئی ضرب نہین بالجملہ یہ اوزان ریختہ مین مستعمل نہین زبان عربی مین اس مین اشعار کہے جاتے ہین۔

بسیط مثمن سالم مثال اسکی سہ

گھبرا گیا گھر مین دل الفت ہوئی دشت سے	بہلائین دل اے جنون جنگل کی اب گشت سے

تقطیع گبرا گیا مستفعلن گرم دل فاعلن الفت ہوئی مستفعلن دشت سے فاعلن بہلائے دل مستفعلن اے جنو فاعلن جنگل کب مستفعلن گشت سے فاعلن

صفی

ناحق بلا مین پڑا کیون دل تجھے کیا ہوا	کاکل کی ہے یار مین کیا سودا ہوا

بسیط مثمن مخبون مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن (میم کے کسرے سے) دو بار مثال۔

گویا

دکھا دے شکل ذرا صنم برائے خدا		یہ ہے سوال مرا گلہ رہے نہ ذرا

تقطیع دکھا دِ شک مفاعلن ل ذرا فعلن صنم برا مفاعلن ءِ خدا فعلن ٭ یہ ہے سوا مفاعلن ل مرا فعلن گلہ رہے مفاعلن ن ذرا فعلن تمام اجزا مخبون ہیں۔

بسیط مثمن مخبون ۔ مفتعلن فاعلن مفتعلن دو بار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن سے۔

گویا

دیکھ کے تجھکو پری ایک ذری		ہوگئی تجھکو وہین بے خبری

تقطیع دیک ک تج مفتعلن کو پری فاعلن ایک ذری مفتعلن ٭ ہوگئی تج مفتعلن کو وہی فاعلن بے خبری مفتعلن۔

(۱۵) بحر سریع

مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ دو بار سریع بروزن امیر مشتق ہے سُرعت سے سُرعت کے معنی شتابی کے ہین چونکہ یہ بحر جلد پڑھی جاتی ہے لہذا اسکا نام سریع ہوگیا اور یہ بحر مثمن سالم استعمال مین نہین آتی بلکہ مسدس مستعمل ہے اور اصل سے ایک رُکن مفعولات کم کردیتے ہین اور مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ لاتے ہین اور شعرائے فارسی و ریختہ اکثر مطوی لاتے ہین اور عروض و ضرب اکثر مطوی موقوف یا مکسوف ہوتے ہین اور اس بحر مین زحاف آتے ہین طے خبن خبل۔ وقف کسف صلم۔ نحر۔ جدع۔ قطع ان مین سے طے خبن خبل قطع مستفعلن سے متعلق ہین اور خبل کشف وقف صلم جدع نحر مفعولاتُ مین آتے ہین۔

سریع مسدس مطوی مکسوف مفتعلن مفتعلن فاعلن دو بار طے مُراد ہے اسقاط حرف ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رُکن کے اول ہین ہون پس مستفعلن بسبب طے کے مستعلن مطوی رہا اسکو مفتعلن سے بدل لیا اور مفعولاتُ کا واو بسبب طے کے گر کر مفعلات رہتا ہے اور بوجہ کسف کے اُسکی تائے فوقانی دُور ہوجاتی ہے اور مفعلا مطوی مکسوف رہجاتا ہے اسکو فاعلن سے بدل لیتے ہین مثال۔

شیفتہ

غیر بھی کیون تجھسے نباہے پلنگ گر		جُرم وفا قابل تعزیر ہے

تقطیع غریب کو مفتعلن رج س بنا مفتعلن ہیگ گر فاعلن ؛ یوم وفا مفتعلن قابل تع مفتعلن زیرہے فاعلن ؛

شرک سے دل جبکہ جدا ہوگیا — **نشاط** — سنگ سے بت بت سے خدا ہوگیا

نجیب

اشک ختن زلف کو مین نے کہا — مجھ سے یہ اک کار خطا ہوگیا

چشم کو جوا بنی نہین کھولتا — **مؤلفہ** — کس کا یہ دل طالب دیدار ہے

مار سیہ یا کہ ہے کالی بلا — زلف ہے یا کوئی شب تار ہے

مردون کو ٹھوکر سے جلاتا ہے وہ — ہے یہ کرامات نہ رفتار ہے

سریع مسدس مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان دو بار مفعولات سے بسبب طے کے مفعلات بضم عین وتار با اور بسبب وقف تے ساکن ہوئی مفعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال یہ دو شعر غفلت کے ایک قاضی کی ہجو مین ۔ ؎

مردے بولے کہ نہ کردو نکاح — زن سے کہے چار مین شوہر مباح

دے کوئی ہندو گراسے ایک دام — گائے مسلمان یہ یہ کردے حرام

عروض و ضرب مطوی مکسوف کے ساتھ مطوی موقوف جمع کرنا بھی درست ہے مثلاً نسیم دہلوی کے شعر مین ؎

آپ کے وعدون کو ہمارا سلام — دیکھ چکے خوب جی جاؤ بھی

اس وزن مین زحاف بدل بھی جاتے چنانچہ غلام امام شہید کے اس قول مین ؎

جس گھڑی اللہ اکبر کہا — کٹنا کتنا لوگون کا چھری سے گلا

مفتعلن مفعولن فاعلن — مفتعلن مفتعلن فاعلن

پہلا مصرع مطوی مقطوع مکسوف ہے اور دوسرا مطوی مکسوف مفعولن مستفعلن سے مقطوع ہے قطع سے مراد یہ ہے کہ مستفعلن کے وتد مجموع کے حرف ساکن کو گرا کر اسکے ماقبل کو ساکن کردین یعنی نون گر کر لام ساکن ہوگیا مستفعل رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا **تقطیع** جس گھڑی ال مفتعلن لاہو اک مفعولن بر کہا فاعلن ؛ کٹ تت لو مفتعلن گوک چری مفتعلن سے گلا فاعلن ۔ ظفر نے ایک غزل لکھی ہے جس مین زحافات کی بڑی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اُس مین بعض اجزا مرفوع بھی آئے ہین اور رفع رکن مستفعلن مین ہے کہ اسکی وجہ سے مستفعلن کا پہلا سبب خفیف حذف ہوکر تفعلن رہتا ہے

اور اسکی جگہ فاعلن لے آتے ہین پس صدر و ابتدا مین یا حشو مین فاعلن مرفوع ہوگا اور عروض و ضرب مین مطوی مکسوف اور کہین عروض صرف مکسوف اور کہین فقط موقوف واقع ہوا ہے اگرچہ اہل عروض نے زحاف رفع کے بحر سریع مین واقع ہونے کی تصریح نہین کی ہے لیکن ظفر کی غزل مین جبتک رفع نہ مانا جائے گا وزن درست نہوگا وہ غزل یہ ہے۔ ؎

کی تھی کیا تجھ سے مرے یار شرط	کچھ بھی ہے یاد ستمگار شرط
مفعولن مفتعلن فاعلان	مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مقطوع ہے اور حشو مطوی اور عروض و ضرب مطوی موقوف۔ ؎

دین و ایمان و دل و جان لیکر	دینا بوسہ بھی ہے اکبار شرط
مفعولن مفتعلن مفعولن ؛	مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مکسوف ہے باقی بدستور کسف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کرکے حذف کردیتے ہین پس مفعولا کو مفعولن سے بدل لیتے ہین۔

شمع کی طرح رہ الفت مین	سر کٹانا بھی ہے سو بار شرط
فاعلن مفتعلن مفعولن	فاعلن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مرفوع ہے اور حشو مطوی اور عروض فقط موقوف اور ضرب مطوی موقوف۔ وقف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کردین پھر اسکو مفعولان سے بدل لیتے ہین

در پہ اُسکے نہ فغان کر اتنی ؛	ہے ادب بھی دل بیمار شرط
فاعلن مفتعلن مفعولن	فاعلن مفتعلن فاعلان
چُپکا نہ رہ مرغ چمن دام مین	کچھ ہی نہ کچھ تجھکو ہے گفتار شرط
مفتعلن مفتعلن فاعلن	مفتعلن مفتعلن فاعلان
راز نہان گریہ سے کھل جائیگا	ہووے گا رسوا سر بازار شرط
مفتعلن مفتعلن فاعلن ؛	مفتعلن مفتعلن فاعلان

صدر ابتدا اور حشو کا مخبون ہونا بھی جائز ہے اور خبن مستفعلن مین اس طرح ہوتا ہے کہ سین کو حذف کرکے مفاعلن سے بدل لیتے ہین مثلاً۔ ؎

دل و جگر سوز سے تھے داغ داغ	گھر مین نہ رکھتا تھا وہ گھر کا چراغ

تقطیع دلو جگر مفاعلن سوز س تے مفتعلن داغ داغ فاعلان ؛ گھر م نرک مفتعلن تاتھا وگر

مفتعلن کا چراغ فاعلان ؛ واو عطف کو تلفظ مین لانے سے یہی بہتر ہے۔

سریع مسدس مطوی مقطوع مجدوع مفتعلن مفعولن فاع دوبار مفتعلن مطوی ہے اور مفعولن مقطوع اور یہ دونون مستفعلن کی فرع ہین اور جدع مراد ہے اس سے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف حذف کرکے تاے آخر کو ساکن کردیا جائے پس مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع حاصل ہوا اسکو فاع سے بدل لیا۔ مثال سے

نالہ ہمارا ہے جُز زدن ؛	سنگ کو بھی کرتا ہے چور

تقطیع نالَ ہما مفتعلن راہے جُ مفعولن زد ن فاع ؛ سنگ کبی مفتعلن کرتا ہے مفعولن چور فاع۔ حدائق البلاغت مین لکھا ہے کہ بجاے مفعولن مقطوع کے مستفعل مضموم اللام مکفوف بھی جائز ہے تمکو اس بات سے تعجب ہوگا کہ مستفعلن کے زحافات مین جبکہ کف نہین لکھا ہے پھر یہان کیسے آسکتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ بعض محققین کا یہ مذہب ہے کہ کف رُکن کے ساتوین ساکن کے گرانے کا نام ہے جو سبب خفیف مین ہو اس صورت مین کف کا آنا سواے مس تفع لن منفصل کے نہین ہوسکتا ہے لیکن زمخشری اور صاحب مفتاح کے نزدیک کف سبب سے خصوصیت نہین رکھتا بلکہ مطلقاً رکن کے ساکن ہفتم کے حذف کرنے کا نام ہے خواہ وہ سبب مین ہو یا وتد مین پس اس صورت مین اُس کا آنا مستفعلن متصل مین بھی جائز ہے اور جبکہ مستفعلن کا ساتوان ساکن گرجائے تو مستفعلُ لام مضموم سے باقی رہے گا اور اس مذہب کے مطابق بحر سریع مین مستفعل مکفوف کا آنا روا ہوا ہے۔ جیسے اس بیت کے مصرع ثانی مین۔

از معیار البلاغت

تو ہے سراپا حُسن اور ناز	مین ہون مجسم سوز و گداز

تقطیع تو ہ سرا مفتعلن پا حسن مفعولن ناز فاع ؛ مے ہ مجس مفتعلن سم سوز گ مستفعلُ داز فاع +

سریع مسدس مطوی مقطوع منحور مفتعلن مفعولن فع دو بار نحر سے مراد ہے دو سبب خفیف اور حرف آخر کے گرانے سے پس مفعولات سے مفعو اور ت گرکر لا منحور باقی رہا اسکو فع سے بدل لیا

مثال سے

عشق کا دیوانہ ہے دل ؛	ابرو سے اُس کی جان بسمل

تقطیع عشق کدی مفتعلن وانا ہے مفعولن دل فع ؛ ابرو سے اس مفتعلن کی جا بس مفعولن مل فع

سریع مسدس مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن دو بار بسبب خبن کے مفعولات

معولات بضم تا مخبون رہا اور بسبب کسف کے ت گر کر معولا مخبون مکسوف ہوگیا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال ۔ ست

اے دل بخار زلفون میں اُس صنم کی		ہر چین اُسکی قید ہے ستم کی

عروض و ضرب مخبون مکسوف ہے اور باقی سالم یہ وزن فارسی و اُردو مین مستعمل نہین۔
تقطیع اے دل بخا مستفعلن زلفوم اُس مستفعلن صنم کی فعولن ٭ ہر چین اُس مستفعلن کی قید ہے مستفعلن ستم کی فعولن ٭

(۱۶) بحر خفیف

خفیف کے معنے ہلکے کے ہین چونکہ اس بحر کے سب ارکان ہلکے ہین بسبب اسکے کہ دو سبب خفیف وتد مجموع کو گھیرے ہوے ہین اسلیے اس بحر کا نام خفیف رکھا ہے اس بحر کو متاخرین شعراے فارسی اور شعراے ریختہ نے سواے مسدس مزاحف کے اور کسی طرح استعمال نہین کیا ہے اور تمام اجزا سالم مستعمل نہین مگر صدر و ابتدا سالم بھی استعمال مین آتے ہین اور مخبون بھی اور عروض و ضرب کبھی مخبون کبھی مخبون مسبغ کبھی مخبون مقصور کبھی مشعث مقصور جسکو مخبون مسکن مقصور بھی کہتے ہین کبھی مخبون محذوف کبھی مقطوع جسکو مخبون محذوف مسکن بھی کہتے ہین آتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف واقع ہوتے ہین خبن شکل قصر حذف تشعیث جحف تسبیغ کف رکن مس تفع لن مین خبن قصر کف شکل واقع ہوتے ہین اور فاعلاتن مین خبن کف شکل حذف تشعیث جحف اور تسبیغ آتے ہین چونکہ اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اسلیے زحاف طے نہین آسکتا کیونکہ اسکے لیے رکن کے اول مین دو سبب خفیف کا ہونا ضرور ہے اور یہان اول مین ایک ہی سبب خفیف ہے اسی طرح قطع بھی اس بحر کے رکن مس تفع لن مین نہین آسکتا اگر آسکتا ہے تو فاعلاتن مین آسکتا ہے اور اس بحر کے اصلی رکن یہ ہین فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار متقدمین فارس نے مثمن بھی استعمال کیا ہے اور مزاحف لائے ہین اور مثمن ہونے کی صورت مین آخر مین ایک مس تفع لن کا اضافہ ہوتا ہے زبان اُردو مین اسکے استعمال کی جو صورتین ہین وہ ہم بیان کرتے ہین اور درمیان نون فاعلاتن اور سین مس تفع لن کے اسی طرح درمیان نون مس تفع لن اور الف فاعلاتن کے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلاتن کے معاقبہ ہے۔

خفیف مسدس مخبون فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار فعلاتن مخبون ہے فاعلاتن سے اور مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے مثال۔

لمؤلفہ

دل مضطر تڑپ رہا ہے ولیکن	نظر آتی نہیں وصال کی صورت

تقطیع دل مضطر فعلاتن تڑپ رہا مفاعلن ہ ولیکن فعلاتن ۔ نظر آتی فعلاتن نہی وصا مفاعلن لکی صورت فعلاتن ۔ اس بحر کے اوزان میں صدر و ابتدا خواہ فاعلاتن سالم ہوں یا فعلاتن مخبون آ دیں ایک حکم میں ہیں چنانچہ یہ شعر اسی وزن میں ہے۔

لمؤلفہ

مثل گل رنگ چہرے کا ہو اتق ہے	غنچہ ساں درد سے جگر ہو اشق ہے

تقطیع۔ مثل گل رن فاعلاتن گ چہرکا مفاعلن ہو اتق ہے فعلاتن ۔ غنچ سا در فاعلاتن دسے جگر مفاعلن ہو اشق ہے فعلاتن۔

مرزا غالب

وہ فراق اور وہ وصال کہاں ہے	وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں ہے
فرصت کاروبار شوق کسے ہے	ذوق نظارۂ جمال کہاں ہے

یہ دونوں شعر مرزا غالب کے ہیں اور درستی مثال کے واسطے اصل مصرعوں پر لفظ ہے بڑھا دیا ہے۔

خفیف مسدس مخبون مسبغ فاعلاتن مفاعلن فعلیان دوبار خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہوگیا اور اس میں تسبیغ آنے سے فعلاتان بن گیا جس کو فعلیان بہ تشدید یائے تحتانی سے بدل لیا مثال سے

پاس سے اُسکے دُور کر کے فلک آہ	یوں ہنسا کر ہمیں رلانا تھا اے واہ

تقطیع۔ پاس سے اُس فاعلاتن کے دور کر مفاعلن کے فلک آہ فعلیان ۔ یوں ہنسا کر فاعلاتن ہمے رلا مفاعلن ن ت اے واہ فعلیان۔

خفیف مسدس مخبون مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بکسر عین دوبار مثال۔

قلق

مگر اُس جان بلب کی سن کے یہ بات	ابھی ہو جاتی ہے حضور حیات

تقطیع۔ مگر اُس جا فعلاتن بلب کی سن مفاعلن کے یہ بات فعلان ۔ اب ہو جا فعلاتن ت ہے حضور مفاعلن حیات فعلان ۔ صدر و ابتدا سالم کی یہ مثال ہے۔

یار علی خان مستمند

تیغ تک وصل کی ہے یار اُمید ہے مثل ایک دم ہزار اُمید

اسی مثال مین ہے یہ شعر مثنوی مہر وماہ مولفہ نواب علی بہادر خان علی تخلص کا ؎

صبح کے جب عیان ہوے آثار ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی اِلبسار

خفیف مسدس مخبون محذوف فعلاتن مفاعلن فعلن دوبار عین کے کسرے سے۔

انھین باتون مین تھا وہ رشک چمن قلق آ جاتے مین قبل قطع سخن

تقطیع ان باتو فعلاتن م تا و رش مفاعلن ک چمن فعلن ۂ قلق آ جاتے فعلاتن م قبل قط مفاعلن ع سخن فعلن صدر وابتدا اسالم کی مثال۔

برہان الدین زاہد

چرخ کے کیسے انقلاب ہوے پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوے

اب ما را قضا کا نام گیا مولفہ واہ جی واہ خوب کام کیا

خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن فاعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار۔

غالب

شکن زلف عنبرین کیون ہے نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

تقطیع شکن زل فعلاتن ف عنبری مفاعلن کو ہے فعلن ۂ نگہے چش فعلاتن م سرمہ سا فاعلن کا ہے فعلن ۂ اور صدر وابتدا اسالم اس وزن مین یون ہے۔

حالی

سب کمالات اور ہنر ان کے قبر مین ان کے ساتھ جائین گے
قوم کیا کہکے ان کو روے گی نام پر کیونکہ جان کھوے گی

مست

آج دلبر کو خواب مین دیکھا نور حق کا حجاب مین دیکھا

خفیف مسدس مخبون مسکن مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بسکون عین دوبار۔

قلق

کہ گھڑی بھر مین چھوڑ کر گھر بار نکل آئی تو اے جگر افگار

تقطیع کی کڑی بر فعلاتن ہم چوڑکر مفاعلن کر بار فعلان پانکلا کی فعلاتن ٹ ا ے جگر مفاعلن انگار فعلان ہ صدر وابتدا سالم کی مثال

تسلیم

چشم بد دور وہ نشیلی آنکھ	صنعت عینی ہے رسیلی آنکھ

اگر ایک مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین مکسور سے اور دوسرے مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین کے سکون سے لائے جائین تو موزون ہے اور ایک غزل مین جمع ہوتے ہین چنانچہ شعرا پر بخوبی روشن ہے ۔ مثال اسکی ۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

زندہ مانند شمع پھر نہ اٹھا	اسکی محفل مین جا کے جو بیٹھا

عروض محذوف ہو اور ضرب مخبون مسکن محذوف ۔

احمد علی نسبت

ہر کسی سے جو بل یہ کرتی ہے	کس بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ

شاہ حاتم

اُسکے کوچے مین مجھکو پھرتا دیکھ	رشک کھاتی ہے آسیا میرا

عروض مخبون مسکن محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن مقصور ہے ۔

درد

دست کھنے کو رہے ترستے ہم	نہ کیا تونے رحم پر نہ کیا
سب کے جوہر نظر مین آے درد	بے ہنر تونے کچھ ہنر نہ کیا

مولف

ہو گیا جو فنا حباب آسا	وہی دریاے غم سے پار ہوا
چشم سے اشک نے نکل کے کیا	دل کے جانے کا باتراب شتاب
عمر ہستی مین جو کوئی آیا	مٹ گیا جلد وہ بسان حباب

بحر خفیف مربع مخبون ۔ فاعلاتن مفاعلن دوبار مفاعلن مخبون ہے مس تفعلن سے آخر مین مفاعلان بھی جو مس تفع لن سے مخبون مذال ہے آسکتا ہے ۔ مثال ۔

ہم ترستے رہین نگار	ہو تو اور دن سے ہم کنار
منتظر ہم رہے ہزار	وہ نگاہین ہوئین نہ چار

	مجھ سے پوچھا رقیب نے دل مکدر ہے یار سے موت آئی نہ ہجر مین		روتے تم کیون ہو زار زار ہے یہ آئینہ پر غبار بست ہون دل مین شرمسار	

تقطیع ہم تریتے فاعلاتن رہے نگار مفاعلان + ہوت آذرد فاعلاتن رس ہم کنار مفاعلان۔ فاعلاتن سالم ہے اور مفاعلان مخبون مذال۔

پہلے دونون شعرون کے عروض وضرب مین مخبون مذال ہے باقی تینون شعرون کے عروض مین صرف مخبون اور ضرب مین مخبون مذال۔

دیگر

ہے خدا سے یہی سوال شب یہ گذرے کسی طرح	پیش چشم اُس کا ہو جمال ذکر اُس ماہ کا نکال ؎

کبھی رکن فاعلاتن بھی مخبون ہو کر فعلاتن آتا ہے جیسے۔

اے جنون تیرے ہاتھ سے	نہ بچا اک قبا کا تار

تقطیع۔ اے جنوتے فاعلاتن رہات سے مفاعلن +
نہ بچا اک فعلاتن قبا کا تار مفاعلان۔

(۷) بحر جدید

فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دُو بار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے۔ یہ بحر نئی ہے اور بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اسکو جدید کہتے ہین اور بزرجمہری بھی مشہور ہے اسلیے کہ بزرجمہر قمی نے ایجاد کیا ہے اس بحر مین فقط چار زحاف کف اور خبن اور قصر اور اذالہ آتے ہین فاعلاتن مین خبن وکف واقع ہوتے ہین اور مس تفع لن مین خبن وقصر واذالہ آتے ہین قدما عجم اسکو مربع بھی کرتے تھے مگر متوسطین اور متاخرین نے متروک فرمایا۔

جدید مسدس سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار مثال۔

لمؤلفہ

لے گیا وہ بے مروت آرام دل	کچھ نہین باقی رہا اب جز نام دل

تقطیع۔ لے گیا وہ فاعلاتن بے مروت فاعلاتن آرام دل مس تفع لن کچھ نہی با فاعلاتن

ی رہا اب فاعلاتن جز نام دل مس تفع لن ۔

جدید مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن مفاعلن دو بار فعلاتن فاعلاتن سے اور مفاعلن مس تفعلن سے مخبون ہے اس وزن مین انشانے ایک غزل لکھی ہے ۔

غزل

تجھے حاصل ہو جو ٹک بھی فراغ دل	تو رہے کیون تپش و درد داغ دل
نہ تجھے لازم ہے تغافل یہ ساقیا	مے عشرت سے تہی ہو ایاغ دل
نہ تجھے باد مخالف سے تو کبھی	یہ مرا بار خدایا چراغ دل
غزل اب اور بھی بحر دن مین لکھکے پڑھ	نہ ملا اس مین بھی انشا سراغ دل

تقطیع ۔ تجے حاصل فعلاتن ہُ جُ ٹک بی فعلاتن فراغ دل مفاعلن ؛ تُ رہے کُو فعلاتن تپش و در فعلاتن دداغ دل مفاعلن ۔

انشا

نہ کرون شکوہ شکایت سو کیون بھلا	مری حالت پہ تجھے کچھ نظر نہین
جو کبھی ایک گھڑی ہان بھی ہو گئی	تو رہی پھر دہی ڈو ڈو پہر نہین
جو کہا مین نے کہ غش ہون تو وہ پری	یہ لگی کہنے کہ کچھ اُس کا ڈر نہین
ابھی اُڑنے لگے تارون کی طرح	یہی افسوس ہے انشا کے پر نہین

جدید مربع مکفوف ۔ فاعلاتُ مس تفع لن دو بار فاعلاتُ مکفوف ہے کف اُسے کہتے ہین کہ فاعلاتن کا ساتوان حرف ساکن جو سبب خفیف مین ہے گرا دین پس فاعلاتن سے فاعلاتُ بضم تا رہ گیا اور مس تفع لن سالم ہے اور اصل بحر سے یہان ایک فاعلاتن کم ہو گیا ہے ۔ مثال ؎

اعتبار کچھ تو رکھو	اتنے بدگمان مت ہو

تقطیع اِعتبار فاعلاتُ کچ تو رکو مس تفع لن ؛ اتن بدگُ فاعلاتُ مان مت ہو مس تفع لن ۔

(۱۸) بحر قریب

چونکہ اس بحر کے ارکان بحر مضارع و بحر ہزج کے قریب قریب ہین اسلیے اسکو قریب کہتے ہین ۔ اصل اس بحر کی مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دو بار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے اور یہ بحر مزاحف مستعمل ہے اور اس مین پانچ زحاف آتے ہین کف ۔ خرم خرب ۔ قصر ۔ حذف پہلے تین زحاف

مفاعیلن مین آتے ہین اور دو پچھلے فاع لاتن مین۔

قریب مسدس مکفوف۔ مفاعیل مفاعیل فاع لاتن دو بار مفاعیلن سے بسبب کف کے مفاعیل بضم لام رہ گیا ہے مثال ؎

ترے غم مین پیارے نکل گیا دل ۔ شرارے سے ہے فرقت کے جل گیا دل

تقطیع ترے غم م مفاعیل پیارے ن مفاعیل کل گیا دل فاع لاتن ؛ شرارے س مفاعیل ۂ فرقت ک مفاعیل اجل گیا دل فاع لاتن۔

قریب مسدس مکفوف محذوف یا مقصور مفاعیل مفاعیل فاع لن یا فاع لان دو بار مثال ؎

کرون شکوہ شکایت نہ کیون بھلا ۔ مرے غم سے اُسے ہے خبر نہین

تقطیع کرو شکو مفاعیل شکایت ن مفاعیل کو بلا فاع لن + مرے غم س مفاعیل اُسے ہے خ مفاعیل بر نہی فاع لن۔

قریب مسدس اخرب مکفوف مفعول مفاعیل فاع لاتن دو بار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا اور فاع لاتن سالم ہے مثال ؎

کیون کرتا ہے مجھکو تو یار رسوا ۔ پھر تجھکو ملے گا نہ مجھ سا شیدا

تقطیع کیوں کرت مفعول ہ مجھکو ت مفاعیل یار رسوا فاع لاتن ؛ پر تجکو مفعول ملے گا ن مفاعیل مُجھ س شیدا فاع لاتن ؛

قریب مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دو بار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام اسی سے مکفوف ہے اور فاع لاتن سے فاع لان مقصور ہے ؎

اُس شوخ سے پیدا ہو کیسے ربط ۔ گستاخ ہین ہم اور وہ بدمزاج

تقطیع۔ اُس شوخ مفعول س پیدا ہُ مفاعیل کیس ربط فاع لان ؛ گستاخ مفعول ہ ہم اور وہ مفاعیل بدمزاج فاع لان۔

قریب مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول مفاعیل فاع لن دو بار فاع لن فاع لاتن سے محذوف ہے مثال ؎

اے یار چلو باغ سیر کو ۔ پر ساتھ نہ لے چلنا غیر کو

تقطیع ای یار مفعول مُجلو باغ مفاعیل سیر کو فاع لن ⁂ پر سات مفعول نہ لے چلکن مفاعیل غیر کو فاعلن ⁂

قریب مسدس اخرم اخرب مفعولن مفعول فاع لاتن دو بار خرم مراد ہی اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن آخرم رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور خرب مراد ہے اجماع خرم و کف سے پس مفاعیلن مین حرف اول وتد مجموع بسبب خرم کے اور حرف ہفتم بسبب کف کے گر گر فاعیل لام مضموم سے حاصل ہوا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔ ؎

دکھ بھگتے اس عشق کی بدولت	مدت تک پائی نہ ہم نے راحت

تقطیع۔ دُکھ بھگتے مفعولن اس عشق مفعول کی بدولت فاع لاتن ⁂ مدت تک مفعولن پائی نہ مفعول ہمنے راحت فاع لاتن ⁂

قریب مسدس اخرب اخرم مفعول مفعولن فاع لاتن دو بار مناسب یہ ہے کہ یہان اخرم کو مخنق کہین۔ ؎

جانی چلو جلدی اُٹھ کھڑے ہو	من جاؤ اتنی خفگی نہ کیجے

تقطیع جانی چ مفعول لو جلدی مفعولن اُٹ کھڑے ہو فاع لاتن الخ۔

(۱۹) بحر مشاکل

اس بحر کی اصل فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار ہے اور مشاکل بضم میم و فتح شین معجمہ و کسر کاف و سکون لام اس سبب سے نام ہوا کہ مشاکل کے معنے مانند کے ہین اور یہ بحر بحر قریب کی مانند ہے۔ تھوڑا سا فرق ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے شعراے ریختہ نے اس بحر کو کم استعمال کیا ہے اور اس بحر مین تین زحاف کف۔ قصر۔ حذف۔ واقع ہوتے ہین کف فاعلاتن اور مفاعیلن دونون کا زحاف ہے اور حذف و قصر صرف مفاعیلن کے۔

مشاکل مسدس مکفوف مقصور فاع لاتُ مفاعیلُ مفاعیل دو بار مثال۔ ؎

بار غم کو اٹھا نا ہی پڑا آہ	داغ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ

تقطیع اس طرح ہے بارِ غم کُ فاع لاتُ اُٹھانا ہ مفاعیلُ پڑا آہ مفاعیل ⁂ داغ ہجر فاع لات کُ کھانا ہ مفاعیل پڑا آہ مفاعیل ⁂ بسبب کف کے رکن فاعلاتن سے فاع لاتُ بضم تا اور پہلے مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام رہا ہے اور دوسرے مفاعیلن سے بسبب قصر کے نون حذف ہو کر

اُس کا ماقبل یعنی لام ساکن ہوا ہے اور عروض و ضرب مین فعولن محذوف بھی درست ہے محمد بن قیس نے اپنے رسالے مین لکھا ہے کہ بعض شعراے قدیم اس بحر کو مثمن کر کے اشعار کہا کرتے تھے مگر چونکہ وہ پڑھنے مین نہایت ثقیل ہوتے تھے اسلیے وزن مثمن کو ترک کر دیا۔

مثال کل مثمن مکفوف مقصور فاع لات مفاعیل فاع لات مفاعیل دو بار فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا مکفوف ہے اور مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام مکفوف ہے اور پچھلا مفاعیل بسکون لام مقصور ہے اور یہ بھی مفاعیلن کی فرع ہے مثال ۔

لوٹتے ہین شب روز مست یون بسر خاک		حون بہار مین انگڑائیان لین شجر تاک	

تقطیع لوٹتے ہ فاع لات شب روز مفاعیل مست یوب فاع لات سرے خاک مفاعیل جو بہار فاع لات م انگڑاءِ مفاعیل یا لے ش فاع لات جرے تاک مفاعیل۔

یہ اُن انیس بحرون کا بیان ہوا جو خلیل بن احمد کے عہد مین اور اسکے بعد اخفش و بزرجمہر وغیرہ نے ایجاد کی ہین اور شعراے فارسی و ریختہ نے انکو استعمال کیا ہے باقی گیارہ بحرین عریض و عمیق وغیرہ جو عروضیان پارسی نے نکالی ہین چونکہ زبان ریختہ مین مستعمل نہین اسلیے اُن کا ذکر مجملاً کیا جاتا ہے ارکان ان کے پہلے معلوم ہو چکے اب اس قدر جان لینا چاہیے کہ بحر صریم کے دو وزن نہایت ہلکے ہین ایک **مکفوف مقصور** مفاعیل فاع لات فاع لان دوسرا **اخرب** مفعول فاع لاتن فاع لاتن مگر پہلا وزن ہزج مکفوف اشتر مقبوض مسبغ مفاعیل فاعلن مفاعلان سے ملتا ہے اور دوسرا مضارع اخرب اشتر مطموس مفعول فاع لاتن فاعلن فع سے ملتا ہے یاد رکھو کہ فع بحر مضارع مین مطموس ہے نہ مجحوف کیونکہ اس بحر مین زحاف جحف واقع نہین ہوتا وجہ یہ ہے کہ اس مین فاع لاتن منفصل ہے جس مین خبن نہین آتا اور جحف کے لیے اول خبن کا ہونا ضرور ہے پس جس نے یہان فع کو مجحوف کہا ہے یہ اسکی سخت غلطی ہے ہان فع کو مجبوب مکشوف کہ سکتے ہین اور اس صورت مین یہ وزن مضارع اخرب اشتر مجبوب مکشوف کہلائے گا اور بحر کبیر کے بھی بہت خفیف دو وزن ہین ایک **مطوی** ۔ فاعلات فاعلات مفتعلن یہ وزن وافر اجم معقول فاعلن مفاعلن مفاعلتن سے ملتا ہے اور دوسرا **مخبون مذال** مفاعیل مفاعیل مفاعلان یہ وزن بعینہ وزن ہزج مکفوف مقبوض مسبغ ہے اور بحر بدیل کے خفیف ترین اوزان سے مخبون ہے مفاعلن فعلاتن مگر یہ وزن بعینہ وزن کامل موقوص مقطوع ہے اور بحر قلیب کے دو وزن نہایت سبک ہین ایک **مکفوف مقصور** فاع لات فاع لات مفاعیل اور دوسرا **محذوف** ۔ فاع لاتن فاع لاتن فعولن پہلا وزن مدید مکفوف

مخبون مسبغ سے نکلتا ہے چنانچہ اُسکے یہ رکن ہین فاعلات فاعلن فعلیان اور دوسرا مدید مسبغ فاعلاتن فاعلن فاعلیان کا ہموزن ہے اور بحر حمید سے بھی اخف یہ دو وزن ہین مطوی موقوف فاعلات مفتعلن فاعلان سو یہ وزن بعینہ مقتضب مسدس کا وزن ہے اور مخبون مکسوف مفاعیل مفاعلن فعولن یہ وزن اور بحر ہزج کا وزن مکفوف مقبوض محذوف ایک ہی ہین اور بحر اصیم کا سبک تر وزن فعلاتن مفاعلن فعلاتن مخبون مقبوض ہے لیکن حقیقت مین یہ وزن خفیف مسدس مخبون ہے کسی طرح کا تفاوت نہین اور شعرا اس بحر کو کبھی اخرم مقصور یا محذوف یعنے فاع لاتن مفعولن فاع لان اور فاع لاتن مفعولن فاع لن استعمال مین لاتے ہین مگر یہ وزن بحر رمل کو مشعث مقصور اور محذوف کرکے بھی نکال سکتے ہین اور مفعولن کو جو ہمنے یہان اخرم کہا ہے بہتر یہ ہے کہ اسکو مخنق بولین جیسا کہ ہم بحر مضارع مین بیان کر آئے ہین اور بحر سلیم کا اخف وزن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات فاعلان ہے مگر یہ وزن منسرح مطوی مکسوف مخبون مذال سے بھی پیدا ہوتا ہے جو یہ ہے مفتعلن فاعلن مفاعلان اور مطوی مکسوف مفتعلن فاعلات مفعولن بھی آئی ہے مگر حقیقت مین یہ وزن بحر منسرح کا مطوی مقطوع ہے اور اس بحر کا ایک وزن نہایت خفیف مخبون موقوف مفاعلن مفاعیل مفعولان ہے جو بعینہ بحر ہزج کا وزن مقبوض مکفوف مقصور ہے اور بحر صغیر۔ کا سب سے زیادہ خفیف وزن۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن مخبون ہے لیکن یہ وزن مجتث مسدس سے بھی نکلتا ہے اسی طرح اس بحر کے وزن سالم کا حال ہے اور بحر جمیم کا سُبک تر وزن مخبون ہے جسکے رُکن یہ ہین فعلاتن مفاعلن مفاعلن لیکن یہ وزن کامل مقطوع موقوص اور مشاکل مخبون مقبوض سے متحد ہے کچھ بھی تفاوت نہین اور یہ بحر ایک رُکن کی کمی سے مجزو بھی مستعمل ہے چنانچہ فاعلاتن مس تفع لن اور فعلاتن مس تفع لن مگر یہ دونون وزن بحر خفیف کو بھی مجزو کیے سے حاصل ہو سکتے ہین اسی واسطے ہم نے مثالین ترک کردین۔

تتمہ عیوب عروض مین

(۱) تخلیع وزن نامطبوع وناخوش وارکان ثقیل مین شعر لکھنا عیوب کلام سے ہے اور اس عیب کو تخلیع بفتح تاے فوقانی وسکون خاے معجمہ وکسر لام ویاے معروف وعلین موقوف کہتے ہین۔

(۲) توجیہ الوافی لمصطلحات العروض والقوافی مین لکھا ہے کہ تحرید بجاے حطی بروزن تفعیل بحر کے اختلاف وتغیر کو کہتے ہین شاعر کو احتیاط چاہیے کہ ایک بحر سے دوسری بحر پر نقل نہ کر جائے کیونکہ

جو بحرین آپس میں متشابہ ہین اور جن مین تفاوت بہت کم ہو اُن مین شاعر دھوکا کھا جاتے ہین اور بعض شعر ایک بحر مین اور بعض دوسری بحر مین کہہ جاتے ہین جیسا کہ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد شاہ حاتم سے جو سودا کے شاگرد بھی مشہور ہین ایسا ہو گیا تھا کہ بحر ہزج کے ساتھ بحر رمل کو ملا دیا تھا اور انشاء اللہ خان نے جلسۂ مشاعرہ مین اعتراض کیا تھا ہان اگر اشارہ کر دیتے تو کچھ مضائقہ نہین اور شعرا اکثر ایسا کرتے ہین۔

انشا

کہا لیلی نے کچھ شعلے سے جو اُسکو نہاں لپٹے — یہ خو ہے انکی سادیسی جہاں لپٹے وہاں لپٹے
بدل کر بحر کو انشا غزل طرحی کی ہی اب لپٹے — کہ اہل ذوق باہم جس لیے ہین خوشہ ساں لپٹے
گلے سے تیرے کدھر کوئی اہل دل لپٹے — یہان تو آٹھ پہر رہتے ہین نخل لپٹے
اگرچہ ایسے وہ سو بار متصل لپٹے — پر ایسے ڈھب سے نہ لپٹے کہ دل سے دل لپٹے

گستاخ لکھتا ہے کہ وحشت کے اس شعر کا۔

سنبھالے ہین مرے نالون نے بھالے — فلک اپنی پشت خمیدہ کو تھامے

مصرع اول ہزج مسدس اور مصرع ثانی تقارب مثمن ہے مگر مؤلف کی دانست مین دونون مصرع وزن تقارب مثمن مین ہین پہلے مصرع مین سے ایک سبب خفیف کا بتان کور سواد کی غلطی سے قلم انداز ہو گیا ہے شاید یون ہو۔ مصرع

سنبھالے ہین اب میرے نالون نے بھالے

مولوی سید محمد عبدالرشید تخلص برشید شعر غالب کے تکملے مین کہتے ہین۔ ؎

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد — عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے
دیار دو سرا ہی کب دہر مین بتا تو — پھر کیا یہ تو تو مین مین ہی کیا قیل و قال ہے

تیسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن اور باقی مصاریع کا وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن۔

(۳) اختلاف غیر معتاد۔ بھی عروض بحر مین عیب ہے جیسے استعمال عروض محذوف یعنی فعولن کا بحر طویل مین اور عروض مقطوع یعنی فعلاتن کا بحر کامل مین اکہ حسب مذہب سکاکی صاحب مفتاح کے معتاد نہین ہے اور اس عیب کا نام اقعاد ہے اور حسب مذہب صاحب قصیدۂ خزرجیہ کے اختلاف مطلق معتاد و غیر معتاد کو کہتے ہین بحر رمل مین لیس النظیر معتاد کی یہ ہے کہ شاعر عروض سالم یعنی متفاعلن سے طرف عروض محذوف یعنی فعلن (بکسر عین) کے انتقال کرے۔

چھٹا شہر رباعی کے بیان مین

عرب مین رباعی کا دستور نہ تھا شعراے عجم نے یہ بحر ہزج مین سے نکالی ہے معیار البلاغت مین لکھا ہے کہ موجد اسکا رودکی ہے ایک روز راہ مین چلا جاتا تھا اثناے راہ مین امیر یعقوب بن لیث صفار کا بیٹا یازدہ سالہ لڑکون مین جوز بازی کر رہا تھا یعنی چند جوز کو گوچی مین ڈالنا چاہتا تھا ایک بار چھ جوز گوچی مین جا پڑے اور ایک جو باقی رہا تھا وہ بھی لڑھک کر جا پڑا تب وہ خوش ہوکر کہنے لگا مصرع غلطان غلطان ہمے رود تا بن گو۔ استاد رودکی کو یہ کلمات فصیح بہت اچھے معلوم ہوے اور غور کیا تو علم عروض مین موزون پایا پھر اس سے چوبیس۲۴ وزن اختراع کیے مگر بیان ایک امر قابل غور و تردد ہے وہ یہ کہ امیر یعقوب بن لیث صفار نے بقول مؤلف تذکرۂ خزانۂ عامرہ ۲۵۱ھ ہجری مین نام وری حاصل کی تھی اور بروایت ضعیف عہد اسلام مین نظم فارسی کا موجد وہی ہے چنانچہ اُس کا ایک مصرع اور بقولے ایک شعر نقل کرتے ہین اور اُستاد رودکی نے چوتھی صدی کے اوائل مین عرصۂ ظہور مین قدم رکھ کر شعاری طبع کی مدد سے اقسام شعر کی بنا ڈالی ہے۔ بعض کتابون مین اُس لڑکے کا نام نہین لکھا ہے مطلقا لڑکے کا لفظ لکھ دیا ہے اور رودکی کو رباعی کا موجد ماننے کے لیے یہی بہتر ہے تذکرۂ دولت شاہ مین یون بیان کیا ہے کہ یعقوب بن لیث صفار جسنے سب سے اول ملک عجم مین خلفاے بنی عباس پر خروج کیا تھا اُسکا بیٹا عید کے دن چند لڑکون کے ساتھ جوز بازی کرتا تھا امیر بھی اُسکے پاس کھڑے ہوکر تماشا دیکھنے لگا امیر زادے نے جوز گوچی کی طرف پھینکے جن مین سے سات گوچی مین چلے گئے اور ایک اُچھل کر باہر کی طرف آگیا امیر زادہ نا اُمید ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی لڑھک کر اندر چلا گیا اس خوشی مین امیر زادے کے مُنھ سے یہ الفاظ نکلے مصرع غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو۔ یعقوب کو یہ کلام پسند آیا اور اپنے مصاحبون کو حکم دیا کہ اس کو جانچین کہ شعر کی قسم سے ہے یا نہین ابودلف اور زینت الکعب نے متفق ہوکر تقطیع کی تو بحر ہزج مین موزون پایا اور ایک مصرع اسکے ساتھ لگا دیا پھر ایک بیت بڑھا کر دوبیتی کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہوگیا تھوڑے عرصے کے بعد یہ نام موقوف کرکے رباعی نام مقرر کیا۔ شمس الدین محمد بن قیس نے المعجم مین بیان کیا ہے کہ ترانہ اسکو اسلیے کہتے ہین کہ ارباب موسیقی نے اس وزن پر اچھے اچھے راگ بنائے ہین عربی مین ایسے اشعار کو قول بولتے ہین اور کسی خاص راگ وغیرہ کے لحاظ کے بغیر صرف اشعار کے لحاظ سے دوبیتی کہتے ہین کیونکہ اس مین دو بیت سے زیادہ نہین اور عرب مستعربہ رباعے

بدلتے ہین کیونکہ یہ بحر ہزج مین ہے اور وہ اشعار عرب مین مربع الاجزا ہے پس رباعی کی
ہر ایک بیت عربی کے اعتبار سے بمنزلے دو بیت کے ہوئی لیکن وہ زحاف جو رباعی مین
مستعمل ہین عرب کے اشعار مین نہ تھے اسلیے اس مین اگلے زمانے کے شعراے عرب نے
شعر نہ کہے متاخرین عرب نے اسکی طرف خوب رغبت کی اور عربی مین اس کا بڑا رواج ہوگیا
ابن قیس نے یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ امام حسن قطان نے کہ ائمۂ خراسان سے ہے ان چوبیس
اوزان کے منضبط ہونے کے لیے دو شجر ایجاد کر کے اُن مین لکھا غرضکہ زحاف اس مین نو آتے ہین
خرب۔ خرم قبض۔ کف۔ ہتم۔ جب۔ بتر۔ شتر۔ زلل۔ اور ارکان مزاحف یا مزاحف و سالم باہم مرکب کر
بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین اور ان سب کا
جمع کرنا جائز اور روا ہے اگرچہ بعضون نے لکھا ہے کہ پہلا مصرع وزن اخرب مین ہو تو اور دوسرے
مصاریع بھی انھی اوزان مین چاہیین اور جو مصرع اول اخرم ہو تو اور تینون مصرعون کو بھی اسی
وزن مین کہین یعنی اخرم کو اخرب کے ساتھ جمع نہ کرین بعض عروضیون کے نزدیک جیسے اخرب
کے بارہ وزن اخرم کے بارہ وزنون کے ساتھ جمع نہین ہو سکتے اسی طرح وہ اوزان جن کے عروض
و ضرب مین فعول اور فاع ہین ان اوزان کے ساتھ بھی جن کے عروض و ضرب فعل اور فع
واقع ہوے ہین جمع نہین ہو سکتے مگر اساتذہ کے کلام مین اس کی قید کم دیکھی گئی اور اُن کے
نزدیک جائز ہے کہ اُن اوزان مین سے ایک وزن پر چارون مصرع ہون یا ہر مصرع اُن اوزان
مین سے ایک ایک وزن پر ہو خواہ بعض مصرع ایک وزن پر ہون اور بعض ایک وزن پر ہون
جیسا کہ ان رباعیون مین۔

میر تقی

جانان نے ہمین کچھ نہ جانا افسوس ۔۔۔ جو ہم نے کہا سو وہ نہ مانا افسوس
شب آملے ہین دیر کی قیامت ابتر ۔۔۔ آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

پہلا اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ۞

نواب یوسف علی خان ناظم

سجادہ ہے میرا فلک نیلی فام ۔۔۔ تسبیح کواکب آفتاب اُس کا امام

تارے گنتا ہوں میں سحر تک ناظم	تسبیح امام تک پہونچکر ہو تمام

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع اور دوسرا اور چوتھا اس وزن میں ہے مفعول مفاعلن مفاعیل فعول اور تیسرے کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ۔

منشی اسمٰعیل حسین منیر

جس روز سے دخل بے بسی نے پایا اپنا ساتھی تمام دنیا میں منیر	ہونٹوں تک نہ قرب بھی ہنسی نے پایا ڈھونڈھا تو مجھی کو بے کسی نے پایا

اس رباعی کا پہلا اور دوسرا اور چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول ۔

امانت

ہر گل کو خجل داغ جگر سے پایا دیکھا دم سرد سے صبا کو ٹھنڈا	بلبل کو ندیم شور و شر سے پایا پانی شبنم کو چشم تر سے پایا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرا اور تیسرا اس وزن پر مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور چوتھا اس وزن پر مفعولن فاعلن مفاعلن فع ۔

غالب

جن لوگوں کو ہے مجھسے عداوت گہری دہری کیونکہ ہو جو کہ ہووے صوفی	کہتے ہیں مجھے وہ رافضی اور دہری شیعی کیونکہ ہو ماوراء النہری

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرے و چوتھے مصرع کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ۔
الحاصل اس بحر کا نام بحر رباعی ہے کیونکہ رباعی سوا اس بحر کے اور بحر میں نہیں کہی جاتی اور قصیدہ و غزل کا رباعی کے وزن میں کہا جانا درست ہے پس جو لوگ واقف ہیں وہ عوام کی طرح ہر ایک وزن کی دو بیت قافیہ دار کو رباعی نہ کہیں گے لیکن منتہے العروض کے مؤلف کا یہ قول کہ جو رباعی اوزان مذکورۂ بالا سے خارج ہو تو اُسکو قطعہ کہنا چاہیے نہ رباعی تعریف قطع کے مقابلے میں تردد سے خالی نہیں اور یہ جو کہا ہے کہ رباعی ان چوبیس وزن سے خالی نہیں ہوتی تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رباعی کا انحصار انہی میں ہے بلکہ رباعی اتحاد و اختلاف اوزان مصاریع کے اعتبار سے

بہت سے وزن رکھتی ہے مطلب اُس قول سے یہ ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی مصرع ان وزنوں سے خالی نہین ہوتا اور مؤلف غیاث کی اس تعریف مین بھی کہ رباعی کا وزن خاص لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے اگر اس وزن مین نہو تو قطع کہین گے مسامحت ہے کیونکہ رباعی کے چوبیس وزن ہین اُن مین سے ایک وزن لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے پس وزن رباعی اس مین منحصر نہین جیسا کہ اُس نے سمجھا ہے ۔

واسطی

عاشق مین ہوا ہون اک بُت کا ناگاہ اب کفر سے مطلب ہی نہ اسلام سے کام	کچھ کام نہین ہے مجھکو جز نالۂ و آہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

وہ دس ارکان جن سے باہم ترکیب ہوکر رباعی کے چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین یہ ہین رکن **مفاعیلن** سالم ہے اور **مفعولن** اخرم ہے جسکو مخنّق بھی کہتے ہین اور **مفعولُ** لضم لام اخرب ہے اور **مفاعلن** مقبوض ہے اور **مفاعیل** مکفوف ہے لام مضموم سے اور **فعول** اہتم ہے لام موقوف سے اور **فعَل** مجبوب ہے اور **فع** ابتر ہے اور **فاعلن** اشتر ہے اور **فاع** ازل ہے اُن چوبیس اوزان مین سے بارہ وزن کا صدر وابتدا اخرب ہے یعنی مفعول اور باقی بارہ وزن کا صدر وابتدا اخرم یعنی مفعولن آتا ہے اور یہ چوبیس اوزان تشریح کے واسطے دائرون مین لکھے جاتے ہین اور بلحاظ اخرم و اخرب کے بارہ بارہ اوزان کے واسطے علٰحدہ علٰحدہ دائرے مقرر ہین ۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا کے اوزان کی تفصیل یہ ہے

اول یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون **دوم** یہ کہ ایک جز حشو کا مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون **سوم** یہ کہ دونون جز حشو کے مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون **چہارم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور ایک اخرم اور عروض و ضرب ازل ہون ۔ **پنجم** یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون **ششم** یہ کہ حشو کا ایک جز مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون **ہفتم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرب اور عروض و ضرب اہتم ہون **ہشتم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرم اور عروض و ضرب ابتر ہون **نہم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور

دوسرا اخرب اور عروض وضرب مجبوب ہون دہم یہ کہ حشو مکفوف ہو اور عروض وضرب اثتم ہون یازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض ایک جز مکفوف ہو اور عروض وضرب اثتم ہون دوازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض اور ایک جز مکفوف اور عروض وضرب مجبوب ہون ۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا

مفعول

۱ مفاعلن مفاعیلن فاع

۲ مفاعیل مفاعیلن فاع

۳ مفاعیل مفاعیل فعل

۴ مفاعیلن مفعولن فاع

۵ مفاعلن مفاعیلن فع

۶ مفاعیل مفاعیلن فع

۷ مفاعیلن مفعولن فعولن

۱۲ مفاعلن مفاعیل فعل

مثالوں مین وہ نمبر لکھدیے جائینگے جو دائرون کے اوزان کے مقابل لکھے ہوئے ہین ۔

عزیز بریلوی

۷	ہے شبنم حیران کو مجھ سے یہ حجاب		آنکھوں کو کرے چار نہیں یہ اُسے تاب	۱۰
۶	حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے		آئینے کی آنکھوں میں بھر آتا ہے آب	۲

تقطیع ہے شبن مفعول م حیرا کو مفاعیلن ن مجھ سے مفعول حجاب فعول ٭ اور دوسرے مصرع کی تقطیع یون ہے آنکوک مفعول کرے چار مفاعیل نہی یہ اُ مفاعیل سِ تاب فعول ٭ تیسرے مصرع کی تقطیع یون ہے حیرت ک مفعول مری غور مفاعیل اگر کرتا مفاعیلن ہے فع اور چوتھے مصرع کی تقطیع یون ہے آئی نِ مفعول ک آنکوم مفاعیل بر آتا ہے مفاعیلن آب فاع۔

ایضاً

۳	سرمایۂ غفلت ہے تماشائے جہان		بینا ہے وہ جو نہ وا کرے آنکھ یہان	۱۲
۵	ہر پردۂ دیدہ ہے حجاب غفلت		عارف ہی کو کھلتا ہے یہ راز نہان	۸

تقطیع سرما ئے مفعول یِ غفلت ہَ مفاعیل تماشائے مفاعیل جہان فعل + بیناہ مفعول وجو نَوا مفاعلن کرے آنک مفاعیل یہان فعل + ہر پرد مفعول یِ دیدہ مفاعلن حجابے غف مفاعیلن لت فع + عارف ہِ مفعول کُ کُھلتا ہے مفاعیلن سے راز نِ مفاعلن ہان فع +

ایضاً

۱۱	ہے اہل سخا سے چرخ دون بر سر جنگ		پایا ہے خسیسون نے تاج وادرنگ	۴
۹	غنچے سے چمن مین ہے یہ معلوم ہوا		زر جس کی گرہ مین ہے وہی ہے دل تنگ	۱۱

تقطیع ہے اہل مفعول سخاس چر مفاعلن خ دو بر سر مفاعیل سر جنگ فعول + پایا ہَ مفعول خسیسون نے مفاعیلن تاجو آ و مفعولن رنگ فاع + غنچے س مفعول چمن مے ہے مفاعیلن یہ معلوم مفعول ہوا فعل + زر جس ک مفعول گرہ م ہے مفاعلن وہی ہے دل مفاعیلن تنگ فاع ۔

امیر مینائی

۵	بالفرض حیات جاودانی تم ہو		بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو	۵
۵	ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھیں تم کو		لیکن نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو	۵

چارون مصرع اس وزن پر ہین مفعول مفاعلن مفاعیلن فع تقطیع بالفر مفعول حیات جا مفاعلن ودانی تم مفاعیلن ہو فع ٭ بالفرض مفعول کہ آب زن مفاعلن دگانی تم مفاعیلن ہو فع +

ہم سے ن مفعول ملوت خامفاعلن ک سمجھے تم مفاعیلن کو فع ؛ لے نام مفعول ن پاس کا مفاعلن رج پانی تم مفاعیلن ہمن فع ؛

مولوی محمد اسمٰعیل

۱۰	تیزی نہین منجملۂ اوصاف کمال		کچھ عیب نہین اگر چلو دھیمی چال	۱
۵	خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی		ہان راہ طلب مین شرط ہے استقلال	۱

تقطیع تیزی ن مفعول ہ منجمل مفاعیل ۂ اوصاف مفاعیلن کمال فعول ؛ کچ عیب مفعول نہی اگر مفاعلن چلو دھی می مفاعیلن چال فاع ؛ خرگوش مفعول س لے گیا مفاعلن ہ کچوابا مفاعیلن زی فع ؛ ہاراہ مفعول طلب م شر مفاعلن ط ہے استق مفاعیلن لال فاع۔

ناسخ

۶	وہ خط نہین لکھتا تو ہو کیون دل تنگی		تازہ یہ زمانے کی نہین نیرنگی	۶
۲	ہمنے بھی کیا نامے کا لکھنا موقوف		اب اپنے قلم کو بھی ہے عذر لنگی	۵

تقطیع وہ خط ن مفعول ہِ لکتات مفاعیل ہُ کو دل تن مفاعیلن گی فع ؛ تازہ ے مفعول زمانے ک مفاعیل نہی نے رن مفاعیلن گی فع ہمنے ب مفعول کیا نام مفاعیل ک لکنا مو مفاعیلن قوف فاع اب اپن مفعول قلم کُ بی مفاعلن ہ عذر ے لن مفاعیلن گی فع۔

ولہ

۶	ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی		تربت مین نہ کوئی استخوان ہے باقی	۵
۱۱	کرتا ہے خدا تو امتحان تا دم زیست		پر جب کا ہنوز امتحان ہے باقی	۶

تقطیع ہے جسم مفعول مرا ادر مفاعیل نہ جاہَ با مفاعلن قی فع ؛ تربت م مفعول ن کوی اس مفاعلن تخاہے با مفاعیلن قی فع ؛ کرتا ہ مفعول خدات ام مفاعلن تحاتادم مفاعیل م زلیست فعول ؛ پر بت ک مفعول ہنوز ام مفاعلن تحاہے با مفاعیلن قی فع۔

رند

۱۱	عید رمضان ہے واہ کیا روز سعید		عالم مین ہین خرمی کے آثار پدید	۱۱
۱۱	اللہ وزیر ہند کو رکھے شاد		ہر شب ہو شب برات ہر روز ہو عید	۱۱

تقطیع۔ عید ے ر مفعول مضاہَ وا مفاعلن ہ کا روز مفاعیل سعید فعول ؛ عالم م مفعول ہ خرمی مفاعلن کے آثار مفاعیل پدید فعول ؛ اللہ مفعول وزیر ہن مفاعلن دکو رک کے

مفاعیلن شاد فاع ؛ ہر شب ہ مفعول شے بر امفاعلن ت ہر روز مفاعیل ہ عید فعول ؛		
	تفصیل اوزان دائرہ اخرم الصدر والابتدا	

اخرم الصدر والابتدا سے مراد وہ ہے جسکے صدر و ابتدا میں مفعولن آتا ہے پہلا یہ کہ حشو کا ایک جز اشتر ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہوں دوسرا یہ کہ ایک جز حشو کا اخرب اور ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہوں تیسرا یہ کہ حشو کا ایک جز اشتر اور ایک مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہوں چوتھا یہ کہ حشو اخرم اور عروض وضرب ازل ہوں پانچواں یہ کہ حشو اخرم اور عروض ضرب ابتر ہوں چھٹا یہ کہ حشو کا ایک جز اشتر اور ایک سالم ہو اور عروض وضرب ابتر ہوں ساتواں یہ کہ حشو کا ایک اخرب ہو اور ایک مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہوں آٹھواں یہ کہ حشو کا ایک جزو اخرب اور ایک سالم اور عروض اور ضرب ابتر ہوں نواں یہ کہ حشو کا ایک جز اخرم اور ایک اخرب اور عروض وضرب مجبوب ہوں دسواں یہ کہ حشو کا ایک جز اخرب اور ایک جز مکفوف اور عروض ضرب مجبوب ہوں گیارھواں یہ کہ حشو کا ایک جز اشتر ایک جز مکفوف اور عروض وضرب اہتم ہوں بارھواں یہ کہ حشو کا ایک جز اخرم اور ایک جز اخرب اور عروض وضرب اہتم ہوں۔

صورت دائرے کی یہ ہے۔

دائرہ اخرم الصدر والابتدا

مفعولن

۱ فاعلن مفاعیلن فاع
۲ مفعولن مفاعیلن فاع
۳ فاعلن مفاعیل فعل
۴ مفعولن مفعولن فاع
۵ مفعولن مفعولن فع
۶ فاعلن مفاعیلن فع
۷ مفعول مفاعیل فعولن
۱۲ مفعولن مفعولن فعولن

مثالون مین یہان بھی مصرعون کا مقابلہ اوزان رباعی سے ہندسے لکھکر کیا جاے گا۔

غزنیہ

۱۰	لازم ہے انسان کو ہو سب سے جدا		ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا	۸
۳	وحدت سے ہے فروغ خورشید فلک		شہرت غزلت مین ہے مثال عنقا	۶

تقطیع لازم ہے مفعولن انسان مفعول کو ہو سب سے مفاعیل جدا فعل ٭ ہوتا ہے مفعولن مشہور مفعول رہے جو تن مفاعیلن ہا فع ٭ وحدت سے مفعولن ہے فروغ فاعلن خورشید مفاعیل فلک فعل ٭ شہرت غز مفعولن لت م ز فاعلن مثالے عن مفاعیلن قا فع ٭

نسیم

۷	دنیا مین ہنسے سے لشکر کون نہ ہو پاک		لیکن ہے دیوانہ اگر ہووے باک	۳
۹	دیکھو تو گلشن مین گل نے کیا		ہنستے ہنستے جامہ کر ڈالا چاک	۴

تقطیع۔ دنیا سے مفعولن ہنسنے سے مفعول لشکر کون مفاعیل نہ پاک فاع ٭ لیکن ہے مفعولن دیوان مفعول اگر ہو بے مفاعیلن باک فاع ٭ دیکھو تو مفعولن گلشن مے مفعولن گل نے سے مفعول کیا فعل ٭ ہنستے ہنس مفعولن تے جامہ مفعولن کر ڈا مفعولن چاک فاع

ولہ

۱۲	ہین باغ عالم مین کیا کیا گل وخار		لیکن ہے دیدۂ بصیرت درکار	۱
۵	بینائی آنکھون مین نرگس کے ہو		گلشن مین تب کرے تماشاے بہار	۱۱

تقطیع ہین باغ مفعولن عالم مے مفعولن کیا کا گُ مفعول ل و خار فعول ٭ لیکن ہے مفعولن دیدے فاعلن بصیرت در مفاعیلن کار فاع ٭ بینائی مفعولن آنکو مے مفعولن نرگس کے مفعولن ہو فع ٭ گلشن مے مفعولن تب کرے فاعلن تماشاے مفاعیل بہار فعول۔

ان اوزان مین سے وہ وزن خفیف اور مطبوع ہے جسکے اسباب واوتاد مین اعتدال ہو اور جس وزن مین سبب و وتد زائد ہونگے وہ ثقیل و نا مطبوع ہوگا یہی سبب ہے کہ دائرۂ اخرب کے اوزان دائرۂ اخرم کے اوزان سے سبک اور مطبوع زیادہ سمجھے جاتے ہین اوزان اخرب مین سب سے زیادہ ثقیل مفعول مفاعیلن مفعولن فع ہے کیونکہ اس مین چھ سبب پے در پے جمع ہوے ہین اور اخرم کے اوزان مین سب سے زیادہ ثقیل وزن مفعولن مفعولن مفعولن فع ہے کہ اسمین سب سبب جمع ہوئے ہین اور اخرب کے اوزان مین سب سے ہلکا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فعل ہے اور اخرم کے اوزان مین سب سے سبک یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول کیونکہ

اس مین چار سبب اور چار وتد آئے ہین۔

یہ اُن چوبیس اوزان رباعی کی تشریح ہے جن کو اُستاد رودکی نے ایجاد کیا تھا اور اسکے بعد دوسرے شعرائے بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف پر فعلن بکسر عین اور فعلن بسکون عین اور فعلات بسکون عین بڑھاکر تین وزن نکالے ہین وہ یہ ہین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین مفعول مفاعلن فعولن فعلات علی ہذا القیاس اگر بحر ہزج اخرم اشتر محذوف مین بھی تینون رُکن بڑھائے جائین تو یہ وزن اور پیدا ہو سکتے ہین مفعولن فاعلن فعولن فعلن بکسر عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلن بسکون عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلات لیکن بنظر تامل دیکھا جائے تو یہ وزن اُن چوبیس اوزان سے علیحدہ نہین صرف تباین ارکان ہے چنانچہ مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فَعَل ہے بوجہ ناواقفی کے مفاعیل کے آخر سے لام کم کرکے فعولن بنالیا ہے اور اُس لام کو فعل سے ملاکر فعلن بکسر عین کرلیا ہے اسی طرح مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فع ہے مفاعیلن کے آخر سے ایک سبب خفیف کم کرکے مفاعیلن کو فعولن بنایا ہے اور اس سبب کو فع سے ملاکر اُسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ غالب جیسے سخن سنج نے بھی یہان دھوکا کھاکر بحر ہزج مسدس مقبوض محذوف پر ایک فعلن کی زیادتی کو رباعی مین مان لیا ہے اور مفعول مفاعلن فعولن فعلات بروزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع ہے اسی طرح اوزان اخرم مین قیاس کرلینا چاہیے جب ارکان مذکورۂ بالا مین اوزان رباعی کا انحصار ہو سکتا ہے تو انھین کے ہموزن نئے رُکن بڑھانا بالکل فضول ہے۔

الغرض بارہ بارہ وزنون کے جو دو حصے کیے ہین ان مین ہر حصے کی رباعیان اختلاف وزن اور ترتیب مصاریع سے اکتالیس [۴۱] ہزار چار سو بہتر ہو سکتی ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب ایک حصے کے بارہ وزنون مین سے ہر اک وزن کے پہلے مصرع کے ساتھ دوسرا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس دوسرے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو بارہ مین ضرب دینے سے ایک سو چوالیس ثنائی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۱۲
۱۲
۱۴۴
۱۲
۱۷۲۸

اور جب ان ایک سو چوالیس شکلون مین سے ہر ایک شکل [۱۴۴] کے ساتھ تیسرا مصرع چوبیس چوبیس

طرح سے لگایا جائے گا تو اس تیسرے مصرع کے ملنے سے یعنے چوبیس کو ایک سو چوالیس مین ضرب دینے سے تین ہزار چار سو چھپن ثلاثی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۱۴۴
۲۴
۵۷۶
۲۸۸
۳۴۵۶

اور جب ان تین ہزار چار سو چھپن شکلون مین سے ہر ایک شکل کے ساتھ چوتھا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس چوتھے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو تین ہزار چار سو چھپن مین ضرب دینے سے اکتالیس ہزار چار سو بہتر کامل شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۳۴۵۶
۱۲
۶۹۱۲
۳۴۵۶
۴۱۴۷۲

اور جب ایک حصے کی اکتالیس ہزار چار سو بہتر شکلین ہوئین تو ظاہر ہے کہ دونون حصون کی اس سے دُگنی یعنے بیاسی ہزار نو سو چوالیس شکلین ہونگی جنکے وزن یا ترتیب مصاریع مین کچھ نہ کچھ فرق ہوگا الحمد للہ بحور کا اختتام ہوا۔

دوسرا جزیرہ علم قافیہ مین

اس جزیرے مین پانچ شہر پُر لطافت ہین

پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین

علم قافیہ ایک ایسا علم ہے جس مین شعر کے لفظ آخر کے تناسب اور عیوب سے بحث کی جاتی ہے اور غرض اُسکی یہ ہے کہ ایسا ملکہ حاصل ہو جائے کہ شعر ایسے قافیون کے ساتھ بنا سکین جو مقام کے مناسب ہون اور ایسے عیوب سے خالی ہون جن سے طبع سلیم کو تنفر پیدا ہو اور غایت اُسکی یہ ہے کہ قافیہ مین خطا سے احتراز رہے اور مبادی اُسکے وہ مقدمات ہین جو اشعار کے قافیون مین تلاش کرنے سے حاصل ہوتے ہین اور بعض نے کہا ہے کہ قافیہ ایک ایسا علم ہے کہ اُس مین مرکبات موزون سے انکے اواخر ابیات کی حیثیت کے ساتھ بحث کی جاتی ہے حاشیہ کبری

مین سید محمد دمنہوری نے لکھا ہے کہ اس علم کا موجد امرؤ القیس کا ماموں مہل ہل بن ربیعہ ہے لغت مین قافیے کے معنے پیچھے آنے والے کے ہین اور اصطلاح مین قافیہ چند حروف معین کا نام ہے جو مطلع غزل و قصیدہ و ابیات مثنوی کے ہر مصرع کے آخر مین اور قطعہ و باقی اشعار غزل و قصیدہ کے مصرع ثانی کے آخر مین الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر آتے ہین اور مستقل نہین ہوتے جیسے ان شعرون مین امیر کے ؎

وقت رفتار ہے زرریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین بن جاتے ہین دینار و درم
در دولت کی وہ عظمت ہے کہ جس سے ہر دم	لو لگائے ہوے ہے لام ہو یا واو قسم
تنگدل وہ ہے عدو نام جو اُسکا ہو رقم	ساحت لوح یہ سمٹے کہ ہو میدان قلم

پہلے شعر مین لفظ قدم اور درم کے آخر کی میم اور دوسرے شعر مین لفظ ہر دم اور قسم کی میم اسی طرح تیسرے شعر مین رقم اور قلم کے آخر کی میم حرف قافیہ مین سے ہے اور غیر مستقل ہے یعنی علٰحدہ نہین آسکتی بخلاف ردیف کے کہ وہ بعد قافیہ کے کلمہ مستقل ہوتا ہے کہین متحد المعنے کہین مختلف المعنی مگر اختلاف لفظ ردیف کا روا نہین اور اسکا بیان مفصلاً آگے آئے گا الحاصل قافیے کا اطلاق نو حروف پر ہوتا ہے۔ ردف۔ قید۔ تاسیس۔ دخیل۔ روی۔ وصل۔ مزید۔ خروج۔ نائرہ لیکن ان سب حروف کا جمع ہونا ضرور نہین ایک خواہ دو خواہ تین یا زیادہ جس قدر چاہین جمع کرین اور یہ بھی خیال رہے کہ حرف روی اصل قافیہ ہے اسی پر قافیہ منحصر ہے باقی آٹھ حرفون کے لانے نہ لانے کا شاعر کو اختیار ہے بخلاف حرف روی کے کہ اُسکے لانے مین شاعر مجبور ہے اس کا ترک اُسکے اختیار سے باہر اور دور ہے جیسے اشعار بالا مین میم حرف روی ہے غرضکہ حرف روی کی رعایت تمام ابیات مین ضرور رہے۔

روی کا بیان

روی راے مہملہ کے فتح اور واو کے کسر اور یاے معروف سے لفظ کے اس حرف آخر کو کہتے ہین جو مصرع یا بیت کے آخر مین واقع ہوا ہو اور یہ حرف مکرر آتا ہو اور قافیہ کی بنیاد اسی پر ہوتی ہے اور یہ حرف اکثر اصلی ہوتا ہے جیسے امیر کے اشعار مین حرف میم۔ کبھی حرف زائد کو بھی حرف اصلی کے حکم مین کر لیتے ہین مثلاً

مرزا محمد تقی خان ہوس

مزروع تن ہے میرے خشک سالی	جو کوئی صدف ہو در سے خالی

خشک سالی مین یاے زائد ہے اور خالی مین یاے اصلی۔

ولہ

ازدفتر دوستان جریدہ	محنت زدۂ ستم رسیدہ

رسیدہ مین ہا زائد ہے اور جریدہ مین اصلی

میر حسن

ہر ایک عالم شوق مین تھی کھڑی	نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی

انیس

تھا زہر یہ اور زور تھا خیبر شکنی کا	کس مرتبہ تھا لطف وکرم رب غنی کا

دبیر

اک ہاتھ نکل آیا ہے مرقد سے نبیؐ کا	جنبش مین ہے اب روضہ رسولؐ عربی کا

باقی آٹھ حرفون مین سے منجملہ نو حروف قافیہ کے چار حرف ردف۔ قید۔ تاسیس دخیل۔ روی سے پہلے آتے ہین اور اصلی ہوتے اور وصل و مزید وخروج ونائرہ حروف روی کے بعد ملحق ہوتے ہین اور زائد ہوتے ہین پس جب تک کہ کوئی حرف بعد حرف روی کے ملحق نہ ہوگا۔ حرف روی ساکن ہوگا اس صورت مین اسکو روی مقید کہین گے جیسے سرشار بریلوی کے ان اشعار مین۔ ؎

بنائی ہے دلو نکے درمیان دیوار پتھر کی مگر کر لی ہے چھاتی صورت کہسار پتھر کی	مری جانب سے چھاتی تمنے کر لی یار پتھر کی پگھلتا ہی نہین وہ سنگدل عاشق کی باتون سے

یار دیوار کہسار مین حرف روی راے مہملہ ساکن ہے اور جس صورت مین کہ حرف روی متحرک ہو تو اسکے بعد حرف وصل مل جائے تو اسکو روی مطلق کہتے ہین مثال۔

سودا

مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون	نے بلبل چمن نہ گل نودمیدہ ہون

اس شعر مین دال مہملہ متحرک روی مطلق ہے۔

انیس

ہر گل کو گلہ کم التفاتی کا ہے	پرسان کوئی کب جوہر ذاتی کا ہے

اس شعر مین تاے فوقانی متحرک روی مطلق ہے۔

المؤلفہ

مین دیوانہ ہون ای ساقی کسی کی چشم میگون کا	پلا دے آج تو ساغر شراب ارغوانی کا
کیا خاموش وہی باتون مین اس گل نے ادی مجھی	بہت دعوی تھا بلبل کو بھی اپنی خوش بیانی کا

اُن حروف کا بیان جو روی سے قبل آتے ہین

روف کا بیان

جاننا چاہیے کہ روف بکسر اول وسکون دال مہملہ وفا دو قسم ہے روف مطلق اور روف زائد **روف مطلق** اُسے کہتے ہین کہ ایک ساکن قبل حرف روی کے بلا فاصلہ واقع ہو اُسکے اور روی کے درمیان کوئی اور حرف واسطہ نہو اور وہ حرف ساکن حروف مدہ مین سے ہوتا ہے جیسے یار اور نور اور تیر مین الف اور واو اور یاے ساکن اور جو یاے تحتانی اور واو کے ماقبل فتح ہو تو روف نہین جیسے واو دور اور جور کی اور یاے تحتانی خیر اور سیر کی مگر بعض اہل فن جیسے ابن قطاع وغیرہ نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی روف شمار کیا ہے اور جمہور کا اتفاق مذہب اول پر ہے۔ **فائدہ** الف اور واو اور یاے ساکن کو حروف علت کہتے ہین پس اگر انکے ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہو تو حروف مدہ ہین جیسے یار اور نور اور تیر اور جو موافق نہو جیسے دور اور بین تو لین بروزن دین کہلاتے ہین اور جہان کہین الف ساکن آئے گا اُسکے ماقبل فتح ہی ہوگا پس الف ہمیشہ ہی مدہ رہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ جہان فتح ہو تو بعد اسکے الف ہی ہو بلکہ کبھی واو اور کبھی یا اور سوا اسکے اور حرف حروف صحیح مین سے آسکتا ہے خواہ ساکن ہو خواہ متحرک جس وقت الف کے ماقبل فتحہ ہوگا اُس فتحہ کو فتحہ طویل کہین گے جیسے باپ یار اور اگر بعد فتحہ کے کوئی اور حرف ہوگا تو وہ فتحہ قصیر کہلاتا ہے جیسے قلم کرم سفر حضر وغیرہ اور حروف واو اور یا کی دو صورتین ہین ایک معروف ایک مجہول اور واو معروف یا مجہول کے قبل ضمہ ہوتا ہے اور یاے معروف ومجہول کے قبل کسرہ فرق اس قدر ہے کہ معروف کا ضمہ اور کسرہ خوب کھینچکر پڑھا جاتا ہے اور مجہول کا ضمہ اور کسرہ زیادہ کھینچا نہین جاتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حروف روف غالبًا اصلی ہوتے ہین کیونکہ حروف روی بھی اصلی ہوتا ہے اور اگر حرف روی زائد ہو اور حکم مین حرف اصلی کے کرلیا جائے تو بالضرور حرف روف بھی زائد ہوگا جیسے زرین اور قالین مین۔

قلق

چار سو فرش مخمل و قالین	بیچ مین ایک مسند زرین بچھا

چونکہ نون غنہ زرین کا قالین کے نون کے مقابل حرف روی کے حکم مین معتبر ہوا تو یاے تحتانی زرین کی قالین کے مقابل ردف ٹھہری حالانکہ قالین مین یاے تحتانی اصلی اور زرین مین زائد ہے اور یہ دو نون حرف زر کی نسبت کے واسطے لاحق ہوے ہین۔

شوق سے نام صنم کو دل پہ کندہ کیجیے	المولفہ	کیونکہ ہو وہ نقش زیبا اس نگین کے واسطے
عمر ضائع کی ہوا و حرص دنیا مین عبث		کام کیا اے دل کیا خلد برین کے واسطے
شانہ سان ہمنے کیا ہے دلکو اپنے چاک چاک		اُس پری پیکر کی زلف عنبرین کے واسطے
عشق سے دل کو جلا سینے مین خاکستر کیا		ہمنے اب رہنے کو آہ آتشین کے واسطے

اس قسم کے ردف کو ردف مطلق اس لیے کہتے ہین کہ اسکے اور حرف روی کے درمیان کسی حرف کا واسطہ نہین ہے۔

ردف بالالف کی مثال۔

مظفر علی اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو
گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

انسان اور سلطان مین آخر کا نون حرف روی ہے اور اسکے ماقبل کا الف ردف اصلی۔

نواب میر محبوب علی خان آصف

انصاف اپنا اے بت عیار ہو چکا	جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

عیار اور یار مین راے مہملہ حرف روی ہے اور الف حرف ردف

ردف بالواو اور ردف بالیا۔ دو طرح پر ہے ایک معروف کہ اسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر پڑھا جائے جیسے نور اور تیر۔ واو معروف کی مثال۔

ذوق

شوق نظارہ ہی جب ہے اُس رخ پر نور کا	ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا

نور اور طور کی راے مہملہ حرف روی ہے اور واو معروف ردف۔

حسرت

کوئی دشمن سے بھی کرتا ہی اس اسلوب سلوک
دوستی کرکے کیا ہے میاں خوب سلوک

یاے معروف کی مثال۔

مذاق

ہوئی جب جسم آدم کے لیے تخمیر مٹی کی
فلک سے اور ملک سے بڑھ گئی توقیر مٹی کی

خمیر اور توقیر کی راے مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی ردف شاد۔

گر بن آئی مری تقدیر سے تدبیر نہین
کیا ہوا نالے کو اس مین بھی تو تاثیر نہین
کیا ترے دید سے غافل ہون کسی دم اے جان
کیا مری آنکھ مین پھرتی تری تصویر نہین

لمؤلفہ

پھر ہوا ہے کوچہ قاتل گریبان گیر ہے
کس طرح جائین نہ ہم وان خواہش تقدیر ہے
ہرزہ گردی دربدر کی دن کو رہتی ہی مجھے
رات بھر شور درون ہے نالۂ شبگیر ہے
کس طرح چھٹکے سے اُس کا ہو میسر پاے بوس
ہر قدم پر یان جھٹکتی پانون کی زنجیر ہے
اُسکے در پر لیچلو اور کچھ دوا مطلق نہ دو
جو مریض عشق ہے اُسکی یہی تدبیر ہے

دوسرے مجہول کہ اُسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر نہ پڑھا جائے جیسے زور اور دیر۔ واو مجہول کی مثال۔

جوشش

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہم کو
کرامت دیکھیو ای ناتوانی دوش سے ہمکو

آغوش اور دوش مین حرف شین روی ہے اور واو مجہول ردف۔

یاے مجہول کی مثال۔

سرشار بریلوی

پرہیز مجھ سے اور اُنھین غیرون سے میل ہے
قدرت کا تیری قادر مطلق یہ کھیل ہے
آنسو مین میرے خون جگر کا جو میل ہے
دامان تر کے حاشیے پہ سرخ بیل ہے

میل اور کھیل اور بیل مین حرف لام روی ہے اور یاے مجہول ردف۔

واو اور یاے معروف و مجہول کا قافیہ مین باہم جمع کرنا

شعراے فارس نے اکثر بلکہ بیشتر معروف کو مجہول کے ساتھ قافیہ کر لیا ہے اور مجہول کو معروف پڑھنا اُنکے یہان جائز ہے مگر ریختہ مین ایسا قافیہ کرنا معیوب ہے گو فارسی کی تقلید سے بعض بعض فصحاے ریختہ نے بھی ایسا کیا ہے لیکن بنظر غور و انصاف دیکھا جائے تو خالی عیب سے نہین کیونکہ ان کا لہجہ یہ ہرگز نہین کہ مجہول کو معروف پڑھتے ہون اس بارے مین ہمکو تحقیق مرزا قتیل کی پسند ہے بہانچہ چند شعر بطور مثال کے قافیہ معروف و مجہول کے لکھے جاتے ہین جو لکھگئے اُن سے تعرض نہین آیندہ کہنے والون کو نصیحت ہے۔

ذوق

وادی ظلمت مین اپنی دخل ہے کب نور کا
مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دُور کا

تیرے کوچے مین تن لاغر ترے رنجور کا
اک غبار ناتوان ہے کاروان مور کا

خلق کے مکتب مین ہو فرہادِ سب تیز ذہن
تین دن جاٹے اگر تعویذ میری گور کا

حافظ شیرازی طالب

ابتو یہ عزت ملی اس نالۂ پُر شور سے
دیکھکر مجھکو اُٹھا شور قیامت دُور سے

احمد خان غفلت

علو شان ترے ہاتھی کی ہو رقم کیونکر
نمود ارض و سماوات ہے یہ جسکے حضور

گر اُسپہ چڑھ کے تلے دیکھیے تو آئے نظر
فرشتہ شکل عصا فیر آدمی جون مور

دبیر

خاموش دبیر اب نہین لکھنے کا ہے مقدور
رن مین ہین بہتر شہدا بیکفن و گور

میر حسن

نکلے اُس کنوئین سے یکایک نصیب
کہ آیا وہ اُس مین بصد دلفریب

مومن خان

وہ گردن دیکھ یہ حالت ہوئی تغیر شیشے کی
کہ تھمتی ہی نہین ہچکی ہوئی ہے دیر شیشے کی

مدام اُس لب میگش کے مُنھ لگتا ہے اے ساقی
بنائی ہاے کیا اللہ نے تقدیر شیشے کی

سودا

سالہا ہم نے صنم نالہ شبگیر کیا حشر مین بھی نہ اُٹھے بسکہ اذیت کھینچی	آہ اک روز ترے دل مین نہ تاثیر کیا زندگانی نے دو عالم کی مجھے سیر کیا

ولہ

ہوے دیکھ حیران صغیر و کبیر	جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالین کے شیر

ناسخ

ہم نمازون مین جو تا دیر کھڑے رہتے ہین	سامنے یہ بُت بلے پیر کھڑے رہتے ہین

ظفر

زلف شب گس کی رہی دیر آنکھون کے تلے آگئی جو یاد مجھکو ابروے پرخم تری	آج سارے دن رہا اندھیر آنکھون کے تلے پھر گئی اک صورت شمشیر آنکھون کے تلے

کبھی اُس یاے تحتانی کو جو کلمات عربی مین الف کے امالہ سے پیدا ہوئی ہو یاے ردف کے ساتھ جمع کرتے ہین جیسا اس شعر مین سودا کے۔ ؎

معشوق مثل عاشق جنکی رکیب مین تھے	اُس یار دل ستان کے وے بھی جلیب مین تھے

میر شمس الدین فقیر کا یہ قول ہے کہ جس الف کو امالہ کرکے یاے ردف کر لیتے ہین وہ معروف نہین آتی یہی مرزا تقی سپہر نے براہین العجم فی قوانین المعجم مین فرمایا ہے اور اس باب مین تاکید بلیغ کی ہے مگر صاحب انجمن آراے ناصری امالے کے بیان مین کہتا ہے کہ آنزیر اور رادبیر جو انطر رواد بار کا امالہ ہین ان دونون کا تدبیر کے ساتھ قافیہ کیا ہے۔

ردف زائد وہ حرف ساکن ہے جو حرف مدہ یعنی ردف مطلق اور روی کے درمیان مین واقع ہو جیسے دوست کا سین مہملہ اور ساخت کی خاے نقطہ دار پس جو ردف ایسا ہے کہ اس مین اور روی مین حرف ساکن واسطہ ہوتا ہے اُسکو **ردف اصلی** کہتے ہین اور اُس حرف ساکن کو **ردف زائد** بولتے ہین اور جو ردف کہ اُس مین اور روی مین کسی حرف کا واسطہ نہو اُسکو علی الاطلاق ردف کہتے ہین اور خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے ردف زائد کو ردف مین داخل نہین کیا بلکہ روی مین داخل کیا ہے اور روی **مضاعف** یعنی روی دوچند نام رکھا ہے محمد بن قیس عروضی خوارزمی اور ملا جلال نے بھی یہی لکھا ہے۔ اس صورت مین حروف قافیہ دس ہوتے ہین کیونکہ روی مفرد سمیت نو حرف پہلے ہی تھے جب ایک حرف یہ (روی مضاعف) بڑھا تو دس ہو گئے

غرض کہ خواجہ کے نزدیک ایک حرف والی ردی کا نام ردی مفرد ہے اور دو حرف والی ردی کا نام ردی مضاعف اور جمہور کے نزدیک حرف اول روی ہے اور دوم ردف زائد اور ردف زائد کے چھ حرف مخصوص ہین اُن کے سوا نہین آتے (۱) نون (۲) خاے معجمہ (۳) سین مہملہ (۴) شین معجمہ (۵) راے مہملہ (۶) فا- پس جبکہ ردف مطلق کے تین حرف ہوے واو- الف- یا- اور ردف زائد کے چھ اور جب چھ کو تین مین ضرب دیا تو اٹھارہ ہوے لیکن یہ اٹھارہ صورتین تمام علی الترتیب کسی زبان مین نہین آتین بلکہ فارسی مین سوا تیرہ کے اور نہین دیکھی گئین ہم اردو کی مثالین لکھتے ہین **اول نون** مثال اُس نون کی جو الف کے ساتھ ہو چاند اور ماند-

انشا

کہون اُسکی جبین کو کس طرح چاند ہا ۔۔ کہ اُس سے لاکھ حصّہ چاند تھا ماند

میر حسن

غلافون پہ بانات کے پردہ ٹانک ۔۔ شتابی سے نقارون کو سینگ سانک

امین

خورشید ترا دیکھ کے منھ کانپ کے نکلا ۔۔ مہ چادر مہتاب مین منھ ڈھانپ کے نکلا

سودا

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہے اُسکے آنٹ ۔۔ مل رہی ہے اُچکون سے بھی سانٹ

ولہ

مال صندوق مین رہے کس بھانت ۔۔ تن کے کپڑے نپہ چورون کا ہے دانت

مثال اُس نون کی جو یاے معروف کے ساتھ ہو چھینک اور سینک-

انشا

اور کچھ چھینکنا عبث مت چھینک ۔۔ تیز بینی کو دیکھ آئے چھینک پہ

مثال اُس نون کی جو یاے مجہول کے ساتھ ہو سینک اور پھینک-

مرزا اختر یار خان شباب ساکن جاورہ

چوٹ کا دل کے نہین اِس سے کوئی بہتر علاج ۔۔ آتش رخسار مہرویان سے اسکو سینک لو

بدنصیبی سے نہ یہ تدبیر ممکن ہو شباب — چیر کر پہلوے بہتر ہی کہ دل کو پھینک دے

مثال اُس نون کی جو واو معروف کے ساتھ ہو بوند اور موند۔ سونس اور گھونس۔

میر تقی

رہ گیا مین پیکے لوہو کا سا گھونٹ — یعنی دیکھوں بیٹھے ہی کس کل یہ اونٹ

وله

اُن نے جو ماریاں ہین گھونسین دھونس — موش دشتی ہوا ہے کوئے گھونس

وله

ان نے ماری ہین ایسی کتنی دھونس — گھونس دیکھے تو ہووے کونے گھونس

انشا

پی آب حیات عیش کے گھونٹ — یکبارگی ناچنے لگے اونٹ

مثال اُس نون کی جو واو مجہول کے ساتھ ہو گوند اور توند یعنی بڑا پیٹ۔

انشا

ماری بلبل نےجون ہی اک چونچ — دامن مین گل کے لگ گئی کھونچ

وله

وہ جو میرے چھیڑنے کو مجھکو آکر چونپ دے — اُسکی دُم مین باندھ غدہ چاندنی کو سونپ دے

دوسرا خے نقطہ دار۔ مثال اُس خے کی جو الف کے ساتھ ہو شناخت اور تاخت بمعنی حاصل مصدر جو روزمرہ اُردو مین مستعمل ہے۔

شباب

آرزو حسرت و ارمان نہون پامال شوق — ملک دل پر غمزہ ناز و ادا کی تاخت ہی

چھوڑنا ہرگز نہ دامن ہمت صبر و شکیب — ہان اسی اک بات کی تو غور اور برداخت ہی

ایسی بے بنیاد چیزون پر نہ دل لانا شباب — لاکھ جان سے اُس پہ ہو قربان کہ جسکی ساخت ہے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

بدنمائی اُسکی ہے بے ساختہ — کیا ہے یان میش بچہ انداختہ

اس شعر مین خاے بچہ ردف زائد ہے۔ اور تاے فوقانی ردی اور ہاے ہوز حرف وصل جسکی تفصیل

آگے آتی ہے۔
مثال اُس نخ کی جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے سُوخت اور دوخت بمعنی حاصل مصدر نہ بمعنی صیغۂ ماضی کہ یہ دونون لفظ دونون معنے مین زبان فارسی سے ہین لیکن اُردو مین حاصل مصدر کے معنے مین الفاظ تاخت اور شناخت کی طرح استعمال کیے جاتے ہین چنانچہ کہتے ہین فلان نے ازراہ سوخت یعنے حسد کے یہ بات کہی۔ فلان درزی کی دوخت عمدہ ہے۔

شباب

سخت باتون سے جو اُنکی کبھی پھٹ جاتا ہے	سُوزن مژہ سے کر دیتے ہین وہ دوخت دل
زاہد خشک اُسے کون کہے گا انسان	تھا جس کو میسر شرف سُوخت دل

اسی قبیل سے ہے۔

بیدار

تیرے ہی رُخ سے یہ شمع نگہ افروختہ ہے	رشتۂ دیدے اورون کی نظر دوختہ ہے
نذر مین اُس شہ خوبان کی کرون کیا بیدار	دل ہے سو داغ ہے جان ہے سو غم اندوختہ ہے

یہ وہ نخ کہ یائے تحتانی کے ساتھ ہو گوش زد نہین ہوئی اگر کوئی کہے کہ لفظ ریخت بھی ریختہ مین مستعمل ہے تو اسکے دو جواب ہین اول تو ریخت کو اُردو مین علیحدہ بولتے ہی نہین بلکہ شکست و ریخت کہتے ہین دوسرا جواب یہ ہے کہ ریخت کے مقابل قافیہ کے واسطے کونسا لفظ اور ایسا لائین گے جو اُردو مین مستعمل ہو تیسرا سین مہملہ مثال اُس سین کی جو الف کے ساتھ ہو۔

انشا

مدت آتی ہی اور درخواست	تھی ویسی ہی صاف بے کم و کاست

میر حسن

دکھائی اُنھون نے ہمین راہ راست	کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست

سودا

از رہ مطلب جو پوچھے تو سودا سے حرف راست	کہتون سے اب چٹائیے تجھ منھ کو ملکے ماست

اور وہ سین جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے دوست اور پوست۔

محسن

وحدت ہی چمن مین مغز تا پوست	صادق ہے بہار پر ہمہ اوست

سودا

کل کیا پی چلا جو گھر کو دوست ‎ ‎ ‎ پیاز کا اُسکے ہاتھ مین تھا پوست

ولہ

اور غذا اُسکو یہ بتلائی دوست ‎ ‎ ‎ ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست

اور دہ سین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو سواے لفظ زلیست کے اور کوئی لفظ اُسکے مقابل زبان اُردو مین نہین سُنا گیا مگر میر کے بند کے ایک مصرع مین قافیہ بیست لفظ مستعمل فارسی ہے اور ایک مصرع مین زلیست مروجہ اُردو اور باقی دو مصرعون مین نیست اور یکرنگی ست قافیہ آیا ہے۔ ؎

یاران مستون مین کوئی نہین پابستہ زلیست ‎ ‎ ‎ کیونکہ یہ زلیست بہت ہووے تو وہ روزہ کہ بیست
جتنے یہ ہست نظر آتے ہین اب سب ہین نیست ‎ ‎ ‎ کہ ترا نیز باین فرقہ سر یک رنگی ست

محمد حسین علمی

دس برس کی عمر جسدن ہو گئی بلیست کی ‎ ‎ ‎ آدمی کو چاہیے کچھ قدر کچھے زلیست کی

چوتھا شین نقطہ دار دہ شین کہ الف کے ساتھ ہو جیسے برداشت بمعنی تحمّل اور چاشت بمعنے سورج نکلنے اور دوپہر کے درمیان کا وقت نو بجے کے قریب اور کاشت بمعنی کھیتی کرنا۔ بو جوت۔ زراعت۔ برداشت اور کاشت دونون ماضی کے صیغے ہین اور حاصل مصدر کے معنے مین مستعمل ہوتے ہین۔

شایان

غرض ایک دن بھیکم دھر ترا شت ‎ ‎ ‎ بیاس دہدر اور سب وقت چاشت

شباب

خواہش وصل بتان ترغیب دیتی ہے اگر ‎ ‎ ‎ آرزو حسرت وارمان کی دل مین کاشت ہو
شیخ صاحب پھر نہین دشوار وصل مہوشان ‎ ‎ ‎ خاطر اقدس مین اس سختی کی گر برداشت ہو

اور دہ شین کہ واو کے ساتھ ہو جیسے گوشت اگرچہ یہ لفظ زبان اُردو مین مروج بلکہ کثیر الاستعمال ہے مگر قافیہ کے واسطے کوئی اور لفظ اسکے مقابل نہین! ور دہ شین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو مثال اُسکی سُننے مین نہین آئی **پانچوان رامہملہ** چونکہ یہ حرف اشعار اُردو مین روف زائد کی جگہ نہین آیا اس کی مثال اُردو مین نہین اگر کوئی تکلف سے چھری کو کارد اور آٹے کو آرد باندھے تو تمام اشعار مین یہی رعایت کرنا ہوگی **چھٹا فے** وہ فے جو الف کے ساتھ ہو جیسے یافت بمعنی فائدہ پانا اور دہ فے جو واو کے ساتھ ہو

جیسے کوتت بمعنی اندوہ انکے مقابل کوئی لفظ دوسرا اُردو مین مستعمل نہین اور وہ نے جو یاے تحتانی کے ساتھ ہو اُسکی کوئی مثال نہین۔

قید کا بیان

یہ حرف بھی ساکن ہوتا ہے سواے ردف کے (یعنی سواے حروف مدہ کے) جو ساکن بے فاصلہ روی کے قبل آئے اُس کا نام قید ہے جیسے ابر کبر اور چتر ستر بفتح اول و سکون تاے فوقانی بمعنی چھپانا۔ شرمگاہ کا ڈھکنا اور وحد نجد اور نحو محو اور بخت تخت اور صدر قدر اور جذب عذب بفتح عین مہملہ و سکون ذال نقطہ دار و باے موحدہ بمعنی آب شیرین خوش مزہ و خوش گوار اور ہر ایک کھانے پینے کی چیز جو خوش مزہ و خوش گوار ہو اور سرد درد اور بزم رزم اور پست سست اور چشم خشم اور اصل فصل اور قطع نطع اور لعل جعل اور نغز مغز اور جفت مفت اور نقل عقل اور ذکر فکر اور حلم علم اور شمع جمع اور بند پند اور غور جور (ماقبل واو کے فتحہ سے) اور زہر قہر اور سیر خیر (ماقبل یاے تحتانی کے فتحہ سے) الفاظ مذکورہ مین سے عذب اور نطع بفتح نون و سکون طاے مہملہ و عین مہملہ بمعنی فرش فرش چرمین اور وہ چمڑا جو درویش کمر پر باندھتے ہین اہل اُردو کی زبان پر جاری نہین پس شعراُردو مین باندھ لینے سے داخل اُردو نہین ہو سکتا کیونکہ لفظ کا شعر مین آنا معتبر نہین بلکہ مشہور ہونا شرط ہے پس اسکے اُردو کہنے مین تامل ہے۔

مخفی نہ رہے کہ بعض اہل فن نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف مین داخل کیا ہے جیسا کہ ہم ردف مطلق کی بحث مین بیان کر آئے ہین مگر تحقیق یہ ہے کہ جو حرف ساکن روی کے قبل بے فاصلہ آئے اور حرف مدہ سے نہو وہ قید مین داخل ہے خواہ واو ماقبل مفتوح اور یاے تحتانی ماقبل مفتوح ہو خواہ سوا انکے اور حرف اور جن لوگون نے حروف قید کا حصر ان دس حرفون مین کیا ہے۔

باد خا و را د زا د سین و شین	عین و فا و نون و یا میدان یقین

اُنکا استقرا ناقص ہے۔

فائدہ حروف مخصوصۂ فارسی یعنی پ چ ژ گ اور حروف مخصوصۂ ہندی یعنی ٹ ڈ ڑ بسبب ثقالت کے حروف قید نہین ہوتے اب حروف قید کی مثالین نظم مین بھی واسطے فائدے کے لکھتے ہین۔

آتش

پاس رسوائی سے دلبر مردے کا ساجھی ہی — ضبط نالہ ہجر کی شب مین فشار قبر ہے
صاف میرے آنسوؤنکا تار ہی اسکی جھڑی — دیدۂ تر کا کسی عاشق کے رومال ابر ہے
پہلے پروانے سے مغز شمع مین لگتی ہے آگ — بے تامل حسن بھی ہے عشق اگر بے صبر ہے

مومن حسین صفی

خرم و خرب اور قبض و کف اور ہتم — اشتر ابتر و جب و زلل لبس ختم

فصیح

طعنون پہ ذوالفقار کی چالونکو وجد تھا — لیلی تھی آپ قیس عدو دشت نجد تھا

حسن

بعد اسکے پڑھ تو علم صرف و نحو — لے سبق جتنا نہ کر تو اس کو محو

سودا

صحبت کا جہان سبز ہو نخل — سن و تو کے ثمر کو کیا ہے وہان دخل

میر حسن

مبارک تجھے اے شہ نیک بخت — کہ پیدا ہو وارث تاج و تخت

لمؤلفہ

بلبلو کیون کر نہو سرسبز بخت باغبان — لا رہا ہی کیا ہی پھول اور پھل فرخت باغبان
سبزہ و گل دیکھ کر بلبل یہ مانگے ہی دعا — حشر تک قائم رہے یہ تاج و تخت باغبان
گل کی خاطر ہی مجھے تجھی جو کچھ کہتا نہین — اسلیے سنتا ہون ہر دم نرم و سخت باغبان

سودا

وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر — د فور اپنے سے آمرزش ہو بے قدر

دبیر

یہ بھوک یہ پیاس اور جہان کا ستم و غدر — ان عارضون مین عارضون کا پرتوہ ہے بدر

نفیس

اسی ثنا مین بشر اپنی عمر صرف کرے — سخن کو رشک وہ گوہر شگرف کرے
مثال آئینہ شفاف دل کا ظرف کرے — کلام صاف کرے پاک دل کا حرف کرے

عبرت

کسی نے ایسا دیکھا ہے اولوالعزم
کہ جائے رزم کو سمجھے ہے نت بزم

نشی

سنی اور دیکھی بہت رزم و بزم
پر اب تک نہ سہراب و رستم کی رزم

امانت

رتبہ شانون کا بڑا جانتے ہین حسن پرست
واژگون جام ہون آنکھوں تو مضمون ہے یہ پست
اس سے بہتر کوئی مضمون نہین ملتا سرِ دست
تن کی کرسی پہ غضب ہے جو ڈھون لے بالائی نشست

میرحسن

آنا محال ہوش مین ہے مجھ سے مست کا
بیہوش ہو چکا ہون مین روز الست کا

اُلفت مظفر نگری

ہمیشہ کہتے تھے اُلفت کو لوگ زشت نصیب
سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

میرحسن

ہے شمع سان کیون کوئی اشک سے
جلے کس لیے آتش رشک سے

سوز

حاجیو طوف دل مستان کرو تو کچھ ملے
ورنہ کعبے مین دھرا ہی کیا بغیر از سنگ و خشت
ناصحا گر یار ہے ہمسے خفا تو تجھکو کیا
چین پیشانی بلا ہی ہے اسکی ہماری سرنوشت
سوز نے دامن جو مین پکڑا تو دو ہین جھین کر
کہنے لاگا ان دلون کچھ زور چل نکلا ہی خشت

مثنوی لیلی مجنون از تجلی

رہے تا کجا وادی فصل مین
جگہ دے اسے محمل وصل مین

مثنوی لیلی مجنون از ہوس

بے نشتر و بے طبیب بے قصد
چھٹنے لگی اُسکے ہاتھ کی فصد

لاحد

جو شمع تھی شب کو زینت نطع ؛
گلگیر نے اُس کا سر کیا قطع

نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل
طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل

میر حسن

گھورے وہ نوبت گے درانکے بعد
گرجنا وہ دھونسون کا مانند رعد

نشی

نہین اس سے چارہ کوئی اور نغز
کہ سانپون کو دے آدمی کا تو مغز

عبرت

تماشا ہاتھ آوے گا نہ تجھے مُفت
ملے گا سہل مین تیرا وہان جفت

نشی

وہ یک دست تھا سُرخ و زرد و بنفش
رکھا نام پھر کاویانی درفش

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

کرتا نہ تھا اور اس لیے عقد
دو ذرد مین کیا نچے دم نقد

مثنوی ظل ہما

ہو کس سے خدا کا ذکر مشکل
آسان نہین ہے یہ فکر مشکل
القصہ یہ طول ہو گیا ذکر
مطلب سے اُڑا ہے طائر فکر

سود

جو دیکھی والدین کی اُسنے یہ شکل
حرام اُنپر ہوا کیا شرب کیا اکل

ولہ

اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ
شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ

یار محمد خان شوکت

پڑے قافلے پر جو ترکان بلخ
لگا لُٹنے سامان ہوا عیش تلخ

جوہر

کہین ہے تمنائے تحصیل علم
کہین ہے خیال بزرگی حلم

عشرت

وہ دونون عاشق و معشوق ہو جمع
چلے یکبار جون پروانہ و شمع

مرزا محمد علی فدوی معروف بہ مرزا بجو دہلوی

تجھ سے ہوتے ہین درد مند جدا
اگو کرے کوئی بند بند جدا

میر حسن

نہ گوہر مین ہے اور نہ ہی سنگ مین
و لیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین

المؤلفہ

بگڑی دھڑی بہا ہوا کاجل نہین فقط
بکھرے ہین بال چہرے کا کچھ رنگ اور ہے

مرقد پہ اپنے کشتے کے بیٹھے نہ کس لیے
اے کشتگان ناز یہ اور رنگ اور ہے

دشت جنون کی سیر کو پاے پر آبلہ
چلنا مجھے ابھی کئی فرسنگ اور ہے

دل کو ترے بزور لیا پھر دیا لیا
مجھی خیال کیجیو یہ جنگ اور ہے

محمد امان نثار

گردش کا اُس نگاہ کی اب طور اور ہے
اے ساکنان تہ کرہ یہ دور اور ہے

میر حسن

وہ نزدیک پہونچے جب اُس شہر کے
کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے

انیس

دریا مجل تھا سبز پھریرے مین تھی یہ لہر
سبزہ بھی اسکے عشق مین کھائے ہو تھا زہر

انشا

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے
آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے

کس سبب کس لیے کیا فائدہ چھیڑو ہو مجھے
جرم و تقصیر و گنہ واسطہ کیون خیر تو ہے

دوستی کا جو گمان تمسے ہو اس کا کیا دخل
ہان یہ سچ واقعی انشا سے تمھین بیر تو ہے

فائدہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض شعرا حرف قید کے مقابل قافیے مین غلطی کا خیال نہین کرتے ناجائز الفاظ لے آتے ہین حالانکہ یہ بات اُنکی سخنوری کو بٹہ لگاتی ہے جیسے نگار صاحب مثنوی اُردو یوسف زلیخا کے اس شعر مین۔ ؎

بدی کیا مجھ مین ہی اے سرو خوش قدر
جو دل مین مجھسے تو ہے گا مکدر

تھانیسری

ولیکن قوی ہے شریعت کی حد	اسی واسطے ان کو کہتے ہین عبد

یار محمد خان شوکت

پیاپے تھا حملہ کنان بے ادب	چلی ہاتھ سے اُسکے ہفتاد ضرب

ولہ

کہ موتہ مین اسدم ہے جنگ جدل	ز جیش محمد ز فوج ہرقل

مفتون

آج ہے وہ شاہ والا زیب تخت	جس سے شاہان جہان کی ہیبت

تاسیس کا بیان

یہ الف ساکن کا نام ہے جو قبل ردی کے ہو اور اس حرف کے اور ردی کے درمیان ایک متحرک فاصل ہوتا ہے جیسے جاہل اور عاقل۔ داورا در جاگر تساہل اور تغافل قافیے مین تاسیس کی رعایت تمام ابیات مین واجب نہین بلکہ مستحسن ہے اگر نہ ہو تو قباحت نہین عاقل کا دل ور کافر کا سر قافیہ بہت آتا ہے۔

ذوق

ہے کان اُسکے زلف معنبر لگی ہوئی	رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

محکم

عطر سے جبکہ معطر سونگھی کاکل یک بیک	ہوگیا بس سونگھتے ہی مست سنبل یک بیک

محشر

وقت قتل اتنی ندی فرصت کہ کملون دلکی بات	سانس بھی لینے نہ پایا کیا کہون قاتل کی بات

ولہ

گر تجھ سے بیوفائی مین ہر گل کا اتفاق دینے مین پیچ و تاب دل ناتوان کے	ہے مجھسے داد خواہی مین بلبل کا اتفاق ہوے کمر کے ساتھ ہے کاکل کا اتفاق

الغرض قافیہ جو لفظ بلفظ مقابل ہو اس کو شعرا نے صنعت مین داخل کیا ہے اور اس صنعت کا نام اعنات دبکسر اول وسکون عین مہملہ ونون والف وتاے فوقانی

سوقوف) ہے اور لزوم مالا یلزم بھی کہتے ہین یعنے لزوم ایسی چیز کا جو لازم نہ ہو اور صرف لزو
بھی بولتے ہین منیر نے دو سو پندرہ شعر کا قصیدہ لکھا ہے جس مین اس حرف کا التزام ہے۔
یہ دو شعر اُسی مین سے ہین۔

جب افیون شب سے ہوا چرخ تائب	ہوے تخم خشخاش انجم بھی غائب
چنے مرغ زرین نے دانے کی صورت	نہ مرد کی دنیا سے حب کواکب

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

مثل کہتے ہین یہ استاد کامل	کہ دیوانہ بکار خویش عاقل

امیر سوز

اہل ایمان سوز کو کہتے ہین کافر ہو گیا	آہ یارب راز دل اُن پر بھی ظاہر ہو گیا

سعید

عجب کیا ہے اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون	کسی مہرہ تماثل کی ذقن پر دل سے مائل ہون

ناسخ

آج دعوے اُسکی یکتائی کا باطل ہو گیا	بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہو گیا

فائدہ۔ حرف تاسیس کا عربی مین ہونا ضرور بلکہ واجبات سے ہے۔

دخیل کا بیان

یہ وہی حرف متحرک ہے جو تاسیس اور روی کے درمیان حائل ہوتا ہے جیسے ہاے ہم
اور قاف جاہل اور عاقل مین اور واو اور کاف شاور اور چاکر مین اور ہاے ہوز اور فا تساہل
اور تغافل مین اور ایک شعر مین اگر حرف دخیل مختلف ہو تو کچھ قباحت نہین اس کی موافقت
مستحسن ہے نہ واجب مثلاً شامل دکامل اصل دفاصل عاقل دناقل نسیم دہلوی جلد اور
الف لیلے مین کہتے ہین۔

وہ بولی وہ قلندر یون ہے ناقل	کہ جب سب کہہ چکے وہ مرد عاقل
طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت	سو وا کر چلیے اب نہین اتنی تمازت
تمناے دل کچھ نہ حاصل ہوئی	بلکہ عدم جان داخل ہوئی

انیس

ناخن تھے یہ تو سے جو بالاے انامل
سوقید مین ٹرھ بڑھ کے ہوے وہ مہ کامل

اعضا مین عوض خون کے حرارت ہوئی شامل
تھی ضعف کی تصویر وہ دکھ درد کی حامل

نواب یوسف علی خان ناظم

جو لوگ میسر فیض کے ہین سائر
ہوتے ہین قبور اوصیا کے زائر

خورشید کو جس طرح سے ہو سیر بروج
حق بارہ اماموں مین ہی یون ہی دائر

تراب کی ساری غزل اسی قبیل سے ہے۔ سہ

شریعت پہ ہو جسکی خوب استقامت
وہ کیونکر نہو اہل کشف وکرامت

یہی دونون کام آتے ہین عاقبت مین
رہین دین وایمان اپنے سلامت

انکی یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہے۔ سہ

یا الٰہی بانکی صورت پر کوئی مائل نہ ہو
زخمی تلوار ہو ابرو کا پر گھائل نہ ہو

روے جانان دیکھ کر مہتاب کا ہو رنگ زرد
زلف کالی گورے مکھڑے پر اگر حائل نہ ہو

مولوی محمد اسمٰعیل

اک قطرہ جو تھا بڑا دلاور
دریاے محیط کا شناور

مؤلف نے ایک غزل کہی ہے جسکے ہر قافیے مین حرف تاسیس کے لانے کا التزام کیا ہے اور حرف دخیل کی موافقت کا بھی التزام رکھا ہے یہ اشعار اسی غزل کے ہین۔ سہ

صاف سینہ ہی غضب تو رنگیلی پستان
گر فہ تر کرتی ہے محرم کی کساوٹ ہی نئی

پانی ہو جائے نہ کیون رشک سے ساونکی جھڑی
چشم خونبار کی بھی یہ مہاوٹ ہے نئی

اُن حرفون کا بیان جو بعد حرف روی کے آتے ہین۔ اور زائد ہوتے ہین

اول وصل یہ حرف بعد روی کے بلا فاصلہ آتا ہے اور اگر سوا حرف وصل کے کوئی اور حرف خروج و مزید وغیرہ نہ ملا ہو تو یہ حرف وصل روی کو متحرک کر دیتا ہے اور خود ساکن ہو جاتا ہے

ورنہ قاعدہ کلیہ نہین متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی رہتا ہے اگر یہ حرف حذف کردیا جائے تب بھی کلمہ بامعنی باقی رہتا ہے بخلاف روی کے کہ اگر اسکو دُور کردین تو کلمہ مہمل و بے معنے ہوجائے گا جیسے پیٹ اور لپیٹ مین تاے ثقیل کے دُور کرنے سے لفظ بے معنے ہوجائے گا مثال وصل کی بیقراری غفلت شعاری موڑا چھوڑا وغیرہ۔

امانت

رکھے محفوظ خدا عشق کی بیماری سے		موت بہتر ہے کہمین دل کی گرفتاری سے

لفظ سے ردیف اور یاے تحتانی وصل اور راے مہملہ حرف روی ہے۔

سودا

ہمیشہ جون رگ تاک بُریدہ		ہوا آنسو تا سر مژگان رسیدہ

میر

رہ گیے دست دے ہم آغوشی		ہم سری ہم کناری ہم دوشی

ولہ

بوسہ اُس بُت کا لیکے منہ موڑا		بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا

ہوس

گھر بار سے تونے منہ کو موڑا		کیا جی مین ٹھنی جو سب کو چھوڑا

دونون شعرون مین راے ثقیل روی ہے اور الف حرف وصل۔

نعیم

مین نے دشمن سے دوستداری کی		اپنے ہاتھون سے اپنی خواری کی

ولہ

داد پائی نہ یہان کسی فریادی نے		کردیے گھر کئی ویران تری بیدادی نے

دوسرا خروج یہ حرف بلا فاصلہ حرف وصل کے بعد آتا ہے جیسے آنا اور جانا کہ آ اور جا کا الف ساکن روی ہے اور نون حرف وصل اور اُسکے بعد کا الف خروج۔

مذاق

آج آتے ہین وہ کچھ آنکھوں نہین فرماتے ہوے		سحر اور اعجاز اک پردے مین دکھلاتے ہوے

فرماتے اور دکھلاتے مین الف حرف روی ہے اور حرف تا وصل اور یاے تحتانی خروج اور

لفظ ہوے ردیف۔

میر

	جو اس شور سے میر روتا رہے گا		تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا	

روتا اور سوتا مین واو حرف ردی اور تے حرف وصل اور الف خروج ہی اور رہوگا ردیف ہی۔

ولہ

	مرغ لڑتے ہین ایک دو لاتین		سیکڑون ان سفیہون کی باتین	

لاتین اور باتین مین تاے فوقانی ردی اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

ولہ

	خون جگر ہو بہنے لاگا		پلکون ہی پر رہنے لاگا	

بہنے اور رہنے مین ہا ردی ہے اور نون وصل اور یا خروج۔

سودا

	عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین		دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین	

مثنوی سعدین

	ناخن غم کی کاوشین ہونگی		اشک تر کی تراوشین ہونگی	

حالی

	دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا		دل مین کانٹا سا اک کھٹکتا رہا	

بھٹکتا اور کھٹکتا مین کاف حرف ردی ہی اور تاے فوقانی حرف وصل اور الف خروج۔

انیس

	پروا تیغ زبان کو بچنے کی نہین		حاجت طبل سخن کو بجنے کی نہین	
	دربار ہے ابر طبع لیکن ہون خموش		عادت ہے برسنے کی گرجنے کی نہین	

مولانا یوسف عروضی نے خروج کا ذکر نہین کیا لہذا محقق طوسی نے اُنکی اتباع سے فرمایا ہی کہ درست ہے کہ خروج فارسی مین نہین ہے کیونکہ حرف وصل متحرک نہین ہوتا مولوی صہبائی کہتے ہین کہ مولانا یوسف عروضی نے حرف خروج کو حرف وصل مین شمار کیا ہے جس طرح جمہور متاخرین حرف بعد از نائرہ کو نائرہ کہتے ہین۔

تیسرا مزید یہ حرف بعد خروج کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہے گا اور رہے گا مین ہاے ہوز

حرف روی اور یاے تحتانی حرف وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید ہے۔

انیس

پیارے تو اسی خاک پہ گھوڑے سے گرے گا	ہے ہے یہین خنجر تری گردن پہ پھرے گا

گرے گا اور پھرے گا مین راے مہملہ روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید

میر حسن

اِدھر سے تم آئے کہان جاؤ گے	دیا اپنی ہمپر بھی فرماؤ گے

جاؤ گے اور فرماؤ گے مین الف روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید

ولہ

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گائیے	سمان ہین کا ہمکو دکھلائیے

گائیے اور دکھلائیے مین الف روی ہے اور ہمزہ وصل اور یاے تحتانی متحرک خروج اور یاے تحتانی ساکن مزید۔

سودا

بولے مرزا برا نہ مانو گے	اپنا استاد مجھکو جانو گے

مانو گے اور جانو گے مین نون روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید۔

ولہ

پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤن	بھلا دان جاکے منھ کسکو دکھاؤن

جاؤن اور دکھاؤن مین الف روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ساکن خروج اور نون مزید۔

ولہ

تری مہندی کو مین ململ کے دھوؤن	تری کلفت کو سرتاپا ہی کھوؤن

دھوؤن اور کھوؤن مین واو اول روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ثانی خروج اور نون مزید ہے۔

نشی

ہوے حملہ آور جو تورانیان	تو پہونچے ادھر سے بھی ایرانیان

تورانیان اور ایرانیان مین پہلا نون روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور الف خروج اور نون ثانی مزید ہے۔

میر حسن

کہوں کیا میں اُس اسپ کی خوبیاں | پرندوں میں کب ہوں یہ محبوبیاں

سودا

بلبل چمن میں کسکی یہ ہیں بدشرابیان | ٹوٹی پڑی ہیں غنچوں کی ساری گلابیاں

میر تقی

تلوار غرق خون میں آنکھیں گلابیان ہیں | دیکھیں تو تیری کب تک یہ بیحجابیان ہیں

ان تینوں شعروں میں باے موحدہ حرف روی یاے تحتانی وصل الف خروج نون مزید ہے۔

چوتھا نائرہ۔ یہ بعد مزید کے بلافاصلہ آتا ہے جیسے کہونگا اور رہونگا کہ یہاں واو حرف وصل ہے اور نون خروج اور گاف مزید اور الف نائرہ ہے۔

دبیر

ہم انکو نہ چھوڑینگے ہیں چھوڑینگے عباس | گر لوچھ لو بابا سے کر توڑینگے عباس

راے ثقیل حرف روی ہے اور یاے تحتانی اول وصل نون مزید کاف فارسی خروج یاے ثانی نائرہ۔

ولہ

پرسش میں اماموں کی علی چپکے رہینگے | قائل جو ہمارے ہیں یہ وہ آپ کہینگے

رہینگے اور کہینگے میں حروف ہا روی یاے تحتانی وصل نون خروج کاف فارسی مزید یاے آخر نائرہ۔

انیس

تاریکی زندان میں نہ اس طرح گھٹینگے | یوسف تو چھٹے قید سے کیا ہم نہ چھٹینگے

گھٹینگے اور چھٹینگے میں تاے ہندی روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یاے آخر نائرہ۔

ولہ

ان باغیوں کے زور کو دم بھر میں توڑینگے | ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے میں راے ہندی روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یاے آخر نائرہ۔

سودا

چار کے کاندھے جب یہ جاوے گا | توشہ کی روٹی کو بھی کھاوے گا

الف جاویگا اور کھاویگا مین روی ہی اور واو حرف وصل اور یاے تحتانی مزید اور گاف خروج اور الف آخر کا نائرہ ۔

میر

ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہینگے		پر اس روش کو تیری یہ لوگ کیا کہینگے	

مولوی امام بخش صہبائی نے لکھا ہے کہ ان چار حرفون مین سے بجز حرف وصل کے اور کوئی حرف اشعار اُردو مین واقع نہین ہوتا اور وہ بھی اغلب کہ انھی الفاظ مین ہوتا ہے جو فارسی ہین جیسے خفتہ اور شفتہ مین تے حرف روی ہے اور ہا حرف وصل مگر یہ قول تحقیق کے خلاف ہے مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین ثابت کیا ہے کہ زبان ہندی مین بھی چارون حرف زائد آتے ہین اور اسی پر محققین کا اتفاق ہے چنانچہ اساتذہ کے کلام مین دیکھا گیا ہے اور اوپر کی مثالون سے واضح ہوا بلکہ نائرے کے سوا ایک دو حرف اور بھی آتے ہین لیکن قافیہ کی فرع یہی چارون حرف ہین اور وہ حرف زائد نائرے کی فرع ہین اور بقول خواجہ نصیر الدین طوسی یہ حروف داخل ردیف ہین خواہ کلمہ مستقل ہو یا غیر مستقل (مثال ایک حرف زائد کی) جلاوے گا اور گلاوے گا مین جل اور گل صیغہ امر لازم ہے اور الف کی زیادتی سے متعدی ہو گیا پس لام روی ہے اور الف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور کاف فارسی نائرہ کی فرع ہے ۔

عبد الرسول نثار

	ہاتھ سے ان جامہ زیبونکے نکل جاوینگے ہم	یہ گریبان دامن صحرا کو دکھلاوینگے ہم	

سودا

کیا ترے بعد کرکے کھاوین گے		جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے	

میر حسن

بہت آپ اُس سے اُٹھاوینگے حظ	بہت ہین سے اُسکی پاوینگے حظ

میر تقی

نور نظر کو کھو کے مین سو رونگا دیکھیو		دل بھر رہا ہی خوب ہی رو ونگا دیکھیو	

مثال دو حرف زائد کی جلاوینگے اور گلاوینگے الف حرف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور نون نائرہ اور کاف فارسی اور یاے تحتانی آخر کی نائرے کی فرع ہین ۔

حالی

ہر آنت مین سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

کرنے والے اور ڈرنے والے مین رائے مہملہ ردی ہے اور نون وصل اور یائے تحتانی خروج اور واؤ مزید اور الف نائرہ اور لام اور یائے آخر نائرے کی فروع۔

ایضاً

بہت آگ جیلون کی سلگانے والے	بہت گھانس کی گٹھریان لانے والے

اگر کوئی کہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حرف مین داخل نہین ہے تو پھر نون غنہ جلادینگے اور گلادینگے وغیرہ مین کس طرح محسوب ہوا ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ اہل قافیہ اُن حرفون کو جنکو عروضی تقطیع مین نہین لاتے قافیہ مین معتبر سمجھتے ہین اور اگر ایسا نہوتا تو پھر کیون الفاظ سینک اور چھینک اور چاند اور ماند اور اونٹ اور گھونٹ اور جھینک اور چونچ اور کھونچ وغیرہ کو مثال ردف مرکب مین داخل کرتے۔

روی کی قسمین

حرف روی جب ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین نون تو اُسکو روی مقید[1] کہتے ہین کیونکہ اُس کا سکون اُسکے لیے ایک قید ہے کہ اُسکو جاری ہونے سے روکتا ہے اور جب حرف وصل سے ملکر متحرک ہو جائے جیسے کرے اور دھرے مین رائے مہملہ متحرک ہے تو اُسکو روی مطلق[2] بولتے ہین کیونکہ اُس مین اطلاق اور روانی ہوتی ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا پس روی مطلق ہو یا مقید دو قسم پر ہے (۱) اگر اسکے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا شامل نہو تو اُس کو روی مجرد[3] کہتے ہین اُن حروف قافیہ مین سے یہ چار حرف ایسے ہین کہ روی کے اول مین آتے ہین۔ ردف۔ قید۔ تاسیس۔ دخیل اور یہ تین حرف روی متحرک کے آخر مین متصل ہوتے ہین مزید۔ خروج۔ نائرہ پس ایسی روی کو جس کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا نہ آئے ساکن ہونے کی حالت مین روی مقید مجرد کہینگے اور متحرک ہونے کی صورت مین روی مطلق مجرد بولینگے۔

---

[1] مفعول ہے تقیید کا ۱۲

[2] مفعول ہے اطلاق کا ۱۲

[3] مفعول ہے تجرید کا ۱۲

روی مقید مجرد کی مثال

بقاء اللہ خان بقا

بہت رات آئی نہ آیا پیارا — ترازو ہوا نیم شب کا ستارا
چھپا منھ کو دامن سے دیتے ہو بوسہ — یہ بوسہ ہے کیسا نہ آدھا نہ سارا

ان اشعار مین راے مہملہ کے بعد الف روی مجرد ہے کیونکہ یہان روی کے سوا کوئی اور حرف قافیہ کا نہین ہے اور بسبب ساکن ہونیکے روی مقید بھی ہے اسلیے روی مجرد مقید کہینگے۔

شاہ حاتم

یار کا مجھکو اس سبب ڈر ہے — شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے

ڈر اور ستمگر مین راے مہملہ روی مجرد مقید ہے۔

اشرف علیخان فغان

کباب ہو گیا آخر کو کچھ بُرا نہ ہوا — عجب یہ دل ہی جلا تو بھی بے مزا نہ ہوا

بُرا اور بے مزا کا حرف آخر روی مجرد مقید ہے۔

مصحفی

دعا دیے سے شب میرے وہ ترک تیغ زن بگڑا — سپاہی زادو کا بھی کچھ مین دیکھون ہون چلن بگڑا

تیغ زن اور چلن مین نون روی مجرد مقید ہے۔

مثال روی مطلق مجرد

غفلت

کوڑی کوئی ہاتھ پر اس کے دھرے — نوح کی کشتی مین یہ رخنہ کرے

قلق

اُن سے سرگرم دلبری ہوگا — محو شوق ستمگری ہوگا

پہلے شعر مین دھرے اور کرے اور دوسرے مین دلبری اور ستمگری کی راے مہملہ حرف یائے تحتانی کے ساتھ ملی ہوئی روی مطلق مجرد ہے۔

غلام حسین خان خیال

مژگان کی یہ کاوش نہین ناوک فگنی ہے | ابرو کی اشارت نہین شمشیر زنی ہے

فگنی اور زنی کا نون یا کے ساتھ ملکر روی مطلق مجرد ہے۔

شوق شاگرد سودا

دامن کو تیرے خون تو رہے بن بھرے ہوے | چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوے

بھرے اور مرے مین راے مہملہ مع یاے تحتانی کے روی مطلق مجرد ہے۔

(۲) اگر کوئی حرف قافیہ کا اول یا آخر مین شامل ہو تو روی کو اُسکے ساتھ منسوب کر دیتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(الف) مقید مردف یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف ردف ہو اور مردف مفعول کا صیغہ ہے ارداف سے۔

مشیر

پہچان کے زینب کی صدا کو بدل زار | دوڑا سوے ہمشیر ید اللہ کا دلدار

اس شعر مین زار اور دلدار کی راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے۔

محبت

ہونا ہے ابھی حاصل سب کام محبت کا | دے اُس کو خداوندا تو جام محبت کا

کام اور جام مین میم روی مقید مع ردف کے ہے اور محبت کا ردیف ہے۔

آتش

بری پسند طبیعت یہ ہے نہ حور پسند | تمھارے بندے ہین ہم کو ہین حضور پسند

راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے اور پسند ردیف ہے۔

جرأت

اے جنون آباد رہیو تو کہ وحشت نے مری | بعد مجنون پھر بسایا خانۂ زنجیر کو
ہمکو بھی جرأت کے مرنیکا بڑا افسوس ہے | کی بہت تدبیر لیکن کیا کرین تقدیر کو

ان اشعار مین راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے اور کو ردیف ہے۔ اور حرف قید بھی اس مین داخل ہے مثلاً۔

بقاءاللہ خان بقا

مژگان تر کے نیچے یون دل کا لخت دم لے | جون آنکر مسافر زیر درخت دم لے

لخت اور درخت مین تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہے اور دم لے ردیف۔

رافت

وہ گردن کا موتی صراحی کی شکل | چھٹے جسکے نظارے سے شرب واکل

شکل واکل مین لام روی مقید مع قید کے ہے۔

انیس

کچھ کچھ کے جاے ساری زراعت مین آب بہر | محروم ابن ساقی کوثر یہ کیا ہے قہر
اُس مین یہ نہر بھی ہے جو ہے خاطمہ کا مہر | شہرہ ہی تازیون کی تواضع کا شہر شہر

نہر اور قہر اور مہر اور شہر مین راے مہملہ روی مقید مع قید کے ہی۔

قلندر

طالب نہین ہون دین کا دنیا پرست ہون | عاشق ہون دردکش ہون قلندر ہون مست ہون

تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہی اور ہون ردیف ہی۔

مومن

اب پریشان ہون مین خاطر جمع | رات دن تاب مہر و شعلۂ شمع

جمع اور شمع مین عین روی مقید مع قید کے ہے۔

محبت

گر یاد سوز دل کو مرے کھینچی ایک آہ | دیکھا جو اُسنے شمع پہ جلتے پتنگ رات
شب تیری خوب کھائین مجھسے گالیان | کیا کیسے اُس کا جانا رہا عار و ننگ رات

پتنگ اور ننگ مین کاف فارسی روی مقید مع قید کے ہے اور رات ردیف ہی۔

(ب) مقید موسس یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف تاسیس و دخیل ہو مثلاً۔

ہوس

تھا عشق سے یہ کچھ اُسکو حاصل | تھا چارہ عاشقان پہ مائل

اس شعر مین حاصل اور مائل مین لام روی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہی۔

انیس

وہ شان وہ شوکت وہ تہور وہ جلالت	چھپتے ہیں کہیں جوہر شمشیر اصالت
طینت میں کرم طبع میں انصاف و عدالت	اقبال علے شان شہنشاہ رسالت

چارون مصرعون میں تاے فوقانی روی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہے۔

(ج) مطلق مردف موصول غیر مخرج یعنے روی متحرک کے ساتھ ردف و وصل ہو مگر حرف خروج نہو

فغان

مبتلاے عشق کو ای ہمدمان شادی کہان	آگئے ابتو گرفتاری میں آزادی کہان
کاش آجاے قیامت اور کہے دیوان حشر	وہ فغان جو ہے گریبان چاک فریادی کہان

شادی اور آزادی اور فریادی مین دال روی مطلق ہے اور یاے تحتانی اور دال کے قبل الف ردف۔

داغ

دشمنو سے دوستی غیرون سے یاری چاہیے	خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اس مین بھی وہی صورت ہے۔

مومن

اک غلو ہوش پہ بیہوشی کا	عالم اک اپنی فراموشی کا

شین بیہوشی اور فراموشی مین روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے آخر وصل۔

بیدار

رشتہ دوستی اور وہ سے جو چاہون ٹوٹے	پر کوئی بات ہو تجھ سے مری اُلفت چھوٹے
مجھکو ہر روز یہی خوف ہے ای طفل مزاج	شیشۂ دل نہ کہین ہاتھ سے تیرے پھوٹے

ٹوٹے اور چھوٹے اور پھوٹے مین تاے ثقیل روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے تحتانی وصل

محشر

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون	حیرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون
قمری کی طرح طوق بگردن ہے دل مرا	ان خوش قدون کا بندۂ بے زر خریدہ ہون

دیدہ اور دریدہ اور خریدہ مین دال آخری روی مطلق ہے اور یاے تحتانی ردف اور ہاے آخر وصل۔

انشا

تھی جو دریا کے گرد کی ریتی	وان ہوئی زعفران کی کھیتی

ریتی اور کھیتی مین تاے فوقانی روی مطلق ہے اور ماقبل کی یاے تحتانی مجہول ردف اور آخر کی یاے معروف وصل۔

خوشتر

نہ دکھلائے خدا رنج غریبی	کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی

غریبی اور نصیبی مین باے موحدہ روی مطلق ہے اور اُسکے ماقبل کی یاے معروف ردف ہے اور آخر کی یاے معروف وصل اور حرف قید بھی ردف کے شمار مین ہے۔

مومن

تکلیف کُن سیاہ مستی	مفتی طریق مے پرستی

مستی اور مے پرستی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی حرف وصل۔

خوشتر

برادر کی یہی ہے نیک بختی	رہے پیش برادر وقت سختی

نیک بختی اور سختی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی حرف وصل۔

تسلیم

ران کے پائچے مین نیرنگی	جلوہ پرداز شوخی و شنگی

نیرنگی اور شنگی مین کاف فارسی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی وصل۔

(د) مطلق مردف موصول مخرج یعنے حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ بھی ہون مثلاً۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین	دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

راتین اور باتین مین الف ردف ہے اور تاے فوقانی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

میر حسن

کہون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان	پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

خوبیان اور محبوبیان مین واو ردف ہے اور باے موحدہ روی مطلق اور یاے تحتانی حرف وصل اور الف خروج اور نون مزید۔

سودا

جھینکنا جا بڑے کا جو جھینکین ہین | اک سخن ہے تو لاکھ جھینکین ہین

دونون مصرعون کے قافیون مین یاے معروف ردف اصلی ہے اور نون ردف زائدہ کاف حرف روی مطلق یاے تحتانی ودم حرف وصل اور نون خروج۔

سودا

بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بد شرابیان | ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان

شرابیان اور گلابیان مین باے موحدہ روی مطلق ہے اور اُسکے ماقبل کا الف ردف اور یاے تحتانی وصل اور الف و نون خروج و مزید۔

انیس

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے | ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین واو ساکن ردف ہے اور راے ہندی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور آخر کی یا نائرہ۔

تسلیم

بات بگڑی ہوئی سنوارونگی | اٹری جوئی یہ جان وارونگی

سنوارونگی اور وارونگی مین الف حرف ردف ہے اور راے مہملہ روی مطلق اور واو حرف وصل اور نون خروج اور گاف مزید اور یاے تحتانی نائرہ۔

(۵) مطلق مؤسس موصول غیر مخرج۔

نگار

کہا یوسف نے یہ بے حاصلی ہے | تری یہ آرزو سب جاہلی ہے

حاصلی اور جاہلی مین الف تاسیس ہے اور صاد و ہا دخیل اور لام روی مطلق اور یاے تحتانی وصل

(۶) مطلق مؤسس موصول مخرج یعنی حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ دوسرے حروف بھی آخر مین تاسیس کے

تسلیم

ناخن غم کی کاوشین ہونگی | اشک ترکی تراوشین ہونگی

کاوشین اور تراوشین مین الف تاسیس ہے اور واو دخیل اور شین روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

تنبیہ قافیہ کے باعتبار حرفون کے یہ نام ہے۔
اگر قافیہ مین ردی کے ساتھ کوئی اور حرف جمع نہو ردی تنہا ہو تو اُسے **قافیہ مجردہ** کہتے ہین اور اگر ردی کے ساتھ کوئی اور حرف بھی قافیہ کا شامل ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ حرف اُن حروف مین سے ہی جو ردی کے قبل آتے ہین یا اُن حروف مین سے ہے جو اُسکے بعد آتے ہین پس اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی سے پہلے واقع ہوتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ مردفہ** اور **قافیہ موسسہ** کہتے ہین اور اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی کے بعد آتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ موصولہ** بولتے ہین جو قافیہ حرف قید کے ساتھ ہو اُسکو بھی قافیہ مردفہ کہتے ہین کیونکہ قید بھی ردف کے قبل سے ہی اور جو قافیہ دخیل کے ساتھ ہو اسکو بھی موسسہ کہتے ہین اسی طرح جو قافیہ خروج اور مزید اور نائرہ کے ساتھ ہو اُسکا نام بھی موصولہ ہے اور جس قافیے مین ردی ساکن ہو اُسے **قافیہ مقیدہ** کہتے ہین اور اگر ردی متحرک ہو تو **قافیہ مطلقہ** کہتے ہین خواجہ نصیرالدین طوسی رسالہ معیارالاشعار مین لکھتے ہین کہ جو کچھ وصل کے بعد ہو وہ ردیف ہے خواہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل اور جمہور کا مذہب یہ ہی کہ جو کچھ ردی کے بعد آئے اگر مستقل ہو ردیف ہے نہین ہے۔

استعمال قافیہ کی صورتین

قافیہ جو اُن حرفونکی ہیئت مجموعی سے مراد ہے جن کا ذکر اوپر ہوا تین حال سے خالی نہین۔
(۱) یا الفاظ اور معنی دونون مین مختلف ہوگا جیسے درد اور زرد وغیرہ۔

میر

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا	اب جس جگہ کہ داغ ہے یہان پہلے درد تھا
عاشق ہین ہمتو میر کے بھی ضبط عشق کے	دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

واسطی

یہ اہل گبر مٹے یادگار تک نہ رہا	مکان کیسے کسی کا مزار تک نہ رہا
ہوائے تند نے کیسا غضب کیا بس گ	کہ اس گلی مین ہمارا غبار تک نہ رہا

داغ

اب بھی گر بڑھ کے ضعف سے نالے	ساتوان آسمان لیتے ہین
مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی	آیئے امتحان لیتے ہین

(۲) یا لفظ معنی مین مختلف ہو اور الفاظ مین متفق اور یہ صنایع مین شمار کیا جاتا ہی۔

عظیم

اِک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے لیے طلق
دیوان شاعرون کے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہی طاق
ہر چند ابھی نہ آئی ہی فہمید جفت و طاق

وجیہ

تسکین درد دل کو نا آج ہو نہ کل ہو
بے یار بیکلی ہے وہ ہی ملے تو کل ہو

جرأت

حسرت مین مر گئے ہم ہمدم تلک نہ پہونچے
دم ہم تلک نہ پہونچا ہم دم تلک نہ پہونچے

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال
ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال
ہی دولت و دین و دانش و داد کی دال

بیدار نے ایک غزل لکھی ہے اور اُس مین لفظ قافیہ مع التجنیس کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

کون ہے بازار خوبی مین ترے ہم سنگ ہے
حُسن کی میزان مین تیرے کہ ہمسر یا سنگ ہے
مین جو دیوانہ ہوا سرخیل ارباب جنون
ہاتھ مین پتھر لیے ہر طفل میرے سنگ ہے
جاے تکیہ عاشقون کا جائے ہر وقت خواب
زیر سر کوچے مین تیرے خشت ہی یا سنگ ہے

حسرت کی غزل مین قافیہ لفظ دم ہی مگر معنے مین تغایر ہے۔

کٹ نہین چکتی شب غم اور کوئی ہمدم نہین
یا یہ شب ہی سخت دل یا صبح تجھ مین دم نہین
جو لچک داری بڑھانے مین تری ابرو سے ہی
سچ کہون قاصد کسی شمشیر مین یہ دم نہین
دم مجھے دیتا ہی تو یعنی ترا ہون آشنا
غیر سے پھر لونا کیون ہی اگر یہ دم نہین

قلق

کچھ پتہ ملتا نہین عشق ذقن کی چاہ کا
پانی نا پایا آشناؤن نے بہت اس چاہ کا

راقم الحروف نے بھی ایک غزل اسی صنعت مین لکھی ہی چنانچہ اُسکا مطلع یہ ہی۔

کس مصور نے بھرا پیکر مین تیرے رنگ ہے
آفرین ہی اُسکو اور صنعت کو اُسکی رنگ ہے
جب سے تیرے حُسن کی روشن ہوئی ہی ماہتاب
رُخ سے خوبان دو عالم کے پریدہ رنگ ہے

برق

سینہ داغون سے رشک باغ ہوا	جسنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا

(۳) قافیہ لفظون مین متغائر ہوا ور معنے مین متفق ہو جیسے سرداور برد بمعنے سرد اور قرآن و فرقان اور زاغ اور کلاغ اور عجائب و غرائب۔

تپش

جلاتا تھا مردے کو عیسےٰ نمط	تھا اعجاز اُس کا مسیحا نمط

مذاق

واعظ بتون کے آگے نہ قرآن نکالیے	صورت سے اُنکی معنی فرقان نکالیے

میر

جگر کیا ہی پرزن ہوا اس بن مین زاغ	یہ زہرہ نہین رکھتے کوئی کلاغ

اشرف بیگ خان اشرف

اسی اُمید پہ کیا کیا ہے پرو تا گوہر	اسی اُمید پہ اپنا ہے دکھاتا جوہر

یہ بھی معلوم ہو کہ جہان ردیف نہین ہوتی وہان قافیہ آخر مین ہوتا ہے کیونکہ اسکے لغوی معنی پیچھے آنے والے کے ہین مثال اسکی۔

انشا

صبح دم مین نے جلی بستر گل پر کروٹ	جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ

اس مین قافیہ آخر مین ہے۔

درد

ہر طرح زمانے کے ہاتھون مین ستم دیدہ
گر دل ہو تو آزردہ خاطر ہو تو رنجیدہ

حسرت

ہوش جسکا ہو نہ کی عقل رسا طبع فہیم	سمجھے بن بولے نہ ہر گز نہ کھے گو نطق کلیم
مقتضائے بشریت ہی زبس سہو و خطا	منفعل سہو پر اپنے ہو بہت طبع سلیم
داد حق گرچہ ہے شیرینی و معنے سخن	فن وے شعر کا آتا نہین ہے بے تعلیم

علم کہتے ہین کہ اس فن کے تئین لازم ہین — ورنہ بے علم کا احوال ہے مانند سقیم
نغز گفتین لاکھ جگہ پاوے زبان شاعر کی — جب تلک صحت الفاظ سے ہووے نہ علیم
فن مہمل نہین یہ اس مین جو لکھے داہی — رکھتے تھے پاس بلاغت وہ جو شاعر تھے قدیم

اور اگر بعد قافیہ کے ردیف بھی ہو تو قافیہ علم اخیر مین ہوتا ہے مثال اسکی۔

نصر اللہ خان سلطان

اُس لب سے کیا لعل کا جب رنگ برابر — دیکھا تو نہین اُسکے یہ پاسنگ برابر

اس مین قافیہ حکم آخر مین کہا جاتا ہی اور ردیف آخر مین ہی۔

غالب

دھوتا ہون جب مین پینے کو اس سیم تن کے پانون — رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانون

الغرض قافیہ الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر واقع ہوتا ہی اور مستقل نہین ہوتا یعنی بغیر ملائے دوسرے لفظ کے نہین آتا کیونکہ مستقل ہونا ردیف کے واسطے لازم ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا مثلاً۔

انیس

خورشید نے جو رخ سے اُٹھائی نقاب شب — در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب

اس شعر مین نقاب و در باب کے اندر بائے موحدہ اور الف قافیہ ہی اور یہ دونون علحدہ نہین آسکتے دونون نقاب اور باب کے ضمن مین آئے ہین۔

آتش

امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک — نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان جھا — زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

ان اشعار مین کفن اور دہن کے نون قافیہ ہین اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے نہین آسکتے۔

ذوق

رکھتا بھر قدم ہے وہ یہ ہوش نقش پا — ہو خاک عاشقان نہ ہم آغوش نقش پا

اس شعر مین ہوش اور آغوش کے اندر واو اور شین قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین یعنی دوسرے حروف کے ساتھ آتے ہین۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

ارنجانیت کا اپنی زینہ رکھنا
احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر
لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

اس رباعی مین زینہ اور سینہ اور کینہ کا حرف آخر قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے یعنے تنہا ستعمل نہین ہو سکتا۔

وزیر

عبث چھوا ترے گیسوے عنبرین کا سانپ
ہوا ہے ہاتھ مرا میری آستین کا سانپ

عنبرین اور آستین مین یاے تحتانی اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتے۔

آغا علیخان مہر

ترے مُنھ کی کنہ پاے نہین ایسا مُنھ کسی کا
ترے پانو کی صفت ہو کسے طاقت بیان ہے
ترے مُنھ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن و گل
وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان ہے

ان اشعار مین الف اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے۔

المولفہ

درد اُلفت کا ان آنکھو مین اثر تھا کہ نہ تھا
قطرۂ اشک ہمارا بھی گُہر تھا کہ نہ تھا
تو ہی کہدے کہ کف پاے بت غیرت مہر
حُسنِ خوبی مین فزون تجھسے قمر تھا کہ نہ تھا
جبہ سا جبکہ نہ تھے ہمتو یہ تم ہی کہدو
سجدہ گاہ دوجہان آپ کا در تھا کہ نہ تھا
چیر سینے کو مرے ہو کے خفا یون بولا
اس سیہ بخت کے پہلو مین جگر تھا کہ نہ تھا

ان اشعار مین راے مہملہ قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتا۔

میر

کہین ادھر یہ شیر جاتا تھا
پھیر تا مُنھ یہ پینچے آتا تھا

جاتا اور آتا مین تین تین حرف پچھلے قافیہ ہین یعنی دو دو الف ساکن اور ایک ایک تاے فوقانی مفتوح قافیہ مین شمار پاتے ہین مگر غیر مستقل ہین۔

ولہ

گھر تے آئے داغ سیاہی
کام جگر کا کرنی تباہی

سیاہی اور تباہی مین الف ساکن اور ہاے ہوز اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ یہ تنہا مستعمل نہین ہو سکتے۔

ولہ

شب و روز فریاد کرنا اُسے	کئی بار اک دم مین مرنا اُسے

کرنا اور مرنا مین راے مہملہ اور نون والف قافیہ ہے اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے استعمال مین نہین آسکتے۔

امیر مینائی

ہماری بیخودی تمہید ہی تیرے نمایش کی امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے	مٹا کر نقش ہم اپنا ترا نقشہ جماتے ہین وہ میلے ہکو پھر باغ کے جب یاد آتے ہین

جماتے اور آتے مین الف اور تاے فوقانی اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ بغیر ملے دوسرے حروف کے قابل استعمال نہین۔

ولہ

ہٹا دو آئینہ ہکو بھی دیکھنے دو گے بہار آئی ہے پھر خیر ہو خداوندا	کہ خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خودنمائی کا جنون کے ہاتھ نہین دامن ہر پارسائی کا

خودنمائی اور پارسائی مین الف ساکن مع یاے مصدری اور ہمزہ کے قافیہ ہے اور اس مین یہ صلاحیت نہین کہ بے ضم ضمیمہ کے آسکے یاے مصدری پر ہمزہ کے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب یاے مصدری یا یاے نسبت ایسے کلمے کے آخر مین آتی ہین جس کے ما بعد کا حرف الف مدہ ہوتا ہے تو اُنکے الحاق کے وقت ایک ہمزہ ان سے پہلے بڑھا دیتے ہین۔

قافیہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام کلمہ تمام کلمے کے مقابل آتا ہے جیسے عاقل اور کامل۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے	دل اگر زمرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

مومن

دیکھی جو ادھر سے یون لگاوٹ	سمجھا انہ کہ سب یہ ہے بناوٹ

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جزو کلمہ ایک کلمۂ مستقل کے مقابل آتا ہے جیسے قل عاقل کا دل کے مقابل مین آنا۔

محمد علی خان عرف آغا حیدر

مین تو قائل ہون عشق کامل کا	مرتبہ اور ہو گیا دل کا

سودا

آدے جو کھینچ سامنے تلوار	جب تلک پہونچے اُسکا اُس تک وار

نثر و مثنوی مین دو قافیون کے سوا گنجایش نہین اسلیے کہ مثنوی مین ہر بیت جداگانہ ہوتی ہے اور نثر مین دو فقرون سے زیادہ تلت کے ساتھ حاصل ہوتے ہین مگر اسکو نظم مین **قافیہ** اور نثر مین **سجع** کہتے ہین اور باعتبار اس لفظ کے نظم کو **مقفےٰ** اور نثر کو **مسجع** کہا جاتا ہے اور قرآن شریف کی آیتون مین **فاصلہ** بولتے ہین اخفش کے نزدیک بیت کے آخر کا تمام کلمہ قافیہ مین داخل ہے۔ شرح خزرجیہ مین ملا غلام نقش بند نے لکھا ہے کہ قافیہ دو طور پر ہوتا ہے (۱) اصلی اور وہ یہ ہے کہ لفظ مفرد ہو جس کے اجزا نہو سکین جیسے۔

ذوق

تا زبان زد و ہر مین ہو فلسفی کا یہ کلام	ہے پے افلاک ثابت نفی خرق والتیام

کلام اور التیام کے اجزا بے معنے نہین ہو سکتے۔ (۲) معمولہ اور وہ یہ ہے کہ مرکب ہو جیسے۔

امانت

پائون آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے	جو مین کہتا ہون وہ آگے ترے پیش آئی ہے

دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے بیان مین

قافیہ کی حرکتین چھ قسم پر ہین۔ توجیہ۔ مجرے۔ رس۔ اشباع۔ حذو۔ نفاذ۔

بیان توجیہ

توجیہ بفتح تاے فوقانی و سکون واو و کسر جیم تازی و سکون یاے تحتانی معروف و ہاے ہوز روی کے ماقبل کی حرکت کو کہتے ہین بشرطیکہ روی ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین حرکت ہاے ہوز اور قاف کی مثال

صادق عظیم آبادی

وہ ہی عرق سے یار کے چاہ ذقن مین آب	دیکھے تو خضر کے بھی بھر آئے دہن مین آب

آصف الدولہ

تری تیغ جب ہم علم دیکھتے ہین | وہین سر کو اپنے قلم دیکھتے ہین
جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین | خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہین
گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دلمین | کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہین

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حروف کی حرکتون کا نام توجیہ ہی اور وہ فتح ہی

میر اکبر علی اختر

تماشے کی ہی جا مژگان سے جو لخت جگر نکلا | عجب یہ نخل ہی جس مین کہ شکل گل ثمر نکلا

ثمر اور جگر مین رائے مہملہ روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حرف کی حرکت کا نام توجیہ ہی اور وہ فتح ہی

داغ

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو | اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو
غیرت ماہ کہے خسرو انجم مجھکو | نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کی حرکت ضمہ کا نام توجیہ ہے۔

بیان مجرے

مجرے بفتح میم وسکون جیم تازی وفتح رائے مہملہ اور آخر مین الف مقصورہ جو یائے تحتانی کی شکل ہی لکھا جاتا ہے لغوی معنی اُسکے جاری ہونے اور روان ہونے کے ہین اصطلاح مین روی متحرک کی حرکت کو کہتے ہین جیسے۔

داغ

کہان تک آہ لکھون اسکا حال بربادی | کہان تک آہ لکھون آسمان کی جلادی
کسی کو قید محن سے نہین ہے آزادی | کہ داغ داغ ہی دل ہر کوئی ہی فریادی

دال مہملہ حرف روی ہی اور یائے تحتانی حرف وصل پس دال کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہی۔

غیور

تحسین بھی نکلی شیرین لے کچھ تیشہ زنی پر | پتھر پڑین فرہاد تری کوہ کنی پر

نون حرف روی ہے اُسکی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

بقا

مے کشی غیر کی محفل مین جو کرنی ہو تو یار
باخبر رہیو کہ ہے بیخبری شیشے مین

محتسب ایسے نہو روزہ گری ماہ صیام
شام کو مے سے نرکھ لین سحری شیشے مین

دونون شعرون مین راے مہلہ کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

سودا

تجھکو بخشی ہے خلق کی خوبی
حق نے ایسی کہ بہ زمحبوبی

حسن کے باہم تری وفاداری
تجھے ہو عمر خضر مین یاری

پہلے شعر مین باے موحدہ کی حرکت اور دوسرے شعر مین راے مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے۔

میرحسن

شنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے
تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

مرے اور کرے مین راے مہملہ حرف روی ہے اور یاے تحتانی وصل جسکے متصل ہونے سے رے مکسور ہوگئی ہے اسی کسرے کو مجرے کہتے ہین۔

حالی

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

توڑا اور چھوڑا مین راے ثقیل حرف روی ہے حرف وصل کے ملنے سے مفتوح ہوگئی ہے اسی حرکت فتحہ کا نام مجرے ہے۔

میر

راہ پہ بیٹھا وہ سرگشتہ
دیکھے راہ عمر گذشتہ

آگے تھا کب ہجران دیدہ
آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ

پہلے شعر مین تاے فوقانی کی اور دوسرے شعر مین دال مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے۔

بیان رس

رس بفتح راے مہملہ وسکون سین مہملہ الف تاسیس کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے جیسے برابر اور سراسر مین حرکت پہلے راے مہملہ کی۔

ناسخ

ماہ نو سے جو وہ خورشید مقابل ہووے
یہ یقین ہے کہ نظر آتے ہی کامل ہووے

مقابل اور کامل مین قاف اور کاف کی حرکت کا نام رس ہے اس حرکت کا اختلاف ممکن ہی نہین

ہمیشہ فتح ہوتا ہے اور حرف مین موافقت کی قید نہین۔

بیانِ اشباع

اشباع بکسر الف وسکون شین معجمہ وفتح باے موحدہ وسکون الف وعین مہملہ موقوف لغت مین پیٹ بھرنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح قافیہ مین حرف دخیل کی حرکت کا نام ہے جیسے حرکت واو اور دال مہملہ کی آواور اور چادر مین اور حرکت باے موحدہ اور میم کی مقابل اور کامل مین

سودا

گر اس حُسن تکلم پر طوالت ؛	مُبادا ہو کسی دل کو ملالت

طوالت اور ملالت کی لام کے فتح کا نام اشباع ہے۔

بیانِ حذو

حذو بفتح حاے حطی وسکون ذال معجمہ وواو موقوف لغت مین اسکے معنے دو چیز کا باہم برابر کرنا ہین اور اصطلاح مین ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے پس یہ حرکت ردف مین الف کے قبل زبر اور واؤ کے قبل پیش اور یاے تحتانی کے قبل زیر ہوتا ہے۔

الف کی مثال۔

قدرت اللہ قاسم

مین مدنظر اپنے کچھ کام نہین رکھتا	آغاز محبت یا ان انجام نہین رکھتا

کام اور انجام مین میم کے ماقبل کا الف ردف ہی اور الف کے ماقبل فتح ہے۔

ارمان پسر جعفر علی حسرت

تا سر بالین اُسے آنا قیامت شاق ہے	یہ دل بیمار جسکا نزع مین مشتاق ہے

شاق اور مشتاق مین الف ردف ہے اور شین وتا کے فتحون کا نام حذو ہی۔

واو مجہول کی مثال۔

سراج

کیا شراب محبت دے دل کے خم مین جوش ہے	عجب نہین جو قیامت تلک مین مدہوش

واو ردف ہی اور اسکے ماقبل کے ضمون کا نام حذو ہی۔

واؤ معروف کی مثال۔

میر

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

ناصبور اور نشور میں واؤ ردف ہے اور اُسکے قبل ضمہ ہے جسکو حذو کہتے ہیں۔
یاے مجہول کی مثال۔

دبیر

گرتی تھی کوندکر جو وہ برق شرارہ ریز
چلنے میں تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیز
دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچہ گریز
رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز

ریز اور گریز وغیرہ میں یاے مجہول ردف ہی اور اُسکے ماقبل جو کسرہ ہے وہ حذو کہلاتا ہے۔
یاے معروف کی مثال۔

مرزا علی نقی محشر

جان منتظر ہی آنکھوں میں وقت رحیل ہے
جلدی پہونچ کہ تیرے ہی آنیکی ڈھیل ہے

رحیل اور ڈھیل میں یاے معروف ردف ہے اور اسکے ماقبل کا کسرہ حذو ہے یہ تمام مثالیں
اُس حذو کی ہیں جو ردف کے ساتھ ہو۔ اب اُس حذو کی چند امثلہ پر غور کرو جو قید کے ساتھ ہوتا ہے

حالی

روح تھی بادۂ دوشینہ سے اپنی بدمست
تھا ترقی پہ ابھی نشۂ صہباے الست

تاے فوقانی روی ہی اور سین ساکن قید میم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ولہ

ناتوان ٹھہرے کوئی کوئی تنومند بنے
ایک نوکر بنے اور ایک خداوند بنے

تنومند اور خداوند میں میم اور واؤ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

خوشتر

کسی کا خوش نہیں آتا اُسے عیش
براے جنگ بھرتا ہے لیے جیش

عیش اور جیش میں عین اور جیم کی حرکت کا نام حذو ہے۔

گلزار نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل — طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل

جعل اور لعل مین جیم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مومن

مجھپہ بھی تجھکو رحم نہین یہ کرخت دل — کم ہوئے گا جہان مین تجھ سا بھی سخت دل

کرخت اور سخت مین راے مہملہ اور سین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

سودا

اُٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر — کیا صرف گریبان رشتۂ صبر

جبر اور صبر مین جیم اور صاد کی حرکت کا نام حذو ہے۔

محمد حسین آزاد

رنگ سنولائے ہوے چہرے تھے گردآلودہ — دل تھے کلفت زدہ اور سینے تھے دردآلودہ

درد اور گرد مین گاف اور دال کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ہاے نے کعبہ نے کنشت پرست — مومن بنگئے لیک سنگ و خشت پرست

کنشت اور خشت مین نون اور خا کی حرکت کا نام حذو ہے

جب ہوئی خاطر پریشان جمع ؎ — ولہ پھر تو ہر شب بسان شعلۂ شمع ؎

جمع اور شمع مین جیم اور شین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مثنوی سعدین

ایسی اس مادے مین صاحب فکر — ہر زبان ہر مکان مین اُن کا ذکر

فکر اور ذکر مین فے اور ذال کی حرکت کا نام حذو ہے۔

داغ

ہمین جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے — جو چاہین رحمت باری تو قہر ہو جائے

زہر اور قہر مین راے معجمہ اور قاف کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ستایان

نمایان ہوے اس قدر علم رزم — کہ تحسین کہتے تھے سب اہل بزم

ندم اور بزم مین راے مہملہ اور باے موحدہ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

بیان نفاذ

نفاذ بفتح نون و فتح فا و سکون الف و ذال معجمہ موقوف نام ہے حرف وصل و خروج و مزید کی حرکتونکا اور چونکہ زبان اُردو مین نائرے کے بعد بھی ایک دو حرف آتے ہین اور نائرہ متحرک ہوجاتا ہی اسلیے نائرے کی حرکت بھی نفاذ کے قبیل سے ہوگی بیان چارونکی مثالین ترتیب وار بیان کی جاتی ہین۔

(۱) وصل کی مثال جیسے حرکت واو کی آوے اور جاوے مین۔

مرزا ابراہیم بیگ شرر

جھوٹی ہی محبت تم یان کسکو جتاتے ہو ۔ تقریر مین لکنت ہی کیون باتین بناتے ہو

جتاتے اور بناتے مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی اس کسرے کو نفاذ کہتے ہین۔

حالی

دلیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا ۔ دل مین کانٹا سا اک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی بس اس فتح کا نام نفاذ ہی۔

داغ

حسرتین لیگئے اس بزم سے چلنے والے ۔ ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

چلنے اور ملنے مین نون حرف وصل ہی اور اسپر جو کسرہ ہی اسی کا نام نفاذ ہی۔

مومن

واو پڑھے تو ہونٹ کاٹتے ہو ۔ لام آیا ہے تو لب کو چاٹتے ہو

کاٹتے اور چاٹتے مین تاے فوقانی حرف وصل ہی اور اسکی حرکت نفاذ کہلاتی ہی۔

(۲) خروج کی مثال جیسے حرکت یاے تحتانی کی جالیا اور آلیا مین۔

مصحفی

تیغ نے اُس کی کلیجہ کھالیا ۔ سامنے آتے ہی تجھے سنگوالیا

کھالیا اور سنگوالیا مین یاے تحتانی خروج ہی اُسکی حرکت کو نفاذ کہتے ہین۔

امیر

کہین تجھکو سائے مین ٹھہرائیے ۔ جو دم ٹھہرے تو آگے لیجائیے

ٹھہرایئے اور بیجایئے میں الف ردی ہی اور ہمزہ مکسور وصل اور اُسکے بعد کی یاے تحتانی مکسور خروج جسکے کسرے کا نام نفاذ ہی اور دوسری یاے تحتانی مزید ہے۔

	امیر حسن	
پلاؤ جو الو بڑھے جا ئیو		دو جانب سے باگین لیے آیئو

جائیو اور آئیو میں الف ردی ہی اور ہمزہ مکسور وصل اور یاے تحتانی مضموم خروج اور واو مزید پس یاے مضموم کے ضمے کا نام نفاذ ہی

بولی اس رستے سے اُسکو لائیو	انگیین	آگے آگے اُسکے پر تو آئیو

(۳) مزید کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جاویگا اور آویگا میں۔

یہ کیا خبر تھی کہ بغیام اپنی بیعت کا	مذاق	یزید ابن پیمبر کو یون سُنائے گا
اُجاڑ ہو گی مدینے کی بستی آبادی		حسینؑ چھاؤنی کرب بلا مین چھائے گا

(۴) نائرے کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جلاویگا اور گلاوے گا مین۔

کیا ترے بعد کرکے کھاوین گے	سودا	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

کھاوینگے اور جاوینگے مین واو حرف وصل ہی اور یاے تحتانی اول خروج اور نون مزید اور کاف فارسی نائرہ اور یاے دوم نائرہ کی فرع پس کاف فارسی کے کسرے کا نام نفاذ ہی۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ از بسکہ حرف خروج کا اشعار اُردو کے قافیے مین خود ہی نہین واقع ہوتا اسی لیے یہ حرکت بھی نہین واقع ہوسکتی یہ قول سراسر تحقیق کے خلاف ہے اور اُسکی تفصیل اوپر ہو چکی ہے۔

تیسرا شہر عیوب قافیہ کے بیان مین

قافیے کے عیب مجملاً تین قسم کے ہین ایک قسم ایسی ہی کہ اُسکا استعمال عندالضرورت بھی جائز نہین ہے اور دوسری قسم ایسی ہے کہ عندالضرورت جائز ہے مگر قبیح ہے اور تیسری قسم ایسی ہے کہ بے ضرورت بھی روا ہے مگر قبیح ہے اور عیوب مذکورہ مین بعض کے القاب مخصوص ہین اور بعض کے القاب نہین ہین بہر کیف یہ نو ہین۔ اقوار۔ اکفا۔ اجارہ تحریف روی۔ سناد۔ ایطا۔ مِمول۔ غلو تضمین۔ تغیر۔

بیان اقواء

اقواء بکسر اول وسکون قاف لغت مین بے توشہ ہونے کو کہتے ہین اور اصطلاح قافیہ مین توجیہ کے اختلاف کا نام ہے یعنی ردی کے ماقبل کی حرکت کا مختلف ہونا چونکہ یہ عیب اسلیے ہوتا ہی کہ شاعر کا توشہ جو قافیہ صحیح ہے تمام ہوجاتا ہی اسلیے اقوا کہتے ہین جیسے گل بالضم کا قافیہ جل بالفتح سے کرنا اسطرح کا قافیہ لانا ناروا ہے جیسے مرزا غالب کے ان اشعار مین۔ ؎

یاد ہی شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے
سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہوگئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

لفظ صاحب کی حاے حطی باعتبار قواعد صرف کے مکسور ہی اور لب ویارب مین لام اور رے مفتوح اگر کوئی کہے کہ محاورے مین صاحب کی حاے حطی بھی مفتوح ہی توہم جواب دینگے کہ شعراے متقدمین ومتاخرین نے بکسر حاے حطی لکھا ہے۔

سودا

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ
بات کہنی یہ نامناسب ہے

لیکن اسواسطے مین کہتا ہون
درد سننے کا تو جو طالب ہے

ہے جو کچھ نظم ونثر عالم مین
زیر بار دمیر صاحب ہے

ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح
لوگ کہتے ہین سہو کاتب ہے

انشا

ہین فارسی مین کلاک صاحب
وہ خاص حضور کے مصاحب

قلق

کہیے تو آپ کون صاحب ہین
کونسی شے کے مجھسے طالب ہین

انیس

دونون تھے اسی بھائی کے آرام کے طالب
جاتے وہی جب شخص پہ گذرین یہ مصائب

وسواس کا یہ کونسا ہنگام ہی صاحب
بیجان ہوے ہے علی اکبر کے مصاحب

راقم نے شہر رامپور مین سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین نواب مرزا خان صاحب داغ سے اس باب مین استفسار کیا تو جواب دیا کہ غالب نے مقولۂ غیر بیان کیا ہی اور مثال مین یہ شعر نواب یوسف علی خان ناظم کا

پڑھا۔ ؎

غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم — مین جو آتا ہون تو کہتا ہی نواب آتے ہین

اور حق یہ ہی کہ اب روزمرہ اُردو مین صاحب اعلام کے ساتھ بفتح حاے حطی بیشتر مستعمل ہی ہمکو اس سے کیا مطلب کسی کی زبان مین کچھ ہو جو الفاظ ہم لوگون کی زبان پر جاری ہونگے وہی صحیح سمجھے جائینگے جیسے آتش کے اس شعر مین۔ ؎

دختر رز مری مونس ہی مری ہمدم ہے — مین جہانگیر ہون وہ نور جہان بیگم ہے

لفظ بیگم کاف فارسی کے فتحہ سے وقع ہوا ہے اور اُردو مین یہی مروج ہے اگرچہ یہ لفظ ترکی ہے اور اہل زبان کاف پر کسرہ بولتے ہین اور امیر آدمی کی بی بی کو اور ہر عمدہ عورت کو بیگم کہتے ہین اور یہ لفظ کاف کے فتحہ سے امیر من کے معنے مین آتا ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین لکھا ہی ہان جس وقت لفظ صاحب عربی عبارت مین لکھین یا تلفظ کرین اس وقت اُنکی زبان کی پابندی لازم ہے قافیہ مین البتہ صحت لفظی ضرور ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی

غالب ہے نہ شیفتہ نہ نیّر باقی — وحشت ہی نہ سالک ہی نہ انور باقی
حالی اب اسی کو بزم یاران سمجھو — یارون کے جو کچھ ہین داغ دلبر باقی

نیّر بفتح نون وتشدید یاے تحتانی مکسور مبالغے کا صیغہ ہی بسیار نور کنندہ کے معنے مین اس کو انور کے ساتھ قافیہ کرنا صحیح نہین۔

نثار شاگرد شاہ حاتم

یہ سودا تو دیکھو کہ دل بیچتا ہون — لے شیشے کو زیر بغل بیچتا ہون

گلزار نسیم

بولا کہ وہ رات کو اُفق مین — خورشید تھا آتش شفق مین

افق بضمتین ہی اور شفق بفتحتین۔

گویا

تھے جو نادان اس مین آ کر گھر گئے — تھے جو دانا وہ کنارہ کر گئے

شہیدی

پھینکیگے مثل تقویم کہن دیوان ہزار ونکے
زمین کے شاعرونکو کب مجال گفتگو مجھ سے

ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا
ترے صدقے سے مین محسود رہتاہون عطار دکا

عطارد لغت کی روسے عین کے ضمے اور رائے مہملہ کے کسرے سے ہے اور مجدد مین پہلی دال مہملہ مشدد و مفتوح ہے۔

مثنوی نائر

درپیش ہے مجھکو ایک حاجت
دینار و درم کی ہے ضرورت

سودا

کہدیا مستنقی سے جا فصد کر
کھدیا مجنون کو شیر نشتر پا

ولہ

کردے لب میرے کو اس داغ سے پُر
آگے پھر قدرت خدا کی سیر کر

میر

کہون کیونکہ یکبار وہ جل گیا
کف خاک ہو خاک مین مل گیا

خوشتر

پھرے ہم چار سوائے نیک باطن
نیائی انتہائے فوج دشمن پا

نگار صاحب مثنوی یوسف زلیخا

تجھے گودی مین اپنی پرورش کی
ہمیشہ جان اپنی مین لے خوش کی

ولہ

یہ سچ ہے پوچھیے گر خوب در دل
کہ دل نگنے سے بس ہوتی ہی بیکل

ولہ

حکیمون نے کہا اب ہے یہ لازم
کرو نشتر بلا فصاد اس دم

ولہ

کسے ہے عاشقون مین یہ میتسر
کہ معشوق اُسکی خدمت مین ہو حاضر

ولہ

ولیکن اب بھی ہے یہ بات ظاہر — رکھا ہے جو مجھے اس قید اندر

حکیم سید اکبر علی گوالیاری

سر خیل و بیران جہان میرا قلم ہے — رتبہ یہ ہے اسکو کہ وہ اوصاف رقم کر
رستم لکھوں طاقت میں تو رستم سے زیادہ — مدہوش ہوں اس جا پہ حواس اپنا بھی گم کر

انشا

عداوت پر تو سب کی مستعد ہے — خصوصًا عاشقوں سے اسکو کد ہے

انیس

اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمد مرسلؐ — جو حضرت جبریل ہوے عرش سے نازل

راحت صاحب مثنوی نل دمن اُردو

اسی صورت سے دل میں کر تصور — جدا کرلی دمن کی نصف چادر

علی

غرض ہر کہیں سیر کرتی ہوئی — چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی

ولہ

کھڑی رہ گئی ہے یہ گرتی ہوئی — دم سرد سینے سے بھرتی ہوئی

عشرت در مثنوی پدماوت

شہ زرین کلاہ چرخ چارم — ہوا رونق فزاے تخت عالم
کہ اس میں وہ پری پرواز طائر — پدم کے پاس پہونچا نامہ لے کر

منشی طوطارام شایان در طلسم شایان

کہ جب تک آہ میں آونگا پھر کر — یہ حمزہ آہ۔ وہ جائے گا مر کر

اور اگر حرف روی متحرک ہووے یعنی بسبب حرف وصل کے روی متحرک ہو جائے تو حرکت

توجیہ کا اختلاف مضائقہ نہین رکھتا جیسے

میر تقی

جو سیل سرشک کا چلے ہے	دریا کے بھی ہو تھڑ جا ملے ہے

اس شعر مین حرف لام روی ہے اور یاے تحتانی وصل ہے پہلے مصرع مین روی کا ما قبل مفتوح ہے اور دوسرے مصرع مین مکسور۔

میر حسن

کر یہ سنگ اُکھڑے یہان سے ہلے	کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے

نگار

نہین موج حوادث سے ٹلے وہ	کہ جب تک پیارے اپنے سے ملے وہ

وزیر

غلہ جو مرے خیمے مین ہے آہ چلے گا	فاقہ شکنی کے لیے وہ تمکو ملے گا

میر

جنون ہیر گی باتین دشت و گلشن مین چلیان	نہ جوب گل نے دم مارا نہ چھڑیان بیٹھی بلبلان

فائدہ بعض کتابون مین اقوا و اختلاف مجرے کا نام لکھا ہے۔

بیان اکفا

اِکفا بکسر الف و سکون کاف تازی و فتح فا اسے کہتے ہین کہ حرف روی مختلف ہو اور حرف روی کا اختلاف بہت معیوب ہے جیسے بال کو بان سے قافیہ کرنا مثنوی پدماوت مصنفہ میر ضیاء الدین عبرت کی اس بیت مین یہ عیب ہے۔

صنم کا ہو اگرچہ آہنین دل وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	یہ عاشق کا اگر ہو جذبت کامل برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

نہین کوئی عمل مین اُسکے فتراک	بغیر از غمزۂ چشم ستمناک

چار باغ رنگین

سخن سے یہ بات زاہد سے گفتہ	بو لا کہ سبب ہو یا ئے بند ہوس

مثنوی طرح فاطمۃ الزہرا

کسی ہاتھ بندوق ہے دو سپاہ — زرہ پوش کا خون اُس پر مباح

اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ حروف عربی و فارسی و ہندی کو قافیہ میں جمع کریں مثلاً تب اور بے طرح اور ناچ - سگ اور شکست - نحو اور دوڑ وغیرہ -

دل چاہے ہے پھر لینے کو بوسہ ترے لب کا اختر — کیا کیجیے بے طرح پڑا اب تو یہ لپکا
دل لینے کا وہ اور ہی ہے شیوۂ الفت — ہم یار ہیں سے کب ہیں جو تو یار ہے سب کا

ستم

مفت اُٹھنے کے نہیں یار کے کوچے سے ہم — ایک بوسے کیلئے باندھ کے اب بیٹھ گئے
پیر و مرشد کی قسم ہے کہ یہی لینگے دہی — جبکہ بستر پہ جم اُکھول کر بیٹھ گئے

مثنوی پدماوت از عشرت

سوا اسکی راے پردہ راے چتوڑ — غرض اب مستعد بیٹھا ہے ہر طور

یار محمد خان شوکت

عنان سمند صبا دم پکڑ — جو کاوے پہ ڈالا مگر راست کر

نگار

زمین تک سرے جو سہرے کا لڑ تھا — خدا کے نور کا وہ اک شجر تھا

سودا

ستون اسکے تلے یہ پائوں ہیں چار — رہے دو دوانت آگے سو ہیں لڑوار

ولہ

الغرض اس طرح سے کشتی لڑ — ڈال ٹیکا گلے کا پائوں پر

نواب بہادر قلق

دن جو گذرا تو یہ دھڑکا ہے کہ شب آئی آخر — عشق کے نام سے اب تو مجھے تپ آتی ہے

میر حسن

اسی طرح مدت گئی جب اُسے — چڑھی گرمی عشق کی تپ اُسے

تپ بائے فارسی سے مستعمل ہے اسلیے ان دونوں شعروں میں شب اور جب کے ساتھ قافیہ نادرست ہے انشا نے ایک غزل میں اس کا قافیہ بائے فارسی ہی سے کیا ہے۔

شب خواب مین دیکھا تھا مجنون کو کہین ہمنے
ہی جنس پری سا کچھ آدم تو نہین ہلا

دل ہجو کرا آٹھی لیلی کو لیا تب نے
اک آگ لگا دی ہی اس امردخوش گپ نے

تراب

اُسکی چشم مست نے کیا مجھکو حیران کردیا
اے جنون دُہ کیون دامنگیر ہو تیرا کبھی

نرگس ادھر تکتی ہی کیون تو انکھین پھاڑ پھاڑ
ہاتھ سے تیرے ہو جسکا گریبان تار تار

ولہ

لب پہ ہی تلخی فغان کی دلپہ ہی شیرین کا شور
اب کرم کر کب تلک غم سے ترے روتا رہے

تن مین ہی صفر کا غلبہ مین ہی سودے کا زور
آستین کھد سے ہی آنکھون پہ یا دامن نچوڑ

میر حسین تسکین دہلوی

رہتے ہین یون تو روز ہی اُسکے گوار بند
ہوتا نہ میرے ہاتھ لگانے سے گرغبار

کیا جانے آج کیا ہے جو کی ہے درار بند
تو باندھتے قبا کے نہ وہ چار چار بند

فرہنگ آصفیہ مین دراڑ اور دراڑ دونون طرح لکھا ہے۔

گو قدمانے کاف فارسی اور کاف تازی اور زاے فارسی اور زاے تازی اور یاے فارسی ورتازی اور جیم فارسی ورتازی وغیرہ کو بعض جگہ قافیہ مین جمع کرلیا ہے مگر اہل بلاغت اُسے معیوب جانتے ہین اگر ایسا ہو تو نکال اور گناہ۔ اعتراض اور التذاذ اور احتراز احتیاط اور اعتماد۔ الغیاث اور التماس اور اخلاص کہ ابتدا مین شعراے فارس جمع کرتے تھے درست ہوتے مگر درست نہین بلکہ ان کا جمع کرنا عیب فاحش ہی اگرچہ دونون حرف قریب المخرج ہون خاصکر ہاے ہوز اور حاے حطی کا اختلاف تو ہرگز مناسب ہی نہین۔

محقق طوسی کے نزدیک اختلاف حرف روی کا بے اختلاف قرب مخرج کے اکفا ہے یعنی اعتبار قرب مخرج کا اس مین ضرور نہین قریب المخرج ہون یا نہون اور یہی ابن حاجب نے مقاصد الجلیل مین کہا ہے اور باعتبار قرب مخرج کے اجازہ ہے اس صورت مین اکفا عام ہے اور اجازہ خاص لیکن صاحب مفتاح اور خزرجیہ کے نزدیک اکفا اختلاف روی کا ہی بشرطیکہ مخرج مین تقارب ہو اور جو قرب مخرج نہو تو اجازہ ہے۔

بیان تحریف روی

وہ یہ ہے کہ صیغۂ مستعمل سے حرف روی کو اپنے صیغے کے ساتھ تبدیل کریں جو شائستگی قافیہ کی پیدا کرے مثالیں اس مقام کی صاحب رسالہ مطلع خورشید نے یہ لکھی ہیں جیسے باے موحدہ خواب کی واو کے ساتھ بدل کر گاؤ کے ساتھ قافیہ کریں۔

مولوی

گر خرے دیوانہ شد یک دم گاؤ	بر سرش چندان بزن کاید بخواو

عمادالدین استرنگی

بر در زین معرفتہاے پر از ریو	سر ما را مکن اے شیخ کالیو
غلط کردم درین صورت کہ گفتم	زنخدان نگار خویش را سیو

لفظ سیو کو کہ اصل میں سیب بباے موحدہ تھا واو کے ساتھ بدل کر سیو کر دیا اور ظاہر کر دیا میں نے غلطی کی اس صورت میں کہ زنخدان یار کو سیو کہا اور یہ مصرع ذو معنے ہے مشترک باظہار اختلاف حرف روی و تشبیہ انتہے مؤلف کہتا ہے کہ اسکی مثال اردو میں مثنوی لیلی مجنون کے یہ شعر ہو سکتے ہیں۔ ع

تا زیست جدا میں اُس سے کد ہوں	وہ روح ہے اور میں جسد ہوں
رحلت میں کرونگا دہر سے جد	ہووے گا تو جانشین مسند

کد اور جد کو کہ اصل میں باے موحدہ سے تھے بسبب جسد اور مسند کے دال کے ساتھ بدل کر کد اور جد کر دیا۔

انشا

آئے کا ترے خیال جد سے گذرا	دل صبر و حیا سے اپنی حد سے گذرا
کب تک دیکھا کروں بھلا بیٹھا راہ	بس یار کہ انتظار حد سے گذرا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب نہیں ہے نجانے جو میر چاہ کی ریت	کھلا نہیں ہے مگر یہ کہ جوگی کس کے میت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے	ہمارے عقیدہ میں تو ہی وہ خبیث و پلیت

میرے نزدیک اشعار ذیل بھی تعریف ردی مین داخل ہو سکتے ہین۔

غالب

آمد سیلاب طوفان صدائے آب ہے	نقش پا جو کان مین رکھتا ہو انگلی جادہ سے
بزم مے وحشت کدہ ہے کس کی چشم مست کا	شیشے مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے

یہان پر دوسرے شعر پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قافیہ بادہ اور جادہ ہے لیکن پہلے شعر مین اردو ترکیب کے اعتبار سے جادے سے چاہیے نہ کہ جادہ سے اور اسلیے قافیہ غلط ٹھہرتا ہے۔

منشی

شکستہ کیے یکسر آتش کدہ	کیا زندہ استا کو آتش زدہ

بیان سناد

بکسر سین مہملہ و فتح نون و سکون الف و وقف دال مہملہ اشباع (یعنے حرف دخیل کی حرکت) اور حذو (یعنے ردف و قید کے ماقبل کی حرکات) کے اختلاف کا نام ہے اسی نام سے مشہور ہے اختلاف حروف ردف اور قافیہ کا تفصیل اسکی یہ ہے۔

(۱) اشباع یعنے حرف دخیل کی حرکت کا اختلاف ہے۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی	ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

افگار

کہا ہر ایک نے اُس دم یکایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملایک

ولہ

پری رویان بہت گانے مین ماہر	وہان تھین صف بصف حاضر سراسر

ایاز محمد خان بھوپالی

جواہر بیچ رام حاضر کیے	گل زر کو عاقل نچھاور کیے

سودا

زہے تقدیر نے اسکی سراسر	ہے کیا دانش جو سوچے اُسپہ دائر

تراب

کیانام خدا دردبھری اُس کی صدا ہے — کوئی فکر کرے بوجھے توکیا کہتی ہی سارس
جواہل ارادت ہین سو مرشد کی طلب مین — کوئی ہند کو آتے من کوئی جاتے ہین فارس

میرحسن

وہ ظاہر مین ہرچند ظاہر نہین — یہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہین

باہر محاورۂ اُردو مین ہائے ہوز کے فتحہ سے مستعمل ہی چنانچہ رند کہتے ہین۔ سہ

باغ سے کونسا نکلا ہے گل تر باہر — آپ سے ہوگئے ہین سرو صنوبر باہر
شہر مین جی نہین لگتا کسی صورت میرا — مرد سودائی ہون پھرتا ہون مین باہر باہر

ناسخ قلق

پوچھے طرز لباس کیونکر ہے — کبھی جامے سے اپنے باہر ہے

مومن

سُنتے ہی اُس کے مین آنے کی خبر — پردے کے واسطے آیا باھر

داغ

رشک کہتا ہی کہ قاصد کے ملا اُسنے عطر — کہ مرے نام کا خط ایکے معطر آیا
شب وعدہ نہوا ایک جگہ مجھکو قرار — صبح تک مین کبھی گھر مین کبھی باہر آیا

اگر روی کے ساتھ حرف وصل ملکر متحرک ہوجائے تو حرکت اشباع کا اختلاف جائز ہی جیسے حاضری اور داوری۔

(۲) ردف کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف اور یہ ردف باالف مین ممکن ہی نہین باقی صورتون مین ناروا ہی جیسے نور بالضم کا قافیہ دور بالفتح سے اور دیر بالکسر کا قافیہ سیر بالفتح سے۔

مثال اختلاف خدو کی ردف بالواؤ و ردف بالیاین۔

اشرف مؤلف تفسیر سورۂ یوسف

کرامت ہی عبرت ہی ہیبت ہے زور — محبت امانت ہے کر تو یہ غور

یار محمد خان شوکت

سپہدار حارث نے بازو رو شور — بہت جب کیا پست کرنے کا طور

غوث

کوئی مال چھینے کسی کا بزور	یا کسی پر کرے تھا کوئی ظلم وجور

علی مصنف خجستہ لقا

بٹیرون کے بیٹھے درختون پہ جوق	پھرین قمریان ڈال گردن مین طوق

سودا

ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر	ہو گئی اس مین ٹک اک طمہ کو دیر

ولہ

تھا غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر	گر پرند ہں سے بچا سو ہے وہ طیر

(۳) قید کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جیسے۔

علی

وہ پشواز کی چین آفت کی لہر	گرے جس سے گرداب حیرت مین ہر

بلاقی داس مصنف رسالۂ دلشاد جہان

پوچھا کھانے کو کہا اُس نے کہ زہر	نوش باد اُسنے کہا از روے مہر

منشی

ہوئی بعد سلطان پوران دخت	وہ تشش مہ رہی زیب دیہیم وتخت

سودا

اُٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے	کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے

میر

نہ گلگل نہ تیتر رہا دشت مین	نہ غمخوار کُ آیا نظر گشت مین

تنبیہ جو مثالین ہم نے ردف مین ذکر کی ہین وہ قید مین بھی وارد ہوسکتی ہین۔
اگر حرف روی متحرک ہوجائے تو اختلاف خدو خواہ ردف مین ہو یا قید مین مضائقہ نہین ورنہ ناجائز ہے۔

(۴) حرف ردف کا اختلاف اشعار عرب مین جائز اور شائع ہے لیکن زبان فارسی مین کسیطرح جائز نہین اور ریختہ مین بھی کارکو دُور کے ساتھ قافیہ نہین کرتے بلکہ اختلاف ردف کو بحید معیوب

سمجھتے ہین جیسے ؎

یار کے ساتھ غیر کو دیکھا	پہلوے گل مین خار کو دیکھا

(۵) حرف قید کا اختلاف معیوب ہے لیکن قدماے فارسی و ریختہ کے کلام مین بہت پایا جاتا ہے خواہ دونون لفظ مختلف قریب المخرج ہون یا نہون اور اول بہت معیوب نہین۔ مثال ؎

سودا

نہایت اک کہنہ کہنہ عصر	کہ دلکش نظم ہے جس کی ہر اک نثر

ولہ

چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم	کہ ہووے تا قیامت رونق بزم

یار محمد خان شوکت

دو بالا ہوئی آتش جنگ گرم	نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

نشتی

ہوا بلخ مین جینیان کو جو دخل	کیا بلخیون کو اسیر اور قتل

قلق

فرش کی جا ہے فرش دامن دشت	زیب دیتی ہے صدر بیخودی کی نشست

عبرت

برہمن کو وہان ہے رزق حاصل	ہے بدکار و نکو اُس سے فسق حاصل

علی

زمانے مین ہے آج یکتاے عصر	کرون کیا بیان خوبی نظم و نثر

محمد بخش مہجور مؤلف نورتن

اور جن کو نہین ہے اس مین دخل	اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

مرزا ابو القاسم ابن مولوی محمد عباس رفعت

ایک زبان کہتے ہین سب اہل عقل	ہسیگی بہت خوب یہ واللہ نظم

عرش سے تا فرش یہ ہے غلغلہ
روح فزا نظم ہے تاریخ ختم

نگار

مصرع اول	مصرع دوم
ہزارون اشتر و فیل سیہ مست	کہ ہو دریائے نیل اس فیل سے دشت

مثنوی سعدین

مصرع اول	مصرع دوم
سب حسینون سے اُسکی وضع نئی	تجدا بانکپن کی قطع نئی

شایان

مصرع اول	مصرع دوم
ورق روکش شعلۂ مہر ہو	بھرا خالی نقطون مین اک سحر ہو
سمجھا تھا وہ ہر برہمن کی قدر	بکا ایک تھا جو کچھ کیا اُس کی نذر

انیس

مصرع اول	مصرع دوم
بے سر تھا ازل سے تھی خطا اصل مین جسکی	مارا اُسے دیندار نہ تھا نسل مین جسکی

بعض اختلاف حذو اور اختلاف اشباع کو داخل اقواء کہتے ہین اور بعض محققین نے اختلاف توجیہ کو بھی اسناد مین داخل کیا ہے اور ہمنے جو اختلاف توجیہ کا نام اقواء لکھا ہے وہ اُن کے نزدیک اختلاف مجرے کا نام ہے۔

بیانِ ایطاء

ایطاء بکسر الف و یائے معروف و طائے مہلہ پامال کرنا صاحب کشف اللغات نے جو ابطاء بیائے موحدہ لکھا ہے خطا کی ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ قافیہ مین معنی واحد پر تکرار حرف زوائد کی ہو بغیر موافقت ردی کے اور اُسکی دو قسمین ہین خفی اور جلی **ایطائے خفی**۔ وہ ہے کہ حرف زائد کی تکرار خوب ظاہر نہ ہو جیسے دانا اور بینا کہ اگرچہ الف ان مین زائد اور مکرر ہے لیکن بسبب کثرت استعمال کے جزو کلمہ معلوم ہوتا ہے اسی مثال مین صاحب غیاث نے آب و گلاب بھی لکھا ہے۔

سودا

مصرع اول	مصرع دوم
دال روٹی اگرچہ گھر مین پکے	کچھ بھر گھی کبھی نہ اُس مین رَلے

پکے اور رَلے مین یائے تحتانی حرف زائد ہے اُسکو حذف کردین تو ردی مین اختلاف ہوجائے گا۔ فرہنگ آصفیہ مین لکھا ہے کہ رُلنا مصدر لازم ہے اور ہندوؤن کا محاورہ ہے اسکے معنے ہین ملنا۔ آمیزش ہونا۔ شامل ہونا اور اس مین رائے مہملہ مفتوح ہے رَلے اسی سے ماخوذ ہی

مثنوی پدماوت

بلاک برہمن ہشیار و دانا — بہ تحصیل علوم اس بُت کو سونپا

دان اور سونپ امر کے صیغے ہین ایک فارسی کا لفظ ہے دوسرا ہندی کا۔

ولہ

تہ زلف اُسکے وہ کن پھول زیبا — گل شبو ہے جیسے شب کو پھولا

اصل مین زیب اور پھول ہین الف زائد ہین۔

ناسخ

معطر اُسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا — حباب بحر بہ اک شیشۂ گلاب ہوا

اور **ایطاے جلی**۔ وہ ہے کہ اُس مین تکرار ہوتی ہے جیسے چلتاہی اور کہتا ہی۔ جانے والا اور رونے والا۔ قادران اور فاضلان دیوے اور جاوے چاہنا اور مانگنا پس تاہے چلتاہے اور کہتاہے مین اور نے والا جانے والا اور رونے والا مین اور وے دیوے اور جاوے مین ونا چاہنا اور مانگنا مین اور الف ونون قادران وفاضلان مین مکرر زائد واقع ہوے ہین اگر ان کو حذف کردین تو حرف روی مین اختلاف ہوجائے گا اور ایطا مین یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ جب حروف زوائد علامت کو کسی کلمے کے آخر سے دُور کر دیا جائے تو قافیہ درست رہے اس طرح کے الفاظ کا ایک بیت کے قافیہ مین لانا درست نہین ہان اس طرح اگر قافیہ کیا جائے تو درست ہے جلتاہے چلتاہے جانے والا آنے والا دیوے لیوے چاہنا کراہنا فاضلان واصلان اس قسم کے الفاظ کا قافیہ بے عیب ہے اگر کوئی حرف زائد ان سے گرادیا جائے تو بھی روی کی موافقت مین فرق نہ آئے گا دریای لطافت مین لکھا ہے کہ جو حروف روی پر زائد ہون اُن کو گرادینے کے بعد اگر روی دونون مصرعون مین موافق نہ رہے تو قافیہ کے معیوب اور غلط ہونے مین شبہہ نہین اس وجہ سے یہ کہنے کا حق حاصل نہین کہ متقدمین فارسی مین ایسا قافیہ لائے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ اختلاف تصریف کا نفی اور اثبات مین جیسے کر اور مت کر مقتضی تکرار قافیہ نہین۔

میر تقی

دیکھے سب لوگ پھر کے چار دن وانگ — مردمی یا نلی ہے عجائب سوانگ

شخص ہمت کے دل کے ہاتھ نہ مانگ — مانگے ہی تو جو کچھ خدا سے مانگ

جو کہے ہے سو تو عقلی سے کہہ

مرزا نوشہ غالب نے لکھا ہے کہ ایطا اُسے کہتے ہین کہ دو کلمے ایک صورت کے ہون جیسے الف فاعل گویا اور بینا اور شنوا کا اور ایسا ہی الف و نون جمع مثل چراغان و جوانان کے اور ایسا ہی الف و نون مانند گریان و خندان کے پس اگر یہ مطلع مین آ پڑے تو ایطاے جلی ہے اور اگر غزل یا قصیدے مین بطریق تکرار قافیہ آئے تو ایطاے خفی ہے اہل خرد نے خاک اڑائی ہے اور بات بنائی ہے اور خفی و جلی کی تفسیر مین وہ لکھا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اُسکو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ پائے مثال ایطاے جلی کی ۔

سودا

تکی مشرف کے گھر لگاؤن گا		اور پیٹھن ترا لٹکا لون گا

لگاؤنگا اور لٹکا لونگا مین الف اور لام روی ہین کیونکہ در اصل لگا اور لٹکا ل ہین اور اُنکے مابعد کے حروف زائد ہین جنکے حذف کر دینے سے حروف روی مین موافقت نہ رہے گی ۔

شاہ رحمان

بوقت سحر اُس کو مارینگے ہم		لہو خاک مین اُسکا ڈالین گے ہم

مارینگے اور ڈالینگے مین (ینگے) حروف زائد ہین جنکے حذف کر دینے کے بعد روی مین اختلاف پیدا ہو جائے گا ۔

اسی قبیل سے ہے یہ بند امانت کے مخمس کا ۔

اُدھر سے اجڑے ہوئے کاروان جو گذرینگے		ہر اک کو اپنے مسافر کا ہم پتا دین گے
نہ کب تلک دل گم گشتہ کی خبر لینگے		پھرا جو کوچہ کاکل سے کوئی پوچھینگے

سنا ہے لٹ گیا رستے مین قافلہ دل کا

کتنی ہی جھیلون مین لپٹا ہے	تلخ	صدمون سے امن مین وہ رہتا ہے

لپٹا اور رہتا مین تاے ثقیل اور ہاے مختفی روی ہین اور مابعد انکے حروف زائد ہین ۔

مثنوی پدماوت

جو ہے مہری نکرتی زلف خوبان		تو ہوتی مجھکو کیون شام غریبان

غریب اور خوب پر الف و نون زائد ہین ۔

منہ

ستارون کے بتاؤ نیک ساعات		رجال الغیب کے سیر و مکافات

ساعت اور مکان پر علامت جمع زائد ہین۔

مثنوی نل دمن مولفہ نکہت

ہر ایک سے تھا مراد خواہان ٭ مطلب جویان بکوچہ پویان

دونون قافیون مین الف و نون زائد ہے۔

سخن مؤلف سروش سخن

لا ساقی وہ شراب کہ جس مین ہون میستان ٭ پی کر جسے مین توڑون سبو اور گلابیان

میستان اور گلابیان مین (یان) حروف زائد ہین جو حذف کر دینے سے دونون قافیون کی ردی مختلف ہو جاتی ہے۔

میر شیر علی افسوس

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبون کے ٭ چمن مین پھول گویا آج ہین تیرے شہیدون کے

عندلیبون اور شہیدون مین (ون) زائد ہین جن کے حذف ہونے کے بعد روی مین اختلاف آجائیگا

معصوم علی

تو انیس دل عنبریان ہے ٭ مرہم زخم سینہ ریشان ہے

دونون مصرعون مین الف اور نون جمع کی تکرار ہے۔

انقلاب لڑکی مولفہ ہاتف

نہین دیکھتے دوست دشمن کی آنکھین ٭ لگی ہین رقیبون کی کیا کیا نہ گھاتین

عبرت

رکھین مالن نے پیش شاہ خوبان ٭ یہ رکھ کے عرض کی پھولون کی چھڑیان

خوبان اور چھڑیان مین (ان) زائد ہین۔

سودا

ٹیکا گاڑھے کا کب تلک باندھون ٭ موٹی شلوار تا کجا پہنون

باندھو اور پہن کے حروف زوائد کو حذف کر دیا جائے تو ردی مین موافقت باقی نہ رہے۔

ولہ

چیرا مین تیس گز کا باندھونگا ٭ سرخ ہی باندھو کا پہرون کا

اگر باندھونگا اور بہرونگا کے حروف زائد کو حذف کردیا جائے تو ردی مین موافقت باقی رہے
متعارف نسخون مین بہرونگا ہی اگر اسکی جگہ پہنون گا ہو تب بھی وہی قباحت باقی ہے۔

ولہ

توبین جامہ بھی اُس کا بنواؤن	اونچی چولی کا تنگ سلواؤن

بن اور سل مین نون اور لام حروف اصلی ہین باقی زوائد جنکے حذف کرنے کے بعد حروف ردی
کی موافقت باقی نہین رہے گی۔
اسی قبیل سے ہے۔

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خار زار	ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

زار کلمۂ زائد ہے جس کے دُور کردینے سے ردی کی مطابقت نہین رہتی اور زار کا زائد اور
مکرر ہونا خوب ظاہر ہے۔

ولہ

قربان صنعت قلم آفریدگار	تھی ہر ورق پہ صنعت ترصیع کردگار

گار کلمۂ زائد ہے جسکے دُور کردینے سے ردی مین مطابقت نہین رہتی۔

منشی

لیا خسرو نامور نے خراج	دیا اُس کو ہر تاجور نے خراج

نامور اور تاجور مین ور کلمہ زائد کے دُور کرنے سے حرف ردی کی مطابقت نہین رہتی اور ور کا
زائد اور مکرر ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایطائے جلی کے قبیل سے ہے کہ قافیہ مین کلمۂ واحد کی
معنی واحد پر تکرار ہو یعنی ایک لفظ ایک معنے مین مکرر لایا جائے جیسا کہ اس مطلع مین۔

میر درد

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا	ہم سبھی مہمان تھے وان وہ ہی صاحب خانہ تھا

دیوان نعیم کے قلمی نسخے مین ایک غزل دیکھی ہے جسکے مطلع مین ایطا ہے۔

جفا پیشہ ہو جو کوئی کسی کا درد کیا جانے	تکلف برطرف ظالم کسی کا درد کیا جانے

کسی نے اُس سے پوچھا میرے تئین یہ کون ہی سچ کہہ
کہا ہنس کر مین کیا جانون اُسے میری بلا جانے

بشیر خان لکنت

ہزارون ہمنے گل کھائے بدن پر
فدا جب سے ہوے اُس گلبدن پر

اور یہ کہنا کہ گل بدن اسماے معشوق مین سے ہے تفرقہ معنی ہوکر قافیہ جائز ہے درست نہین اسی قبیل سے ہے نادر علی نادر لکھنوی کی مثنوی کا یہ شعر۔

نہ ایسا کوئی شہر آباد ہے
کہ آباد جو فرخ آباد ہے

اگرچہ شعرا بسبب زور طبیعت کے ایک لفظ کو ایک ہی معنی پر قافیے مین کئی طرح سے لاتے ہین لیکن مطلع غزل و قصائد اور اشعار مثنوی و قطعات مین جائز نہین چنانچہ آتشؔ نے ایک غزل اسی قسم کی لکھی ہے لیکن اُس مین قافیہ کا مطلع مین مکرر نہ لانے کا اشارہ کر دیا ہے کہتے ہین۔

اس زمین مین وہی اک باغ لگا اے آتشؔ
جو کہ طرح کی بھی چوٹی کو کتر لیتا ہے
یعنی اور ایسی غزل لکھ کہ بس اک مطلع چھٹ
جس مین ہر بحر کے یہی آوے تبر لیتا ہے

میر یار علی تخلص بہ جانؔ صاحب اس غزل کے قافیہ مین ایک لفظ کو ایک ہی معنی مین بار بار لایا ہے۔

مر جاؤن تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر
گیا ہون گدھی مین جان دون بہرام گور پر
پروانے باجی صبح سے مرتے ہین شام تک
روتی ہے شمع رات کو عاشق کی گور پر

کل غزل کا یہی طور ہے بجز مطلع کے کہ اس مین لفظ گور تجنیساً واقع ہے اور مصرعون مین بجز معنی قبر کے نہین ہین۔ خواجہ محمد مرتضے خان آبقانے چودہ شعر کی غزل لکھی ہے جس مین تین مطلع ہین تیسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سوقافیہ ہے اور جائیگا ردیف باقی تمام شعرون مین یہی قافیہ اور ردیف ہے اور اس قافیہ کو بارہ شعرون مین نئے نئے مضامین کے ساتھ باندھا ہے۔

ہوش ہر مایۂ افسانہ کا کھو جائے گا
آپ جائینگے تو فتنہ ابھی سو جائے گا
دل کی بیتابی کا قصہ مین سناؤن کسکو
ایک ہشیار وہ عیار ہے سو جائے گا

مولوی عبد اللہ کانپوری عزمؔ تخلص کی ایک غزل ہے جسکا مطلع یہ ہے۔

سُنا جو تار عنقا کی نظر کا
پری وہ بال ہے تیری کمر کا

گیارہ شعر کی غزل ہے باقی تمام شعرون مین قافیہ کمر ہی ہے یہ دو شعر بھی اُسی کے ہین۔

نہ ہو جو عضو وہ عیب بدن ہے
نہونا وصف ہے یان تو کمر کا
جسے کہتے عدم ہین وہ یہی ہے
مین سمجھا مرکے یہ نکتہ کمر کا

عبدالاحد متخلص بہ احد کے دیوان مین ۲۵ شعر کی غزل ہے مطلع کے مصرع اول مین بسمل قاتل آیا ہے باقی سب جگہ قاتل قاتل ہے یہ اشعار اُسکے ہین۔

بعد مرنے کے بھی یہ شوق شہادت ہے مجھے — پھر جو جی جاؤن تو کہنے لگون قاتل قاتل
اس قدر دید کی حسرت تھی پس مرگ مجھے — مردم دیدہ پکارا کیے قاتل قاتل
تو پئے قتل اگر تیغ بکف ہووے کبھی — سارے عالم سے صدا آئے کہ قاتل قاتل
یاد آئے گی جو لذت تہ شمشیر کی وان — روح جنت مین پکارے گی کہ قاتل قاتل
کشتۂ تیغ ادا ہون مری تربت سے احد — بعد مُردن بھی صدا آئے گی قاتل قاتل

امانت کی ایک غزل میں شعر کی ہے مطلع مین توجان اور رہڑیان قافیہ ہے باقی تمام شعرون مین ہڈیان قافیہ کیا ہے۔

رباعی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط کے بندون مین ایطا بالکل ناجائز ہے جیسے مرزا دبیر کے شعرونکے ان بندون مین۔ ؎

اب عقل ہماری یہی کرتی ہے گوارا — لشکر پسر فاطمہؑ کا کٹ گیا سارا
عباس بھی پیارا ہے اور اکبر بھی ہے پیارا — ان دونون کا مرنا نہ ہوا شہ کو گوارا

ولہ

کہنے لگا پکار کے یون شمر بد شعار — بس رو چکے اسیر ہون اونٹون پہ اب سوار
تاکید کر رہے تھے ہزارون ستم شعار — پر چھوڑتی تھین لاش کو بیبیان نہ زینہار

انیس

چار آئینہ والون کو نہ تھا جنگ کا یارا — جو رنگ تھا سینہ تو کلیجہ تھا دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش نہین جنگ کا یارا — بچ جائین تو جانین کہ ملی جان دوبارا
جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

امانت

عشق کے نام سے آگے نہ خبر تھی واللہ — حال یون دل کا نہ تھا حسن پرستی سے تباہ
بھیجتی آنکھ حسینون سے سدا تھی واللہ — دیکھتا تھا کسی معشوق کو بھر کر نہ نگاہ
کوئی کہتا تھا جو عاشق تو مین کٹ جاتا تھا — اچھی صورت پہ کبھی دل نہ تڑپ جاتا تھا

رباعی ناسخ

وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین	خوش رات دن افضال الٰہی سے ہین
ہے مصرعۂ تاریخ بقول ناسخ	وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین

اس رباعی کا مصرع اول وچہارم ایک ہے اسلیے ایطاے جلی واقع ہوا ہے اور مصرع ثالث مین بقول ناسخ لکھدینے سے عیب کا تدارک کچھ ہو گیا ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط مین اگر ایطا واقع ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ فرماتے ہین "در قوافی بیتہا و مثنویہا و خانہاے مربع ومسمطا استقصاے بسیار نکنند و استعمال بعضے عیوب را روا دارند" الغرض ایطاے جلی سخت عیب ہے اور ایسے قافیے کا استعمال بہت نازیبا و قطعًا ناروا ہے لیکن غزل خواہ قصیدے مین چوکہ شعر کے بعد لانے کا مضائقہ نہین اور تکرار ایسے قافیے کی ردیف والی غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک روا ہے مگر مطلع مین قبیح محض ہے اور تکرار قافیے کی جتنی زیادہ قریب ہوتی ہے اُتنی ہی معیوب زیادہ ہوتی ہے پس سات بیت سے کم کے بعد تکرار قافیے کی نہ کرنی چاہیے اگر سات بیت کے بعد تکرار واقع ہو تو زیادہ معیوب نہین کیونکہ کم سے کم اشعار قصیدہ کی تعداد سات شعر ہے پس جبکہ سات بیت کے بعد قافیہ مکرر آئے گا تو یہ فرض کیا جائیگا کہ گویا اعادہ دوسرے قصیدے مین ہوا ہے اور اگر لفظ کی تکرار دوسرے معنے مین ہو تو وہ ایطا نہین بلکہ تجنیس ہے جیسے۔

تسلیم

کبھی دیکھے سُنے نہ ایسے کان	لکھون کانون کو نازکی کی کان

میر

وہان مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر	ولیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر

ہادیعلی بیخود

یہ کافر ہی درخشان آن مین وہ مانگ	دل مجنون کو جو لیلی سے لے مانگ

صاحب برہان قاطع شائگان خفی وجلی کی تفسیر کے بعد جو فارسی مین ایطاے خفی وجلی کے نام ہین لکھتا ہے کہ ایسا قافیہ غزل بلکہ قصیدہ بھر مین ایک جگہ لانا جائز ہے مثلاً جس قصیدے مین کہ قافیہ نہان اور گران اور جہان ہو روا ہے کہ اسپان لائین اسلیے کہ فقط ایک جگہ سے تکرار معنی لازم نہین آتی اور پھر خران لانا جائز ہوگا کیونکہ الف ونون اسپان وخران مین ایک معنی مین ہے اور رضا قلی خان

ہدایت انجمن آرائے ناصری مین لکھا ہے کہ مفرد کو جمع کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان جلی کتے ہین جیسے دلبران اور مردمان کو جان اور زبان کا قافیہ کرین اور مفرد کو اسم فاعل کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان خفی کتے ہین جیسے گویا اور بینا اور شنوا کو معما اور زلیخا اور ریما کے ساتھ قافیہ کرنا۔

محمد بن قیس کا قول ہے کہ جس قافیے مین روی حرف اصلی نہوگا وہ شائگان نہین ہو جیسے دلبرا اور فنا اور حرف زائد اُس وقت شائگان ہو جب قوافی مقید مین واقع ہو نہ قوافی موصول مین۔

پس میر کے اس شعر مین ؎

وقت یکسان تو نہین اے دوستان	اب یہی ہو ہر زمان ورد زبان

ایطائے جلی ہے۔ کیونکہ دوستان جمع ہے اور زبان مفرد ہے۔

وله

بہت ہمنے دیکھے وزیر و شہان	شکار ایسے دستور سے تھا کہان

شہان جمع ہے اور کمان مفرد۔

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سرکردہ کمان	ہین پیش راہوارون کی گویا کنوتیان

کمان مفرد ہے اور کنوتیان جمع ہے اور بعد از دبیر کے اس شعر مین ایطائے خفی ہے۔

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا	فرزند ہون اُسکا جو نبی کا ہے نواسا

کیونکہ شناسا مین الف فاعلیت کیلیئے ہو اور نواسا کا الف اصلی ہے۔

نسیم

شہ نے کہا سُن وزیر دانا	بے دیکھے سُنے کو کس نے مانا

حالی

حنین ابن اسحاق قیس دانا	ضیا ابن بیطار راس الاطبا

ناسخ

آنانبات و شجر مین اے دانا	مادے میوون کے تہون سب پیدا

اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے کہ جب قافیہ مرکب سے ایک جز مکرر واقع ہو اور سب جگہ معنی واحد پر آئے اُس قافیہ کو شائگان کہتے ہین جیسے الف و نون جمع اور الف فاعلیت کا اور یائے تنکیر و مصدری وغیرہ اور مراد شائگان سے کثرت نا محدود ہے اسواسطے کہ گنج شائگان

اُس گنج کو کہتے ہین جس مین مال بہت اور بیحد ہو اور قافیہ شائگان مین بھی تکرار ایک معنی کی بکثرت ہے اور شائگان کے معنی لغت مین بیگار کے بھی ہین یعنی وہ کام جو حاکم کے حکم سے بے مزدوری کیا جائے اور جس طرح بیگار کا کام ناقص وخراب ہوتا ہے اسی طرح اس قسم کا قافیہ بھی بسبب بے اہتمامی اور نقصان وخرابی کے بیگار سے مشابہ ہے یا یہ امر بھی بے مزدوری کے کام کی طرح تحکم کا ہے اور تعلق شاہ وحاکم سے رکھتا ہے مردف شعر مین شائگان کا لانا حرف گیری کے قابل نہین رہتا کیونکہ ردیف عیب قافیہ کو چھپا دیتی ہے جیسے ۔

حالی

فسون جب یہ باقی نہین کارگرہ ؛ تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گرہ

ولہ

بڑا غلغلہ جنکا تھا کشورون مین ؛ وہ سوتے ہین بغداد کے مقبرون مین

پہلے شعر مین علامت فاعلیت کی تکرار ہے اور دوسرے شعر مین علامت جمع کی تکرار ہے اور دونون جگہ ردیف نے تکرار کے عیب پر پردہ ڈالدیا ہے ۔

حالی

طاؤس کو ناچنا بتایا ؛ کوئل کو الاپنا بتایا

ناچنا اور الاپنا مین علامت مصدر کی تکرار ہے غزل اور قصیدے مین قافیہ اول مصرع کا چاہیے کہ اور ابیات کے مصرع اول مین مکرر لائین کہ اسکو ذو المطالع کہتے ہین اور یہ خارج ہے عیب ایطا سے جیسے ۔

ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے ؛ انکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے ؛ بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے
گئے جنت مین اگر سوز محبت والے ؛ تو یہ جانو رہے دوزخ ہی مین جنت والے

ناسخ

پہنے وہ صنم جو پیرہن زرد ؛ ہو جائے سفید یاسمن زرد
پہنا ہے جو تونے پیرہن زرد ؛ یان ہے یرقان غم سے تن زرد
مستی سے ہو رہا ہے جو اُس کا دہن کبود ؛ ولہ یان سنگ کو دکان ہے سارا بدن کبود

ہنسی سے کر رہے ہو عبث تم دہن کبود
نازک یہ ہونٹھ ہین کہ کرے گا سخن کبود

داغ

دل نہ رہا سینے مین غم کی طرح
ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح
تم مرے دل مین رہو غم کی طرح
دم نہ سہی حسرت دغم کی طرح

لیکن مصرع دوم مین نہ چاہیے ورنہ لطا ہوگا۔

بیان معمول

معمول اُسے کہتے ہین کہ ایک جگہ قافیہ لفظ واحد ہو اور ایک جگہ ترکیب سے حاصل ہو مرزا قتیل نے چہار شربت مین لکھا ہی کہ معمول مین بنا قافیہ کی تلفظ پر ہوتی ہی لہذا کمی وبیشی حروف کی کتابت کی رو سے قابل اعتبار نہین اور مرزاے موصوف نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ اگرچہ معمول کو آج کل صنائع مین شمار کرتے ہین مگر دراصل قافیہ کا عیب ہے بہرکیف یہ دو طرح پر ہے ایک ترکیبی دوسرا تحلیلی ترکیبی اُسے کہتے ہین کہ قافیہ پورے دو کلمون سے مرکب ہو مثلاً۔

مرزا دبیر

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئے نہ
کیا تاب منھ تو دیکھو جو برد ہو آئینہ

خوشتر

خوش آئی رام کو جب خاکساری
ملی اپنے بدن پر خاک ساری

امانت

پاؤن آخر کو مرا در تری پیشانی ہے
جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آنی ہے

غالب

نکتہ چین ہے غم دل اُسکو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے
مین بلاتا تو ہون اُس کو مگر اے جذبۂ دل
اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

ضمیر

کس سے اے چرخ کہون جاکے تری بیدادی
جو ہے دنیا مین سو کہتا ہے مجھے ایذا دی

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا
فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہے نواسا

جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا | مین وہ ہون پدر جسکا ہے دو بوند کا پیاسا

مومن

ایک دن جی زیادہ گھبرایا | جان بیتاب کو نہ صبر آیا

ناسخ

آیا نہین وہ ماہ مہینے گذر گئے | رویا مین اسقدر کہ سفینے گذر گئے
بیہم جو اُسنے کی صف عشاق پر نگاہ | پیٹھون سے تیر توڑ کے سینے گذر گئے
ہر حشر سے زیادہ جلو خانہ آپ کا | مجرائیون کے سر سے پسینے گذر گئے
وہ یار ہم پیالہ وہ ساقی وہ مے کہان | سب اپنی میکشی کے قرینے گذر گئے
پوچھا جو روکے یار نے ناسخ کے حال کو | ہنسکر کہا رقیب شقی نے گذر گئے

منت

مدعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے | پھر تمنا کو یہان مژدۂ پابوسی ہے
تہمت عشق عبث کرتے ہین منت مجھپر | ہان مگر ملنے کی خوبان سے تو اک خوبی ہے

تحلیلی وہ ہے کہ ایک لفظ کے ٹکڑے کئے سے قافیہ حاصل ہوتا ہے یعنے ایک لفظ کے ایک جز کو قافیہ مین شمار کرین اور ایک جز کو ردیف مین داخل کرین جیسے قاتل قضا اور بسمل قضا اور بالقضا پس بل کو قافیہ قاتل اور بسمل کے مقابل کیا اور قضا کو ردیف مین داخل کیا جیسا کہ میر درد کی اس غزل مین شرر اور نظر وغیرہ قافیہ ہے اور سے ردیف۔ ہے

آنکھشی ہے وحشت کو مری چشم شرر سے | آتی ہے نظر پھر وہین غائب ہو نظر سے
کیون تیغ تری دشمنی کرتی ہے مرے سلتھ | مجھکو تو نہین کام کسو کی بھی کمر سے
اسطرح کے رونے سے تو دل اپنا رکے ہے | اے کاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے

بر قافیہ ہے مقابل نظر اور شرر اور کمر کے اور سے ردیف ہے۔

دلاور خان بیرنگ

نہین مطلب مجھے کچھ باغبان اور | دوانا ہون مین گل کے رنگ و بو کا
سدا بیرنگ رہ غفلت سے مدہوش | مثل مشہور ہے سُو یا سُو چو کا

ذوق

ساقیا ہون جو صبوحی کی نہ عادت والے	صبح محشر کو بھی اُٹھین نہ ترے متوالے
رہے جون شیشۂ ساعت وہ مکدر دونون	کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے
کس مرض کی ہین دوا یہ لب جان بخش ترے	جان بلب ہین ترے آزار محبت والے

مومن

کہے ہی چھیڑنے کو میرے گر سب اُن سے ہمکین	نہ دو دن ملنے کسی معشوق اور عاشق کو آپسمین
اگر مشہور ہو افسانہ اپنی بُت پرستی کا	برہمن کیا عجب یہان لے آئین بنارس مین
رقیب بوالہوس نے رونما مین تیرے کب جان دی	وہ نووارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین
نہ مین اپنا نہ دل اپنا نہ تم میرے نہ جان میری	اثر کس کس کو ہو ہو بھی اگر فریاد بے کس مین
ذرا سمجھو تو جان من وصال غیر پر ہر دم	مرے جان کون ہے یہ کسکی جھوٹی کھاتے ہو قسمین

امانت

رفتار کے چلن سے غضب دل لبھایئے	چھوٹے سے سن مین یار بڑے تم ہو جایئے

آتشؔ

سمند ناز پہ وہ شہسوار جو نکلا	تو غل سا مچ گیا بازار پیچ پیچ کا
لچک سی آگئی ہر شاخ گل کے شانے مین	خدا کے واسطے اپنی کمر تو مت لچکاؤ
جو خوب سوچو تو ہے نام جسکا استغنا	وہی تو اصل ہے آتشؔ ہزار لالچ کا

سوز

جو دل کہ تھا الٰہی اس دلربا کے گھر سا	خالی پڑا ہے اب یون اُجڑا ہوا نگر سا
ساتون فلک کے دل مین جو داغ دیکھیو	نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا
شاید کہ اپنے گھر کی دی اُسنے خاک سبزی	خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہے پرسا

جرأت

دیکھ زخمی مجھے اب کوچۂ قاتل والے	ہنسکے کہتے ہین کہ آ زخم جگر سلوالے
عشق کا جو ہو دل افگار سو بچتا ہی نہین	گرچہ قسمت سے ہون جان بر مرض سل والے
اب بجز حشر ملاقات ہماری معلوم	ٹک دم نزع کوئی اُس سے ہمین ملوالے
آج گلشن مین سُنا باد بہاری آئی	غنچۂ دل کو ہمارے بھی کوئی کھلوالے

نوا

اُس پاے حنائی پر رکھتا ہون جو مین کو
کس ناز سے وہ ہنسکر کہتا ہی کہ بس سر کو

آتش

ہاتھ سے تیرے لکھی ہی جو کوئی قاتل قضا
زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رضینا بالقضا

دل نہ دونگا پیشتر سے دیکھچکا ہون یار کو
جان حاضر ہی جو تجھسے ہوتی ہی سائل قضا

ناسخ

دے دوپٹہ تو اپنا ململ کا
ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا

دردِ سر مین جو سر رگڑتا ہون
تیرا دروازہ کیا ہے صندل کا

لکھون ناسخ جو وصف چشم سیاہ
ہو سیاہی مین طور کاجل کا

میر حسین تسکین

مین نے جو رکھا پاؤن پر سر کو
بولے وہ ناز سے کہ بس سر کو

آتش

آئے کہ بہار جائے خزان ہو چمن درست
بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست

پر چھاوان اُن کا عاشق و معشوق پر پڑے
برسون رہا معاملہ روح و تن درست

سجدہ کرین تجھے بت و زنار توڑکر
جانین حقیقت اپنی اگر برہمن درست

ظفر

واہ کیا طرز ستم تجھکو ستمگر یاد ہے
اک جہان تیرے ستم سے کر رہا فریاد ہے

کھیلتا ہی تو جو اُس تار سیاہ زلف سے
کیا نہ تجھے اے دل کوئی کالے کا منتر یاد ہے

ایسا قافیہ ایطائی طرح غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک گنجایش رکھتا ہی اور مطلع مین بھی آپڑے تو صحیح ہی بخلاف ایطا کے کہ مطلع مین اُسکا واقع ہونا نہایت معیوب ہی۔

بیان غلو

غلو غین منقوط اور لام کے ضمون سے یہ ہے کہ ایک مصرع مین حرف روی ساکن ہو اور دوسرے مین متحرک مثال۔

مومن

مین اگر آپ سے جاؤن تو قرار آجائے
پر یہ ڈرتا ہون کہ ایسا نہو یار آجائے

گردن اور بھی ہے جوش جنون خوار و ذلیل	مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی پیار آجائے
ٹھہر جا جوش جنون ہے تو تڑپا لیکن	چارہ سازون مین ذرا دم دل زار آجائے
حسن انجام کا مومن مرے پیارے ہی خیال	یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے

اس غزل مین راے مہملہ روی ہی اور تمام اشعار مین وہ ساکن ہی مگر مقطع مین مفتوح ہے۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پانون وہ رنجور دراز	جسکی خود رفتگی بھی ہو سفر دور دراز

اس غزل مین رنجور دیجور بطور قافیہ اور دراز ردیف ہے اور اس شعر کے مصرع ثانی مین دور و دراز جو قافیہ اور ردیف ہے اس مین یہ نقصان ہے کہ باعتبار محاورۂ اصلی کے دور کی رے کا ساکن کرنا جائز نہین اسلیے کہ دور و دراز عطف کے ساتھ ہی پس پہلے مصرع مین روی ساکن ہی اور دوسرے مین متحرک ہے جیسے اس شعر مین۔

میر دوست محمد صالح

بپای برق ہم نتوان رسیدن از حریم او	رہ دور و دراز ست ای کبوتر بال و پر بشکن

اور محاورۂ فارسی مین اردو والے داخل نہین کر سکتے حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ مطلع۔

صلاح کار کجا و من خراب کجا	ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اسی قبیل سے ہے لیکن چونکہ اُنھون نے آگاہ کر دیا پس وہ عیب جاتا رہا اور یہ ایک عجیب نکتہ ہے حاصل یہ ہے (ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا) یعنی فرماتے ہین دیکھنا کتنا تفاوت ہے ایک جگہ حرف روی ساکن ہی اور ایک جگہ متحرک سو یہان معترض کو گنجائش ہے کہ کہے تفاوت کو ہم جانتے ہین سوال یہ ہی کہ تفاوت تمنے کیون رکھا اسکا جواب پہلا مصرع ہی (صلاح کار کجا و من خراب کجا) یعنی مین عاشق زار دیوانہ ہون صلاح کار سے مجھکو کیا کام شعرا کے یہان یہ قاعدہ علے العموم جاری ہے کہ اگر مطلع مین یا اور اشعار مین غزل و قصیدے کے کوئی نقص آجائے اور اسکی اطلاع کر دین تو وہ عیب جاتا رہتا ہے جیسا کہ مذاق بدایونی نے اپنی اس غزل کے مقطع مین ایک امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کرین شیخ و برہمن الله الله رام رام اگر	زیارت گاہ ہے وہ کعبۃ اللہی کنشتی کا
ترا نامی گرامی گھر تو اے ساقی کوثر	خضر ہے نام اے خواجہ ترے گھر کے بہشتی کا

زمین شعر تر مین قافیہ لاؤن مین کشتی کا	مذاق اعجاز خواجہ سے چلاؤن ناؤ خشکی مین

مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ اصل لغت مین کشتی بفتح کاف تازی ہے اور قافیہ مین یہ لفظ یہان پر نہین آسکتا لیکن اعجاز خواجہ سے مین قافیے مین لاؤنگا گویا ناؤ خشکی مین چلاؤن گا یعنے ناؤ خشکی مین چلانا اور ایسے الفاظ کا قافیہ ایسے موقع پر لانا دونون امر محال ہین لیکن اعجاز خواجہ سے یہ بات ممکن ہے

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ یہ بھی عیوب قافیہ سے ہے اور قریب غلو کے ہے کہ ایک مصرع مین ردی حرف اصلی ہو دوسرے مصرع مین حرف زائد کو حرف اصلی کے حکم مین کر لیا ہو جیسے کہ یاے تحتانی لالی کی بمقابلہ یاے اصلی کالی کے۔

فراست نامۂ رنگین

اور اُس لالی پہ جتی ہووے کالی	اگر حد سے زیادہ ہووے لالی

محتشم

گئے تاراج کو اُمڈی ہے یہ فوج دکنی	صف مژگان مین ترے چمکے ہے تیغ لی لی

پہلے مصرع مین ردی یاے اصلی ہے اور دوسرے مین یاے نسبت زائد

میر حسن

ہر اک شعر اُن کا ہے جون آرسی	زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی

یاے تحتانی آرسی کی اصلی ہے اور یاے تحتانی فارسی کی زائد ہے کیونکہ نسبت کے واسطے لاحق ہوئی ہے۔

جرأت

اب بجا مین جان بلب سوقت ایجانہ ہون	تیرے اُٹھ جانے سے کافر ہون اگر زندہ ہون
اپنا حال اپنے ہی سے کہتا ہون مین تنہائی مین	آپ ہی افسانہ گو ہون آپ ہی افسانہ ہون
اُسکی محفل مین اگر کچھ ڈھب بنے اے دوستو	کیجیو مذکور میرا اُس کے مین ہون یا نہ ہون
منھ نہ موڑون گا تری شمشیر سے قاتل لگا	نام ہے جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

حالی

یہان اور ہین جتنی قومین گرامی	خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
تجارت مین ممتاز دولت مین نامی	زمانے کی ساتھی ترقی کی حامی

ولہ

طبیعت مین جو اُسکے جوہر تھے اصلی — ہوے سب تھے مٹی مین ملکر وہ مٹی

میر

آفرین صناع لوگو آفرین — کیا لگایا باغ آکر کا خذین

بقاء اللہ خان بقا

جب تھے دل صد چاک تیرے عشق سے تم خانہ تھا — گو چھپاے زلف مین شبگیر شغل شانہ تھا
ہاے جس گلشن کی ہم کرتے تھے سیرین پر سال — اب یہ ہوتا ہے گمان سبزہ ہی گویا دانہ تھا

نواب کلب علی خان والی رام پور

ملا ہزارون سے مین تجھسے اک زمانہ ملا — مگر خدا کی قسم تم سا بے وفا نہ ملا
ملا ہے یار تو نواب تنے خوش کیون ہو — خدا ملا کوئی دولت ملی خزانہ ملا

آتش

روے مژہ اُن آنکھون نے دلکو دکھا دیا — صیاد نے شکار کچہری سے لڑا دیا
تشبیہ دی جو چہرۂ قاتل کے خال سے — گولی نے بے تفنگ نشانہ اُڑا دیا
کافر سے بھی نہو جو کیا ناز حُسن نے — عاشق کے دل کو توڑ کے کعبے کو ڈھا دیا
ٹھہرا حضور یار نہ ماہ چہاردہ — دن ہو گیا نقاب جو شب کو اُٹھا دیا
سوداے زلف یار کی سر مین جگہ ہوئی — دام بلا مین دل کو قضا نے پھنسا دیا
خط سے رہا نہ حُسن رُخ یار کا فروغ — بجھنے نے اس چراغ کے دل کو بجھا دیا

پوچھا ہے عارفون سے جو ہمنے وہ ہے کہان
آنکھون کو بند کر کے ہے دل کا پتا دیا

اُن اشعار مین دکھا اور لڑا اور اُڑا اور ڈھا اور اُٹھا اور پھنسا اور بجھا اور پتا قافیہ ہے اور دیا ردیف اور الف جو حرف روی ہے کہین حرف اصلی ہے کہین زائد یہ بھی غلو کے قبیل سے سمجھنے کے قابل ہے کہ ایک جگہ روی حرف ملفوظ و مکتوب ہو اور دوسری جگہ حرف ملفوظ غیر مکتوب مثلاً قتیل مصنف بہار دانش کے شعر مین۔ ــہ

بُلا لایا گھر مین اُسے دفعتہ — کھلا اے گئی کر کچھ اس کا جتن

ولہ

ہوا سُنکے خوشنود شہ یہ سخن	کیا حکم خرگوش کو دفعۃً

شاعر نے تنوین کو جو نون حکمی ہے نون اصلی کے مقابل ردی بنایا ہے تنوین اصطلاح صرف مین نون ساکن زائد کا نام ہے جو لفظ کے آخر مین تاکید کے لیے آتا ہے علامت اُس کی ایک سی دو حرکتین ہین اس طرح کہ لکھنے مین کسی حرف پر دو فتحے یا دو کسرے یا دو ضمے کر دیتے ہین دونون حرکتین پڑھنے مین نون ساکن معلوم ہوتی ہین لیکن نون لکھا نہین جاتا میزان الافکار مین لکھا ہے کہ نون تنوین حقیقت مین حرف جُداگانہ ہے جسکو پڑھتے ہین اور لکھتے نہین ہین اور تنوین کے جتانے کے لیے جو دو حرکتین لکھدیتے ہین یہ مبتدیون کے سمجھانے کے لیے ہے حقیقت مین نون تنوین کی یہ شکل نہین بہر صورت اہل لغت نون تنوین کو نہین لکھتے بخلاف عروضیون کے کہ وہ نون تنوین کو لکھتے ہین اس طرح فعلنً (فعلن) آتش کے اس شعر مین بھی ردی کا مدار تلفظ پر ہے۔ ؎

ہاتھ سے تیرے لکھی ہے جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رضینا بالقضا

بیان تضمین

قافیہ کی اصطلاح مین تضمین جس عیب کا نام ہے وہ اُس تضمین سے جو شاعری مین متعارف ہے جُدا ہے یعنے ایک مصرع مین ایسا قافیہ لانا کہ اُسکے معنی مصرع ثانی پر موقوف ہون اگرچہ اس کا عیب مین داخل ہونا کوئی وجہ نہین رکھتا اور حق وہی ہے جو مولوی امام بخش صہبائی لکھ گئے ہین مگر ناچار بہ تقلید گذشتگان ہمنے بھی عیوب مین لکھا بامثال اسکی۔

دبیر

ناچیز سہی کم سہی رُتبے مین مین اِلّا	بابا نے غلامون کے بھی حق مین کہا کیا کیا
ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسنِ پاک کو سونپا	عباس غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا
میراث کی خواہش ہے نہ درثے کی طلب ہے	پر بھائیون مین میری حقارت تو غضب ہے

لفظ اِلّا کے واقع ہونے سے دریافت ہونا معنے کا اُسکے مابعد پر منحصر ہے۔

مومن

کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طعنے	کہ ہوا مہربان فلک یعنے

کئی دن بعد ایک شب تنہا ۔۔۔ اتفاقاً آ گئی وہ مہ سیما

انیس

صغرا کی تو وطن سے کچھ آئی نہین خبر ۔۔۔ جلدی کہو کہ منھ سے نکلتا ہے اب جگر
اکبر نے عرض کی کہ ہین سب خیر سے مگر ۔۔۔ لٹتا ہے کوئی آن مین خیر النسا کا گھر

ملتی نہین رضا ہمین آنسو بہاتے ہین
بابا گلا کٹانے کو میدان مین جاتے ہین

میر

جگر مین اپنے پانی روتے روتے ۔۔۔ اگرچہ کچھ نہین اے ہم نشین پر
کبھی جو آنکھ سے چلتی ہے آنسو ۔۔۔ تو پھر جاتا ہے پانی سب زمین پر

منشی

تو مائل ہوا سوے کشتی اگر ۔۔۔ تو ہان مین بھی کشتی کو حاضر ہون پر
نہین چاہتا یہ کہ تجھ سا جوان ۔۔۔ مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہان

یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ ایک لفظ مفرد کے دو جز کرکے بعض کو مصرع اول کے قافیے مین اور بعض کو مصرع ثانی کے ابتدا مین لے آتے ہین اشعار عرب مین ایسا قافیہ کثیر الاستعمال ہے صاحب قصیدۂ بردہ فرماتے ہین۔

محمد سیّد الکونین والثقلے ۔۔۔ ن والفریقین من عرب ومن عجم

مصرع پہلا یاے ثقلے پر تمام ہوا اور نون مصرع ثانی مین شامل ہے۔ مگر فارسی اور اردو مین یہ امر نہایت معیوب ہے ایسا کوئی نہین کرتا مگر بر سبیل ظرافت اور ہزل کے جیسے مولوی جامی کی اس رباعی مین سے

اے شادی عید چون بکام دل اع ۔۔۔ دایم شدہ محبوس درین غمکدہ مع
ذورم بر اہل دل کز آزادی مح ۔۔۔ بوس ست برسم عید ہم از تو طمع

مصرع اول کے آخر اور مصرع دوم کے اول جز سے اعدایم اور مصرع دوم کے جزو آخر اور مصرع سوم کے جزو اول سے معذورم اور مصرع سوم کے جزو آخر اور مصرع چہارم کے جزو اول سے محبوس حاصل ہوتا ہے اردو مین ایسی تو کوئی مثال نہین ملتی مگر اس کے قریب قریب مولوی محمد اسمعیل کا یہ شعر ہو سکتا ہے۔ سے

جو ہین آفتاب تابان — نے چھپایا اپنا جلوہ

اسی قبیل سے ہے حکیم مظفر حسین اظہر کی نظم غیر مقفیٰ ہین۔

جہان میرے سارے کامون — جہان میرے سب خیالون

ہین فقط تو ہی ہو رہبر

بیان تغییر

یعنے اشعار مین قافیہ بدل ڈالنا یہ بھی عیب ہے مگر اشارہ کر دینے سے کوئی عیب باقی نہین رہتا اور شعراے ریختہ اکثر مقطع مین اس امر کا اشارہ کر دیتے ہین اسکی مثال یہ ہے۔

انشا

آدمی چیز ہی کیا اُسنے نہ چھوڑے پتھر — پھونکے جس جلوے نے سب طور کے ٹکڑے پتھر

لکھ غزل اور بدل قافیہ انشا کہ شرار — نکل آئے ہین بہت تونے یہ پھوڑے پتھر

ولہ

کھا دین ہر چند کہ بارش کے تڑیڑے پھر — پر نہین تب مرے اشکونکے در پڑے پتھر

لکھ غزل اور بہ تبدیل قوافی انشا — تونے آخر تو ہین اس بحر کے چھیڑے پتھر

ولہ

فوج لڑکونکی جڑے کیون نہ تڑاتڑ پتھر — ایسے خبطی کو چیا جائے جو کڑ کڑ پتھر

ولہ

غزل انشا اور بھی ایک لکھ اسی بحر اور ردیف کی — کہ زبر کے قافیے جسمین ہون مجھے نفرت آگئی زیر سے

نہ تو کام رکھیے شکار سے نہ تو دل لگائیے سیر سے — بس اب آگے حضرت عشق جی چلے جاؤ گھر ہی کو خیر سے

جرأت

نہ جی کو دل کی خبر ہے نہ دل کو جی کی خبر — ترے بغیر کسی کو نہین کسی کی خبر

بدل کے قافیہ کہیے غزل اک اور اے طبع — جو پہونچے شاعرون تک اپنی شاعری کی خبر

مطلع

بتاؤن ہم نفسان کیا مین گلستان کی خبر — قفس مین مجھکو نہین اپنے آشیان کی خبر

بسان شمع کرین سوز دل بیان کیا خاک — زبان رکھتے ہین لیکن نہین زبان کی خبر

حسن

آتے آتے آج گرد گلبدن رہجائے گا — بیکلی سے مر کے تو یہ خستہ تن رہجائے گا

گر کہے گا یان بدل کر قافیہ اور اک غزل — شاعرون مین نام تیرا اے حسن رہجائے گا

مطلع

آشیان ہے باغ مین اپنا نشان رہجا ئیگا	ہم چلے جاوینگے اور یہ آشیان رہجائے گا

ہا اور الف کا قافیے مین جمع کرنا

شعراے ریختہ بعض جا ہاے آخر الفاظ کو قافیے مین الف سے بدل دیتے ہین جیسے۔

ہوس

ہون عشق پسر سے غم رسیدا	آگاہ کرو کہ یہ ہوا گیسا

دیگر

پردہ رہے نامۂ عمل کا	کھلجائے نہ قبر مین لفافا

رند

خوار کرتا ہے جوانمردون کو سفلون کو غنی	سن تو چرخ پیر کیا تو بھی کمینا ہو گیا
وقت فکر شعر اگر آیا بناوٹ کا خیال	گل رخ رنگین ہوا شبنم پسینا ہو گیا
کب محیط غم مین ڈوبا جسکا تو حامی ہوا	ہر حباب اسکے لیے گویا سفینا ہو گیا
اس مہینے مین بھی ہر روے رہا پہلو تہی	عید کا بھی چاند خالی کا مہینا ہو گیا
گھر ہوا ہے عشق کا اس عرش مسند کے یہ دل	آسمان کو تھے کا جسکی ایک زینا ہو گیا
دوسرا مجھ سا نہو گا کوئی برگشتہ نصیب	کی محبت مین نے جس سے اسکو کینا ہو گیا
اب کہان وہ ایڈنا مستو لکا وہ ہوش کہان	ساقیا موقوف جب سے مے کا پینا ہو گیا
اب نہین دل مین کدورت ہے حاصل صفا	جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینا ہو گیا

لیکن یہ بھی شرط ہے کہ وہ لفظ کسی اور لفظ سے ترکیب نہ دیا گیا ہو ورنہ قافیہ غلط ہوگا جیسے ان شعرون مین مرزا دبیر کے۔

مین سوزن مژگان سے ترے زخم سیون گا	موجود مرا رشتۂ جان ہے پے بخیہ

ولہ

کہتی تھی کہ آئے نہ یہان شاہ مدینہ	گذرا ہمین رستے مین محرم کا مہینا

ولہ

صغرا کو مان کی گود مین جو تھا مہینا بھتا	عابد کو تب تھی زرد جمال سکینہ تھا

وله

خاموش ذبیر اب کہ ہے جی تن سے روانا	اللہ سے کر عرض کہ اے ربّ زمانا
از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالق دانا	جو مجھسے جلیں تو انھیں دوزخ میں جلانا

سیونگا اور پئے بخیہ۔ رب زمانہ اور دانا۔ شاہ مدینہ اور مہینا اور جمال سکینہ کا قافیہ جائز نہیں بسبب مضاف الیہ ہونے بخیہ اور مدینہ اور زمانہ اور سکینہ کے (مستفاد از تحقیقات مولوی عبد الغفور خان نسّاخ -)

میر

گئے پاس اُسکے وہ شیخ زمانہ	رکھا پھر اُسکے آگے لاکے کھانا

شیخ زمانہ اور کھانا کا قافیہ جائز نہیں بسبب مضاف الیہ ہونے لفظ زمانہ کے۔

مرزا محمد سعید الدین احمد خان طالب

ملایک کو مری مٹی عزیز اور محترم ہوتی	اگر میں خاک در ہوتا معین الدین چشتی کا
نہ جچے میری نظر میں جلوہ کون و مکان کیونکر	کہ میں ہوں محو نظارہ معین الدین چشتی کا

بات اور رات وغیرہ کو قافیہ میں ہاتھ اور ساتھ کے ساتھ جمع کرنا

شعرا بات اور رات اور مہیات اور گات وغیرہ کا قافیہ ساتھ اور ہاتھ بھی کر لیتے ہیں مگر غور کیا جائے تو ایسا قافیہ درست نہیں کیونکہ ہاتھ اور ساتھ میں ہائے مختفی بھی ہے اور رات اور بات اور گات اور مہیات میں نہیں۔

علی محمد خان علی تخلص

دھیان میں لاتے ہیں جب بھری کسی کی گات ہم	مارتے ہیں تب میں چھاتی پہ دونوں ہاتھ ہم

ہمت رامپوری

عجب گردش میں اپنی ندنوں اوقات کٹتی ہے	غنیمت ہر کوئی ساعت جو تیرے ساتھ کٹتی ہے

دلیر شاہ دلیر

پھر بھی یا رب وہ کبھی دن رات ہو
یار ہو مے ہو گلے میں ہاتھ ہو

دبیر

دیکھینگے حضور ایسی کوئی بات نہو گی ۔ مذبح آپکی بیمار کے کیا ساتھ نہو گی

اسی قبیل سے ہی سودا کے ان اشعار مین باٹ کا قافیہ ٹھاٹھ کے ساتھ جسکے آخر مین تاے ہندی کے تلفظ مین ہا مخلوط ہی جیسا کہ نفائس اللغات مین مذکور ہے ۔

منظر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ ۔ سودا الیقین جان کہ روڑاہی باٹ کا
آگاہ فارسی تو کہے اُسکو ریختہ ۔ واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹھ کا

چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے

طلسم کشایان گنجینۂ سخن تحریر کرتے ہین کہ موافق قول خلیل بن احمد عروضی کے حد قافیہ کی باعتبار وزن شعر کے حرف آخر ساکن سے اُسکے ماقبل کے حرف ساکن تک ہی برابر ہی کہ کلمہ کا جز ہو یا پورا کلمہ ہو یا ایک کلمہ پورا اور دوسرے کلمے کا جز ہو یا پورے دو کلمے ہون پس مصحفی کے اس شعر مین ۔

تیغ نے اُسکی کلیجہ کھالیا ۔ اُس نے آتے ہی مجھے سُنگوالیا

کھالیا اور سُنگوالیا مین دو الف اور دو حرف متحرک کہ اُنکے درمیان مین واقع ہین قافیہ ہین چنانچہ کھالیا مین دو الف اور انکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک اور سُنگوالیا مین دو الف اور اُنکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک قافیہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خلیل کے نزدیک کھالیا مین کاف عربی کی حرکت اور سنگوالیا مین واؤ کی حرکت بھی قافیہ مین شمار ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاف عربی اور واؤ قافیہ سے خارج ہین مگر سکاکی اور صاحب خزرجیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونون بھی خلیل کے نزدیک قافیے مین داخل ہین اور انیس کے ان شعرون مین بھی قافیہ کا یہی حال ہے ۔

ہاتھوں مین لے چلے جو اُسے شاہ اولیا ۔ بانو پکاری لونڈی کو صاحب جلالیا
سمجھا لے پر حسین کے بانو نے رو دیا ۔ دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکالیا

ولہ

یہ وہ ہے رہا راہ خدا مین جو مجاہد ۔ یہ سابق الایمان ہے یہی عابد و زاہد
پیدا ہوا جب خلق مین اُسکا ہوا مین شاہد ۔ سجدہ نہ کیا اور کو جز خالق واحد

مجاہد اور عابد اور شاہد اور واحد مین الف اور دال اور اُنکے درمیان کے حروف قافیہ ہین اور

دوسرے قول کے مطابق جیم اور زاے معجمہ اور شین منقوطہ اور واو کی حرکات بھی قافیے مین شامل ہین
پس حرف ساکن تک جس قدر فاصلہ زیادہ ہوتا جائے گا قافیہ کا نام بھی علیحدہ بدلتا جائے گا جیسا کہ
ہم آگے بیان کرینگے اور اس قول کے موافق قافیہ نو حرفون مین منحصر نہ رہا اور ان حرفون کا کچھ نام نہین
ہے اور اگر آخر بیت مین دو حرف ساکن واقع ہون تو وہ دونون ساکن اور اُنکے ماقبل کی حرکت
قافیہ ہے جیسے۔

رضا

خواہ نزدیک رکھو خواہ رکھو دور ہمین	دیکھنا ایک نظر تمکو ہے منظور ہمین

کہ یہان دور مین واو اور را اور دال کا ضمہ قافیہ ہے اور منظور مین واو اور را اور ظاے معجمہ کا
ضمہ قافیہ ہے۔

خلیق

گلرخون مین دفا کا پاس نہین	جون گل کاغذی مین باس نہین

پاس اور باس کا الف اور سین قافیہ ہے اور باے عربی اور باے فارسی کی حرکت بھی قافیے
مین داخل ہے۔ اور اخفش کے نزدیک شعر کا تمام کلمۂ آخر قافیے مین داخل ہے اور بعضے تنہا حرف
ردی کو قافیہ اعتبار کرتے ہین اور بعض حرف ماقبل ردی کو بھی قافیے مین شامل کرتے ہین پس جبکہ
خلیل کے نزدیک قافیہ دو ساکن مین منحصر ہوا تو اُسکی پانچ صورتین ہوئین **اول** مترادف یعنی
لفظ قافیہ کے آخر مین دو ساکن بلافصل آدین جیسے نوک چوک۔ نور جور **دوم** متدارک جس مین
درمیان دو حرف ساکن کے ایک حرف متحرک ہو جیسے دلبر اخگر۔ بہتر بدتر **سوم** متدارک
جس مین درمیان دو حرف ساکن کے دو حرف متحرک واقع ہون جیسے طنطنہ۔ غلغلہ۔
حوصلہ ولولہ۔ باخبر بے ہنر **چہارم**۔ متراکب یعنی وہ قافیہ جس مین دو حرف ساکن کے
درمیان تین حرف متحرک واقع ہون جیسے قبلۂ من کعبۂ من بستر غم خار الم **پنجم**۔ متکادس یعنی
وہ قافیہ جس مین درمیان دو ساکن کے چار حرف متحرک واقع ہون اسکی مثال اُردو مین نہین یہ قسم
عربی سے مخصوص ہے فارسی مین بھی مستعمل نہین۔

قافیہ مترادف

یہ قافیہ آٹھ بحرون مین آتا ہے ایک بحر ہزج اس مین جب آوے گا کہ عروض و ضرب مقصور

ہون یعنے مفاعیل یا اہتم ہون یعنی فعول یا ازل ہون یعنی فاع یا مسبغ ہون یعنی مفاعیلان یہان مجملاً مثال قافیۂ مترادف کی دیجاتی ہے۔

ضعیفی سے کرون اُسکی مین کیا بات (مفاعیل)	سودا کہ جسنے نہ تھی بڑھیا آگ کی مات (مفاعیل)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

مرغان چمن ہین نغمہ پرداز (مفاعیل)	کرتے ہین بذوق وشوق پرداز (مفاعیل)

مومن

اے خواجۂ خواجگان دم ختم وعتاب (فعول)	کیا تاب کہ دیسکے کوئی تجھکو جواب (فعول)

ولہ

یہ کچھ رہ سُنت نہ طریق توحید (فاع)	پھر کیا ہی ضرور سبکی یکسان فہمید (فاع)

ذوق

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین (مفاعیلان) زبان پر تا سخن ہو اور سخن مین معنی رنگین (مفاعیلان)	قلم زن تا ہو مشک افشان و کاغذ خطا سے مشک آگین مطلع سخن تا داد چاہے اور تا اہل سخن تحسین (مفاعیلان)

فائدہ یہ قول بعض مؤلفین کا کہ قافیہ مترادف بحر ہزج مین جب آئے گا کہ عروض ضرب مقصور یا اہتم ہون از راہ انحصار نہین ہے کیونکہ اس بحر مین جب عروض وضرب ازل یا مسبغ ہون تو بھی آسکتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثالون سے واضح ہوا دوسرا بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون اور قصر وتسبیغ رکن سالم مین ہون یا مزاحف مین مثال قافیہ مترادف کی بحر رمل مین۔

مومن

اُس سلنے کی نہین مرنا محال (فاعلان)	ہر طرح سے ہم ہین محروم وصال (فاعلان)

یہان قصر رکن سالم مین ہے اس لیے کہ فاعلاتن سے فاعلات مقصور ہے جس کو فاعلان سے بدل لیا ہے۔

ولہ

فکر واندیشۂ انجام ومآل (فعلان)	وہم ناکارۂ وبے صرفہ خیال (فعلان)

یہان قصر رکن مزاحف مین ہوا اسلیے کہ فعلاتن مخبون کو مقصور کرنے سے فعلات عین کے کسرے سے بنا ہے جسکو فعلان سے بدل لیا ہے۔

ولہ

کچھ پشیمان کہ کیون کی تھی چاہ (فعلان)	اُسکا انجام نہ کیون سوچے آہ (فعلان)

عروض وضرب مین تسبیغ رکن مزاحف مین واقع ہوئی ہے اس لیے فعلن (بسکون عین) مقطوع یا ابتر کو سبغ کرنے سے فعلان حاصل ہوتا ہے اسکو مخبون مسکن مقصور اور مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔

۹

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہی رنگلے فاعلیان	اور یان دلبر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ (فاعلیان)

عروض وضرب مین فاعلیان سالم مسبغ ہے۔

فائدہ۔ مولوی امام بخش صہبائی قافیہ مترادف کے بیان مین لکھتے ہین کہ بحر رمل مین جب ہوتا ہی کہ مقصور ہو یعنی فاعلات تے کے سکون سے یا مشعث ہو یعنی مفعولن فاعلتن سے بدلا ہوا کیونکہ فاعلتن بسبب سکون لام کے مستعمل نہ تھا بدانست ناقص مؤلف کے فاعلات مقصور کا ذکر تو بجا ہے لیکن مفعولن مشعث کا لکھنا سہو سے خالی نہین کیونکہ فاعلات کے آخر مین الف ساکن پھر تے ساکن ہے اور قافیہ مترادف کی بھی یہی تعریف ہے کہ اُسکے آخر مین دو حرف ساکن بلا فصل واقع ہون پس مفعولن مشعث مین یہ بات نہین اس لیے کہ اس مین واؤ ساکن پھر لام متحرک وسط مین فاصل پھر نون ساکن ہے تعجب ہے کہ مسبغ یعنی فاعلیان اور مشعث مقصور یعنے فعلان بسکون عین کے ذکر کو تو چھوڑ دیا اور مفعولن مشعث کو لکھدیا جو مفید مدعا نہین **تیسری بحر** مضارع اس مین جب آوے گا کہ عروض وضرب مقصور یعنی فاع لان یا مسبغ یعنے فاع لیان ہون مثال۔ قافیہ مرادف کے بحر مضارع مین آنے کی۔

میر تقی

لائق تری صفت کے میری ہے مجال (فاع لان)	آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال (فاع لان)

ولہ

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین (فاع لیان)	اس چرخ نے کری ہین ہمسے بہت ادائین (فاع لیان)

فائدہ۔ تشریح بعض محققین کی کہ بحر مضارع مین قافیہ مترادف جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون کیونکہ بحر مضارع مسدس کا رکن آخر مفاعیلن مقصور ہوکر مفاعیل اور مسبغ ہوکر مفاعیلان ہو جائے گا کچھ ٹھیک نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ اول تو بحر مضارع ریختہ مین مسدس مستعمل ہی نہین مثال کے طور پر کچھ وزن مسدس عروض کی کتابون مین لکھدیے جاتے ہین دوسرے اور جو

مشتمل ہے اُس مین رُکن فاع لاتن کو آخر مین لاتے ہین مفاعیلن آخر مین نہین واقع ہوتا تیسرے مثمن بہت مستعمل ہے اور اُس مین رُکن آخر فاع لاتن کے قصر و تسبیغ کی حالت مین قافیہ مترادف کا آنا ممکن ہے جیساکہ اوپر کی مثالون مین معلوم ہوا چوتھی بحر سریع اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلان ہون یا مجدوع یعنے فاع مثال۔

غفلت

مردے بولے کہ نکر دو نکاح (فاعلان)	زن سے کے چار مین شوہر مباح (فاعلان)

قدیر

عشق محمدؐ مین دن رات (فاع)	رہوے مری صرف اوقات (فاع)

پانچوین بحر منسرح اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلات یا مجدوع یعنے فاع ہون مثال۔

شاہ نیاز احمد

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور (فاعلات	جن و ملک کے اوپر کر رکھا ہی اپنا زور (فاعلات)

قدیر

کلبۂ احزان مین آپ لائے جو تشریف (فاع)	بندہ نوازی کی کیا ہوسکے تعریف (فاع)

چھٹی بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی مستفعلان ہون مثال۔

ظفر

واللہ بغیر از پنجتن یار اکسی کو یہ کہسان (مستفعلان)
جو اس بلا کو ٹالدے ہووے شفیع عاصیان (مستفعلان)
باور نہ آتا ہو جسے دیکھے عیان کا کیا بیان (مستفعلان)
لکھتے ہین دروازے اُپرتا گھر رہے دارالامان (مستفعلان)

ساتوین بحر تقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یعنے فعول یا مسبغ یعنے فعولان یا اثلم مسبغ یعنے فعلان بسکون عین ہون ۔

میر حسن

تہفتہ اُسی سے سوال و جواب (فعول)	سدا روبرو اسکے غم کی کتاب (فعول)

لیلیٰ مجنون مؤلفہ میر تجلی

وے غور مین لئے جو کی اے ندیم (فعول)	جواہر کا تھا وہ درخت عظیم (فعول)

مومن

صبح جُدائی شام غریبان (فعولان)	کامِ دلِ ناکام رقیبان (فعولان)

میر

خون باری سے چہرہ گلگون (فعلان)	خلق بسمل چشم پرخون (فعلان)
شینے مین وہ صفائے دندان (فعلان)	برق خرمن عالم امکان (فعلان)

آٹھوین بحر کامل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی متفاعلان یا مضمذل یعنے مستفعلان ہون جیسے۔

امیر مینائی

وہ نسیم گلشن کن فکان وہ شمیم روضۂ جاودان (متفاعلان)

وہ قمر خدم فلک آستان وہ قضا علم وہ قدر نشان (متفاعلان)

صبر رامپوری

کسی دوست کو شب غم نہ تھی مرے جینے کی ذرا بھی اُمید (متفاعلان)

جو سُنا دیا کہ وہ آتے ہین نہ مرض رہا ہوئی سب کو عید (متفاعلان)

لاعلم

ترے ہجر سے آئی ہے لب پر جان زار (مستفعلان)

یہ بتا مجھے تو تھا کہان اے گلعذار (مستفعلان)

قافیہ متواتر

چھٹا بحرون مین آتا ہے ایک بحر ہزج اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب سالم یعنی مفاعیلن یا محذوف یعنے فعولن ہون مثال قافیہ متواتر کی بحر ہزج مین۔

ذوق

گلستان مین ہوتا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا (مفاعیلن)
نیستان مین ہوتا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا (مفاعیلن)
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا (مفاعیلن)
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جب تک نشاط افزا (مفاعیلن)

مومن

نگاہ لطف سے کیا کیا اشارے (فعولن) | کہ منظور نظر ہو تم ہمارے (فعولن)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

اے مہر منور رسالت (فعولن) | دیباچۂ دفتر عدالت (فعولن)

دوسری بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنی فاعلاتن یا مخبون یعنی فعلاتن یا مخبون محذوف مسکن یعنی فعلن عین کے سکون سے ہون مثال اول۔ سے

میری آنکھ اب نہین مہر و محبت (فاعلاتن) | ہے فقط اک دور کی صاحب سلامت (فاعلاتن)
گر خدر میرا نہین ہے شیشہ خالی (فاعلاتن) | تیغ ہے اسمین شراب پرتگالی (فاعلاتن)

ظفر

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت (فعلاتن) | نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت (فعلاتن)

مثال سوم۔

مومن

وہی صحبت وہی ہے عالم (فعلن) | وہی ہنسنا وہی رونا باہم (فعلن)

تیسری بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقطوع یعنے مفعولن ہون مگر ایسا وزن ریختہ مین دیکھا نہین گیا شاید کسی نے لکھا ہو **چوتھی** بحر مضارع اس مین قافیہ متواتر جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنے فاع لاتن ہون مثال۔

میر

آیا ہے ابر جب کا قبلے سے تیرہ تیرہ (فاع لاتن)
مستی کے ذوق مین ہین آنکھین بہت سی خیرہ (فاع لاتن)

پانچوین۔ بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنے فعولن ہون جیسے۔

میر

سُنو سرگذشت اب ہماری زبانی (فعولن)　　سُنی گرچہ جاتی نہین یہ کہانی (فعولن)

مومن

لیگئی میرا چین وہ بالکل (فعولن)　　ساتھ سدھارے صبر و تحمل (فعولن)

چھٹی - بحر متدارک اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب مقطوع یعنی فعلن بسکون عین ہون جیسے -

طالب

ہردم کرتا ہون مین زاری (فعلن)　　دیکھی بس بس تیری یاری (فعلن)

اور رباعی مین بھی آتا ہے بشرطیکہ عروض و ضرب ابتر یعنی فع ہون کیونکہ فع کے قبل مفاعیلن آتا ہے یا مفعولن پس ان دونون کا حرف آخر ساکن بمنزلہ حرف ساکن ماقبل فا ے فع کے ہوگیا اور دو ساکنون کے درمیان ایک فے متحرک ہوگئی مثال -

مومن

یہ چند منافق سراپا بدعت (فع)　　ہے کفر و ضلال و فسق جنکی طینت (فع)
بتلاتے ہین بدعتی امام حق کو (فع)　　گویا کہ جہاد ہے خلاف سُنت (فع)

قافیہ متدارک

نو بحرون مین آتا ہے - **ایک** بحر ہزج اس مین جب آئے گا کہ عروض و ضرب مقبوض یعنے مفاعلن ہون جیسے -

ظفر

مین ہون ضعیف و ناتوان و رہی یار کی گلی (مفاعلن)　　اسکی ہوا ے وصل ہے مجھکو اڑا کے لے چلی (مفاعلن)
میرا علاج درد سر یہ ہے جو تجھ سے ہو سکے (مفاعلن)　　سر سے تو میرے باندھ دے اپنا دوپٹہ صندلی (مفاعلن)

دوسری بحر رمل اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فاعلن ہون جیسے -

مومن

عاشقون پر ناصحون کا دلولہ (فاعلن)　　محتسب کا میکدے مین غلغلہ (فاعلن)

دیوان سوم مصحفی

تب کہا اس نے الکھنا لیجیو (فاعلن)　　آدمی کل اپنا بھجوا دیجیو (فاعلن)

تیسری بحر رجز اس مین قافیہ متدارک جب آئےگا کہ عروض وضرب سالم یعنے مستفعلن یامخبون یعنے مفاعلن ہون۔
مثال اول۔

نظیر اکبرآبادی

جو اور کی بستی رکھے اُس کا بھی بستا ہے پُرا (مستفعلن)
جو اور کے مارے چُھری اُس کے بھی لگتا ہے چُھرا (مستفعلن)

حافظ بانگی پوری

اے ابطحی ویثربی اے محتشم اے محترم (مستفعلن)
اے مخزن صدق وصفا اے معدن جود وکرم (مستفعلن)

مثال دوم۔

مومن

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری (مفاعلن)
کثرت درد سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری (مفاعلن)

چوتھی بحر کامل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے متفاعلن یامضمر یعنے مستفعلن ہون مثال اول۔

امیر مینائی

شب جشن خالق بحر وبر جو طلب ہوے تو بندھی کمر (متفاعلن)
صف انبیا تھی ادھر ادھر وہ نجوم مین صفت قمر (متفاعلن)

ولہ

کیے خلق حق نے جو انبیا انھین ایک ایک شرف ملا (متفاعلن)
جو کلیم کو ید بیضا تو مسیح کو دم جان فزا (متفاعلن)

مثال دوم۔

طالب

نہ ہوئی کبھی تجھسے خطا نہوا کرو مجھپر خفا (مستفعلن)
نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا (مستفعلن)

پانچوین بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فعل عین مفتوح ولام ساکن سے ہون اور اس مین دو ساکن اس طرح ہوتے ہین کہ فعل کے قبل فعولن آتا ہوا اُسکا نون ساکن ہے پس فعولن کا نون ساکن بمنزلے ساکن ماقبل فا کے ہی تو نون ساکن اور لام ساکن کے درمیان فا و عین متحرک ہووے جیسے اس شعر مین۔

میرحسن

وحوش و طیور ون تلک تاب تحمل (فعل)
وہ ہاتھون مین سونے کے موتے کڑے (فعل)
پڑے آشیانون سے اپنے نکل (فعل)
جھلک جس کی ہر رہ ہر قدم پر پڑے (فعل)

چھٹی۔ بحر متدارک اس مین جب آتا ہی کہ عروض و ضرب سالم ہون جیسے اس شعر مین قطعۂ تاریخ رحلت شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے۔

رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا (فاعلن)
شعرگوئی اُٹھی لکھنؤ سے ولا (فاعلن)

ساتوین۔ بحر منسرح اس مین جب آتا ہی کہ عروض و ضرب مطوی مکسوف یعنی فاعلن آوین جیسے۔

سودا

اتنے لیے صاحبو آگے یہ ہم سے اڑے (فاعلن)
تا کوئی جانے انھین یہ بھی ہین شاعر بڑے (فاعلن)

آٹھوین بحر مضارع اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

میر

آداب سلطنت سے نہ تھا مجھکو رابطہ (فاعلن)
حرکت نہوتی مجھسے کوئی غیر ضابطہ (فاعلن)

نوین۔ بحر سریع اس مین قافیہ متدارک جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مطوی کسوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

شہید

مجھکو نہین چاہیے باغ ارم (فاعلن)
سر ہو مرا اور وہ خاک قدم (فاعلن)

قافیہ متراکب

یہ قافیہ دو بحروں مین آتا ہے۔
ایک بحر رجز مین جبکہ عروض وضرب مطوی یعنی مفتعلن ہون جیسے۔

قدیر

اب نہین طاقت کہ سہے خون شدہ دل رنج وتعب (مفتعلن)
لطف کرو لطف کرو چھوڑ دو سب قہر وغضب (مفتعلن)

دوسری بحر رمل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فعلن بکسر عین ہون اور یہان دو ساکنون کے درمیان تین متحرکون کے جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ فعلن سے پہلے فعلاتن آتا ہے اور اس کا نون ساکن ہے پس فعلاتن کا نون ساکن بمنزلہ الساکن ماقبل فعلن کے ہر تو فعلاتن کے نون ساکن اور فعلن کے نون ساکن کے درمیان تین حرف متحرک یعنے ف ع ل ہوے۔ جیسے مومن کے اس شعر مین۔

جگر وسرزنش نشتر غم (فعلن) سینہ وقف خلش خار الم (فعلن)

فائدہ ان چارون قسمون کا قافیہ بحور مذکورۂ بالا مین واقع ہونا بر سبیل حصر کے نہین اور ابیات مردف مستثنٰی ہین اور قافیہ متکاوس چونکہ عربی سے مخصوص ہے اور اشعار فارسی مین بھی گنجائش قافیہ نہین کرتے اسلیے کہ فاصلۂ کبرٰے ہے لہذا اُس کا بیان فضول ہے یہ مثالین جو تمام قافیونکی دی گئین اور اشعار ہر قسم کے برعایت بحور لکھے گئے اس سے یہ مطلب نہین ہر کہ ایک قصیدہ یا غزل وغیرہ مین ایک ہی قسم کا قافیہ ہونا چاہیے نہین بلکہ یہ مراد ہے کہ قافیہ عربی مین ان پانچ قسمون سے اور ریختہ مین پہلی چار قسمون سے زیادہ نہین ہو سکتا خواہ ایک غزل وقصیدہ مین چند طرح کا قافیہ لائین اور ایک مطلع مین ایک مصرع کا قافیہ ایک قسم کا ہو اور دوسرے مصرع کا قافیہ دوسری قسم کا جیسا کہ علی العموم شائع ہے۔

اور یکی مثالون مین اس قسم سے اشعار تلاش کرکے لکھے گئے ہین جنکے دونون مصرعون مین ایک قسم کا قافیہ ہے اور شاعر اگر اسکا التزام کرے اور دونون مصرعون مین مطلع کے یا ہر ایک شعر مین غزل و قصیدہ کے ایک قسم کا قافیہ لائے تو لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہے۔

تنبیہ یہان یہ سوال پیش آتا ہے کہ نون غنہ محققین اہل عروض کے نزدیک حرف مین داخل

نہین ہے اس وجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے ہین پھر اس شعر مین نون غنہ کا کیون اعتبار کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اہل قافیہ کے نزدیک نون غنہ معتبر ہے اور اسکو ایک علٰحدہ حرف سمجھتے ہین چنانچہ مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حروف مین داخل نہین اسوجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے اسی طرح جو حرف تلفظ مین نہ آئے یا جہان کوئی حرف دو حروف کی ترکیب سے حاصل ہوا ہو ان مین سے ایک کو شمار نہین کرتے جیسے واؤ خود کی اور تا و دال راست دار کی اور نون چاند کا اور اہل قافیہ ان حروف کا اعتبار کرتے ہین۔

پانچوان شعر ردیف کے بیان مین

پوشیدہ نرہے کہ ردیف کو شعراے عجم نے اختراع کیا ہے شعراے عرب کے یہان مانند رباعی اور تخلص کے اسکا دستور نہین لیکن سکاکی نے شعراے عجم کی اتباع سے چند غزلین مردف کہی ہین اور رباعی گو اُس سے بھی پہلے دوسرے شعراے عرب نے شعراے عجم کی تقلید سے اختیار کیا ہے۔

ردیف اس لفظ کا نام ہے جو قافیے کے بعد آتا ہے اور دو قسم پر ہوتا ہے ایک مستقل کہ براہ استقلال حقیقی آخر ابیات مین بقید تکرر وارد ہو دوسرا غیر مستقل یعنی مستقل حکمی وہ ہے جو قافیہ معمول تحلیلی مین پایا جائے کہ نصف لفظ کو قافیہ اور نصف کو ردیف ٹھہرائین مگر باتفاق جمہور یہ لفظ خواہ کلمہ ہو یا کلام مستقل اور متحد اللفظ والمعنے ہوتا ہے اور معنے شعر کے اس سے ایسے متعلق ہوتے ہین کہ بے اُسکے تمام نہین ہوتے

مثال ردیف متفق اللفظ والمعنے کی۔

سودا

جو گذرے مجھپر اُسے مت کہو ہوا سو ہوا مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر	بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہلے شعر مین کہو اور رجا اور دوسرے شعر مین دھو قافیہ ہے اور ہوا سو ہوا ردیف۔

شاد

زخمی کو محبت کے سب ٹیچ ہے راحت ہے
گر یون بھی تو چھیڑے کے تو سنگ جراحت ہے

راحت اور سنگ جراحت قافیہ ہے اور ہے ردیف ہے۔

نواب احمد علی خان رند

حشر کو جب حساب مانگینگے
الامان شیخ و شاب مانگینگے

اپنے ساقی لاابالی سے
رندوان بھی شراب مانگینگے

پہلے شعر مین حساب اور شاب اور دوسرے شعر مین شراب قافیہ ہی اور مانگینگے ردیف۔

حالی

ہین یار رفیق پر مصیبت مین نہین
ساتھی ہین عزیز لیک ذلت مین نہین

اُس بات کی انسان سے توقع ہی عبث
جو نوع بشر کی خود جبلت مین نہین

پہلے مصرع مین مصیبت اور دوسرے مین ذلت اور چوتھے مین جبلت قافیہ ہی اور مین نہین ردیف

مؤلفہ

اس دل دیوانہ پر وحشت ہے طاری اندنون
لا کوی موج ہوا زنجیر بھاری اندنون

چین دم بھر بھی آہین لینے نہین دیتی ہو آہ
کام کر جائے گی اپنا بے قراری اندنون

ان دنون دونون شعرون مین ردیف ہے۔ خواجہ نصیرالدین طوسی کے نزدیک لفظونکی تکرار شرط ہے نہ معنے کی یعنے اگر دوسرے شعر مین یہ کلمہ دوسرے معنی مین آجائے تو درست ہی جیسا کہ مرزا سلیمان شکوہ کے ان دو شعرون مین۔ سے

گالیان سیکڑون ہر بات پہ اب دینے لگے
دیکھیو جھڑتے ہین کیا منھ سے مرے یار کے پھول

کس طرح ان کی بلائین کرون کیونکر تعظیم
دست و پا اپنے گئے دیکھتے ہی یار کے پھول

غالب

صبحدم دروازۂ خاور کھلا
مہر عالم تاب کا منظر کھلا

خسرو انجم کے آیا صرف مین
شب جو تھا گنجینۂ گوہر کھلا

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
صبح کو راز مہ و اختر کھلا

ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ
دیتے ہین دھوکا یہ بازیگر کھلا

بزم سلطانی ہوئی آراستہ
کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تاج زرین مہر تابان سے سوا
خسرو آفاق کے منھ پر کھلا

جرأت

بجاز گوہر سرشک چشم سے دامان تر پایا — تری دولت سے لیس ای عشق ہمنے خوب بھر پایا

سکھادی پردہ داری حسن نے یہ اسکو خاموشی — کہین قسمت سے ہمسایہ جو اُسکے ہمنے گھر پایا

جواز راہ تلطف پاؤن وہ رشک ملک رکھے — تو پہونچے کرسی دل کا ہمارے عرش پر پایا

خواجہ نصیر الدین طوسی کا یہ بھی قول ہے کہ مستقل ہونا ردیف کا بھی ضرور نہین ہے کلمہ ردیف مستقل ہو یا غیر مستقل دونون طرح درست ہے لیکن ردیف غیر مستقل سے خواجہ کی مراد وہ حروف قافیہ ہین جو بعد حرف وصل کے آتے ہین مثل خروج اور مزید اور نائرہ کے مگر اتفاق جمہور قول اول ہی پر ہے یعنے مستقل ہونا ردیف کا شرط ہے پس ان اشعار مین۔

حالی

وہ نبیون مین رحمت لقب پانے والا — مرادین غریبون کی بر لانے والا

مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

خواجہ کے نزدیک پانے والا اور لانے والا اور آنے والا اور کھانے والا کے حرف ی وال ردیف مین داخل ہین کیونکہ یاے تحتانی خروج ہے اور واو مزید اور الف نائرہ اور لام اور الف نائرے کی فرع ہین اور جمہور کے نزدیک یہ قافیے مین داخل ہین۔

نواب کلب علی خان مرحوم والی رامپور کی ایک غزل ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔

وہ چشم و رخ دکھاتے ہین سیر گل و شراب — گیسو و لب ہین پیش نظر سنبل و شراب

واعظ نماز و روزہ مبارک رہے تجھے — یان بزم مین ہے زمزمہ قلقل و شراب

اس مین واو حرف عطف ردیف مین داخل ہے اور شراب کے شامل ہے حالانکہ حقیقت معنوی کلمہ غیر مستقل ہوتا ہے لیکن اس مین کوئی مضائقہ نہین جبکہ ردیف کے لیے استقلال ضرور نہین حرف عطف معطوف علیہ اور معطوف دونون سے تعلق رکھتا ہے۔

شیخ امام بخش ناسخ کے کلام مین غلطی کا گمان بہت کم کیا جاتا ہو ایک مرتبہ دیوان دوم عـه کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ردیف المیا مین یہ غزل نظر پڑی۔ ؏

کر دیے خط نے ترے عارض پر نور سیاہ — ہو گیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

غرض کہ اس ساری غزل مین جو طور کافور بلور قافیہ اور سیاہ ردیف ہے دوسرا شعر یہ ہے۔ ؏

عـه مطبوعہ مطبع نولکشور ماہ فروری ۱۹۰۰ء بار ہفتم ۱۲

یاد ساقی میں ٹپکتی ہے شراب اشک کی جا		ہیں مرے دیدۂ تر یا کہ ہیں بلور سیاہ

اس شعر میں رائے مہملہ بلور کی کسرۂ توصیفی جاتی ہے مگر محاورۂ اردو میں بعض موقع پر ساکن پڑھنا بھی جائز ہے جو قیاس لغوی کے خلاف ہے شیخ مقطع میں فرماتے ہیں ؎

پاس جو بیٹھ کے پڑھتے تھے غزل وہ گئے دن		اب تو ناسخ کبھی کر آتے ہیں ہم دور سے آہ

مقام غور ہے کہ لفظ سیاہ میں لفظ آہ جز بھی نہیں کیونکہ لفظ سیاہ میں یائے تحتانی متحرک اور الف ساکن ہے اور شیخ مقطع کی ردیف میں سے ان کا ترجمہ اور آہ الف ممدودہ سے لائے ہیں میر نے اس سے بھی ایک عجیب کام کیا ہے کہتے ہیں ؎

اثر ہوتا ہماری گرد عصا میں		لگ اٹھتی آگ سب ارض و سما میں
کفن کیا عشق میں میں نے ہی پہنا		کھنچے تو ہوں میں بھتیرے دل کے جائے
ضعیف و زار تنگی سے ہیں ہر چند		ولیکن میر اڑتے ہیں ہوا میں

ساری غزل میں دعا اور سما اور ہوا وغیرہ قافیہ اور میں ردیف ہے مگر دوسرے شعر میں جائے کو لا کر جا کو قافیہ کے مقابل مانا ہے اور ے کو ردیف کے باوجودیکہ اور جگہ میں تین حروف کا کلمہ ہے اور آخر میں نون غنہ ہے ایسی ردیف نہایت معیوب ہے ۔

میر سید حسین

کوچہ ترا اے سرو رواں رشک چمن ہے		بلبل کی روش کوچے میں عاشق کا وطن ہے گلزار گویا
عاشق جو شب وصل ہوا طالب بوسہ		ہو جاتے ہیں خاموش وہ ہر ایک سخن میں قرار ہے گویا

شعر اول میں لفظ ہے ردیف ہے اور باقی اشعار میں لفظ میں ردیف واقع ہوا ہے اور یہ غلط ہے ہاں اگر اس امر کا اشارہ کردیں تو مضائقہ نہیں چنانچہ شعرائے ریختہ کے یہاں یہ دستور ہے کہ مقطع میں غزل آخر کے اختلاف ردیف کا اشارہ کر دیتے ہیں چنانچہ انشا کہتا ہے ۔

بدل اب ردیف کو اک غزل کہو انشا بحر کوئی پڑھا		کہ مرے ہی عرش عظیم سے بھی کچھ اس گھڑی ہے دماغ دل
غم و درد و تاسف یاس الم سے دلا تجھے آہ فراغ کہاں		مری جان نے پیا شراب یہ کیسے خم بادہ کدھر ہے ایاغ کہاں

ولہ

کل بھی محفل سے تری ہم نہ اٹھے بیٹھ گئے		تو نے [illegible] سبھی یاں تک کہ لگے بیٹھ گئے
کہہ دلا اور بہ تبدیل ردیف ایسی غزل		تا بہ [illegible] بھی نصیب [illegible] بیٹھ گئے

تپش دل ہی سے ہم ملکے گلے بیٹھے ہین	چھیڑمت شعلۂ گل بسکہ جلے بیٹھے ہین

جائز ہے کہ تمام شعر یا تمام مصرع قافیہ اور ردیف ہو جلیے -

ظفر

صنما ہم کہین تو کیا کہوین مدعی کہنے ہی نہین دیتے	انجمدا ہم کہین تو کیا کہوین مدعا ہم کہین تو کیا کہوین

گلزار نسیم

بے رُخ ترے واسطے ہوئی مین	فرخ ترے واسطے ہوئی مین

ولہ

رنجور جو ہون تو مین تھین کیا	مجبور جو ہون تو مین تھین کیا

منشی انوار حسین تسلیم

زاہدون کے طفیل سے یارب	عابدون کے طفیل سے یارب

ولہ

سونا سوگند ہو گیا اُس کو	رونا سوگند ہو گیا اُس کو

درد

اے درد بہت تونے ستایا ہمکو	بے درد بہت تونے ستایا ہمکو

سیّد منصور علی رامپوری

کسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین بیچین کرے اُسے بھی کوئی یارب	اسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین جسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین

مومن

کیا مناسب تھے یہ بے باک سخن	نامناسب تھے یہ بے باک سخن

ناسخ

عشق بد ہے اے دل نادان سمجھ گر نہ ہو ظلمات کا کل مین نہ جا	یہ سند ہے اے دل نادان سمجھ نا بلد ہے اے دل نادان سمجھ

قول ناسخ نہ شغل عشق مین رہ — مستند ہے ای دل نادان مجھے

رنگین

شب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا — جب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا
دل تجھکو بہت چاہتا ہے ای رنگین — اب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا

ردیف کا جو لفظ زائد واقع ہو کہ معنے سے کچھ تعلق نہ رکھتا ہو اُسے **ردیف معیت** کہتے ہین خاقانی کے عہد سے مرزا صائب کے زمانے تک تمام شاعرون کے کلام مین یہ ردیف پائی جاتی ہے مگر متاخرین نے اسے فضول سمجھ کر یک قلم ترک کر دیا خاصکر مطلع مین ایسی ردیف کا آنا زیادہ تر معیوب سمجھا ہے جیساکہ اس شعر مین مرزا دبیر کے ۔

چلائی سکینہ کہ خدارا ارے لوگو — بتلاؤ نہین ضبط کا یارا ارے لوگو

دونون مصرعون مین پہلی ردیف بیکار ہے ۔

حافظ عمر دراز فائض

ساقیا بادۂ دوشینہ کا اک جام پلا — مین نہین معتقد کفر نہ اسلام پلا

پچھلے مصرع کی ردیف زائد ہی۔

محمد حسین آزاد

اس تیرہ شب مین شاعر روشن دماغ ہے — بیٹھا اندھیرے گھر مین جلائے چراغ ہے

پہلے مصرع مین ردیف زائد ہی اسلیے کہ شاعر روشن دماغ مبتدا ہی اور بیٹھا خبر ہے دوسرے مصرع مین ہے رابطہ ہی درمیان مبتدا و خبر کے پس پہلے مصرع مین ہے کی ضرورت نہین اور جلائے چراغ حال ہے اور اس تیرہ شب مین اور اندھیرے گھر مین خبر سے متعلق ہین ۔

آتش

کہے جو یوسف اُنھین کوئی تو یہ کہتے ہین — ہمین بھی بیچے ہو تم بیچنے کے قابل کا

لفظ کا کہ ردیف ہی بیکار ہی ۔

خواجہ وزیر

کیون نہ انگشت شہادت سے ہون بسمل قاتل — تیر دستی ہین نہین تیری انامل قاتل
دل ترا قتل پہ کیونکر نہ ہو مائل قاتل — آب شمشیر عناصر مین ہے داخل قاتل

ایک ایک ردیف بیکار رہی۔

ولہ

اُس صنم کو خدا کہوں نہ کہوں	ہے سخن گو مگو خدا حافظ

ردیف زائد ہے۔

شمس النسا بیگم متخلص بہ شرم

ہجر میں مجھکو اگر ہوگی شفا کیا حاصل	لوگ کرتے ہیں عبث میری دوا کیا حاصل

دوسرے مصرع میں عبث نے کیا حاصل کو بیکار کردیا ہے۔

میر وزیر علی صبا

نقد دل ہاے چرا کر بُت پُرفن کیسا	چپکے بیٹھا ہی جُھکائے ہوے گردن کیسا

دوسری ردیف بیکار رہی۔

ولہ

دیکھکر رنگین ترا رخسار قیصر باغ مین	گُل سے بُلبُل ہوگئی بیزار قیصر باغ مین

دوسری ردیف زائد رہی۔

منیر

مرجع روح ملک ثانی عقل اول	زائر حضرت شاہ شہدا ہے ہے واے
اُنکی تصنیف ہین کیا کیا کتب بسوطہ	باقیات الصلحا شمس ضحا ہے ہے واے

دوسرے شعر مین ردیف فضول ہے۔

حسرت

دل اُسکی سیہ زلف کا مارا نہ جیے گا	افعی جوڑے کچھ نہین چارا نہ جیے گا

دوسری ردیف بیکار ہے۔

ضامن

چشم گریان سینہ بریان سیکڑون	ہین ترے کوچے مین جانان سیکڑون

دوسری ردیف فضول ہے۔

فائق

ترے عارض سے ہین شرمندہ ای سیمین تن پانچون		گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون

جس شعر مین ردیف ہو اُسے مُردّف کہتے ہین اور یہ مفعول ہے تردیف کا اور جس مین ردیف نہ ہو حرف قافیہ ہو اسے مقفّےٰ بولتے ہین **فائدہ** واجب و لازم ہے کہ غزل و نظم مین ردیف پر ہرگز کفایت و حصر نکرے جس طرح پر دائم کے شعرون مین جو طبقہ شعراے متقدمین مین سے ہے۔

تجھ قد کی طرح سرو گلستان مین نہین ہے		مانند لب تیرے لعل بدخشان مین نہین ہے
مست زلف ہالا اس ہین غریبون کا ہی دل ایسا		کچھ آس بھی جینے کی غرض اس مین نہین ہے

بدخشان و خراسان و گلستان قافیہ اور ہین نہین ردیف قرار دے کر مصرعہ رابعہ مین قافیہ نہ رکھا اور ردیف پر اکتفا کی۔

جُرأت

دیدۂ حسن کو بھی دید کی ہو جسکے ہوس		ساق پا ہو یہ بلورین کہ جلے اُسپہ ہوس

اگر لفظ اُسپہ کو یون لکھین اُس پے تو عیب رفع ہو جائیگا۔ مگر بے معنی ہو جائیگا۔

سودا

عاشق تو نامراد ہین بس اس قدر کہ ہم		دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کے ہم

اس شعر مین بھی اگر لفظ اس قدر کہ ہم کی کاف کو یون لکھین (کے) تو عیب نہ رہے گا۔ مگر بے معنے ہو جائے گا۔

ولہ

محمدؐ باعث ایجاد افلاک		محمدؐ علت غائی افلاک

مثنوی طالب علی خان عیشی

بے عشق سے داغ داغ لالہ		ہے عشق اثر طراز لالہ

مثنوی گلزار عشق

واہ رے ظالم تری بے باکیان
طرفہ تر ہین کچھ تری بے باکیان

بُدھ سنگھ قلندر

نہین ہے وصل ہمارے نصیب یا قسمت	بنے ہین غیر کے ہی آوے نصیب یا قسمت
تھی جن لبون سے طمع بوسہ گالیان بھی نہین	اب ایسے چھوٹ گئے یہ نصیب یا قسمت
ملا تھا یار ٹک اک غیر اگر نہ بہکا دے	یہ ویسی میری کمان ہی نصیب یا قسمت
نہین جو فضل قلندر تو کیون ہون نومید	کہین اُلٹ نہین دیکھے نصیب یا قسمت

فائدہ متقدمین کا قاعدہ تھا کہ واحد کے لیے وہ اور یہ ہا کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور جمع کے لیے وے اور یے حرف اول کے کسرے سے لاتے تھے اسی بنا پر قلندر کی غزل کا قافیہ معلوم ہوتا ہے اور اس صورت مین عیب نہ رہے گا۔ ان قافیون مین ایک غلطی یہ ہے کہ حرف ماقبل روی کی حرکت کا اختلاف ہے۔

آج کل جو لوگ انگریزی شاعری کی کورانہ تقلید کرتے ہین وہ تو سرے سے قافیہ ہی کو بیکار کہتے ہین ردیف کا ذکر کیا شاید انگریزی زبان کی ساخت اسی قسم کی ہو جیسا کہ عربی مین ردیف نہایت بدنما معلوم ہوتی ہے لیکن فارسی اور اردو مین تو ردیف نہایت لُطف پیدا کر دیتی ہے البتہ ردیف کے التزام کے لیے بہت بڑا قادر الکلام ہونا ضروری ہے ورنہ ردیف کے التزام کے ساتھ آمد اور بے ساختگی قائم نہین رہتی لیکن اگر یہ خوبی ہاتھ سے نہ جانے پائے تو ردیف سے شعر چمک جاتا ہے ان دونون شعرون پر غور کرو۔

ساقیا عید ہے لا بادہ و مینا بھر کے	کہ مے آشام پیاسے ہین مہینا بھر کے
ولہ	
چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم	ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم

دونون شعر اپنی حیثیت سے لاجواب ہین لیکن پہلے شعر کو ردیف نے کسقدر چمکا دیا ہے۔

تیسرا جزیرہ فصاحت وبلاغت مین

امام فخر الدین رازی نے نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین کہا ہے کہ بلاغت یہ ہے کہ آدمی کا عبارت مین اُس باریکی کو پہونچنا جو اسکے دل مین ہے اور ساتھ اسکے خلل پیدا

کرنے والے اختصار اور ملال پیدا کرنے والی طوالت سے عبارت کو بچائے اور فصاحت یہ ہے کہ عبارت تعقید سے خالی ہو امام کا کلام نہایت مجمل ہے مین تفصیل کے ساتھ دوسری عبارت مین کہتا ہون کہ۔

فصاحت کلمہ اور کلام دونون مین پائی جاتی ہے یعنے کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی۔کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اُس مین جو حروف آئین اُن مین تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاس لغوی اور غرابت لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اُسکے سُننے سے کراہیت معلوم ہو اور کلام فصیح وہ ہے جو ضعف تالیف۔تنافر کلمات۔تعقید۔لفظ واحد کی کثرت تکرار پے در پے اضافت ابتذال۔تغیر اثقال۔تناقض وغیرہ عیوب نہ رکھتا ہو اور ان عیوب کا ذکر مفصل انشاء اللہ ہم آگے بیان کرین گے۔

بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کلمہ۔کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو یعنی عیوب سے خالی ہو اور مقتضاے حال کے بھی مناسب ہو **مقتضاے حال کے مناسب ہونا**۔ایسا جامع لفظ ہے جس مین بلاغت کے تمام انواع واسالیب آجاتے ہین مثلاً جہان تاکید کی ضرورت ہو وہان اختصار نہ کیا جائے اور جس جگہ اختصار وایجاز چاہیے وہان اطناب وطوالت نہ ہو۔مبتدا اور خبر کہان مقدم لائے جائین اور کہان موخر کہان معرفہ ہو کہان نکرہ کہان مذکور ہو کہان محذوف اسناد کہان حقیقی ہو کہان مجازی جملہ کہان خبریہ ہو کہان انشائیہ اور فقرون مین کہان وصل ہو کہان فصل غرضکہ کلام مناسب موقع ومقام کے ہو یہان سے معلوم ہوا کہ فصاحت کو بلاغت ضرور نہین ہے بلاغت کو فصاحت ضرور ہے یعنے جہان فصاحت ہو وہان بلاغت ضرور نہین اور جس جگہ بلاغت ہو گی وہان فصاحت ضرور ہو گی لیکن کلام کی فصاحت کے مدارج مین اختلاف ہے بعض الفاظ فصیح ہین بعض فصیح تر بعض اُس سے فصیح تر لیکن کلام کی بلاغت مین صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہین بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب مین آئے اُسکی ساخت ہیئت نشست سُبکی اور گرانی کے ساتھ اُسکو خاص تناسب اور توازن ہو زور طبع اور اُصول شاعرانہ قائم ہو اور جو لفظ جس مصرع کا حق ہو اُس مین آئے ورنہ فصاحت قائم نہ رہے گی مثلاً میر کہتے ہین۔ ؎

ابر اُٹھا تھا کعبے سے اور جھوم پڑا میخانے پر	بادہ کشون کا جھرمٹ ہیگا شیشہ اور پیمانے پر

اگرچہ اصل محاورہ ابر قبلہ ہو اور وہ یہان آبھی سکتا ہے لیکن کعبے سے دو را مصرع کی ترکیب

گرم ہوگئی ہے۔

سودا

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہی سودا | ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر یہان ساغر کی جگہہ پیالے کا لفظ آئے باوجودیکہ دونون ہم معنی ہین تو شعر پایۂ فصاحت و بلاغت سے گرجائیگا میر انیس کا مصرع ہی ع۔

فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور

صحرا و جنگل دو ہم معنے الفاظ ہین لیکن اگر اس مصرع مین صحرا کے بجاے جنگل کا لفظ آئے تو خود یہی لفظ غیر فصیح معلوم ہو اور انہی کا ایک شعر ہی ۔

طائر ہوا مین مست ہرن سبزہ زار مین | جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین

یہان جنگل کے لفظ نے جو فصاحت پیدا کی ہی وہ صحراے نہین ہوسکتی انہی کا ایک شعر ہی

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا | تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا

اوس اور شبنم ہم معنے ہین اور دونون فصیح ہین مگر یہان اوس کی جگہ شبنم کا لفظ لایا جائے تو یہی لفظ غیر فصیح ہوجائیگا لیکن یہی شبنم کا لفظ اس شعر مین نہایت فصیح ہے ۔

خواہان تھے زیر گلشن زہرا جواب کے | شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

اگر یہان شبنم کے بجاے اوس لائین تو فصاحت بالکل جاتی رہے۔

انشا

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی | تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

یہان لگ کی جگہہ لے لکھنے سے شعر کی گرمی جاتی رہے گی۔ صاحب کمال کی یہ بات ہی کہ جو لفظ جس مقام پر اُسنے بٹھادیا ہے اُسی طرح رہے تو ٹھیک ہوتا ہے نہین تو شعر رتبے سے گرجاتا ہے۔ اور شکلم کی یہی فصاحت و بلاغت ہے کہ مضمون کو ایسے الفاظ مین بیان کرے جو عیوب کلام سے پاک اور مقتضاے حال کے موافق ہون اور اپنے زور طبعی سے لفظون کی پس و پیش سے اس بندوبست کے ساتھ ترکیب دے کہ پڑھنے سے لطف معلوم ہو۔

ایضاح مین لکھا ہے کہ مقتضاے حال مختلف ہوتا ہے کیونکہ مقامات کلام کے متفاوت ہوتے ہین چنانچہ نکرے کے مقام پر معرفے کے خلاف ہوتا ہے اور اطلاق کا مقام تقیید کے خلاف ہوتا ہے اور تقدیم کا مقام تاخیر کے خلاف ہوتا ہے اور ذکر کا مقام حذف کے خلاف ہوتا ہے اور قصر کا حال اسکے مخالف سے بتاین رکھتا ہے اور وصل کا مقام مباین ہے فصل سے اور ایجاز کا مقام مخالف

ہوتا ہے اطناب ومساوات کے مقام سے وغیرہ وغیرہ۔

کلام فصیح وبلیغ مین کبھی کچھ صنائع لفظی ومعنوی بھی پائی جاتی ہین جو زیادہ تر باعث خوبی کلام ہوتی ہین اور بلاغت کلام کا مرجع دُو باتون کی طرف ہے جب تک وہ دونون باتین حاصل نہ ہون بلاغت حاصل نہین ہو سکتی جس طرح بغیر دولت کے حاصل ہوے سخاوت حاصل نہین ہو سکتی اُن دونون باتون سے ایک یہ ہے کہ معنی مقصود کے ادا کرنے مین غلطی سے بچے دوسری بات یہ ہے کہ کلام فصیح وغیر فصیح مین تمیز کر سکے۔ بغیر غلطی سے بچے اور لفظ فصیح وغیر فصیح مین تمیز حاصل ہوے کسی کا کلام بلاغت کے رتبے کو نہین پہونچ سکتا۔

اگر کوئی شخص مضمون کو ایسے الفاظ مین ادا کرے جو مقتضاے حال کے مطابق نہون یا مقتضاے حال کے تو مطابق ہون لیکن فصیح نہون تو وہ بلیغ نہین سمجھا جائیگا۔

کلام فصیح اور غیر فصیح مین تمیز علم لغت۔ صرف۔ نحو۔ اور حس سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ علم لغت سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے اور یہ غریب ہے اسی طرح علم صرف سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ لفظ کو اس طرح استعمال مین لانا قیاس لغوی کے مطابق ہے اور اس طرح استعمال کرنا قیاس لغوی کے مخالف ہے اور علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی کیفیت روشن ہوجاتی ہے اور بعض چیزون کو حس معلوم کر لیتا ہے چنانچہ حروف اور کلمات کا تنافر حس سے معلوم ہوجاتا ہے مگر ان چارون سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے کیونکر بچ سکتے ہین اور نہ تعقید معنوی کا حال معلوم ہو سکتا ہے اسلیے علما نے معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے بچتے رہنے کے لیے علم معانی ایجاد کیا اور تعقید معنوی کو جاننے کے واسطے علم بیان نکالا ان دونون کو علم بلاغت کہتے ہین اور صنائع لفظی ومعنوی کو پہچاننے کے واسطے بھی ایک علم علٰحدہ ایجاد کر کے اُس کا نام **علم بدیع** رکھا اور یہ علم معانی وبیان کا تابع ہے کیونکہ صنائع وبدائع بلاغت کے تابع ہین یہان پر تینون علمون کا بیان علٰحدہ علٰحدہ جزیرے کی مناسبت سے ایک ایک شہر مین کیا جاتا ہے۔

خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ کلام مین دُو قسم کا حُسن ہوتا ہے۔

(۱) ذاتی اور وہ یہ ہے کہ بدون اُسکے کلام صحیح نہ ہو اور اُسکو پسند نہ کرین اور یہ بات علم معانی سے معلوم ہوتی ہے۔

(۲) حسن عارضی یہ ہے کہ اُس سے کلام فصیح و بلیغ کی رونق بڑھ جاے یہ تین طرح پر ہے (الف) لطافت (ب) رعایت نسبت (ج) اور صناعت۔

لطافت یہ ہے کہ کلام سے سواے معنی مراد کے دوسرے معنے بطریق لطیفے کے نکلتے ہون جیسے انشانے جرأت کے نام کا معما کہا تھا۔ ؎

سر مونڈی نگوڑی گجراتن + گجراتن کا سر اور پانوٗن دور کرنے سے جرات پیدا ہوتا ہے لطیفہ اس مین یہ ہے کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام ہے۔

رعایت نسبت یہ ہے کہ متکلم جس چیز کا بیان شروع کرے اول سے آخر تک اُسکی رعایت ملحوظ رکھے اور مناسبات کو جمع کرتا ہے۔

صناعت یہ ہے کہ اُسے ماہران سخن آرائش کلام کے لیے اختیار کرتے ہین اور علم بدیع مین اس کا حال مفصل مذکور ہوتا ہے۔

شہر پہلا علم معانی کے بیان مین

علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ لفظ مقتضاے حال کے مطابق ہے یا نہین۔

موضوع اس کا اُردو کے اہل بلاغت کی ترکیب مقتضاے مقام کی مطابقت کے ساتھ ہے اسی مطابقت کو جو کلام کی طرز سے سمجھی جاتی ہے خاصیت الترکیب کہتے ہین اسکی رعایت وہی کر سکتا ہے جو بلاغت سے بہرہ رکھتا ہو اور وہی اُسکو سمجھ سکتا ہے جس کا ذوق سخن فہمی صحیح اور دُرست ہو اُسکی **غایت** یہ ہے کہ ذہن سخن کی مطابقت مین مقتضاے حال کے ساتھ خطا و غلطی سے محفوظ رہے پس اگر اُن قواعد پر لحاظ رکھین تو کسی لفظ کے معنی مراد لینے مین خطا و غلطی واقع نہوگی اور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ کلام فصیح و بلیغ ہے یا نہین کلام اُن دو یا زائد کلمون کو کہتے ہین جو باہم اسناد رکھتے ہون یعنی اُن کے درمیان مین نسبت ہو جیسے نسبت فعل و فاعل یا مفعول بہ کی یا نسبت مضاف و مضاف الیہ یا موصوف و صفت کی اور کلام دو حال سے خالی نہین یا سکوت متکلم کا اُس پر صحیح ہو اور سُننے والے کو اُس کلام سے فائدہ حاصل ہو جائے یا اُس پر سکوت دُرست نہو اور اسقدر

کلام سے کچھ مطلب نہ معلوم ہوتا ہو قسم اول **کلام مفید و تام** اور قسم ثانی کو **کلام غیر مفید و ناقص** کہتے ہین مثال کلام تام کی زید کھڑا ہے عمرو کو مارو مثال کلام غیر مفید کی زید کا گھوڑا صاحب کی گھڑی - چالاک گھوڑا بے حیا آدمی - کلام مفید و تام کو جملہ بھی کہتے ہین جیسا کہ مفصل مین زمخشری کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے لیکن تساوی کلام و جملہ مین اختلاف ہے شیخ جمال الدین بن ہشام مغنی مین کہتا ہے کہ کلام جملے سے خاص ہے مرادف نہین کیونکہ کلام اس قول کو کہتے ہین جو مفید بالقصد ہو اور جملہ عبارت ہے فعل اور فاعل اور مبتدا و خبر اور اُس چیز سے جو بمنزلے مبتدا یا خبر کے ہو اور عموم کی وجہ یہ ہے کہ جملے مین افادت شرط نہین ہے بخلاف کلام کے کہ اسمین یہ امر شرط ہے اسی سبب سے جملۂ شرط اور جملۂ جزا اور جملۂ صلہ کہا کرتے ہین اور کلام نہین کہتے کیونکہ کہنے والے کو اس سے فائدہ حاصل نہین ہوتا اور تہذیب النحو کی شرح مین لکھا ہے کہ کلام سے جملہ خاص ہے اسلیے کہ کلام خداے پاک کو جملہ نہین کہتے کلام کہتے ہین مگر اکثر نحاۃ کی راے یہی ہے کہ کلام اور جملہ مترادف ہین بالجملہ اسکی دو قسمین ہین خبریہ اور انشائیہ خبریہ اُسے کہتے ہین کہ مدلول کلام ایک ہی وقت صدق و کذب دونون کا احتمال رکھتا ہو **صدق** سے مراد نفس الامر اور واقع کے مطابق ہونا ہے اور **کذب** یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت نہو اور بعض نے خبر کی یون تعریف کی ہے کہ اُسکے کہنے والے کو ایک وقت مین جھوٹا یا سچا کہہ سکین اور فرق دونون تعریفون مین یہ ہے کہ پہلی تعریف کے مطابق غیر مصدق جملہ خبریہ ہوگا اسلیے کہ احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا وصف ہے اُسی کے نفس مفہوم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری تعریف کے مطابق احتمال صدق و کذب جملہ خبریہ کا وصف نہین ہو سکتا اسلیے کہ یہان صدق و کذب بالذات کہنے والے کا وصف ہے اور جملۂ خبریہ کا وصف کہنے والے کے ذریعے سے ہے - بعض کہتے ہین کہ خبر صرف سچائی کے لیے بنی ہے اور جھوٹ اُس سے عقل کی دلالت کے ساتھ مادے اور مقام کی خصوصیت کے سبب سے معلوم ہوتا ہے نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ صدق یہ ہوگا کہ حکم واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابق ہو نظام معتزلی یہ کہتا ہے کہ خبر کا صدق و کذب متکلم کے اعتقاد پر مبنی ہے پس اگر وہ خبر کو سچا سمجھتا ہے تو صدق ہے اور اگر جھوٹا جانتا ہے تو کذب ہے اور جاحظ کا یہ مذہب ہے کہ واقع کے ساتھ مطابق ہونے اور نہونے کا نام خبر کا صدق و کذب ہے اسکے سوا نہ صدق ہے نہ کذب ہے اور ہر ایک مذہب پر دلیلین موجود ہین جو مطولات مین مذکور ہین مثال اسکی یہ ہے زید کھڑا ہے - خالد چلا گیا - شیخ الٰہی بخش کو مارو **سوال** آفتاب ایک نورانی کرہ ہے اور زمین نارنگی کی طرح چپٹی ہے اور عالم حادث ہے اور اللہ معبود ہے اور خدا ایک ہے

اور محمد اللہ کے رسول ہین یہ تمام جملہ خبریہ ہین لیکن ان مین جھوٹ کا احتمال نہین پس ان پر
خبر کی تعریف صادق نہین آئی **جواب** ان مین لفظون کے معانی کذب کا احتمال رکھتے ہین
گو مسند الیہ یا مسند کی خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال نہین ہے اسی طرح کبھی کہنے والے کی
خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال اُٹھ جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خبر مین کذب کا احتمال نہین ہے غرضکہ اگر صرف خبر کے مفہوم کو دیکھا جائے تو وہ ضرور ایک وقت
مین دونون احتمال رکھتا ہے اور مسند الیہ یا مسند یا متکلم کی خصوصیت اُمور خارجیہ مین سے
ہے اور خبر کے سچا ہونے کی دلیل تواتر ہے لیکن شرط یہ ہے کہ غرض اور استہزا سے خالی ہو کیونکہ
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اہل غرض اپنے فائدے کے لیے امیرون کے سامنے جو دن بھر مکان مین
بیٹھے رہتے ہین اور دوسرے مقامات کی خبرین سُنکر دل خوش کرتے ہین جھوٹی خبرین اپنی
طرف سے گڑھ کر بیان کرتے ہین یا بطور ظرافت کے گپین مارتے ہین مثلاً آج جامع مسجد
کے پاس ایک گھوڑی ہاتھی کا بچہ جنی ہے اور اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کی خبر عوام مین
مشہور ہو جاتی ہے اور لوگ تماشا دیکھنے کے لیے جاتے ہین **انشا** وہ ہے جسکے مضمون مین
صدق و کذب کا احتمال نہو کیونکہ مخبر عنہ نہونے کی وجہ سے اُس سے خبر مقصود نہین ہوتی اور
جس چیز مین خبر مقصود نہ ہو اس مین صدق و کذب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ احتمال کا مدار
اس پر ہے کہ مخبر عنہ سے خبر دیجاوے اور جملۂ انشائیہ کا بولنے والا اپنی طبیعت سے ایک
مضمون ایجاد کرتا ہے چنانچہ کسی کو کہنا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ اور ہر جملے مین مسند الیہ اور مسند
کا ہونا ضرور ہے خواہ وہ اسناد خبری ہو یا انشائی۔ **مسند الیہ** وہ جس کی طرف کوئی امر منسوب
ہو **مسند**۔ وہ جس کو کسی کی طرف منسوب کرین اور ان دونون مین جو نسبت ہوتی ہے
اُسکو **اسناد** کہتے ہین اور وقوع ولا وقوع کو بعبارت نسبت تامہ ایجابیہ و سلبیہ سے ہے حکم کہتے
ہین اگرچہ نسبت مرکب غیر مفید مین بھی ہوتی ہے مگر وہ مخاطب کو فائدہ تام نہین دیتی یعنی
سُننے والا اُسکو سُنکر خاموش نہین رہ سکتا بلکہ اس سے مقصود دوسری چیز ہوتی ہے اور
مرکب مفید مین جو نسبت ہوتی ہے وہ مخاطب کو پورا فائدہ دیتی ہے اور اُسکو پھر کیا اور کون
کی احتیاج نہین رہتی۔ کیا کی احتیاج اُسوقت ہوتی ہے کہ ذات کو بغیر صفت کے بیان
کیا جائے یعنے کیا سے صفت کا سوال ہوتا ہے اور کون کی احتیاج اس حالت مین ہوتی
ہے کہ صفت کو بغیر ذات کے بیان کیا جائے یعنے کون سے ذات کا سوال ہوتا ہے پس

پورا فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ذات صفت کے ساتھ اُسی طریق سے بیان ہو اور بدون اسکے مطلب اور مفہوم بخوبی نہین سمجھا جا سکتا جیسے اس مثال مین زید کھڑا ہے زید مسند الیہ ہے اُسکی طرف کھڑے ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور کھڑا مسند ہے کہ اُسکو زید کی کی طرف منسوب کیا ہے اور جو نسبت زید مین اور کھڑا ہونے مین ہے اس کا نام اسناد ہے یا جیسے زید عمرو کو مارتا ہے زید مسند الیہ ہے کہ اُسکی طرف مارنا عمرو کا منسوب کیا گیا ہے اور مارنا مسند ہے کہ اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے اور نسبت جو زید اور مارنے مین ہے وہی اسناد ہے۔ مسند الیہ اور مبتدا اور مخبر عنہ تینون ایک چیز کے نام ہین اسی طرح مسند اور خبر اور مخبر بہ سے ایک چیز سمجھی جاتی ہے۔ سوا مسند الیہ اور مسند کے جملے مین جو اور کلمات ہون خواہ مفرد ہون خواہ مرکب ناقص یا تام اُن کو زوائد و توابع و لواحق و ملحقات کہتے ہین۔ مبتدا و خبر ملحق بہ فاعل کہلاتے ہین اور حال و تمیز و مستثنے ملحق بہ مفعول کیونکہ یہ تینون مثل مفعول کے فضلہ ہین اور کلام ان کے بدون تمام ہو جاتا ہے اس وجہ سے انھین شبیہ بمفعول بھی کہتے ہین اور مبتدا و خبر و فاعل عمدہ ہین اور مبتدا شبیہ بفاعل اور خبر شبیہ بفعل بھی کہلاتے ہین۔

الحاصل علم معانی مین آٹھ چیزون سے بحث کی جاتی ہے۔ اسناد خبری۔ مسند الیہ۔ مسند۔ متعلقات فعل۔ قصر۔ انشا۔ وصل و فصل۔ ایجاز و اطناب و مساوات۔ ان آٹھون چیزون کو شہر کے لحاظ سے ہم ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین۔

پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین

اسناد یعنی جو نسبت باہم کلمتین مین ہو اور اس سے مخاطب کو کوئی خبر معلوم ہوتی ہو اس خبر سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہین (۱) یا تو متکلم کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سامع ناواقف کو کسی امر سے مطلع کرے اسکا نام فائدہ خبر ہے جیسے کہے عمرو زید کا بیٹا ہے سامع کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے اسلیے اُسکو خبر دی یعنی مطلع کیا کہ وہ زید کا بیٹا ہے۔ شاہ نیاز کہتے ہین۔ ؎

ادھر کی نہین جانتے رسم و راہ	میان ہمتو باشندے ہین پار کے

اس مین خبر دی کہ ہم ادھر کی رسم و راہ سے واقف نہین غیر ملک کے رہنے والے ہین

اور یہ شعر مذاق صوفیہ مین اور ہی مضنے دیتا ہے اور وہی منشا شاعر کا ہے مگر بیان اُس کے بیان کا موقع نہین ۔

حالی

عرب کچھ نہ تھا اک جزیرہ نما تھا
کہ پیوند ملکون سے جس کا جدا تھا
نہ وہ غیر قومون پہ چڑھ کر گیا تھا
نہ اُس پر کوئی غیر فرمان روا تھا

تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا وان قدم تک نہ آیا

قبیلے قبیلے کا بُت اِک جدا تھا
کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزےٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

(۲) یا متکلم کا اپنے علم سے مخاطب کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے اُسکو لازم فائدہ خبر کہتے ہین مثلاً کوئی شخص کسی آدمی کی تعریف کرے اور دوسرا شخص کہے کہ وہ آدمی بہت اچھا ہے یعنے مین بھی اُس سے واقف ہون ۔

لمؤلفہ

اے چرخ تو گذر یونہ کینے سے آجکل
واقف ہین ہم بھی تیرے قرینے سے آجکل

متکلم نے آسمان کو اس بات سے مطلع کیا کہ مین آجکل تیری کینہ پروازی کی روش سے واقف ہون جو کچھ تجھ سے میری خرابی کی تدبیر ہوسکے اُس سے در گذر نہ کرنا ۔

غالب

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

امیر

قدر والا تمھاری ہے معلوم
خلق خادم ہے اور تو مخدوم
اس سعادت سے جو رہے محروم
ہے یقینی کہ وہ اُلاغ ہے شوم

حشر کو ہو گا مرکب دجال

عزت

پھرتے ہو یسے روٹھے نہیں جانتے ہو بات	ہم جانتے ہین تم کو کسی نے سکھا دیا

(۳) یا فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر کے واقف کو انجان قرار دیکر کوئی بات کہی جاتی ہے جیسے کوئی شخص عبادت الٰہی مین تساہل کرے اور فوائد عبادت کرنے کے جانتا ہے اُس سے کہا جائے کہ عبادت کرنا بہت اچھی بات ہے۔

سودا

پیارے نہ بُرا مانو تو اک بات کہون مین	کس لطف کی اُمید پہ یہ جور سہون مین

ہر چند یہ شخص جانتا ہے کہ معشوق کو عاشق پر لطف کرنا اور نہ کرنا اپنا معلوم ہے لیکن تنبیہاً اُسکو یاد دلاتا ہے گویا کہ وہ اپنے لطف کرنے اور نہ کرنے پر مطلع نہیں ہے اور یہ منظور ہے کہ شاید اسوقت تنبیہ ہو کر لطف کرنے لگے۔

واجد علی شاہ

لگا ٹھوکر نہ پائے ناز سے تو	کبھی تاج سر ہندوستان تھے

انیس

قاسم کو غرض کیا جو سنین گریہ و زاری	مین کون سکینہ ہی جچا جان کو پیاری
اللہ تو ہے گر کوئی غمخوار نہیں ہے	مٹی مری کچھ قبر کو درکار نہیں ہے

یہ بات حضرت صغرا نے کہی تھی حالانکہ جن لوگون سے ایسا کہا تھا وہ اُن کو بہت عزیز رکھتے تھے چونکہ بیمار ہونے کی وجہ سے آنکو ساتھ نہیں لیے جاتے تھے اسلیے اُنھون نے بطور شکوے کے ایسا کہا۔

غالب

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دون	کبھی فتراک مین تیری کوئی نخچیر بھی تھا

میر حسن

رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے	جھکے جو کوئی اُس سے جھک جائیے

ان باتون کو بدر منیر جانتی تھی مگر چونکہ وہ اسپر عمل نہیں کرتی تھی اسلیے نجم النساء نے اُسے انجان قرار دے کر ایسا کہا۔

سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے ولہ	تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو | تو پھر چاہیے اُس کی پروا نہ ہو

یہ بات نجم النسا نے بدر منیر سے اُسوقت کہی تھی جب کہ بے نظیر کا آنا موقوف ہو گیا تھا۔

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہی شناسا | فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہی نواسا
جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا | مین وہ ہون پدر جسکا ہی دو روز سے پیاسا

دلدار ہون خاتون قیامت کے پسر کا
ٹکڑا ہون محمدؐ کے کلیجے کے جگر کا

یہ بات حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ نے فوج یزید سے کہی تھی۔

(۴) یا متکلم کو اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہی جیسے ایک مشہور و معروف آدمی کہے کہ ہمارے پاس ہزارون روپے ہین حضرت امام حسینؑ کی زبان سے انیس کہتے ہین۔ ؎

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین | مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین
مین ہون خالق کی قسم دوش محمدؐ کا مکین | مجھسے روشن ہر فلک مجھسے منور ہی زمین

غالب

آج مجھ سا نہین زمانے مین | شاعر نغز گوئے خوش گفتار

مصحفی

سب خوشہ ربا ہین مری خرمن کے جہا مین | کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

چونکہ مصحفی مسلم الثبوت شاعر تھا اور اہل لکھنؤ اُسکو جہان اُستاد مانتے تھے اسلیے اُسکا یہ کہنا پہلی قسم مین داخل نہین ہو سکتا۔

دبیر حضرت امام حسینؑ کی زبانی

آگے جو رسولان ہدایت شیم آئے | لیکر خبر آمد خیر الامم آئے
گمراہ نگر راہ پر اُن سے بھی کم آئے | اللہ کو سب جان گئے جب کہ ہم آئے

ہر شرک کے طوفان رُکے اپنے قدم سے
بُت خاک پہ سجدے کو جھکے اپنے قدم سے

نفیس حضرت علی اکبر کی زبانی

صدا یہ دی کہ بڑھے رن سے لشکر گمراہ — وہ مین ہون جسکا ہے جد نائب رسول اللہؐ

(۵) یا تحزن و تحسر مقصود ہوتا ہے جیسے۔

منشی

مین اُفتادہ یارب سرِ خاک ہون — ستم دیدۂ دَورِ افلاک ہون

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین — دفور درد یہانتک کہ ہون بشکل سطیح
تگرگ کی بمطاب بس گھلا ہی جلا ہون — بوضع برگ کے ہون مرتعش بصد مریح
نفس کو تنگ کیا ہے حرارت دل نے — ہلادے مروحۂ لطف ٹک پئے ترویح

سودا

مین ہون گر قابل نار جہنم — یہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم

طپش

مین الکن ہون اور سخت عاجز بیان — تکلم مین اُلجھے ہے میری زبان

اگرچہ ان مثالون مین خبر کے الفاظ اپنے معنون مین مستعمل ہین لیکن نہ یہان مخاطب کو حکم کی خبر دینا منظور ہے اور نہ متکلم کا مخاطب کو اپنے علم سے آگاہ کرنا مقصود ہے کیونکہ مخاطب خداے تعالیٰ ہے جو اُن دونون باتون کا عالم ہے پس یہ الفاظ تحزن و تحسر کے واسطے ہین۔

(۶) یا خبر سے شکرگذاری مقصود ہوتی ہے جیسے سودا جناب باری کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے۔

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان — فراوان ہے دم آب و لب نان
رکھے ہے کام مین جب تک زبان تر — نمک گاہے چکھا دے گاہ شکر
براے پوشش تن بھی بہر حال — کبھی کمل اُڑھاتا ہے کبھی شال
ہمارے واسطے اے ربّ معبود — کرم مان باپ سے تیرا ہے افزود
بیان کیا کیجیے تیری عنایت — دیے ہین چشم اور نور بصارت
کرتا معلوم ہو شام و سحرگاہ — چلین پستی بلندی دیکھ کر راہ

زبان کو ذائقے سے دی ہی تسکین	کیا معلوم جس نے ترش و شیرین

(۷) یا خبر مدح و ثنا کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

انشا

نسیم فضل و کرم مین ترے وہ ہی بو باس	نہ پہونچے گرد کو جسکی کبھی شمیم مسیح

یہ خطاب جناب باری سے ہی۔

جرأت

محمدؐ ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا	کرے بندہ ثنا اُسکی تو دعوے ہی خدائی کا

رند

شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلی تیرا	تو ہے یکتا کوئی ثانی نہین حقا تیرا

ظفر

پانی مین اُسنے راہ بری کی کلیم کی اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	آتش مین وہ ہوا چمن آرا خلیل کا لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

درد

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے	میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے

(۸) یا خبر طنز کے طور پر استعمال کی جاتی ہے جیسے۔

میر حسن

یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش تمھین نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا بہانے تو کرتی ہے کیون مجھ پہ دھر ہوئی تھی اُسے دیکھ مین ہی تو غش بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

بدر منیر شاہزادے بے نظیر کو دیکھکر عاشق ہو گئی تھی مگر جب نجم النسا نے اُس سے کہا کہ بے نظیر کو بلا کر اس سے حظ جوانی حاصل کر تو بدر منیر نے جواب دیا کہ دل تو تیرا چاہتا ہے اور بہانے مجھ پر دھرتی ہے جس کا جواب نجم النسا نے بطور طنز کے یہ دیا کہ مین ہی بے نظیر کو دیکھکر غش ہو گئی تھی اور تمھین نے مجھ پر گلاب چھڑکا تھا پس یہان خبر سے بدر منیر کو واقف کرنا منظور نہین کیونکہ وہ اپنے غش ہو جانے اور نجم النسا کے اُس پر گلاب چھڑکنے سے بخوبی آگاہ تھی علی ہذا القیاس

اسناد خبری سے بہت سے فائدے نکلتے ہین مگر ان مین سے پہلے دونون مثلے تو حقیقی ہین اور باقی سب مجازی۔

یاد رکھو کہ جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور نہ اُسکو حکم مین تردد ہو تو اسناد پر موکدات کو نہ لانا چاہیے کیونکہ حکم بغیر موکدات کے بھی اُس کے ذہن نشین ہوجائے گا اور اگر مخاطب کو شک تردد ہو تو اس وقت کوئی موکد لاکر اُس کو تقویت دینا جائز بلکہ مستحسن ہے کہ اس موکد کی وجہ سے اُس کا تردد دفعہ ہوجائے اور حکم ذہن نشین ہوجائے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو اس صورت مین حکم کی تاکید کرنا اور اسناد پر موکدات کا لانا واجب ہے پس جبکہ خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو تو اُسے ابتدائی کہتے ہین اور جبکہ بطور استحسان کے تاکید آئے تو۔ طلبی بولتے ہین اور جبکہ بطور وجوب کے اُس کی تاکید کی جائے تو انکاری نام رکھتے ہین اور اس قسم کا کلام مقتضاے ظاہر حال کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر بغیر تردد وانکار کے اسناد پر موکدات لائین تو ایسا کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف ہوگا مگر یہان کبھی غیر منکر کے ساتھ منکر کا سا برتاو کرتے ہین اور یہ اُس صورت مین ہوتا ہے جبکہ علامات سے یہ معلوم ہوجائے کہ یہ انکار رکھتا ہے جیسے۔

نستعلیق / تشتی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین	مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

سہراب کو مخاطب کے رستم نہوتے کا انکار نہ تھا مگر چونکہ وہ رستم کے نشان اُس مین پاتا تھا یہ علامت اس بات کی تھی کہ وہ اُسکے رستم ہونے کا معتقد ہے اسلیے سہراب کو بمنزلے منکر کے قرار دیکر زنہار کا لفظ تاکید کے لیے ذکر کیا تاکید کے الفاظ بہت ہین جیسے بیشک اصلا ضرور ہرگز وغیرہ اور قسم وسوگند کے تمام الفاظ مثال اسکی۔

میر

جوہر تمھاری ابرو دنگے چلتے ہین بہم	یکتا یہ تیغے ہین قسم ذوالفقار کی

تیغون کے یکتا ہونے کی تاکید ذوالفقار کی قسم سے کی ہے۔

ولہ

گو پئے صبر اے ستم تنویر	ہاتھ آئی ہے آپ کی تصویر

اگر اے شاہزادۂ عالم ‏ ‏ ‏ دل نہیں مانتا خدا کی قسم

شاہزادی نے اپنے عشق کا اظہار کیا ہے اور پھر بنظر رفع شک قسم سے تاکید کی تاکہ بخوبی معلوم ہو جائے کہ شاہزادی عاشق ہو گئی اور کسی طرح کا شک نہ رہے۔

رنگین

الحق تری باتوں میں نہیں بھدرک ‏ ‏ ‏ برحق تری باتوں میں نہیں بھدرک
رنگین تری زبان کے نیچے ہے زبان ‏ ‏ ‏ مطلق تری باتوں میں نہیں بھدرک

سروش سخن

سر تک بھی اگر کاٹ کے پھینکو گے ہمارا ‏ ‏ ‏ ہم آپ کے قدموں کی قسم اف نہ کرینگے

اصغر علی ابرو

جو ہیں چشم سیاہ یار کی آنکھوں صفت پیدا ‏ ‏ ‏ تو بیشک اثر و بیر ہو گمان چشم غزالان کا

ذوق

یہ تو یوں مضطرب و سینے میں آنکھوں تک ہے آن ‏ ‏ ‏ جی کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہمکو

داغ

جو دکھاؤ بھی نہ دیکھوں رخ بے حجاب ہرگز ‏ ‏ ‏ یہ وہ آنکھ ہے کہ دیکھا نہیں جسنے خواب ہرگز

بقا

مری چشم سے کیوں نہ خونناب اترے ‏ ‏ ‏ کہ البتہ دریا میں سرخاب اترے

مولوی سید حسین احمد بیباک

تو کوچۂ دلدار اگر دیکھ لے واعظ ‏ ‏ ‏ واللہ کبھی نام نہ لے خلد بریں کا

حالی

صفات پردہ نشین اگر عیب کسی کا ہے چھپا ‏ ‏ ‏ نہ ہوا آج تو کل ہوگا مقرر رسوا ہے

کمال

بل جو رخسار و نپہ کھاتے ہیں یہ دلبر گیسو ‏ ‏ ‏ قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو

آفاق

خوب بل کھاتے ہیں رخ پر ترے دلبر گیسو ‏ ‏ ‏ ہے یقین پیچ کوئی ڈالینگے ہمپر گیسو

آصف والی دکن

کہو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر	نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے

آصف الدولہ

وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرادمہ	ٹک اُسکی روح تو خوش ہو نہ دلمیں لا سوس

مرادمہ تاکید کے لیے ہے۔

حکیم عبدالکریم برہم

صرف اک تار نفس پر ہے مدار	سچ تو یہ ہے کچھ نہیں انسان میں

لمؤلفہ

ہی سبب کچھ اور مستی کی دھڑی مطلق نہیں	رنگ ہی نیلوفری جو لعل شکر بار کا

مطلق تاکید کے لیے ہی۔کبھی منکر حکم کو غیر منکر یا منکر خبر کو بغیر تاکید کے لاتے ہیں بشرطیکہ منکر کو اُسکے ایسے دلائل وشواہد معلوم ہوں کہ اگر اُن میں غور و تامل کرے تو انکار کی وجہ باقی نہ رہے مثلاً منکر اسلام سے کہا جاے کہ اسلام حق ہے اور اس کلام کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا جائے ظاہر ہے کہ منکر اسلام کو وہ دلائل معلوم ہیں جو حقیقت اسلام پر دلالت کرتے ہیں اور وہ قرآن کا معجزہ وغیرہ ہے اگر یوں کہا جائے کہ تحقیق اسلام حق ہی تو مقتضاے ظاہر کے مطابق ہو جائے۔

سودا

جیسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسینؑ شہید
امام برحق و معصوم پاک ازا جداد

ایک شخص امام حسینؑ کو باغی اور یزید کو اولوالامر قرار دیتا تھا اُسکو حضرت امام حسینؑ کی اولاد کی غیر منکر یا منکر قائل نے کہا مصرع

جیسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسین شہید

اس خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا کیونکہ منکر ایک مولوی تھا جسے یزید کی بیدینی کا حال اور حضرت حسینؑ کے اولوالامر ہونے کے دلائل معلوم تھے جنپر وہ غور نہیں کرتا تھا اگر غور کرتا تو ضرور اپنے عقیدے سے پھر جاتا۔

اسناد حقیقی عقلی و مجازی عقلی

حقیقت و مجاز جس طرح مفردین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین برابر ہے کہ جملہ انشائیہ ہو یا خبریہ اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے کبھی مفردین حقیقت و مجاز کو لغوی کے ساتھ مقید کردیتے ہین یعنی **حقیقت لغوی** اور **مجاز لغوی** کہتے ہین اور اس قید سے مقصود احتراز جملے کے حقیقت و مجاز سے ہوتا ہے - اور جملے مین حقیقت و مجاز کو عقلی کے ساتھ مقید کرتے ہین تاکہ مفرد کے حقیقت و مجاز سے احتراز ہو - اور جملے کے حقیقت و مجاز کو کبھی حکمی بھی بولتے ہین گو نسبت اضافی مین ہو کیونکہ حکم اشرف ہے جو اُسکی ایک فرد ہے یا یہ کہ حکم عقل کی طرف منسوب ہے اور کبھی حقیقت و مجاز فی الاثبات بھی کہتے ہین اگرچہ نفی مین واقع ہو اسلیے کہ بلغا کے کلام مین نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اور اکثر کی یہ راے ہی کہ ہر ایک حقیقت و مجاز اسناد کی صفت ہی نہ کلام کی اور کلام کا اتصاف انکے ساتھ اسناد کی وجہ سے ہی -

غرضکہ **حقیقت عقلی** ایک جملہ ہی کہ اُس مین فعل یا وہ چیز جو فعل کے معنے مین ہی جیسے مصدر و اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ اُس چیز کی طرف مسند ہو جو اُس فعل یا معنی فعل کے ساتھ بظاہر متصف ہو جیسے فعل معروف مین فاعل کی طرف مثلاً -

ذوق

نسیم صبح گلشن مین اگرچہ ہو دم عیسے
ترا بیمار غم تجھ بن سموم جانگزا سمجھے

اور فعل مجہول مین مفعول بہ کی طرف جیسے -

غالب

سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

پس یہ دونون مثالیں اسناد حقیقی کی ہین فعل مجہول مین مفعول بہ فاعل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہی پہلی مثال مین سمجھنے کی اسناد بیمار غم کی طرف ہی جو اُسکا فاعل ہی اور دوسری مثال مین لکھا گیا کی نسبت سہرے کی طرف ہی جو مفعول بہ اور بمنزلے فاعل کے ہی پہلی مثال مین بیمار غم کو سمجھنے کا اتصاف حاصل ہی اور دوسری مین سہرے کو لکھے جانے کا پس یہ اسناد حقیقی ہی -

---

ہوس

تھے محرم راز قیس جو جو — سب حال کہا اُنھون نے رو رو
عاشق کا بھی ماجرا سُنایا — معشوق کا بھی پتا بتایا

محرم راز سب حال کہنے اور عاشق کا ماجرا سُنانے اور معشوق کا پتا بتانے کے فاعل ہین اور یہ سب فعل معروف ہین۔

انیس

مارا گیا سفر مین غلام شہِ اُمم — فریاد ہے کہ رانڈ ہوئی ہین اسیر غم

مارا گیا فعل مجہول ہے اسکی نسبت غلام شہِ اُمم کی طرف ہے جو مفعول بہ ہے اور بظاہر کی قید سے اس تعریف مین اقوال کاذبہ داخل رہتے ہین جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا اور یہ قول کہ زید آگیا اُس حالت مین کہ زید کے نہ آنے کو کہنے والا جانتا ہو نہ مخاطب پس یہ دونون قول بحسب ظاہر حال کے حقیقت ہین باوجودیکہ دراصل کاذب ہین نہ صادق کیونکہ پہلا قول واقع کے خلاف ہے اسلیے کہ درحقیقت اچھا کرنے کا فاعل خداے تعالےٰ ہے نہ دوا مگر اتنا ہے کہ یہ قول جاہل کے اعتقاد کے مطابق ہے اور اُسکے نزدیک یہ صفت دوا مین پائی جاتی ہے اسلیے اُسنے اپنے اعتقاد کے مطابق اچھا ہونے کو دوا کی طرف منسوب کیا برخلاف دوسرے قول کے (یعنی زید آگیا ہے) کہ وہ نہ واقع کے مطابق ہے اور نہ اعتقاد کے موافق ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حقیقت عقلی کی چار قسمین ہین۔

(۱) وہ جو واقع اور اعتقاد دونون کے مطابق ہو جیسے ایک مومن کہے خدا نے بیمار کو اچھا کر دیا اسی قبیل سے ہے

شایان

دکھائی خدا نے وہ قدرت کی شان — کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان
بنایا سراپا مین ہر عضو خوب — نہین اُسکی صنعت مین داخل عیوب
عنایت کیے دیدۂ دُور بین — کہ آئینہ ہو حال روے زمین

مومن

ہر جا پہ ہے تیرا جلوہ لیکن — دیکھا تو کہین نظر نہ آیا
یان عقل ہے گم کہ بس تجھی کو — پایا ہر شے مین پر نہ پایا
تو واحد و بے نظیر و ہمتا — تو حاکم و خالق برایا

تجھسکو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل	یان تک نقش دوئی مٹایا

(۲) جو صرف اعتقاد کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہو جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا۔

شایان

دیا آدمی کو شرف اس قدر	ہوے آپ ظاہر بہ شکل بشر
مٹا مچھ اوتار سے یہ فساد	ہوا دفع سنکھا سُر بد نہاد
جو کچھپ کا اوتار آیا پسند	تو مدھ اور کٹیک کو پہونچی گزند
جو ہرناکچھ نے ظلم کی راہ لی	سزا آپنے بن کے باراہ دی
جو نرسنگھ بنکر ہوے آشکار	مٹا نام ہرناکس بد شعار
ہوئی بل کی جس دم سخاوت عیان	بنے آپ باون پئے امتحان
پرسرام بن کے سہباد کو	دیا صفحۂ دہر سے نام کھو
سری رام بن کر ہوے جب عیان	مٹا صاف راون کا نام و نشان

ان اشعار مین بیان کیا ہے کہ خدا نے کبھی مچھ یعنی مچھلی کی شکل مین کبھی کچھپ یعنی کچھوے کی شکل مین کبھی باراہ یعنی سور کی شکل مین کبھی نرسنگھ یعنی ایسے جانور کی شکل مین کہ اُس مین کچھ حصہ شیر کا ہوا اور کچھ آدمی کا اور کبھی بونے کی شکل مین اور کبھی پرسرام کی شکل مین اور کبھی رام چندر کی شکل مین ظہور کیا اور یہ امور قائل کے اعتقاد کے مطابق ہین اور واقع کے مطابق نہین کیونکہ غیر مین حلول کرنا اور داخل ہونا صفات جسم سے ہی اور اللہ تعالے جسم سے منزہ ہی کیونکہ جسم کے واسطے مکان کا ہونا ضرور ہی اور جب واجب الوجود مکان مین ہوا تو اُسکا امکان اور مکان کا وجوب لازم آیا دوسرے جسم مرکب ہوتا ہی خدا تعالے ترکیب سے منزہ ہے اسلیے کہ ترکیب کو حدوث لازم ہے اور ہر مرکب اپنے اجزا کا محتاج ہوتا ہے اور اجزا مین اور اُس مین مغائرت ہوا کرتی ہے اور جسکو غیر کی طرف احتیاج ہو وہ خدائی کے شایان نہین تیسرے صفات اجسام کے ساتھ متصف ہونا لازم آتا ہے۔

(۳) وہ کہ نہ واقع کے مطابق ہو اور نہ اعتقاد کے جیسے اُس شخص کا یہ قول کہ زید آگیا ہی جو جانتا ہو کہ وہ ابھی نہین آیا ہے اسی قبیل

ہوس

کب مین نے قصد بے سبب کیا ہے	لیلی نے تجھے طلب کیا ہے

یہ قول مجنون کے باپ کا ہے اُسنے اول مجنون کو سمجھایا کہ اب میرے ہمراہ گھر کو چل کب تک تجھکو آدمیون سے نفرت و وحشت رہے گی اور جنگل مین پھرتا رہے گا جب مجنون نے باپ کی نصیحت نہ مانی تو اُسنے اپنی طرف سے دروغ اُس سے کہا کہ چل تجھکو لیلیٰ نے طلب کیا ہے پس مجنون کا باپ لیلیٰ کے نہ طلب کرنے کو جانتا تھا مصلحۃً ایسا کہدیا جس سے مجنون اُس کے ساتھ شہر کو چلا گیا کیونکہ مجنون یہ بات نہین جانتا تھا کہ میرا باپ جھوٹ بول رہا ہی اسی قبیل سے ہی یہ قول رستم کا سہراب کے سامنے کہ مین رستم نہین ہون۔

مثنوی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین	مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

(۴) وہ قول جو اعتقاد کے مطابق نہو صرف واقع کے مطابق ہو جیسے مولچند منشی کے یہ اشعار نعت سرور کائنات جناب رسالتمآب علیہ التحیۃ والصلوٰۃ مین۔ ~

شفیع گناہان بروز جزا	کشائندہ عقدہ مدعا
فرازندۂ رایت سروری	درخشندہ خورشید پیغمبری
وہی خاص خاصان پروردگا	کہ جسنے کیا دین کو استوار
قدم اُسنے معراج پر جب رکھا	تو پایہ بڑھا اور معراج کا
میسر ہوا جبکہ قرب حضور	نظر اُسکو آیا وہ تابندہ نور

یہ جو کچھ قائل نے کہا ہے اعتقاد کے مطابق نہین اگر ایسا ہوتا تو وہ مسلمان ہوجاتا مرتے وقت تک ہندو کیون رہتا بلکہ صرف اکبر شاہ کے خوش کرنے کو ایسا کہا ہے اسی قبیل سے ہے یہ قول دیا شنکر نسیم لکھنوی کا گلزار نسیم مین۔ ~

ہر شاخ مین ہی شگوفہ کاری	ثمرہ ہی قلم کا حمد باری
کرتا ہی یہ دو زبان سے یکسر	حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیو نمین یہ حرف زن ہی	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے

نسیم نے جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکی آل کی نسبت لکھا ہے یہ کلام اُسکا اعتقاد کے مطابق نہین ہے محض شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے کو لکھا ہے کیونکہ وہ دم آخر تک ہندو رہا اور شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے پر دلیل یہ ہے کہ اُسنے خلفائے رسول کی تعریف نہین کی کیونکہ شاہان

لکھنؤ والمرائے لکھنؤ سب شیعہ تھے صرف پنجتن کی نسبت لکھ کر خاموش ہوگیا بخلاف مولچند کے کہ اُسنے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بھی تعریف لکھی ہے کیونکہ اکبر شاہ سُنی تھے۔ اور یہی الناس علی دین ملوکہم کی طرف اشارہ ہے۔

چونکہ نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اسلیے نفی حقیقی عقلی بھی اُسی مین داخل ہے۔

مجاز عقلی وہ جملہ ہے جس مین فعل یا معنی فعل کو ایسی چیز کی طرف نسبت کرین جو اُس کے ساتھ متصف نہو چنانچہ فعل معروف ہو تو غیر فاعل کی طرف اور مجہول ہو تو غیر مفعول بہ کی طرف نسبت کی جائے پس یہ غیر مسند الیہ مجازی ہوتا ہے اور اُسکی طرف فعل یا معنی فعل کی نسبت کسی علاقے کی وجہ سے ہوتی ہے اور علاقے سے مُراد یہ ہے کہ مسند الیہ حقیقی کے ساتھ اُسکو کسی قسم کی مشابہت حاصل ہوتی ہے اس مشابہت کی وجہ سے فعل اُسکی طرف بھی منسوب ہوسکتا ہے۔

امیر مینائی

لالہ کہتا ہے کہان موسیٰ ہین آکر دیکھ لین		صاف جلوہ ہے چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کی نسبت لالے کی طرف مجازاً ہے اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ یہ فاعل حقیقی سے مشابہت اس بات مین رکھتا ہے کہ جس طرح اُس کے ساتھ فعل کا تعلق ہوسکتا ہے اسی طرح اسکے ساتھ بھی ہوسکتا ہے

ولہ

ڈری یہ رات کو میری سیہ بختی کی ظلمت سے		دعائے نور پڑھکر اپنے اوپر شمع نے دم کی

ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت شمع کی طرف مجازاً ہے کیونکہ یہ فاعل سے مشابہت رکھتی ہے اسوجہ سے کہ فعل معروف کا تعلق دونون سے ہوسکتا ہے پہلے شعر مین کہنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اسی طرح دوسرے شعر مین ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اور ایسے موقع پر کسی ایسے قرینۂ لفظی یا معنوی کا ہونا ضرور ہے جس سے یہ معلوم ہوسکتا ہو کہ فعل یا معنی فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب نہین ہوا ہے بلکہ مسند الیہ غیر حقیقی کی طرف منسوب ہوا ہے۔

چنانچہ ان دونون مثالون مین یہ قرینہ ہے کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ کہنے کا فعل گل لالہ کے ساتھ قائم ہو اور ڈرنے اور پڑھنے کا فعل شمع کے ساتھ قائم ہو کیونکہ یہ باتین ذی روح کی شان سے ہین اور یہ دونون چیزین غیر ذی روح ہین۔

اسی قبیل سے ہے استاد کے شعر مین کہنے کی نسبت حسرت کی طرف۔ ؎

حسرتین اکبر کی گئی تھین یہ دل سے وقت مرگ	حیف ہر خالی یون ہی مقصد کا پیمانہ رہے

اور قرینے کا ہونا اسلیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ بغیر قرینے کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فعل اپنے مسندالیہ حقیقی کی طرف منسوب ہے جیسے نہر جاری ہے اس جگہ مسندالیہ غیر حقیقی ہے جو مسندالیہ حقیقی یعنے پانی کے ساتھ فعل کے تعلق مین مناسبت اور ملابست رکھتی ہے پس جاری ہونے کا تعلق پانی کے ساتھ تو اس لیے ہے کہ پانی کے ساتھ اسکو قیام حاصل ہے اور نہر کے ساتھ اسلیے تعلق ہے کہ جاری ہونا نہر مین واقع ہوتا ہے اور غیر عام ہے اس سے کہ فی الواقع غیر ہو یا بظاہر متکلم کے نزدیک غیر ہو اور اس قید سے اقوال کاذبہ جو نہ واقع کے مطابق ہون نہ اعتقاد کے مجاز عقلی کی تعریف سے نکل گئے اور اگر کسی نے یون کہا کہ فصل خزان نے باغ کو سرسبز کردیا تو یہ نہ حقیقت مین داخل ہے نہ مجاز مین حقیقت مین نہ داخل ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے اور مجاز مین اس لیے داخل نہین کہ مجاز کے لیے علاقے کا ہونا ضرور ہے پس ایسے قول کے قائل کے حق مین یہ کہا جائے گا کہ اُسنے اپنی بے عقلی اور حماقت سے یہ بات مُنھ سے نکالی ہے۔ مجاز عقلی کے علاقے بھی مجاز مفرد کے علاقون کی طرح ہوتے ہین اور یہ کثرت سے استعمال مین ہے۔

کبھی ملابست کی وجہ سے فعل کو مکان کی طرف منسوب کرتے ہین مثلاً۔

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے ہوگئی نہر جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

جاری ہونیکو نہر کی طرف منسوب کردیا حالانکہ درحقیقت پانی جاری ہوتا ہے۔ ۔

پانی سے بھرے ہوے ہین جل تھل	ہے گونج رہا تمام جنگل

گونجنے کی نسبت جنگل کی طرف کی ہے ورنہ حقیقت مین جنگل کے رہنے والے گونج رہے تھے۔ ۔

باغون نے کیا ہے غسل صحت	کھیتون کو ملا ہے سبز خلعت

غسل کرنے اور خلعت ملنے کی نسبت باغون اور کھیتون کی طرف کی ہے اور درحقیقت غسل درختان باغ نے کیا ہے اور سبز خلعت اُن نباتات کو ملا ہے جو کھیتون مین اُگے ہوے ہین۔

انیس

دُنیا سے انتقال ہوا نور عین کا	ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا

لُٹنے کی نسبت گھر کی طرف کی ہے اور مراد اس سے یہ ہی کہ گھر مین جو چیز تھی وہ ظہر کے وقت اُٹھی اور وہ چیز فرزند ہے ۔

حالی

شہر مین قحط کی دُہائی ہے	جان عالم لبون پر آئی ہے

لبون پر جان آنے کی نسبت عالم کیطرف ہی حالانکہ درحقیقت اُن لوگون کی جان لبون پر آئی ہے جو عالم مین رہتے ہین ۔

مثنوی زائر

کیا ہوگا یہی تھی فکر ہردم	کل اُڑے کا یان تمام عالم

میرحسن

اُچھلتے تھے فوارے جو اُسکے وان	گیا سب نکل اُن کا تاب وتوان

اُچھلنے کی نسبت فوارونکی طرف کی ہے حالانکہ پانی اُچھلتا ہے جو اُنکے اندر رہوتا ہے ۔

برکھارت

دریا تجھ بن سسک رہے تھے	اور بن تری راہ تک رہے تھے

سسکنے اور راہ تکنے کی نسبت دریا اور بن کی طرف کی ہے جو مکان ہین حالانکہ دریا کے جانور بغیر برسات کے سسک رہے تھے ۔

ایضاً

ندی نالے چڑھے ہوے ہین	تیراکون کے دل بڑھے ہوے ہین

چڑھے ہوے ہونے کی نسبت ندی نالون کی طرف کی حالانکہ پانی چڑھتا ہے جو ان مین رہتا ہے ۔

محمد حسین آزاد

یعنے زمین پہ جل رہے تیرے چراغ ہین	اور آسمان پہ کھلتے ستارون کے باغ ہین

جلنے کی نسبت چراغ کی طرف کی ہی حالانکہ بتی اور تیل جلتا ہی اسی طرح کہتے ہین پرنالہ بہتا ہی حالانکہ بہنے والا پانی ہی چونکہ پرنالے اور پانی مین مناسبت ہی مجازاً اُسی کی طرف منسوب کردیا ۔

ظفر علی خان

موسلا دھار ہوئی ہوگی کم ایسی بارش	بام قدرت سے مگر بہنے لگے پرنالے

اسی قسم سے ہی آگ جلتی ہی حالانکہ جلنے والی لکڑی ہی ہانڈی پک رہی ہے حالانکہ پکنے والی وہ شے ہی جو اُسکے اندر ہے۔

حالی

نصیب اُنکا اشبیلیہ مین ہے سوتا | شب و روز ہے قرطبہ اُن کو روتا

رونے کی نسبت قرطبہ کی طرف مجازاً ہے۔

منعم

دولت جو زمین مین تھی مخفی | آگے ترے اُسنے سب اُگل دی

دولت اُگلنے کی نسبت زمین کی طرف کی ہی جو اُسکا مکان ہی ورنہ درحقیقت یہ فعل اللہ کا ہی۔

امیر

جسطرف دیکھو زرِ گل باغ مین انبار ہے | شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

کبھی فعل زمانے کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

سودا

زمانہ دل کو مرے اور عہدِ یار کو اب | شکست سے نہین دیتا ہی ایک آن قرار

مؤلفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی | نظر جانب جان فشانی نہ کی

قدردانی نہ کرنے اور نظر نہ کرنے کے فعل کو زمانے کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ اُن شخصون نے جو زمانے کے اندر ہین قدردانی اور نظر نہین کی ہی۔

حالی

ایک ہین وہ کہ زمانہ کرے انصاف اگر | اور کھلجائین کمالات بھی اُنکے سب تمام

بظاہر انصاف کرنے کی نسبت زمانے کی طرف ہے اور حقیقت مین اُن لوگون کی طرف ہی جو اُس مین موجود ہین۔

داغ

زمانے نے یکایک چھوڑدی سب ظلم کی عادت
فلک نے یک قلم موقوف کی طرز ستمگاری

کبھی فعل سبب کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

منشی

نہ رستم نہ سیمرغ نے زال زر		کشندہ ہے تو پور کا اے پدر

اسفندیار کے باپ سے اسفندیار کی بہنون نے ایسا کہا تھا اسلیئے کہ اُسنے اسفندیار کو رستم کی جنگ کے لیے بھیجا تھا جہان وہ کام آیا پس باپ بیٹے کے قتل کا سبب ہی۔

ولہ

یہ سن کر اُسے غیرت آئی یہین		وہ غیرت سے سر رزم لائی وہین

غیرت کسی کے لڑائی مین آنے کا سبب ہوتی ہے۔

ولہ

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ		ہوا رشک سے جسکے لالے کو داغ

باغ کا ترتیب دینا بادشاہ کا کام نہین عملے کا کام ہے بادشاہ سبب ہی حکم دینے والا۔

آتش

اگرچہ شادی مینا سے ہے ظاہر ہوتا		حال پر صوفیو نکے خندہ زنی جام کرین

خندہ زنی کرنیکا فعل جام کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ جام خندہ زنی کرنیکا سبب ہی۔

میر حسن

سخاوت یہ ادنے سی اک اُسکی ہے		کہ اک دن دوشالے دیے سات سے

دوشالے دینے کا فعل ممدوح (یعنی نواب آصف الدولہ والی اودھ) کی طرف منسوب کیا حالانکہ اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے مگر ممدوح سبب ہے حکم دینے والا۔

ولہ

یہ جا کہ خلقت کسی ڈھب جیے		کئی لاکھ ایک ایک دن مین دیے

ایک ایک دن مین کئی لاکھ دینے کے فعل کو ممدوح کی طرف منسوب کیا ہی جو سبب آمر ہی در حقیقت مین اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے۔

حالی

جسنے یوسف کی داستان ہی سُنی		جانتا ہوگا رو بداد اُس کی
مصر مین قحط جب پڑا آکر		اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر
کھتیان اور کوٹھے کھولدیے		مفت سارے ذخیرے تولدیے

کھتیان اور کوٹھے ٹھولدینے اور ذخیرے تولدینے کی نسبت ذات یوسف علیہ السلام کی طرف کی ہے حالانکہ یہ کام اُنکے نوکرون نے کیا تھا وہ سبب آمر تھے۔

ولہ

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

قتل عام کرنے کی نسبت نادر کی طرف کی ہے اور غلام کرنے کی نسبت محمود کی طرف حالانکہ اُن کے حکم سے اُنکی سپاہ نے یہ کام کئے تھے۔

امیر مینائی

فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس	برہین ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

دراصل اللہ نے اشجار کو آبی لباس دیے ہین اور شبنم سبب ہی۔

کبھی فعل کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے جیسے۔

میرحسن

غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے	تہور سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے

کانپا کرے کی نسبت غضب کی طرف کی ہے اور ڈرنے کی نسبت ہیبت کی طرف کی ہی اور نسبت حقیقی یہ تھی کہ یہ دونون فعل شخص کی طرف نسبت کیے جاتے جو اُن کا فاعل حقیقی ہوتا یعنے یون کہتا کہ اُسکے غضب سے صاحب غضب کانپا کرتا ہے اور اُسکے تہور سے صاحب ہیبت ڈرا کرتا ہے مگر جو مبالغہ کلام مین اُس طرح کہنے سے پیدا ہوا وہ اس طرح کہنے سے پیدا نہوتا چونکہ غضب اور ہیبت فاعل سے مشابہت رکھتے تھے اس وجہ سے کہ فعل کا تعلق دونون سے ہو سکتا ہے اسلیے اسناد فعل کی دونون کی طرف مجازاً صحیح ہے۔

آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے	مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

سُننے کا جال بچھانے کی نسبت مجازاً آگہی کی طرف ہی اور حقیقت مین اُس شخص کی طرف ہوتی ہے جو اُسکا طالب ہے۔

اسناد مجازی خبر سے خصوصیت نہین رکھتی بلکہ انشا مین بھی جاری ہوتی ہے جیسے بہار دانش منظوم مین تپش کہتا ہے کہ بادشاہ نے وزیرون کو حکم دیا۔

کہا شہ نے پھر اُس سے بہتر ہی کیا ۔ کرو اُس کا سامان جو کچھ کہا
وزیرون نے فی الفور تدبیر کی ۔ در بارگہ پردہ تعمیر کی ۞

بادشاہ نے وزیرون کو مکان کی تعمیر کے لیے حکم دیا جو اُنھون نے تعمیر کیا اور ظاہر ہی کہ مکان کی تعمیر کرنا وزیرون کا کام نہین بلکہ عملے کا کام ہے وہ تو سبب ہین حکم دینے والے۔

قرینہ مجاز عقلی

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ مجاز عقلی کے لیے کوئی قرینہ ایسا ہونا ضرور ہے جس سے معلوم ہو کہ معنی حقیقی یہان مراد نہین کیونکہ بغیر قرینے کے معنی حقیقی مفہوم ہوتے ہین اور وہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے سودا کے اس قول مین۔

اٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل ۔ تیغ اُردی[1] نے کیا ملک خزان مستاصل
سجدۂ شکر مین ہی شاخ ثمردار ہر ایک ۔ دیکھ کر باغ جہان مین کرم عز و جل

ملک خزان کو مستاصل کرنے کی نسبت تیغ اُردی کی طرف مجازاً ہے اور قرینہ اس پر شعر ثانی ہے کیونکہ یہ شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی مہربانی اور کرم سے بہار بھیج کر خزان کو دُور کر دیا پس اسناد مستاصل کرنے کی تیغ اُردی کی طرف تاول کے طریق پر ہے تاول اسے کہتے ہین کہ کلام کو ظاہر سے خلاف ظاہر کی طرف پھیرنا یہان تاول کی صورت یہ ہے کہ موسم بہار سبب ہے خزان کے جاتے رہنے کا ورنہ حقیقت مین خزان کا دُور کرنا اللہ کا کام ہے۔

[1] اُردی یاے مجہول سے سال شمسی کا دوسرا مہینہ ہندی کا جیٹھ مہینہ اس سے مطابقت رکھتا ہے اور یہ مخفف ہے اُردی بہشت کا جو مرکب ہے اُرد بمعنی نظیر اور بہشت بمعنی جنت سے وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایران و توران مین اس موسم مین بہار کی کثرت ہوتی ہے پھول کھلتے ہین درختون مین نئے پتے آتے ہین کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوئی اور بہمن سال شمسی کا گیارھوان مہینہ ہے اور ہندی کے مہینے پھاگن کے ساتھ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور دے بروزن مے سال شمسی کا دسوان مہینہ ہے یہ مہینہ ہندی کے مہینے ماگھ یا ماہ سے مطابقت رکھتا ہے ۱۲ از تسہیل اللغات مؤلفہ نجم الغنی خان مصنف این کتاب

محمد حسین آزاد

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین
اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین

اس شعر مین آفتاب کی طرف خطاب ہے۔

ولہ

دولاب چرخ پر اگر اپنا مدار ہے
چلتا اسی پہ دور خزان و بہار ہے

ان دونون شعرون مین اسناد مجازی ہے اور قرینہ لفظی اسپر شعر آئندہ ہے۔

ولہ

دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے
اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

اور کبھی قرینہ معنوی ہوتا ہے اور اسکی بھی کئی صورتین ہین ایک یہ کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ مسند الیہ مذکور کے ساتھ فعل حقیقۃً قائم ہو سکے جیسے۔

آبرو

تمھاری زلف پیچان نے مجھے بھی مار رکھا ہے
تماشا دیکھتے ہو کیا مرے حال پریشان کا

زلف کے ساتھ مارنیکا قیام محال ہے۔

جلیل

عشق گیسوے بتان نے سانس بھی لینے نہ دی
اژدہا بیٹھا رہا گنج دل ناکام پر

عشق کے ساتھ سانس نہ لینے دینے کا قیام محال ہے۔

ظفر

دل نخچیر سے تیر اسکا یہ کہتا ہے کہ لے
جذبۂ شوق ترا کھینچ کے لایا مجھکو

جذبۂ شوق کے ساتھ کھینچ کے لانیکا قیام محال ہے اسی طرح تیر کے ساتھ کہنے کا قیام محال ہے۔

امیر مینائی

لالہ کہتا ہے کہان موسیٰ ہین آکر دیکھ لین
صاف جلوہ ہے چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کا قیام لالے کے ساتھ عقلاً محال ہے۔

میر تقی

کیا کیا اے عاشقی ستایا تو نے
کیسا کیسا ہمین کھپایا تو نے

اول کے سلوک مین کمین کا رکھا	آخر کو ٹھکانے ہی لگایا تونے

ان تمام افعال کا قیام عاشقی کے ساتھ عقلاً محال ہی۔

داغ

کون مرنے کو ترے کوچے مین خود آتا ہی	پر یہ بیتابی دل ہی کہ اُٹھا لاتی ہے
کوچہ یار مین یہ حسرت دیدار مجھے	روز لیجا کے نئی سیر دکھا لاتی ہے

میر امانت علی ممنون

اے وائے کہ تیرے لیے اس خاک نشین کو	جون بادہ لیے پھرتی ہی گھر گھر تپش دل

دوسرے یہ کہ عادۃً فعل کا قیام مسند الیہ مذکور کے ساتھ محال ہی جیسے اس شعر مین حالی کے۔

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

یہ بات عادۃً محال ہی کہ ایک فرد بشر قتل عام کرے پھر غلام بنائے اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔
تیسرے یہ کہ صدور کلام کا موحد کی زبان سے ہو جیسے۔

برکھا رت

ہین شکر گذار تیرے برسات		انسان سے لے کے تا نباتات
گلشن کو دیا جمال تو نے		کھیتی کو کیا نہال تو نے
طاؤس کو ناچنا بتایا		کویل کو الاپنا بتایا
امرت سا ہوا مین بھر دیا کچھ		اک رات مین کچھ سے کر دیا کچھ
جو دانے تھے خاک مین پریشان	گویا	سب آکے چڑھائے تو نے پروان
بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا		کہ شوق سیر مین سرو چمن خرامان ہے
نہال گلشن تصویر تک ثمر لائین		بہار کا چمن دہر مین یہ فرمان ہے
بہار باغ مین کیا کیا کھلا رہی ہی گل		شگفتہ غنچہ منقار خندہ لبان ہے

چونکہ یہ اقوال موحدون سے سرزد ہوے ہین اس لیے ثابت ہوا کہ انکے کہنے والون کا ظاہر اسناد پر اعتقاد نہ تھا پس ان اسنادون کو مجاز سمجھا جائے گا ہان اگر یہ بات یقین کو پہونچ جائے کہ وہ انکے ظاہر کے معتقد تھے تو ان قولون کا وہی حال ہوگا جو جاہل کے اس قول کا تھا کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا گو احتمال اس بات کا ہی مگر یہ احتمال ضعیف ہی اسلیے کہ کوئی موحد ایسی اسناد کو

حقیقی نہین جانتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ برسات اور موسم بہار ان کامون کے سبب ہین اور حقیقت مین یہ فعل اللہ کے ہین۔

مجاز عقلی کی شناخت

مجاز عقلی کی شناخت یہ ہو کہ اُسکے لیے فاعل و مفعول ہوتا ہو کہ جب اُنکی طرف اُس فعل کی نسبت کردی جاتی ہو تو اسناد حقیقی ہوجاتی ہو مگر اس فعل و فاعل کے ہونے کے دو طور ہین یعنے کبھی ایسا ہوتا ہو کہ یہ فعل و فاعل جلد معلوم ہو جاتے ہین جیسے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

غوا کے شیر کرتا ہے جب جوش اور خروش	جنگل تمام ہوتا ہو سنسان اور خموش

یعنے جنگل کے تمام جانور خاموش ہوکر سنسان ہو جاتا ہو۔

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے نہر ہوگی جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

یعنے قطرون ہی سے جمع ہو کر پانی نہر مین جاری ہو جائے گا۔

المولفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی	نظر جانب جان فشانی نہ کی

یعنے اہل زمانہ نے کچھ قدردانی اور جانفشانی کی طرف نظر نہ کی۔

اور کبھی بڑی غور و فکر کے بعد سمجھ مین آتے ہین جیسے۔

ذوق

اگر ہے آہ رسا میری جو سیر عالم بالا	فلک کو بھی یون ہی اک آبلہ سا زیر پا سمجھے

یعنے جب مین آہ کھینچون تو اللہ تعالے اُس کو اتنی طاقت بخشے کہ وہ آسمان سے بھی آگے نکل جائے۔

ناسخ

اہل زمین نے کیا ستم تو کیا کوئی	نالہ جو آسمان کہن سے نکلگیا

یعنے اللہ تعالے نے نالے کو اتنی تاثیر و طاقت بخشی کہ وہ آسمان کے پار ہو گیا۔

ناسخ

جان بچنے کی کوئی صورت نظر آتی نہین	لے چلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

یعنے دلربا کی جُدائی مین اللہ تعالےٰ نے مجھے مرنیکے قریب پہونچا دیا ہی۔

داغ

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لائی ہی	اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لائی ہے

یعنے اللہ تعالیٰ شب ہجر مین مجھپر بلا لاتا ہی اور اُسکے ساتھ اجل کو بھی بھیجدیتا ہے۔

مجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ مین فرق

سکاکی مجاز عقلی کو نہین مانتا اُسکے نزدیک اُسکی تمام مثالین استعارہ بالکنایہ کے قبیل سے ہین جس مین مشبہ بہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ مذکور ہوتا ہے اور جو شے کہ مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرتے ہین مثلاً "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" اس مین دوا سے استعارہ شافی حقیقی کی ذات کا کیا ہے اور غرض اس سے تشبیہ مین مبالغہ منظور ہی اور اچھا کرنے کی نسبت دوا کی طرف استعارے کے لیے قرینہ مانا ہے پس جب یہ کہتے ہین کہ "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" تو مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ شافی حقیقی نے بیمار کو اچھا کیا ہے اور اچھا کرنا جو فاعل حقیقی کی خصوصیات سے ہی اُسکو دوا کی طرف منسوب کردیا ہے اسی طرح اور امثلہ کو قیاس کرلو خلاصہ کلام یہ ہے کہ فاعل مجازی کو فاعل حقیقی کے ساتھ فعل کے متعلق ہونے کی وجہ سے تشبیہ دیجاتی ہے یعنی جس طرح فاعل حقیقی کے ساتھ اچھا کرنے کا فعل متعلق ہے اُسی طرح فاعل مجازی کے ساتھ متعلق کیا جاتا ہے اگرچہ فاعل حقیقی کے ساتھ وہ فعل بطور ایجاد کے متعلق ہوتا ہے اور فاعل مجازی کے ساتھ بطور سبب کے یعنے خدا ے تعالےٰ اچھا کرنے کا موجد ہے اور دوا اچھا کرنے کا سبب ہے پھر تنہا فاعل مجازی کو ذکر کرکے اس سے فاعل حقیقی مراد لیتے ہین اور جو چیز فاعل حقیقی سے خصوصیت رکھتی ہی اُسکو فاعل مجازی کے لیے ثابت کرتے ہین۔ مگر یہ قول سکاکی کا صحیح نہین معلوم ہوتا اس لیے کہ اس قول مین

غالب

فلک نہ دُور رکھ اُس سے کہ ایک مین ہی نہین	درازدستیٔ قاتل کے امتحان کے لیے

استعارہ بالکنایہ کوئی معنے محصل نہین رکھتا کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ کے نامون کو توقیفی مانا جائے یعنے اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین تو اس صورت مین خدا کو فلک نہین کہ سکتے جس کی طرف دُور رکھنے کی نسبت کی ہی اور اگر

توقیفی نہ مانا جائے تب بھی یہ شرط ہے کہ ایسے نام کا اطلاق جناب باری پر کرنا چاہیے جس سے کوئی برابری لازم نہ آئے اور ظاہر ہے کہ فلک برگشتہ اور متغیر و آشفتہ حال ہے اور نیز دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جنکے نزدیک مدار دُنیا کے کامون کا فلک پر ہے اور اُنکا اعتقاد ہے کہ جو کچھ جہان مین ہوتا ہے سب گردش فلکی سے ہوتا ہے اور خداے تعالیٰ کے وجود کے وہ قائل نہین پس اُن کے نزدیک دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف حقیقی ہو اور اہل حق کا قول ہے کہ قادر مطلق ایزد بیچون ہے اور فلک سبب ہو پس دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف مجاز عقلی مین داخل ہے۔

سوال۔ مجاز عقلی مین بھی دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

جواب۔ ایسا نہین اس لیے کہ استعارہ بالکنایہ مین فعل کی نسبت حقیقی ہے اور کلمۂ مستعار کی ذات سے دوسرے معنے مراد ہوتے ہین بخلاف مجاز عقلی کے کہ اس مین اسناد حقیقی نہین ہوتی۔

سوال عرف عام مین جو ایسے جملے مذکور ہوتے ہین کہ فلان آدمی کے مکان کو آگ نے جلایا یا طاعون نے اتنے آدمیون کا کام تمام کیا یا برف نے اکلی سال بڑا نقصان پہونچایا وغیرہ وغیرہ۔ ؎

عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ سب مجاز عقلی مین داخل ہین کیونکہ اہل حق کے نزدیک ہر کام کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ اہل عُرف مین سے کوئی بھی بولنے کے وقت اس بات کا خیال نہین رکھتا۔

جواب اس مین شک نہین کہ اکثر اہل عرف جاہل ہین فاعل حقیقی اور سبب مین فرق نہین کر سکتے اور جو لوگ کہ ذہن سلیم اور فکر مستقیم رکھتے ہین وہ ایسے جملون کے بولنے کے وقت ضرور اسکا خیال رکھتے ہین یا ایسے جملے فہمِ ان کے قصور کی وجہ سے حقیقت عرفی ہو گئے ہین یعنی عرف کے لحاظ سے حقیقت ہین ورنہ فی الواقع مجاز عقلی ہین۔

دوسرا باغ مسند الیہ کے حالات مین

مسند الیہ جس کی تعریف اوپر کی گئی (یعنے وہ کلمہ جسکی طرف دوسرا کلمہ منسوب ہو) اسکے حالات دو قسم کے ہین ایک یہ کہ مقتضاے ظاہر حال کے موافق ہوتے ہین دوسرے یہ کہ مقتضاے

ظاہر حال کے خلاف ہوتے ہین ہم انکو دو چمنون مین بیان کرتے ہین۔

چمن اول اُن اُمور کے بیان مین جو مقتضاے ظاہر حال کے موافق ہین

مسند الیہ کا ذکر جملے مین ضرور ہی یا بلحاظ اس امر کے کہ وہ جملے مین اصل ہی مثلاً۔

گویا

چشم جانان کو دل زار نے سونے نہ دیا	رات بیمار کو بیمار نے سونے نہ دیا

پہلے مصرع مین دل زار فاعل ہی اور چشم جانان مفعول اور سونے نہ دیا فعل ہی جسکی نسبت دل زار کی طرف واقع ہی اور دوسرے مصرع مین پہلا بیمار مفعول ہی اور دوسرا فاعل ہی۔

غالب

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحت دل کا	کہ اس مین ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

چونکہ اپنی ایذا دوستی کا اظہار مقصود تھا اسلیے زخم دل کے مرہم مین ریزۂ الماس کا نام لیا کیونکہ ریزۂ الماس سے زخم اور بھی بڑھ جاتا ہی چونکہ ریزہ الماس جملے مین اصل ہی اور کوئی مقتضی اُسکے ذکر سے عدول کا ہی نہین اسلیے اُسکو ذکر کیا ہے۔

یا اس سبب سے کہ اپنا مطلب بخوبی واضح ہو جائے جیسے۔

فضل الدین فیاض

رہگئے حضرت سید کے جو ارمان دلمین	پورے ہوتے وہ اب ارمان نظر آتے ہین

دوسرے مصرع مین ارمان کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہی۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین	مین ہون انگشتری پیغمبر خاتم کا نگین

دوسری جگہ ضمیر متکلم کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہے۔

سودا

خانہ پرورد چمن ہین آخر اے صیاد ہم	اتنی فرصت دے کہ ہولین گل سے ٹک آزاد ہم

دوسرے مصرع مین ضمیر متکلم ایضاح کا فائدہ دیتی ہے۔

یا اس خیال سے کہ سامع کند ذہن اور غبی ہو تو بھی مطلب سمجھ جائے جیسے۔

سودا

حدیث فاطمہ کے حق مین بضعۃ منی	ہوئی زبان محمدؐ سے بار بار ارشاد
حدیث یہ جو کہ کر نبی نے فرمائی	سوا اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہو مراد

دوسرے شعر مین لفظ نبی مقصود بالتمثیل ہے۔

یا ایسا ہوتا ہے کہ متکلم جانتا ہے کہ سامع مسندالیہ کو سمجھتا ہے مگر دوسرون پر اُس کا غبی ہونا ظاہر کرنے کو مسندالیہ کا ذکر کرتا ہے۔

شباب

پوچھا عدو نے یار نے کیا جھک کے دیدیا	مین نے کہا کہ یار نے بوسہ دیا مجھے

باوجودیکہ سامع کو سوال کے سُننے اور اُس کے سمجھنے سے غفلت نہ چاہیے مگر مجیب نے اس غرض سے کہ لوگون پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ شخص غبی ہے جواب مین مسندالیہ یعنے یار کا ذکر کیا تاکہ لوگ سمجھ لین کہ اس سے اسی طرح گفتگو کرنی چاہیے۔

یا مسندالیہ کے ذکر سے اُسکے مدلول کی تعظیم مقصود ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تعظیم پر دلالت کرتا ہو جیسے۔

میرحسن

کسی شہر مین تھا کوئی بادشاہ	کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

سودا

بس اب تو کہہ دل خیرالنساؑ ہو اُس سے خوش	حسینؑ کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد

داغ

نواب نے کی جو قدردانی میری	اے داغ گذر گئی جوانی میری

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال	ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

منشی

در دولتِ شاہِ عالم پناہ	فقیر و غنی کا ہے اُمید گاہ

خواجہ امام الدین اثر

معین بلبت معین ہین ہو بھلے برے کے تمھین دھنی ہو	تمھارے قدمون مین سر دیا ہے تمھاری بستی ہے آبلے مین

یا اُسکے ذکر سے اہانت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

سودا

ھندر کے بازار مین ہے اک دبنگ		عار اطبا و طبابت کا ننگ	

ولہ

بھلا اس شان کا بانی کہین ہے		کہ جس پر ہر کوئی ایسا تعین ہے	

ولہ

سجدہ کرے ہین مہر و ماہ در پہ اُنھونکے روز و شب		مبرہن اُس سے یون ہوا دعی ہین یہ غلام دد

ولہ

غرض کہ مولوی سادہ نے اُسکو سُنی جان		عقیدے اپنے کی باتین سب اُس سے کین ارشاد

یا مسند الیہ کو تبرک کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔

میر تقی

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علےؑ		یاور علیؑ محمد علیؑ آشنا علےؑ مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا علےؑ	

جو کچھ کہو سوا اُنکے تو ہان مرتضیٰ علی

سودا

محمد کنت کنزاً کی گواہی محمد جنگ مین سالار رسل ہے		محمد عالم علم الٰہی محمد ماہر بہ رزم و جنگ ہے	

یا حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے۔

مذاق

جسکی طفلی جانیوالی اور شباب آنیکو ہے		مژدہ اے رندو کہ وہ مست شراب آنے کو ہے	

خواجہ درد

اُن لبون نے نہ کی مسیحائی		ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا	

سوز

خدا کے لیے میرے اے ہم نشینو		وہ بانکا جو جاتا ہے اُسکو بُلا لو	

یا کلام کو طول دینے کی غرض سے جہان سُنانا مطلوب ہو مسند الیہ کو ذکر کرتے ہین اور

اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ سامع اُسکے حال کو سُنے اور دیر تک اُس سے ہم کلامی حاصل رہے اسی لیے دوستون کے ساتھ اور نیز اُن لوگون کے ساتھ جنسے بات چیت کرنیکو اچھا جانتے ہین طول کلامی کی جاتی ہے جیسے ع

کیسے لگا تھا یہ دل ایسے لگا تھا یہ دل — کچھ مین نے ابتدا کی کچھ تمنے ابتدا کی

پہلے مصرع مین دل کا لفظ کہ مکرر آیا ہے مقصود ہے۔

انیس

یہ سخن کہ کے مخاطب ہوا اعدا سے امام — اے سپاہ عرب و مصر و رے و کوفہ و شام
تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام — پسر مصحف ناطق ہون سُنو مجھسے کلام

ولہ

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام — جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہے ہر چند یہ بتلائیے نام — کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب دنا کام

قیدی ہون ظلم رسیدہ بھی ہون نادار بھی ہون
اس لُٹے قافلے کا قافلہ سالار بھی ہون

یہ وہ موقع ہے کہ ہند یزید کی بیوی قیدخانے کے دیکھنے کے لیے گئی ہے وہان امام زین العابدین کو قید مین دیکھ کر نام و نسب پوچھا تو امام نے جواب اس طول کلامی کے ساتھ دیا ہے تاکہ اس کی توجہ اپنی طرف کھینچین۔

ولہ

بولا کوئی کہ کون ہے تو اے نحیف و زار — دل ہو گیا ہے تیری صدا سُن کے بیقرار
اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار — آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار

چھوٹے سے سن مین قیدی زندان شام ہون
مین دختر حسین علیہ السلام ہون

پوتی ہون اُسکی جو کہ ہے کونین کا امیر — شیر الٰہ بادشہ آسمان سریر
ایسا کریم تھا وہ دو عالم کا دستگیر — جسنے ہزارون قید سے چھڑوا دیے اسیر

شہرت جہان مین ہمت مشکل کشائی کی ہے
ہم آج ہین اسیر یہ قدرت خدا کی ہے

بی بی سکینہ سے مجلس کے ایک محافظ نے نام پوچھا تو انھون نے اس وجہ سے کہ وہ انکے حال پر رحم کرے اس طرح کلامی سے جواب دیا۔
یا اسکے ذکر سے تخویف اور دھمکی منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر

اُسکی خاطر کہینگے خرد و کلان	سعی اس مین کرینگے عمدے بجان
دوست اُسکو رکھے ہین پیر و جوان	ہے گا منت علے محمد خان

رکھنا ان سپیون کا ہے کسکی مجال

پہلے چارون مصرعون مین مسند الیہ کا ذکر تخویف کے لیے ہے۔

منشی

یہ کہکر لگا کہنے پھر یون ہجیر	کہ رستم ہے مرد شجاع و دلیر

رستم کے ذکر سے ہجیر کی غرض سہراب کو ڈرانا تھی۔
یا تعجب کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

مسند الیہ کی تعریف

اصل یہ ہے کہ مسند الیہ معرفہ ہو جیسا کہ خبر کی اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو اور غرض اس سے متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کو کامل فائدہ حاصل ہوجائے اور مسند الیہ کی تعریف کئی طریق سے ہوتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ کی جاتی ہے اور یہ تین حال سے خالی نہین یا متکلم ہوتا ہے یا مخاطب یا غائب اگر مسند الیہ غائب ہو تو اُسکے لیے مفرد ہو یا جمع وہ اور وو ضمیر ہے اور بعض وے بھی جمع کے لیے استعمال کرتے ہین مگر فصحا کے نزدیک مقبول نہین وہ اُسکو دلاہاے کیتی کی زبان جانتے ہین اور واحد مخاطب کے لیے تو ہے اور یہی فصیح ہے اور قدماتین بھی بولتے تھے اور تم جمع مخاطب کے لیے ہے اور مین واحد متکلم کے لیے اور ہم جمع متکلم کے لیے ان

سوائے الفاظ کے سوا اور بھی الفاظ ضمائر کے لیے آتے ہین مثلاً تجھے تجھکو تمھین تمکو مجھکو ہمین ہمکو اُسے اُس کو اُنھین اُن کو یہ بارہ الفاظ مفعول کی ضمیرین ہین اور اُسنے آتے اُنھون نے تو نے تمنے مین نے ہمنے یہ چھ لفظ فاعل کی ضمیرین ہین اور چھ لفظ ضمیر کے حروف سے تعلق رکھتے ہین مثلاً اُس سے اُن سے تجھسے تمسے مجھسے ہمسے اسی طرح چھ لفظ اضافت کے لیے آتے ہین چنانچہ میرا ہمارا تیرا تمھارا اُس کا اُن کا اور مین نے کی جگہ مین غیر فصیحون کا لفظ ہے جیسے مین نے کیا یا کیا مین نے کی جگہ مین کیا یا کیا مین بولین - ضمائر کا الف نے اور واسطے کے ساتھ یاے مجہول سے بدل جاتا ہے اور اُردو مین یہ دونون لفظ مضاف شمار ہوتے ہین اور خاطر کے ساتھ یاے معروف سے تبدیل ہوتا ہے جیسے تیرے لیے اور تیرے واسطے اور تیری خاطر اور اس صورت مین یہ الفاظ ضمائر اضافی مین داخل ہین اور اُنھون کے واسطے اور اُنھون کی خاطر کے بجاے اُن کے واسطے اور اُن کی خاطر زبان غیر فصیحون کی ہے اور کنے بمعنی نزدیک بھی واسطے اور لیے کی طرح عمل کرتا ہے اور اُنھین سے دراصل اُن ہی سے ہے لیکن اب اصل سے نقل کا استعمال اچھا ہے۔ ضمیر غائب کے لیے مرجع کا ہونا ضرور ہے۔ مرجع اس اسم کو کہتے ہین جسکی جگہ ضمیر آتی ہے اور یہ مرجع ہمیشہ ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسے نیرنگ خیال کی اِس عبارت مین دریچ کا عجب حال ہے کہ اتنا تو اچھا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے ہر وقت اچھا نہین سمجھتے "اسے" اسے کا مرجع ہیچ ہے۔

حالی

کہ کل فخر تھا جن سے ہندوستان کو	ہوے آج سب ننگ ہندوستان وہ

کبھی مرجع لفظاً مذکور نہین ہوتا بلکہ ذہن مین ہوتا ہے چنانچہ غزلیات مین معشوق کی طرف جو ضمائر راجع ہوتی ہین وہ اسی قبیل سے ہین۔ مثلاً۔

جرأت

وہ گیا کس طرف اُٹھ جلسے سے جسکے یار اب	دل کسی اور طرف جائے ہے جان اور طرف

وہ کی ضمیر معشوق کی طرف راجع ہے اور وہ عبارت مین مذکور نہین لیکن سیاق کلام اور قرینۂ مقام سے معلوم ہو جاتا ہے بخلاف اسماے ظاہر کے کہ اگرچہ غائب کے لیے موضوع ہین لیکن اُن مین یہ شرط نہین کہ اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو اور ضمیر غائب کا اسم ظاہر کی طرف رجوع کرنا وضع مذکور یہ قرینہ ہے جیسے زید آیا۔

خطاب مین اصل یہی ہی کہ معین کے لیے ہو کیونکہ معارف اسلیے وضع ہوے ہین کہ معین مین استعمال کیے جائین دوسرے خطاب یہ ہی کہ کلام کو حاضر پر پہونچایا جائے مگر کبھی خطاب معین سے ترک کرکے غیر معین کے ساتھ کیا جاتا ہے تاکہ خطاب بطور بدل کے ہر مخاطب کو عام ہو سکے اور ہر مخاطب یہ سمجھے کہ متکلم نے یہ بات مجھسے کہی ہے۔

حالی

کام ہین سب بشر کے ہم وطنو!
چھوڑو افسردگی کو جوش مین آؤ
قافلے تم سے بڑھ گئے کوسون
تم اگر ہاتھ پانون رکھتے ہو
تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر

تم سے بھی ہو سکین جو مرد بنو
بس بہت سوئے اٹھو ہوش مین آؤ
رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کیون
لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو
نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

جبکہ ضمیر مستتر کے سوا کوئی اور لفظ فعل کا فاعل ہو اُس وقت ضمیر کو صرف صیغے کی علامت اعتبار کرینگے جیسا کہ زید آیا۔ مین آیا۔ تم آئے۔ عورتین آئین۔ زید مین تم عورتین فعل کے فاعل ہین اور ضمائر مستتر علامت صیغہ ہین ورنہ لازم آئے گا کہ ایک فعل دو فاعلون کی طرف مسند ہو اور یہ محض غلط ہے بعضون کے نزدیک ضمیر بارز اور اسم ظاہر ضمائر متصل کی تاکید کے واسطے مستعمل ہوتے ہین اور فائدہ ضمیر بارز اور دوسرے اسم ظاہر کے ذکر کرنے مین یہ ہے کہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبت فعل کی بالضرور اسی فاعل کی طرف ہے۔

مسندالیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ

مسندالیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اور عَلَم وہ ہے کہ نام ہو شخص معین اور خاص چیز کا اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامع کے ذہن مین ابتدا سے بعینہ حاضر ہو جائے تاکہ اسکو پھر کسی اور کے ساتھ شبہہ باقی نرہے جیسے۔

ترانۂ شوق

اللہ کی حمد ہے زبان پر
وصف اُسکے لکھین جو لکھنے والے

ہے آج دماغ آسمان پر
کونین کے دو ورق ہون کالے

دوسرے شعر مین ضمیر کے آگر ذات معینۂ الٰہی کو بعد علم کے دوبارہ حاضر کر دیا

کبھی علمیت سے مسندالیہ کی عظمت و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے

انشا

وہ سعادت علی عالی اعلےٰ جو ہے — معدن جود و سخا لجۂ احسان و کرم

یہان یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ سعادت علی کو اظہار عظمت مین دخل نہین بلکہ اسکے اوصاف اُسپر دلالت کرتے ہین کیونکہ عظمت ایک ایسا امر ہی جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت مین جو کچھ سعادت علی سے مستفاد ہوتا ہی صفات سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

الامان بول اُٹھین قیصر روم و خاقان — ولہ اگر کہین ہاتھ مین تو لیکے آسے جا و کٹ

سودا

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر — وصی ختم رسل اور امام اول ہ

علی سے جو عظمت مستفاد ہوتی ہی عالی قدر سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

ہوس

کہان ہے جم اور کہان سکندر کہان ہے قیصر کہان ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

مصحفی

خاموش ہین ارسطو و فلاطون مرے آگے — دعویٰ نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

گویا

ہے ایک تیرا آئینہ بردار سکندر — دارا ترے دروازے کے دربانکے برابر

کبھی۔ اظہار علمیت کا تعظیم لظیر کے لیے ہوتا ہے جیسے۔

مومن

تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلال
سفیدہ رُخ فغفور چین و قیصر روس

فغفور چین و قیصر روس جو عالی قدر بادشاہ ہین اس لیے مذکور ہوے ہین کہ خاک پائے بلال کی عظمت ظاہر ہو اور بلال کا اسلیے ذکر کیا گیا کہ ذات ممدوح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی بیان ہو۔

کبھی اظہار علمیت سے کنایہ علم کے معنی اصلی کی طرف ہوتا ہے جیسے

مولوی محمد حسین آزاد

آزاد نے قدم نہ رکھا قید حرص مین		سچ ہے کہ دی خدا نے ہی کیا ہی سمجھ اُسے

آزاد اصل لغت مین غیر بندہ اور بے قید اور بے تعلق کو کہتے ہین پس یہان پر کنایہ ہے ایکے حرص دُنیا سے آزاد ہونے کی طرف وضع اول کی وجہ سے اور وضع ثانی کے اعتبار سے محمد حسین کا تخلص تھا پس معنی لغوی قرینہ ہین انتقال کے معنی ثانی کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزادی ہے پس ملزوم سے اور وہ ذات آزاد ہی لازم کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزاد ہونا ہے انتقال باعتبار وضع اول کے ہوتا ہی۔

حافظ عبد الرحمٰن احسان

حکم والا یہ ہوا قلعے مین احسان نہو شہر دیکھا کہ جس شہر مین احسان نہو		سُن کے اس بات کو اک شہر کا اوسان گیا قلعہ وہ کیا ہی کہ جس قلعہ سے احسان گیا

یہ اُس قطعہ کا شعر ہے جو احسان نے اکبر شاہ ثانی کی خدمت مین اُس موقع پر پیش کرایا تھا جب دشمنون نے اُنکی طرف سے کان بھر کر قلعہ معلی مین آمد و رفت سلام و مجرا سب بند کرادیا تھا۔ قلمی دیوان احسان سے یہ شعر نقل ہوے۔

مومن

آج ہوتا کمال تو کہتا		اب تخلص بنا ہے نقصانی

کمال ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہی اور یہان پر اس لفظ کے معنی اصلی کی طرف اشارہ ہی چنانچہ نقصانی کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی شعر ذیل مین مومن کا لفظ۔

مومن

اگر ترے کوچے سے دی کعبے کو نسبت کیا گناہ		مومن آخر تھے کبھی اے دشمن اسلام ہم

اگرچہ مومن شاعر کا تخلص ہی مگر یہان اُسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ ہی کہ اس چیز کے تصدیق کرنے کو کہتے ہین جسکی نسبت یہ معلوم ہوجائے کہ اُسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہین۔

ولہ

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین		مومن نہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

ولہ

ہے نام جو بھر تابع فرمان کردن مین	مومن ہون تو تجھکو بھی مسلمان کردن مین

وزیر

اُبھکار اپنا گدا کیجے مجھکو اے شہ حُسن	فقیر ہون ترے در کا وزیر نام نہین

وزیر کا مقابلہ فقیر کے ساتھ دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ اُسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ ہی۔

احمد حسین مائل

روز بخشش پوچھ لینا یا حسین	کس جگہ مائل ہمارا رہ گیا

اسی قبیل سے ہی گویا کے اس مقطع مین اگرچہ علم مسند ہی نہ مسند الیہ۔

گر ترے اُٹھنے نہ دینے سے بگڑ بیٹھا وہ	تو تو گویا تھا کوئی بات بنائی ہوئی

واجد علی شاہ غلام رضا نام اپنے ایک مصاحب کے حق مین کہتے ہین۔

نام ایسا جگر کا ایسا سخت ؛	تھا غلام رضا وہ کب کمبخت ؛؛

اسی قبیل سے ہی بحر کا یہ مقطع جس مین علم منادی ہی۔

سنگ در یار کے سبب کوچۂ جانان چھوڑا	بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہوکر

سودا شاہ عالم کی تعریف مین کہتا ہے۔

ترقی ہو اُسے دنخواہ عالم	کھاوے تا ابد یہ شاہ عالم

جرأت

منھ نہ موڑونگا تری شمشیر سے قاتل ہر	نام ہی جُرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

اس مقطع مین علم مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔

کبھی اظہار علمیت سے سامع کا حیران و مشوش کردینا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

غالب

اسد اللہ خان تمام ہوا	اے دریغا وہ رند شاہد باز

انیس

غل ہوتا ہی ہر سمت جدا ہوتی ہی زینب	ہر اک کے گلے ملتی ہی اور روتی ہی زینب

ولہ

علی اکبر کی جوانی کا ہے جانکاہ الم	زانو پر مارتے ہین دست تاسف ہر دم

کبھی اظہار علمیت سے حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین میرحسن کے۔

اری تیرے صدقے مری مہربان	کہا میری نجم النسا تو ہے جان

جبکہ نجم النساء وزیرزادی بہت مدت کے بعد شہزادی بدرِمنیر سے آکر ملی تو اُسنے یہ کہا تھا اس کلام مین نجم النسا کا نام صرف حظ طبع کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ درصورتیکہ وہ خود شاہزادی کے سامنے حاضر تھی اس قدر کہنا کافی تھا کہ اری مین تیرے صدقے جاؤن میری جان تو اوی ایسے موقع پر نام لینا ضرور نتھا چنانچہ یہ بات کتاب توبۃ النصوح مصنفۂ مولوی نذیر احمد دہلوی کے اس فقرے سے ظاہر ہوتی ہی کہ کلیم نے وہان جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑنگ جانگیہ پہنے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا آپ ہین معاف کیجیے گا مین نے سمجھا کوئی اور صاحب ہین" الخ آہا آپ ہین کہا کلیم کا نام نہ لیا۔

پنش

جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ	کہ فرزند میرا جہاندار شاہ

انیس

امان واری مری بستی کو نہ ویران کرو	علی اکبر مری محنت کیطرف دھیان کرو

مان نے سامنے علی اکبر سے یہ بات کہی تھی۔

اسی غرض کے لیے شعر ذیل مین فرخ فرخ واقع ہوا ہے۔

گلزار نسیم

فرخ فرخ پکار اُٹھا	شہ نے جو وزیر آتے دیکھا

کبھی اظہار علمیت بیان حسرت و افسوس کے لیے ہوتا ہے جیسے مرزا غالب نے ایک خط مین لکھتے ہین "وہی بالا خانہ ہے وہی مین ہون سیڑھیون پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میران آئے وہ یوسف علی خان آئے مرے ہوؤن کا نام نہین لیتا بچھڑے ہوؤن مین سے کچھ گنے ہین انتہے"!!

گیا قیس ناشاد اس عشق مین
ہوئی اس سے شیرین کی حالت تباہ
سُنا ہو گا وامق پہ جو کچھ ہوا

میر

کبھی جان فرہاد اس عشق مین
گیا اس سے لیلی نے خیمہ سیاہ
نل اس عشق مین کس طرح سے موا

جو عذرا پہ گذرا سو مذکور ہے
دمن کا بھی احوال مشہور ہے

غالب

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

ہوس

بیٹھا تھا جہان یہ چشم پُرخون
وارفتہ عشق یعنے مجنون

دبیر

تم بھی نہ رہے عون و محمد بھی سدھارے
اب کون اُٹھائے گا جنازے کو ہمارے

ولہ

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہووے گی مادر
بیٹھون گی مین جس بن مین رہینگے علی اکبر

داغ

میر و غالب آزردہ سے پھر لوگ کہان
داغ اب یہ ہین غنیمت ہمہ دان دہلی

اظہار علمیت تحقیر کے واسطے ہوتا ہے جیسے

انوار حسین تسلیم

سوکھے مُنھ باتین کرتی ہی روکھی
وہ فقیرو بھی بھک منگی جھوکی

قلق

کس سڑی کا ابھی یہ تھا مذکور
کون مجنون جو قیس تھا مشہور

عاشقی کا مزہ وہ کیا جانے
رسم مہر و وفا وہ کیا جانے

یعنے قیس کو عاشقی کا کیا سلیقہ تھا۔
کبھی سامع کو ترحم پر برانگیختہ کرنیکے لیے علم کو بیان کرتے ہین جیسے۔

مومن

کہ ترے صدقے مری جان مومن	جان مومن ترے قربان مومن

ولہ

مومن زار کہ تھا گرم بیان	سوزش سینہ سے تھا شعلہ فشان

مظہر

لوگ کہتے ہین ہوا مظہر بیکس افسوس	کیا ہوا اُسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا

مظہر کے ساتھ بیکس کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ سامع رحم کے لیے زیادہ برانگیختہ ہو۔

انیس

تم پہ کرتا ہی حسین آخری حجت کو تمام	پسر مصحف ناطق ہون سنو مجھسے کلام

مختشر

حال دل کچھ مختصر کہتا ہی مختشر تنگ تو سن	ای بت سنگین دل اپنے عاشق بیدل کی بات

نظام رامپوری

ترے کرم سے ہو نومید کسطرح سے نظام	کہ حسب حال ہی یہ قول عارف باللہ

دبیر عباس کی زبانی

ناچیز سہی کم سہی رُتبے مین ہین اگا	بابا نے غلامونکے بھی حق مین کہا کیا کیا
ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسن پاک کو سونپا	عباس غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا

اسی فائدے کے لیے بکاؤلی کا ذکر دوسرے شعر مین ہے۔

گلزار نسیم مین بکاؤلی کی زبانی

گل کا سا لو بھر اگر یبان	سبزے کا سا تار تار دامان
دکھلا کے کہا سمن پری کو	اب چین کہان بکاؤلی کو

مسند الیہ کی تعریف خطاب و لقب و کنیت کے ساتھ

کبھی مسند الیہ کی تعریف کنیت و لقب سے کی جاتی ہے اور اس سے یا تو توصیف مسند الیہ

کی منظور ہوتی ہے جیسے اِس مثال مین۔

مذاق

مرتضیٰ و بُوتراب بوالحسن بوالاولیا	بوالائمہ سید والا علی مشکلکشا

اس مثال سے کنیت و لقب دونون ظاہر ہین۔

گویا

جو دوستون کو سمجھتے ہین دشمنانِ علیؓ	تو اُنکے سر کو کرے تیغ بوتراب قلم

میر تقی

ہے کرم اب بھی وزیر ابن وزیر	آصف الدولہ فلک قدر و جناب

حالی

یہی شفقت تھی کہ جب اُسنے سوجھایا انجام	شیخ فاروق نے بیٹے کا کیا کام تمام

یا تحقیر مسندالیہ کی مراد ہوتی ہی جیسے ان مثالون مین۔

سودا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے گر ہم سے مل	آشنا مت ہو تو سودا سے خرابی کا

وله

اتفاقاً بزم رندان مین ہوا وارد جو شیخ	پنجہ اُنکا دم بدم داڑھی کا اُسکی شانہ تھا

وله

کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گذر چکا	کیا تاب یک قدم جو ادھر بوالہوس چلے

وله

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح	سی سی مرا گریبان اُن نے تو جان مارا

نیاز

ٹھانی ہے میان مغبچون نے اپنے دل مین	واعظ جو ملے اُسکے عمامے کو اتار د

ظفر

منھ پہ چڑھنا نہین شمشیر ستم کے آسان	بوالہوس بھاگے نہ کیون عشق کے میدان سے دور

سودا

ٹھہرا نہ کالیون سے ترے کوئی بوالہوس	اک مین ہی رہ گیا ہون دعاگو قدیم کا

حافظ یہ چاہے عہد پسے اُسکے بر آوُن مین	سبو ابیادے کو دے کے تین روپے تو روپیا ہوا

شیخ اور ناصح اور واعظ اور بوالہوس اور حافظ الفاظ واسطے تحقیر کے ذکر کیے گئے۔

مسندالیہ کی تعریف اسمائے اشارہ کے ساتھ

مسندالیہ کی تعریف اسمائے اشارہ کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُسکی خوب وضاحت ہو جائے۔

فرق معنوی ضمیر اور اسم اشارہ مین یہ ہے کہ اشارہ اُمور حسی کے لیے موضوع ہے اور ضمیر حسی اور غیر حسی دونون کے لیے بنی ہے جیسے کہتے ہین زید سے مین ملا تھا وہ نہایت عمدہ آدمی ہے " لفظ وہ ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے اور زید محسوسات سے ہے - غیر حسی کی مثال -

از مثنوی سحر البیان

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے	قلم جو لکھے اُس سے افزود ہے
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	و لے پرورش سب کی منظور ہے

دونون شعرون مین وہ لفظ ضمیر ہے اور خدا کی طرف راجع ہے جو غیر محسوس ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مرجع ضمیر کا ذہنی ہوتا ہے حسی نہین ہوتا یعنی اعضائے ظاہر سے تعلق نہین رکھتا اور اشارہ باعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضر کی طرف ہوتا ہے اور یہ اعضائے ظاہر آنکھ بھون ہاتھ پاؤن اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور اگر کہین غیر محسوس غیر حاضر کی طرف اشارہ کیا جائے تو مجاز پر محمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضر تصور کر کے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہین چنانچہ منشی شاہنامہ اُردو کی نسبت کہتا ہے۔

لہ و اللہ یہ نامۂ دلپذیر	بہت خوب ہے بلکہ ہے بے نظیر

یعنی یہ کتاب کہ ذہن مین معقول و متصور ہے اور اب تک وجود مین نہ آئی ہے بشرطیکہ خطبہ الحاقی نہ ہو اسم اشارہ فاعل لازم اور مبتدا کے لیے واحد ہو یا جمع یہ مقرر ہے اور جمع کے لیے یے بھی قدما کے محاورے مین تھا مگر اب متروک ہے اور فاعل متعدی اور مفعول اور متعلق بہ حرف کیلئے

اُس مستعمل ہے جیسے اُسنے مجھے بہت ستایا اور اُسکو مین بہت چاہتا ہون اور اُس سے مجھے کچھ غرض نہین اور فاعل کی جمع کے لیے اُنھون نے اور مفعول کی جمع کے لیے اُنھون کو اور اُنہیں کو استعمال کرتے ہین اور یہ پچھلا لفظ افصح ہے اور متعلق بہ حرف کے لیے اُنھون سے اور اُن سے لاتے ہین اور پچھلا لفظ فصیح تر ہے اور اُس نے کی جگہہ اُنھون نے بھی استعمال کرتے ہین اور لفظ یہ اشارہ قریب کے لیے ہے اشارۂ بعید کے لیے اُردو مین وہی لفظ مستعمل ہے جو ضمیر واحد غائب کے لیے آتا ہے انشاء اللہ خان سے دریاے لطافت مین یہ بات فروگذاشت ہو گئی ہے اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ اسم اشارہ مشار الیہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور اسم ضمیر مرجع کے ساتھ جمع نہین ہو سکتا۔ پس ان اشعار مین۔

سید اصغر علی آبرو ساکن ٹونک

اُس زلف سیہ کا ہے یہ نقشا رے آگے	یا کھیل رہا ہے کوئی کالا مرے آگے

شاہ مبارک آبرو

افسوس ہے کہ مجھکو وہ یار بھول جائے	وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جائے

اسکا زلف اور وہ کا یار اور شوق و محبت کے ساتھ جمع ہونا دلیل ہے اس بات پر کہ یہ دو لفظ یہان اشارہ بعید کے لیے مستعمل ہوے ہین اور اُس اور اُن الف مکسور کے ساتھ اشارہ قریب کیلیے ہین اور اس اور ان الف مضموم کے ساتھ اشارہ بعید کے لیے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسند الیہ کی تعریف اسم اشارہ کے ساتھ یا تو زیادتی مدح کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

عشرت

ارادہ سیر کا کرتا ہے جبکہ وہ گلرو	یہ ناز کی کہ جبین پر عرق ابھی سے ہے

یعنی اُسکی نازکی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

محمد افضل خان افضل

یہ قطع یہ بُرید یہ شوخی یہ شان تیغ	یہ گھاٹ یہ تراش یہ پہلو یہ آن تیغ

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیانِ غالبؔ — تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

انیس

سب تھک گئے مگر نہ تھکے تیغزن کے ہاتھ — وہ معرکہ رہا اسی گل پیرہن کے ہاتھ

یعنی وہ معرکہ عظیم الخ۔

ولہ

وہ سرد ہوا نور کی وہ صبح کا عالم — اور زمزمے مرغان خوش الحان کے وہ باہم

وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم — اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہر دم

ولہ

چلنا وہ باد صبح کے جھونکوں کا دم بدم — مرغان باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم

وہ آب و تاب نہر وہ موجوں کا پیچ و خم — سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم

وہ نور صبح اور وہ صحرا وہ سبزہ زار — تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار

چلنا نسیم باد سحر کا وہ بار بار — کو کو وہ قمریوں کی وہ طاؤس کی پکار

وہ دشت وہ نسیم وہ جھونکے وہ سبزہ زار — پھولوں پہ جا بجا وہ گہرہائے آبدار

میر حسن

وہ نکھر افلاک اور وہ مہ کا ظہور — لگا شام سے صبح تک وقت نور

وہ سنسان جنگل وہ نور قمر — وہ براق سا ہر طرف دشت و در

وہ اجلا سا میدان چمکتی سی ریت — اگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

نظیر

وہ بہاریں وہ فضائیں وہ ہوائیں وہ سرور — وہ طرب وہ عیش کچھ جسکا نہیں حد و حساب

یا کثرت منظور ہوتی ہے جیسے۔

انیس

بالو کو تسمیں دے کے چلا شاہ نامدار — وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

ذوق

نسیم عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگین — کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

یا تحقیر کے لیے جیسے۔

چھوٹا اگر ترا تجھ سے شہر و دیار	یہ بندی ہی لائی ہے تقصیر وار

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار	ایسی رفتار پر خدا کی مار

پہلا اسم اشارہ تعظیم کے لیے ہے اور دوسرا تحقیر کے لیے۔

نفیس

وہ نحس و بد کہ اڑے جس کا سایہ دیکھکے بوم	وہ تیرہ رنگ کہ جس سے کسود شام ہو روم

یا باعتبار قرب و بعد کے اسکا حال بیان کرنا مقصود ہوتا ہی جیسے۔

احسن

اشک گلگون کو نہین لعل گہر سے پیوند	یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

وجاہت جھنجھانوی

زور کر سکتا نہین جہل جو ہو علم سوا	جتنا یہ بڑھتا ہی وہ اتنا ہی گھٹ جاتا ہے

انیس

جنت انعام کر کہ دوزخ مین جلا	وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

مسند الیہ کا معہود ہونا

کبھی نکرہ معہود ہونے کی وجہ سے معرفہ ہوجاتا ہی اور معہود اُسے کہتے ہین جو ایک شے معین اور مقرر ہو اور وہ دو قسم پر ہی ایک **معہود خارجی** وہ نکرہ ہے کہ بقرینہ مقالیہ یا کسی خاص وجہ سے ذات خاص پر دلالت کرتا ہے مثلاً۔

ملشی

اکیا گیو وہین گذر بانکے پاس	گذر بان لگا کرنے گفتار پاس

مصرع دوم مین گذر بان سے وہی گذر بان مراد ہی جسکا ذکر مصرع اول مین ہوا ہی مگر اسقدر فرق ہے کہ مصرع اول مین گذر بان مسند الیہ نہین ہے۔

ناسخ

تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی		بولے ملک ضریح قبول امام ہے

مقصود بالتمثیل ضریح ہی جو مصرع اول مین مسندالیہ نہین۔

ایجاد رنگین

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار تھی پُرانی تیجی اک اندھے کے پاس		ربط تھا دونون مین باہم بے شمار کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

اندھا معہود ہی جو دوسرے شعر مین مسندالیہ نہین ہے۔

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر		توصاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہی میلا

لفظ سید سے سید احمد خان سمجھے جاتے ہین اور اسکو اکبر کے سوا اور لوگ بھی جانتے ہین اور اس کا حال ہندوستان کے اہل علم پر ظاہر ہے۔

دوسرا معہود ذہنی وہ نکرہ ہے جو متکلم اور مخاطب مین معلوم اور معین ہو اور کوئی شخص اُس سے واقف نہو اور اُسکا ذکر بھی پہلے نہوا ہو مثلاً کسی کا دشمن سامنے سے آئے اور وہ دیکھکر کہے کہ موذی آیا اور اُس سے مراد ایک شخص معین ہو جسے متکلم اور مخاطب جانتے ہون تو لفظ موذی اگرچہ نکرہ تھا۔ لیکن بسبب ہونے معہود ذہنی کے معرفہ ہو گیا اسی طرح بادشاہ وزیر سے کہے کہ دشمن کی فوج آپہونچی اگرچہ نام نہین لیا مگر دونون اُس دشمن کو اور اُسکی دشمنی کے کامون کو اچھی طرح جانتے ہین مرزا غالب ایک دوست کو لکھتے ہین کہ اُردو کا دیوان غاصب ناانصاف سے ہاتھ آگیا " غاصب ناانصاف سے شخص معین مراد ہی جسکو متکلم مخاطب جانتے تھے اور غاصب ناانصاف مجرور ہے فرق معہود ذہنی اور خارجی مین یہی ہے کہ معہود ذہنی کو صرف متکلم اور مخاطب ہی جانتے ہین اور کوئی نہین جانتا بولنے والا اگرچہ عام لفظ بولتا ہے مگر حقیقت مین ایک خاص معنی مراد لیتا ہی اور معہود خارجی وہ ہی جسے اور لوگ بھی جانین جیسے لفظ خلیل سے جسکے معنے دوست کے ہین حضرت ابراہیم سمجھے جاتے ہین۔

داغ

نواب نے کی جو قدردانی میری		اے داغ گذر گئی جوانی میری

نواب سے مراد نواب کلب علی خان والی رام پور ہین جن کو اس شعر کے پڑھنے اور

سننے والے کبھی نہین سمجھ سکتے۔

امیر

ہے لکھنؤ کی جان تو کلکتے مین امیر	خاک آئے میری آنکھ مین اب لکھنؤ پسند

لکھنؤ کی جان سے واجد علی شاہ فرمان روای اودھ مراد ہین اور اسکے معہود ذہنی ہونے مین کوئی شبہ نہین۔

غالب

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور	فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

غالب کے عہد مین حضور سے بہادر شاہ دوم سمجھے جاتے تھے جو شاہان تیموریہ کے سب سے پچھلے برائے نام تاجدار تھے اور لفظ حضور مضاف الیہ مجرور ہے۔

مسند الیہ کی تعریف موصول بناکر

کبھی مسند الیہ کی تعریف اُس کو موصول بنا کر کی جاتی ہے اُردو مین اسم موصول کی علامت یہ ہے کہ جونسا واحد مذکر کے لیے اور جونسی واحد مؤنث کے لیے اور جونسے جمع مذکر کے لیے اور جونسیان جمع مؤنث کے لیے اور فصیح لوگ جمع مؤنث کے لیے بھی جونسی بولتے ہین اور جو اور جس نے اور جن نے اور جنھون نے اور جس کو اور جن کو اور جس سے اور جن سے بھی اسم موصول کے الفاظ ہین اور جسکی جگہ جس کسی اور جن کی بھی درست ہے اور جو کی جگہ سو بھی عورتون مین مستعمل ہے اور کوئی سا اور کوئی سی بھی موصولات کے لیے آتے ہین۔

اور اسم اشارہ بھی کاف بیانیہ کے لانے سے موصولات کے حکم مین ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا اور کبھی اسم اشارہ کے ساتھ جو بھی آتا ہے جو سوائے شرط کے بیان کا بھی فائدہ دیتا ہے اور اس طرح تعریف کئی سبب سے کیجاتی ہے۔

یا تو اسلیے کہ سامع مسند الیہ کے دوسرے خاص خاص حالات سے واقف نہین ہوتا صرف صلے سے واقف ہوتا ہے پس اُسکے جتانے کے لیے مسند الیہ کو اس طرح ذکر کرتے ہین تاکہ صلے کی وجہ سے جو ایک جملۂ خبریہ ہوتا ہے اور اُس مین بیان اُسی موصول کا ہوتا ہے سامع کو معلوم ہو جائے مثلاً جو لڑکا کل غیر حاضر تھا آیا جو لڑکا اسم موصول کل غیر حاضر تھا یہ جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہے۔

نظام رامپوری

تمھارے پاس جو گھوڑا کمیت رنگ کا ہے ۔ وہ بخشئے مجھے للہ بخشئے للہ

جو کمیت رنگ کا گھوڑا موصول اور تمھارے پاس موجود ہے جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا خبر اسکی دوسرا مصرع ہے -

ظفر

سوتا تھا جو شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ ۔ پھٹھا ہے زنخدان کے سو وہ دھر کے تلے ہاتھ

جو موصول ہے سوتا تھا شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہے دوسرا مصرع خبر ہے -

امیر

دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے ۔ جو مرتے ہین وہ جیتے ہین جو جیتے ہین مرتے ہین

جو یعنی جو لوگ اسم موصول اور مرتے ہین اسی طرح جیتے ہین صلہ دونون اسم موصول صلے سے ملکر مبتدا اور مابعد اُنکی خبر -

مسدس حالی

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھورون کا گلہ ۔ گران کر دیا اُس کا عالم مین پلہ

یہان وہ اسم اشارہ مع خطہ کے موصول اور جو کاف بیانیہ کا قائم مقام ہے ڈھورون کا گلہ تھا صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا دوسرا مصرع خبر ہے -

ولہ

وہ قومین جو ہین آج غمخوار انسان ۔ درندونکی اور اُنکی طینت تھی یکسان

منہ

نوکرون کی تمھارے جو ہے غذا ۔ اُن کو وہ خواب مین نہین ملتا

شایان

مویشی جو چرتے تھے سوے شمال ۔ پکڑے گئے اُن کو یہ ہے ملال

ناسخ

دشت غربت مین مرے مر رہیگا ۔ جو گڑھا آیا نظر وہ گور ہے

ولہ

جوغذا توڑتے ہین آگے ہین | جوچباتے ہین اُنکے پیچھے ہین

یا مسندالیہ کی تعظیم مطلوب ہوتی ہے جیسے۔

غالب

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب | وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

وہ کافر موصول جو بیان کے لیے اور مابعد صلہ ہے۔

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین | ولہ | فرمان رواے کشور ہندوستان ہے

جو بمعنی جو کوئی اسم موصول ہے سایۂ دیوار یار مین بیٹھا ہے صلہ اور یہان تعظیم مقصود ہے۔

انیس

چڑھائین عدو اسکو نیزے پہ آہ | محمدؐ کے زانو پہ جو سر رہے

جو سر مسندالیہ موصول ہے اور محمدؐ کے زانو پہ رہے صلہ رہے۔

قاسم علی شوکت

کاٹ ہے جو ابروے خمدار مین | ہے یہ برش کب کسی تلوار مین

جو کاٹ مسندالیہ اور موصول ہے اور ابروے خمدار مین ہے صلہ ہے اور یہان موصول کی تعظیم مقصود ہے۔

یا مسندالیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہے جیسے۔

امیر مینائی

جو کربلا مین شاہ شہیدان سے پھر گئے | کعبے سے منحرف ہو قرآن سے پھر گئے

جو لوگ اسم موصول ہے شاہ شہیدان سے پھر گئے صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہوا اور دوسرا مصرع خبر ہے اور یہان موصول کی تحقیر منظور ہے۔

اقبال

قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے | موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے

جو قطرے اسم موصول اور میرے عرق انفعال کے تھے صلہ ہے اور یہان صلے سے موصول

کی تحقیر نکلتی ہے۔

تراب

جو گھر گھر پھرے سیم و زر کے لیے | مرے کون اُس سیم بر کے لیے

غلام دستگیر نامی

اُصولِ اُخوت سے جو بیخبر ہین | وہ اسلام کے واسطے پُرخطر ہین

یا اسلیے کہ اُسکا ذکر کرنا صراحت کے ساتھ اچھا نہین معلوم ہوتا جیسے۔

حالی

بچھڑ گئے بھائیون سے جب بھائی | جو نہ آنی تھی وہ بلا آئی!!

یہان مسند الیہ کا ذکر صراحت کے ساتھ کرنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہی کیونکہ وہ کوئی خوبی کی چیز نہ تھا اسلیے موصول بنا کر لائے۔

ولہ

سزاوار ہے اُن کو جو نا سزا ہے | روا ہی انھین سب کو جو نا روا ہے

ولہ

وہ جو کچھ کہ رہین کہ سکے کون اُن کو | بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

ولہ

معلوم ہے جو موردِ نیہ اسپین مین گذری | جسوقت از بلا ہوئی وان صاحب افسر

یا اس بات کی طرف اشارہ منظور ہوتا ہی کہ خبر اس قسم کی ہوگی جیسے۔

ذوق

زمین پہ نور قمر کے گرے مین صاف اظہار روشنی ہے | کہ جو ہین روشن ضمیر اُنکو فروغ اُنکی فروتنی ہے

جب یہ کہا کہ جو لوگ روشن ضمیر ہین تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اُس مبتدا کی خبر ایسی چیز پر مبنی ہوگی جو روشنی اور فروغ کی قسم سے ہوگی۔

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو | وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جب یہ کہا وہ قرار جو ہم مین تم مین تھا تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا

کہ اس مبتدا کی خبر مین کوئی بات قرار کے یاد رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بیان ہوگی۔

حالی

پاکبازون کو نہین عہد مین میرے کھٹکا	جو کھونڈتے ہین وہی مجھسے کھٹکتے ہین سدا

موصول مع صلے کے یعنی جو لوگ کھونڈتے ہین اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اسکے بعد کوئی ایسی خبر آئیگی جو مجرمون کے مناسب حال ہوتی ہو۔

ولہ

جو ہنر مند ہین دل انکا بڑھاتا ہون مین	خوبیان انکی زمانے مین جتاتا ہون مین

امیر

برہمن کو بت نہ مجھے تو اے صنم	جس نے جو مانگا خدا سے مل گیا

واجد علی شاہ اختر

اے دل یہ نصیحت کسی ناصح کی ہے سن کے	بھولے جو تجھے اسکو بھی تو یاد نہ کرنا

ناسخ

جو ترے عشق مین ہلاک نہین	زندگانی کا لطف خاک نہین

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ایما کے ذریعہ سے شان خبر کی تعظیم بھی مستفاد ہوتی ہو مثلاً جو آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اُسنے ہمارے لیے مکان بنایا اس مثال مین موصول مع صلہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر مین کوئی تعمیر کا ذکر ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مکان عالی شان ہوگا کیونکہ اُسکا بنانے والا وہ ہو جسنے آسمان کو پیدا کیا ہے۔

حالی

جسنے صورت نہ عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی پیکنا ہونکے لیے وہ رات دن جیل مین تھا	ہاتھ سے جسنے بڑونکی آن ابتک دی نہ تھی پانون اک اسکا عدالت مین تھا اور اک گھر مین تھا

شاعر کے اس قول مین کہ جو شخص اتنی عظمت رکھتا تھا کہ اُسکو عدالت تک جانے کا کام نہ پڑا تھا اور وہ اپنے اسلاف کی طرح نہایت وقار سے رہتا تھا اور جس طرح اُسکے بڑے عدالت مین جانے کو عار سمجھتے تھے اسی طرح وہ بھی سمجھتا تھا) ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر جس چیز پر مبنی ہے وہ کوئی ایسا امر ہے جس مین عدالت کی قسم کی کوئی بات ہوگی پھر اس مین یہ بات بھی پیدا ہوتی ہو کہ جبکہ

ایسا عالیشان آدمی بیگناہون کے لیے رات دن چکر مین تھا اور عدالت مین پے در پے جاتا تھا تو وہ کوئی اہم معاملہ ہوگا۔

مصحفی

اُنھون کو صاحب خرمن سبھی سمجھتے ہین ۔۔۔ جو مصحفی کے ہین کہلاتے خوشہ چینون مین

شاعر کے اس قول مین کہ جو مصحفی کے خوشہ چین یعنی شاگرد ہین اس بات کی طرف ایما ہے کہ اس کی خبر مین کوئی ایسا ذکر ہوگا جو خوشہ چینی کے مناسب ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے لوگون کے خرمن یعنی دیوان نہایت عمدہ ہون گے کیونکہ وہ مصحفی جیسے شاعر کامل کے خوشہ چین ہین۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی عظمت پر دلالت کرنیکا ذریعہ ہوتا ہی جیسے۔

دبیر

از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالق دانا ۔۔۔ جو مجھسے جلین تو انھین دوزخ مین جلانا

جو مجھ سے جلین موصول مع صلہ کے ہے اور اس مین ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی عذاب و عقاب کی قسم کا مضمون ہوگا اور اس ایما مین متکلم کی شان کی تعظیم سمجھی جاتی ہی کیونکہ اُسکے ساتھ حسد رکھنے کی وجہ سے حاسدون کے عذاب دینے کی دعا کی گئی ہے۔

میر تقی

جو کہ خود سر رکھتے اُستادون سے عار ۔۔۔ اُنکے تئین ہرگز نہ ہوتا اعتبار

موصول مع صلہ یعنی مصرع اول ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر کوئی ایسی چیز ہوگی جس مین تحقیر موجود ہوگی اور اس سے اُستادون کی تعظیم بھی نکلتی ہے اس لیے کہ اُن سے عار رکھنے کی وجہ سے بے اعتباری پیدا ہوتی ہی۔

نفیس

مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے ۔۔۔ اسکی اصل ہی کیا اژدہون کو مارا ہے

جسنے میرا مقابلہ کیا یہ موصول مع صلہ ہے اور یہ ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز جس مین مقابلہ کرنیوالے کی ناکامی کا حال ہوگا اور اس سے اُس شخص کی عظمت پیدا ہوتی ہی جس سے مقابلہ کیا جاتا ہی اور وہ متکلم ہی۔

ظفر

جو حب آل نبی اور صحابہ دل سے رکھے ۔۔۔ ظفر اُسے نہین ڈر حشر کی تباہی کا

کبھی یہ ایما شان خبر کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً۔

شباب

جنکو موزون شعر کا پڑھنا بھی ہے کار اہم
فکر دیوان لے بنا رکھا ہے دیوانہ اُنھین

پس یہان موصول مع الصلہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو شعر سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص کا دیوان مبتذل ہوگا۔

مسدس حالی

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر
زمین جس سے ہے زلزلے مین برابر
عفونت مین سنڈاس سے ہے جو بدتر
ملک جس سے شرماتے ہین آسمان پر
ہوا علم و دین جس سے تاراج سارا
وہ علمون مین علم ادب ہے ہمارا

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر موصول ہے اور جو بیان صلہ کے لیے ہے اور عفونت مین سنڈاس سے بدتر وغیرہ صلہ ہے اور یہ موصول و صلہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو علم انشا پردازی سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسا علم ادب نہایت خراب ہوگا۔

کبھی۔ یہ ایما غیر خبر کی شان کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً جو لوگ شیطان کی اتباع کرتے ہین وہ عذاب پاتے ہین موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر خرابی اور بے بہرگی کے قبیل سے ہوگی اور اس سے یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ شیطان حقیر و ذلیل ہے اُس کی اتباع کرنا گناہ ہے کیونکہ جب اُس کی متابعت پر عذاب مترتب ہوتا ہے تو ضرور محقر ہوگا۔

مذاق

دنیا و دین مین رہتا ہے آلودہ جو فقیر
دھوبی کا کتّا ہے وہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

جو موصول اور دنیا و دین مین آلودہ رہتا ہے اُس کا صلہ ہے موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہے کہ خبر مین زیان اور ناکامیابی کی قسم کی کوئی بات ہوگی اور اس سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ دُنیا و دین بڑی چیز ہین کیونکہ ان کی محبت مین مبتلا رہنا فقیر کے لیے

محرومی درجات کا سبب ہے۔

علمی

اور کیا ترک اسکو جسنے ہو عذاب اسکو بڑا ہے یہ مضمون احادیث شریف مصطفےؐ

جسنے اسکو ترک کیا موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہی کہ اُسکی خبر مین کوئی تہدید اور سزا کا مضمون ہوگا اور یہ امر نماز جمعہ کے ترک کرنے کی بُرائی پر دلالت کرتا ہی۔

ولہ

ہو کے مومن جو ادا کرتا نہین اس فرض کو ہو بھلا اُسکے جنازے کی ادا کیونکر نماز

موصول مع صلہ کے (یعنے جو شخص مومن ہو کر اس فرض کو ادا نہین کرتا ہی) اس بات پر ایما ہے کہ اسکی خبر مین پاداش بیان کی جائے گی اور پاداش کے ذکر نے فرض کے ترک کرنیکی بُرائی ثابت کی۔

ظفر

جو پینگے شراب بے موقع وہی ہون گے خراب بے موقع

فائدہ اگرچہ جملہ صلہ تقیید کی وجہ سے بظاہر موصول کے زیادہ واضح کرنیکا موجب ہوتا ہی لیکن یہ اُس تعیین و تشخیص کو جو اسم اشارے مین ہوتی ہے کم کر دیتا ہی سبب اسکا یہ ہی کہ موصول مین تعیین عقلی ہوتی ہے اور اسم اشارے مین تعیین حسی اسم موصول معنی کلی کے لیے موضوع ہے اور معنی جزوی پر مبہم طور پر دلالت کرتا ہے پس اسکا مدلول عقلی ہوگا اور اُمور کلی کے ابہام مین شک نہین غایت یہ ہی کہ اُمور مذکورہ کے جمع ہونے سے تعیین حاصل ہوجاتی ہی مگر تعیین حسی کے درجے کو نہین پہونچتی اس صورت مین بظاہر اسم موصول نکرہ موصوفہ سے بڑھکر اور اسم اشارہ سے کمتر ہوگا جیسا کہ معہود ذہنی و خارجی کی تعریف کا حال ہے۔

مسندالیہ کی اضافت

مسندالیہ کی تعریف اضافت کے ساتھ بھی کیجاتی ہے کیونکہ یہ طریقہ مسندالیہ کے ذہن مین لانے کا بہت ہی مختصر ہی اس سے متکلم یا سامع کا مقصود نہایت اختصار کے ساتھ مستفاد ہوجاتا ہے مثلاً۔

گلزار نسیم

رہتے ہیں یہ گلشن نگارین
رہتا ہے وہیں مرا وہ گلچین

گلچین مضاف ہے اور مرا مضاف الیہ یہاں اضافت کی وجہ سے اختصار پیدا ہوا کیونکہ بغیر اضافت کے یوں کہنا چاہیے جیسے میرا گل چنا ہے یا جو میرا گل چننے والا ہے کیونکہ بوجہ جلدی اور رنج وملال کے بکاؤلی کو طول طویل عبارت لکھنے کی فرصت نہ تھی اور اختصار مطلوب تھا اسلیے گلچین کو کہ مسندالیہ ہے مضاف بناکر عبارت کو مختصر کردیا بکاؤلی کا مقصود یہ تھا کہ وہاں گلچین رہتا ہے پس اگر وہ تاج الملوک کا نام لیتی یا صرف یہ کہتی کہ وہ وہاں رہتا ہے تو علم کے لانے یا ضمیر کے ظاہر کرنے سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کہ وہ میرا گلچین ہے۔

جرأت

ناتوانی سے گرے ایسے کہ پھر اُٹھ نہ سکے
ہوگیا جزو بدن ضعف سے بستر اپنا

بستر کی اضافت اپنا کی طرف ہے پس بستر اپنا کہنا یہ کہنے سے مختصر ہے کہ بستر جو اپنی ملک ہے گویا۔

تیرا ہی مکان کعبۂ ایمان کے برابر

مراد یہ ہے کہ جو مکان تیری ملک ہے اضافت سے جو اختصار پیدا ہوگیا وہ اس میں کہاں ہے۔

میرحسن

جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے
وہ اُس شہ کے رہتے تھے قدموں تلے

اطراف کے سرکش اسقدر عبارت کا اختصار ہے جو لوگ اطراف میں سرکشیاں کرتے تھے۔
یا مضاف کرنے سے مضاف کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور مضاف مسندالیہ ہوتا ہے جیسے

انیس

بندی چلی ہے شام کو آل رسولؐ کی
دیکھو یہی بہو ہے علیؓ و بتولؓ کی

آل کی اضافت رسولؐ کی طرف اور بہو کی اضافت علی و بتول کی طرف ہے اور یہاں مضافوں کی تعظیم مقصود ہے لیکن علیؓ و بتولؓ کی بہو مسندالیہ نہیں بلکہ مسند ہے۔

برق

راجہ اندر کا اکھاڑا صحبت قدسی ہے برق
نام رکھا ہے پرستان بزم عشرت گاہ کا

اکھاڑے کی اضافت سے راجہ اندر کی طرف اسکی تعظیم مقصود ہے اسی طرح صحبت کی اضافت سے

اقدس یعنے واجد علی شاہ کی طرف صحبت کی تعظیم مقصود ہی صحبت اقدس مسندالیہ ہی اور راجہ اندر کا اکھاڑا مسند ہے۔

حالی

مگر حیف اے فخر عالم کی اُمت	ہوئی آدمیت بھی ساتھ اُسکے رخصت

فخر عالم کی اُمت جو منادے ہی اس مین اضافت تعظیم کے لیے ہی۔
یا مضاف الیہ کی (یعنی جسکی طرف مسندالیہ مضاف ہوتا ہی) تعظیم منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر حسن

عجب شہر تھا اُس کا مینو سواد	کہ قدرت خدا ہی کی آتی تھی یاد

شہر کی اضافت سے ضمیر غائب کی طرف مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے تصرف مین ایک اعلے درجے کا شہر تھا۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہون گدائے پنجتن اے شاد دنیا ہون غنی	اوج پر آصف کا یہ دربار شاہانہ رہے

دربار شاہانہ کی اضافت آصف کی طرف ہی اور اس سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی۔
یا مضاف یعنی مسندالیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہی جیسے۔

سودا

مظہر کا شعر فارسی ور ریختہ کے بیچ	سودا الیقین جانیو روڑا ہے باٹ کا

شعر کی اضافت مظہر کی طرف ہی اور یہان مضاف کی تحقیر منظور ہے۔

غالب

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا	جام جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے

جام کی اضافت سے سفال کی طرف مضاف کی تحقیر پیدا ہوتی ہی۔
یا مضاف الیہ یعنی اُس چیز کی جسکی طرف مسندالیہ مضاف ہو تحقیر نکلتی ہی جیسے۔

ہوس

اے نجبیر ان مین بدبلا ہون	انسان خورندہ اژدہا ہون

یہان اژدہا مضاف الیہ ہے اور اُسکی تحقیر اس اضافت سے نکلتی ہے مگر اس قدر ہے کہ

اژدہا غیر مسند الیہ کا مضاف الیہ ہی۔

سودا

ہائے ایسا غم نہین ابتک ہوا		میرزا جی کا ولی نعمت موا

ولی نعمت مضاف ہی اور میرزا جی مضاف الیہ۔
اور یہان مضاف الیہ کی ہجو مقصود ہی اسلیے کہ چپک کو ولی نعمت کے لفظ سے یاد کیا ہی۔
کبھی تھوڑی ہی مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کر دیتے ہین یعنی تھوڑے سے تعلق کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کی ملک ہو جاتا ہے اور یہ کمال اختصاص کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے یا باعتبار مجاز کے ایسا کرتے ہین جیسے۔

شیخ محمد اقبال

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا		ہم بلبلین ہین اسکی یہ گلستان ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا		وہ سنتری ہمارا وہ پاسبان ہمارا

دیکھو شاعر ہندوستان کے ایک شہر کے ایک محلے کے ایک مکان مین رہتا ہی اس قدر سی مناسبت سے تمام ہندوستان کو اپنی ملک بنا لیا۔یہی حال سنتری ہمارا اور گلستان ہمارا اور پاسبان ہمارا کا ہے۔

ناسخ

یہ اعلیٰ امرے لکھنؤ کی ہے شان		زمین ہے جہان آسمان لکھنؤ

سودا

جو کچھ کہا ہی تو نے یہ تجھکو سب مبارک		مین اور میرے سر پر سبزا بسنت خان ہجو
تا غم ہو جائے ذکر کیا ہے	رند	قران ابوالظفر بہادر

داغ

کس مصیبت سے بسر ہم شب غم کرتے ہین		رات بھر ہائے صنم ہائے صنم کرتے ہین

شب غم مین اضافت بادنیٰ ملابست ہی۔اور یہ مسند الیہ نہین ہے۔
فائدہ مضاف اور مضاف الیہ مین تغائر ضروری ہے پس داغ کے اس شعر مین سے

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا		رہتا وگرنہ ایک زمانے کو داغ داغ

داغ جو مضاف ہے داغ کی طرف اس مین بھی نفس شے کی اضافت نفس شے کیطرف

نہین بلکہ معنًا دونون لفظون مین تغائر ہے کیونکہ پہلے لفظ داغ سے مراد مرنے کے غم کا رنج اور صدمہ ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ مین کوئی دوسرا لفظ حائل ہوجاتا ہے۔

مؤلفہ

اُکھڑے پہ تیرے صانع قدرت نے خال کے | یہ بہر چشم زخم دیے ہین نقط سیاہ

نقط سیاہ مرکب توصیفی مضاف ہے اور خال مضاف الیہ اور دونون مین مفعول لہ حائل ہے۔

مسندالیہ کا نکرہ ہونا

مسندالیہ نکرہ بھی ہوتا ہے اور نکرہ اسم غیر معین کو کہتے ہین جو ایک جنس کی تمام افراد پر بولا جائے اور اُسکے واسطے کئی لفظ مقرر ہین۔ کوئی۔ کسی۔ ہر۔ جو۔ ایک۔ کچھ۔ وغیرہ ان مین سے ہر اور جو حصر کا بھی فائدہ دیتے ہین اور تنکیر مسندالیہ سے کئی فائدے نکلتے ہین۔

یا اُن افراد مین سے جنپر اُس نکرہ کا مفہوم صادق آتا ہے ایک فرد غیر معین مراد ہوتی ہے جیسے۔

غالب

غیر پھرتا ہے لیے یون مرے خط کو کہ اگر | کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

یعنی اگر کوئی ایک بھی پوچھے تو چھپایا نہ جائے۔

انیس

کوئی سیّد کا نہین آہ بچانے والا | حربے لاکھون ہین وراک زخم اٹھانیوالا

ذوق

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھ کر | عجب مزہ ہے جو مرلے کسی کے سر چڑھ کر

مراد پتنگ غیر معین ہے۔

ولہ

ازل سے ہی بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا تھا کام منھ کا شکم مین یہ ناف سے

حالی

اس عہد میں انسان ہی نہیں ظلم سے محفوظ
مظلوم نہ اب بیل نہ گھوڑا ہے نہ کوئی خر

یعنے اس عہد میں ہر آدمی ہی ظلم سے محفوظ نہیں بلکہ کوئی بیل اور کوئی گھوڑا اور کوئی خر بھی مظلوم نہیں ہی اگر یہ نکرہ جمع کا صیغہ ہو تو اُسکے معنی ہیں سے جماعت غیر معین مقصود ہوتی ہی کیونکہ اُس جمع کے مفہوم کی ایک فرد ہوتی ہی جیسے ۔

حالی

جب بیٹیوں نے زندگی اس طرح سے پائی
دی زندگی اک اور انھیں علم پڑھا کر

یعنے بیٹیوں کی ایک جماعت غیر معین نے ۔

محمد باقر

رہ میں سادات نے بھی تاخت کیا
اُس کا مال ومتاع لوٹ لیا

یعنے سیدوں کے ایک گروہ نے ۔

احسن

خال ابرو نے مار ڈالا
کعبے والوں نے رہزنی کی

یعنے کعبے والوں کی ایک جماعت نے ۔

یا اُس نکرے کی جو اسم جنس ہوتا ہی ایک نوع غیر معین مقصود ہوتی ہی جس طرح تنکیر وحدت شخصی پر دلالت کرتی ہی اسی طرح وحدت نوعی پر بھی دلالت کرتی ہی جیسے ۔

آرائش محفل

ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جُدا
نہیں لطف سے کوئی خالی ذرا

یعنی پھول کی ہر ایک نوع کا رنگ و عالم جدا ہی الخ ۔

آزاد

دم بدم علم ہے کرتا عمل ایجاد نئے
آتے ہیں کارگہ دہر میں اُستاد نئے

یا نکرے کی وہ تمام افراد جنپر وہ صادق آتا ہی مقصود ہوتی ہیں جیسے ۔

انیس

اُس نور کے قطروں سے پیمبر ہوے پیدا
دریائے نبوت سے یہ گوہر ہوے پیدا

یعنے تمام پیغمبر پیدا ہوے۔
یا تعظیم مقصود ہوتی ہے جیسے۔

گلزار نسیم

ہر چند سنا گیا ہے اُس کو — اُردو کی زبان مین سخن گو

افسانۂ گل بکاؤلی کا نثر مین لکھنے والا خاص ایک شخص معین ہے پس سخن گو کا لفظ جو نکرہ ہے اُسکے نام کی جگہ بغرض تعظیم کے لایا ہے۔

ذوق

چلتا نہین ہے پنجۂ مژگان کا کچھ عمل — ہے ایسی چشم تر سے بھم آشنا گرہ

گرہ مین تنکیر عظمت کے لیے ہے۔

ناسخ

تو نہین ساقی تو میخانے مین اک برپا ہے حشر — شیشۂ مے مین نظر آتا ہے نقشہ صور کا

اک حشر سے مراد حشر عظیم ہے۔

وله

بستر رنج و کنج تنہائی — رات کیا آئی اک بلا آئی

سید آغا علی خان مہر

حسن تھا اُس کا بہت عالم فریب — خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

وله

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے — مکی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

یا تکثیر کے لیے۔ تعظیم مین اور اس مین یہ فرق ہے کہ وہان ارتفاع شان و علو مرتبہ مطلوب ہوتا ہے اور یہان مقدار اور تعداد مین زیادتی مقصود ہوتی ہے جیسے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے — دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

یعنے دشت اسقدر ویران ہے کہ اُسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہے یا دشت اس قدر

ویران ہے کہ اُسکو دیکھکر بوجہ خوف کے گھبرا جاتا ہے۔

آرائش محفل

ہے اس مملکت کی عجب گُل زمین	کہین پھول یان کے سے ہوتے نہین

یعنے پھول یہان نہایت کثرت سے ہوتے ہین۔

یا تحقیر کا فائدہ بخشتا ہے۔

ناسخ

ہو گئی ہے شمع تیرے سامنے خجلت سے آب	شمعدان گویا تری محفل مین فوارہ ہوا

آتش

یون مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے	آتش غزل یہ تونے لکھی عاشقانہ کیا

میر

متصل ایسے کام کرتے حریص	کام اپنے تمام کرتے حریص

یا تقلیل کا فائدہ بخشتا ہے جیسے۔

انیس

یہ سب غلط سُنا تھا کہ ہے لشکر کثیر	کچھ نوجوان ہین طفل ہین کچھ اور کچھ ہین پیر

ناسخ

آتش عشق وہ ہے جس مین سمندر جلجائے	اک شرر جائے جو پتھر مین تو پتھر جلجائے

اِک شرر مین تنکیر تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔

مصحفی

مصاحب ایسے اگر کچھ کسی سے لغزش ہو	تو اسکے رفع کی ہرگز نہ کر سکین تدبیر

یعنی ذراسی لغزش ہو۔ نواب یوسف علی خان ناظم کے اس شعر مین بھی تنکیر تقلیل کے لیے ہے۔ ؎

اِک مزہ البتہ ملتا ہے سودہ بھی مشترک	بوسہ کیا شے ہے کہ جسکے دینے مین تکرار ہے

یا تنکیر اسواسطے ہوتی ہے کہ مخاطب ایک بات کو جانتا ہے مگر اُسپر عمل نہین کرتا اُسکو بمنزلہ نادان کے ٹھہرا کر ایسا کہدیتے ہین جیسے مولوی محمد رکن الدین مکمل کے شعر مین۔ ؎

اتنی بھی جفا نکر تو اے بُت	ہم بھی ہین کسی خدا کے بندے

مخاطب جو رحم نہین کرتا تو اُسکو جتاتے ہین کہ تیرے عاشق ہین تو کیا ہوا آخر کسی خدا کے بندے تو ہین پس بندگان خدا پر رحم کرنا چاہیے مگر یہان تنکیر مسندالیہ مین نہین ہے دوسری مثال تنکیر مسندالیہ کی یہ ہے۔

غالب

ریختے کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب	کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

یا تنکیر سے تجدید مقصود ہوتی ہے یعنی نیا شخص نئی چیز مُراد ہوتی ہے جیسے۔

مومن

کوئی کہتا ہے جاتا ہے یہ گرمی خبط خالص کی	اسی جانسوز شعلے نے دھوان دلکا اڑایا ہے
کوئی کہتا ہے ترکیب دگر غالب خلط بلغم ہے	رطوبت گر نہین تو کون پسینے مین نہایا ہے

یعنے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے ایک کہنے والا اور ہے اور دوسرا اور ہے۔

کبھی مسندالیہ علم کو نکرہ کر لیتے ہین یعنی ذات معین اُس سے مراد نہین ہوتی مثلاً کہین ایسی لڑائی مین کوئی رستم ہے جب فتح ہو یہان رستم سے مراد بڑا بہادر جری ہے یا ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ ہوتا ہے یہان فرعون و موسیٰ کی علمیت مراد نہین بلکہ فرعون سے مراد سرکش اور موسےٰ سے مراد سرکوب ہے۔

میر

زال دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر گیا دل

توصیف مسندالیہ

مسندالیہ موصوف بھی ہوتا ہے پس کبھی صفت کی قید اتفاقی ہوتی ہے جیسے اس شعر مین۔

غالب

ٹوٹے تھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہمکو کیا
آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

حسرت

مین کہا جان بخش عیسےٰ بادۂ گلفام ہے | بولا دونون سے زیادہ کچھ مری دشنام ہے

بادے اور مے کے ساتھ گلفام کی قید اتفاقی ہے۔

ذوق

زمین پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ ثمر | جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

تزویر قید اتفاقی ہے۔

دبیر

کیا کیا کمال رکھتی تھی شمشیر خوش نہاد | جوہر کمند نوک سنان خود دو برق و باد

خوش نہاد قید اتفاقی ہے۔

ولہ

دُنبہ ریاض خلد سے لے آئے جبرئیل | فدیہ ہوا ذبیح کا حیوان بے عدیل

بے عدیل کی قید اتفاقی ہے۔

ولہ

کونین سے افضل ہے شہنشاہ خوش انجام | پڑھتے ہین درود اُنپہ ملائک سحر و شام

خوش انجام قید اتفاقی ہے۔

فیاض

الٰہی بخشدے فیاض کی خطاؤن کو | جمال احمد مختار باوقار دکھا

کبھی۔ وہ صفت کچھ فائدہ دیتی ہے بس اُس سے اتنے فائدے حاصل ہوتے ہین۔

(۱) مسند الیہ کی توضیح کرتی ہے جیسے اس مثال مین۔

ناسخ

پڑے عکس اُسکے لب سُرخ کا گر ساغر مین | ہو خجالت سے وہین بادۂ گلفام سفید

اس مثال مین لب کے لیے سُرخ کی اور بادے کے لیے گلفام کی قید توضیح کے لیے ہے اور ان کا ہونا ضروری ہے کیونکہ لب سُرخ کے رشک سے شراب سُرخ کا سفید ہوجانا فرض کیا ہے۔

مومن

اُڑتے ہی رنگ رخ مرا نظرون سے تھا نہان | اُس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا

پر شکستہ کی قید مرغ کے لیے اسلیے ضرور ہی کہ اس سے پرواز مین مبالغہ اور تعجب پیدا ہوتا ہی اسلیے کہ باوجود پر شکستہ ہونیکے اُڑنا ایک تعجب خیز بات ہی۔

غالب

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہی	متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

عیش کے ساتھ رفتہ کی اور متاع کے ساتھ بردہ کی قید توضیح کے لیے ہی مگر موصوف مسندالیہ نہین۔

میر حسن

یہ خالق کی سُن قدرت کاملہ	تماشے کو نکلی زن حاملہ

حاملہ کی قید ضروری ہے اس لیے کہ شاہزادے کی سواری کا ایسا لطف تھا کہ زن حاملہ بھی دیکھے بغیر نہ رہ سکی۔

عصمت

پستان ہین جو نورس تو بس انگیا کو اُتارو	تھیلی نہین چڑھتی ثمر خام کے اوپر

ثمر کے ساتھ خام کی قید ضروری ہے کیونکہ پستان نورس کو ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے مگر مسندالیہ نہین ہے۔

(۲) مدح وذم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ موصوف پہلے سے متعین ہو اور مخاطب اُسے جانتا ہو اور اگر متعین نہ ہوگا تو صفت تخصیص کے لیے سمجھی جائے گی اور یہ ہمیشہ معارف کے ساتھ آتی ہے۔

مثال اول

انیس

بولے ملازمون سے یہ عباس باوفا	دریافت تو کرو کہ ارادہ ہے اُن کا کیا

باوفا کی قید مدح کے لیے ہی۔

منشی

گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد
طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد

مثال دوم

انیس

ایک ایک پیل زور تہمتن شکوہ تھا | ابن رکاب سبز قدم سرگروہ تھا

سبز قدم مذمت کے لیے ہے۔

مصحفی

اگرچہ بازی انشاے بے حمیت کو | رہا خموش سمجھ کر مین بازی تقدیر

بے حمیت مذمت کے لیے ہے اور یہان موصوف مسندالیہ نہین ہے۔

منشی

سرنامہ حمد خداے کریم | کہ ہے کردگار و غفور الرحیم

یہان کریم خدا کی صفت ہے اور اُس کی مدح کے لیے ہونے مین کوئی شبہ نہین ہو سکتا۔ کیونکہ خدا مین تعدد کی گنجائش نہین بخلاف کسان مسمّٰے بہ عباس کے کہ اُن مین تعدد کو گنجایش ہے اور خدا مین تعدد نا پیدا ہے اسی قبیل سے ہے شیطان لعین اور ابلیس گمراہ کہ ان صفات کی مذمت کے لیے ہونے مین کوئی شبہہ نہین کیونکہ ابلیس ایک ہے بس اُسکی صفت کے محض مذمت کے لیے ہونے مین کوئی کلام نہین۔

عین الدین احمد متخلص بہ احمد

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر | صف آرا ہوا شاہ گردون سریر

مہر منیر صفت مدح کے لیے ہے اور مہر ایک ایسا علم ہے جس مین تعدد کی گنجایش نہین۔

محمد اکبر خان اکبر

دوش ملک پہ دیکھ کے نعش شہید عشق
حورون کو یہ گمان ہے عرش برین نہو

برین صفت مدح کے لیے ہے اسلیے کہ عرش مین تعدد کی گنجایش نہین۔

(۳) تخصیص کا فائدہ دیتی ہے بشرطیکہ مسندالیہ نکرہ ہو اور تخصیص سے مراد یہ ہے کہ مسندالیہ مین جو جو شریک ہوتے ہین اُنکو کم کر دیتی ہے جیسے۔

انیس

نکلی جو رن مین تیغ حسینی غلاف سے | اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

تیغ موصوف اور نکرہ ہی اور یہ ہر قسم کی تیغ پر صادق آتا ہی جب تیغ حسینی کہا تو اُن تیغون سے امتیاز ہو گیا جو غیر حسینی ہون۔

سودا

نہ پوچھ مجھ سے کدھر ہی خزان کہان ہی بہار | کہ بلبل قفسی کو ہی گل سے کیا سروکار

(۴) صفت محض ترحم کا فائدہ دیتی ہی جیسے فرہاد غمگین۔

مولوی محمد اسمٰعیل

اور کچھوا غریب آہستہ | چلا سینے کو خاک پر گھستا

انیس

ہے ہے سنان سے جان گئی میہمان کی | میت کدھر کو ہی مرے کڑیل جوان کی

ولہ

سنکر یہ سخن بانوے ناشاد پکاری | مین لٹتی ہون کیسا سفر اور کیسی سواری

میر تقی

ستایا میر بیکس کو کسی نے | کہ پھر اب عرش تک جاتے ہین نالے

میر موصوف ہے اور بیکس صفت اور یہ صفت ترحم کا فائدہ دیتی ہی اور یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہی نہ مسند الیہ۔

(۵) صفت ضمیر مخاطب کی جگہ واقع ہوتی ہی جیسے ذات گرامی معتنم ہی اور جب نام نامی زبان پر آتا ہے تو میر النطق میرے دہان کے بوسے لیتا ہی۔

میر

ربط کا دعوے تھا جنکو کہتے تھے مخلص ہین ہم | جانتے ہین ذات سامی ہی کو ہم سب خاکسار

یہان ذات سامی مفعول بہ ہی۔

سودا

بے مرضی شریف قضا گر کرے کچھ ام | جاری کسو طرح نہو اُسکی زبان تلک

مرضی شریف مجرد رہی۔

(۶) صفت محض تاکید کے لیے آتی ہو اور یہ اُسوقت مین ہی کہ موصوف مین صفت کے معنی ضمناً موجود ہون جیسے شہد شیرین۔۔

المؤلفہ

فرہاد کو کیا چاہیے تھا تیشۂ فولاد ہا | مرنے کو تو عاشق کے لیے آہ بھی بس ہے

صفت فولاد تیشے کے ساتھ محض تاکید کے لیے ہی۔

سودا

خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اُسکا | اگر گلا تو کٹا نہ ز خنجر فولاد ہا

موصوف وصفت مجرد رہین۔

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی | اشک تر کی تراوشین ہون گی

اشک کے ساتھ تر کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

اسیر

شکر ہو وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ | بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

خال کے ساتھ سیاہ کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

(۷) صفت صرف تفصیل کا فائدہ بخشتی ہی جیسے اکبر کے دربار مین علمائے عربی وعجمی موجود تھے۔

داغ

یہ وہ سرکار عالی ہو کہ جس مین فیض پاتے ہین | بدخشانی و تورانی و شیرازی و بلغاری
یہ وہ درگاہ والا جاہ ہو جسکے سلامی ہین | حجازی اور عراقی رومی وچینی و تاتاری

بدخشانی وغیرہ صفات کا موصوف محذوف ہے اور اگر موصوف کو محذوف نہ مانا جائے تو ترکیب اضافی ہو اور اس صورت مین یہ مثال اس محل کے مناسب نہین مگر حق یہ ہے کہ موصوف کا محذوف ماننا ضرور ہے۔ اس کی صاف اور صریح مثال یہ ہے۔

وحید

ہنہنائے فرس ابلق و مشکی و کمیت | جھڑ گئے تیر صفین پر کھو گئین بولے کہ گیت

(۹) صفت محض استہزا کے لیے ہوتی ہو جیسے۔

ذوق

راتون کو نہ ہو حق کر اے شیخ مناجاتی ۔ سوتے ہوئے چونکینگے رندان خراباتی

مناجاتی کی تقئید محض تمسخر کے لیے ہی۔

غالب

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ ۔ مُبارک باد اسد غمخوار جان دردمند آیا!

یعنے اسد تمکو غمخوار جان دردمند کا آنا مبارک ہوجیو کیونکہ اس سے تمکو جراحت بطور تحفے کے اور الماس بطور ارمغان کے اور داغ جگر بطور ہدیے کے ملے گا یا تحفے مین جراحت اور ارمغان مین الماس اور ہدیہ مین داغ جگر اے اسد تمکو مبارک ہو جیو اسلیے کہ تمھاری جان دردمند کا غمخوار آیا ہی اُس سے تحفین یہ چیزین حاصل ہونگی پس غمخوار جان دردمند صفت بطور استہزا کے واقع ہی اور موصوف محذوف ہی اور وہ معشوق کی ذات ہی۔

سودا

اِک قصہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا ۔ بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

پیارا کی قید محض تمسخر کے لیے ہی اسوجہ سے کہ آگے چلکر بہت سخت اور مضحکہ انگیز ہجو کی ہی۔

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید ۔ اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

رشید کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی۔

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف ۔ کیا کلس مسواک کا ہی گنبد دستار پر

معمم کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی اور شیخ معمم مسند الیہ نہین۔

حالی

طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے
تیرہ بختی کے نظر یارون کو خواب آنے لگے

طالع کی صفت مشفق کے ساتھ محض استہزا کے لیے ہی۔

کبھی صفت و موصوف مین اجنبی کا فصل ہوتا ہی جیسے۔

صورت وہ جو دیکھی پیاری پیاری ناہوس	دل مین لگا تیر عشق کاری

یعنے وہ پیاری پیاری صورت۔

مسندالیہ کی تاکید

مسندالیہ موکد ہوتا ہے اور تاکید اُسکی یا تو اسلیے ہوتی ہے کہ سامع کو یہ گمان پیدا نہو کہ متکلم نے مجازاً مسندالیہ کا نام لے دیا ہی جیسے آب حیات مین میر درد کے حالات مین لکھا ہی "شاہ عالم بادشاہ نے خود اُنکے ہان آنا چاہا اور اُنھون نے قبول نہ کیا" خود کے لفظ سے یہ معلوم ہوگیا کہ شاہ عالم کی طرف آنیکی نسبت مجازاً نہین ہی پس اس لفظ نے یہ توہم اُٹھا دیا کہ آنیکی نسبت شاہ عالم کی طرف مجازاً ہی اُنکے کسی آدمی نے آنا چاہا ہوگا۔

مرزا جعفر اوج

پردہ اُٹھ جائے گا جب روے تجلی سے کلیم	آپ خود مُنھ سے کہینگے ابھی دیکھا کیا ہے

مصحفی

مین آپ فاقہ کش اتنا مجھے کہان مقدور	کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آتش شعر

سودا

کیا جب آپ تم نے یہ انصاف	مین بھی کرتا ہون عرض رکھیے معاف

یا یہ منظور ہوتا ہے کہ سامع کو یہ توہم پیدا نہو کہ کہنے والے نے سہواً مسندالیہ کا ذکر کیا ہے جیسے۔

انیس

ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہونچا	علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

دوبارہ جو علی کا نام لیا تو اس سے یہ بات بخوبی یقین کو پہونچ گئی کہ نظر آنے کی نسبت علی کی طرف سہواً نہین ہوئی ہی بلکہ ضرور علی نظر آتے تھے اور دوسرا ولی بھی پہلے ولی کی تاکید کرتا ہی اور اس قسم کی تاکید دفع توہم مجاز کے لیے بھی ہو سکتی ہی کیونکہ توہم مجاز تاکید لفظی و معنوی دونون سے دفع ہو سکتا ہے مگر توہم سہو صرف تاکید لفظی سے دفع ہوتا ہی۔

اتش

ضعف پیری مجھے دیا کن نے	اے جوان تو نے اے جوان تو نے

مہربانی یہ کس نے فرمائی	مہربان تو نے مہربان تو نے

قلندر

کیوں توڑتے ہو آئینہ دل کو بیگناہ	یاں دوسرا کہاں ہے پیارے تمھیں ہو تم

ولہ

ہم نہیں تم ہو تم نہیں ہم ہیں	اور کوئی نہیں ہمیں ہم ہیں

ولہ

گر جفا میں مانتی اس بات سے بیغم ہیں ہم	تو ہمیں کوئی بوالہوس مت بوجھ آخر ہم ہیں ہم

یا یہ مدعا ہوتا ہے کہ مسند الیہ کا مفہوم اچھی طرح متحقق اور ثابت ہو جائے غیر کے شبہہ کی گنجائش نہ رہے مثلاً اسی مثال میں **مصرع**

علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

یا تاکید اسلیے ہوتی ہے کہ سامع یہ نہ سمجھ جائے کہ مسند الیہ اپنے تمام افراد کو شامل نہیں ہے جیسے ان اشعار میں گلزار نسیم کے۔ ؎

شہزادے نے اک مکان بتایا	اک اک اٹھا ادھر کو آیا
سب اٹھ گئے پردہ چار دن باغی	بیٹھے رہے فرش گل یہ داغی

سب کا لفظ تاکید کے واسطے ہے یعنی سوائے ان چار دن کے سب اٹھ گئے کوئی نہ بیٹھا رہا۔

ولہ

گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب	پنہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

آزاد

دفعتًہ چاندنی دربار پہ چھائی یکسر	ہو گئے سب در و دیوار طلائی یکسر

منشی

دلیر د توی پنجہ سہراب نام	زبون اس سے ہیں پہلوان سب تمام

سب کا لفظ کہنے سے قبل یہ احتمال باقی تھا کہ بعض پہلوان زبون ہوں جب سب کا لفظ کہا تو یہ بات جاتی رہی پھر زبون ہونے میں تفرقہ کا احتمال باقی رہا جب تمام کہا تو اس تاویل کو بھی گنجائش باقی نہ رہی کیونکہ لفظ تمام اس بات دلالت کرتا ہے کہ سب پہلوان بالاجماع زبون تھے۔

عطف بیان

کبھی مسند الیہ کے بعد عطف بیان لاتے ہین تاکہ اُسکی وضاحت ہوجائے اور کوئی احتمال باقی نہ رہے اور جو اسم اسکی توضیح کرتا ہے وہ کبھی معرفہ ہوتا ہے کبھی نکرہ مگر اُس سے کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور رکھتا ہے اور یہ اختصاص حقیقی نہین ہوتا بلکہ نسبی ہوتا ہے۔ اور عطف بیان صفت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یعنے جیساکہ صفت موصوف کو واضح کرتی ہے اسی طرح عطف بیان مبین کی توضیح کرتا ہے لیکن صفت یا تعریف کے لیے ہوتی ہے یا تخصیص کے لیے اور عطف بیان محض تفسیر و بیان کے لیے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ ایک اسم کو ذکر کرتے ہین اور چونکہ وہ اسم مشہور نہین ہوتا اُس کو ظاہر کرنے اور روشن کرنے کے لیے ایک دوسرا اسم ذکر کرتے ہین جس سے پہلا اسم واضح ہوجاتا ہے اور عطف بیان کے لیے یہ ضرور نہین کہ اسم مسند الیہ سے زیادہ واضح ہو کیونکہ غرض ایضاح ہے اور جائز ہے کہ دونون کے مجموعے سے یہ بات حاصل ہوجائے اور عطف بیان علم یا کنیت یا لقب یا تخلص ہین حاصل ہوتا ہے مثلاً سودا کا تخلص زیادہ شہرت رکھتا ہے اور اُسکے نام کو جو مرزا رفیع ہے اتنی شہرت حاصل نہین اگر مرزا رفیع کہین تو معلوم نہ ہوگا کہ کون شخص ہے اور جبکہ علم کے بعد سودا ذکر کردین اور کہین مرزا رفیع سودا نے یہ قصیدہ لکھا ہے تو معلوم ہوجائے گا کہ وہی شاعر مشہور مراد ہے یا کہین "حضرت نعمان ابو حنیفہ نے فرمایا ہے" اور یہ اُس حالت مین ہے کہ کنیت علم سے زیادہ مشہور ہو اور اگر علم زیادہ مشہور ہو تو کہین گے "ابو حفص عمر دوسرے خلیفہ ہین" اسی طرح "جلال الدین اکبر بہت بے تعصب بادشاہ تھا" اور یہ اُس وقت ہے کہ لقب علم سے زیادہ مشہور ہو۔

مثنوی

گمان ہے تجھے یہ مرا ہے پدر	جہان پہلوان رستم نامور

یہ قول سہراب کا ہے بس مرا ہی پدر مبین ہے اور جہان پہلوان رستم نامور عطف بیان ہے۔

المؤلفہ

اُنکے پوتے بھی فضل خالق سے	بڑے لائق محمد اکمل خان

پوتے مبین ہے اور محمد اکمل خان عطف بیان۔

تیشں

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ | جو ہے وارث تخت و تاج وکلاہ

واجد علی شاہ

اِک زن فاحشہ تھی گنا نام | راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اک زن فاحشہ مبین ہے اور گنا نام عطف بیان ہے۔

ولہ

لینے گائن ہے ایک گنا نام | خوبصورت ہے اور ہے گلفام

یہی حال بعض اعلام مرکبہ کے جزو ثانی کا ہے جیسے سید علی شاہ قاسم کل جائینگے کبھی عطف بیان ایسے اسم کے ساتھ ہوتا ہے جو مبین لینے مسند الیہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا مثال۔

مہابھارت منظوم مصنفہ کشلیان

تخلص ہے مشہور عالم اسیر | نہیں اُن کا ہندوستان مین نظیر

تخلص مبین ہے اور اسیر عطف بیان ہے اور اسیر تخلص کا ایضاح کرتا ہے اور اُسکا اسم مختص نہیں اسلیے کہ تخلص اسیر پر بھی صادق آتا ہے اور غیر اسیر پر بھی چنانچہ بہت سے شاعرون کا تخلص ہے مگر اسیر نہیں اسی طرح اسیر تخلص پر بھی صادق آتا ہے اور دوسری چیز پر بھی چنانچہ قیدی پر اسیر کا لفظ صادق آتا ہے اور تخلص بیان صادق نہیں آتا پس دونون مین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے مگر دونون کے جمع ہونے سے بیان حاصل ہوتا ہے۔

گلزار نسیم

سب اُٹھ گئے پردہ چارون باغی | بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

چارون باغی مبین ہے اور داغی عطف بیان ہے اور داغی باغیون کا اسم مختص نہیں البتہ اُن کا ایضاح کرتا ہے داغی اُن چارون باغیون پر بھی صادق آتا ہے اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی اسی طرح ان داغیون پر بھی باغی ہونا صادق آتا ہے اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی۔

ولہ

حمالہ نام دیونی ایک ۔۔۔ چھوٹی بہن اُس کی تھی بڑی نیک

حمالہ مبین ہی اور دیوانی عطف بیان ہی اور دیونی حمالہ کا اسم مختص نہین اسلیے کہ حمالہ دیونی کا بھی نام ہو سکتا ہی اور غیر دیونی کا بھی اسی طرح دیونی حمالہ بھی ہو سکتی ہی اور غیر حمالہ بھی۔

ولہ

فرخ کہنے تک آدمی تھی ۔۔۔ پھر وہ ہی بکاؤلی پری تھی

بکاؤلی مبین ہے اور پری عطف بیان غیر مختص ہی۔

غالب

لب خشک در تشنگی مردگان کا ۔۔۔ زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

دل آزردگان عطف بیان ہی اُن لوگونکا جو تشنگی مین مر گئے ہین یعنی مین لب خشک ہون اسلیے کہ اُن لوگون کا جو تشنگی مین مر گئے ہین اور دل آزردہ ہین زیارت کدہ ہون۔

کبھی عطف بیان غیر ایضاح کے لیے بھی ہوتا ہی مثلاً داغ

میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ فرخندہ شیم عطف بیان ہی میر محبوب علی خان کا اور مدح کے لیے آیا ہی نہ ایضاح کے لیے۔

میر

یہ قدر تھی تری مرے مولا ہوا تو جب ۔۔۔ رونق فزاے کعبہ محمدؐ کا جانشین

یہان عطف بیان یعنے محمد کا جانشین مدح کے لیے ہی نہ ایضاح کے لیے۔

مبدل منہ و بدل

کبھی مسند الیہ مبدل منہ ہوتا ہی اُسکے واسطے بدل لاتے ہین جس سے اُسکا مفہوم بہت اچھی طرح سامع کے ذہن نشین ہو جاتا ہی اور پھر غیر کے گمان کی گنجائش باقی نہین رہتی جیسے اس مثال مین۔

نسیم

دیکھا تو وزیرزادہ بہرام ۔۔۔ ابوے مین تھا شکل نقرہ خام

وزیرزادہ مبدل منہ ہی اور بہرام بدل ہی پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہی وہی بدل سے بھی مفہوم ہوتا ہی کیونکہ بہرام کی ذات عین ذات وزیرزادہ کی ہی اگرچہ تعبیر مین فرق ہی مگر مفہوم ملکر یعنی

پس اس تکرار نے سامع کے ذہن مین مدلول کو ثابت و متحقق کر دیا۔ اسی قبیل سے ہی۔

ولہ

حُسن آرا اُس پری کی مادر	باپ اُس کا بادشہ مظفر
قدمون پہ گرے کہا ادب سے	حُرمت رہی آپ کے سبب سے

ولہ

فردوس کا بادشہ مظفر	روح افزا جس کی ہون مین دختر
سردار کروڑ دیوون کا ہے	سُلطان ارم مرا چچا ہے

نقشی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر	جہان پہلوان مرستم نامور

جہان پہلوان مبدل منہ ہی اور رستم نامور بدل۔

فداغ

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم	میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

لفظ میر مبدل منہ ہی اور محبوب علی خان بدل ہی۔

تسلیم سہسوانی

بیڑی اور طوق اُس کا گہنا ہے	میان مجنون نے اسکو پہنا ہے

منیر

رکھتے ہین اور صنعتون مین بھی	قاری آغا علے نمود اری

ممنون

جرعۂ مے کے لیے یہ اضطراب	میر ممنون پارسائی ہو چکی

یاد رکھو کہ فائدہ بدل کل کا مبدل منہ کی توضیح اور اسناد مین مبالغہ اور سامع کے نشاط کو تازہ کرنا ہے اسلیے کہ اول جب کوئی عبارت اجمال کے ساتھ کہی جاتی ہے تو سامع کا ذہن آئندہ کا مشتاق ہو جاتا ہے اور اسکے ذکر سے لذت حاصل ہو جاتی ہے مثلاً مثال اول مین جب وزیرزادہ کہا تو طبیعت مشتاق اسکے ذکر کی ہوئی کہ وہ کون ہے بعد اسکے بہرام نام اُس کا لیا گیا تو ایک قسم کا حظ حاصل ہوا اور بخوبی وضاحت ہو گئی اور تکرار اسناد سے مبالغہ اسناد مین حاصل ہو جاتا ہے۔

کبھی مدح کے لیے ہوتا ہی جیسا کہ اس قول مین۔

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

ظفر

مرشد پاک روان فخر الدین قبلۂ و کعبۂ جان فخر الدین

غالب

شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے راز ہستی اُسپہ سرتاسر کھلا

داغ

امیر المسلمین کلب علی خان خسرو دوران وہ فیاض زمان جس سے ہے چشمہ فیض کا جاری

نعیم

اے ابر تو تو کیا ہے جو ہو مرے مقابل رونے کو میرے حضرت یعقوب جانتے ہین

یہ قسم بدل کل کہلاتی ہی اسلیے کہ بدل تمام اُس چیز پر دلالت کرتا ہی جس پر مبدل منہ دلالت کرتا ہے پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہے وہ تمام بدل سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ بدل کی ذات عین مبدل منہ کی ذات ہوتی ہی اگرچہ دونون کے مفہوم مختلف ہوتے ہین۔

اسکی تین قسمین اور بھی ہین (۱) بدل بعض (۲) بدل اشتمال (۳) بدل غلط۔ بدل بعض اور بدل اشتمال اُردو مین مستعمل نہین البتہ بدل غلط پایا جاتا ہے اسکی دو قسمین ہین ایک یہ ہی کہ سبقت لسانی اور بھول چوک کی وجہ سے زبان سے ایک غلط لفظ نکل جاتا ہی پھر اُس کا تدارک دوسرا صحیح لفظ لاکر کرتے ہین یہ قسم عوام کے روزمرہ مین ہوتی ہے فصحا اور بلغا کے تلفظ مین نہین کیونکہ ایسا بدل غلطی کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور فصحا و بلغا سمجھ کر کلام کرتے ہین اسلیے ایسی غلطی کرنے سے محفوظ رہتے ہین پس اس سے اجتناب واجب ہے اسلیے کہ نہایت مکروہ ہی دوسری قسم یہ ہے کہ فصحا و بلغا پہلے ایک معنے بیان کرتے ہین پھر اُس سے انحراف کرکے دوسرے معنی کا قصد کرتے ہین اس سے بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اول غلطی کی تھی دوبارہ اُس کا تدارک کیا اور در حقیقت اس طرح بیان کرنے سے غرض ترقی ادنی سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہی یہ قسم بلغا کے کلام مین بہت واقع ہوتی ہی شعرا بھی مبالغے اور تفنن کے طور پر اسکو کثرت سے استعمال کرتے ہین جیسے غلام امام شہید کی اس عبارت مین "محراب کا خم ابروے اشارہ کر رہا ہے کہ اندر

جا کر ذرا بہار کا عالم دیکھیے نہین غلطی ہوئی مجھسے بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہی کہ پہلے حواس کو یہان طاق پر رکھ جائیے تب آگے قدم بڑھائیے ۔

یار محمد خان شوکت

جواز رنگ داکوان وہ عفریت تھا
غلط بلکہ جرأت مین اُن سے سوا

ولہ

صدا کوس کی تا بچرخ اثیر
غلط بلکہ تا گوش کیوان و تیر

آزاد

جہاز عمر روان پر سوار بیٹھے ہین
سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین

شیخ رضی کہتا ہی کہ بدل کل اور عطف بیان مین مجھے کوئی فرق نہین معلوم ہوتا عطف بیان بھی میرے نزدیک بدل کل ہی اور تمام نحاۃ اس طرح فرق کرتے ہین کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے بخلاف اپنے متبوع کے بخلاف عطف بیان کے اسلیے کہ عطف بیان اپنے متبوع کا بیان ہوتا ہی اور ظاہر ہے کہ بیان مبین کی فرع ہے پس عطف بیان مین مقصود اول ہے نہ دوسرا شیخ رضی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ بدل مین صرف دوسرا مقصود ہوتا ہے اور سند یہ ہے کہ مبدل منہ منسوب الیہ ظاہر مین ہے اور اُسکے ذکر مین فائدہ ضرور ہے جو بدون ذکر کے حاصل نہین ہوسکتا تھا چنانچہ فصحا کے کلام مین لغو سے بچنے کے لیے مذکور ہوتا ہے سید شریف نے اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ نحاۃ نے جو کہا ہے کہ مبدل منہ مقصود نہین ہوتا تو مراد اس سے یہ ہے کہ مقصود اصلی نہین ہوتا نہ یہ کہ اصلا مقصود نہین ہوتا دریاے لطافت مین انشاء اللہ خان نے دونون مین اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ عطف بیان مین قید علمیت کی واجب ہے جیسے ہندوستان کے بادشاہ اڈورڈ ہفتم ہین اور بدل مین ایسا نہین ہوتا اسلیے کہ تیرا بھائی زید آیا اور زید بھائی تیرا آیا دونون برابر ہین پہلی عبارت مین تیرا بھائی مبدل منہ ہے اور زید بدل ہے اور دوسری عبارت مین زید مبدل منہ اور بھائی تیرا بدل ہے لیکن اس قدر تفاوت سے طالب کی تشفی نہین ہوسکتی اس لیے کہ اس عبارت مین کہ مین رستم کی ناک مروڑنے والا حسن بیگ ہون اگر حسن بیگ کو کہ عطف بیان ہے بدل کہا جائے تو بھی جائز ہے ۔

عطف حقیقی

کبھی مسندالیہ پر عطف ہوتا ہے یعنی ایک امر مین مسندالیہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شریک کرتے ہین پہلے لفظ کو معطوف علیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہین اور دونون کے درمیان اُن حروف مین سے جو عطف کا فائدہ دیتے ہین ایک حرف واقع ہوتا ہے اسی لیے اُسکو عطف بحروف بھی کہتے ہین اور جب مطلق عطف کا لفظ بولتے ہین تو یہی عطف مراد ہوتا ہے اسی لیے عطف بیان کے ساتھ بیان کی قید لگائی گئی ہے۔ زبان اُردو مین کبھی حرف عطف کو بوجہ ضرورت وزن کے نہین لاتے بلکہ اب اسی کو مزہ دار سمجھتے ہین اور سب سے آخر کے معطوف پر حرف عطف لے آتے ہین اور یہ نثر مین ہر طرز مین لکھا ہے کہ مفردات کے عطف کے لیے یہ شرط ہے کہ بعض کی تقدیم مین بعض پر ملائمت اور مناسبت کی رعایت ہو اور یہ کئی طرح کا فائدہ دیتا ہے۔

یا تفصیل مسندالیہ کی اور اختصار مسند کا منظور ہوتا ہے جیسے زید و عمر و بکر آئے مسندالیہ تین ہین اور مسند ایک ہے۔

داغ

وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہین	فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

نسیم

معمول سے بزم مین ہوئے جمع	اینا و کباب و مجمر و شمع

باقی

کاٹے کھاتے ہین غم ہجر صنم مین باقیؔ	شمع سیارے ستارے شب یجور چراغ

انیس

اقبال و تندرستی و آسائش و قرار علم و سکون و راحت و آرام و اختیار آثار قہر حق انھین معلوم ہو گئے	اس جا امان و صبر و توانائی و وقار رعب و ثبات و سرکشی و قدر و اقتدار سب تیغ کے چمکتے ہی معدوم ہو گئے

سودا

سب جن و انس و دیو و پری اور وحش و طیر	حاضر نہون رکاب سعادت مین کیا مجال

جب معطوف علیہ اور معطوف مین اختلاف تذکیر و تانیث کا ہوتا ہی یعنے جب ایک مونث ہو اور ایک مذکر اس صورت مین اکثر مسند کو جمع لاتے ہین جیسے زید و زینب آ گئے۔

یا مسندالیہ کے عطف سے حصر پیدا ہوتا ہے جیسے۔

حسرت

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین پیدا
بدنامی کو اے حسرت اک میر ہی اور ہم ہین

یعنے اور کوئی تیسرا بدنام نہین۔

مومن

عشق کے دیکھے ہین ہمنے عالم
عشق جانے ہمین اور عشق کو ہم

سودا

گر کیجئے انصاف تو کہین زور وفا ئین
خط آتے ہی سب ٹل گئے اب آپ ہین یا مین

انیس

زہرا ہین نہ حیدر نہ شبیر نہ حسن ہین
اب اُنکی جگہ آپ ہین یا شاہ زمن ہین

بشارت اللہ بیتاب

جہان مین جس کا نہین اعتبار دم بھر کا
ہماری توبہ ہی وہ یا کسی کا پیمان ہی

حالی

کہیے دُنیا کا جسکو باغ جنان
وہ فرانس ہی آج یا ہے انگلستان

یا معطوف علیہ و معطوف مین التزام ہوتا ہی جیسے۔

میر شمس الدین تنا

چمن مین خندۂ گل ہی مے و مینا ہی اور تو ہی
فغان ہی نالہ و فریاد ہی زاری ہی اور مین ہون

یعنے تجھکو وہ لازم ہی اور مجھکو یہ لازم ہی۔

زینت

شب مہتاب مین تا صبح زینت
خیال ا ہرو ہے اور ہم ہین

ذوقی

ملنے سے تصور مین کچھ کم نہ مزہ دیکھا
گر وہ نہ ہوا اُسکی تصویر ہی اور مین ہون

کشن پرشاد شاد

تیر ہے اور سینۂ حساد | تیغ ہے اور فتح و نصرت ہے

غالب

تو اور آرائش خم کاکل | مین اور اندیشہاے دور و دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی | ہم ہین اور رازہاے سینہ گداز

ولہ

تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز | مین اور دکھ تری مژہ ہاے دراز کا

ظفر

تم ہو اور غیر ہین اب اور ہے گلگشت چمن | ہم ہین اور آبلہ اور خار بیابان کی خلش

سودا

ہے جو کچھ جس کنے ہے اُسکی عطا | آصف الدولہ اور جہان ہووے
دیکھ کر خلق جس کو بولے سب ہے | تو ہو اور عمر جاودان ہووے

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے | مین ہون اور تیرے در کی دربانی

لمؤلفہ

پوچھتے کیا ہو تم اوقات گذاری میری | دن ہی اور نالہ ہی اور رات ہی اور زاری ہی

یا تخویف کے واسطے ہوتا ہے۔ جیسے

نظمی

اگر جنگ کی دل مین ہی کچھ ہوس | تو سر تیرا اور تیغ بران ہے بس

اس موقع پر عطف حصر کا فائدہ دیتا ہی یعنی سوا اسکے کچھ نہین صرف تیغ بران ہی اور تیرا سر ہے اس حصر سے جو عطف سے پیدا ہوا تخویف پیدا ہوتی ہے۔

ولہ

ترے شیدائی تجھ سے چاہی نبرد | نہین مین ہون نامرد گردہ ہی مرد
سحر دہ ہی اور مین ہون اور تیغ تیز | کرون ساتھ اُسکے مین تنہا ستیز

ذوقی شاہ ذوقی

رکھ ہاتھ وہ قبضے پر برہم ہو لگا کہنے
اب تو ہی ترا سر ہی شمشیر ہی اور میں ہوں

یا مسند الیہ کے عطف سے فائدہ تعجب و استبعاد کا نکلتا ہی جیسے۔

غالب

میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں
گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنے بڑے تعجب کی بات ہی کہ میں بزم مے سے تشنہ کام آیا۔

مومن

مومن تم اور عشق بتاں ای پیر و مرشد خیر ہی
یہ ذکر اور منھ آپکا صاحب خدا کا نام لو

یعنی مومن تمھاری ذات سے عشق بتاں نہایت بعید ہے اور تمھارے منھ سے یہ ذکر بڑے تعجب کی بات ہی۔

ولہ

در بتخانۂ عشق بتاں اور آپ ای مومن
یہ حضرت آ گئی یکبار کیا طبع مقدس میں

ضیاء الدین آزاد

دعوی آب و تاب اور اس رشک مہر سے
منھ کو بھی آئینے سے دکھایا نہ جائیگا

انشا

ناداں کہاں طرب کا سرانجام اور عشق
کچھ بھی تجھے شعور ہے آرام اور عشق
پوچھا کسی نے قیس سے تو ہے محمدی
بولا وہ بھر کے آہ کہ اسلام اور عشق

حسرت

زنار اور بت ہے میرے دلخواہ
میں اور تسبیح استغفر اللہ

داغ

تم اور آرزو مرے ملنے کی روز حشر
میں اور گفتگو ستم بےحساب کی

قاسم علیخاں قاسم

واہ کس ناز سے کہتا ہے وفا اور معشوق
لگیا ہوں ارے قاسم تیری قسمت میں

قائم

قائم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر کیجئے | ہے وہ نادان پر اتنا تو بدآموز نہین

یا مسندالیہ کے عطف سے مساوات و برابری مقصود ہوتی ہی جیسے ۔

حالی

لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول | سو تکلف اور اُسکی سیدھی بات

یعنے لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول برابر ہین الخ ۔

یا مسندالیہ کے عطف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مخاطب جو حکم مین خطا کرتا ہی اُسکو صواب کی طرف پھیرے ۔

مومن

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین | لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

مخاطب کو اعتقاد تھا کہ متکلم قابل ترک ہے نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو ہے نہ رنجش بیجا یا اُسکا یہ اعتقاد تھا کہ دونون قابل ترک ہین اور دونون بھُول جانے کے لائق ہین اسلیے متکلم نے اُسکے اُس اعتقاد کے بدلنے کے لیے سمجھایا کہ ترک کے قابل خوے ستم آرا ہے نہ مین اور سہو کے قابل رنجش بیجا ہی نہ مین ۔

ولہ

لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین | مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

یا متکلم کو شک ہونیکی وجہ سے عطف کیا جاتا ہے یا متکلم کی غرض یہ ہوتی ہی کہ مخاطب شک مین پڑجائے اگرچہ وہ خود شک مین نہین ہوتا ہے ۔

میر حسن

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن | جوانی کی راتین مرادون کے دن

مومن

نکتہ سنجون سے جی مین ہی پوچھون | کہ مین شہری ہون یا بیابانی

بیباک

عیش و عشرت مین گذرتی ہی عجب راحت مین ہون
محفل جانان مین ہون یا جیتے جی جنت مین ہون

امیر

دمبدم رُک رُک کے ہی منھ سے نکل پڑتی زبان ... وصف اسکا کہ جھکے فوارے یا کہنے کو ہین

یا ابہام مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

انیس

اصغر ہو یا کہ تم ہو تمھیں سب کا پاس ہے ... رخصت گلا کٹانے کی لو مان تو پاس ہے

حالی

تربیت یافتہ ہین جو یان کے ... خواہ بی اے ہون اس مین یا ام اے

ولہ

قوم کی خاطر اُن کے ہین سب کام ... خواہ اس مین سفر ہو خواہ مقام

السجاد

ایک دل رکھتے ہین جو چاہے سو لیجائے اُسے ... خواہ خط اور خواہ ابرو خواہ مژگان خواہ زلف

حالی

ہو کسی شے سے اُنکی گرمی بزم ... داستان ہو یا کہ نالۂ منصور
ہے فقط روشنی سے اُنکو کام ... موم ہو اصل شمع یا کافور

غالب

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کس جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

یعنے خواہ کوئی مسجد ہو یا مدرسہ ہو یا کوئی خانقاہ ہو اُن مین سے اب جس مقام مین شراب ملجائے پی لین۔

یا تخییر و اباحت مقصود ہوتی ہے تخییر مین مخاطب کو مختار کر دیا جاتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے اور اباحت مین معطوف علیہ و معطوف کا جمع کرنا جائز ہے تخییر مین دونون جمع نہین ہو سکتے اور یہ دونون مقام انشا مین ہوتے ہین نہ خبر مین اسلیے کہ انشا مین ابتدا ءً کلام ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے پس اُس مین شک کا احتمال نہین ہو سکتا کیونکہ شک کا محل خبر ہے نہ انشا لیکن تخییر یا اباحت کی تعیین مدلول لفظ سے نہین ہوتی بلکہ قرینۂ خارجیہ سے ہوتی ہے۔

مثال اول

امیر

زاہد تسبیح مین زنار کا ڈور انڈال | یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمانکی طرف

سودا

کتنے سخن واقعی ہین عرض کیے ہین | خواہ اُنکو گہر سمجھے تو اب خواہ اُنھین سنگ

کپتان الگزینڈر ہلی آزاد شاگرد عارف

جان تم اپنی بچاوُگے کہانتک آزاد | یا مرد عشق مین یا عشق کا دعوی چھوڑدو

مثال دوم

شاہ مبارک آبرو

خداوند اُٹھاوے درمیان سے ہجر کے پردے | ہمارے دام مین صیاد کو لایا ہمین پردے

عباس علیخان بیتاب

یا بند ناصحون کی زبان کردے اے خدا | یا مجھکو دے یہ صبر کہ بیٹھا سنا کرون

یا عطف سے یہ غرض ہوتی ہی کہ ایک محکوم علیہ سے حکم پھیر کر دوسرے کے واسطے ثابت کیا جائے جیسے زید آیا بلکہ عمرو یا زید نہ آیا بلکہ عمر کیونکہ بلکہ اضراب کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف علیہ سے اعراض کرکے حکم تابع یعنی معطوف کے لیے ثابت کیا جاتا ہی اور معطوف علیہ سے اعراض کرنیکے یہ معنی ہین کہ معطوف علیہ کو مسکوت عنہ کے حکم مین قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ مطلب نہین کہ قطعی طور پر اُس سے حکم کی نفی کی جاتی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ آنے کا حکم زید سے متعلق نہین اور متکلم کو اُس کے آنے اور نہ آنے کے حال سے کوئی خبر نہین اور زید کا لفظ متکلم کی زبان سے سبقت لسانی کی وجہ سے نکل گیا ہے اسی وجہ سے اس سے کلمۂ بلکہ کے ساتھ پھر گیا اور آنے کا حکم عمرو سے متعلق ہی جمہور کا مذہب یہی ہے مگر ابن حاجب کا مذہب یہ ہی کہ اُس سے حکم کی قطعًا نفی کی جاتی ہے پس ثبت ہونے کی صورت مین تو حکم کے پھیرنے کے معنے دونون کے نزدیک ظاہر ہین اسلیے کہ معطوف علیہ جمہور کے

نزدیک تو مسکوت عنہ کے حکم مین ہوگا اور ابن حاجب کے نزدیک اُس سے حکم کی قطعی طور پر نفی ہوگی لیکن منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے یہ معنے مبرد اور ابن حاجب کے نزدیک تو بن سکتے ہین اور جمہور کے نزدیک اشکال سے خالی نہین وجہ اسکی یہ ہے کہ مبرد نے کہا ہی کہ منفی ہونے کی حالت مین حکم کی نفی معطوف سے کرکے معطوف علیہ مسکوت عنہ سمجھا جاتا ہی اور ابن حاجب کہتا ہے کہ معطوف سے حکم کی نفی کرکے معطوف علیہ کے لیے حکم کا ثبوت قطعًا ہوتا ہی پس زید نہین آیا بلکہ عمرو اسکے معنے مبرد کے نزدیک تو یہ ہونگے کہ تحقیق عمرو نہین آیا اور زید کا آنا اور نہ آنا احتمال مین ہی اور ابن حاجب کے نزدیک زید کا آنا قطعًا ثابت ہے اور جمہور کے نزدیک منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے معنے یہ ہین کہ معطوف علیہ سے حکم کی نفی ہوکر معطوف کے لیے حکم کا ثبوت ہوتا ہی پس ان کے نزدیک اس قول کے کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو یہ معنے ہوتے ہین کہ تحقیق عمرو آیا ہی اور اس تقدیر پر نہ آنے کا حکم زید سے عمرو کی طرف نہین پھرتا ہے اسلیے کہ عمرو سے نہ آنا پایا نہین گیا اس اشکال کا جواب یون ممکن ہے کہ یہان حکم کے پھیرنے سے مراد حکم کا متغیر کرنا ہے اور وہ یہان موجود ہی اسلیے کہ اس قول مین کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو معطوف علیہ کے حکم منفی کو مثبت کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اس قدر کافی ہی۔ کتب فارسیہ مین لکھا ہی کہ کبھی اضراب مین حکم معطوف علیہ اور معطوف دونون سے متعلق ہوتا ہے اور معطوف مین ترقی کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔

میر

بات شکوے کی ہمنے گاہ نہ کی	بلکہ اے جان اور آہ نہ کی

حکم نہ کرنے کا شکوے کی بات اور آہ دونون سے متعلق ہے لیکن آہ نہ کرنے مین ترقی ہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل

ریل ہون برق ہون چھلاوا ہون	بلکہ مین ریل کا بھی باوا ہون

ظفر

کیا گریبان ہی بنا اُس ماہ کا شکل ہلال	بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہی اختر سا بنا

ذوق

فیض تعلیم سے جو تیرے ہو منکر انسان
احمق الناس اُسے مانیے بلکہ النناس

ولہ

مدح اسکی ہو مناسب تجھے بلکہ انسب | یعنی توصیف کے لائق ہو وہ بلکہ الیق

بعض کے نزدیک ایسا بلکہ جسکے بعد مفرد ہو حروف عاطفہ مین سے نہین ہے بلکہ جو کچھ اُس کے مابعد ہو بدل غلط ہے ماقبل سے اور بدل غلط بغیر اسکے نصیح نہین اسلیے کہ بلکہ اس غلط کے تدارک کیلئے موضوع ہے جیسے۔

شوکت

صدا کوس کی تا بہ چرخ اثیر | غلط بلکہ تا گوش کیوان وتیر

اور جسکے مابعد جملہ ہو وہ حروف عاطفہ مین سے ہو اسی قبیل سے ہو یہ بھی۔

ظفر

پھیر نیکے منھ نہین ہین شعلہ خو ہم سخت جان | بلکہ تیری تیغ آتش دم کا منھ پھیر جائے گا

ولہ

چشمۂ حیوان خجل ہو لب سے اُسکے کیا ظفر | بلکہ دیکھا تو لب کوثر پہ پانی بھر گیا

مسندالیہ کی ضمیر منفصل سے تاخیر

کبھی مسندالیہ کو ضمیر منفصل سے مؤخر کردیتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہو کہ مسند کی تخصیص مسندالیہ کے ساتھ ہو جائے یعنے جب مسند کی اسناد عقلاً افراد متعددہ کی طرف صحیح ہوتی ہے اگر اُسکی اسناد ایک کی طرف کرکے ضمیر منفصل لائی جائے گی تو یہ مسند خاص اس ایک پر مقصور ہو جائیگا جیسے۔

میرحسن

رہ حمد مین تیری عزوجل | تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

یعنے مین سجدے کے لیے تجھکو مخصوص کرلون سوا تیرے کسی کو سجدہ نہ کردن اور یہ مراد نہین کہ تو سجدے کے ساتھ مختص ہے اور اسی ایک چیز پر تو مقصور ہے اسکے سوا کوئی اور تیرا وصف اور حال نہین۔

للمؤلفہ

تجھے جانے ہردم سمیع و بصیر | تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر

	تجھے تجھے دن رات حاجت روا	تجھی سے کہے جو کہے مدعا	

مسندالیہ کی تقدیم

مسندالیہ مقدم ہوا کرتا ہے کیونکہ اُسکا ذکر ضروری ہوتا ہی اور اُسکی کئی وجہین ہین۔
یا تو اسلیے کہ اُسکا پہلے لانا اصل ہے کیونکہ حکم اُسی پر کیا جاتا ہی پس ذہن مین اُس کا حکم سے پہلے متحقق ہونا ضرور ہے اسلیے اُسکو محکوم بہ سے پہلے لاتے ہین اور اس سے عدول کرنیکی کوئی چیز مقتضی بھی نہین ہوتی ہان اگر ایسا ہو تو اُسکو مؤخر کردیتے ہین جیسے زید آیا۔

میر حسن

	وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ	حیاسے کیے اپنی نیچی نگاہ	

نجم النسا اور فیروز شاہ مسندالیہ ہین اور کیے مسند۔

نواب محبوب علیخان

آصف

	مین اگر غم کہون جدائی کا نالہ کیا لب تک آکے رہجاتا	شور محشر مین ہو دہائی کا پاس ہے عرش کبریائی کا	

پہلے شعر کے مصرع اول مین ضمیر متکلم مسندالیہ ہی اور غم جدائی مفعول بہ اور کہون مسند اور دوسرے مصرع مین دہائی کا شور مسندالیہ ہی اور مچ جائے مسند محذوف ہی اور محشر مین مفعول فیہ ہی جو مچ جائے سے متعلق ہی اور دوسرے شعر کے مصرع اول مین نالہ مسندالیہ ہی اور آکے رہجاتا مسند ہی اور دوسرے مصرع مین مسندالیہ مقدر ہی اور عرش کبریائی کا پاس مسند ہے۔

بیربیر راجہ ہرکشن سنگھ بیدار

	آپ بیدار کو کہین کچھ بھی	ہم اُسے پارسا نہین کہتے	

یا اسلیے کہ سامع کے دل مین محکوم بہ خوب جم جائے کیونکہ جب مسندالیہ کو پہلے لائینگے تو اُسکے دل مین خبر کا شوق پیدا ہو جائیگا جیسے۔

سودا

	اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام	رہے گا سبز ہر مجمع دہر یک دنگل	

میرا سخن مسند الیہ ہی اور سبز رہیگا مسند ہے۔

عاشق

ترے فقیر نے دشت مین کی مذمت مال — اڑا ہئین دامن دولت کی دھجیان کیا کیا

یا ذکر اُسکا اہم ہوتا ہی کیونکہ وہ مطلوب ہوتا ہی اسوجہ سے اسکو اول لاتے ہین جیسے۔

سودا

دماغ آشفتہ یان ہوتا ہی غنچے کے چٹکنے سے — چمن مین ہمسے ای بلبل نہ رے ٹک جا کے چہ چہ کر

ولہ

علیؑ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور — جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد

علی خلیفۂ چہارمؓ درست ہی کہ نہین — محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

ولہ

محتسب سے چلے ہی مست رگڑ کر کندھا — مغبچہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک

مغبچہ کو اسلیے اول لائے ہین کہ اُسکا ذکر اہم تھا۔

ولہ

دل یار کی ہر گز نہ سر زلف سے چھوٹا

رند

یار اندھیرے مین نکل آتا ہی چھپکر میرے پاس

انیس

قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بجا کے سر — دو اژدھے گھسے تھے نکالے ہوے سپر

یا اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہی اسلیے اول لاتے ہین۔

میر حسن

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی — یہ بیٹا تمھارا وہی ہے وہی

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ — جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

یا اظہار تعظیم کے لیے جیسے۔

انیس

عباسؓ نامدار نے پہلو سے دی صدا — ہان اب نہ جا نے دیجیو حسنت مرحبا

سودا

کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھے ہی قدر و منزلت — دیدۂ تحقیق مین یہ عرش کا پایہ کمان

گلزار نسیم

شہزادے نے کرکے پاس اُن کا — خلعت سا دیا لباس اُن کا

ولہ

نقطے ہون سپند خوش بیانی — جدول ہون حصار سحر خوانی

میرحسن

وہ ناخن جو تھے اُسکے مثل ہلال — سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدر کمال

نگار

محمد حبیب ہوا پیدا جہان مین — سرایت عشق نے کی اُسکی جان مین

سودا

علیؓ ہی دین کے ارکان کی قوت — علیؓ ہے زور بازوے فتوت
علیؓ بر حق نمونہ بے نمون ہے — علیؓ کے آگے دوجگ سرنگون ہی
علیؓ ہے مظہر فیض فتوت — علیؓ کان نخا بحر مروت

داغ

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا — رہتا وگرنہ ایک زمانہ کو داغ داغ

یا- اظہار تحقیر کے لیے جیسے-

ذوق

مفسد و حاسد و غماز و عدوے سرکش — زیر شمشیر غضب تیرے ہین چاہدون جو تنگ

امانت

غیرے جب سے ہی اُس گل کو نچائی پوشاک — دل ہی جائے ہے وہ باہر کہ جسے کہتے ہین تنگ

شاہ مبارک آبرو

مکھ میان خفا ہین فقیرون کے حال پر — آتا ہے اُنکو جوش جمالی کمال پر

سودا

درد کس کس طرح ہلاتے ہین — اگر گے آواز سنخی و حزین

ولہ

خط نے ترے حسن سب گنوایا — یہ سبزقدم کہان سے آیا

تراب

تو ارباب ملامت کی صلاحیت سے کیا واقف — بغل مین جنکے شیشے اور ہاتھون مین پیالے ہین
تو کیا جانے کسے مجذوب کہتے ہین کسے مجنون — کہان اندھے کو سوجھے ہی یہ گورے ہین کہ کالے ہین

یا مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی بطور نیک فالی کے جیسے۔

میرحسن

کہا رام جی کی ہے تجھ پھر دیا — چندرمان سابالک ترے ہوے گا

چندرمان سا بالک مسندالیہ ہی اسکی تقدیم تفاول کے لیے ہے۔

سودا

نوید زیر فلک یون ہوئی ہی شہرۂ عام — ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام
نشاط و جشن و طرب خرمی و امن و امان — خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت ایام
صباح عید یہ حاضر ہین تہنیت کیلئے — اُس آستانہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

ولہ

محبوب ور نسبت و لطافت تھے یکطرف — یک سو تھا میر سید علی مستعد کار

پہلے مصرع مین تینون مسندالیہ ایسے نام ہین جنکے معانی مین مسرت پیدا کرنیکی کیفیت ہی۔

انشا

جشن و نشاط و خوش دلی و عشرت و نعم — عیش و خوشی مین چین سے خوش وقت باہم
فرخندگی بخت یہ نازان تھے اپنے سب — ہر ایک نغمہ سنج تھا یا طوطی ارم

ولہ

خوبی و خرمی و راحت و آرام و سُرور — تیرے دروازے کی تا حشر نہ چھوڑین چوکھٹ

ولہ

فتح و فیروزی و شادی رہین سب اُسکے نصیب — طبع اقدس کے ملائمت نہ پھرے پیرامن

سید علی مین لفظ سید فیروز [illegible] ہوگا ۱۲

ناسخ

ظفر و فتح مبارک ہو تجھے ای ناسخ | کر گیا سر کے سے دشمن غدار گریز

امیر مینائی

فصل گل آئی ہوا گلزار جنت بوستان | بڑھ کے رضوان سے ہر ان روز دن باغ احسان
فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس | بر میں ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے | اہل دربار ہزاروں ہیں یہاں کم ہے کم

رند

سر دل سے ہاتف نے فورا صدا دی | خوش اقبال مسعود پیدا ہوا آج

نظام رامپوری

یہ شادی یہ شادی کا سامان مبارک | تجھے ذو الفقار علی خان مبارک

یا برائی میں تعجیل مقصود ہوتی ہے پس بطور بد فالی کے مسند الیہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں مثال۔

سودا

کشتن خلق اُس کا سدا کام ہے | مرگ و قضا مفت میں بدنام ہے

مرگ و قضا کو کہ مسند الیہ ہیں اسلیے پہلے بیان کیا کہ برائی میں تعجیل مقصود تھی۔

مردہ شو مولود یو تابوت گر | ولہ اکھیرتے ہیں آن کے روز اُس کا در

یا اسکی تقدیم تخصیص کا فائدہ بخشتی ہے جیسے۔

انیس

میں ہوں سردار شباب چمن خلد بریں | میں ہوں انگشتری پیغمبر خاتم کا نگین

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری | اے داغ گذر گئی جوانی میری
لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری
مر مر کے کٹے گی زندگانی میری

مقصود بالتمثیل لفظ نواب ہے۔

حذف مسندالیہ

مسندالیہ کو حذف بھی کردیتے ہین اور اُسکے حذف کرنے مین یا تو یہ فائدہ ہوتا ہی کہ عبث چیز کے ذکر سے بچین مثلاً توبۃ النصوح مین لکھا ہی "ضرورت کی کل چیزین تو کمان سے بہم پہونچا تا تھا ہمارے توشۂ خانۂ عام سے مگر اسپر تیری ہیکڑی تھی کہ گویا ہم تیرے قرضدار ہین" اس عبارت کے اس جملے مین ہمارے توشۂ خانۂ عام سے لفظ تو مسندالیہ محذوف ہی اور ساتھ ہی مسند بھی محذوف ہی یعنی تو ہمارے توشۂ خانۂ عام سے ضروریات کی کل چیزین بہم پہونچاتا تھا چونکہ ضمیر مخاطب پہلے جملۂ سوال مین آچکی تھی اسلیے اب اُسکا ذکر عبث و بے فائدہ تھا۔

ظفر

جو تجھسے ہوسکے تو خانۂ عقبےٰ کو دے تزئین		کہ آرائش دُنیا کہ یہ گھر کیا ہی یون ہی ہے

یعنے یہ گھر یون ہی ہی۔

میر حسن

سُو وہ کونسی راہ شرع نبی		کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی

یعنے وہ راہ شرع نبی ہی۔

غالب

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش کچھ خریدا نہین ہی ابکی سال		جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

چونکہ متکلم نے پہلے شعر مین اپنی ذات کو کھولدیا ہی اسلیے خریدا اور بنایا کے مسندالیہون کو ذکر نہین کیا کیونکہ دوبارہ ذکر کرنا عبث تھا۔

یا متکلم اس حذف سے سامع کے فہم و خیال مین ڈالنا چاہتا ہی کہ اُسنے دلیل قوی کی طرف عدول کیا ہی جو عقلی ہے کیونکہ مطالب کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے دو ہی دلیلین ہین ایک عقلی دوسری لفظی ان مین سے دلیل عقلی قوی ہے کیونکہ لفظ اُس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور سامع کے فہم و خیال مین ایسا ڈالنا اُس کے لیے نشاط کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جب سامع مسندالیہ کے معلوم کرنے کے لیے عقل کو کام مین لاتا ہے تو اس فکر و غور کے بعد مسندالیہ معلوم ہوجانے سے اسکو ایک طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے اور اُس کو مسندالیہ کی طرف زیادہ توجہ

گرتا پڑتی ہے۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ	سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

یعنے مین روسیاہ ہوؤن۔

نسیم

پوشاک جو پہنی ہو تو پہونچاؤ	بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

کہا کا مسند الیہ کہ تاج الملوک ہی محذوف ہے۔

وله

کیا کہتی وہ دیونی کہا جاؤ	دیوؤن سے کہا کہ تخت کو لاؤ

وله

وہ چونک کے بول اُٹھا کہ واللہ	بتلاؤ کہان ہے وہ کہا آہ

وله

پوچھا کہ کدھر کہا بہت دُور	بولا وہ کہ پہسر کہا کہ مجبور

انشا

کیا ہاتھ ہلا کے پوچھتے ہو ہی خوش	ہم جیسے ہین خوش کبھی نہوگا کے خوش

پہلے مصرع مین لفظ خوش کا مسند الیہ محذوف ہی۔

ناسخ

قاصدا جھوٹ کہا گھر مین وہ مغرور نہین	کس طرح گلشن جنت مین بھلا حور نہین

کہا کا مسند الیہ محذوف ہے۔

مہر

شبیہ زلف پریشان جو ہم بنانے لگے	رُکے ہین اُلجھے ہین بگڑے ہین مار بیٹھے ہین

فائدہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمنے جو مسند الیہ کے حذف کرنے کے یہ دو سبب مرجح بیان کیے ہین ایک یہ کہ عبث سے بچنا منظور ہوتا ہے دوسرے متکلم سامع کے وہم وخیال مین یہ واقع کرنا چاہتا ہے کہ مین نے زیادہ قوی دلیل کی طرف عدول کیا ہے سو یہ دونون سبب ایک مقام پر جمع بھی ہو سکتے ہین البتہ خالی ان سے نہین ہو سکتا مثلاً مثنوی ترانۂ شوق کے ان شعرون مین ہے

آندھی کو دوان کیا دوان ہے	پانی کو روان کیا روان ہے
پھول آگ سنے کھلائے کھلتے ہین روز	وہ وقت ملائے ملتے ہین روز

حذف اِن دونون سبون سے مانا جاسکتا ہے یعنی یہ جو نہین کہا کہ آندھی دوان ہے اور پانی روان ہے اور پھول روز کھلتے ہین اور وہ وقت روز ملتے ہین اسکا سبب عبث سے بچنا بھی ہوسکتا ہی اور سامع کے وہم وخیال مین یہ ڈالنا بھی کہ اقوی الدلیلین کی طرف رجوع کیا ہی۔
یا متکلم کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع کا امتحان کرے کہ آیا وہ باوجود قرینہ موجود ہونیکے مسند الیہ سے متنبہ ہوتا ہی یا نہین کیونکہ متکلم کو یہ گمان پہلے سے ہوتا ہے کہ سامع قرینے کی وجہ سے مسند الیہ کو جانتا ہے اسلیے اسکا امتحان کرکے اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسند الیہ کے حال سے واقف ہوگیا ہے جیسے۔

شمس العلما آزاد

لکھتا ہون سب حساب پڑھا جاتا کچھ نہین	ایسا سیاہ ہے کہ نظر آتا کچھ نہین

چونکہ رات کی تاریکی کا بیان ہی اسلیے سیاہ کا مسند الیہ محذوف ہی۔

داغ

جنگ ہی ایک ایک سے آشام مین	بچ رہی تھی کس کی جھوٹی جام مین

ولہ

گدائے میکدہ ہون لاکھ مستانہ ادائین میرے نالے مین	نہ کیون ہون ہر طرح کی ہاے ہے پیالے مین

مولوی نذیر احمد

بنی جب آن کے جانون یہ اور رہے عاجز	تو ایسی طب کو سلام اور سلام اور سلام

چونکہ مرض کی وجہ سے جانون پر مصیبت کے آنے کا بیان ہے اس لیے عاجز ہے کا مسند الیہ محذوف ہے۔
یا مسند الیہ کے حذف کرنے سے سامع کی مقدار ذکاوت کا امتحان مقصود ہوتا ہے اسلیے کہ وہ حذف کرکے دیکھنا چاہتا ہے کہ قرائن خفیہ پر متنبہ ہوسکتا ہے یا نہین چنانچہ زید کے پاس دو شخص حاضر ہون جن مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہو۔

اُس وقت زید یہ کہے خدا کی قسم سلوک کرنے کے لیے زیادہ استحقاق رکھتا ہے" اور مراد اس قول سے زید کی وہ شخص ہو جو زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہے اور اس طرح کا کلام کرنے سے زید کی یہ غرض ہو کہ مخاطب کی طبیعت کی ذکاوت معلوم ہو جائے کہ آیا وہ اس محذوف کو سمجھ سکتا ہے یا نہیں اور قرینہ یہاں ہر چند مخفی ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ سلوک اُسکے ساتھ کرنا لائق ہے جو قدیم الخدمت اور قدیم الصحبت ہے۔

(دوسری مثال) ایک امیر آدمی اپنے ایک مصاحب کے ساتھ ایک حوض کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اُس امیر نے مصاحب سے دریافت کیا کہ تمکو کونسا کھانا زیادہ پسند ہے مصاحب نے جواب دیا کہ بریانی دوسرے سال پھر اُس حوض کے کنارے پر دونوں جمع ہوے اور امیر نے مصاحب سے کہا کہ کس چیز کے ساتھ پسند ہے عرض کیا کہ بورانی کے ساتھ امیر ذکاوت اور تیز فہمی سے بہت متعجب ہوا۔

یا اس غرض سے اُسکا ذکر چھوڑا جاتا ہے کہ اگر موقع آجائے تو متکلم اپنی جان بچانے کے لیے کہدے کہ میری مراد اس قول سے یہ شخص نہ تھا جیسے کوئی زید کی نسبت کہے کہ فاسق و فاجر ہے بشرطیکہ قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ مراد اس سے زید ہے۔

یا اسوجہ سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑتے ہیں کہ وہ متعین ہوتا ہے اور جو حکم کیا جاتا ہے اُس سے وہی مراد ہوتا ہے دوسرے کی طرف ذہن نہیں جاتا جیسے معبود ہے خلاق ہے یہاں اللہ کا نام محذوف کر دیا اسلیے کہ وہ متعین ہے ذہن اسکے سوا دوسری چیز کی طرف نہیں جا سکتا کیونکہ کوئی اُسکے سوا عبادت کے قابل ہے نہ کوئی سوا اسکے پیدا کر سکتا ہے۔

مہابھارت مولفۂ شایان

نگارندۂ نقش لوح و قلم	خداوند مالک حدوث و قدم
علیم و خبیر و سمیع و بصیر	کریم و رحیم و غفور و قدیر

یا متکلم کو اُسکے متعین ہونیکا دعوے ہو جیسے کوئی شخص سلطان کو کہے لکھ بخش ہے متکلم نے یہاں مسند الیہ کو چھوڑ دیا کیونکہ اُنکی دانست میں وہ متعین ہے اسلیے کہ وہی اتنی دولت بخشتا ہے۔

انیس

وہ شاہ کہ شاہوں نے لیا باج بنی گ	اور عرش پہ تھا شریک معراج نبی

فرماتے ہین مین تن ہون علی ؑ شیرا | اب کہیے کہ زیبا ہے کسے تاج نبیؐ

لیعنے نبی فرماتے ہین ۔

حالی

جہالت کی رسمین مٹادینے والے | کہانت کی بنیاد ڈھادینے والے
سراحکام دین پر جھکادینے والے | خدا کے لیے گھر لٹادینے والے
ہر آفت مین سینہ سپر کرنے والے | فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

یہان مسندالیہ کو چھوڑدیا ہی کیونکہ متکلم کی دانست مین وہ متعین ہی اور وہ اصحاب رسول ہین کیونکہ یہ اوصاف وہی رکھتے تھے ۔

یا یہ خیال ہوتا ہے کہ اغیار اُسکے حال سے واقف نہو جائین مثلاً کہین رات آیا تھا اور بوجہ قرینے کے مراد یہ ہو کہ یار آیا تھا ۔

یا فرصت کے فوت ہوجانے کے خوف سے مسندالیہ کا ذکر چھوڑدیا جاتا ہے جیسے کوئی آدمی شکاری سے کہے ہرن ہے یعنے یہ ہرن ہے پس تم شکار کرو جلدی کی وجہ سے مسندالیہ کو حذف کردیا ۔

ناسخ

رات کو چوری چھپے ہو نجا جو مین | غل مچایا اُسنے دوڑو چور ہے

یا گھبراہٹ کی وجہ سے مسندالیہ حذف ہوجاتا ہے جیسے ۔

مہابھارت

سبلبان سے اپنے ہوا تر زبان | کہان ہے کہان ہے کہان ہے کہان

میدان جنگ مین گھبراہٹ کی وجہ سے ارجن کی زبان سے جرجودھن کا نام فوت ہوگیا ۔

یا رنج و ملال کی وجہ سے طول کلامی کو دل نہین چاہتا جیسے کوئی بیمار سے پوچھے تمھارا کیا حال ہی وہ جواب دے کہ علیل ہون اُسنے یہ نہین کہا کہ مین علیل ہون کیونکہ مرض کی وجہ سے جو ملال اور تنگدلی حاصل ہی اُسنے مسندالیہ کا ذکر چھوڑدیا ۔

انیس

پرسا حسین شہید کا دینے کو آئے ہین | کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہین

یہ وہ موقع ہی کہ حضرت علی اکبر شہید ہوچکے ہین اور حضرت امام حسین ؑ زنانے مین تشریف

لے گئے ہین اور حضرت زینب سے علی اکبر کی شہادت کا واقعہ بیان فرماتے ہین اس موقع پر لسبب رنج وغم کے مسندالیہ کے ذکر کو چھوڑ دیا ہی اور وہ ضمیر جمع متکلم ہے۔

ولہ

رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سالالہ فام	شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

یعنے یہ غلام۔

یا وزن شعر اور رعایت قافیہ کی وجہ سے نظم مین یا رعایت سجع کی وجہ سے نثر مین مسندالیہ حذف کر دیا جاتا ہی جیسے۔

انیس

بیکس ہون تشنہ لب ہون فلک کی ستائی ہون	کچھ اپنا حال تجھسے مین کہنے کو آئی ہون

پہلے مصرع مین وزن شعر کی وجہ سے مین بیکس ہون مین تشنہ لب ہون مین فلک کی ستائی ہون نہ کہہ سکے۔

غالب

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہی ترک لزوم	ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

بسبب رعایت وزن کے یہ نہ کہہ سکے ملتین اجزاے ایمان ہوگئین۔

میر تقی

ہے تو اللہ کا مجسم نور	جاتے ہین جنکو کچھ ہے عقل وشعور

یعنی وہ جاتے ہین۔

یا مسندالیہ فاعل ہو اُس کو حذف کر کے فعل مسند کو مجہول کر دیتے ہین اور مفعول پر اقتصار کرتے ہین جیسے۔

بات اب طول کھچی راہ گذر بند ہوئے	کھڑکیان چھائی گئین روزن و در بند ہوئے

یہان صرف اس امر کا بیان مقصود تھا کہ کھڑکیان اور روزن و در بند ہوگئے اب ملاقات غیر ممکن ہے اس سے غرض نہین کہ کسنے در بند کیے اور کس نے کھڑکیان چھا ہین اسلئے مسندالیہ فاعل کو ذکر نہ کیا۔

انیس

قاصد جو میرے نام کا خط لیکے آتے ہین	سر کاٹ کر درختون مین لٹکائے جاتے ہین

فائدہ اس مین یہ ہو کہ سامع کو فقط قاصدون کا حال دریافت کرنا منظور تھا اور اس سے غرض نہ تھی کہ کون انکو مار کر درختون مین لٹکاتا ہی اسلیے فعل کو مجہول بنایا گیا۔

ولہ

مارا گیا سفر مین غلام شہ امم	فریاد ہے کہ رانڈ ہوئی مین اسیر غم

یا مسند الیہ فاعل کو اسلیے حذف کرتے ہین کہ فاعل عالی شان ہوتا ہے اور مفعول کم قدر ایسے موقع پر اسکا ذکر مناسب نہین معلوم ہوتا جیسے۔

محسن

خرقہ ہے نصیب یاسمن کو	عمامہ ملا ہے نارون کو

نارون پھول ہی گلہاے چمن سے مدور بشکل عمامہ اُسکو عمامہ ملنا بسبب مشابہت کے کہا گیا ہے یعنی بارگاہ باری تعالیٰ سے اس پھول کو عمامہ ملا ہی پھول اک ادنیٰ چیز ہے بمقابلے اُس فاعل حقیقی کے اسلیے کچھ ذکر فاعل کا ضروری نہ سمجھا گیا۔

غالب

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے	چشم نرگس کو دی ہے بینائی

نثر مین اسکی مثال یہ ہو کہ فلان مجرم بری کیا گیا اور فلان چوکیدار کو انعام ملا یعنی حاکم وقت نے مجرم کا قصور معاف کیا اور چوکیدار کو انعام مرحمت فرمایا۔

یا فاعل مسند الیہ کم مرتبہ ہو اور مفعول عالی مقدار تو مسند الیہ کو حذف کر دیتے ہین اور بخیال عظمت شان مفعول کے فاعل کو ذکر نہین کرتے جیسے کہین لارڈ میو صاحب بہادر جزیرہ انڈمان مین مارے گئے ظاہر ہے کہ اُنکو ایک ادنیٰ قیدی نے مجروح کیا جس سے اُنھون نے وفات پائی پس یہان پر ذکر کرنا ادنے رتبے کے فاعل کا بمقابلے مفعول صاحب عظمت کے نامناسب سمجھا گیا۔

رند

نام کیا کیا آپنے رکھوائے ہین	بیمروت خود غرض ناآشنا

اور مقام تحذیر مین یعنی ڈرانے کے موقع پر بھی اکثر مسند الیہ محذوف ہوتا ہی اور محذر منہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہی جیسے کہین سانپ سانپ یا چور چور یعنی تم بچو سانپ سے یا تم چور کو پکڑو یہان پر فعل مسند اور مخاطب مسند الیہ کو ذکر نہ کیا۔

انشا

لہر مین جو تی کے تیرے ڈر کے مارے کانپ کانپ
چونک چونک اٹھتی ہون مین راتو نکو مگر سانپ سانپ

بہر نہج قرینے کا ہونا حذف مسند الیہ مین ضرور ہی -

تاخیر مسند الیہ

کبھی مسند الیہ کو مسند سے موخر کر دیتے ہین اور جو نکات تقدیم مسند اور تاخیر مسند الیہ کے ہین انکو ہم مسند کے بیان مین بتائینگے کیونکہ یہ امر اُسی کے مقتضاے حال سے ہی -

چمن دوم مقتضاے ظاہر حال کے خلاف مین

یہ جو کچھ بیان ہوا مقتضاے ظاہر حال کے مطابق تھا کبھی کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف چلایا جاتا ہی کیونکہ باطن حال اُسکا مقتضی ہوتا ہی جسکی تفصیل اس طرح ہی -

(۱) مضمر کے مقام پر مظہر کو لانا

جہان ضمیر لانے کی ضرورت ہے وہان اسم ظاہر لایا جائے تو اسے وضع مُظہر مَوضعِ مُضمَر کہتے ہین اس صورت مین کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جو اسم ظاہر پہلے آتا ہے اُسی کا اعادہ کیا جاتا ہی اسے وضع مظہر موضع مضمر بلفظ کہتے ہین جیسے -

غالب

وہ نالہ دل مین خس کی برابر جگہ نپائے
جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب مین

وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آے
جس سحر سے سفینہ رواں ہو شراب مین

دوسرے مصرع مین نالہ اور چوتھے مصرع مین سحر وضع مظہر موضع مضمر من لفظہ ہے -
اور کبھی غیر لفظ لاتے ہین جو پہلے لفظ کا ہم معنی ہوتا ہی اسکو وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ بولتے ہین جیسے -

انیس

مقتل مین کیا ہجوم تھا اُس نور عین پر
پروانے گر رہے تھے چراغ حسین پر

دبیر

اُترا ہے نبی کے لیے یہ کاسۂ نعمت
ہم صحبت و ہم کاسہ ہین محبوب حضرت

پہلے شعر مین چراغ حسین اور دوسرے مین حضرت وضع مظہر موضع مضمر مین غیر لفظ ہے بہر صورت مضمر کی جگہ مظہر کئی فائدون کے واسطے مستعمل ہوتا ہے (۱) سامع کو ثابت اور متحقق کرانے کے لیے تاکہ کسی طرح کا ابہام باقی نہ رہے کیونکہ مضمر کی دلالت ابہام سے خالی نہین ہوتی بخلاف مظہر کے خصوصًا اُس حالت مین کہ مظہر ایسا لفظ ہو جو اشتراک کو بالکل دُور کر دیتا ہو جیسے علم بس جبکہ ایسا لفظ سامع کے سامنے بیان کیا جائیگا جس مین ابہام نہو تو اُسکے ذہن مین مسند الیہ اچھی طرح جم جائیگا مثال۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین بیتاب | پیراہن پیچیدہ ہی گویا مکتوب

انیس

تم جس کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملیگا | پھر گھر مین جو ڈھونڈھوگی تو اکبر نہ ملیگا

حسرت

رقیبون کے حوالے کر کے خط کو نامہ بر آیا | عزیزو کیا کہون قاصد تو میرا کام کر آیا

ضمیر

جا کے میدان مین کس طرح یہ محبوب لڑے | یہ تو کہیے کہ غلام آپ کے کچھ خوب لڑے

سودا

علیؓ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور | جو کوئی اور تھا تو لاکتب ہے تو اسناد
علی خلیفہ چہارم درست ہی کہ نہین | محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

اکبر

کیا اچھا جنون نے دار پر منصور کو کھینچا | کہ خود منصور کو جینا تھا مشکل رازدان ہو کر

مصرع اول مین منصور مفعول ہی۔

(۲) سامع کے دل مین ہیبت اور رعب ڈالنا منظور ہوتا ہی جیسے۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان | کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین | مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

تیسرے مصرع مین لفظ رستم وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقصود اس سے سامع کے دل مین رستم

کے خوف و مہابت کا داخل کرنا ہی مگر اسقدر رہی کہ مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔

(۳) تعظیم و تکریم کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ضمیر

وہ سب تو ایک طرف پر امام اچھے ہین | کہو حسین علیہ السلام اچھے ہین

لفظ حسین وضع مظہر موضع مضمر من غیر نقطہ ہی اور یہ تعظیم کا فائدہ دیتا ہی۔

انیس

رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سالالہ فام | شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

شہزادہ وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ۔ تعظیم کے لیے ہے۔

خلیق

گذری بہار عمر خلیق اب کہینگے سب | باغ جہان سے بلبل ہندوستان گیا

اس شعر مین بلبل ہندوستان وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

مثنوی زائر

جب اُسکی صدا سُنی علی نے | لکھے دہین چار سو ولی نے

(۴) مقصود اس سے تحقیر ہوتی ہے جیسے۔

رجب علی سرور

کرے گا تو مرے نالون کی ہمسری بلبل | شعور اتنا تو کر جا کے جانور پیدا

لفظ جانور وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہی اور مقصود اس سے بلبل کی اہانت ہی۔

(۵) داعی مامور کی تقویت کے لیے ہوتا ہی مراد اس سے یہ ہی کہ ایک شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو جو امر شخص مامور کو حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے والا ہوتا ہے مظہر ثانی سے اسکو تقویت ہو جتی ہی اور وہ آمادہ کرنے والا امر داعی ہے اور مظہر ثانی اُسکو تقویت دینے والا ہی مثلاً بادشاہ اپنے کسی نوکر سے کوئی کام کرانا چاہے اور یون کہے کہ ما بدولت و اقبال تجھکو اس کام کے کرنیکے لیے حکم دیتے ہین تو یہان ما بدولت و اقبال وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقتضائے ظاہر کے خلاف ہی کیونکہ مقتضائے ظاہر تو یہ تھا کہ کہتا ہم حکم دیتے ہین اسلیے کہ مقام تکلم کا ہی پس اس شخص کو اُس کام کے کرنے پر آمادہ کرنے والی بادشاہ کی ذات ہے اسلیے کہ اُسکو یہ گمان ہی کہ اگر حکم کی تعمیل نہ کرونگا تو بادشاہ سزا دے گا اور بادشاہ کا اس طرح تعبیر کرنا کہ ما بدولت و اقبال

تجھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہین اُس حکم کی تعمیل کرنے کے خیال کو تقویت دیتا ہے پس داعی خوف سزا کا گمان ہے اور اُسکو تقویت بخشنے والا لفظ با بد دلت و اقبال ہے ۔

خلیق

مرتا ہے باپ ای علی اکبرؑ ابھی نہ جا	دل مانتا نہین مرے دلبر ابھی نہ جا
ای لال سوے نیزہ و خنجر ابھی نہ جا	ہے ہے نہ جا شبیہ پیمبرؐ ابھی نہ جا

دوسرے مصرع مین مرے دلبر سے علی اکبر مراد ہین موقع یہان ضمیر مخاطب کے لانیکا تھا مرے دلبر اسلیے لائے کہ اُنکو باپ کے حکم کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو اور اُسکو ماننے کے لیے مجبور ہون اسی فائدے کے لیے تیسرے مصرع مین لال اور چوتھے مصرع مین شبیہ پیمبر کہا ہے ۔

(۶) طلب رحمت و شفقت کے لیے جیسے ۔

انیس

تم سے بڑی اُمید ہے زہراؑ کی جائی کو	بھیّا تمھین سے لیگی بہن اپنے بھائی کو

اول حضرت زینب نے اپنے آپ کو زہرا کی جائی کہا اور پھر کہا بہن اپنے بھائی کو تمھین سے لیگی پس یہان طلب شفقت منظور ہے اگر یہ منظور نہوتا تو کہتین مین تمھین سے اپنے بھائی کو لونگی ۔

ولہ

اب کس پہ مین اس صاحب آزار کو چھوڑون	اس حال مین کسطرح سے بیمار کو چھوڑون

صاحب آزار اور بیمار مفعول ہین نہ مسند الیہ ۔

ولہ

عابد کی طرف دیکھ کے دوڑے علی اکبر	آنکھون کو ملا ہاتھون کے قدمون پہ رکھا سر
سجاد نے فرمایا کلیجے سے لگا کر	گردن مین مری ڈالدو باہون کو برادر

(۲) التفات

علماے معانی کی اصطلاح مین التفات یہ ہے کہ ایک ذات کو ایک طریق سے منجملہ طرق ثلثہ یعنی تکلم و خطاب و غیبت کے یاد کرکے ان تینون طریقون مین سے کسی دوسرے طریق پر یاد کرین بشرطیکہ مخاطب ایک ہو اور دوسری تعبیر مقتضاے ظاہر کلام کے خلاف ہو اور سامع مقتضاے ظاہر کا

انتظار کرتا ہو پس اس صورت مین یہ اقوال مین زید ہون تو عمر وہی تعریف التفات سے خارج ہو جاتے ہین گو ان مین سے پہلی مثال مین ایک ذات کو بطریق غیبت کے تعبیر کیا ہی بعد اسکے کہ اسکو پہلے دوسرے طریق یعنی تکلم کے ساتھ یاد کیا تھا اور دوسری مثال مین ایک ذات کو غائب کے ساتھ تعبیر کیا ہے بعد اسکے کہ اول اُسکو خطاب کے ساتھ تعبیر کیا تھا مگر یہان تعبیر ثانی مقتضا ظاہر کلام کے موافق ہے اور سامع اُسکا منتظر بھی تھا اسلیے کہ جب متکلم نے مین اور تو ضمائر کے الفاظ زبان سے نکالے تو سامع کو سُنتے ہی اس بات کا انتظار ہو گیا کہ ان کے بعد اسم ظاہر مذکور ہو گا جو انکی خبر ہو گا کیونکہ ضمیر کی خبر اسم ظاہر ہی واقع ہوتا ہے۔

انیس کہتے ہین۔ ؎

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون ۔۔۔ مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسینؑ ہون

مین کی خبر حسینؑ ہی۔

گلزار نسیم

تجھ سے مری خاطر اب کہان جمع ۔۔۔ تو نشتر شعلہ مین رگ شمع
تو برق دمان مین خرمن خار ۔۔۔ تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین مور بے پر ۔۔۔ مین نقش قدم تو باد صرصر

اسی طرح ان اقوال مین۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون ۔۔۔ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

میر نثار علی شہرت

تم وہ ہو علم مدن سارے جہان کو دیدیا ۔۔۔ وہ ہی تو ہو حرفت صنعت سبھی بتلا گئے

غافل

کیا تعجب ہے اگر تیری کمر معدوم ہے
تو وہ ہے آئینۂ شفاف جس مین مو نہین

وزیر علیخان

ہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے ۔۔۔ نرگس کی نہالون مین تھے قدرت کے پلے ہم

داغ

مین وہ ہون آتش قدم جس سے پگھلتے ہین پہاڑ	موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیر پا

التفات نہین گو پہلے شعر مین غائب سے انتقال تکلم کی طرف ہی اور دوسرے اور تیسرے شعر مین خطاب سے غیبت کی طرف انتقال ہی اور چوتھے اور پانچوین شعر مین تکلم سے غیبت کی طرف انتقال ہوا ہے اور وجہ اسکی کہ یہان التفات نہین ہی یہ ہی کہ یہ مقتضاے ظاہر کلام کے موافق ہی اسلیے کہ اخبار ہی ظاہر کے ساتھ اور سامع کو جسکا انتظار تھا اُسکے خلاف بھی نہین ہی۔

التفات کے حسن و خوبی کی وجہ یہ ہی کہ جب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف منتقل ہوتا ہی تو اس سے سامع کو نشاط تازہ پیدا ہو جاتا ہی اور اس صورت مین اُسکو کلام کے سُننے کی طرف ترغیب ہوتی ہی کیونکہ ہر تازہ بہ تازہ چیز مین لذت ہوتی ہی پس وہ لذت کی وجہ سے باقی کلام کی طرف ملتفت رہتا ہی اور التفات کی چھ صورتین ہین ایک یہ کہ غیبت سے خطاب کیطرف التفات کرین دوسرے یہ کہ غیبت سے تکلم کی طرف التفات کرین تیسرے یہ کہ تکلم سے غیبت کیطرف متوجہ ہون چوتھے یہ کہ تکلم سے خطاب کی طرف توجہ کرین پانچوین یہ کہ خطاب سے تکلم کی طرف چھٹے یہ کہ خطاب سے غیبت کی طرف۔

غیبت سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح مین کہتا ہے۔

بڑھا یہ پایۂ الہام رائے صائب سے	کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل
یقین کہ راہ نمائی ہی پیرویٔ اُس کی	نہین تو سالکے سے کیون بھاگتا ہی دیو مضل
مثال عدل مین نوشیروان کو تجھسے غلط	کہ بت پرست کہان فارق حق و باطل

اول ممدوح کو غائب فرض کرکے اوصاف بیان کیے پھر غیبت سے خطاب کی طرف التفات کیا یعنے حاضر فرض کرکے تعریف کرنا شروع کی۔

ایضاً در مدح امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمد مین	جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم
نہ وہ خالق ہی مگر ہی اثر باعث خلق	نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

السّلام اے روش آموز طریق اسلام	السّلام ای خضر جادہ جنت ملزوم
دہ ترا رتبہ ہوا ای شاہ جوانان بہشت	کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

رند

سُنتے ہی پیر خرد سے وہین فی الفور کیا	اُسکی شوکت مین زبان سے اُسی مطلع نے ظہور
آستانے کا ترے ناصیہ سا ہے فغفور	ہیچ ہی ہمت حاتم تری ہمت کے حضور

غیبت سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

ان اشعار مین مثنوی طلسم اُلفت مصنفہ رقلق کے۔

میرا پیش نگاہ حال رہے	واری اتنا ذرا خیال رہے
کہ یہ مان گور کے کنارے ہے	بے سہارے ہے بے سہارے ہے
تمکو تو لائے گا خدا پھر یان	مین یہان چند دن کی ہون مہمان

اول غائب فرض کرکے یہ کہا گیا کہ یہ مان گور کے کنارے ہی اور بے سہارے ہی پھر متکلم کی طرف التفات کر کے یکہا کہ مین چند دن کی مہمان ہون۔

ایضًا

تم سے اُمید یہ نہ تھی بیٹا	مان پہ کچھ رحم بھی نہین آتا
سہ سکون گی مین داغ فرقت کا	کیا نتیجہ یہی ہے اُلفت کا

اول مان کو غائب فرض کرکے کہا مان پر رحم نہین آتا پھر اُسی کو متکلم قرار دیا اور کہا کہ کسطرح داغ فرقت سہ سکون گی۔

غالب

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد	کہ سوا تیرے کوئی اُسکا خریدار نہین
شوخی عرض مطالب مین ہے گستاخ طلب	ہی ترے حوصلہ فیض پہ از بسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

میر

تھا کتے کا بچہ اک درویش پاس	باش و بود اُسکی تھی مجبہ دلریش پاس

انیس

تم یہ کرتا ہی حسینؑ آخری حجت کو تمام | پسر مصحف ناطق ہوں سنو مجھسے کلام

دبیر

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوئے گی مادر | آنکھوں کی ماں جیسی بنا مین رہینگے علی اکبر

تکلم سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

قلق

مجھکو اب روکیے نہ اے خوش ذات | کہ خدا کو بری لگے گی یہ بات
یہ بھی تھا خانہ زاد کا مقدور | کہین جائے بغیر حکم حضور

ہوس

جانتا نہین مجھے غم کا آزار | تو جان کہ مر چکا یہ بیمار ہے

سودا

کعبے کو نہ پوجون مین ہنر مندون کے ہوتے | اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

شہید

مری اولاد سب اکبار مرے | یہ حلیمہ رضؓ جگر افگار مرے

ذوق

خسروا مین جو کہون سب ترے اوصاف نکو | تو سدا منھ سے مرے پھول جھڑین یا گوہر
ذوق کرتا ہے دعائیہ یہ اب ختم سخن | تاکہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

میر

ابکے جو ترے کوچے سے جاؤنگا تو سنیو | پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

انشا

نہ تو کچھ دین سے بہرہ نہ مجھے دنیا سے | سن لے اس بندۂ انشا کی بھی اے میرے حق

انیس

صغرا نے کہا آپکی باتون کے مین قربان | تم جان بجا لو کہ مین لونڈی ہون پھوپھی جان
بیٹی ہو علی کی مری مشکل کرو آسان | جیتی رہی صغرا تو نہ بھولے گی یہ احسان

سودا

خصوص مین کہ معقد ہے یہ مری خاطر — کہ ہر گرہ مین ہزارون ہین جون انار گرہ
بس اب بتا کہ اس الجھیڑے کی سوا تیرے — کھلا دے کس کنے جا کر وہ خاکسار گرہ

برق

اسی بہانے سے پوچھا تو جاؤنگا ای برق — ہزار شکر کہ بندہ گناہگار ہوا

تکلم سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن

رکھے مجھکو جیسا مین اُس کو عزیز — نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز
مہیا ہون عشرت کے سامان سب — نکالے مرے دل کے ارمان سب
بس اب چُپ کہ مومن دعا ہو چکی — بہت زاری و التجا ہو چکی

اول کہا گیا کہ مجھکو یہ بات نصیب ہو اور میرا یہ ارمان نکلے پھر خطاب کیا گیا اور کہا گیا کہ چپ رہ

وہ سوچ نو کاہے کو بھلا آئیگا ہم تک — رندا گر ہو سکے تو پہونچ تو ہی اُسکے قدم تک

نطق

چاہتا ہون مین ترا قرب جوار حق مین — اے تو امید بر آری مین زمانے مین مثل
روز نون سے جو چھٹے نور وہ مجھپر برسے — اپنے ہمسائے کین دنیا کوئی جنت مین محل
نطق رکھ خامہ بس اب ہاتھ سے تسبیح اٹھا — ختم بالخیر علی سیدنا احمدؐ صل

ان اشعار مین پہلے متکلم بنکر یہ کہا گیا کہ مین ایسا چاہتا ہون کہ یون ہو اور یون ہو پھر اُسی ذات کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا کہ بس قلم ہاتھ سے رکھدے۔

خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

انشا

اب دعائیہ پہ کر ختم قصیدہ انشا — کہ بٹھانے تجھے مضامین بہت شائق آتش
پاسبانی کرو تم میرے متاع دین کی — کہین ایسا نہو دے چیکے سے سُراق آتش

اول خطاب کیا گیا کہ قصیدے کو دعا پر ختم کر پھر متکلم بنکر عرض کیا کہ میرے متاع دین کی پاسبانی کرنا۔

انشا

بس اب دعا پہ کر انشا اس قصیدے کو ختم
الٰہی اُس سے نزاکت رہے سدا غٹ پٹ

مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے مین
اُسی کے ہاتھ رہے میرے دل کی سلجھاوٹ

محسن

محسن اب کیجیے گلزار مناجات کی سیر
کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل
میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

خطاب سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

مومن

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن
تا کجا لافہائے طولانی

اس شعر مین خطاب ہے مومن کی طرف دو شعر کے بعد مومن غائب فرض کیا گیا کہتے ہین۔

ترا اقبال روز افزون ہو
جیسے مومن پہ لطف رحمانی

ناسخ

مسیحا ہر بیعت آئے گا چرخ چہارم سے
نہین موسیٰ سے کم رتبہ ترے جلوے کے بیخود کا

جو نزدیک اُس سلیمان زمان کا دور آئے گا
بیابانون مین ہوگا ایک مسکن دام اور دد کا

حالی

اے نازش برطانیہ اے فخر بر زنگ
بر سچ ہی کہ فاتح کوئی تجھ سا نہین گذرا
تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا
بندا اپنے فرائض سے مسلمان ہین نہ ہندو
بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا
گورنمنٹ قیصر سے ہے ہر قوم گرانبار

اے ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر
محمود نہ تیمور نہ دارا نہ سکندر
اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر
معمور مساجد ہین تو آباد ہین مندر
سنکھ اور اذان گونجتے ہین روز برابر
احسان مگر اسلام پہ ہین اُس کے گرانتر

مثنوی سعدین

سُن تو رے دل مین کیا سمایا ہے
تو نے کس بات پر دھرایا ہے

جب بی آنکھون مین تیری ہر جھائی
نہین دیتا ہے تجھکو دکھلائی

بعد اسکے مخاطب کو غائب کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کیا۔

ہاتھ ٹوٹین جو مجھکو ہاتھ لگائے — انچھیان رے تو میری چھتی کھائے
ٹوٹے اُس پر ستم جو نوچے ہمین — وہ اُجڑ جائے جو دبوچے ہمین

تنبیہ تعریف التفات مین جو وحدانیت مخاطب کی قید لگائی ہے یعنی ہمنے جو شرط کی ہے کہ مخاطب واحد ہو اس سے غزلیات اس قاعدے سے خارج ہوگئین خواہ پہلی بیت مین خطاب ہو اور دوسری مین غیبت اور تیسری مین تکلم یا اس کے برعکس وجہ خروج کی یہی ہو کہ مخاطب ایک نہین ہوتا۔ مثلاً۔

مومن

غیر کو سینہ کے ہے سیم بر دکھلا دیا — تمنے کیا کچھ کسکو اتنی بات پر دکھلا دیا
زرد مُنھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا — آج ہمنے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا
صُبح سے تعریف ہے صبر و سکون غیر کی — کسنے شب مجھکو تڑپتے بیش در دکھلا دیا
موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئے لاش تک — جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

پہلی بیت مین خطاب ہی اور دوسری اور تیسری بیت مین تکلم ہی اور چوتھی بیت مین غیوبت ہے اور تکلم بھی ہے۔

امیر مینائی

گلشن مین سرو فوج مین مشل نشان رہے — عالم مین سربلند رہے ہم جہان رہے
حاتم کا داستانون مین ابتک ہی تذکرہ — وہ کام کر کہ نامورون مین نشان رہے

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین خطاب ہے۔

اثنا

مجھے کیون نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا — کہ پڑا ہے آج خُم مین قدح شراب اُلٹا
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان — وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا
کھڑے چپ ہو دیکھتے کیا مرے دل اُجڑ گئے کو — وہ گنہ تو کہدو جس سے یہ وہ خراب اُلٹا

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین غیوبت ہی اور تیسرے شعر مین خطاب ہی۔
غزل مین اکثر یہ ہوتا ہی کہ پہلے ایک شخص کو خطاب کرتے ہین پھر دوسرے کو جو مخاطب ہی غیبت سے یاد کرتے ہین ہان اگر مخاطب ایک ہو تو وہ اشعار غزل کے بھی التفات کے قبیل سے ہونگے اور خلاف

مقتضاے ظاہر بجھے جائینگے۔ بعض اہل فن کے نزدیک التفات یہ بھی ہی کہ مضمون تمام ہوجاے پھر تمثیل یا دعا کے ساتھ اُسے ختم کرین۔ مثال اول۔

سودا

گالی نہین بے بوسہ مرے دل کو گوارا	جھوٹا کوئی کھاتا ہی تو میٹھے ہی کے لالچ

مثال دوم۔

ذوق

کہتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

مصرع دوم بیت اول مین اور خدا مغفرت کرے بیت دوم مین التفات ہی مگر خان آرزو موہبت عظمےٰ مین اسکے التفات ہونے سے انکار کرتا ہی۔

(۳) معنی مستقبل کی ماضی کے ساتھ تعبیر

یہ بھی خلاف مقتضاے ظاہر سے ہے کہ معنی مستقبل کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرین اور اس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہی کہ اس معنی کا وقوع متحقق ہی جیسے مہر کے قول مین۔

آج یہ جوبن گیا یا کل گیا	اے مہ خورشید رو دن ڈھل گیا

یعنی آج یہ جوبن جائیگا یا کل جائیگا۔

منشی

ذرا تاب جنبش نہین اب مجھے	درندون نے چھوڑا بھلا کب مجھے

یعنی درندے بھلا مجھے کب چھوڑینگے۔

نظام رامپوری

عادت ہی ہوگئی ہی انکی نظام کچھ اور	اُس بزم سے عدو بھی بے صبح و شام نکلا

غالب

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان	دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

یعنی تم ان بستیون کو دیکھنا کہ ویران ہوجائینگی۔

حالی

دل آباد مفت بے ہنران ، ہوچکا خانۂ ہنر معمور

یعنے خانۂ ہنر آباد نہ ہوگا۔

منشی ہیرالال شُہرت

جانا سبھی کو ہی عدم آباد کی طرف ، جو آج رہ گیا تو مقرر وہ کل گیا

میر حسن

کوچے سے اپنے ہمکو اُٹھاتا ہی جلد کیون ، گو آج ہم گئے نہ گئے سُنیو کل گئے

ہوس

جب اپنی حدود پر مین آیا ، دیکھیے گا کہ فتنہ پھر اُٹھا یا

داغ

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا ، تو جہنم کو کیا دیا تو نے

کبھی روایات وحکایات گذشتہ مین صیغۂ حال کو استعمال کرتے ہین جیسے فاتح بنگالہ محررہ دیوان کشن گوپال شیدا کی یہ عبارت غنیم ابتک منگیر کا محاصرہ کیے ہوے ہے ٹوڈرمل ابھی تک عقلمندی سے قلعہ کو بچاے ہوے ہین اندرناتھ روز بروز کامیابی حاصل کررہا ہے جب کبھی موقع پاتا ہے اپنے سوارون ہی سے دشمن کو پریشان کردیتا ہے جہان کہین غنیم کی تھوڑی فوج سُن پاتا ہے مہاراجہ کی اجازت لے کر بجبر اُس پر جا پڑتا ہے قبل ازانکہ کمک پہونچے اُن کو تباہ کرکے قلعہ مین آجاتا ہے اس طرح متواتر زکین پاکر دشمن گھبرا اُٹھے ہین قلعہ مین نئے افسر کی جنگی لیاقت۔حوصلہ اور جوانمردی کی ہر طرف تعریفین ہوتی ہین غرضکہ روز بروز اندرناتھ کی بہادری مشہور ہوتی جاتی ہے۔

دبیر

رو کے فرماتے ہین یہ فوج ستمگار سے شاہ ، ذبح ہونیگی مجھے عید ہی خالق ہی گواہ

رو کے فرماتے ہین کہا اور درحقیقت یون چاہیے تھا رو کے فرماتے تھے۔

(۴) ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف

مقتضاے خلاف ظاہر کی قسم سے یہ بھی ہی کہ ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف کرین

مقتضائے ظاہر کے موافق تو یہ ہے کہ جب ایک قسم کی دو ضمیرین برابر واقع ہون تو وحدت اور جمعیت مین مطابقت ہو اور اختلاف کرنا مقتضائے ظاہر کے خلاف ہی جیسے۔

اختر

دل وجان سے فدا تھا جو تجھ پہ صنم گیا عشق مین وہ سوے ملک عدم
بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہ ہوا

مرزا فخر دہلوی رمز

مجھ سے کی پہلو تہی بے درد نے جس روز سے | درد پہلو مین ہمارے دم بدم پیدا ہوا

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم | خلق خادم ہے اور تو مخدوم

سوز

سر مشق ظلم تمنے کیا مجھکو واہ وا | تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

انیس

بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہیں شاہ | محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

ایاز

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم | حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مر ہم

اسی قبیل سے ہی۔

دبیر

اکبر نے کہا صبر کرو اے شہ عالم | ہم آپکی آغوش مین مہمان ہین کوئی دم
بندے کو تو کچھ مرگ جوانی کا نہین غم | افسوس کہ حضرت ہوے بے مونس و ہمدم

ایک مصرع مین اپنی نسبت ہم اور ایک مصرع مین بندہ جو بمنزلے مجھکو کے ہے استعمال کیا ہے اگر غزلیات مین مختلف شعرون مین ایسا ہو تو وہ مقتضائے ظاہر کے خلاف نہ سمجھنا چاہیے جیسے۔

غالب

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی | مری وحشت تری شہرت ہی سہی

دوسری بیت مین کہتے ہین -

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے | کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

(۵) ضمیر بے مرجع

ضمیر بے مرجع ذکر کرنا بھی خلاف مقتضاے ظاہر کے اقسام سے ہے جیسے -

ناسخ

واہ کیا حسن ہے بال اُسنے لپیٹے سر سے | تو شُما ایسے نہ دیکھے کسی دستار کے پیچ

غالب

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے | کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

دونون شعرون مین ضمائر غائب کا مرجع کوئی نہین اور یہ غزلیات مین کثرت سے واقع ہے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ مرجع ایسا مشہور ہوتا ہے کہ سامع کا ذہن اُسکے غیر کی طرف منتقل نہین ہو سکتا یا متکلم کے ذہن مین مرجع حاضر ہوتا ہے اُسی کی طرف خطاب کرتا ہے -

(۶) اضمار قبل الذکر

کبھی ضمیر غائب اپنے مرجع سے مقدم آتی ہے اور اس مین عامہ نکتہ یہ ہے کہ جب مخاطب یا سامع ایک ضمیر سُنتا ہے تو وہ متردد ہو جاتا ہے کہ مرجع اس کا مذکور نہین اور جب مرجع سُن لیتا ہے تو نفس کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ انتظار کے بعد جب ایک چیز حاصل ہوتی ہے تو زیادہ تر لذیذ ہوتی ہے -

غالب

دیا ہے اور کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے | بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے

اُسے کا مرجع تجمل حسین خان ہے -

جرأت

کیا کیا اُسے دیکھ آئے ہے جرأت ہمین حسرت
مایوس جو پھر آتا ہے پیغام بر اپنا

اُسے کا مرجع پیغامبر ہے -

ناسخ

نام اُسنے جو سُنا عشق کی بیماری کا — میرے در پر سے پھرا آکے مسیحا اُلٹا

اُسنے کا مرجع مسیحا ہے۔

ذوق

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو — جبکہ ہو اُسکی نوید غسل صحت جانفزا

وہ ولی عہد زمان مرزا محمد بو ظفرؔ — اُسکی قوت گر ضعیفون کو بنا دے اقویا

راوی

اُس سے گر نہ ملے بوسہ وہ آغوش مین آئے — منحوس کرے ہے زیادہ دہن اُس کا

احسان دہلوی

بل بین مریض وہ کرے دم مین شفا یہ زرے تجھے — آہ وہ چشم مے پرست واہ وہ لعل بادہ نوش

واجد علی شاہ

ساقی اُسی سے رُکتے ہین شمشیر غم کے وار — جام شراب سے کوئی بڑھکر سپر نہیں

ذوق

وہ کہے صل علیٰ یہ کہے سبحان اللہ — دیکھین مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

ولہ

یہ تو یون مضطرب و در سینے مین لاکھون و زن — جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

مصحفی

مرے دم اُلٹنے کی جو خبر اُسکو دی کسی نے — وہین نیم رہ سے قاصد بصد اضطراب اُلٹا

سودا

گرین یاں اُسکو کب تک ہم کہ چشم زخم سا یارو — رکھے ہے ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

ناسخ

ہاتھون مین دست نگر اُسی کا ہر دم — مین مثل گدا ہون شہنشاہ قاصد

نواب کلب علیخان

خوشبو ہو یارب اُسکی تو اُسکا سر ہو — پیدا کر ایسی شے کہ ہم ہون گل و شراب

وزیر

جنبش اُدھر اُسکو ہی تو گردش اِدھر اسکو ۔ ابرو ہی کہ شمشیر سپر ہے کہ پھری آنکھ

آتش

یار کو دیکھینگے پہناکے شب ہر مین اُسے ۔ ملگیا کوئی اگر پھولون کا گہنا بہتر

کبھی اضمار قبل الذکر کراہیت طبع کی وجہ سے ہوتا ہی جیسے ۔

میر

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر ۔ خوش نہین آتی نصیحت گر کی غمخواری مجھے

چونکہ طبیعت کو ناصح سے کراہیت تھی اس واسطے اس کا ذکر موخر کیا ۔ اور اسی قسم مین داخل ہے یہ بھی ۔

لموٌلفہ

ہے بجا اسکی جار کھون سل کو ۔ چیر سینے کو پھینکدون دل کو

دل کے واقعات سے چونکہ قائل آزردہ ہے اسلیے اُسکے ذکر کو موخر کیا ۔

یونس

یہ حیات مین ہر دشمن وہ پس ممات دشمن ۔ نہ کم آسمان زمین سے نہ زمین کم آسمان سے

چونکہ قائل آسمان و زمین کی دشمنی سے دل مین کبیدہ ہے اس لیے ان کے ذکر کو موخر کیا ۔

مومن

وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے ۔ کاسۂ عمر عدو حلقۂ آغوش ہوا

عدو سے چونکہ طبیعت ناراض ہی اسلیے اُسکی عمر کے ذکر کو موخر کر دیا ہے اور حلقۂ آغوش کا موخر کرنا صرف پہلے نکتے کی وجہ سے ہی ۔

(ے) استطراد

استطراد بھی خلاف مقتضائے ظاہر کی قسم سے ہے اُسکے معنے یہ ہین کہ ایک کلمے کو ازدواج کی وجہ سے ذکر کرنا اس حیثیت سے کہ مطلب مین اُسکا دخل نہو جیسے ۔

ہوس

اُلفت کا ہے جرم تیری گردن ۔ در پے ہین ہزار دوست دشمن

دشمن در پے ہوتے ہین دوست کا لفظ استطراداً واقع ہوا ہی۔

تمیش

نکل جاؤنگا دیس پردیس مین | اتیت اور جوگی کے ہو بھیس مین

پردیس مین نکلتے ہین دیس کا لفظ استطراداً ہے۔

نشی

اُنکی اور دیکھی بہت رزم و بزم | یہ اب ٹُنیے سُہراب و رُستم کی رزم

چونکہ سُہراب و رستم کی رزم دکھانا منظور ہی اسلیے پہلے مصرع مین رزم ہی کا ذکر کافی تھا مگر استطرادا بزم کا ذکر بھی کر دیا۔

سحر مخفی

یہ افترا ہے بنایا ہوا سب آشنا کا | کہ بزم و رزم مین ہے پائے تخت کا وہ شیر

بزم ہر مجلس عموماً مجلس عیش و نشاط خصوصاً یہان لفظ رزم استطراداً واقع ہوا ہے مقصود صرف مجلس ہی ہے جسکے لیے لفظ بزم کافی ہی۔

آزاد

شغل مین اپنے ہر اک شخص تھا مشغول یہان | چینا تھا راحت و آرام کے پھل پھول یہان

پھل کا لفظ استطراداً ہے کیونکہ چینا پھول مین مستعمل ہوتا ہی نہ پھل مین۔

یہ بھی کمال پر ہیز پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ ہم اسکے بھلے برے کے ذمہ دار نہین ہاں مدعا مخاطب کا اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُس کی برائی کے ذمہ دار نہین اور کمال پر ہیز کی راہ سے بد یا کہ ہم دونون صورتون مین خواہ بھلا ہو خواہ برا ذمہ دار نہین ہین حالانکہ بھلائی کی ذمہ داری ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن یہان یہ امر جتانا منظور ہو کہ جب ہم نیک کے ذمہ دار نہین تو بد کے کیون بننے لگے اور بھلا زائد ہے صرف برے کے مقابلے کے لیے واقع ہوا ہے تاکہ زوجیت بھلے برے کی حاصل ہو جائے۔

انشا

تاکہ مشغول عبادت رہے انشا ہر دم | ضائع اوقات کو کھویا نکرے حق ناحق

حق لفظ ناحق کی زوجیت کے لیے استطراداً واقع ہوا ہے

---

(۸) کلام کو برخلاف مراد قائل کے حمل کرنا

خلاف مقتضائے ظاہر کے اقسام مین سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام کو برخلاف مراد متکلم کے حمل کیاجائے بشرطیکہ وہ حمل کرناصحیح ہواور حمل کرنیوالے کا مدعا یہ ہوکہ اگر اس کلام کے یہ معنے تمھارے نزدیک ہون تو بہتر ہے۔

مثنوی قضا و قدر

اُسنے کہا آپ کا تکیہ کدھر | بولے کہ تکیہ مرا اللہ پر

سائل کی مراد تکیے سے وہ مکان ہے جس مین فقرا رہتے ہین اور مخاطب تکیے کو بھروسے پر حمل کرتا ہے اور قرینہ صارفہ اس مین اللہ پر ہے یعنے ہم اللہ پر بھروسا رکھتے ہین جہان اُسنے رکھا وہین رہ پڑے جبکہ ہمارا بھروسا اللہ پر ہے تو رہنے کے لیے مکان کیون مقرر کرین کیونکہ اس صورت مین اللہ پر سے بھروسا اُٹھ جائے گا اور حق یہ ہے کہ یہ قاعدہ صنعت ایہام سے ماخوذ ہے جسکا بیان صنائع معنوی مین آئیگا۔

(۹) قلب

اسکی دو قسمین ہین ایک قلب مُطّرِد اور وہ قلب صفت و موصوف کا ہے اگرچہ موصوف کا حق یہ ہے کہ مقدم ہو کیونکہ وہ متبوع ہے مگر زبان اُردو مین فصیح یہ ہے کہ صفت متقدم ہو لیس چالاک گھوڑا کہنے مین جو لطف ہے وہ گھوڑا چالاک کہنے مین نرہے گا۔

مہر

سیہ جوئی زرافشان بانگ سبز اسپر دوشالا | تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

منشی

کواکب ہین سب اس سخن کے گواہ | کہ مشعلچی اُسکا ہے رخشندہ ماہ

سودا

تا زنگہ مین اُسکی کیونکر پھنسے نہ یہ دل | آنکھون نے جسکی لاکھون وحشی غزال بلد ہے

دوسرا قلب شاذ اور وہ کم مستعمل ہوتا ہے جیسے غالب کے اس شعر مین۔

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا | دل جگر تشنۂ فریاد آیا

جگر تشنہ بمعنے تشنہ جگر یعنے آرزو مند مطلب یہ ہے کہ دیدۂ تر کی یاد نے پھر دل کو

فرہاد کا آرزومند بنا دیا۔

شایان

ہوا در ارجن پسر کا بھی غم	ہوئی ہر طرف فوج رنج و الم

یعنے پسر ارجن کا۔

حسرت

افسوس کہ اُسنے بن چھری ذبح کیا	قصاب پسر کہ اُسپہ ہے جان فدا

نشاط

ترے تیر نگہ نے جس کو تاکا	بنا سینہ وہ فوراً خاک تودہ

ناسخ

تال کا سُننا ہماری جان کو سم ہوگیا	جان دین کیونکر نہ اُس مطرب پسر کے عشق مین

نکتہ عامہ ترکیب قلب مین یہ ہے کہ جب کلام دوسرے اسلوب پر اور ترکیب تازہ کے ساتھ لایا جاتا ہے تو سننے والے کو کسی قدر نشاط حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارجن پسر۔ قصاب پسر اور مطرب پسر بہ نسبت پسر ارجن پسر قصاب اور پسر مطرب کے اور شکرین لب بہ نسبت لب شکرین کے زیادہ دلچسپ ہین۔

کبھی قلب سے تعقید پیدا ہو جاتی ہے جیسے غلام سرور کے اس قول مین۔ ؎

کہ روشن ہو تمھارے نام سے دل کا نگین میرا	مرے سینے مین کردہ نقش تم اسم محی الدین

یعنی میرے دل کا نگین تمھارے نام سے روشن ہو پس مقصود بالتمثیل دل کا نگین میرا ہے۔

ذوق

ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت	نطق شیرین سے ترے جام حلاوت ہو گر

یعنی شربت کا سبو حنظل کا ثمر تلخ ہو جائے مقصود بالتمثیل ثمر تلخ حنظل کا ہے۔

(۱۰) تجرید

تجرید کے معنی یہ ہین کہ ایک کلمے کو معنوں سے مجرد کر کے پھر وہی معنی زیادت ایضاح کے واسطے دوسرے کلمے مین ذکر کرین جیسے تعظیم کرنا۔ تعظیم کے معنی کسی کو بڑا جاننا ہین جب تعظیم خود مصدر ہے تو اُسکے بعد کرنا کہ مصدر ہے کہنا داخل تجرید ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جزو معنی کی تاکید مد نظر ہو۔

ناسخ

کرے گا جب کہ وہ اتمام اگر حجت حق کو | زمانے میں رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

اتمام کو ہوگا میں تجرید ہی۔

ہوس

وا کرکے درِ خزینہ فی الحال | انعام کیا جو تھا زر و مال

انعام کیا میں تجرید ہے۔

ولہ

رمال و نجومیوں کو بلوا کے | خلعت دیے اُن کو از سراپا

سراپا خلعت کو کہتے ہیں اور تمام کے معنے میں بھی آیا ہے یعنے اول سے آخر تک اور خلعت بکسر اول اُن سلے ہوے کپڑوں کو کہتے ہیں جو اُمرا اور ملوک دوسرے شخصوں کو بخشیں اور وہ کم تین کپڑوں سے نہیں ہوتے اور ظاہر ہے کہ سر سے پاؤں تک کے کپڑے اُس میں ہوتے ہیں پس شاعر نے خلعت کے معنے میں تجرید کی اور صرف امیرانہ کپڑے اُس سے مراد لے کر دوسرے معنی لفظ از سراپا میں ذکر کیے۔

کبھی جمع کے صیغے کو مجرد کرکے پھر جمع اسکی بناتے ہیں جیسے۔

حسن مولف مجھ بوجھ

مساکینوں کو کردے صاحب تاج | شہنشاہوں کو کردے دم میں محتاج

ایضاً

اپنے اعمالوں سے گو مایوس ہوں | غم نہیں کچھ غوث کا پابوس ہوں

شیخ نیاز علی نجفی

جمگھٹے کرتی ہیں یہ ساری حوریاں | آج نزہت پر ہی کیا باغ جناں

حور جمع حوراء کی ہی اسکو مجرد کرکے جمع بنائی ہی۔

ناسخ

غلمان و حوریان ہیں تصور میں بیشمار | ہے روبروے وسعت دل مختصر بہشت

انیس کے اس مصرع میں بھی یہی بات ہی مصرعہ گرتے تھے طیوراں ہوا کھولے ہوے پر۔

طیور جمع عربی ہے اُس کو مجرد کر کے فارسی کے طور پر جمع بنائی ہی جیسے حکیم حاذق کے شعر مین ۔ ع

بدام زلف تو گہ آدمی وگاہ ملک	گہے وحوش گرفتار گہ طیورانند

اسی قبیل سے میر حسن کے شعر مین طیورون ہی۔

وحوش وطیورون تلک بے کل	پڑے آشیانون سے اپنے نکل

فائدہ اگرچہ اس چمن مین خلاف مقتضاے ظاہر کی بحث اتنی ہی لائق تھی جتنی مسندالیہ کے حالات سے تعلق رکھتی تھی لیکن کئی باتین اس مقام پر ایسی بھی بیان کردی گئین جو مسندالیہ کے حالات سے نہین ہین اور اس طرح خلاف مقتضاے ظاہر کے اکثر مباحث ایک جگہ جمع ہو گئے اسی طرح چمن اول کے بعض مباحث مین بعض بعض مثالین ایسی لکھدی گئین ہین کہ اُن کا تعلق مسندالیہ سے نہین ہے لیکن مناسب موقع سمجھ کر ایسا کیا گیا ہے کہین اشارہ کردیا ہی اور کہین ناظرین کے فہم پر اعتماد کر کے اشارہ نہین کیا ہی اور غرض اس سے یہ ہی کہ ہر مطلب کے حالات پر بخوبی روشنی پڑجائے ۔

تیسرا باغ مسند کے احوال مین

مسند جسکی تعریف اوپر ہو چکی یعنے وہ کلمہ جو مسندالیہ کی طرف منسوب ہو وہ یا اسم ہوگا یا فعل کے اقسام سے اگر اسم ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ یہ صفت مسندالیہ کی ذات مین ثابت ہے جیسے زید کھڑا ہے اس سے پایا گیا کہ زید مین کھڑے ہونے کی صفت ثابت ہے اور اس سے مبالغہ مدح وذم وغیرہ مین پیدا ہوتا ہی ۔

غالب

تاب لاتے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

واقعہ مسندالیہ ہی اور سخت مسند ہی اسی طرح جان مسندالیہ ہی اور عزیز مسند ہی پہلے مسند سے مذمت مین مبالغہ منظور ہے اور دوسرے سے مدح مین ۔

امیر اللہ تسلیم

دید کے قابل ہی جوبن سبزۂ رخسار کا	معجزہ ہی سبز ہونا آگ پر گلزار کا

سبزۂ رخسار کا جوبن مسندالیہ ہی اور دید کے قابل مسند ہی اور گلزار کا آگ پر سبز ہونا مسندالیہ

اور معجزہ مسند ہی اور دونون جگہ مدح مین مبالغہ منظور ہے۔

حالی

ہین سراسر فریب و وہم و گمان ۔۔۔ تاج فغفور و تخت خاقانی
لفظ مہمل ہے نطق اعرابی ۔۔۔ حرف باطل ہے عقل یونانی
ایک دھوکا ہے لحن داؤدی ۔۔۔ اک تماشا ہے حُسن کنعانی

مصرع اول مین فریب و وہم و گمان مسند ہین اور تیسرے مصرع مین لفظ مہمل مسند ہے اور چوتھے مصرع مین حرف باطل مسند ہے اور پانچوین مصرع مین دھوکا مسند ہے اور چھٹے مصرع مین تماشا مسند ہے اور اگر فعل ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ صفت مسند الیہ مین پہلے نہ تھی اب موجود ہوگئی جیسے زید سوگیا اس سے ظاہر ہی کہ پہلے جاگتا تھا اب سوگیا۔

آتش

ہزارون حسرتین جاوینگی میرے ساتھ دنیا سے ۔۔۔ شرار و برق سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا

اس سے ظاہر ہی کہ حسرتین پہلے نہین گئی تھین اب جاوینگی اسی طرح عرصۂ ہستی کو پہلے کم نہ پایا تھا اب پایا ہی۔

امیر

نہال عشق کو رو رو کے ہم سرسبز کرتے ہین ۔۔۔ نہین آنکھین یہ دو نہرین ہین اپنے گلشن دل کی

اس سے ظاہر ہی کہ نہال عشق کو آگے سرسبز نہین کیا تھا اب کرتے ہین۔

برق

دیکھ لین ہم بھی کہ دل لیتا ہی کیونکر کوئی ۔۔۔ ہان اشارہ کرے وہ چشم فسونگر اپنا

دیکھ لین مسند ہی ہم مسند الیہ و دل لیتا ہی مسند ہی اور کوئی مسند الیہ اور کرے مسند ہی اور چشم فسونگر مسند الیہ۔

الحاصل مسند اقسام مذکورۂ بالا سے خواہ کسی قسم کا ہو جتنی قیدین اُس مین بڑھائی جائینگی اُسی قدر زیادہ خصوصیت پیدا ہوگی اور یہ بات نہایت مستحسن ہی پس اکثر مسند فعل کو اور جو فعل کے مشابہ ہی جیسے اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ۔ اسم تفضیل، مفعول بہ۔ مفعول مطلق مفعول فیہ۔ مفعول لہ۔ مفعول معہ۔ حال۔ تمیز۔ استثناء سے مقید کرتے ہین اور اس سے زیادہ وقوف حاصل ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

داغ

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہین
ادھر جاتا ہی دیکھین یا ادھر پروانہ آتا ہے

رکھکر فعل مسند وہ ضمیر فاعل مسند الیہ شمع مفعول بہ رُخ روشن بترکیب توصیفی مضاف الیہ آگے ظرف مکان مضاف پس مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یعنی ظرف مکان فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہوا یہ اسم اشارہ مشار الیہ اُسکا مضمون مصرع دوم کیونکہ جب اسم اشارہ ایسے جملے پر آتا ہے جو شروع مین کاف بیانیہ لفظاً یا تقدیراً رکھتا ہو تو اُسکا مشار الیہ اُس جملے کا مضمون ہوتا ہے پس اسم اشارہ مع مشار الیہ کے مفعول بہ ہے۔ کہتے ہین فعل فاعل اس کا ضمیر مستتر جو مسند الیہ مذکور کی طرف راجع ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا دوسرے مصرع مین جانے اور آنیکا فاعل پروانہ بطریق تنازع کے ہے اور اُدھر اور اِدھر ظروف مکان ہین اور دیکھین اگرچہ فعل ہے مگر یہان شک کا فائدہ دیتا ہے اس لیے مجازاً یا تغلیباً حرف شک سمجھا جاتا ہے اور یہی فائدہ حرف عطف سے مقصود ہے اور چونکہ شک مین مبالغہ منظور تھا اس لیے تاکیداً دو حرف شک کو استعمال کیا۔

امیر مینائی

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

کہہ رہی فعل اور حشر مین مفعول فیہ یعنی ظرف مکان اور وہ آنکھ ذوالحال اور شرمائی ہوئی حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل کہہ رہی کا ہے اور جملہ دوم مقولہ ہے کہہ رہی کا۔

میر حسن

یہ کہہ اُسنے رو رو اُتارا سنگار
کیا اپنی پشواز کو تار تار

یہ کہہ مین کر جو عطف کا فائدہ دیتا ہے محذوف ہے یعنے یہ کہکر مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا پھر اُسنے رو رو کر اپنا سنگار اُتارا اور اپنی پشواز کو تار تار کیا اُس نے ذوالحال ہے رو رو حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل ہے اُتارا کا سنگار مفعول بہ ہے جس کی علامت یعنی لفظ کو محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہے اور حرف عطف دونوں مصرعون کے درمیان سے محذوف ہے اپنی پشواز کو بترکیب اضافی مفعول اول کیا فعل ماضی مطلق مشتق کرنے سے ضمیر مستتر اس کی راجع ہے مسند الیہ کی طرف جو

اسکا فاعل ہے تار تار دوسرا مفعول ہے دونون مفعول مل کر مفعول بہ ہوا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ پہلے مفعول کے بعد علامت مفعولیت کی لاتے ہین اور دوسرے کے بعد نہین لاتے ہین بلکہ دونون کو ملاکر مفعول بہ سمجھتے ہین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا معطوف معطوف علیہ سے ملکر جملۂ معطوفہ ہوا۔

ذوق

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض	ہاتھ ملنی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

پر کترنے کے بعد کو واسطے کے معنی مین ہے جو بیان علت وسبب کے لیے ہے پس پر کترنے مفعول لہ ہے اور جو حرف شرط ہے صیاد نے فاعل چاہی فعل مقراض مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور دونون مفعولون سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط ہے اور دوسرا مصرع جزا ہے۔

ظفر

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا	کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

کسی نے فاعل اُسکو مفعول بہ سمجھایا تو ہوتا فعل پس فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملۂ فعلیہ ہوا اسی طرح دوسرا جملہ فعلیہ ہے۔

ناسخ

نہارہے ہین وہ غیرون کے ساتھ گنگا مین	نہائین ہم بھی نہ کیون آنسوؤن کے دریا مین

نہارہے ہین فعل وہ فاعل غیرون کے ساتھ مفعول معہ گنگا مین مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول معہ و مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین	اِک سخن ہے تو لاکھ جھینکین ہین

جھینکنا مفعول مطلق ہے جھینکین کا جھینکنا مضاف ہے اور جاڑا مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق ہے اور جھینکین ہین فعل حال ہے ہم فاعل مستتر ہے پس فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق کے ساتھ ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

مثنوی سعدین

چل گئی یان چھری چلی وہ چال	دل بیتاب ہوگیا پامال

چال مفعول مطلق ہے چلی کا جو مسند ہے۔

انشا

نصیحت کا لنگوٹا ہر گھڑی کیون پہننا چاہیے
بڑا دانا جو ہو چکی ہن کیون چھوٹون کو دل ڈالے

مہر

مثال بُت سب بے سبب ہین بے حس یہ دیکھو قہر خدا کی نیندین
یہ جاگے تجھے ابتدا مین کس دن جو سوئے ہین انتہا کی نیندین

دوسرے مصرع مین نیندین سوئے ہین کا جو مسند ہی مفعول مطلق سن غیر لفظہ ہے۔

مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ

مسند جبکہ فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے تو کبھی اُسکو جملہ شرطیہ کے ساتھ مقید کردیتے ہین اور اُس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے جو حرف شرط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین۔ یاد رکھو کہ علماے عربیت کے نزدیک کلام جزا ہے اور شرط کو کلام مین کوئی مداخلت نہین وہ صرف حکم جزا کے واسطے بطور قید کے ہی جیسے دوسرے فضلات پس جو حال ظرف اور مفعول وغیرہ کا ہو وہی اُس کا ہے پس کلام جزا ہی ہے شرط ایک قید ہی بمنزلے حال یا ظرف کے اور وہ کلام جس حالت پر شرط سے قبل ہوتا ہی اُسی حالت پر شرط کے بعد بھی رہتا ہی پس اگر جزا جملۂ خبریہ ہوگی تو شرط کی قید لگنے سے خبریہ ہی رہیگی اور اگر انشائیہ ہوگی تو شرط کے بعد بھی انشائیہ ہی رہیگی اور قید کے بعد جملۂ شرطیہ خبریہ یا جملۂ شرطیہ انشائیہ بولینگے غرضکہ شرط کو جزا مین کوئی دخل نہین ہی وہ ایک قید ہی جزا کے لیے پس اس مثال مین۔

جرأت

گر نہ دیکھونگا تمھین تو اور ہونگا بیقرار
اس مین رسوائی ہی کچھ ملنے مین رسوائی نہین

یہان جزا (اور بیقرار ہونگا) ہی اور یہ جملۂ خبریہ ہی تو مع شرط کے بھی وہی جملہ خبریہ رہیگا۔

غالب

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

یہان انتظار ساغر کھینچ جزا ہی اور یہ جملہ انشائیہ ہی۔

ولہ

فنا کو سونپ گر مشتاق ہی اپنی حقیقت کا
فروغ طالع خاشاک ہی موقوف گلخن پر

فنا کو سونپ جزا ہی اور یہ جملۂ انشائیہ ہی۔

شائستہ

قدد کا گل کے دلبر کے اگر مضمون باندھو گے ۔۔۔ اسے لکھ کر الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو

الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو جواب شرط یعنی جزا ہی اور یہ جملۂ انشائیہ ہی۔
نفس شرط اگر جملۂ خبریہ ہو تو حرف شرط اُسپر داخل ہوکر اُس کو مرکب ناقص بنا دیتا ہی اسی طرح اگر جملۂ انشائیہ ہو تو اُسکو بھی مرکب ناقص کر دیتا ہے پس یہ دونون قسم کے جملے حرف شرط کے آنے کے بعد خبریت اور انشائیت پر باقی نہین رہتے بلکہ مرکب ناقص بن جاتے ہین جو کلام اور مرکب تام سے خارج ہی اور منطقین کے نزدیک شرط و جزا دونون خبریت سے خارج ہو جاتے ہین کیونکہ حرف شرط دونون کو اُنکی اصل سے خارج کر دیتا ہی پس ان کے نزدیک حکم جزا کا بھی اعتبار نہین رہتا بلکہ شرط و جزا دونون کا مجموعہ کلام خبری سمجھا جاتا ہے اور دونون مین ملازمت ہوتی ہی پس ذوق کے اس شعر مین ۔ ؎

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ساتھ ۔۔۔ ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

اہل عربیت کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہونیکا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونیکے وقت یا حال مین ہی پس محکوم علیہ ذوق کا عقدۂ مشکل ہے اور حل ہونا محکوم بہ ہی اور شرط کو اس مین کوئی دخل نہین وہ ایک قید ہے محکوم علیہ و محکوم بہ کے حکم کے لیے اور منطقین کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہو... لزوم کا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونے کے ساتھ ہی پس اس وقت مین محکوم علیہ یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونا ہے اور محکوم بہ عقدۂ مشکل کا حل ہونا ہے۔ جملہ شرطیہ مین زمانے کی قید حکم ثبوت اور دوام کا رکھتی ہی اور ماضی و مضارع اپنے معانی کو چھوڑ دیتے ہین جب سُورج نکلے گا دن ہے اور جب سورج نکلا دن ہے ان دونون جملون کے ایک معنی ہین مستفاد از موہبت عظمےٰ۔ یاد رکھو جملۂ شرطیہ مین پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جواب شرط کہتے ہین اور جواب شرط مین ایک حرف جزا کا ضرور آتا ہی اور وہ اردو مین تو ہی جیسے اگر تم آؤ گے تو مین پانچ روپے دون گا اور کبھی اس حرف کو حذف بھی کر دیتے ہین۔

حروف شرط کی تفصیل یون ہے۔
اگر اور گر۔ ایسی چیز کے لیے لگاتے ہین جسکے ہونے یا نہونے کا یقین نہو اگر یقینی ہو تو اگر نہین لگاتے

انیس

گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین | پڑ جائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین

دیکھو آنکھ سے نکل کے راہ مین ٹھہر جانا یا نہ ٹھہر جانا یقینی نہین اگر یقینی ہوتا تو اگر نہین لگاتے یہی سبب ہے کہ اگر ہمیشہ فعل مستقبل پر آتا ہے اسلیے کہ جو چیز ابھی ظہور مین نہ آئی ہو اُسکے ہونے یا نہونے مین کلام ہوتا ہے۔

میر فخرالدین فخر

اگر یہ شوخ چشم آنکھین لڑائین اپنی آنکھون سے
تماشا پتلیون کا ہم دکھائین اپنی آنکھون سے

آنکھون کا لڑانا اور نہ لڑانا یقینی نہین۔

منشی ریاض احمد ریاض

تو وہ آہو چشم سے نہ جائے اگر گلزار مین | گل ورے مین شاخین نکالین نرگس بیمار مین

گلزار مین جانا اور نہ جانا یقینی نہین۔

(۲) ماضی اور حال پر وہان آتا ہے جہان امر یقینی نہو بلکہ ہوجانا یا نہو جانا فرضی ہو جیسے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی | تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ذوق

وہ از خود رفتہ ہون جسکی بیخودی نے | خدائی مین اگر ڈھونڈا نہ پایا

حسن

جی اگر اُس سے لگا یار شک سے دل جل گیا | دل اگر اسکو دیا دل ہاتھ سے جاتا رہا

آتش

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے | سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

(۳) کبھی اگر کو یقین کے محل پر لاتے ہین مگر شک کا ادعا بھی بسبب نارسائی اور حسرت بسیار کے موجود ہوتا ہے جیسے۔

ہمنشین گر مری یہ شب کٹ جائے | تو مین جانونگا اک پہاڑ کٹا

شب کا کٹ جانا یقینی ہے مگر درازی شب کی وجہ سے عاشق کو حسرت مایوسی پیدا ہوئی اس لیے ایسا کہا۔

مثنوی یوسف و زلیخا

اگر جان ہے ترے غم مین سلامت | دگر دل ہے سدا تجھپر فدا

جان کا اور دل کا ہونا یقینی ہے مگر چونکہ معشوق کا وصل حاصل نہین ہوتا تھا اس لیے حسرت بسیار کی وجہ سے ایسا کہا۔

ذوق

پھرا اگر آسمان تو شوق سے تیرے ہی گردان | اگر خورشید نکلا تیرا گرم جستجو نکلا

مخاطب خدائے تعالے ہے اور یہ دونون امر اگرچہ یقینی ہین مگر قائل نے اپنی نارسائی کی وجہ سے اگر شرطیہ کے ساتھ ذکر کیا اور یہ مطلب صوفیہ کے مذاق کے موافق پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر شے مین باری تعالی کا عشق مانتے ہین پس کسی منکر کو یہان ان باتون کے غیر یقینی ہونے کی نسبت اعتراض کرنے کی گنجایش نہین۔

یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے مثلاً خالد زید سے دریافت کرے کہ تمھارا آقا کہان ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مکان مین ہے مگر آقا کے خوف سے یہ کہے کہ اگر مکان مین ہوگے تو اطلاع دیتا ہون اسلیے کہ آقا نے اُس سے یہ کہدیا ہو کہ جو کوئی تجھ سے میرا حال پوچھے تو بغیر میرے مشورے کے اُس سے نہ کہنا۔

مومن

نچوڑینگے ہم اپنا دامن تر بھی | جہنم مین ہے اے واعظ اگر آگ

حالی

رکھتے ہین حضرت انسان جو بڑائی مین قدم | گاؤ خر انسے ہین کیا جانیے کس بات مین کم
مالکون کے انھین گر جھیلنے پڑتے ہین ستم | ذلتین انکے لیے بھی ہین مہیا ہردم

ولہ

کھیت سے اپنے بچھڑنے کا ہی گر انکو ملال | مدتین گذرین کہ لوٹا گیا یان عیش وصال

ولہ

اُنکی گردن مین اگر قید کی رسی ہے پڑی
اپنی بے بالی و پری کی بھی کہانی ہے بڑی

ولہ

یان اگر بزم تھی تو اُس کی بزم	یان اگر ذات تھی تو اُس کی ذات

سودا لاشہ حضرت امام حسینؑ کی زبانی

قضا کی تیغ سے مین بھی جواب کٹا تو کٹا	اگر کٹے تو کٹے رن مین دست و پائے حسینؑ

ولہ

اگر مرا ہے محاسن سبھی لہو سے لال	تو یہ دعا ہی کہ تو سرخرو ہو روز قتال

یہ تجاہل علم معانی کے نکات مین اسلیے شمار پایا ہے کہ حال اُسکا مقتضی ہو اور اگر اسکا ایراد بطور ظرافت کے ہوتا تو علم بدیع کے قبیل سے تھا۔
یا غرض اس سے عار دلانا اور توبیخ ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ہین لے تم کو چشم و گوش اگر	تو چلی جائے کور و کر کی خبر
تم اگر ہاتھ پاؤن رکھتے ہو	لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو

ولہ

خلف اُنکے الحق اگر یان یہی ہین	سلف کے اگر فاتحہ خوان یہی ہین
اگر یادگار عزیزان یہی ہین	اگر نسل اشراف و اعیان یہی ہین
تو یاد اسقدر انکی رہجائے گی یان	کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یان

یا اسوجہ سے اگر کو یقین کے محل مین لاتے ہین کہ مخاطب کو وقوع اور لاوقوع شرط کا یقین نہین ہوتا پس اُسکے اعتقاد کے مقتضا کے مطابق کلام کیا جاتا ہی جیسے۔

مومن

گر دیتی ہون اس ہین دم مین مجھکو	ہو تیغ علےؑ کی مار مجھکو

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو	تو حاضر ہے نہین افسوس مجھکو

اِسی قبیل سے یہ قول درد کا بھی سمجھنا چاہیئے۔

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا	تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

یا وقوع ولا وقوع شرط کے عالم کو جاہل قرار دیکر اس طرح کلام کیا جاتا ہے اور یہ اُس حالت مین ہوتا ہے کہ وہ مقتضاے علم کے خلاف کام کرتا ہو جیسے کوئی اپنے باپ کو ستائے تو اُسکو کہا جائے کہ اگر یہ تیرا باپ ہے تو اُسکو ایذا نہ دینا چاہیے مخاطب خوب جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور مقتضا اس جاننے کا یہ تھا کہ باپ کو نہ ستاتا مگر چونکہ ستاتا ہے تو اُسکو بمنزلے جاہل کے قرار دیکر اگر کے ساتھ تعبیر کیا - ایک شخص اپنے حریف کے ظلم سے نالان ہو کر کہتا ہے کہ "اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا" تم جانتے ہو کہ شرط امر مشکوک پر ہوتی ہے اسی واسطے امر یقینی پر شرط نہین لگاتے چنانچہ یہ نہین کہتے "کہ اگر آدمی ہو تو مین نے تجھکو بھائی بنایا" مگر جب اعتقادی یا مسلم امر کو شک مین ڈال کر تقریر کرتے ہین تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخاطب متنبہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی اُن باتون کا معترف ہوتا ہے مگر جبکہ اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُس کے ڈرانے کے لیے اس طرح اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے "اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا" ورنہ مطلب اسکا یہ ہو کہ جس طرح خدا مسلم ہے ایسے ہی اس ظالم کے لیے سزا مقرر ہے اسی قبیل سے ہے حالی کے ان شعرون مین ؎

بُرا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے — عبث جھوٹ بکنا اگر نا روا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے — مقرر جہان نیک و بد کی جزا ہے

گنہگار وان چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

بُرے شعر کہنے والے شاعر اس بات کو خوب جانتے ہین کہ ایسے شعر کہنے کی سزا خدا کے ہان ضرور ملیگی اور عبث جھوٹ بکنا بیشک ناروا ہے مگر چونکہ وہ اپنے علم کے مقتضا کے خلاف کلام کرتے ہین یعنی ایسے شعر کہنے سے احتراز نہین کرتے اسلیے اُنکو بمنزلے جاہل کے قرار دے کر اگر کے ساتھ بیان کیا -

ولہ

اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اُسی کی طلب مین مرو گر مرو تم

اعلمی

ہین یہان زربفت کے کمخواب کے سو پیرہن — اور وہان لیجائیگا یان اگر کچھ تو کفن
ہمنشین صدہا یہان پریہن حسین بے نظیر — ایک بھی وان پر نہین گر ہین تو ہین منکر نکیر

(۴) جب صیغۂ ماضی استمراری پر آتا ہی تو منفی کو مثبت اور مثبت کو منفی کر دیتا ہی جیسے۔

میر حسن

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر — تو اب تک وہ تم کو نہ آتا نظر

یعنے اُسے تمھاری چاہ نہیں ہی ورنہ وہ تمکو ضرور نظر آتا۔

غالب

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا — کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

تو نے عہد کو توڑ ڈالا اسلیے وہ استوار نہ تھا۔

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا

کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

خوشی سے نہ مرے اسلیے کہ اعتبار نہ تھا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا

اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یعنے نہ اور جیتے نہ انتظار ہوتا۔

ذوق

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صید حرم — آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

چونکہ صید حرم ذبح ہونے کا مزہ نہ جانتا تھا اسلیے آپ گردن پر چھری پھیر کر بسمل نہ ہوا۔

امانت

تری مژہ پہ نہ ہوتا اگر یہ دل مائل — جگر کا آبلہ کیوں نوک خار پر ہوتا

مولوی قدرت اللہ قدرت

زلفوں میں اگر دل یہ گرفتار نہ ہوتا — یوں روز مرا آہ شب تار نہ ہوتا

جو یہ بھی استقبال میں وہی معنی پیدا کرتا ہے جو اگر کرتا ہے یعنے وہاں آتا ہی جہاں شرط کے واقع ہونے اور واقع نہونے کا یقین نہو جیسے۔

جرأت

کوئی آتش کا پرکالہ جو وقت خواب یاد آئے

تو جھجھکیں کیوں نہ انگارے پہ گلہائے نہالی ہم

سودا

جو ناتوان نہ کریں دستگیری دشمن — تو خار و خس نہ کریں شعلے کو کبھو برپا

اور جو ماضی و حال میں آتا ہے تو یقین کا فائدہ دیتا ہے مثلاً۔

آتش

ہوتا ہے سن کے زرد جو نامرد مدعی — رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

جرأت

رکھا جو تو نے قدم سر پہ یار از رہ لطف — او داغ عرش پہ اس خاکسار کا پہونچا

تمکین

خیال زلف بتان میں جو پیچ کھاتے ہیں — مڑوڑے ہو ہو کے پیچش کے دستے آتے ہیں

آتش

جبین پر اپنے افشاں کو جو اس محبوب نے چھڑکا — کتاب چہرہ نے نقشہ دکھایا لوح قرآن کا

اصالت

بوسہ جو مانگتا ہوں تو انداز و ناز سے — مجھکو دکھاتے ہیں وہ انگوٹھا ہلا کے ہاتھ

امیر

ذرے افشاں کے جبین پر جو دمکتے دیکھے — اختر طالع خورشید چمکتے دیکھے

اسیر

بحر عالم میں ہے آفت لازم اے اہل کمال — ٹوٹنے کا خوف ہے قطرہ جو گوہر ہو گیا

اور جب اسکا مدخول ماضی تمنائی ہوتا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو اگر کا ہے کہ مثبت کو منفی بنا دیتا ہے اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے مثلاً۔

غالب

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا — جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یعنے چونکہ اس میں دوئی کی بو نہیں اسلیے دوچار نہیں ہوتا۔

امانت

اگر جو سبزۂ خط کا بہار میں ہوتا — نہ بند یار کا طوطی ہزار میں ہوتا

جب یہ کلمہ اگر استقبال پر آتا ہے تو وہی شرط کا فائدہ دیتا ہے اور اس سے تعیین زمانی

مقصود ہوتی ہے اس مین اور اگر مین یہی فرق ہے۔

الستٰا

جب ہوا کھا کے گھر آئینگے تو دیکھینگے ناچ	وضع پرہند کی ہے باغ مین جبکہ سکن

ظفر

وہ شکار انداز جب لے ہاتھ مین اپنے تفنگ	برق تھرا جائے رنگ دیکھکے اڑتی ہوئی

اور جب ماضی وحال پر آتا ہے تو جزم و یقین اُس سے مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

ذوق

مین اپنے ذوق کے قربان کہ مستی مین محبت کی	بلایا کسنے اُسکو جب وہ آیا بے طلب آیا

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہے ہمین آپ بھی آرام کرین

مومن

جب سے وہ گئے ادھر نہین یاد کیا	پوچھی نہین کچھ خبر نہین یاد کیا

میر حسن

کئی دن جب اُسپہ گئے اور بھی	بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

جب تک عموم ازمنہ کے لیے ہے جیسے۔

میر تقی

جب تک کہ ترا گذر نہ ہووے	جلوہ مری گور پر نہ ہووے

ناسخ

جب تک نہ آب پاک دہان نبی پیا	اُس شیر کے نہ دل مین خیال آیا شیر کا

درد

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے	زبان جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

جو ہین اس مین دونون امرون مین شدت التزام اور امر ثانی کا اول پر بشدت مترتب ہونا بھی مقصود ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

دم بلبل اسیر کا تن سے نکل گیا	جھونکا نسیم کا جو ہین سن سے نکل گیا

ظفر

سر تلک دست ستم جو ہین ترا قاتل چڑھا | خون جسم ناتوان تل تل گھٹا تل تل چڑھا

جب کبھی یہ تعیین زمان کے واسطے آتا ہے اگر استقبال پر آئیگا تو وہی شرط کا فائدہ دیگا اور اگر ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے وقوع فعل مین یقین پایا جائیگا جیسے ۔

جب کبھی جوش پہ آجاتا ہی دریاے الم | کشتی نے کے وسیلے سے گذر جاتا ہون

جسوقت ظرف زمان ہے مجازاً شرط کے لیے استعمال کر لیتے ہین مگر وقت اُس سے ساقط نہین ہوتا بلکہ تعیین زمان کا فائدہ دیتا ہی جب شرط کے لیے ہوتا ہی تو جواب شرط پر جزا کا حرف ہوتا ہے مذکور ہو یا مقدر جیسے جسوقت تم آؤ گے مین بھی آؤنگا یعنے میرا آنا اسوقت ہو گا جب تمھارا آنا وقوع مین آئیگا مدعا یہ ہی کہ اپنے آنے کا زمانہ متعین کر دیا اور اگر صرف زمانہ مقصود ہوتا ہی تو جزا کا حرف اسپر نہین آتا یہی حال حرف جب کا ہی۔ بعض یہ کہتے ہین کہ شرط کے لیے استعمال پاتا ہی تو وقت کا لحاظ نہین ہوتا کیونکہ اگر وقت کا بھی لحاظ ہو گا تو حقیقت و مجاز کا ایک استعمال مین جمع ہونا لازم آئیگا مگر یہ اعتراض صحیح نہین اسلیے کہ درحقیقت استعمال اُس کا وقت ہی کے لیے ہوتا ہے اور شرط کے معنے بطور تضمن کے لازم آجاتے ہین اس طرح کہ طرز کلام سے ایک جملے کے مضمون کا حصول دوسرے جملے کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے ۔

انیس

کچھ ہو گا نہ ہاتھ پانون مارے سے انیس | جسوقت گذر جائے گا پانی سر سے

اور جب یہ لفظ ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے یقین پایا جائیگا ۔

ذوق

خیرہ روئی نے تری مہر جہانتاب کا نور | دیا جسوقت اڑا کر تک شب تاب بنا

جہان تعمیم زمان کے واسطے آتا ہی جیسے میر کے اس شعر مین ۔

کبھی دل کی نہ کہنے پائے اُس سے | جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

یعنی جسوقت الخ کبھی تعمیم مکان بھی اس سے منظور ہوتی ہی جیسے غالب کے اس شعر مین ۔

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین
خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

یعنے جس جگہ الخ ۔

میر حسن

جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے | محبت مین دن رات گھٹنا اُسے

غالب

حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل | جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوے ہوشیاری کا

ہر چند اور اگرچہ اور گو جس جملے پر داخل ہوتے ہین تو اُسکا مضمون متوہم ہوجاتا ہے اسلیے لیکن یا کوئی دوسرا لفظ اسکا مرادف استدراک کے لیے اُسکے جواب پر لفظاً یا تقدیراً لانا واجب ہوتا ہے۔

طالب رامپوری

ہر چند رو سیہ مین بے نور و بے بصر تھا | لیکن برنگ سُرمہ منظور ہر نظر تھا

مظہر

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا | لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

میر حسن

اگرچہ وہ بیفکر و غیور ہے | ولے پرورش سب کی منظور ہے

غالب

گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار | لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

حالی

گو منت قیصر سے ہے ہر قوم گرانبار | احسان مگر اسلام پہ ہین اُسکے گرانتر

فوائد متفرق حرف شرط کو کبھی حذف بھی کر دیتے ہین اسی طرح حرف جزا کو بھی مثلاً۔

غالب

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے | کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

یعنے اگر زبان کٹے اور اگر جان نہ رہے تو ایسا ایسا کرنا چاہیے۔

دلسوز

وہ منھ زلفون سے دکھاتے ہین تو ہم آنسو بہاتے ہین
وہ دن کو رات کہتے ہین تو ہم تارے دکھاتے ہین

شاد حیدر آبادی

تم بھی بانکے ہو ادا بھی ہے تمھاری بانکی
کوزہ و جام بنا بنکی تو تھی خاک مری

تم اگر بات نہین کہتے ہو سیدھی نہ سہی
اسکے بھی کام کی گر یہ نہین مٹی نہ سہی

حسرت

سرد کرے جو سرکشی قد کشیدہ کو دکھا
اگر کوئی تجھ سے یہ کہے رات کی دن ہو کس طرح
گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے

گل جو دکھا دے پیرہن کھول قبا کو اس طرح
جلد ے تو نقاب کو منہ سے اٹھا کہ اس طرح
پیار سے عاشقون کو تو گھر مین بلا کہ اس طرح

پوچھے جو تیغ کیونکہ دل حسرت زار کا لیا
اسکو بھی تو دکھا دے یار ایک ادا کہ اسطرح

ظفر

گرد جو اے شہسوار آئی نظر اڑتی ہوئی
تیرے آنے کی ہین پہونچی خبر اڑتی ہوئی

(ب) کبھی مسند کی شرط پر جزا کو مقدم کر دیتے ہین جیسے۔

غالب

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن ای ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

صحت

محفل مین رہ گئے کف افسوس ملتے ہم
پردے مین ناز سے جو چھپا کے دکھا کے ہاتھ

محشر

تحفۂ لخت جگر جائیو مجنون کو لیے
گر تو اے قاصد اشک ایکے بیابان کو چلا

نحویان بصرہ یہ کہتے ہین کہ اگر جزا مقدم ہو تو شرط کے لیے اور جزاے مقدر مانتے ہین اور جزاے مقدم کو اس پر دلالت کرنے والا جانتے ہین اور کوفیون کے نزدیک جزاے مقدم ہی کو شرط موخر کی جزا مانتے ہین اور دونون کے نزدیک ایسی حالت مین کہ جزا مقدم ہو شرط کا ماضی ہونا لازم ہے لیکن یہ لزوم عربی زبان سے مخصوص ہے اُردو مین باوجود جزا کے مقدم ہونے سے شرط غیر ماضی بھی ہوتی ہے جیسے۔

استاد

اپنی نگینین چمکتی ہوئی دکھلائینگے
پڑے گی جو مین نہر پہ سورج کی کرن

غالب

نہ سنو گر بُرا کہے کوئی	نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی	بخش دو گر خطا کرے کوئی

(ج) کبھی بوجہ قرینۂ دالہ کے جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکے مؤکدات کو قائم مقام کر لیتے ہین۔ جیسے۔

حالی

چرخ کو دے اگر وہ حکم سکون	ہو غلط نسخہ سنین و شہور

یعنے اگر وہ آسمان کو ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جائے اور اُسکے ٹھہرنے سے سیارون کی گردش موقوف ہوجائے اسلیے سال و ماہ کا حساب جاتا رہے اور زمانے کا انتظام بگڑ جائے نسخہ سنین و شہور کا غلط ہونا جزا کا مؤکد ہی۔

ولہ

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر	کہا اُسنے بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہی اور مصرع دوم اُسکا مؤکد ہی۔

ذوق

ای ذوق شہید اُسکو کرنے ہین کئی عاشق	کرتی ہی اگر سبقت کیا دیر لگائی ہی

یعنی اگر سبقت کرنی ہے تو کیا دیر لگائی ہی جزا اس مین محذوف ہے اور کیا دیر لگائی ہی جزا کا مؤکد تھا اُسکی جگہ رکھا گیا۔

احسان شاہجہان پوری

کوچۂ یار مین مٹتا ہی تو پھر دیر ہے کیا	تجھکو سمجھائینگے ہم ای دل شیدا کب تک

عاشق

دانتون مین زلف کو جو دبائے ہو بار بار	کاٹیگا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

جزا محذوف اور دوسرا مصرع اُسکا مؤکد ہی۔

کبھی بغیر مؤکدات کے قائم مقام کیے ہوے باعتبار قرینۂ سابقہ کے حذف کر دیتے ہین جیسے۔

گلزار نسیم

جسوقت وہ گل چمن سے لایا | محمود اخوش ہوئی کہ آیا
کہنے لگی لو مراد پائی | بولا کہ جو یان سے ہو رہائی

یعنی اگر یہان سے رہائی ہو تو جانین کہ مراد پائی نہین تو نہین چونکہ جزا مقدم مذکور ہو چکی تھی اسواسطے اُسے حذف کر دیا تاکہ عبث سے احتراز ہو۔

امیر مینائی

جمع ہین سینے مین پیکان تیر کے | سیکڑون دل ہین اگر اک دل گیا

یعنی اگر اک دل گیا تو کیا ہوا۔

میر

اُس تیغزن سے کہیو قاصد مری طرف سے | اب اک ہی نیم جان ہو گر قصد امتحان ہو

جب تک جزا کلام مین معتبر ہو سکے تو اُسکے حذف کا قائل نہونا چاہیے اسلیے کہ اصل ہو مگر جبکہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ یہ قائل کی مراد نہین ہو۔

کبھی جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیتے ہین زیادتی قوت کیلئے کر گویا مفہوم مدلل ہو۔ جیسے۔

نسیم

بیچا تو ٹکے کا جانور ہون | اگر ذبح کیا تو مشت پر ہون

یعنے اگر بیچا تو کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ ٹکے کا جانور ہون اور اگر ذبح کیا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ مشت پر ہون۔

غالب

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی | حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

یعنی اگر جان دی تو اچھا ہوا کیونکہ اُسی کی دی ہوئی تھی۔

ولہ

رزم کی داستان گر سُنیے | ہے زبان میری تیغ جوہردار
بزم کا التزام گر کیجے | ہے قلم میری ابر گوہربار

کبھی فعل شرط بھی محذوف ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

لازم ہے کرو مسافروں کا اعزاز	اعزاز نہیں تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہیں کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

امیر

نہیں تو نے دیکھا ہے اُس بت کو زاہد	یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا

یعنی اگر دیکھ لیتا تو یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا۔

چونکہ شرط ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ متعلق کرتا ہے اسلیے یہ چاہیے کہ شرط و جزا مین اختلاف لفظی نہو اسطرح کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل و علی ہذا مگر کبھی کسی نکتے کے واسطے شرط و جزا کے صیغون مین اختلاف ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ماضی کی طبیعت مضارع سے زیادہ تحقق وقوع پر دلالت کرنے والی ہے اور مضارع کی طبیعت ماضی سے زیادہ وقوع کی ہمیشگی اور اُسکے حدوث کے تجدد پر دلالت کرنے والی ہے جیساکہ الخواطر الحسان فی المعانی والبیان مین ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) غیر حاصل کو معرض حاصل مین ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ استقبال کے معنی کو کہ ابھی حاصل نہین ہوے ہین ایسے لفظ کے ساتھ جو اُن معنی پر دلالت کرتا ہے جو فی الحال حاصل ہین مثلاً حال کا صیغہ یا زمانۂ گذشتہ مین حاصل ہو چکے ہین جیسے ماضی کا صیغہ ظاہر کرتے ہین اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ جبکہ غیر حاصل کے اسباب قوی ہوتے تو وہ حاصل مان لیا جاتا ہے مثلاً۔

غالب

یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہین	عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

شرط مین ماضی ہے اور جزا مین استقبال تو نکتہ اس مین یہ ہے کہ غیر حاصل کو حاصل ظاہر کرنا منظور ہے یعنے گو معشوق ابھی تک عدو کا نہین ہو لیا ہے مگر بوجہ قوت سبب کے یعنے عدو کا ہو لینے کے اسباب قوی موجود ہونے کی وجہ سے اُسکو عدو کا ہو لیا ظاہر کیا۔

حالی

تن آسانیان چاہین اور آبرو بھی	وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

(۲) یہ ظاہر کرنیکو کہ جزا کا وجود بخوبی ثابت و مقرر رہی جیسے۔

دبیر

کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر | سمجھے جو بُرا آپ کو اچھا وہ ہے

یہان مناسب یہ تھا کہ جزا مین بھی استقبال کا صیغہ ہوتا مگر اُس نکتہ بدیعی کی وجہ سے ایسا کہا

شہر آشوب ناظم

پہلو جو پھر کتا ہے تو آج آئے گا بنّی | اور ہاتھ کھجاتا ہے تو دیجا بیگا لٹنی

وزیر

مر ہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا | یاد آئے گا کسی مہ کا دُرِ گوش مجھے

مومن

بالطبع گر کرم ہو تو مفلس بھی ہی کریم | ہوتا ہے سائے کا شجر بے ثمر سے فیض

ظفر

کہون مین حسن مین گر تجھکو رشک ماہ کنعانی | تو جھوٹ اس مین بتا اے ماہ پیکر کیا ہو یون ہی ہے

(۳) معنی استقبل کو جملۂ شرطیہ مین ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر کرتے ہین کہ اُس معنی کی شان وقوع کی طرف مائل ہوتی ہے پس اُسے ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو واقع شدہ پر دلالت کرتا ہو کیونکہ جو ثمرہ اُس چیز سے جو واقع ہو مترتب ہوتا ہے وہی ثمرہ فے الجملہ اس سے بھی مترتب ہوتا ہو اور یہ بھی غیر حاصل کو معرض حاصل مین دکھانے کی ایک صورت ہے جیسے مریض کہے کہ اگر مین مر گیا تو اچھا ہو گا۔

مولوی نذیر احمد

دوا کا حیلہ ہی گر وقت ابھی نہین آیا | تو ہوتے دیکھا ہی جنکی سے خاک کی آرام

میر

کہان پھر شور و شیون جب گیا میر | یہ ہنگامہ ہی اُس ہی تو جہ گر تک

گلزار نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی
انسان کی ہے مرگ زندگانی

(۴) سننے والے سے تفاول منظور ہوتا ہے کیونکہ متکلم جس چیز کا خواہش مند ہوتا ہے اسکو ایسے لفظ سے تعبیر کرتا ہے جو اسکے حصول پر دلالت کرتا ہے جیسے کوئی کہے اگر حسن خاتمہ نصیب ہوا تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

مومن

ہو حق وفا ادا قضا نے چاہا
کعبے کا سفر بخت رسانے چاہا
ہے ترک علاج اُن بتوں کا مومن
دیکھو چاہینگے گر خدا نے چاہا

میر

باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے
گر جان میری میر سنہ آ پہونچی لب تلک

امین تخلص حافظ محمد امین

امین ایمان رہا ثابت جو ایمان
یہ توشہ آخرت کے ہے سفر کا

رئیس الدولہ بیدار

گر عالم رویا مین ہوا وصل کا سامان
یارب ہو عیان خواب کی تعبیر کسی وقت

حالی

ہان مگر کچھ اُمید بندھتی ہے
تیرے زمرے مین گر ہوا محشور
جب ترے کاروان مین جا پہونچا
پھر رہا باب خلد کتنی دور

(۵) وقوع شرط پر اظہار رغبت کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔

فدا

وصف چشم شوخ کا آیا اگر مجھکو خیال
مرغزار طبع مضمون ہرن ہوجائے گا

سوز

جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھینگے ہم
مند گئیں جب انکھڑیان تب سوز سب آنند ہین

میر بہادر علی محبت

اگر حنا ہاتھوں سے خون بہا دل کا ملا
تو لونگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

آتش

نالہ بلبل شیدا مین اگر ہے تاثیر
دست صیاد مین گلچین کا گریبان ہوگا

ذوق

عبث جان منتظر ہونٹونپہ ہے وہ شوخ کب آیا — اگر جیلیں کو بھی آیا تو پھر جانینگے اب آیا

کبھی جزامین وہی فعل آتا ہے جو شرط مین ہوتا ہے اور مفہوم امخالف پیدا ہوتا ہے اور جملہ شرطیہ فرض پر محمول ہوتا ہے۔

وزیر

یار پھر جائے تو پھر جائے پر اپنا دل زار — صفت قبلہ نما رہتا ہے یک سو ہوکر

یعنے اگر بالفرض یار پھر جائے مگر اپنا دل زار الخ۔

راسخ

الہی ابکے ساون مین اگر برسے نمک برسے — ہمارے زخم پھیلائے ہوئے بیٹھے ہین دامن کو

یعنی بالفرض اگر برسے تو نمک برسے۔

میر

مرگئے ہم تو مر گئے تو جی + — دل گرفتہ تری بلا ہووے

یعنے بالفرض ہم مرگئے تو تو جیتا رہ حرف شرط اس مین محذوف ہی اسی طرح۔

میرحسن

دگر مر گئی تو بلا سے موی — تو یون جانیو مجھپہ صدقے ہوئی

سودا

دیکھی جبکہ چاٹ کر چھوڑے — منہ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

ظفر

کیون ستاتے ہو ناصحو مجھکو
سر کی پروا نہین ہے شمع صفت — گر ستاوے تو وہ ستانے دو
گر جلاوے مجھے جلانے دو

ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا — جو آپی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا

ولہ

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

ذکر مسند

مسند کا ذکر اس لیے کرتے ہین کہ وہ اصل ہے اور اس بات سے عدول کرنے کے لیے کوئی مقتضی نہین ہوتا۔

مولوی سید اکبر حسین

وہ دور چرخ آرہا ہی اکبر کہ اہل تقوے ہین زار و مضطر | بزرگ بھی طفل دلکو اپنے سکھا رہے ہین گناہ کرنا

دور چرخ مسند الیہ ہی اور آرہا ہی مسند ہی اہل تقوے مسند الیہ ہی اور زار و مضطر مسند ہی بزرگ مسند الیہ ہی اور سکھا رہے ہین مسند ہی اپنے طفل دلکو پہلا مفعول ہی اور گناہ کرنا دوسرا مفعول ان مین سے کوئی مسند ایسا نہین کہ قابل حذف و ترک ہوتا۔

یا قرینے پر اعتماد کمزور ہوتا ہی تو احتیاط ذکر کرتے ہین۔

غالب

کچھ خریدا نہین ہے ابکی سال | کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

کچھ خریدا نہین ہی اور کچھ بنایا نہین ہی مین نے کی خبر ہین اگرچہ دونون قریب ہین مگر یہان قرینے پر اعتماد کمزور تھا اسلیے ایک کو حذف نہین کر سکے۔

یا سامع کی غباوت پر تعریض منظور ہوتی ہے مثلاً کوئی پوچھے کہ تمھارے نبی کون ہین تو جواب دے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس یہان ہمارے نبیؐ کو کہ مسند ہی محمدؐ کے ساتھ جو علم ہے ذکر کیا حالانکہ قرینۂ سوال سے معلوم ہو سکتا تھا اس ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ منظور ہے کہ مخاطب غبی ہی قرینے سے نہین سمجھ سکتا۔

یا ترحم کے لیے مثلاً حضرت علی اصغرؑ کے پیاس سے جان بلب ہونیکے وقت اُنکی مان کہنے لگین

انیس

کیا ہو گیا اس صاحب اقبال کو میرے | ہے ہے لیے جاتی ہی اجل لال کو میرے

ایضاً

اِکھر حق مین اس کنیز کے فرما کے جایئے | صاحب کسی جگہ مجھے ٹھہرا کے جایئے

یہ بات حضرت امام کی رخصت کے وقت سہربانو نے فرمائی تھی۔

یا غیر سائل کے سُنانیکے لیے مثلاً۔

انیس

شہ کی مظلومی پہ گریاں ہوئی ظالم کی سپاہ
بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہیں شاہ
عمر سعد نے کی مڑ کے رخ حر پہ نگاہ
محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

حر نے جو مسند کو بیان کیا اسکی وجہ یہ بھی کہ اُس کی بات کو غیر سائل بھی سُن کر امام کی طرفداری پر آمادہ ہو جائیں۔

تہدید کے لیے ذکر کرتے ہیں۔

منشی

جدھر قلب میں شاہ کاؤس تھا
سواران ایران کو میدان میں
اُدھر جا کے سہراب نے یوں کہا
تہ تیغ کھینچوں میں اک آن میں

میں مسند الیہ ہے اور تہ تیغ کھینچوں مسند اور غرض مسند کے ذکر سے ایرانیوں کو ڈرانا ہے۔

ولہ

وہ میں ہوں دلاور یل نامجو
کیا کشتہ اک دم میں ہنگام جنگ
کہ دیو سپید سیہ کار کو
نہ جانبر ہوئے مجھ سے شیر و پلنگ

وہ میں مسند الیہ ہے اور دلاور یل نامجو مسند ہے اور تخویف کیلیے اسے یہاں ذکر کیا ہے اور دوسرے شعر میں متکلم کی دلاوری کا بیان ہے۔

ہوس نوفل کی زبانی اقربائے لیلی کو

اے بیخبران میں بد بلا ہوں
انسان خورندہ اژدہا ہوں

بد بلا اور انسان خورندہ اژدہا مسند ہیں کہ تہدید کیلیے ذکر کیا ہے۔

نفیس

کہا شقی نے ڈریں جن جو میری تیغ چلے
جسے میں غیظ سے دیکھوں نہ موت سے سر ٹلے
پکڑ لوں شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے
جری وہ میں ہوں کہ کاٹے ہیں سیکڑوں کے گلے

ولہ

وہ میں ہوں ضیغم زبر دست سے زور میں بالا
لہو بہا کے تجھے اب جہان سے کھوتا ہوں
علی کے شیروں کے آغوش میں جسے پالا
حسین کا ہوں بھتیجا علی کا پوتا ہوں

گلزار نسیم

کانٹون مین اگر نہ ہوا اُلجھنا آئیگا تو دور گذر کر ون گی	تھوڑا لکھا بہت سمجھنا ورنہ مین بہت سا شر کرونگی

سایان

بھر دان اُنکے اُسوقت مین حیف ناہی	یہ خنجر ہے یہ گرز یہ سیف ہے

یا اسواسطے ذکر کرتے ہین کہ معین کردین کہ مسند اسم ہے یا فعل پس اگر فعل ہوگا تو تجدد کا فائدہ دے گا تجدد سے مراد حدث ہے یعنے نیا کام کرنا جو پہلے فاعل کی ذات مین موجود نہو اور فعل مسند کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور زمانے تین ہین ماضی استقبال حال ماضی وہ زمانہ ہے جو زمان تکلم سے پہلے ہو اور مستقبل وہ جو زمان تکلم سے پیچھے ہو اور حال اجزاے آخر ماضی و اول مستقبل ہے جو ایک دوسرے کے پیچھے بدون مہلت کے واقع ہون چنانچہ زید نماز پڑھتا ہے حالانکہ بعض اجزا نماز کے اُسنے ختم کر لیے ہین اور بعض باقی ہین پس جو فعل اُنات بسیار یعنی بہت وقتون مین بدون فاصلہ اور مہلت کے واقع ہوتا ہے اُسکو حال قرار دے لیتے ہین فعل جسکی ذات سے ظہور پاتا ہے وہ اُس کا فاعل ہے اور جس زمانے مین ظاہر ہوتا ہے اُسکی طرف اور فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اُس مین حدث یعنی معنی مصدری مستقل ہوتے ہین اور نسبت غیر مستقل اور اس سے معلوم ہوا کہ فعل مین تین چیزین ہوتی ہین ایک معنی مصدری دوسرے زمانہ تیسرے نسبت فاعل کی طرف۔

ناسخ

جو دل ہی ٹوٹ گیا کیا ہو شعر تر پیدا	ہوا ہی شاخ شکستہ سے کب ثمر پیدا

دل ٹوٹ گیا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دل مین جو ٹوٹنے کی صفت پہلے نہین پائی جاتی تھی وہ اب پائی جاتی ہے۔

شیخ حیدر علی صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین	لُبھا لیتا ہی دلکو وہ بُت طناز آنکھون مین

لُبھا لیتا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس بُت طناز مین لُبھا لینے کی صفت موجود ہے نہ یہ کہ پہلے نہ تھی اور اب ہو گئی۔

داغ

تاریکی لحد سے نہین دل جلونکو خوف	روشن رہے گا تا بقیامت چراغ داغ

روشن رہیگا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ چراغ مین روشن ہونے کی صفت نہ پہلے پائی جاتی تھی اور نہ فی الحال موجود ہے بلکہ زمانہ آئندہ مین موجود ہوگی۔

اور اگر مسند اسم ہوگا تو ثبوت کا فائدہ دیگا ثبوت سے یہ مراد ہے کہ مقرر کردین کہ مسند الیہ مین یہ صفت ہے۔

اقبال

قوم گویا جسم ہے افراد ہین اعضاے قوم	منزل صنعت کے رہ پیما ہین دست و پاے قوم

قوم مسند الیہ ہے اور جسم مسند ہے اور یہ ثبوت کا فائدہ دیتا ہے یعنے مسند الیہ مین جسم ہونیکی صفت ثابت ہے اسی طرح اعضاے قوم مسند الیہ ہے اور افراد مسند ہے اسی طرح دست و پاے قوم مسند الیہ ہی اور منزل صنعت کے رہ پیما مسند۔

امیر مینائی

ایک سیدھی نگاہ پر تیری	لاکھ بانکون کا بانکپن صدقے

بانکپن مسند الیہ ہی اور صدقے مسند اور بانکپن مین صدقے ہونیکی صفت ثابت ہی۔

امداد علی بحر

اُسکی نگاہ قہر ہے اپنی نگاہ مہر	ہم اُسکے ہین ہدف وہ ہمارا نشانہ ہی

اُسکی نگاہ مسند الیہ ہی اور قہر مسند ہے۔ اپنی نگاہ مسند الیہ ہی اور مہر مسند۔ ہم مسند الیہ ہے اور اُسکے ہدف مسند۔ وہ مسند الیہ ہی اور ہمارا نشانہ مسند ہی۔

بقا

اُس کف مین دیکھ ساغر نازک شراب کا	دریا مین سرنگون ہی پیالہ حباب کا

حباب کا پیالہ مسند الیہ ہی اور سرنگون ہے مسند ہے۔ فعل کبھی تجدد استمراری پر دلالت کرتا ہے چنانچہ حالی شاعر۔

ایک مہمان سرا ہے دنیا بھی	اک آتا ہے ایک جاتا ہے

یعنی نیا ہی شخص آنیوالا ہے اور نیا ہی جانے والا اور یہ آنا جانا استمراری یعنی ہمیشہ کے لیے ہے اور اسی طرح مضارع مین بھی تجدد استمراری کبھی پایا جاتا ہی چنانچہ۔

میر

جوائی میر اس طرح روتا رہے گا | تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

اور کبھی محض تجدد ہوتا ہے استمرار نہین ہوتا چنانچہ۔

جرأت

جب نہ تب خون مرا ہی پیتا ہے | غم بہت اُسکا مجھپہ شیر ہے کچھ

یعنی لحظہ بہ لحظہ میرا خون پیتا ہے۔ اور نفی اثبات کی تابع ہے یعنی جو حال فعل مثبت کا ہوگا وہی منفی کا ہوگا اگر کہا جائے کہ جب کسی کلام مین کوئی قید ملحوظ ہو اور اس کلام پر نفی آجائے تو وہ نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے ارباب تحقیق کا یہی قول ہے پس اس قاعدے کی روسے کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے مین نفی تجدد یا استمرار کی ہوگی نہ نفی فعل کی کیونکہ مثال مذکور مین دو صفتین ہین ایک تجدد کی دوسرے استمرار کی سو نفی کرنے سے دونون وصف زائل ہوگئے زیادہ توضیح کے لیے ہم کہتے ہین کہ فعل کی تین حالتین ہین یا تو اُسمین نسبہ تجدد اور استمراری کی یا فقط تجدد کی ہوگی یا فقط استمرار کی ہوگی پس اگر ان تینون حالتون مین نفی کرینگے تو وہ نفی ان قیدون کی ہوگی نہ نفی فعل کی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ یہ قاعدہ درست اور مسلم ہے لیکن یہ بات بیان کرنی باقی ہے کہ اگر مسند مین تجدد یا استمرار ہو تو ایسا ہوتا ہے مگر اُسکی بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ نفی تجدد یا استمرار کی مع نفی فعل کے ہو چنانچہ نہ کوئی آتا ہے نہ کوئی جاتا ہے دوسرے نفی فقط تجدد یا استمرار کی ہو نہ نفی فعل کی اور اگر مسند مین کوئی قید نہو تو دلالت کرتا ہے کہ واضع نے خود فعل منفی وضع کیا ہے۔

آصف

اتنی راہو نیز نہ نکلی حسرت بسمل ذرا | سینہ تیر دن ہی چھلنی تیغ سے دل چاک تھا

حسرت بسمل مسند الیہ ہے اور نہ نکلی مسند سو مسند مین نہ نفی تجدد کی ہے نہ استمرار کی بلکہ اصل واضع نے یہ فعل منفی وضع کیا ہے۔ کبھی مسند ایک فعل واقع ہوتا ہے اور ظاہر مین وہ زائد معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ اثبات تردد اور محنت کا کرتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ متکلم پر اُسنے ظلم کرنے مین کیا کیا تردد کیا ہے جیسے۔

ظفر

کاٹ کر رکھدو سر اپنا اب یہ ہے مرضی تری | تو نے رکھدی لاکے جو شمشیر میرے روبرو

جاننا چاہیے کہ لفظ کے اضافت کے واسطے آتا ہے اور کبھی قائم مقام عطف کے آتا ہے ایسی صورت مین فائدہ اختصار کا دیتا ہے چنانچہ زید آگے چلا گیا اور دیکھ کے اُسکے کہنے لگا یعنی آیا اور چلا گیا اور دیکھا اور کہنے لگا اور کر بھی اسی قسم سے ہے اور اسی موقع پر بولا جاتا ہے پس تو نے رکھدی لا کے کے یہ معنی ہین کہ تو جو لایا اور رکھدی اور مطلب فقط اتنی عبارت مین ختم ہو سکتا تھا تو نے جو شمشیر رکھدی میرے سامنے لیکن لایا سے اثبات تردد سعی کا منظور ہے یعنے میرے مارنے کے لیے شمشیر ڈھونڈھکر لایا اور مجبور ظلم کرنیکے لیے اُسے یہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔

مسند کا فعلی اور سببی ہونا

مسند دو قسم ہے۔ ایک **فعلی** وہ کہ بغیر توسط کسی دوسری چیز کے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید کھڑا ہے اور زید آیا۔ دوسرا **سببی** وہ کہ کسی دوسرے کے ذریعہ سے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید اُس کا باپ کھڑا ہے اس مثال مین کھڑا ہونے کی نسبت بالذات زید کی طرف نہین بلکہ اُسکے باپ کی طرف جو کھڑے ہونے کی نسبت ہے اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے یعنی کھڑا ہونا زید کی طرف اُسکے باپ کے ذریعہ سے منسوب ہوا ہے اور غرض اس سے حصول لذت ہی اسلیے کہ اسناد کسی فعل مین جب واضح اور مبین ہو اگر اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نفس کو سُننے کے بعد ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مسند کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کے نفس کو زعم ہوتا ہے کہ مسند فعلی ہی ہوگا جیسے کہ عادت روزمرہ کی ہے جب اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوتی ہے چنانچہ زید اُس کا باپ کھڑا ہے اگر فعلی ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید کا باپ کھڑا ہے سببی اسکو اسلیے کہتے ہین کہ سبب کی طرف منسوب ہے اور وہ سبب ضمیر ہے چنانچہ زید اُسکا باپ کھڑا ہے اس مین سبب لفظ اُس ہے لغت مین سبب رسی کو کہتے ہین چونکہ ضمیر سے صلات اور صفات ربط پاتے ہین جیسا کہ رسی سے چیزین باندھی جاتی ہین اسلیے ضمیر کو سبب کہنے لگے۔

ترک مسند

مسند کے ذکر نہ کرنے سے وہی فوائد منظور ہوتے ہین جو مسند الیہ کے باب مین ذکر کیے گئے یعنے (۱) عبث کے ذکر سے بچنے کے لیے کسی قرینے کی وجہ سے اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مقام مین گنجائش ہو جیسے زید آیا اور عمرو بھی پس یہان عمرو کا مسند بوجہ عبث کے محذوف ہے

باوجودیکہ مقام مین گنجایش ہے (توبۃ النصوح) یہ دارالمحن انسان کے رہنے کے لائق ہے صدہا مخمصے ہزارہا بکھیڑے روز کے جھگڑے آئے دن کی مصیبت یہان مسند محذوف ہی اور وہ لفظ موجود ہے دوسری صورت یہ ہی کہ مقام مین گنجایش ہو وزن اور قافیہ کی وجہ سے مسند نہ آسکتا ہو اور قرینہ یہان یا محذوف سے پیچھے ہوتا ہے یا پہلے۔

مثال اول

انیس

تب شمر نے کہا کہ فصاحت سے کیا حصول ... بیعت اگھین تو صلح ہمین بھی نہین قبول

یعنی اگر بیعت انھین قبول نہین ستر قرینہ ثانی کی وجہ سے مسند محذوف ہی۔

ذوق

تیرے انصاف سے ہی بزم جہان مین شاہا ... شمع گل گیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

مثال دوم

ولہ

طاقت ہو چکی دل مین وہ دو چار دن ہے ... ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک

یعنی ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تک رہین مصرع اول مین رہے آچکا تھا اس قرینے کی وجہ سے دوسرے مصرع مین ترک کیا گیا۔

مولوی محمد اسمعیل

مگر دریا کی باقی ہے وہی آن ... وہی رونق وہی عظمت وہی شان

قرینہ اول کی وجہ سے وہی رونق اور وہی عظمت اور وہی شان کا مسند محذوف ہی۔

بحر

حلاوت زندگی کی ہے ملاقات احبا مین ... مزہ مردے کو تنہائی کا ہی زندے کو صحبت کا

یعنی زندے کو صحبت کا مزہ ہی قرینۂ اول کی وجہ سے مسند محذوف ہی۔

ممنون

ممنون کا درد دیکھ کے فرمائے ہے مسیح ... عاجز ہے اس مرض سے دوا اور دعا سے ہم

یعنی ہم دوا سے عاجز ہین۔

امیر

دریا سے موج موج سے دریا نہین الگ | ہمسے جدا نہین ہی خدا اور خدا سے ہم

یعنے دریا سے موج الگ نہین ہے اور خدا سے ہم جدا نہین ہین پہلے مصرع مین قرینۂ ثانی کیوجہ سے مسند محذوف ہی اور دوسرے مصرع مین قرینۂ اول کے سبب سے۔

سودا

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل | تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم
آتنا کہان ہے سوز طلب دل پتنگ کا | رکھتی نہین ہی شمع بھی ایسا جگر کہ ہم
سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے | رسوا ہوا پھرے ہے تو اب دربدر کہ ہم

(۲) بلحاظ کثرت استعمال کے حذف کردیتے ہین جیسے مزاج مقدس یہان کیسا ہے بسبب کثرت استعمال کے حذف کردیا ہے۔

امیر مینائی

ہم سے کہتا ہی کہ گیسو نہ چھوڑ اُس بُت کے | مار اللہ کی ناصح تیرے سمجھانے پر

یعنے اللہ کی مار پڑے۔

محسن

موقوف حدیث شب کی تصحیح | رکھدیجے کتاب پر مصابیح

یعنی حدیث شب کی تصحیح موقوف کرو۔

سودا

سبزہ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون اک جا | ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک

داغ

ہمت اے خاک ہان مدد ائے ضعف | کوئی دامن بچائے جاتا ہے

مثنوی قضا و قدر

پھر یہ کہا آج کدھر کس طرف | بولے ہوا حکم خدا جس طرف

مرزا غالب ایک رقعے مین لکھتے ہین پیر و مرشد آداب۔

مولوی احمد آزاد

اکیا کہون سینے مین تھا جو دل بیتاب کا حال	جس گھڑی کہکے وہ اللہ نگہبان گئے

(۳) یا متکلم یہ چاہتا ہے کہ سامع کے خیال مین یہ ڈالے کہ دلائل عقلی و لفظی مین سے دلیل عقلی اختیار کی ہے جو دلیل لفظی سے قوی ہوتی ہے۔

غالب

لاکھون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا	لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

یعنی دوست کی لاکھون لگاوٹین ایک طرف ہین اور ایک نگاہ کا چرانا ایک طرف ہے اور لاکھون بناؤ سنگار ایک طرف ہین اور ایک عتاب مین بگڑنا ایک طرف ہے۔

سودا

لگے کہنے نہین شراکت نیک	میرے سو لقمے اور تیرا ایک

یعنے میرے سو لقمے اور تیرا ایک لقمہ برابر ہین۔

(۴) رنج و ملال کی وجہ سے خبر کا نام تحریر نہین لا سکتے کیونکہ تحسر کی وجہ سے تنگی مقام ہوتی ہے

فسانہ آزاد

"جوگن بولی اچھا جاؤ معاف کیا کوئی اسطرح روتا ہے اللہ جانتا ہے ہم سمجھے کہ خدانخواستہ کوئی بیچارہ آپکے عزیزون مین سے یہان مر گیا کا لفظ جو مسند ہے تحسر مقام کی وجہ سے محذوف ہے۔

آزاد

اکبر نو دل یہ کھا کے سنان خلد کو گئے	شہ کہتے رہگئے مرے دلبر کہان کہان

یعنے کہان گئے یا کہان جاتے ہو۔

خواجہ وزیر

نہ کیا ذبح گیا چھوڑ کے بسمل قاتل	دم مین زخم پکارا کیا قاتل قاتل

(۵) بوجہ مخالفت وزن کے اختصار مطلوب ہوتا ہے اور ساتھ ہی اُسکے مسند قریب الفہم ہوتا ہے۔

میرحسن

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن	کہین نرگس و گل کہین یاسمن

یعنی کہین نرگس و گل موجود تھے کہین یاسمن موجود تھا۔

(۶) تکثیر فائدہ کے لیے یہ وہان ہوتا ہے جہان کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو کہ اُس کو جس طبع

چاہین حمل کرسکین پس اگر ایک مسند ذکر کردیا جائے تو یہ فائدہ فوت ہوجائے۔

نالۂ تسلیم

اجازت او خیال قاصد دل | اگرا بھو بجا دم تکلیف مشکل ہے

یہان مسندالیہ اور مسند دونون محذوف ہین یعنی اجازت چاہتا ہون ہین یا اجازت دے مجھکو یا اجازت عطا کر۔

سودا

ہم جنکی تمنا کرتے ہو کیا بات ہے انکی | لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا مین

(۷) مسند واجب الستر ہوتا ہے اسلیے کلام مین ذکر نہین کیا جاتا۔

کیا پوچھتے ہو وصل کا جو شوق ہے مجھکو | قابو مین مرے پیارے تم آجاؤ تو پھر مین

مین مسندالیہ ہے اور اسکا جو مسند ہے وہ اس قابل نہین کہ علانیہ بیان کیا جائے۔

الف

سر ہلانے سے بھروسا نہین پڑتا کس وقت | کس جگہ کب وہ کدھر یان کہ وہین منھ سے تو پھوٹ

ہم بستری اور مجامعت کا سوال کرتا ہے اور مسندالیہ و مسند دونون محذوف ہین۔

(۸) کراہیت کی وجہ سے حذف کرتے ہین چنانچہ آپ ہی یہ کیا کرتے ہین اور آپ ہی وہ نیئے بکتے ہین اور جھک مارتے ہین۔

سوز

دعا دی تو لگا کہنے کہ چُپ ہو | سُنی مین نے دعا تیری دعا کی

ولہ

کہا مین نے کہ کچھ خاطر مین ہے گا
گریبان مین ذرا مُنھ ڈال دیکھو
تو کہتا ہے کہ بس بس جو بچ کر بند | تمھارے ساتھ جو مین نے وفا کی
کہ تمنے اس وفا پر ہم سے کیا کی
وفا لایا ہے دُت تیری وفا کی

(۹) کبھی مسند کو حذف کرکے اسم اشارہ پر اکتفا کرتے ہین تاکہ اوصاف متعددہ پر دلالت کرے اور یہ اکثر صفت و موصوف مین واقع ہوتا ہے کہ اس مین اختصار ہے۔

ذوق

جب تک تھے گرہ مین احمقو نکے پیسے | سب کہتے تھے انکو آپ ایسے ایسے

ایسے ایسے قائم مقام صفت کیلئے ہے اور فائدہ اس مین یہ ہے کہ اس مین اختصار کامل ہو سکتا ہے۔
(۱۰) مقام مدح مین مسند کو حذف کر دیتے ہین جیسے آپ کا وعظ آپکا فرمانا یعنی آپکا وعظ اور آپ کا فرمانا بہت اچھا ہے یا بڑا پُر اثر ہے۔

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

یعنی یہ مسائل تصرف نہایت عمدہ ہین اور یہ تیرا بیان غالب بڑا پُر اثر ہے۔

میر حسن

وہ دودھا کا سند یہ آبیٹھنا	برابر رفیقون کا جا بیٹھنا

دونون مصرعون مین خبر کلیتہ محذوف ہے۔
(۱۱) مقام تعظیم مین مسند حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے

نسیم

پل مارنے کی ہوئی جو دیری اُشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے	سُبحان اللہ شان تیری برآرد ورد غن و شکر سے

یعنی سُبحان اللہ تیری شان بڑی ہے۔

مومن

اللہ ری تیری بے نیازی	یعقوب کو مدتون رُلایا ؟

اللہ ری اگرچہ مرکب ہے حرف ندا اور منادی سے اسلیے کہ ری ندا کے لیے اور اللہ منادی ہے مگر بیان اصلی معنون پر محمول نہین بلکہ کلمات تقدیس کا قائم مقام ہے اللہ اکبر کے معنی مین یعنی اللہ اکبر تیری بے نیازی بڑی ہے تیری بے نیازی مسند الیہ ہے او شبہہ کی ہے اسکی خبر ہے اور مصرع ثانی بیان ہے۔ بے نیازی کا۔ ع

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین	اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

اللہ رے قائم مقام اللہ اکبر کا ہے تقدیس کیلیے مین مبتدا بڑا حسین ہون خبر محذوف۔
(۱۲) تفخیم کے محل پر بھی محذوف ہوتا ہے جیسے بقا کے پچھلے مصرع مین واہ رے مین کیونکہ واہ رے تفخیم کے لیے ہے مین مسند الیہ ہے بڑا خوش نصیب ہون اسکی خبر محذوف ہے۔

ذوق

بل بے وحشت ابتلک بھی شاخ آہو کیطرح | پیچ کھاتا ہے دھوان میرے چراغ گور کا

بل بے کلمۂ تفخیم ہی یعنی بڑی وحشت ہی۔

زین العابدین نجات

آنکھیں بھیر لئیں در تسپہ بھی ٹپکے آنسو | بل بے ہجران تری وحشت کہ نچوڑے پتھر

غفلت

ہوئے ہیا وہ بستی بلبل سے پوچھتا ہوان | گلشن میان گل ہی یا گل میان گلشن

(۱۳) تحقیر کے موقع پر محذوف ہوتا ہی جیسے۔

حالی

یہ بچہ اک محمود خان کے دم سے تھی ہیئت قوم کی | اٹھ گیا وہ بھی جہان سے آہ قسمت قوم کی

یعنی قسمت قوم کی بُری ہی۔

سودا

اسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ | جائے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ

(۱۴) تحذیر کے موقع پر بھی محذوف ہوتا ہی جیسے۔

حالی

پانی ہے گھر مین جب دھوان تو | آگ آگ کا غل کرے ہی وان تو

فائدہ چونکہ حذف اصل کے خلاف ہے اسلیئے کوئی ایسا قرینہ ہونا لابد ہی جو محذوف پر دلالت کرتا ہو اور یہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہی۔

(الف) جواب سوال محقق مین واقع ہو جیسے کوئی کہے کون آیا اسکے جواب مین کہا جائے زید یہان آیا مسند بقرینہ سوال محذوف ہی۔

مثنوی قضا و قدر

نام جو پوچھا تو فدائے خدا | کام جو پوچھا تو رضائے خدا

اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔ ب

سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے | رسوا ہوا پھرے ہی تو اب ربدر کہ ہم

جرأت

اتنا بتلانا مجھے ہرجائی ہون مین یار کہ تو	مین ہراک شخص سے رکھتا ہون سروکار کہ تو

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن	دست حسرت ملکے بولا چند روز

(ب) یا جواب سوال مقدر مین واقع ہو جیسے۔

غالب

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین	شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

یہان سوال مقدر ہی گویا شاعر سے کسی نے سوال کیا تمکو قیامت کا اعتقاد نہین شاعر جواب دیتا ہی کہ یہ قول صحیح نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین الخ۔

(ج) کبھی سوائے سوال کے دوسرا کوئی قرینہ لفظی یا معنوی ہوتا ہی معنوی کی مثالین تو اوپر بہت سی گذر چکین لفظی کی مثال یہ ہی۔

سودا

جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان	مین بیان اس کا اب کرون کسطرح کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان

ہان کے بعد مسند مع مسند الیہ کے محذوف ہی اکثر ایسے جملے کے شروع مین ایک دریا ہان واقع ہوتا ہی یا ہان یا اور کی تکرار ہوتی ہی۔

غالب

مرتا ہون اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جائے	جلاد سے لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

داغ

کیون صرفہ نگاہ مری جان ہو گیا	اک تیر اور مین ترے قربان ہو گیا

تنکیر مسند

کبھی مسند نکرہ ہوتا ہی اور کئی فائدے دیتا ہے۔

(۱) قائل کی یہ مراد ہوتی ہی کہ مسند منحصر مسند الیہ مین نہین اور نہ اُس مین تعین ہی جیسے زید شاعر ہی بس اس قول سے متکلم زید کے صرف شاعر ہونیکی خبر دیتا ہی شاعری کا اُس مین حصر نہین کرتا اور نہ یہ غرض رکھتا ہی کہ زید کسی خاص قسم کی شاعری سے متصف ہی۔

مثنوی زائر

شمشیر عنا کا ایک گھائل | آکر ہوا تیر حق سے زائل

یہان مقصود بالتقبل سائل ہی مگر سائلی کا حصر مسند الیہ مین منظور نہین اور نہ سائلی کا تعین مقصود ہے

مومن

کب تلک چشم سے خون ہو جاری | کب تلک مدد کرے دل داری

خون مسند الیہ ہی اور جاری مسند ہی جاری ہونیکا حصر مسند الیہ مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہے

ذکی

ہوا صفائے بناگوش سے وہ گوہر صاف | تجلّی سحری سے ہون جیسے اختر صاف

گوہر و اختر مسند الیہ ہین اور صاف مسند ہے اور صفائی کا حصر گوہر و اختر مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہی۔

ولہ

ایک دن ہم موافق معمول | تھے نشاط و سرور مین مشغول

ہم مسند الیہ ہے اور مشغول مسند ہے لیکن مشغولی کا حصر مسند الیہ مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

درد

ہر چند کہ سنگدل ہے شیرین | لیکن فرہاد کوہ کن ہے

سنگدلی کا حصر شیرین مین اور کوہکنی کا حصر فرہاد مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

ثابت

مہاسے سے فزون ہی حسن رخسار | بہار تازہ ترسے لطف اظہار

پہلے مصرع مین حسن رخسار مسند الیہ ہے اور فزون مسند ہی اور دوسرے مصرع مین لطف مسند الیہ اور اظہار مسند ہے اور فزونی کا حصر حسن دلدار مین نہین ہی اسی طرح اظہار کا حصر لطف مین نہین ہے اور نہ تعین مطلوب ہے۔

میر

جانور رنگ باختہ سب ہین | یعنے حیران فاختہ سب ہین

رنگ باختہ ہونیکا حصر جانورون مین اور حیران ہونے کا حصر فاختہ مین مقصود نہین اور نہ تعین

مقصود ہے۔

سودا

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول ۔۔۔ یہین سے جج انھون کا ہوگا مقبول

(۲) کبھی فائدہ تعظیم مسندالیہ کا دیتا ہی جیسے کہین احمد ایک عقلمند آدمی ہی یا صاحب بہادر ایک مدبر ہین۔

محشر

یہ کل کی بات ہے تھا طفل مکتب عشق کا محشر ۔۔۔ پر اب دیکھا تو اس فن مین ہوا ہے ایک علامہ

حالی

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ ۔۔۔ ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

یعنی اگر تم اعلی درجے کے مرد ہو۔

ولہ

تھا بساط سخن مین شاطر ایک ۔۔۔ ہم کو چالین بتائے گا اب کون

شاطر ایک مسند ہی اور مسندالیہ مقدر ہے۔

(۳) کبھی فائدہ تحقیر کا نکلتا ہے جیسے کہین زید ایک بدمعاش ہے۔

امیر

جو رو گھر مین رکھے ہی اک شتاہ ۔۔۔ کہین چشمک کرے کہین وہ نگاہ

ولہ

تیل کی کپی لیے ہین خوش کھڑے ۔۔۔ ایک بھڑوے ہوتے ہین چکنے گھڑے

غالب

اک کھیل ہی اورنگ سلیمان مرے نزدیک ۔۔۔ اک بات ہی اعجاز مسیحا مرے آگے

(۴) کبھی فائدہ تفخیم کا نکلتا ہے جیسے۔

مومن

سچ ہے کہ ایک بیوفا ہین ۔۔۔ جتنے ہین حسین بری بلا ہین

داغ

اک کوہ گران ہے عشق لیکن ۔۔۔ اس کو دل ناتوان بہت ہے

تخصیص مسند

کبھی مسند کو مضاف یا موصوف بھی لاتے ہین اسکا نام تخصیص ہے اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ فائدہ اتم ہو کیونکہ خصوص کی زیادتی اہمیت فائدہ کا موجب ہے۔

مثال مسند کی تخصیص کی اضافت کے ساتھ

غالب کہتا ہے۔

جس جا نسیم نافہ کش زلف یار ہے | نافہ دماغ آہوے دشت تتار ہے

نسیم مسند الیہ جس جا مفعول فیہ نافہ کش مضاف زلف یار مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مسند ہے اور دوسرے مصرع مین نافہ مسند الیہ اور دماغ مضاف آہو مضاف الیہ اور پھر مضاف طرف دشت کے اور دشت مضاف الیہ ہو کر پھر مضاف ہے تتار کی طرف اور یہ مرکب اضافی مسند ہے

ناسخ

قیامت کیون نہ ہو جسدم چڑھائے آستین قاتل | صفاے ساعد سیمین صفاے صبح گردن ہے

صفاے ساعد سیمین مسند الیہ ہے اور صفاے صبح گردن مسند ہے۔

مہر

ناف ہے ساغر مراد اے گل | بادہ حسن کا ہے مینا پیٹ

حالی

لفظ مہمل ہے نطق اعرابی | حرف باطل ہے عقل یونانی

نالۂ تسلیم

دل مشتاق پابند الم ہے | نفس تار کمند صید غم ہے
حریف نالۂ بیداد ہون مین | شریک صحبت فریاد ہون مین

صبا

بے مزار جو مرکر مین اشکبار ہوا | سفینہ نوح کا ہر تختہ مزار ہوا

ہر تختہ مزار مسند الیہ ہے اور نوح کا سفینہ مسند ہے۔

درد

نہ جاوےگا جب تک مرے جی مین جی ہے | ترا غم پیارے مرا یار جانی

مرا یار جانی مسند ہی۔

ولہ

گر خاک مری سرمۂ ابصار نہووے		تو کوئی نظر قابل دیدار نہووے	

مثال مسند کی تخصیص صفت کے ساتھ

سوداؔ کا شعر ہے۔

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون		مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون	

مصرع اول مین مسندالیہ محذوف ہی بلبل چمن اور گل نو دمیدہ مسند اول مین تخصیص اضافی ہی اور دوم مین تخصیص توصیفی اور دوسرے مصرع مین مین مسندالیہ ہی اور شاخ بریدہ مسند ہی۔

محتشم

محشر سرشک خون نے دیا ہے مجھے بہا		کیا پوچھتا ہی کشتی طوفان رسیدہ ہون	

مین مسندالیہ محذوف ہی اور کشتی طوفان رسیدہ خبر ہے۔

حکیم مرزا آغا حسن ازل

پیر ہون مین نہ دستگیر ہون مین		خانہ بردوش اک فقیر ہون مین	

دوسرے مصرع مین مین مسندالیہ ہی اور اک فقیر خانہ بردوش مسند ہے۔

صاحبزادہ محمد سعید خان رئیس ٹونک سعید تخلص۔

کیا لکھون وصف مطلع ابرو +		مصرعۂ لاجواب ہین دونون +	

یعنے دونون ابرو مین مصرعۂ لاجواب ہین مصرعۂ لاجواب مسند ہے جو صفت کے ساتھ تخصیص رکھتا ہے۔

وزیر

آئینہ دیکھا تو اپنے خط پہ آنکھ اُسکی پڑی
کاغذی بادام اُس خط کا لفافہ ہوگیا

اُس خط کا لفافہ مسندالیہ اور کاغذی بادام مسند ہی۔

تعریف مسند

کبھی مسند کو معرفہ لاتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہی کہ سامع کو جو امر معلوم ہی اُس پر ایک حکم کا اضافہ ایک ایسی چیز کے ساتھ کیا جائے جو مثل اُسکے ہو جو سامع کو معلوم ہی اور مثل سے یہ مراد ہی کہ دونون متحد نہون کیونکہ اگر مسند الیہ اور مسند کے مفہومون مین مغایرت نہوگی تو کلام سے فائدہ حاصل نہوگا اور تعریف کے کئی طریق ہین مثلاً مسند علم یا ضمیر یا موصول یا اسم اشارہ ہو مگر جبکہ مسند معرفہ ہوگا تو مسند الیہ بھی ضرور معرفہ ہوگا مثال۔

انیس

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون | مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسین ہون

مین مسند الیہ اور حسین مسند ہی۔

نسیم

بولی وہ ارے بشر سڑی ہے | روح افزا کیا بکاولی ہے

حافظ عبد الرحمٰن خان احسان۔

اُس کو بھی حکم ہو نکل آئے | صبر کب تک ہو مین نہین ایوب

قدرت

مرقدین وہ تین بتلا کے لگی کہنے مجھے | یہ سکندر ہی یہ دارا ہی یہ کیکاؤس ہے

جرأت

اُف نہ کرون نام کو جرأت ہو نہین | چیرے اگر عشق کا آرا مجھے

انیس

ہرگز غلط نہین جو تجھے اشتباہ ہے | زینب تمھین ہو خالق اکبر گواہ ہے

واجد علی شاہ

یہانتک دل و جان سے مفتون تھا مین | کہ لیلیٰ تھی وہ اور مجنون تھا مین

امانت

مین وہ ہون رند اگر دیر و حرم مین جاؤن | گبر آنکھون پہ بٹھائین تو مسلمان سر پر

مین مسند الیہ ہی اور وہ رند ہون مسند ہی

ذوق

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا　　رہ گیا بس منشی قدرت جگہ وان چھوڑ کر

ناسخ

وہ ہمین ہین عشق سے لڑتے ہین جو خم ٹھونک کر　　ورنہ ناسخ اسقدر کس پہلوان مین زور ہے

ظرفیت مسند

کبھی مسند کو ظرف لاتے ہین اور اختصار مسند کا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

کونسا تن ہے کہ مثل روح اسمین تو نہین　　کون گل ہے جو ترا مسکن برنگ بو نہین

یعنے وہ کونسا تن ہی جس مین تو مانند روح کے موجود نہین۔

سودا

سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک　　دیکھکر باغ جہان مین کرم عزوجل

یعنی ہر ایک شاخ ثمردار سجدہ شکر مین مصروف ہے۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب　　تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

یعنے چشم تصور کے سامنے موجود ہین۔

یوسف علیخان عزیز لکھنوی

اب دل مین ہی خیال جو گیسوے یار کا　　عالم ہی روز ہجر مین شبہاے تار کا

یعنی اب جو گیسوے یار کا دل مین موجود ہے تو شبہاے تار کی کیفیت روز ہجر مین پائی جاتی ہے۔

نواب ظفریاب خان راسخ

بے خم ابرو ترے یہ ماہ نو　　دیدۂ مشتاق مین خنجر ہوا

یعنی یہ ماہ نو دیدۂ مشتاق مین خنجر ثابت ہوا۔

کشن پرشاد شاد

داغ الفت ہو جگر مین خانۂ دل ہی آباد　　یہ چمن پھولا پھلا آباد و ویرانہ رہے

پئے داغ الفت جگر میں موجود ہو اور خانۂ دل میں یاد موجود ہو۔
قُفان بخیر جب تک معنی سخن میں اور سخن حرف میں اور حرف خط میں اور خط جان قالب کتاب میں ہو دانشمندون کا تعویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب بہ ید دعا بخیر کی مستجاب ہو۔

عطف مسند

کبھی مسند معطوف ہوتا ہی اور عطف سے تفصیل مسند کی اور اختصار مسند الیہ کا پیدا ہوتا ہی جیسے

منشی

توانا ہے وہ آپ اور زور مند — قوی ہے خداوند پست و بلند

وہ آپ مسند الیہ توانا اور زور مند معطوف علیہ اور معطوف مسند۔

ولہ

گنہگار ہون اور عصیان شعار — ولے تو ہے غفار و آمرزگار

حالی

عدالت کے زیور سے سب تھے مزین — بھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

غالب

خانہ زاد اور مرید اور مداح — تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

انشا

فیض سحاب فرح سے تھی مزرع اُمید — گل گل شگفتہ تازہ و شاداب سبز و نم

مزرع اُمید مسند الیہ واحد ہے اور شگفتہ و تازہ و شاداب و سبز و نم معطوف علیہ و معطوف ہو کر مسند ہیں۔

مومن

تو واحد و بے نظیر و یکتا — تو حاکم و خالق برایا

تو دونون مصرعون میں مسند الیہ ہی اور ان کا مابعد مسند ہے۔

تاخیر مسند

مسند جو مسند الیہ سے پیچھے ہوتا ہی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسند الیہ کا ذکر نہایت ضرور اور اہم ہوتا ہی جیسا کہ مسند الیہ کے بیان میں مذکور ہوا۔

میر حسن

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے ۔ خس و خار سارے جھمکتے ہوئے

رند

گل رخان باغ بیٹھے ہیں تجھ بن مرے ہوئے ۔ نرگس کھڑی ہے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے

انیس

سطح ہے سرد آگ کا اُس میں نہیں ہیں تمام ۔ نیچے ہوا کی گرم سے بیتاب ہیں تمام

ظفر

کسی نے اُسکو سمجھایا تو ہوتا ۔ کوئی یانتک اُسے لایا تو ہوتا

معصوم علی

ہیں سزا دار نار تو ہے نور ۔ ہیں گنہگار تو خدائے غفور

تقدیم مسند

کبھی مسند کو مسند الیہ پر مقدم لاتے ہیں اور اُسکے مقدم لانے سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) زیادہ اہتمام اُسکا مقصود ہوتا ہے یعنی اُسکا بیان ضرور و اہم ہوتا ہے تاکہ تقدیم ایسی چیز کی جسکا حق یہ ہے کہ مؤخر ہو اہمیت پر دلالت کرے چنانچہ۔

ناسخ

طائر روح کو کردیتے ہیں کیونکر بسمل ۔ تیر رکھتے ہیں پر پرو نہ کمان رکھتے ہیں

چونکہ بے تیر و کمان کے طائر روح کا بسمل کرنا ایک تعجب کی بات ہے اور اُسکا بیان اہم و ضرور تھا اسلیے اسکو اول بیان کیا اور پر پرو مسند الیہ کو پیچھے ذکر کیا۔

میر

شریعت منکر رہا ہے تمام عمر اے شیخ ۔ یہ میراب جو گدا ہے شراب خانے کا

مدعا یہ ہے کہ زمانہ سابق کی حقیقت دقدر بیان کی جائے سودہ تعریف بننے سے پائی جاتی تھی اسواسطے اس کو مقدم کر دیا۔

ولہ

دوست اُسکو رکھے ہیں پیر و جوان ۔ ہے گا مشت پہلے محمد حسان

مومن

پیٹین نہ اُسے یہ کھول کر بال ۔۔۔ رووین نہ یہ منھ پہ دھر کے رومال

غالب

مُند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہے ہے ۔۔۔ خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

ولہ

مشہد عاشق سے کوسون تک جو اُگتی ہے حنا ۔۔۔ کسقدر یارب ہلاک حسرت پابوس ہے

ولہ

ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام ۔۔۔ مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یان

نظیر

تا ابد آزاد ہین دام و قفس کے جور سے ۔۔۔ بلبل تصویر و طاؤس خیال آئینہ

ذوق

ٹھانی تھی دل مین اب نہ ملینگے کسی سے ہم ۔۔۔ پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

جب ایک چیز مین دو وصف موجود ہون اور سامع سمجھے کہ یہ تتے ایک ہی صفت رکھتی ہے نہ دو یہان تک کہ جائز سمجھے کہ یہ دونون وصف خارج مین متعدد چیزون کے ہین پس جس صفت کو سامع نہ جانتا ہو اور بسبب زعم متکلم کے طالب اس بات کا ہو کہ دوسری صفت کا حکم اوسپر لگائے گا ایسے موقع پر واجب ہے کہ اُسی لفظ کو مقدم کرین مگر کسی نکتے کے واسطے چنانچہ اہتمام شان مسند وغیرہ اور یہ اس مثال سے روشن ہو سکتا ہے۔

سوز

مرقدون مین دیکھتے ہین اپنی ان آنکھون سے ہم ۔۔۔ یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہین

پس اگر مخاطب مشار الیہ کو جانتا ہو مگر یہ نہ جانے کہ یہ برادر ہے یا کوئی اور اسی طرح یہ نہ جانے کہ یہ پدر ہے یا کوئی اور یہ نہ جانے کہ یہ خویش یا فرزند ہے یا کوئی اور تو اس موقع پر کلمہ یہ مقدم ہوگا اور اگر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو تو جانے مگر یہ نہ جانے کہ برادر اور پدر اور خویش اور فرزند یہی ہین اس موقع پر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو مقدم کرینگے اور یہ کو مؤخر۔

محمد اسمٰعیل

عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ ۔۔۔ نظر کی یہ حد کا ٹھکانا ہے یہ

سامع یہ تو جانتا ہے کہ سرون پہ نیلی نیلی ایک شے موجود ہی مگر اسکا قدرتی شامیانہ ہونا نہ جانتا تھا اسلیے اُس شے کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کیا۔

گویا

سر قلم کیجے ادا ہے یہ — اپنی قسمت کا بس لکھا ہے یہ

معشوق سر کاٹنا تو جانتا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ سر کاٹنا ادا ہی اسلیے ادا کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کردیا

ولہ

قد جانان نہین قیامت ہے — زُلف جانان نہین بلا ہے یہ

سامع معشوق کی زلف کو تو جانتا تھا مگر اُسکا بلا ہونا نہ جانتا تھا اسلیے بلا کے ذکر کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کیا۔

(۲) تفاول کے لیے مسند کو مقدم کرتے ہین تاکہ مخاطب اول ہی سے اُس شے کو سُن لے جو اُسکو خوشی پہونچائے گی۔

ناسخ

دے نامہ بر آکے در پر دستک — پہونچے مجھے مکتوب یکایک یارب

محض تفاول کے لیے دونون مصرعون کی ترکیبون کو بدل دیا در اصل یون کہنا چاہیے تھا کہ نامہ بر در پر آکے دستک دے اور مکتوب یکایک پہونچے مگر تفاول کے لیے مسند کو مقدم کردیا۔

ولہ

بر آئے ترے قدم کی دولت — اُمید اُمیدوار قاصد

ولہ

آئے یارب جلد در پہ نامہ بر — دے مجھے مکتوب دلبر نامہ بر

محمد اسمٰعیل

تھی قحط سے پائمال خلقت — اُس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

تفاول کے لیے خلقت اُس مینھ سے نہال ہوئی کو یون کردیا اُس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

ہوس

مسرور ہوئی تمام خلقت — ہر کوچے بجی خوشی کی نوبت

میر حسن

اُسی سال مین یہ تماشا سُنو | رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو
گئے نو مہینے جب اُسکو گذر | ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

انشا

مجھ سے سمجھ ہو کہا دولت بیدار ہون مین | خواب غفلت سے بس اب چونک گلے مل پٹ
مقصود بالتمثیل لفظ دولت بیدار ہی۔

رند

آن پہونچا وعدۂ دیدار یار | مژدہ باد اے عاشقان باوفا

سودا

ہے خوشی نام مرا مین ہون عزیز دلہا | نہ لگے شوق مین جسکے کبھی شائق کی پلک

امیر

ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہی خوشی | ہر چراغ لالہ جوش رنگ سے ہی گل فشان

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہی عالم | فلک پیر بھی کھاتا ہی جوانی کی قسم

راگھوندر راو جذب

کیا طرب خیز ہے ہنگام ربیع الاول | خلق کو ہے یہی پیغام ربیع الاول
مقصود بالتمثیل لفظ طرب خیز ہے جو ربیع الاول کی خبر ہے۔
(۳) کبھی بُرائی کے اظہار مین جلدی مقصود ہوتی ہی اسلیے مسند مقدم کیا جاتا ہے جیسے۔

خوشتر

شدید ہے عجب یہ پیر گردون | کہ ہر دم اسکی ہے صورت دگران
جفا پیشہ ستمگر فتنہ خو ہے | برائے رنج ہر کس حیلہ جو ہے
شدید اور جفا پیشہ اور ستمگر اور فتنہ خو خبر مقدم ہے اور غرض اس سے فلک کی
بُرائی بیان کرنے مین تعجیل مقصود ہی۔

اگرچہ پیر ہے لیکن ہے بے پیر | ولہ ہمیشہ منقلب ہے اسکی تدبیر

کسی کا خوش نہین آتا ہے عیش | براے جنگ بھرتا ہے بیے جیش

مومن

کوئی اس دور مین جیے کیونکر | ملک الموت ہے ہر ایک بشر

قدر

خوش نہون دولت دنیا سے زلانے والے | رو ینگے صورت فوارہ خزانے والے

سودا

اِک قصہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا | بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے | برگد کی جٹائین بال اُس کے

زنبور سیاہ مسند ہی اور خال اُسکے مسند الیہ اور برگد کی جٹائین مسند ہی اور بال اُس کے مسند الیہ مسندون کی تقدیم بیان بُرائی کے اظہار مین تعجیل کی غرض سے ہی۔

مومن

خرس کی پشم اشعار خمیدہ | سخت غبار الاژدلیدہ

ہدایت اللہ شیدا

اچھے نہین اچھے نہین یہ ڈھنگ تمھارے | بگڑے ہوے آتے ہین نظر رنگ تمھارے

(۴) کبھی مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔

انیس

پہونچے انھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار | خدام لے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

چونکہ صاحبزادگان حضرت مسلم کی گرفتاری مین کد تھی اسلئے دربار مین لیجاکر اُنکے حاضر ہونیکو پہلے ذکر کیا تاکہ گرفتار کرانے والا جلد مسرور ہو جائے۔

میر حسن

خواصون نے خواجہ سرا دکن سے جا | ذہین نذرین گذرانیان اور کہا
مبارک تجھے اے شہ نیک بخت | کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

چونکہ مسرت مین تعجیل مقصود تھی اس لیے پیدا ہوا کو جو مسند ہی اول بیان کیا اور وارث تاج و تخت کو جو مسند الیہ ہی پیچھے ذکر کیا اور یہی وجہ لفظ مبارک کی تقدیم کی ہے۔

(۵) یا مسند کو مقدم کرنے سے سُننے والے کو مسند الیہ کا شوق دلانا مقصود ہوتا ہی کیونکہ مسند مین طول ہوتا ہی اسلیے کہ وہ مسند الیہ کے وصف پر مشتمل ہوتا ہی پس یہ طول سُننے والے کے نفس مین ذکر مسند الیہ کی طرف شوق پیدا کرتا ہے اسلیے مسند الیہ کو نفس مین وقعت اور خوبیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو چیز طلب کے بعد حاصل ہوتی ہے اُسکو بہ نسبت اُسکے جو بلا تکلیف حاصل ہوجائے زیادہ عزت حاصل ہوتی ہے۔

غالب

جام جہان نما ہی شہنشاہ کا ضمیر | سوگند اور گواہی کی حاجت نہین مجھے

جام جہان نما بترکیب اضافی مسند مقدم ہی اور شہنشاہ کا ضمیر بترکیب اضافی مسند الیہ موخر۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب | تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

شیدا

مُنھ لگے ہین ترے رسا ہین بال | سر چڑھے ہین بُری بلا ہین بال

غلام مصطفےٰ فروغ

تجھپہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ | چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

حیدر علی صغیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین | لُبھا لیتا ہے دلکو وہ بُت طناز آنکھون مین

لُبھا لیتا ہی خبر مقدم ہی اور وہ طناز مسند الیہ موخر ہی۔

نشتر

اُس شوخ کے بھر دین تو عجب کیا ابدال | کان گوش جانانکے قرین رہتے ہین اکثر گیسو

اُس شوخ کے کان بھر دین اور گوش جانان کے قرین رہتے ہین مسند مقدم اور گیسو مسند الیہ موخر مسندون کو یہان مقدم اسلیے کیا ہی کہ سامع کو مسند الیہ کے سُننے کا شوق پیدا ہو کہ یہ کسکا ذکر ہی اور جب معلوم ہوا کہ یہ گیسو کا بیان ہی تو لذت حاصل ہوئی۔

آمد الیش مخفل

خوش آیندہ ہے نکہت رائے بیل | رہتے بزم مین اُس کے نت بیل پیل

خوش آیندہ مسند مقدم ہی اور نکہت رائے بیل مسند الیہ موخر۔

دو چیزین ہین یادگار دوران قائم تیر ستم اپنی جانفشانی

پہلا سرع مسند مقدم ہی اور دوسرا مسند الیہ موخر۔

کشن پرشاد شاد

آئینہ بھی تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی | اصل مین ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

آئینہ اور شخص اور عکس مسند مقدم ہین اور مخاطب مسند الیہ موخر۔

محتشم

ہم ترے کوچے مین سب چھوڑ کے تنہا جاگے | دل و دین صبر و خرد طاقت و آرام تمام

امانت

ہے جو سرگرم سلیمان جہان بادِ وبہار | ٹوٹے پڑتے ہین پریزاد پریزادون پر

تنبیہ جو قواعد و فوائد ہمنے مسند الیہ اور مسند کے باب مین ذکر کیے ہین جیسے تعریف اور تنکیر اور تقدیم اور تاخیر اور اطلاق اور تقئید اور ابدال اور تاکید اور عطف اور ذکر اور حذف یہ انھی دونون کے ساتھ مخصوص نہین ہین بلکہ جو کوئی ماہر سخن غور و خوض کرے گا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ چیزین مفعول بہ اور حال اور تمیز اور مجرور اور مضاف الیہ مین بھی واقع ہو سکتی ہین۔

چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین

بطور تمہید کے یاد رکھنا چاہیے جو کہ صلاحیت مسند ہونے کی رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنی مصدری کے جو کہ اُسکے جوہر مین ہین تین زمانون مین سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے وہ **فعل** ہے اور ہر فعل کے لیے ضرور ہی کہ کوئی اُسکا فاعل یعنی کرنیوالا ہووے پس اگر فعل صرف فاعل ہی کو چاہے اور فاعل کے سوا اور چیز کا محتاج نہ ہے تو اُسے لازم کہتے ہین جیسے احمد آیا اس مثال مین آیا فعل احمد فاعل ہے فعل آنے کا احمد پر تمام ہوا جو کہ فاعل فعل تھا اور اگر فاعل کے سوا متعلق کا محتاج ہو اور متعلق لام کے فتح سے وہ شے ہے کہ فاعل کا فعل اُسپر واقع ہو یا بمنزلے واقع ہونے کے ہو اور واقع ہونا فعل کا یا بمنزلے واقع ہونیکے ہونا مفعول بہ ہوتا ہی) تو اُسکو **متعدی** کہتے ہین جیسے احمد نے اپنے بھائی کو مارا یہان سے معلوم ہوا کہ فاعل کو متعلق فعل کا نہین کہ سکینگے اور اسی واسطے فاعل کے حق مین کہتے ہین کہ فعل اُس سے سرزد ہوا یا اُسکے ساتھ قائم ہے یا اُسکی طرف مسند ہے اور یون نہ کہینگے کہ اُس سے متعلق ہی

اور یہ بات اصطلاح کی روسے ہی نہ لغت کی روسے اور ہمارا یہ کہنا کہ بھنڑے واقع ہونے کے ہوا سیلیے ہی کہ احمد فیروز کو لیگیا یا احمد فیروز کو نہ لے گیا یا احمد لے یہ بات کہی تینون چیزین تعریف مین داخل ہین پہلی مثال مین وقوع فعل کا فیروز پر ظاہر ہے اور دوسری مثال مین فعل لیجانیکا خود واقع نہین ہوا کیونکہ اُسکی نفی کی گئی ہے بلکہ قائم مقام واقع ہونے کے ہے اس سبب سے کہ اگر فعل مثبت ہوتا ہے تو یون کہتے ہین کہ فعل اُسپر واقع ہوا اور جب نفی کا حرف فعل پر لائے تو وہ فعل منفی ہوگیا اور باعتبار تاویل کے یون کہا گیا کہ فعل منفی اُسپر واقع ہے اور تیسری مثال مین کہنا بات کا ہے نہ کہنے کا واقع کرنا بات پر لیکن اسکو بھی ازروے تاویل کے وقوع سے تعبیر کرتے ہین اور فاعل اُسکو کہتے ہین جس کی طرف فعل کی اسناد بطور قیام کے کیجائے مراد اسناد سے یہ ہی کہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ اور نہین کہ یہ فعل فلان شخص نے کیا ہی وہ فاعل نہوالا فاعل کہلائے گا **مفعول بہ** وہ ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہی یا قائم مقام واقع کرنے کے ہی بعض فعل دو مفعولون کو چاہتے ہین جب فعل اپنے فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اُسے نسبت کہتے ہین اور اگر کسی اور کی طرف منسوب ہوتا ہے تو **تعلق** بولتے ہین جیسے فعل متعدی کا تعلق مفعول بہ سے ہر فعل کو فاعل سے ناگزیر ہے کیونکہ پیدا ہونا کسی امر کا بدون پیدا کرنے والے کے محال ہے مگر اتنا فرق ہے کہ فعل معروف کا فاعل معلوم ہوتا ہے اور فعل مجہول کا نامعلوم یہان مفعول بہ کو فاعل کا قائم مقام کرکے فعل کی اسناد اسکی طرف کردیتے ہین جس کو **مفعول مالم یسم فاعلہ** کہتے ہین۔

کبھی ایک اسم کی طرف دو فعل مسند ہوتے ہین اسے **باب تنازع** کہتے ہین اور تنازع چار حالتون سے خالی نہین۔

(۱) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُن کا فاعل ہو مثلاً۔

	ذوق	
کرتی ہی زیر برقعہ فانوس تاک جھانک		پروانے سے ہی شمع مقرر لگی ہوئی

فعل کرتی ہی اور لگی ہوئی کا فاعل شمع ہی اور یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ شمع ہمارا فاعل ہے۔

	رند	
زلف اُس حور کی دکھا لایا		دل مری جان پر بلا لایا

فعل دکھالانے اور بلالانے کا فاعل دل ہے۔

بیخود

اڑکر ہوا سے آتی ہے ہردم عذار پر
منھ پر چڑھتی ہی ترے نہ کہیں منھ کی کھائے زلف

اڑکر آتی اور چڑھتی اور کھائے کا فاعل زلف ہی۔

ظفر

ای ظفر جامۂ گل پر نہ کرے ناز کبھی
دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

(۲) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُنکا مفعول ہو۔

منشی

مرے ملک سے خصم کو دُور کر
الم سے چھڑا مجھکو سر دور کر

چھڑا اور کر یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ مجھکو ہمارا مفعول بنے۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے
تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا

نظیر اُس کا کہان عالم مین ای ذوق
کہین ایسا نہ پائے گا نہ پایا

شعر اول مین کھویا اور پایا دو فعل ہین ان دونون کا مفعول کچھ بمعنی کوئی چیز ہی اور دوسرے شعر مین نپائیگا اور نہ پایا دو فعل ہین اور انکا مفعول نظیر ایک ہی۔

(۳) پہلا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو اور دوسرا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر مذکور میرا مفعول ہو جیسے۔

ناسخ

تیرے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہ رو
حُسن مین کرتا ہی مدھم یہ ستارا چاند کو

چاند ہو سکے کا فاعل ہی اور کرتا ہی کا مفعول۔

غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑون برہمن کو

مرے کا برہمن فاعل ہی اور گاڑون کا مفعول۔

آصف

ہوتا جدا ہے رنگ گلابی نقاب کا
چھپتا ہے کب چھپائے سے چہرہ عتاب کا

چہرۂ عتاب چھپتا ہے کا فاعل ہی اور چھپائے کا مفعول ہی۔

امیر

جلتے ہین تجھسے جان و دل و سینہ و جگر | چارون طرف ہی آگ بجھاون کہان تلک

آگ محل تنازع مین ہی کیونکہ اپنے جملے کا مبتدا ہی اور بجھاؤن کا مفعول ہی۔

(۴) پہلا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول ہو اور دوسرا فعل اُسکی فاعلیت کی خواہش کرے چنانچہ

احسان رامپوری

کھا تو لین ہجر مین گر ڈرہے | زہر قاتل شکر نہو جائے

زہر قاتل کھالین کا مفعول ہی اور شکر نہو جائے گا فاعل ہی۔

گویا

پھینکدے گا ہاتھ سے اپنے اگر گل کرکے یار | سر کے بل گر گر کرے گی سجدہ شکرانہ شمع

گل کرکے پھینکدینے کا شمع مفعول ہی اور سجدہ کرنیکا فاعل۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس | خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

حسن بخشنے کا مفعول ہی اور قضا کی کا فاعل۔

آصف

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے | خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

کفن محل تنازع مین ہی کہ دے کا مفعول بھی ہی اور اپنے جملے کا مبتدا بھی واقع ہوا ہے۔

داغ

بات کی شاخ مین بھی آج ہے وہ استحکام | توڑنا چاہین تو ٹوٹین نہ کبھی قول و قسم

قول و قسم توڑنا چاہین کا مفعول ہین اور ٹوٹین کا فاعل۔

درد

دید و وادید ہوئی دور سے میری اُسکی | پر جو مین چاہے تھا وہ بات نہونے پائی

بات چاہے کا مفعول ہی اور نہونے پائی کا فاعل۔

ان صورتون مین تنازع کا رفع کرنا اگرچہ فعل اول و ثانی دونون کے عمل دینے کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے مگر اختلاف اختیار مین ہے چنانچہ بعض فعل ثانی کو عمل دیتے ہین جیسے ان شعرون مین۔ ؎

تیرے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہ نو	حسن مین کرتا ہی مدہم یہ ستارا چاند کو

ہو سکے کا فاعل چاند ہے اور یہی کرتا ہے کا مفعول ہے۔

غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے	مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑون برہمن کو

برہمن مرے کا فاعل ہے اور گاڑون کا مفعول۔
فعل ثانی کو عمل دیا ہی یعنی علامت مفعول کی آئی ہے اور فعل اول مین فاعل کی ضمیر ہی اور اضمار قبل الذکر اُردو مین جائز ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

امیر

تڑپ کر رد کے اُس محفل مین دونون کیا رسوا	دل ناداں کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

سہیل

ضد سے عاشق کی یہ ہر بار اُلجھ جاتے ہین	اُمید مشاطہ سے گیسو کو نہ سلجھائے بہت

اور بعض فعل اول کو عمل دیتے ہین اور فعل ثانی کے واسطے ضمیر لاتے ہین مثلاً۔

نادر

خاک شہید ناز سے جتنا اُٹھا غبار	قشقہ لگانے کو ترے سیند در ہو گیا

فعل اول یعنے اُٹھا کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے مصرع مین ہو گیا کیلئے ضمیر لائی جائیگی یعنی دم سیند در ہو گیا۔ غبار فعل اول کا فاعل ہے اور دم کا مفعول۔

برق

بحر عالم مین رہی کشتی اُمید تباہ	دم بدم موج حوادث نے تپانچہ مارا

کشتی اُمید تباہ رہی کی فاعل ہے اور مارا کی مفعول پس فعل اول کو عمل دیا جائے گا اور فعل ثانی کے لیے ضمیر لائی جائے گی یعنی اُسکو تپانچہ مارا۔
یاد رکھو کہ فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہی جیسا کہ فاعل کے ساتھ اسکو ذکر کرنا اسلیے کہ فعل کے ساتھ فاعل یا مفعول بہ کو ذکر کرنے سے سامع کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل کو فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ تعلق ہی فاعل کے ساتھ تو اسوجہ سے تعلق ہی کہ فعل اسکی ذات سے وقوع مین آتا ہی اور مفعول کے ساتھ اسلیے تعلق ہی کہ اُسپر واقع ہوتا ہے جیسے احمد بخش نے عبداللہ کو مارا احمد بخش سے مارنے کا فعل وقوع مین آیا ہی اسلیے وہ فاعل ہی اور عبداللہ پر یہ فعل واقع ہوا ہے اس لیے وہ مفعول ہی

اور فعل کے ساتھ ان دونوں کے ذکر کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ فعل فی نفسہٖ واقع ہوا یا ثابت ہی بغیر اسکے کہ یہ معلوم ہو کہ کس سے وقوع میں آیا اور کس پر واقع ہوا پس جب فاعل اور مفعول کو فعل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تو یہ غرض ہوتی ہی کہ فعل اُس سے واقع ہوا ہی اور اس پر واقع ہوا ہی ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان دونوں کا صرف جاننا منظور ہو یا صرف فعل کا وقوع اور ثبوت مقصود ہو اگر اس بات کا افادہ منظور نہو کہ فعل کس سے واقع ہوا اور کس پر واقع ہوا تو یہ کہا جائے کہ مارنا وقوع میں آیا یا مارنا پایا گیا یا مارنا ثابت ہوا اور فاعل و مفعول کا ذکر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جب اُن کا جتانا منظور نہیں تو انکا ذکر عبث ہی۔

پس اگر فعل متعدی کے ساتھ مفعول مذکور نہو اور غرض صرف یہ ہو کہ فعل کا فاعل کے لیے ثابت ہونا یا نہ ثابت ہونا معلوم ہو جائے تو فعل متعدی کو بمنزلے لازم کے بنا لیتے ہیں۔

اور حذف مفعول کی دو صورتیں ہیں **ایک** یہ کہ اُسکو مقدر بھی ماننے کی ضرورت نہو کیونکہ مقدر مذکور کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ قرینہ اُسکے وجود پر دلالت کرتا ہے اور سامع جس طرح ترکیب میں صریح مفعول کو سمجھتا ہے اسی طرح دلالت قرینہ سے بھی مفعول مقدر کو سمجھ لیتا ہی پس ایسے فعل متعدی کو مفعول مقدر سے بھی تعلق کی احتیاج نہیں ہوتی جیسے لفظ لو شعر ذیل میں۔

وحید

لو آمد اسد کا تلاطم سنو بس اب	مضطر زمین ہی خوف سے لرزاں ہی فوج سب

ولہ

میدان میں لو وہ آگیا نیزہ لیے قلم	اُمڈی وہ فوج وادی قرطاس میں بہم

ہاتفی

جوڑے کی اُس پری کے گرہ آج وا ہوئی	لو اور شام تک کو قیامت بپا ہوئی

ذوق

پیش دشمن نگذر حق سے نہیں سانچ کو آنچ	دیکھ ہی آتش نمرود گلستان خلیل

دیکھ کو یہاں مفعول کی احتیاج نہیں حرف تنبیہ کیلئے ہی۔ اسی قبیل سے ہی دیکھو شعر ذیل میں۔

وحید

دیکھو جو تھم رہا وہ نہ زندہ رہے گا آج
کچھ رنگ کہہ رہا ہی کہ یاں خون بہیگا آج

ظفر

نہین دیکھے بہتر ستانا کسی کا | کڑھانا کسی کا کُڑھانا کسی کا

غالب

کہان تلک کہون ساقی کہ لا شراب تجھے دے | ندے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

لا کے لیے مفعول مطلوب نہین ظاہر ہی کہ ان تمام افعال مذکورہ کے ساتھ کوئی مفعول مذکور نہین ہی اور نہ ہم مقرر کر سکتے ہین کہ انکا مفعول ہی پس لابد یہی کہنا پڑتا ہی کہ یہ فعل صرف مخاطب کے متوجہ کرنے اور حوصلہ دلانے اور سست کو ہوشیار کرنے کے لیے آتے ہین مفعول کی ضرورت نہین **دوسری صورت** حذف مفعول کی یہ ہی کہ وہ عبارت مین مقدر رہا ہو اور فعل کا تعلق مفعول غیر مذکور سے لابد ہو اور اس مفعول مقدر کے لیے دو شرطین ہین ایک یہ کہ اُسکے متعین کرنے کے واسطے کوئی قرینہ موجود ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کے حذف کرنے کے لیے کوئی غرض بھی ہو پس تفصیل اغراض کی یہ ہے۔

(۱) مفعول کو اس وجہ سے حذف کر دیتے ہین کہ ابہام کے بعد اسکا بیان کیا جاتا ہے اور اخفا کے بعد اُسکو ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ اکثر فعل چاہنے اور ارادہ کرنے اور کہنے اور فرمانے اور پسند کرنے اور محبت کرنے مین محذوف ہوتا ہے بشرطیکہ یہ افعال شرط واقع ہون پس شرط مین مفعول کو مخفی رکھ کے جزا مین کھول دیتے ہین پس یہ جزا اُس پر دلالت کرتی ہے اور اُس کو بیان کر دیتی ہے مثلاً اگر کہیے تو مین کل آؤن۔ اگر فرمایئے تو مین کھانا لاؤن۔ مین اگر چاہتا تو چلا جاتا اگر مین پسند کرون گا تو تم کو پڑھاؤن گا یعنی اگر آنے کو کہیے اور اگر کھانا لانے کو فرمایئے اور اگر مین چلا جانا چاہتا اور اگر مین تم کو پڑھانا پسند کرون گا۔ ظاہر ہے کہ مبہم ہونے کے بعد بیان زیادہ موثر ہوتا ہے۔

محشر

گرتے ہوے گردون کو تو چاہے تو سنبھالے | تجھ سا نہ کوئی صاحب و سامان سنا ہے

یعنی اگر تو گرتے ہوے گردون کو سنبھالنا چاہے تو سنبھالے جب چاہے فعل ذکر ہوا تو سامع نے جانا کہ کوئی ایسا مفعول ہے جو چاہنے سے متعلق ہے جب جواب شرط مین کہا سنبھالے تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ وہان سنبھالنا محذوف ہوا ہے پس سنبھالے جزا سے توضیح مفعول کی ہو گئی۔

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے　　میں ہوں اور تیرے در کی دربانی

یعنے اگر خدا مجھسے تیرے در کی دربانی کرانا چاہے تو میں ہمیشہ تیرے در کی دربانی کرتا رہوں گا۔

لمؤلفہ

جو فرماؤ تو دکھلادوں تماشا تمکو رونے کا　　گماں رہوے نہ صاحب کو مری پنبہ دہانی کا

یعنے جو رونے کے لیے فرماؤ الخ۔

(۲) اس توہم کے دفع کرنے کے واسطے حذف کر دیتے ہیں کہ سامع پہلے سے اُس چیز کا ارادہ نہ کرلے جو مراد نہیں ہے یعنے اُسکے حذف سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع یہ نہ خیال کرے کہ اہم بیان کرنا اسی کا ہے پس جب اسکو حذف کر دیتے ہیں تو اسکی اہمیت جاتی رہتی ہے جیسے۔

امانت

وہ سوختہ ہوں میں کہ نہ پاویں بعد مرگ بھی　　سگہائے کوے یار مرے استخوان تلک

یعنی گوشت کو ہڈی تک نہ پاوینگے پس گوشت جو مفعول بہ ہے اُسکو حذف کر دیا ہے اسلیے کہ اگر اُسکو ذکر کیا جاتا تو سامع کو مابعد کے ذکر سے قبل یہ شبہ ہوتا کہ سگہائے کوے یار ہڈی کو پاوینگے پس ہڈیاں نہ جلی ہونگی بلکہ گوشت کا کچھ حصہ جلا ہوگا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ آتش عشق نے اُمیں پورا اثر نہیں کیا اور یہ نقصان ہے جو عاشق کامل کی شان سے بعید ہے اور جب یہ کہا کہ ہڈی تک نہ پاوینگے اور گوشت کا ذکر اڑا دیا تو اس توہم کی گنجایش نہ رہی کیونکہ کوئی چیز جب کسی چیز میں حائل ہو تو بغیر اُس حائل کے جلے دوسری چیز تک آنچ نہیں پہونچ سکتی پس معلوم ہوا کہ آتش عشق جبتک گوشت کو نہ جلائیگی ہڈی تک نہیں پہونچ سکتی۔

سودا

یا کاظمیں چرخ ستمگر کے ہاتھ سے　　پہونچی ہے کارد آکے مرے استخوان تلک

روشن ہے اک چراغ سے جوں نخل شمعدان　　پہونچا ہے داغ دل کا مرے استخوان تلک

ان شعروں میں بھی اول کے مطابق حالت ہے۔

ولہ

نشو و نمائے سبزہ و ریحان دیا چمن　　ہے طعنہ زن نمود خط گلرخان تلک

یعنے اُن چیزوں کی نشو و نما دوسری چیزوں کو طعنہ زنی کرتی ہے کرتے کرتے خط گلرخان تک طعنہ زنی کرنے لگی ہے پس دوسری چیزیں مفعول بہ ہیں۔

امیر مینائی

ہنس ہنس کے بہت زخم جگر چھیڑ رہے ہین	قاتل وہ لگا ہاتھ کہ دل تک اتر آسے

یعنی سینے کے تمام حصون کو کاٹ کر دل تک کاٹ ڈالے پس دوسرے اعضا کو جو مفعول تھے ہین حذف کردیا ہے اگران کو ذکر کیا جاتا تو سننے والے کو مابعد کے ذکر سے قبل یہ شبہ ہوتا کہ عاشق دل کو کٹوانا نہین چاہتا اور یہ اُس کا نقصان ہے۔

(۳) اسلیے حذف کرتے ہین کہ اُس محذوف کا ذکر دوبارہ دوسرے محل پر دوسرے فعل کے ساتھ مقصود ہوتا ہے پس اسواسطے پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر نہین کرتے دوسرے کے ساتھ ذکر کرتے ہین اگر پہلے کے ساتھ ذکر کردیا جاتا تو دوبارہ فعل اُسکی ضمیر پر واقع کرنا پڑتا اور چونکہ دوسرے فعل کے اُس پر واقع کرنے کا نہایت قصد واہتمام کے ساتھ ہوتا ہے اسلیے متکلم اس امر پر راضی نہین ہوتا کہ پہلے فعل کے ساتھ اسکو ذکر کرکے دوبارہ دوسرے فعل کو اُسکی ضمیر پر واقع کرے گو ضمیر اُسی سے کنایہ ہوتی ہی جیسے کہین مین نے بہت ڈھونڈھا اگر سخاوت وشجاعت مین کہین آپکا نظیر نہ پایا یعنی مین نے بہت کچھ آپکے نظیر کو ڈھونڈا پہلے فعل کے ساتھ نظیر کو نہ لائے اگر اُسکے ساتھ ذکر کیا جاتا تو آگے یون کہنا پڑتا مگر مین نے اُسکو کہین نہ پایا اور اس سے وہ غرض فوت ہوجاتی جو یہان مدنظر تھی۔

میر

تھا کرم پر اُسی کے تیر رب مدام تم بھی اے مالکان روز جزا	میرے اعمال آہ مت پوچھو بخشد داور گناہ مت پوچھو

یعنے بخشد وگناہ پس بخشد کا مفعول کہ گناہ ہی حذف کردیا کیونکہ اسکو دوسرے فعل کا دوسرے مقام پر مفعول بنانا منظور تھا اور وہ مت پوچھو ہی اگر پہلے لے آتے تو دوسرے فعل کو ضمیر پر واقع کرنا پڑتا جس سے غرض فوت ہوتی اور پوچھنے کی غرض نہی کا صریح لفظ گناہ پر واقع کرنا تھا پس اگر صریح لفظ گناہ پر بخشد کے فعل کو واقع کردیتا تو مت پوچھو کے فعل کو گناہ کی ضمیر پر راجع کرنا پڑتا اور غرض یہ نہ تھی کیونکہ قائل کو اپنے گناہون کی معافی مین انتہا درجے کی تاکید منظور ہی اور وہ چاہتا ہے کہ آنکی پرسش ہی نہو جو معافی سے بھی بڑھکر ہی اس صورت مین سزاے گناہ کا توہم بھی باقی نہین رہ سکتا اگرچہ ضمیر سے بھی یہ بات حاصل ہوسکتی تھی مگر جو مبالغہ معافی مین صریح لفظ گناہ پر مت پوچھو کا فعل واقع کرنے مین ہے وہ ضمیر پر واقع کرنے مین نہین ہوسکتا۔

سودا

مولوی جی سے اب کوئی جا کے مرا پیام	کہنے لگا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
لکھ لکھاتے ہر ایک کو صبح سے تا بہ شام دو	مجھسے جو پوچھو شعر ہی کہنے کو انصرام دو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو ذرا لگام دو

پانچوین مصرع مین دو نہ دو لگام مین نہ دو کے بعد لگام کو ذکر کیا اسلیے کہ اگر دو کے بعد ذکر کرتا تو غرض فوت ہو جاتی، اور وہ یہ ہی کہ نہ دینے کا ایقاع صریح لفظ لگام پر ہو کیونکہ اس مین مخاطب کی مذمت زیادہ ثابت ہوتی ہے اگر ضمیر ذکر کرتا تو اس مین یہ بھی احتمال تھا کہ شاید دوسری شے کی طرف پھرتی ہو اور اگرچہ معنی مراد مقام کی وجہ سے متعین ہو سکتے تھے مگر مبالغہ ہجو مین اسکے مناسب تھا کہ نہ دو کا واقع کرنا صریح لفظ مفعول پر ہوتا۔

انیس

تجھ سے یہ نہ ہوویگا کہ امت کو سزا دون	اللہ سزا دیگا مین کیا انکو سزا دون

اللہ سزا دیگا کا مفعول بھی ان کو ہے مگر اس کو یہان حذف کر کے دوسرے فعل کے بعد اسی فائدے کی غرض سے ذکر کیا ہے۔

ولہ

کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علیؑ کے شیر ہین	جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین

یعنی جب قدم بڑھاتے ہین تو پھر اسکو پیچھے نہین رکھتے دیکھو پہلے فعل کے ساتھ مفعول کو ذکر نہین کیا

شایان

تمنا ہے یہی دے بے شش و پنج	پلا دو آتشہ تا دور ہو رنج

دے کے بعد دو آتشہ کو ذکر نہ کیا پلا کے بعد ذکر کیا اسی نکتے کے واسطے۔

(۴۷) مفعول کے حذف سے تعمیم اختصار کے ساتھ مطلوب ہوتی ہی اگرچہ صیغۂ عموم کے ساتھ مفعول کو ذکر کرنے سے بھی تعمیم حاصل ہو سکتی ہے مگر اس صورت مین اختصار فوت ہوتا ہے۔

مثنوی قضا و قدر

آئے کو محتاج نہ جانے دیا	اُسنے دیا اُس کو خدا نے دیا

یعنے اُس نے عموماً تمام آنے والون کو دیا پس اس مثال مین عموم بطور مبالغہ کے مقصود ہے کیونکہ مقام مبالغہ کا ہے۔

احسان شاہ جہان پوری

گئی ہین عرش تک آہین نیاز مندونکی | بتو سنی نہ تحسین نے خدا کے بندونکی

یعنے خدا کے بندونکی کوئی فریاد نہ سنی یہان عموم بطور مبالغے کے مقصود ہی۔

مہابھارت منظوم

عنایت کیے فضل سے وہ کمال | نمایان ہوئی قدرت ذوالجلال

یعنی تمام بندون کو فضل وکمال عنایت کیے پس مثال اول و دوم عموم کا فائدہ مبالغۃً دیتی ہی اور مثال سوم تحقیقًا یہ فائدہ بخشتی ہی مثال ذیل مین بھی تعمیم کے لیے مفعول محذوف ہی۔

غالب

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو | میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

یعنے میری تمام باتون اور نصیحتون کو سنو یہان عموم کا افادہ مبالغۃً ہوتا ہے۔

(۵) حذف مفعول سے صرف اختصار مطلوب ہوتا ہے کوئی دوسرا فائدہ معتبر نہین ہوتا جیسے مرزا غالب ایک خط مین لکھتے ہین "قبلہ آپ بیشک ولی صاحب کرامت ہین کم و بیش ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ ایک امر جدید مقتضی اسکا ہوا کہ آپ کو اُسکی اطلاع دون خانہ کا ہلی خراب آج لکھون کل لکھون اب کون لکھے کل صبح کو لکھونگا صبح ہوئی غالب اسوقت نہ لکھو سہ پہر کو لکھیو۔

(۶) یا محافظت وزن اور رعایت قافیہ کی وجہ سے مفعول کو حذف کردیا جاتا ہی۔

انیس

برچھیان کھاتے چلے جاتے ہین تلوار ونمین | مار لو پیاسے کو ہے شور ستمگارون مین

مار لو کا مفعول وزن کی وجہ سے محذوف ہی اور اُسکی صفت مذکور ہی۔

تراب

گرنہ شوخی سے اُلجھتی اُس مین کنگھی بار بار | کیون نکلتی زلف کے منھ سے صدائے مار مار
کسطرح شانے سے چھیڑون زلف ناگن یار کی | یار کے منھ سے نکلتی ہے صدائے مار مار

ان دونون شعرون مین قافیہ وزن کی وجہ سے مار مار کا مفعول محذوف ہی۔

حالی

کھاؤ تو پہلے لو خبر اُن کی | جن پہ بیتا ہے نیستی کی پڑی

پہنو تو پہلے بھائیون کو پہناؤ	کہ ہے اُترن تمہاری جن کا بناؤ

کھاؤ اور پہنو اور پہناؤ کے مفعول محذوف ہین۔

(۷) مفعول کا چھپانا منظور ہوتا ہے تو اسلیے بھی حذف کر دیتے ہین جیسے۔

ظفر

مین خطاوار ہون خط کیونکہ لکھون اے صاحب	جیسا کہ لوگون نے سکھایا مرا جی جلتا ہے

لوگون نے جو کچھ سکھایا چھپانے کی غرض سے اُسکا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ اُس کے ذکر سے قائل کو ندامت ہوتی تھی۔

(۸) اسلیے ذکر نہین کرتے کہ اگر کوئی دباؤ واقع ہو تو کہدیا جائے کہ ہمنے اسے بُرا نہین کہا ہی مثلاً جب خالد کے سامنے اُسکے دشمن زید کا ذکر آئے تو کہدے لعنت بھیجو اور مراد اس سے زید ہی بوجہ قیام قرینہ کے تو یہان محض اس وجہ سے اُسکا نام ترک کیا گیا کہ ضرورت کے وقت کہدیا جائے کہ میری مراد اس قول مین زید نہین ہے۔

(۹) متعین ہونے کی وجہ سے بھی مفعول کا ذکر ترک کر دیا جاتا ہے اور اس تعین کی دو صورتین ہین۔

ایک یہ کہ حقیقۃً متعین ہو جیسے سجدہ کرتا ہون یعنے خدا کو سجدہ کرتا ہون۔

ناسخ

جب وہ مسجد مین ادا کرتے ہین	سب نماز اپنی قضا کرتے ہین

ادا کرتے ہین کا مفعول یہان متعین ہے اور وہ نماز ہے۔

میر محبوب علی خان آصف والی حیدر آباد

میخانے مین کیا لطف ہے کیا مال ہے ساقی	آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور

دوسرے یہ کہ ادعاءً متعین ہو جیسے اس عبارت مین فسانہ آزاد کی جلد اول کی میان خوجی جو گرماے تو جھپٹ سے اُٹھ ہی کھڑے ہوے اور لپک پڑے اب آؤ دیکھتے ہین نہ تاؤ لگا پچھاڑ پچھاڑ کر چلا رہے ہین لینا لینا لینا! اُسی قبیل سے ہے ذوق کے دوسرے مصرع مین سمجھے کے مفعول کا حذف۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے	اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

(۱۰) ادب کی وجہ سے مفعول کو ترک کردین جیسے مین ہر وقت یاد کرتا ہون یعنی جناب سرورکائنات کو
(۱۱) اسلیے محذوف کردیتے ہین کہ زبان اُس کے ذکر سے آلودہ نہو جیسے اللہ تے تکبر کی پاداش
مین دائمی لعنت کا مستوجب کیا یہان شیطان کو محذوف کردیا ہی۔
(۱۲) مفعول کا ذکر بُرا معلوم ہونیکی وجہ سے متروک کردیتے ہین جیسے۔

ذوق

یہ لکھے ملائک ہین فلک پر روتے غفلت مین بھی رہتا ہی یہ اتنا ہشیار	اے کاش کہ انسان سے ہم بھی ہوتے شیطان کے چلا دیتا ہی سوتے سوتے

چلادیتا ہی کا مفعول بسبب کراہیت کے محذوف ہے یعنی شیطان کی شرمگاہ مین آلہٗ تناسل
سوتے سوتے چلادیتا ہی بسا اوقات خواب مین شیطان آدمی کے پاس عورت کے بھیس مین اپنے
آپکو پہونچاتا ہی یہی سبب احتلام ہونیکا ہی بعض افعال متعدی ایسے ہین کہ ایک مفعول کی خواہش
کرتے ہین اور بعض دو مفعولون کو چاہتے ہین متعدی بیک مفعول مین جو نسبت فعل کو مفعول کے
ساتھ ہوتی ہی ویسی نسبت متعدی بدو مفعول کو اپنے ہر ایک مفعول کے ساتھ ہوتی ہی پس معلوم
ہوگیا کہ متعدی بیک مفعول مین ایک نسبت ہوتی ہی اور متعدی بدو مفعول مین دو نسبتین۔

حالی

سکھائے معیشت کے آداب اُن کو	پڑھائے تمدن کے سب باب انکو

سکھائے کی پہلی نسبت اُنکو کیطرف ہی اور دوسری نسبت معیشت کے آداب کی طرف اسی طرح
پڑھائے کی پہلی نسبت اُنکو کی طرف ہی اور دوسری نسبت تمدن کے سب باب کی طرف۔

حالی

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا	مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا

بنایا کی پہلی نسبت ہر اک شہر و قریہ کی طرف ہی اور دوسری نسبت یونان کی طرف اسی طرح چکھایا
کی پہلی نسبت سب کی طرف ہی اور دوسری نسبت علم و حکمت کے مزے کی طرف

مثنوی لیلیٰ مجنون

گذرے بدرعا جب اُسکو یک چند	بخشا اُسے حق نے ایک فرزند

بخشنے کی نسبت پہلی اُسے کی طرف ہے اور دوسری فرزند کی طرف۔

وله

کہتی نہین خامشی کا یارا | عقرب نے مجھے ہی نیش مارا

ناسخ

ہمنے نظارۂ دُر دندان یار سے | تار نظر کو رشتۂ گوہر بنا دیا

بنا دیا کی نسبت پہلی تار نظر کی طرف ہی اور دوسری نسبت رشتۂ گوہر کی طرف۔
اور جب ایک نسبت سے تجرید چاہتے ہین اور منفرد کرنا منظور ہوتا ہی تو پہلی نسبت پر ہی اکتفا کرتے ہین۔

غیاث الدین عزت مؤلف غیاث اللغات

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہین مانتے ہو بات | ہم جانتے ہین تمکو کسی نے سکھا دیا

یہان سکھا دیا کا مفعول ثانی یعنی کچھ ہمارے خلاف محذوف ہی تمکو مفعول اول ہے۔ اور جب مقام مقتضی مدح کا ہوتا ہے تو تعمیم اور شمول افراد کے واسطے مفعول ثانی کو حذف کردیتے ہین تعمیم اور شمول افراد سے یہ غرض ہی کہ جو کچھ سامع کے دل مین آجائے وہی اُس سے مراد لی جائے چنانچہ۔

جرأت

جُرأت اب بند ہے تنخواہ تو یون کہتے ہین | کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

دے کا مفعول مال و دولت زر و جواہر رزق ۔ انعام و اکرام وغیرہ ہو سکتا ہی۔
کبھی ان دونون مفعولون مین سے کوئی ایک حقیقت مین صفت یا موصوف ہوتا ہی اور جو انمین موصوف ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم ذات ہوتا ہی اُسکو مفعول اول بناتے ہین اور جو صفت ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم صفت ہوتا ہی اُسے دوسرا مفعول قرار دیتے ہین مگر لفظاً موصوف وصفت واقع نہین ہوتے۔

تپش

رُخ مہر و مہ اُسنے تابان کیا

رُخ مہر و مہ حقیقت مین موصوف ہی اور تابان اُسکی صفت۔

شایان

ہستی مٹی تو پردے مین یک رنگ ہو گیا | گو عشق نے کمر کے کیا بے نشان مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور بے نشان مفعول دوم صفت۔

ظفر

صورت میری کیونکہ نہ آزردہ ہو وہ شوخ | تو نے فلک بنایا ہے اندوہگین مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور اندوہگین مفعول دوم وصفت ۔

مؤلفہ

دلکو میرے گلِ خندان جو نکرنا تھا تجھے | اے فلک غنچۂ تصویر بنانا کیون تھا

دلکو مفعول اول موصوف اور گلِ خندان مفعول دوم وصفت ۔

ولہ

جیب و داماں کو سدا اشک سے گلگون دیکھا | تجھسے دیکھا یہ جو کچھ دیدۂ پرخون دیکھا

جیب و داماں مفعول اول موصوف اور گلگون مفعول دوم وصفت ۔

ولی

کیا جلوہ سبز خط سے رخ یار نے کیا | حیرت ہے روشن آئینہ زنگار نے کیا

آئینہ مفعول اول وموصوف اور روشن مفعول دوم وصفت ہی ۔

بشیشر ناتھ انور لکھنوی

دیکھے جو باغ مین عرق آلودہ روے یار | شبنم گلونکو آبِ خجالت سے تر کرے ہا

گلون کو مفعول اول وموصوف اور تر مفعول دوم وصفت ۔

مولوی محمد اسمٰعیل

مجھکو غافل مگر نہ جانیے گا | بندہ پرور بُرا نہ مانیے گا

مجھکو مفعول اول موصوف اور غافل مفعول دوم وصفت ۔

منشی

مرے خامے کو کر تو گوہر فشان | زبان کو مری کر فصیح اللسان

معمولات فعل کی تقدیم

فعل کے معمول سے مراد مفعول بہٖ اور مفعول لہٗ اور مفعول معہٗ اور مفعول فیہ اور جار مجرور اور ظرف اور حال اور تمیز ہین مگر یہان ان مین سے بعض کی تقدیم کا بیان کیا جاتا ہے اُس پر دوسرون کو قیاس کر سکتے ہین ۔

تقدیم مفعول بہ

اصل مفعول بہ کی یہ ہی کہ فعل کے بعد ذکر کیا جائے لیکن کبھی اس کو مقدم لاتے ہیں اور اس سے کئی باتیں مطلوب ہوتی ہین جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مفعول کی تخصیص پیدا ہوتی ہی جیسے۔

قلق

آپ کو دیکھ دیکھ کر بے آس | ہو گئی جاتی ہے سب غلامونکو یاس

یعنے خاص آپکو بے آس دیکھکر ہم لوگ بہت گھبرائے جاتے ہین۔

غالب

فلک کو دیکھ کے کرتا ہون اسکو یاد اسد | جفا مین اسکی ہے انداز کار فرما کا

یعنی خاص فلک کو دیکھکر وہ یاد آتا ہی کیونکہ جو کچھ ستم فلک کرتا ہی اسی کے حکم سے کرتا ہی۔

ناسخ

خورشید کو دیکھو آسمان کو دیکھو | اتنے بڑے خوان مین ہی اک گردہ نان

مصحف

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے | خلعت سے ہو زیادہ اسکو کفن مبارک

گویا

گنہ گویا کے یارب بخشدے تو | بحق آل و یاران محمدؐ

لیلی المجنون میر غلام علی نجی

تجھے جیسے مکتب مین بچپنا ئے ہم | ترے لکھنے پڑھنے سے باز آئے ہم

گویا

عروس فکر کو دکھلائے گا شباب قلم | کرے مداد سے کیونکر نہ اب خضاب قلم

مولوی نذیر احمد

سکنجبین کو فرمایا قاطع صفرا | مریض بیس کو بتلایا روغن بادام

منشی

شبستان دل کو مرے سربسر | چراغ خرد سے منور تو کر
مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے | دُر دانش و گوہر عقل دے

سیّد امداد امام اثر

ہمین بزم عدو مین وہ بُلاتا ہے تمنا سے
ارم ایسا بھی ہوتا ہے ستم ایسا بھی ہوتا ہے

انیس

بانو کو تسمین دیکے چلے شاہ نامدار
وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

شیفتہ

جفا کو ترک کرو تم وفا کو مین چھوڑون
اچھا اشتہار تمھین ہو کچھ اشتہار مجھے

چونکہ جفا کو معشوق سے خصوصیت ہی اور وفا کو عاشق کے ساتھ اختصاص ہی اسلیے دونون کا ذکر مقدم کیا۔

شہادت استقراء اور حکم ذوق سے ثابت ہی کہ اکثر صورتون مین تقدیم مفعول سے تخصیص ضرور پیدا ہوتی ہی اور کبھی ایسا نہین بھی ہوتا ہی۔

(۲) مفعول کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی اور تخصیص منظور نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا مُنھ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یہان صرف اہتمام شان مفعول مقصود ہی اسلیے کہ دیکھنے کا تعلق آئینے سے اہم ہی۔

آصف

جلانے والونکو اللہ یون جلاتا ہے
رقیب پر ہی وہ پروانہ شمع رو ہو کر

گویا

یہ خوف شرع ہی ظاہر مین کوئی نام نہ لے
سدا شراب کو لکھتا ہے آفتاب قلم

مرزا احمد علی ندیم

صف مژگان کو چڑھایا ہی خدا خیر کرے
نوک رہجائے اگر نکلے ظفر کی صورت

مومن

تجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل
یان تک نقش دوئی مٹایا

رند

دوش دایہ کو نہ جانون مین کنار مادر
پرورش یافتہ ہون دامن صحرا تیرا
کعبے کو نہ پوچھیں جو ہمین ہندو نکے ہوتے
اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

غالب

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہین

(۳) اس لیے مقدم کرتے ہین کہ تبرک مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا محبوب کیا۔

(۴) تقدیم مفعول سے لذت حاصل کرنے مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ
جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

آصف

نرگس جادو دکھا کر کوئی جادو کر گیا
دوستو لینا خبر میرا دل مضطر گیا

سودا

بادے کو ہاتھ سے زاہد کے نہ پیوے ملا
پر یہ راضی ہی کہ کپڑے پہ جو چھڑکے تو چھڑک

ولہ

تجھے دل مین تو رکھ لو نہین یہ ہے رشک
اُسی مین جان ہو اُس مین ہی تو ہو

(۵) مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی۔

میر

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو پہونچاؤ
بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

سودا

خوشش دلی ایک سی مین پاتا ہون
ہم غریب و غریب پرور ہین

(۶) برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

غیر کو کیونکر وہ یارب منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اُس کو آتی ہی تو شرما جائے ہے

سودا

یزید کو تو مسلمان گنے ہے ای نسناس
پھر اُسکو کہکے اولوالامر مین کرے ہی یاد

ولہ

الو حوالے کیا باتونکی میزان مین تول | قرض کے دو سو بچا یا سو کی جڑ دی در ڈھول

(۷) کبھی مفعول کے مقدم لانے سے اُسکی شان کی تعظیم مقصود ہوتی ہی

میر حسن

پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے | وصی اور امام اُسنے پیدا کیے

شاد

ذات کو اسم وصفت مین جو نہ دیکھے کوئی | دیدہ اُسکا بخدا دیدۂ بینا نہ ہوا

مقصود بالتمثیل لفظ ذات ہے

قصۂ حلیمہ سعدیہ

یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین | نور اللہ کو لائی گھر مین

نسیم

انسان کو کیا ہے حق نے فائق | ہے عقل سے اشرف الخلائق

(۸) تقدیم مفعول مین فاعل کی بڑائی وعظمت نکلتی ہی جیسے اس شعر مین قصۂ شاہ روم کے سم

جسے چاہے توہی دیتا ہے عزت | جسے چاہے توہی دیتا ہے ذلت

یعنے تو ایسا عالی شان وصاحب عظمت ہے کہ جسکو چاہتا ہی عزت دیتا ہی جسکو چاہتا ہی ذلت دیتا ہی خواہ بادشاہ ہو خواہ فقیر۔

ممتاز گنگوہی

مُردون کو زندہ غلامان نبی کرتے ہین | معجزہ آپکا اے حضرت عیسیٰ کیا ہے

سمجھ بوجھ

مسکینون کو کردے صاحب تاج | شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج

تپش

شرر کو چھپایا ہر اک سنگ مین | نہان بوے گل کی ہر اک رنگ مین
گل و شمع کو اُس نے بخشی نمود | دیا مرغ و پروانہ کو بھی وجود

انشی

کبھی ناتوانون کو بخشے وہ زور | سلیمان کو گاہے کرے مثل مور

جن و دیو و انسان و حور و پری
کیے اُسنے قدرت سے پیدا تمام
دلیرون کو اُس نے کیا ہے دلیر

مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
نہان تھے ہوے سب ہویدا تمام
کیا نرہ شیرون کو اُسنے ہے شیر

غالب

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین

مثنوی زار

جیسے کو جگہ ملی فلک مین
فرعون کو نیل مین کیا غرق
قارون کو گرادیا درک مین
رکھا موسی کے تاج بر فرق

مولوی محمد اسمٰعیل

بکرم کی سبا کو تری صحبت نے بھلایا
ارجن کو تری ہمت و جرأت نے بھلایا
اور جنجوج کا شہرہ تری شہرت نے بھلایا
اسکندر و جم کو تری شوکت نے بھلایا

گویا

اُٹھائے سر جو ترے حکم کے بغیر کبھی
سر فلک کو کرے تیغ آفتاب قلم

مقصود بالتمثیل سر فلک ہی۔

(۹) تقدیم مفعول سے تخصیص کے علاوہ حصر بھی پیدا ہوتا ہی جیسے۔

میر حسن

کروں حمد میں تیری عزوجل
تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

تجھے مفعول ہے جس سے مراد خدائے تعالےٰ ہے اور تخصیص کے لیے اسکو مقدم کیا ہی جیسا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ سورۂ الحمد مین واقع ہے ایاک مفعول ہے جس سے خدا مقصود ہے اور نعبد جمع متکلم کا صیغہ ہی یعنی خاص تجھکو ہم عبادت کرتے ہین اسی طرح میر حسن کے مصرع مین کرتا چلون واحد متکلم کا صیغہ ہے اور ضمیر صیغے مین مستتر ہے یعنی خاص تجھکو مین سجدہ کرتا چلون اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ سجدہ اہل اسلام کے نزدیک سوا خدا کے دوسرے کے لیے ممنوع ہی۔

مذہب الاسلام

تجھے سمجھے ذات حاجت روا
تجھی سے کہے جو کہے مدعا

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر ॥ تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر

ذوق

تجھسے دیکھا سبکو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ ॥ نور ہا آنکھوں مین اور آنکھون سے پنہان ہی گا

تجھکو نہ دیکھا مقصود بالتمثیل ہے۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا ॥ جو دوی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

اُسے کی ضمیر خدائے تعالی کی طرف پھرتی ہے اور مقصود یہان تخصیص وحصر ہے۔

تقدیم مفعول دوم کی مفعول اول پر

پہلے مفعول کا حق یہ ہی کہ دوسرے پر مقدم ہو مگر جہان مفعول دوم کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے وہان اُسی کو مقدم کرتے ہین۔ جیسے۔

امیر

روتی ہی شبنم گلستان مین تو ہنس پڑتے ہین پھول ॥ پانی پانی جو کرے دل کو وہ آنسو اور ہے کسی کا

حقیقت مین پانی پانی مفعول دوم ہے اور مفعول اول یعنی دل کی صفت ہے لیکن صفت کا بیان کرنا متکلم کے نزدیک اہم تھا اس واسطے مقدم کیا۔

ہوس

دولت یہ کسے کسو نے دی ہے ॥ نعمت ہمین جو کہ تو نے دی ہے

دولت و نعمت کا بیان اہم تھا انکو پہلے بیان کیا باوجودیکہ مفعول دوم ہین اور کسے اور ہمین مفعول اول کو مؤخر کیا۔

صفیر

سحر برآئے اگر بھان متی کی صورت ॥ پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

پہلی جگہ پر مفعول دوم ہے اور کبوتر مفعول اول اور دوسری جگہ پر مفعول اول ہے اور کبوتر مفعول دوم۔

شیفتہ

جو بیگانہ جانے تجھے خلق کیا غم ॥ اگر آشنا آشنا جانتا ہے

تپش

روانی مرے نطق کو کر عطا	سلاست طلاقت سے کر آشنا

وہ

کشتۂ ناز آج سرد ہوا	مژدہ پہونچا دو میرے قاتل کو

نسیم

لیلیٰ ہین نے تجھے بنایا	مجنون مجھے خطاب دیدے

ولہ

یہ سُنکے اشارے سے بٹھایا طوق اُس کو طلسم کا پنھایا	بادام بنفشہ کو دکھایا قمری اُسے سرو نے بنایا

گلزار علی اسیر

خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال	خاطر وسوسہ پرداز کا دیوانہ ہون

تقدیم حال کی صاحب حال پر

حال وہ لفظ ہی کہ فاعل یا مفعول بہ کی کیفیت اور حالت کو ظاہر کرتا ہی جبکہ فاعل سے فعل صادر ہو یا اُسکی ذات سے قائم ہو اور مفعول پر فاعل کا فعل واقع ہو جسکی حالت معلوم ہوتی ہی اُسے ذو الحال یا صاحب حال کہتے ہین اصل یہ ہی کہ حال صاحب حال سے پیچھے ہوا کرتا ہی کبھی حال کو صاحب حال پر مقدم کر دیتے ہین اور اُس جگہ زیادہ اہتمام شان کا پایا جاتا ہی۔

نسیم

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش	خندان خندان اُٹھا وہ بشاش

خندان خندان حال ہی اسی کا زیادہ ترجتانا منظور تھا اسلیے مقدم کیا۔

آصف والی حیدرآباد

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا	دل مین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

ہوس

آزردہ دگریہ ناک و پر خشم سب آئے یہ حیف کرتے باہم	

مولوی مظہر علی حضوری

کل جو غصے سے مجھے اُسنے دکھائی آنکھین
روتے روتے مری آشوب کر آئی آنکھین

ظفر

ہون وہ گلے کے ہار اگر اُنسے پوچھیے
بکھرے ہوئے پڑے ہین یہ کیون ہار مین کے پھول

تقدیم ظرف

کبھی ظرف کو اُسکے متعلقات پر مقدم لاتے ہین اور ظرف کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی جیسے

لمؤلفہ

کعبے مین جا نا قوس بجا یا دیر کا جا کے طواف کیا
سچ تو یہ ہے اچھی سوجھی پیر مغان کو مستی مین

کعبہ مکان متبرک عبادت گاہ اسلامیان ہی اُس مین ناقوس کا پھونکنا ایک امر عجیب تھا اور اُسکا بیان ضروری تھا اسلیے اُسکو مقدم کیا اور اُسکا ذکر اول مناسب سمجھا۔

نعیم

کعبہ مین نہین پایا تو دیر مین جاتا ہون
الٹا ہون کہ شاید وہ بیرحم یہان ہوگا

ناسخ

باغ مین آج جو اُس گل کی سواری آئی
شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی

غالب

بینس مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے
کندھا بھی کہارونکو بدلنے نہین دیتے

ولہ

اُس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ولہ

اپنی گلی مین دفن نہ کر مجھکو بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

گلزار نسیم

واقف اُس بت کدے سے تھین وہ
سنگدیپ اُس کو لے گئین وہ
بتخانے مین تھا طلسم کا ڈر
ششدر ہوا چار سمت پھر کر

ذوق

دل بدخواہ مین تھا مارنا یا چشم بدبین مین	فلک پر ذوق گر تیر دعا مارا تو کیا مارا

گشن پرشاد شاد

جو وابستہ ہین گیسو سے ترے یہ اُنکی زینت ہی	گلے مین طوق ہی اور پانؤن مین زنجیر رکھتے ہین

پانچوان باغ قصر کے بیان مین

قصر کے معنی روکنے کے ہین چنانچہ اللہ فرماتا ہی حُورٌ مَّقۡصُورَاتٌ فِی الۡخِیَامِ یعنی حورین ہین خیمون مین رکی ہوئین اور اصطلاح علم معانی مین یہ ہی کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریق پر مخصوص کرنا اور اسکی دو قسمین ہین ایک **حقیقی** اور وہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شئے کے ساتھ نفس الامر اور حقیقت مین مخصوص کر دینا اس طرح کہ پہلی شے دوسری شئے سے غیر کی طرف کسی طرح متجاوز نہو جیسے خاتم الانبیا محمدؐ ہین اس مین ختم نبوت کا قصر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ہوگیا اور یہ کام اُن سے دوسرے کی طرف متجاوز نہین ہوسکتا دوسرا **غیر حقیقی** جسکو اضافی بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ ایک شئے کی تخصیص دوسری شئے کے ساتھ بہ نسبت کسی شئے کے ہو اس طرح کہ اس تیسری شئے تک وہ متجاوز نہو سکے اگرچہ یہ ممکن ہو کہ اُسکے سوا کسی اور چوتھی شے تک بعض امثلہ مین متجاوز ہو جائے پس قصر حقیقی مین ایک شئے دوسری شئے سے کبھی کسی کی طرف متجاوز نہین ہو سکتی اور قصر غیر حقیقی مین بھی اگرچہ ایک شئے دوسری شئے سے تیسری شئے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتی ہی مگر اس کے سوا کسی اور شئے کی طرف متجاوز ہو سکتی ہے جیسے زید کھڑا ہی اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتا اور یہ نہین ہے کہ کھڑا ہونا زید سے کسی اور کی طرف متجاوز نہو سکے عمرو کا یا خالد کا کھڑا ہونا جائز ہی کیونکہ یہان کھڑے ہونے کی تخصیص زید کے ساتھ بہ نسبت بیٹھنے کے ہوتی ہی کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف نہین پہونچ سکتا مگر زید کے سوا اور اشیا تک کھڑا ہونا متجاوز ہو سکتی ہی۔ اور اُن مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین۔

(الف) **قصر موصوف کا صفت پر** اور وہ یہ ہی کہ موصوف اُس صفت سے دوسری صفت کی طرف متجاوز نہو سکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس صفت سے اور شئے بھی متصف ہو سکے (ب) **قصر صفت کا موصوف پر** اور وہ یہ ہی کہ وہ صفت اس موصوف سے کسی اور موصوف کی طرف متجاوز نہ کر سکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس موصوف کے لیے اور صفات بھی ہون۔ اور قصر کی

بحث مین **صفت** سے مراد صفت معنوی ہی یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہون اور صفت نحوی مُراد نہین۔ نحویون کے نزدیک صفت اُس تابع کو کہتے ہین کہ ایسے مضے پر دلالت کرتا ہو جو ذات متبوع مین موجود ہون جیسے چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک نے اُس چیز پر دلالت کی جو گھوڑے مین موجود ہی یعنی چالا کی یا ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو متبوع کے متعلق مین ہوتی ہی جیسے طفل خوبرو پس خوب اُس شے پر دلالت کرتا ہے جو طفل کے متعلقات مین سے ہی اور وہ رو ہے لیکن اس اعتبار سے کہ وہ طفل کا مُنھ ہی صفت طفل کی ہوگیا اسی کو نعت اور وصف بھی کہتے ہین۔

اقسام قصر حقیقی

اِسکی دو قسمین ہین (۱) وہ قصر حقیقی جس مین قصر موصوف کا صفت پر ہو (۲) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہو۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر مولوی صاحب فقیہ ہی ہین یعنی صرف اسی صفت سے مخصوص ہین اور کوئی صفت اُن مین نہین ہی اس قسم کا قصر ایسے بلیغ سے جو صدق کا متلاشی ہو واقع نہین ہوتا کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین کہ اُسکی صفات کا احاطہ ہو سکے تا کہ کسی صفت کا اُسکے لیے ثابت کرنا اور اُسکے ماسوا کا اُس سے بالکل نفی کرنا ممکن ہو بلکہ ایسا کر سکنا محال ہی اسلیے کہ صفت منفیہ کے لیے بھی نقیض ہی اور وہ ایسی صفات مین سے ہی کہ نفی اُسکی ممکن نہین اسلیے کہ نقیضین کا ارتفاع ممتنع ہی مثلاً جب ہمنے کہا کہ زید شاعر ہی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ اور کوئی صفت اُس مین نہین پائی جاتی سوائے شاعر ہونے کے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ وہ کھڑے ہونے کے ساتھ اور کھڑے ہونے کے نقیض کے ساتھ بھی متصف نہو اور یہ محال ہے۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر اور یہ قسم بہت جگہ آئی ہے جیسے مکان مین سوائے زید کے کوئی نہین یعنی مکان مین موجود ہونا ایک ایسے معنے ہین جو زید پر مقصور ہین اسی طرح خدا ہی عالم الغیب ہے یعنے اور کوئی اس صفت سے موصوف نہین اسی طرح محمدؐ ہی خاتم الانبیا ہین۔

کبھی قصر حقیقی کو مبالغے کے واسطے بیان کرتے ہین اور صفات متعددہ کو بمنزلے معدوم کے خیال کرتے ہین سو یہ کبھی قصر موصوف کا صفت پر ہوتا ہی چنانچہ کہتے ہین زید دیوانہ ہی ہی یعنی اور جتنی صفات ہین دیوانگی کی ایسی مغلوب ہوگئی ہین کہ گویا معدوم ہین اسی طرح میر صاحب مرثیہ گو ہی

ہین یعنے اُنکی تمام صفات مرتبہ گوئی کے مقابلے مین کالعدم سمجھی گئی ہین اور کبھی قصر صفت کا
موصوف پر ہوتا ہی مثلاً میر ہی شاعر ہین۔
اس حساب سے قصر حقیقی کی چار قسمین ہوئین۔
(الف) وہ قصر حقیقی جس مین موصوف کا قصر صفت پر غیر ادعائی ہو۔
(ب) وہ قصر حقیقی جس مین موصوف کا قصر صفت پر ادعائی طور پر ہو۔
(ج) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر غیر ادعائی ہو
(د) وہ قصر حقیقی جس مین قصر صفت کا موصوف پر ادعائی طور پر ہو۔

اقسام قصر غیر حقیقی

اسکی ۲ دو قسمین ہین (۱) قصر موصوف کا صفت پر (۲) قصر صفت کا موصوف پر اور
پھر ان مین سے ہر ایک مین مخاطب یا تو افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرتا ہی پس یہ چھ
قسمین ہون گی۔
(الف) قصر موصوف کا صفت پر بطریق افراد کے۔
(ب) قصر موصوف کا صفت پر بطریق قلب کے۔
(ج) قصر موصوف کا صفت پر بطریق تعیین کے۔
(د) قصر صفت کا موصوف پر بطور افراد کے۔
(ر) قصر صفت کا موصوف پر بطور قلب کے۔
(س) قصر صفت کا موصوف پر بطور تعیین کے۔
قصر حقیقی اور غیر حقیقی مین فرق یہ ہی کہ حقیقی مین متکلم کے نزدیک جمیع صفات مسلوب ہوتے
ہین اور یہ شرط اُس مین نہین ہوتی کہ مخاطب افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرے اور یہ سلب
مقتضی اس بات کا ہی کہ تعدد صفات ہو اور غیر حقیقی مین واجب ہی کہ ان تینون مین سے کسی ایک کا
اعتبار کیا جائے اور عدم تعدد صفات کو اُس مین دخل نہین اور افراد اور قلب اور تعیین بسبب مقام
معلوم ہو سکتے ہین۔
اب ہم اسلیے کہ یہ امر بخوبی خاطر نشین ہو جائے ان چھون صورتون کو چھ مثالون مین بیان
کرتے ہین (۱) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید منجم بھی ہی اور شاعر بھی ہی تو اُسوقت متکلم کے

یہ کہنے سے کہ زید منجم ہی ہے اُسکا یہ اعتقاد باطل ہو جائے گا کہ زید دونون صفتون مین شریک ہے اور اُن سے موصوف ہے اس مثال مین قصر موصوف کا صفت پر باعتبار افراد کے ہے (۲) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید اور بکر دونون فقیہ ہین تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید ہی فقیہ ہے مخاطب کا یہ اعتقاد باطل ہو جائیگا کہ دونون صفت فقہ مین شریک ہین اور جان لیگا کہ بکر فقیہ نہین صرف زید ہی فقیہ ہے یہ مثال صفت کے قصر کی موصوف پر باعتبار افراد کے ہے یہ دونون صورتین قصر افراد کی ہین (۳) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید بیٹھا ہے نہ کھڑا مخاطب کا یہ اعتقاد کہ زید کھڑے ہونیکی صفت کے ساتھ متصف ہے باطل ہو جائیگا اور یہ صورت قصر موصوف کی ہے صفت پر (۴) اگر مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے نہ خالد تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ خالد کھڑا ہے نہ زید مخاطب کا وہ اعتقاد باطل ہو جائے گا یہ مثال قصر صفت کی ہے موصوف پر۔ یہ تیسری اور چوتھی شکل قصر قلب کہلاتی ہے کیونکہ ان مین متکلم مخاطب کا تمام حکم بدل ڈالتا ہے بخلاف قصر افراد کے کہ اُس مین بعض حکم مخاطب کا متکلم ثابت رکھتا ہے اور بعض کی نفی کرتا ہے (۵) مخاطب منجملہ دو صفتون کے کسی ایک صفت کے ساتھ زید کے متصف ہونے کا معتقد ہو مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہو کہ خاص اس ایک صفت کے ساتھ متصف ہے نہ دوسری کے چنانچہ ایک شخص یہ تو جانتا ہے کہ فن شعر یا فقہ کے ساتھ زید متصف ہے مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہین کہ ان مین سے خاص کس کے ساتھ متصف ہے تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہی ہے اُسکا یہ شبہہ رفع ہو جائے گا یہ قصر تعیین کی وہ قسم ہے جس مین موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہے (۶) مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ فن شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون مین سے ایک شخص بالضرور متصف ہے مگر صاف صاف یہ نہ جانتا ہو کہ خاص یہی ایک شخص متصف ہے پس متکلم کے کہنے سے کہ فقط زید ہی شاعر ہے اُسکو متعین ہو جائیگا کہ زید شاعر ہے خالد شاعر نہین یہ مثال قصر تعیین کی اُس قسم کی ہے جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے اور یہ دونون قسمین قصر تعیین کہلاتی ہین۔ کیونکہ ان مین اُس حکم کو جو مخاطب کے نزدیک معین نہ ہو معین کیا جاتا ہے اور اُس کا شبہہ دُور کر دیا جاتا ہے۔

پس یہ چھ قسمین قصر غیر حقیقی کی ہین اور چار قسمین قصر حقیقی کی ہین سب ملکر دس قسمین ہوئی

سوال اگر کہا جائے کہ یہان ایک اور قسم بن سکتی ہے کیونکہ جب سامع کو تردد زید اور عمرو کے آنے مین ہو اور متکلم کہے کہ نہ زید آیا ہے نہ عمرو بلکہ بکر آیا ہے پس یہ نہ تو قصر قلب ہے نہ قصر تعیین کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور قصر تعیین مین شرط ہے کہ

تصور موجود ہو اور اشتباہ اس بات مین ہو کہ ایا کون شخص دونون مین سے آیا ہے سو یہان تو بکر کا مخاطب کو تصور بھی نہ تھا۔

جواب اگر سامع کو تردد اس بات مین تھا کہ جو شخص آیا ہے وہ زید ہی یا عمر وان دونون مین سے ایک کے سوا اور کوئی شخص نہین تو اس وقت یہ قصر قلب ہوگا کیونکہ متکلم کا کلام سامع کے اعتقاد کے برعکس ہی اور اگر مساوات کا ارادہ رکھتا تھا کہ زید آیا ہے یا بکر یا عمرو یا کوئی اور شخص پس بیشک یہ قصر تعین ہوگا کیونکہ اُسکا خاص یہ مطلب نہ تھا کہ زید ہی آوے یا عمرو یا بکر بلکہ اُسکا یہ مطلب تھا کہ کوئی ہو اور مطلب اُسکا طلب تعین اور رفع اشتباہ تھا سو وہ بکر کے کہنے سے حاصل ہو گیا مگر اُس صورت مین اُسکا جواب مشکل ہے کہ سامع خالی الذہن ہو اور ان دونون مین سے کسی کا تصور نہ رکھتا ہو پھر بھی کہہ سکتے ہین کہ اس قسم کی مثالین بہت کم واقع ہوتی ہین یہ مختصر طور پر بیان قصر افراد اور قصر تعیین اور قصر قلب کا ہے۔

شرائط قصر

قصر افراد مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو شرط ہے کہ دونون صفات باہم متنافی و متباین نہون پس اس صورت مین یہ نہین کہا جائیگا کہ زید بینا ہے نہ نابینا کیونکہ قصر افراد مین شرط ہے کہ مخاطب اعتقاد شرکت کا رکھتا ہو اور کوئی عاقل یہ اعتقاد نہین کر سکتا کہ زید ایک ہی حالت مین بینا بھی ہو اور نابینا بھی اور قصر قلب مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو یہ شرط ہے کہ مخاطب ایسے معنون کا اعتقاد رکھتا ہو کہ ایک نوع کی تنافی اُن مین پائی جاے پس یہ نہین کہا جا سکتا کہ زید کھڑا ہے نہ شاعر ہے کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور یہ اُس صورت مین ممکن ہے کہ دونون امر ایسے ہون کہ اُن مین ایک نوع کی تنافی پائی جائے جیسا کہ کہین زید کھڑا ہے نہ بیٹھا اور شاعری ایک صفت علحدہ ہے اور کھڑا ہونا صفت علحدہ اور اُس قصر قلب مین جس مین قصر صفت کا موصوف پر ہو یہ شرط جاری نہین ہو سکتی پس جو شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ زید آیا ہے نہ عمر تو اُس کو یون جواب نہین دے سکتے کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اسلیے کہ آنے کے وصف مین دو موصوفون کا جمع ہونا ممکن ہے پس اس مین تنافی ہونا شرط نہین بلکہ کبھی تنافی نہین پائی جاتی جیسے اس مثال مین کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اور کبھی پائی جاتی ہے جیسے سوا عمرو کے زید کا باپ نہین اسلیے کہ یہ قصر صفت کا ہی موصوف پر قصر قلب کے قبیل سے اور یہ ممکن نہین کہ دو موصوف زید کا باپ بننے کی صفت مین جمع ہون

اور قصر تعیین مین کبھی قصر افراد کی شرط پائی جاتی ہو اور کبھی قصر قلب کی یعنی کبھی قصر قلب کی طرح دونون صفات باہم منافی ہوتے ہین اور کبھی قصر افراد کی طرح منافی نہین ہوتے پس قصر تعیین کی مثالون مین سے بعض مثالین قصر قلب کی ہوسکتی ہین اور بعض قصر افراد کی۔

قصر کے استعمال کے طریق

قصر کا استعمال سات طور پر ہوتا ہے (۱) عطف کے ساتھ (۲) نفی و استثنا سے (۳) کلمہ ہی کے ساتھ (۴) تقدیم و تاخیر سے (۵) مسند الیہ کی تکرار سے (۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شئے کو ثابت کرنے سے (۷) بعض الفاظ سے۔

اب اس اجمال کی تفصیل مفصل ذکر کیجاتی ہے۔

(۱) عطف کے ساتھ قصر

مثال قصر افراد مین قصر موصوف کی صفت پر یہ ہو کہ زید منجم ہو نہ شاعر۔

مصحفی

مزاج انکا طول اسقدر بڑا ہے کہ وہ	ہنسی سمجھتے ہین اس بات کو نہ جرم کبیر

نہ موصوف ہے اور ہنسی سمجھنا اور جرم کبیر سمجھنا صفات ہین پس ان مین سے پہلی صفت پر موصوف قصر کیا ہو۔ اور عبد الحلیم شرر کی اس عبارت مین "برٹش گورنمنٹ نے اردو کو عدالت کی کرسی تک نہین پہونچایا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ خاک سے اٹھایا اور آسمان پر پہونچایا"۔ بلکہ جب نفی کے بعد آتا ہے تو تابع کے لیے اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے حصر پیدا ہوتا ہو بخلاف اسکے کہ اثبات کے بعد آتا ہو تو متبوع سے اثبات کا رفع نہین کرتا بلکہ اسکو مسکوت عنہ کے حکم مین کر دیتا ہو اسلیے قصر کا فائدہ نہین بخشتا پس مثال مذکور مین عدالت کی کرسی تک پہونچنے کی اردو سے نفی ہوتی ہو اور خاک سے اٹھائے جانے اور آسمان تک پہونچائے جانے کا اسکے لیے اثبات ہوا ہے۔

ترجمہ مثنوی روم مولفہ راسخ ؔ

یہ نہین اپنے لیے تیری قسم	بلکہ تیرے واسطے ہے رنج و غم

ظفر

رخ کو تیرے نہ میان برق نہ شعلہ نہ قمر	بلکہ خورشید جہانتاب کہے تو کہہ دون

نوبہار اُمید

لکھنے کے وقت نہ تھا اُسکے قلم کا دہ جریدہ | بلکہ تھا اُسکے لیے بہجت و شادی کا صفیر

تپش

نہ مار اب نہ مجھے بلکہ دے مجھکو کھول | وہی گفتگو پیار کی تجھسے بول

میر

شہر مین جو نظر پڑا اُس کا | کشتۂ ناز یا تغافل تھا

کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ شہر کے لوگ بہت سے اوصاف سے موصوف ہونگے تو یہ کہنے سے کہ ہر شخص کو اُسکے ناز یا تغافل کا کشتہ پایا یہ اعتقاد اُس کا باطل ہو جائیگا اور تمام اہل شہر کا قصر ان دو صفات مین قرار پائیگا۔

قصر قلب مین قصر موصوف کا صفت پر

لمؤلفہ

گریہ زیبا ہے نہ خندہ تجھکو | حال پر میرے ارے او بدخو

معشوق موصوف ہے اور گریہ و خندہ دو صفات ہین اور ان دونون مین تنافی ہے پس ان مین سے صرف ایک ہنسنے کی صفت پر قائل نے معشوق کا قصر کر دیا۔

ہادی

دل یہ ہوا ہادی نہ آگہ سُنکے حال رفتگان | بلکہ بہر خواب غفلت یہ بھی اک افسانہ تھا

دل موصوف ہے اور حال رفتگان سُنکر آگہ نہونا اور خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونا یہ دو صفات تنافی ہین کیونکہ خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونے سے مراد غافل ہو جانا ہے اور ظاہر ہے کہ آگہ یعنے ہوشیار نہونے اور غافل ہو جانے مین تنافی ہے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

نہین قصہ یہ دل لگی کے لیے | بلکہ عبرت ہے آدمی کے لیے

قصہ موصوف ہے اور دل لگی اور عبرت یہ دو صفات متنافی ہین پس ان مین سے صرف دوسری صفت پر موصوف کا قصر کر دیا نسیم کا یہ شعر بھی اسی مثال مین ہے۔ ؎

سُو جبین وہ کہ یہ نہین کھلتی | ہے بلکہ برنگ زلف اُلجھی

بکاؤلی جسکی طرف وہ کی ضمیر راجع ہی موصوف ہی اور سُلجھی اور اُلجھی دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر اُسکا قصر کر دیا ہے۔

مولوی محمد اسمعیل

باہنر تو سرکشی کرتے نہین — بلکہ سر کو اور دیتے ہین جھکا

سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر باہنر کا قصر کیا ہی

ظفر

دیکھے دل اُس زلف کو ہمنے نہ دیکھا فائدہ — بلکہ اس سودے مین ہمکو ہمنشین گھاٹا ہوا

فائدہ اور گھاٹا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر متکلم نے اپنا قصر کیا ہی۔

مولوی ظفر علی خان بی اے

لام کاف آپ ذرا چھوڑیئے اسکا نہین وقت — بلکہ یہ وقت ہی اسکا کہ خدیجے شرق یہ لام

قصر افراد اور قصر قلب کے لیے ہمنے علحدہ علحدہ مثالین اسلیے ذکر کی ہین کہ موصوف سے صفت پر قصر مین قصر افراد کی مثال قصر قلب کے قابل نہین ہوسکتی اسلیے کہ قصر افراد مین یہ شرط ہی کہ دونون صفات مین باہم منافات نہو۔ اور قصر قلب مین یہ شرط ہے کہ دونون صفات مین کسی قسم کا تقابل اور منافات ہو گریہ اور خندہ ہوشیار نہونا اور غافل ہونا دل لگی اور عبرت سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا سُلجھی اور اُلجھی ۔ فائدہ ۔ اور گھاٹا ۔ وقت ہونا اور وقت کا نہونا ایسے وصف مین کہ باہم منافات رکھتے ہین اس لیے یہ قصر قلب کے قبیل سے ہین اور زید کے منجم و شاعر ہونے مین تنافی نہین اور نہ ہنسی سمجھنے اور جرم کبیر سمجھنے مین منافات ہے۔ اور نہ قلم کا صریر ہونے اور بہجت و شادی کا سفر ہونے مین تنافی ہے اور نہ عدالت کی کُرسی تک پہونچانے اور خاک سے اُٹھا کر آسمان پر پہونچانے مین منافات ہے اور نہ اپنے لیے ہونے اور تیرے لیے ہونے مین منافات ہے اور نہ رُخ کو برق و شعلہ و قمر کہنے اور خورشید جہانتاب کہنے مین اور نہ مارنے اور کھولدینے مین منافات ہے پس یہ تمام مثالین قصر افراد کی ہین اسی طرح میر کے شعر مین بھی کشتۂ ناز ہونے اور کشتۂ تغافل ہونے مین منافات نہین اسلیے وہ بھی قصر افراد کے قبیل سے ہی۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر زید شاعر ہی نہ خالد یہ مثال قصر افراد مین بھی کام آسکتی ہی

اور قصر قلب مین بھی جیسا موقع ہوگا وہان ویسا اعتبار کر لیا جائے گا اگر قصر افراد کا موقع ہوگا تو اس کو قصر افراد کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ صفت شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون متصف ہین تو متکلم نے یہ کہکے کہ اس صفت سے زید ہی متصف ہے خالد کو شاعری نہین آتی اُسکے اُس اعتقاد کو باطل کر دیا کہ دونون شاعر ہین پس یہان افراد کا قصر شاعری پر ہو گیا اور اگر قصر قلب کا موقع ہوگا تو اُس کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ خالد شاعر ہے زید شاعر نہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہے نہ خالد اُسکا وہ اعتقاد باطل ہو جائے گا اور اس مین قلب اور عکس اُسکے اعتقاد کا ہے کیونکہ جس کو وہ شاعر جانتا تھا متکلم نے اُس کی شاعری کو باطل کر دیا اور جسکو شاعر نہ جانتا تھا اُس کو شاعر مانا پس اُس ایک مثال سے دونون جگہ کام آنے کی تعیین تفصیل معلوم ہو گئی اسیطرح اور بھی جو مثال قصر افراد کی ہوگی وہ قصر قلب مین و بالعکس کام آسکے گی بشرطیکہ قصر صفت کا موصوف پر ہو کیونکہ صفات کی تنافی قصر قلب مین اور عدم تنافی قصر افراد مین صرف موصوف کے صفت پر قصر مین شرط ہے اور صفت کے موصوف پر قصر مین اس کی ضرورت نہین کیونکہ یہان خود دونون موصوفون مین علانیہ تنافی موجود ہوتی ہے پس یہان دونون قصرون کا فرق مخاطب کے اعتبار کے موافق ہوتا ہے۔ ؎

	یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین		بدنامی کو اک حسرت اک میر ہین اور ہم ہین	

جن لوگون کو یہ اعتقاد تھا کہ فن شاعری مین بہت سے لوگ کمال رکھتے ہین تو قائل نے یہ کہکر کہ اس فن مین بدنام یعنی نامور ہم دو ہی شخص ہین اُنکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اور اس فن کے کمال کا قصر دو شخصون کے ساتھ کر دیا اور یہ قصر افراد کی صورت ہی اور قصر قلب کی صورت یہ کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ فن ریختہ گوئی مین میر اور حسرت نامور نہین انکے سوا دوسرے شاعر نامور ہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ میر اور ہم اس فن مین نامور ہین اُسکا وہ اعتقاد باطل ہو جائیگا اور اس مین اُسکے اعتقاد کو قلب کر دیا ہی۔

	مومن	

	لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین		مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین	

ہر مصرع مین موصوف وہ اور مین ہین اور اُنکا ماقبل صفت ہی پہلے مصرع مین لائق جور و جفا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہی اور دوسرے مصرع مین مفتری فتنہ بلا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہی

اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ اور متکلم دونون لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا ہین تو اس اعتقاد کے مقابلے مین یہ قول قصر افراد ہوگا اور اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا نہین متکلم ایسا ہی تو اُس اعتقاد کے مقابلے یہ قول قصر قلب ہوگا۔

ولہ

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین ۔۔ لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

پہلے مصرع مین خوے ستم آرا اور مین دو موصوف ہین اور قابل ترک ہونا ایک صفت ہے جس مین دونون موصوف شریک سمجھے گئے ہین اور دوسرے مصرع مین رنجش بیجا اور مین دو موصوف ہین اور لائق سہو ہونا ایک صفت ہے جس مین دو شریک سمجھے گئے ہین پس قائل نے قابل ترک کا قصر خوے ستم آرا پر کردیا اور لائق سہو ہونے کا قصر رنجش بیجا پر کردیا۔
یہ صورت قصر افراد کی ہے اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ متکلم قابل ترک نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو تھا نہ رنجش بیجا تو یہ قصر قلب ہوگا۔

ولہ

چھوڑ دینا تھا تمھین جھوٹ قسم کو نہ مجھے ۔۔ دل سے کھونا تھا اس انداز ستم کو نہ مجھے
بھول جانا تھا جفاے ہیم کو نہ مجھے ۔۔ نیست کردینا تھا اندوہ الم کو نہ مجھے

غالب

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر ۔۔ دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

اور یہ ظاہر ہی کہ جو مثال قصر افراد اور قصر قلب کی ہی وہ قصر تعیین کی بھی مثال ہوسکتی ہی کیونکہ یہ باعتبار اختراط کے دونون سے عام ہے۔

(۲) نفی و استثنا سے قصر

استثنا کے معنی لغت مین نکالنے کے ہین اور اہل نحو کی اصطلاح مین استثنا نکالنا ایک چیز کا ہی اُس حکم مین سے جس مین اُس کا غیر داخل ہے کلمۂ استثنا کے ذریعہ سے تاکہ معلوم ہوجائے کہ اُس نکلی ہوئی چیز کی طرف وہ حکم منسوب نہین ہے جو غیر کے ساتھ نسبت کیا گیا ہے جس مین سے نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ منہ کہتے ہین اور جس کو نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ بولتے ہین اور جن حرفون سے استثنا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ حروف استثنا کہلاتے

ہین اور استثنا مین نفی سے اثبات اور اثبات سے نفی ہوتی ہے یعنے اول منفی ہو تو دوسرا مثبت ہوتا ہی اور اگر اول مثبت ہو تو دوسرا منفی ہوتا ہے مگر یہ نفی و اثبات ضمناً و اشارةً سمجھے جاتے ہین الفاظ کلام سے مقصود نہین ہوتے مقصود تو صرف اُن افراد پر حکم ہوتا ہے جو استثنا کے بعد باقی رہتے ہین کیونکہ اہل نحو کا اتفاق ہے اس بات پر کہ استثنا مین تین چیزین عرفی ہین ایک مستثنےٰ کا مستثنےٰ منہ سے نکالنا دوسرے استثنا کے بعد جس قدر افراد باقی رہتے ہین اُن پر حکم کا ہونا مقصود ہونا بغیر اسکے کہ قدر مستثنےٰ ہین نفی و اثبات کا قصد کیا جائے اگرچہ یہ لازم ہوتے ہین تیسرے نفی سے اثبات کا اور اثبات سے نفی کا ضمناً و اشارةً سمجھا جانا بغیر قصد و عبارت کے اور علماے معانی کہتے ہین کہ استثنا تشریک کی نفی کے لیے موضوع ہی یعنے مستثنےٰ منہ کے افراد مین سے جو کوئی مستثنےٰ اسے غیر ہی وہ حکم مین مستثنےٰ کا شریک نہین ہوتا اور اس سے تخصیص لازم آتی ہے یعنی حکم کا ثبوت مستثنےٰ کے لیے لازم آتا ہی اور اُن افراد کے لیے جو مستثنےٰ کے ماسوا ہین حکم کی نفی لازم آتی ہے علماے معانی اس تخصیص کو قصر کہتے ہین پس قصر اُسی استثنا سے ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو اگر ایجاب کے بعد ہوگا تو وہ قصر کے لیے نہین بلکہ اُس سے حکم ایجابی کی تصحیح مقصود ہوتی ہے پس وہ صرف حکم کے لیے بمنزلے قید کے ہی پس جیسے مردان عالم آے قصر کا فائدہ نہین بخشتا اسی طرح آدمی آئے مگر جاہل قصر کا فائدہ نہ بخشے گا اور اگر یون کہینگے کہ نہین آیا مگر زید تو قصر کا فائدہ حاصل ہوگا اسلیے کہ مقصود اس سے یہ ہی کہ حکم زید پر مقصور کیا جائے اور اگر صرف تحصیل حکم منظور ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید آیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

مثنوی عابد

راہ مین اُس کو نہ تھی کچھ فکر اور | ہان مگر ہر بات مین کرتا تھا غور

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اس طرح کہ کسی کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ عابد کو راہ مین بہت سی چیزون کی فکر ہوگی پس یہ کہکر کہ صرف غور کرتا تھا اسکے سوا کسی چیز کی فکر نہ تھی اُس کے اعتقاد کو باطل کر دیا۔

مومن

نہ وہ خالق ہی مگر ہے اثر باعث خلق | نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ خالق اور ساتھ باعث خلق ہے پس یہ کہکر کہ خالق نہیں مگر اثر باعث خلق ہے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اسی طرح سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ رازق بھی ہے اور قاسم رزق مقسوم بھی ہے متکلم نے جب یہ کہا کہ وہ رازق نہیں مگر قاسم رزق مقسوم ہے تو اُس کا وہ اعتقاد باطل ہو گیا۔

قادر شاگرد طالب علی خان عیشی

جو کہ موسیٰ کو تجلی کا تماشا دکھلائے	کوئی شے دوسری ایسی نہیں اللہ ہی وہ رخ

محشر

محشر نہیں ہی عرصۂ عالم میں بالیقین	غیر از علی جوان بجز ذوالفقار تیغ

حالی

کچھ نہیں زاد راہ پاس اپنے	مگر اُمید عفو رب غفور

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

قلق

اسب طرح خوش تھا وہ خجستہ نہاد	غم نہ تھا کچھ بجز غم اولاد

یہاں قصر موصوف کا صفت پر اس طرح بنتا ہی کہ کسی کو اعتقاد اس بات کا ہو کہ غم اولاد کا اور اُسکے سوا دوسری چیز کا بھی ہوگا پس جب قائل نے یہ کہا کہ سوائے غم اولاد کے اور کوئی غم نہ تھا اولاد ہی کا غم تھا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور چونکہ غم ہونے اور غم نہونے مین تنافی ہی اسلیے قصر قلب ہے

غلام حسین شکیبا دہلوی شاگرد میر

نیم بسمل اُسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہیں	پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اُٹھ گیا

شاعر نے مخاطب کے اس اعتقاد کو باطل کیا ہی کہ اس نیم بسمل کو متعدد چیزون کا غم ہوگا پس جب شاعر نے یہ کہا کہ سوائے اسکے اور کوئی غم نہیں کہ دست قاتل کا اعتبار اُٹھ گیا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور غم نہونے اور غم ہونے مین تنافی ہے۔

ذوق

نہ آیا خاک بھی رستہ تجھے مین عمر رفتہ کا	مگر مجھے تو داغ معصیت کو نقش پا مجھے

متکلم موصوف ہی اور سمجھ مین آگے اور سمجھ مین نہ آنیکی دو صفتین ہین جو دونون باہم تنافی ہین پس استثنا کرنے سے قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا۔

غالب

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی | ہمنے بارہا ڈھونڈا تمنے بارہا پایا

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اسطرح کہ مخاطب کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ قائل کو دل کے بہت سے حال معلوم ہین تو اُسنے یہ کہکر کہ دل کا صرف یہی حال معلوم ہی اُن حالات کا قصر کر دیا اور دل کا حال معلوم ہونے اور نہونے مین منافات ہی۔ اسلیے قصر قلب ہی۔

الماس

فضل حیدر سے جہان مین ہو نہین نام دیگن تن | کہ کبھی کھینچلے گر تیغ بھی دشمن مارے
تو مجھے کچھ نہو معلوم مگر اتنا ہو | چھڑی پھولون کی جیسے کوئی سمدھن مارے

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی کہ اگر مخاطب کا یہ اعتقاد ہو کہ قائل نہایت کمزور ہی کسی صدمے کی برداشت نہین کر سکتا تو یہ کہکر کہ مجھے دشمن کی تلوار سمدھن کی پھولون کی چھڑی کی طرح معلوم ہوگی اسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا۔ معلوم نہونے اور معلوم ہونے مین تنافی ہی اس سبب سے قصر قلب ہی۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر خواہ قصر افراد ہو یا قصر قلب

میر حسن

نہین ہمسر اُس کا کوئی جز علیؓ | کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

یہ اُس شخص کے اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے ہے جسکا اعتقاد یہ ہو کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی اور بھی ہی یا صرف اور کوئی شخص اُنکا ہمسر ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی دوسرا شخص بھی ہی تو قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ اُن کا ہمسر فقط اور شخص ہی تو قصر قلب ہوگا۔

مہر

جز آہوئے چشم ابلق یار | ابلق کوئی ہرن نہ دیکھا

حالی

آسودہ نہین ہند کے راحت طلبونکو | راحت کی کسی جائے کہین جز سایۂ قیصر

ہوس

جز آہ نہ تھا رفیق کوئی | جز گریہ نہ تھا شفیق کوئی

سودا

راز کا اُسکے نہیں جز راز حق کے راز دان	واقف اسرار اُسکا کون جُھٹ اسرار حق

حسرت

مگر باقی ہی غم اُسکا بڑی یہ شادمانی ہے	فلک نے کوئی اسباب طرب باقی نہیں چھوڑا

ناسخ

وہ کون جا ہی جہان چاہ زیر گاہ نہیں	سوائے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین

(۳) قصر کلمہ ہی کے ساتھ جو مفید حصر ہی

جب ہی کے ساتھ ضمائر منفصلہ اور اسم اشارہ کے الفاظ ملتے ہین جیسے یہ۔ وہ۔ اُس تو اکثر حرف ہا گرجاتا ہے اور جب لفظ ہم اور تم اور اُن ملتے ہین تو آخر مین ایک نون غنہ اور بڑھ جاتا ہے۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

زید شاعر ہی ہی کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ زید شاعر بھی ہی اور فقیہ بھی ہی تو اُسکے اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے کہا جائیگا کہ زید شاعر ہی ہی یعنے اس صفت کے سوا کوئی اور صفت نہین رکھتا۔

جرأت

کچھ لطف سیر ہمکو نہین ہے بہار کا بچنا محال ہے دل زار و نزار کا	اس گلعذار بن تو عزیزو چمن کے بیچ روتے ہی اور تڑپتے ہی گذرے ہی روز و شب

عزیزون کو یہ اعتقاد تھا کہ متکلم کو روز و شب روتے اور تڑاپتے اور دوسرے کام کرتے گذرتا ہوگا تو اُنکے اس اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے متکلم نے کہا کہ مجھے روز و شب روتے اور تڑپتے ہی گذرتا ہی۔

حالی

خوشنویسون کو ہے یہی آزار	شاعرون مین بھی ہے یہی تکرار

لوگون کو اعتقاد تھا کہ شاعرون مین کئی قسم کی تکرار ہی اور خوشنویسون کو کئی آزار ہین تو قائل نے شاعرون کی تکرار اور خوشنویسون کے آزار کا ایک ایک چیز مین قصر کر دیا۔

کہتے ہین اثر بیکار روتے مین یہ مین باتین اک دن بھی نہ یار آیا روتے ہی کٹین راتین

سامع کو اعتقاد تھا کہ متکلم کی راتین سوتے اور ہنستے اور روتے یا کسی اور طرح کٹی ہونگی قائل نے کہا کہ راتین روتے ہی کٹین اُسکے اعتقاد کو باطل کر دیا اور اپنی راتون کے کٹنے کا ایک صفت مین قصر کر دیا۔

ہوش

ہے بس یہی لطف چشمۂ آب	تا تشنہ جگر ہو کوئی سیراب

چشمۂ آب موصوف ہے اور تشنہ جگر کو سیراب کرنا صفت ہے سامع کو اعتقاد تھا کہ چشمۂ آب کے لطف متعدد ہین پس قائل نے یہ کہا کہ اُسکا صفت یہی لطف ہے کہ تشنہ جگر اُس سے سیراب ہو۔ اس صفت مین اُسکے لطف کا قصر کر دیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

غالب

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون	روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ اُسکے دل نہین سنگ و خشت ہے پس متکلم نے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کرنیکے لیے کہا کہ دل ہی ہے سنگ و خشت نہین پس یہان قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا یہ قصر قلب ہے کیونکہ دل مین اور سنگ و خشت مین تنافی ہے۔

دلہ

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے	غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

معشوق یہ اعتقاد تھا کہ عاشق رقیب کو میرا دشمن جانتا ہے حالانکہ وہ مجھسے محبت رکھتا ہے پس عاشق نے یہ کہا کہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین کہ عدو کو تجھ سے دشمنی نہین محبت ہے معشوق کے اُس اعتقاد کو باطل کر دیا چونکہ دشمنی و محبت مین منافات ہے اسلیے یہ قصر قلب ہے

قصر صفت کا موصوف پر

ذوق

کام تیرا ہی تھا اے ابر رحمت تجھے	ورنہ جائے داغ عصیان میرا دامان چھوڑ کر

ابر کے اس اعتقاد کے باطل کرنے کو کہ داغ عصیان میرے سوا دوسرے سے بھی زائل ہو سکتے ہین شاعر نے اس کام کا قصر ابر پر کر دیا یہ قصر افراد ہے اور اگر یہ اعتقاد تھا کہ داغ عصیان دوسرے ہی سے زائل ہو سکتے ہین مجھسے زائل نہین ہو سکتے تو ابر پر اسکا قصر کرنے سے قصر قلب ہو گا۔

درد

جگ مین آکر ادھر اُدھر دیکھا	تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

نظر آنے کی صفت کا قصر مخاطب پر کردیا ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابل سمجھا جائے کہ مخاطب اور اُسکے ساتھ دوسری چیزین متکلم کو نظر آتی ہین تو یہ قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ مخاطب تو نہین نظر آتا دوسری چیزین نظر آتی ہین تو اب قصر قلب ہو جائیگا۔

نسیم

تیرا ہی تو ہے فساد مردار	داماد کو گل دیا مجھے خار

یعنے اور کسی کا فساد نہین تیرا ہی فساد ہے۔

انیس

خادم شہ دین کے ہین تو عباس علی ہین	اس عہدے کے لائق جو اگر ہین تو وہی ہین

ولہ

صورت یہی شوکت یہی اجلال یہی ہے	ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے	گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا	دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

واجد علی شاہ

مجھی کو واعظا پند و نصیحت	کبھی اُس کو بھی سمجھایا تو ہوتا

سودا

فرزند اُسکا سدا جاہ و حشم رکھے	اُسی کو صاحب سیف و قلم رکھے

قلق

بُرج شاہی دکھاکے کہنے لگا	یہی بُرج شرف ہے اُس مہ کا

غالب

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے	تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے	تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

داغ

جب کہا اور بھی دُنیا مین حسین اچھے ہین		کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمین اچھے ہین	

(۴) ایسی چیز کی تقدیم سے قصر حاصل ہوتا ہی جسکا حق یہ ہی کہ وہ موٴخر ہو

(الف) مسند کو مسندالیہ پر مقدم کر دینے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہی بشرطیکہ مسندالیہ معرفہ ہو اگر نکرہ ہوگا تو یہ فائدہ حاصل نہوگا۔

سودا

سودا بجہان اپنی زبانی تو ہے		آفاق مین خاقانی ثانی تو ہے	
ذی نطق کا ہر چند نہین تو خالق		پر نطق کا خلاق معانی تو ہے	

اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی مسند ہین اور تو ضمیر مخاطب منفصل مسندالیہ ہے اور یہان اس تقدیم سے قصر مخاطب کا اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی پر ہوتا ہی اور یہ قصر صفت کا موصوف پر ہی اور یہان قصر افراد اور قصر قلب دونون بن سکتے ہین کیونکہ اگر متکلم کا یہ قول اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے ہی کہ خاقانی ثانی اور خلاق معانی اور اپنی زبانی ہونے مین سودا کے شریک دوسرے شعرا بھی ہین تو یہ قصر افراد کی صورت ہی اور اگر اس اعتقاد کے رد کے لیے ہی کہ سودا خلاق معانی اور خاقانی ثانی اور بجہان اپنی زبانی نہین ہی تو قصر قلب ہوگا کیونکہ اس مین متکلم نے اُس تمام اعتقاد کو بدل ڈالا ہے۔

حالی

جان اور مال سے نمرود کو کھویا تو نے		اور فرعون کو دریا مین ڈبویا تو نے	
مصر مین قید سے یوسف کو نکالا مین نے		اور ایوب کے بیڑے کو سنبھالا مین نے	

(ب) بعض معمولات فعل کی تقدیم سے دوسرے معمولات پر قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی جیسے۔

ناسخ

کیا کسی نے بجھا اُس شعلہ رو کے جسم پر	اپنے داغوں سے جلا دیتے ہین پروانے کو ہم

جلا دیتے ہین کا فاعل ہم ہی اور پروانہ مفعول ہے اور مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ دیتی ہی۔

صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین		لبھا لیتا ہی دل کو وہ بت طناز آنکھون مین	

دل کو مفعول ہے اور بیت طناز اسکا فاعل ہے

ظفر

چمن سے ڈھونڈھتا آوے ہزار تا بازار
نیا دے رنگ پریدہ کے پر سراغ کو گل

رنگ پریدہ کا سراغ مفعول ہے گل فاعل ہے۔

امیر

توبہ سے کیا پشیمان ہین
زاہد دیکھ کر گھٹا ئین ہم

بعض محققین کہتے ہین کہ مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ نہین دیتی یہی قول مرجح ہے۔

(ج) فعل پر مفعول کی تقدیم سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے۔

میر حسن

رہ حمد مین تیری عزوجل
تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

قصۂ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلۂ خاک
بنایا جسنے تجھکو ایسا چالاک

مصرع اول مقصود بالتمثیل ہے۔

(د) حال کی تقدیم سے بھی فعل پر قصر پیدا ہو جاتا ہے مثلاً۔

ہوس

روتا ہوا وہ بحالت وجد
فریاد کنان گیا سوے نجد

جواد علیخان ہوس

خندان خندان جدھر پھرا وہ
گریان گریان ادھر گئے ہم

نواب محبوب علیخان آصف

کھلتے کھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا
دلمین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

(ہ) فعل پر مجرور کے مقدم کر دینے سے بھی قصر پیدا ہوتا ہے جیسے۔

داغ

زلال لطف کی تاثیر سے مٹ جائے شور الیا
یقین ہے اب نہ نکلے حشر تک کوئی کنوان کھاری

تاثیر مضاف زلال لطف بترکیب توصیفی مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مجرور ہے اور حرف سے جو سبب کا فائدہ دیتا ہے جار ہے اور یہ جار مجرور سے ملکر متعلق ہو مٹ جائے کے سے جو فعل ہے۔

شاہ غلام اعظم افضل

جب سے کہ ترے نور رخ صاف کو دیکھا | خواہش نہیں اے رشک مہ ماہ کسی کی

جب بمعنے جس وقت مجرور ہی اور سے حرف جار ہی۔

امداد

زلف میں کرتا ہی اغیار جو اسکے شانہ | پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

زُلف مجرور ہی اور میں جار ہی۔

میر علی سجاد

ان آنکھو نپہ دم نکل رہا ہے | تجھپر نہ نکال یار آنکھیں

ان آنکھون مجرور ہی اور پہ حرف جار ہے۔

(۵) مسند الیہ کی تکرار سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی

انیس

ولی ولی کی صدا اٹھی جہان جہان پہونچا | علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

علی مسند الیہ ہی اور نظر آئے مسند ہی اور علی کی تکرار قصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی علی کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔

(۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شے کا ذکر بطریق اثبات کے کیا جاتا ہے تو وہاں بھی قصر پیدا ہوتا ہے

سراج

کیا خاک آتش عشق نے دل بینوائے سراج کو | نہ حذر رہا نہ خطر رہا مگر ایک بے خطری رہی

اس مثال میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مگر کے لفظ سے قصر پیدا ہوا ہی کیونکہ بغیر اسکے بھی قصر ثابت ہے بنظر مزید احتیاط دوسری مثال دیجاتی ہی۔

محسن

کشور کا کل پہ پیچ و خم سے رواں ہے
نہ خطا ہی نہ ختن ہے نہ یہ عنبر سر ہے

میر حسن

نہ شد مدھ بدھ کی لی اور نہ سنگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

(۷) قصر ان الفاظ سے ہوا کرتا ہے

فقط ۔ صرف ۔ تنہا ۔ اکیلا ۔ محض ۔ خاص ۔ وغیرہ ۔

نواب مرزا شوق

ناک میں نیم کا فقط تن کا پٹا
شوخی چالاکی تقضا سن کا

التنا

کب چاہوں ہوا میں صرف ملاقات پی ٹھہرے
تب خوش ہو مرا دل کہ جب اُس بات کی ٹھہرے

مومن

تھا میں اس گھات میں کہ گر اک آن
ملے تنہا وہ راحت دل و جان
عذر تحریک اضطراب کردن
شکوۂ جوش پیچ و تاب کردن

شہید

دیکھا کیلے کے درختوں میں چھپا
ایک لڑکا ہے اکیلا بیٹھا

غالب

خاص جو آم جو نہ ارزاں ہو
نو بر نخل باغ سلطان ہو

لمؤلفہ

ہے جو تجھکو اُمید وصل دلبر
وہی چاہے تو اس سے کچھ دور نہیں
یہ محض تری خام خیالی ہے مگر
تجھی رکھ تو خدا کی قدرت پہ نظر

تنبیہ جیسا کہ مسند الیہ و مسند میں قصر واقع ہوتا ہے ویسا ہی فعل اور فاعل اور فاعل و مفعول وغیرہ میں بھی قصر واقع ہوتا ہے فعل و فاعل میں قصر ہونے کی مثال یہ ہے "نہیں آیا مگر زید" اور فاعل و مفعول میں قصر کی مثال یہ ہے کہ "زید نے نہیں مارا مگر عمرو کو" اور "نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے" اور دو مفعولوں کے باہم قصر ہونے کی مثال یہ ہے "میں نے نہیں دیا زید کو مگر گھوڑا" پس استثنا میں مقصور علیہ کو مع حرف استثنا کے مقصور کے بعد لاتے ہیں پس اگر فاعل پر قصر مقصود ہو گا تو کہینگے "نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے" یہاں فاعل مقصور علیہ ہے اور مفعول مقصور اور اگر قصر مفعول پر مقصود ہو گا تو کہیں گے

نہین مارا زید نے مگر عمرو کو یہان مفعول مقصور علیہ ہے اور فاعل مقصور۔
اگر کہا جائے کہ قصر کی دو صورتین ہین ایک صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے دوسرے موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہے حالانکہ فاعل و مفعول دونون ذات ہین نہ صفت پس ان مین قصر کیسے صحیح ہو سکتا ہے تو ہم جواب دینگے کہ فاعل کے قصر سے مفعول پر اور مفعول کے قصر سے فاعل پر یہ مراد ہے کہ جو فعل فاعل کا مسند ہوتا ہے اور جس فعل کے ساتھ مفعول متعلق ہوتا ہے اُس کا قصر ہوتا ہے نہ یہ کہ فاعل یا مفعولون کی ذاتون کا قصر ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقصور علیہ اور حرف استثنا کو مقصور پر مقدم کر دیتے ہین اور اسوقت مین بھی حرف استثنا مقصور علیہ سے مؤخر رہتا ہے جیسے نہین مارا مگر عمرو کو زید نے اس مثال مین فاعل کا قصر مفعول پر ہے اور نہین مارا مگر زید نے عمرو کو اس مثال مین مفعول کا قصر فاعل پر ہے اور مستثنیٰ منہ عام ہونا چاہیئے تاکہ اخراج اُس سے ثابت ہو جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ مستثنیٰ منہ جنس و صفت مین مستثنیٰ سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ صاحب زید کے اور کسی کو نہین مارا اس مثال مین کسی کو مستثنیٰ منہ ہے اور وہ عام ہے زید کا اخراج اُس سے ہو سکتا ہے اور جب مستثنیٰ منہ کی نفی کی جاتی ہے تو قصر پیدا ہوتا ہے کیونکہ سواے مستثنیٰ کے جنس مذکور مین کوئی شامل نہین رہتا۔

چھٹا باغ انشا کے حال مین ہے

یاد رکھو کہ انشا کا اطلاق دو چیزون پر ہوتا ہے ایک اُس کلام پر جسکی نسبت کیلئے جو اُس سے مفہوم ہوتی ہے امر خارجی جسکے ساتھ اُس کلام کی مطابقت یا غیر مطابقت کا قصد کیا جا سکے نہو دوسرے اُسکا اطلاق متکلم کے فعل پر ہوتا ہے اور وہ اس کلام کا القا ہے اور یہان انشا سے مراد یہ دوسرے معنی ہین پہلے معنے پس انشا طلب کو متضمن ہو تو اُس مین یہ لحاظ ضرور رکھنا چاہیے کہ طلب کے وقت مطلوب غیر حاصل۔ حاصل ہووے کیونکہ حاصل کی طلب محال ہے چنانچہ اگر مردے کو کہین کہ مر جا تو یہ محال ہے کیونکہ مرا ہوا کیا مرے گا یا بیٹھے ہوے آدمی سے کہا جائے کہ بیٹھ غرض یہ ہے کہ طلب کے جتنے اقسام ہین سب مین یہ رعایت ضرور ہونی چاہیے پس اگر مطلوب ایسا ہے کہ پہلے حاصل ہو چکا ہے تو ایسے موقع پر اُسکو اُسکے حقیقی معنون پر حمل نہین کیا جاتا بلکہ اُس کے اور معنے لیے جاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری کہ فی الحقیقت خبر ہے لیکن بظاہر انشا ہے اور نکتہ عامہ اس مین یہ ہے کہ مطلوب اس قدر واضح ہے کہ گویا مخاطب بھی اُس کو جانتا ہے یہان تک کہ متکلم اُس مطلوب کا اُس سے سوال کرتا ہے اور طلب کی پانچ قسمین ہین تمنا

استفہام - امر - نہی - ندا -

بیان تمنا

تمنا اُسے کہتے ہیں کہ کسی شے کے حصول کی طلب محبت کے طور پر کرنا اور اُس میں شرط نہیں کہ متمنی ممکن الوجود ہی ہو کیونکہ اکثر اوقات انسان طلب محال کی بھی کر لیتا ہے اور وہ محال یا محال عقلی ہوگا مثلاً -

جرأت

مالوف طبع جس سے ہو یارب حبیب کی	ہو جائے کاش شکل مری اس رقیب کی

ظفر

نسر طائر بھی انھیں دیکھ کے کہتا ہے کاش	ڈبوئے مجھکو بھی جناد اور دادار شیر

انشا

پیا لیان گل کی جو دھوئیں تو بلا سے باجی	کاش جبّے کو بھی لگے مرے کچھ دھوتی صبح

دلہ

کاش ستونکو نہ ملتی داڑھی اُگتے اُسکی جا	پنبۂ مینائے صہبائے کہن کے رونگٹے

مومن

پہونچتے دان تو اُس پردہ نشین کو دیکھتے	کاش ہوتے چشم نرگس دیدۂ بادام ہم

ناظم

ہے شب وصل نہو کاش سحر آج کی رات	عمر ساری مری ہو جائے بسر آجکی رات

نواب کلب علیخان

آرزو ہے نہ خنجر ہی بسمل ہو کر	کاش یہ بھی مرے پہلو میں ہے دل ہو کر

ذوق

جا سکتے ضعف سے نہیں کوچہ میں سکے آہ	بجائیں کاش کہ کی طغیانیوں میں ہم

یا محال عادی - ہوگا جیسے -

داغ

بیکسی بعد مرے ہجران کی نہ مجھے تاب نہیں
کاش دشمن ہی چلے آئیں جو احباب نہیں

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین ۔۔۔ ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

ولہ

دلخواہ اگر ملاپ ہوتا ملتے ۔۔۔ ای کاشکے عشق اختیاری ہوتا

اور کبھی متمنّی ممکن ہوتا ہی مگر اسوقت مین بھی بالضرور اُسکے وقوع کی اُمید اور توقع نہین ہوتی اگر ایسا نہو تو وہ تمنا نہین رہے گی ترجی ہو جائیگی بہر صورت اسکی مثال یہ ہی۔

شہیدی

ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب ۔۔۔ میسّر ہو طواف ای کاش مجھکو تیرے مرقد کا

مومن

ای اجل کاش اُلٹ جائین شب ہجران مین ۔۔۔ وہ دعائین کہ تری جان کو ہم دیتے ہین

ناسخ

اسکی ہردم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون ۔۔۔ کاش ناصح سے بھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی

غالب

کھیل سمجھا ہی کہین چھوڑ نہ دے بھول نجائے ۔۔۔ کاش یون ہی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

انشا

یہ جو بوڑھا سا ہی دربان تمھارا ای کاش ۔۔۔ کوئی جو بر آئے اور اسکی کوئی گردن مارے

عاشق

سامنے میرے اگر وہ بے حجاب آئے سبین ۔۔۔ کاش یہ کہکر بلالین آؤ پردہ ہو گیا

خان آرزو نے موہبت عظمیٰ مین لکھا ہی کہ جب کلمہ کاش یا کاشکے ماضی استمراری کے ساتھ جمع ہوتا ہی تو ندامت و حسرت کا فائدہ بخشتا ہے مثلاً۔

غالب

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے ۔۔۔ عرش سے اُدھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

نواب کلب علیخان

غش مین بیٹھے رہے وہ سر کو لیے زانو پر ۔۔۔ کاش تا حشر نہ مین آپ مین آیا ہوتا ؎

مومن

جنکے نامے ہیں پہنچے ہیں تجھ تک | کاش ہیں اُن کا نامہ بر ہوتا

اور سبب یہ ہو جو کہ ماضی ضرورتی الوجود ہو کہ معدوم ہو گئی اور استمرار رکھتی ہے پس جب تک دلالت اسکی نفی کی استمرار پر ہو گی طلب ثبوت فعل کی ایک بار بھی کہ مقتضا طلب غیر حاصل کا ہو وقوع میں نہ آئیگی برخلاف حال و استقبال کے اسلیے کہ اول بضرورت معلوم ہو کہ نہیں کیا ہے طلب کی وجہ سے اور جو کہ مستقبل ابھی تک نہیں آیا ہو وہ بھی اسی قیاس پر ہی۔

بیان استفہام

ذہن میں حصول صورت شے کے طلب کرنے کا نام استفہام ہو اور حصول سے مراد ادراک ہے اور صورت سے مراد وہ مفہوم ذہنی ہے جو ذہن میں حاصل ہو کر انکشاف و ادراک کا موجب ہوتا ہی یہی علم ہے اسی کو صورت کہتے ہیں یہی موجود ذہنی ہے کیونکہ جس طرح حقائق اشیا کا وجود خارج میں ثابت ہے اسی طرح ان اشیا کا وجود ذہن میں بھی ہوا کرتا ہے اشیا خارج میں اعیان ہیں اور ذہن میں صورتیں اشیا کے جسقدر آثار و احکام مترتب ہوتے ہیں وہ سب وجود خارجی پر مترتب ہوتے ہیں پس ہر ایک چیز کیلئے جو خاص مفہوم ذہن میں ہوتا ہے وہی اُس کا وجود ذہنی ہو جسکی وجہ سے وہ چیز ذہن میں معلوم و متمیز ہوتی ہو پس اگر وہ صورت نسبت ہو۔ درمیان دو چیزوں یعنی مسند الیہ اور مسند کے خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہو تو اس نسبت کے ذہن میں مدرک ہونے کو تصدیق کہتے ہیں اگر وہ نسبت نہو بلکہ موضوع یعنی مسند الیہ یا محمول یعنی مسند یا نسبت یا ان میں سے دو چیزیں یا تینوں ہوں بغیر لحاظ تعلقات باہمی کے تو اسکو تصور بولتے ہیں اور یہاں نسبت سے مراد خالی نسبت ہے یعنی بغیر لحاظ درمیان دو چیزوں کے۔

استفہام کی دو قسمیں ہیں حقیقی مجازی۔

(۱) استفہام حقیقی وہ ہو کہ متکلم مخاطب سے طلب خبر کرے عام اس سے کہ در حقیقت متکلم اُس سے علم نہ رکھتا ہو یا تجاہل عارفانہ کرتا ہو۔

مثال اول جیسے اس فقرے میں غالب کے تو صاحب بے وعدہ وفا کب کروگے علائی کو کب بھیجوگے ابھی تو شب کے چلنے اور دنکے آرام کرنیکے دن نہیں آئے

مومن یا دیگر اشکِ ما شاگرد برق

اب کیا ہوئی وہ آپکی مشکل میں مونی | باتوں میں تھا جو سحر کا عالم کہاں گیا

سودا

کسی کی دشمنی سے جو خوش کرے دلکو — وہ کون قوم ہین کیسے ہین کیا ہین بجلو بتا

داغ

تحریک دور سے بزم عدو مین خاک ہوتے ہم — کسی نے رات بھر اشارہ نہ پوچھا تم یہان کیون ہو

ستا یان

کہ تو کون ہے تیرا کیا کام ہے — نشان دے مجھے تیرا کیا نام ہے
کس اُستاد سے تو نے سیکھا یہ فن — بلا شبہ یکتا ہے ناوک فگن

مثال دوم جیسے اس شعر مین آتش کے۔

بہنیگے کس کا زیور چاند سورج — ٹھرا کرتے ہین زر گر چاند سورج

شاعر کو معلوم ہی کہ معشوق کا زیور بہنیگے مگر بطور تجاہل عارفانہ کے سوال کرتا ہے۔

نوا

کھولی تھی جبین زلف سے کسنے گرہ کنار بحر — موج رواں مین ہر حباب نافۂ مشکبار تھا

شاعر خوب جانتا ہی کہ معشوق نے جبین زلف سے گرہ کھولی تھی مگر تجاہل عارفانہ کرکے سوال کرتا ہے۔

مثنوی سعدین

کیا اسی کام کو بُلایا تھا — اسی خاطر بھگل بنایا تھا

ولہ

کہو کس بات پر اڑے ہو تم — باؤن بے وجہ کیون پڑے ہو تم

ولہ

کیون جی کیا تھا تمھین یہ عشق کا جوش — تن بدن کا نہ تھا تمھین کو ہوش

داغ

وہ حسین وعدہ کرین جاؤن جو گھر پر تو سین — کون ہے کسنے بُلایا آپ کیو نکر آیا

احمد علیخان صادق

مین کہان وہ عاشقان باغ شعر — اب نہین سنتے ہین ہم اُنکی فغان
ہائے ذوق و غالب و داغ و امیر — چھوڑ کر اسکو گئے ہین خود کہان

(۲) استفہام مجازی دو قسم پر ہی۔

(الف) اقراری یا تقریری یعنی اس سے مدعا ثابت کیا جاتا ہے اور مخاطب سے اُس بات کا اقرار طلب کیا جاتا ہی جو متکلم کے نزدیک ثابت ہوتی ہے اس میں بظاہر انکار ہوتا ہی اور حقیقت میں اثبات مقصود ہوتا ہے جیسے!

شہید

لوگوں نے کہا ہی یہ شہید آپ کا مضطر	فرمایا کہ کیا وہ مرے ہمراہ نہیں ہے

یعنے وہ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔

شاد حیدرآبادی

کب ترے بلوے نے حیران نکیا عالم کو	حشر کس دن ترے دیدار سے برپا نہ ہوا

دونوں مصرعوں میں استفہام ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

شیفتہ

ہرجائی اپنے وحشی کو کس منھ سے کہتے ہو	کیا آپکا نشان قدم کو بکو نہیں

یعنے آپکا نشان قدم بھی کوبکو ہی اور آپ بھی ہرجائی ہیں۔

اوج

سلامی سوز ماتم سے نہ سرگرم فغاں کیوں ہو	انہوں آتش فشاں نالے تو مجلس میں دھواں کیوں ہو

یعنی سلامی سوز ماتم کی وجہ سے ضرور سرگرم فغاں ہو۔

ناسخ

کیونکر قسیم نار و جناں ہو نہ مرتضےٰ	نائب ہے وہ جناب بشیر و نذیر کا

(ب) انکاری جس سے انکار پایا جاتا ہی اس میں بظاہر اثبات معلوم ہوتا ہے اور در حقیقت نفی ہوتی ہے جیسے۔

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن سے گرخ پر عیاں	ورنہ کب ممکن ہی شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

یعنے کاہ کا شعلے پر ٹھہرنا ممکن نہیں۔

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مُرجھانےکی	غنچہ گھبرا ہی چلا بو سے کہ گلشن سے نکل

یعنے کوئی بات پژمردگی اور مُرجھانے کی نہین ہے

نواب امجد علیخان یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ سا ہر وسا دوسرا	پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہو گیا

کریم اللہ خان درد مند

کنارے سے کنارا لب ملے ہے بحر کا یارو	پلک لگنے کا مضمون دیدۂ پر آب کیا جانے

اگر غور سے دیکھا جائے تو استفہام انکاری و تقریری جملہ خبریہ کے اقسام سے ہین مگر چونکہ ایمین مطلب اسقدر واضح ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب دونون خوب جانتے ہین اور متکلم بنظر اس کے کہ زیادہ وضاحت ہو جائے مخاطب سے استفہام اور استفسار کرتا ہی اسلیے داخل اقسام انشا ہوے کلمات جو استفہام کے واسطے موضوع ہین یہ ہین ۔ آیا ۔ کیا ۔ کون ۔ کیون ۔ کیسلیے ۔ کیو اسطے کسطرح کیونکر کیسے ۔ کیسی ۔ کیسا ۔ کب ۔ کبھی ۔ کدھر ۔ کہان ۔ کے ۔ کتنی ۔ کتنا ۔ مگر ۔ وغیرہ ۔

آیا ۔ الف ممدودہ سے کبھی طلب تصور کے لیے آتا ہی جیسے کہین کہ آیا مکان مین زید ہی یا عمرو اور کبھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہی جیسے کہین آیا تو نے زید کو مارا ہی یا عمرو کو اور فرق ان دونون مین بحسب قرائن کے ہوتا ہے اسلیے کہ اگر شک ذات فعل مین ہوگا یعنے مارنا کہ مخاطب سے صادر ہی اور زید پر واقع ہے اسکے طلب کرنیکا ارادہ کریگا اُسوقت مین مخاطب سے صدور فعل کی تصدیق مطلوب ہوگی اور طلب تصور اسکے خلاف ہوتا ہی اور ذوق طبیعت اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ کلمہ آیا قضایاے شرطیہ منفصلہ پر آتا ہی اور بغیر ملاحظہ انفصال کے نہین ہوتا اگرچہ دوسرا جزو درمیان مین نہ ہو اور وہ جزو اول کے قرینے سے معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ آیا زید آیا ہی اس قول مین اگر شک نفس فعل مین ہوگا تو دوسرا جزیا نہین آیا ہی ہوگا اور اگر شک فاعل مین ہوگا تو دوسرا جزیا عمرو ہوگا ۔

الشا

کعبے کا کروان طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہی مجھکو	ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہوویگا آیا اے پیر طریقت

میر

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کیا طلب تصور کے لیے آتا ہے اور ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے اور طلب عام اور طلب حقیقت کے لیے ہے خواہ حقیقی ہو جیسے انسان کیا ہے یعنی اُسکی حقیقت کیا ہے یا ادعائی یعنی باوجود علم کسی چیز کے اُسکی حقیقت سے سوال کیا جاتا ہے ذوی العقول کی مثال۔

غالب

نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا — تمھین بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

غیر ذوی العقول کی مثال۔

جرأت

شب کو زاری مری سُن کہتے ہین یون ہمسایہ — کوئی پوچھو تو کہ اُس شخص کو آزار ہے کیا
طرفہ تر بات یہ سُنتا ہون کہون کس سے کہ یار — مرے ساتھ اُس بُت عیار کی گفتار ہے کیا

کون طلب تصور کیلیے آتا ہے اور ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے جیسے۔

غالب

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے — کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

بُدھ سنگھ قلندر

دیکھتے دیکھتے یہان سے کون — لے گیا دل کو مار آنکھون مین

کبھی غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

وہ کون جا ہے جہان جاہ زیر کاہ نہین

میر

کون گل چہرہ رنگین کا نہین دیوانہ — باغ غنچہ ہے ترے چاک گریبانون کا

کبھی لفظ سا بھی کون کے ساتھ رہتا ہے اور اسوقت مین اگر مجرد ہوتا ہے تو غیر ذوی العقول سے خصوصیت رکھتا ہے اور جب دوسرا لفظ اسکے ساتھ ملتا ہے تو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مشترک ہوجاتا ہے بہر صورت دوسرے لفظ کے ملائے بغیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا بخلاف غیر ذوی العقول کے مثلاً "یہ کونسا ہے" اسکے معنی یہ کون آدمی ہے صحیح نہین بلکہ یہ کونسا مینڈھا ہے یا کونسا مرقع تصاویر وغیرہ کے معنے مین لے سکتے ہین۔

ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ۔

آزردہ

گیا کونسا صید افگن ادھر سے
کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہین

لمؤلفہ

کونسا رشک چمن گلشن مین ہی آیا ہوا
جسکی گرمی سے صبا ہر گل ہی مرجھایا ہوا

خندان جو اگلے زمانے کا شاعر صاحب دیوان ہی کہتا ہے ؎

کونسا دشمن مرے اس دوست کو بہکا گیا ہے
تند ہو تیوری چڑھا ہر دم جو مجھپر آئے ہے

غیر ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ

سہراب بیگ دہلوی

کس دن نہین خیال دہان تنگ مجھے
وہ روز کونسا ہی جو سیر عدم نہین

داغ

پڑ گئی کیونکر الٰہی دل مین اُس بت کے گرہ
بچ رہا تھا کونسا عقدہ مری تقدیر سے

کبھی کیا اور کون طلب تصدیق کے لیے بھی آجاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری جو ادعاے کمال وضوح طلب کے لیے آتا ہی یعنی مطلب یہان تک واضح ہوتا ہی کہ مخاطب بھی اُسکو جانتا ہی اور پھر اُس سے سوال کرتا ہے۔

آتش

طبل و علم ہی پاس ہی اپنے نہ ملک و مال
ایسے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا
ترچھی نظر سے طائر دل ہو چکا شکار
جب تیر کج پڑیگا اڑے گا نشانہ کیا

یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ ماہرو سا دوسرا
پھولوں کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہو گیا

کیون اور کسلیے اور کس واسطے طلب سبب کے واسطے آتے ہین۔

غالب

وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے
تمنے کیون سونپی ہی میرے گھر کی دربانی مجھے

مضطر

اے جان غم دشمن مین یہ شوریدہ سری کیون
ہم تو ابھی زندہ ہین تو یہ جامہ دری کیون ہے

قلق

تمھارا افعی گیسو تھا آگے کالا سانپ — بنایا کسلیے افشان سے کوڑیالا سانپ

مومن

کہوں گر غیر سے مست مل تو کھوے طعن سے رنگ کرا — یہ کیوں کس واسطے ہم ایسے تیرے ہو گئے بس مین

ذوق

شانہ کا دل چاک پسند آپ کو آیا — کس واسطے ان سینہ فگاروں سے تو کہیے

کسطرح اور کیونکر طلب وضع کے واسطے آئے ہین۔ جیسے۔

میر حسن

کس طرح سے زیست ہووے گی بھلا اے دوستو — اب تو قاصد بھی اُدھر کو نے جانے سے رہے

طپش

لگا کہنے طپش مین گھر سے باہر کسطرح نکلون — اندھیری رات ہے برسات ہے بجلی چمکتی ہے

صحبت

کسطرح آہ بنے اُس سے ملاقات کا ڈھب — جس سے ہرگز نہ ملا آہ کبھی بات کا ڈھب

غالب

کہتے ہین جب رہی نہ مجھے طاقت سخن — جانوں کسی کے دلکی مین کیونکر کہے بغیر

امانت

اسپ جانان کو کہوں گرم عنان مین کیونکر — توسن فکر کو یارا نہیں جولانی کا

کیسا اور کیسے اور کیسی طلب وضع اور کیفیت اور حال اور کام کرنیکی روش کیواسطے آتے ہین

شہیدی

دریدہ ستم ہم یہ وہ کر جاتے ہین کیسے — جب پوچھو تو پھر صاف مکر جاتے ہین کیسے

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھا نکلی — غنچہ کہتا ہے بجا لوے کہ گلشن سے نکل

مومن

وہ جو زندگی میں نصیب تھا وہی بعد مرگ ہے ہاتھ آئی — یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم کہ جی جان پر نکیا قلق

ظفر

یہ کیسا زمانہ برا آگیا ہے ۔ جہاں دیکھو ہیں واں برائی کی باتیں

کب طلب تعیین زمانہ کے واسطے آتا ہی۔

شاد

کب موسم بہاران آئے گا میرے ساقی ۔ رندونکے واسطے کب دور شراب ہوگا
دیر و حرم میں جلوہ دیکھینگے اسکا کب ہم ۔ ای شاد دور لیسے کب یہ حجاب ہوگا

رند

کب مٹا عشق کا نشان دل سے ۔ زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

مومن

عمر رفتہ کی جستجو کب تک ۔ اپنے مرنے کی آرزو کب تک

اور کبھی بھی طلب تعیین زمانہ کے واسطے آتا ہی جیسے معظم شاگرد نادر کے شعر میں۔

یہ فیض اسی زلف معنبر کا ہی سارا ۔ ڈوبی تھی کبھی عطر میں باد سحر ایسی

کہاں اور **کدھر** طلب تعیین مکان کے واسطے آتے ہین۔

مشتاق

کہاں اتنی بلاؤں سے بچا سکتا ہی کوئی دل ۔ قیامت قد غضب آنکھیں نگہ جادو بلا کاکل

میر

رہ چکا خون جگر سب اب جگر میں خون کہاں ۔ غم سے پانی ہو کے کب کا بہ گیا میں ہوں کہاں

میر وزیر علی صبا

نقاب الٹ کے وہ ٹھہرے اپنے کہتے ہیں ۔ کہاں ہی ماہ کہاں آفتاب ہٹا ہی

مذاق

طریق دیر و حرم جا کے کل بگاڑ چکے ۔ چلے ہو آج خدا کے لیے کدھر بنکر

نعیم

کیوں اب کدھر گئی وہ تری شاعری نعیم ۔ اسکو تو اسکی ایک ہی دشنام رہ گیا

میر حسن علیخان جولان

کنج قفس میں رکھ کے بے بال و پر مجھے ۔ ای ہم صفیر چھوڑ گئے تم کدھر مجھے

کس طلب تعین کے واسطے آتا ہی اگر تنہا ہو تو غیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا اور جو دوسرا کوئی لفظ اسکے ساتھ ملا دیا جائے تو ذوی العقول کے ساتھ خصوصیت باقی نہین رہتی ہے جیسے

غالب

رشک کہتا ہی کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف | عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

ولہ

گرد راہ یار ہی سامان ناز زخم دل | ورنہ ہوتا ہی جہانمین کسقدر پیدا نمک
شور جولان تھا کنار بحر پر کس کا کہ آج | گرد ساحل ہی بزخم موجۂ دریا نمک

نعیم

مانگا مین دل جو اُس سے تو کہنے لگا نعیم | کس کو دیا ہی تونے کوئی ہی گواہ بھی

ذوق

کس دم نہین ہوتا قلق ہجر سے مجھکو | کس وقت مرا مُنہ کو کلیجا نہین آتا

کن یہ بھی طلب تعین کے واسطے آتا ہی اور کس کے معنے مین ہی اور یہ مشترک ہے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین بخلاف کس کے کہ ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے مگر دوسرے لفظ سے ملکر غیر ذوی العقول مین بھی استعمال پاتا ہے اور کن دونون مین مستعمل ہے مگر غیر ذوی العقول کے لیے یہ شرط ہی کہ ملکر آئے اول کی مثال۔

امیر مینائی

کون دن آنے مین دیکھے گا بہار | پھول جنگل مین کھلے کن کے لیے

مولف

بستۂ زلف سیہ فام ہین کن کے ان کے | بندۂ بے درم و دام ہین کن کے انکے
حور و غلمان و پری تابع فرمان ہین تمام | کفش بردار گل اندام ہین کن کے انکے

دوم کی مثال دریائے لطافت مین ہے کن کن چیزون سے دنیا مین رہ کے پرہیز کیجیے اور تیری کن کن باتون کا گلہ لے بیٹھیے۔

میر

کن کن اپنی کل کو روئے ہجران مین بیکل اُس کا | خواب گئی ہی تاب گئی ہی چین گیا آرام گیا

اور کنھون نے اسکی جمع ہی اور یہ ذوی العقول کے لیے مخصوص ہی جیسے "مغلون کی جو آپ ہجو کرتے ہین یہ فرماتے کہ ہندوستان کو انکے سوا کنھون نے سر کیا ہی شیخون نے تلوار ماری ہی یا اور قوم نے" یہ لفظ اصل مین پنجابی ہی اکثر فصیحان اُردو اس سے اجتناب رکھتے ہین اور اسکی جگہ کن اور کس استعمال

کرتے ہین۔ مستفاد از دریاے لطافت۔

کہین طلب تعیین وقت کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ذوق

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہین روزہ | کہ اس مین آیا تو روزی ہی اور نہین روزہ

یہان استفہام انکاری ہی۔

ابرو

آبرو تذکرہ زلف رسا خوب نہین | باتون باتون مین نہ دیکھو کہین اُلجھن ہوجائے

کرم

زلف مژگان سے لپٹی ہی خدا خیر کرے | مشک آلودہ کہین خنجر بُرّان ہوگا

کے اور کتنا اور کتنے اور کتنی طلب کیت عدد کے واسطے آتے ہین مثلاً کتنے ہین کے روپے ہین یا کتنے آدمی ہین۔

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن | دست حسرت ملکے بولا چند روز

غالب

ہوتی ہی تراویح سے فرصت کب تک | سُنتے ہو تراویح مین کتنا قرآن

مولوی نذیر احمد

خدا ہی جانے ہوئین کتنی عورتین بیوہ | خدا ہی جانے ہوے بچے کسقدر ایتام

مولوی سیّد اکبر حسین اکبر

نہین کچھ اسکی پرسش اُلفت اللہ کتنی ہی | یہی سب پوچھتے ہین آپکی تنخواہ کتنی ہے

مگر یہ لفظ شکیہ ہی طلب تصدیق کے واسطے آتا ہی جیسے۔

غالب

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش | غالب اُسکا مگر غلام نہین

یعنی کیا غالب اُسکا غلام نہین ہی۔

اصل استفہام مین یہ ہی کہ حقیقی ہو مگر کبھی کلمۂ استفہام سے مجازاً کوئی اور معنی بھی مقصود ہوتے

جیسا کہ انکار چنانچہ اسکا حال اوپر معلوم ہو چکا اور اُسکے سوا مناسب مقام اور بھی معانی کا فایدہ بخشتا ہے اور یہ معانی قرائن سے معلوم ہو جاتے ہین اور اُسوقت مین حرف استفہام اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا چنانچہ کبھی حرف استفہام افادہ تعظیم و عظمت کا دیتا ہے جیسے۔

محسن

کیسی تصویر کہ سب صلّ علیٰ کہتے ہین
کیسی تصویر کہ سب جلّ علیٰ کہتے ہین

یعنی بڑی صاحب عظمت اور بڑی مقدس تصویر ہے۔
کبھی حرف استفہام فائدہ تعریف و تحسین کا دیتا ہے جیسے۔

ناسخ

عبث ان غافلون کو رات دن فکر عمارت ہے
کرین عبرت کہ کیا کیا قصر و ایوان ہو گئے خالی

یعنے کیسے اچھے اچھے قصر و ایوان۔

انیس

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی
دم بھر مین نمودار صفین ہو گئین خالی

یعنی کیا اچھا ہاتھ تھا اور کیا اچھی تیغ تھی اور کیا ہمت بلند تھی۔

ولہ

حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا
دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا سیر کیا فضا

تسنیم

کیا پھول ہے کیا اثر ہے اس مین
ہو جاتی ہین روشن اندھی آنکھین

ولہ

بولا وہ فسردہ دل سحر گاہ
کیا ٹھنڈی ہوا ہے واہ واہ واہ

مومن

کیا تن ہے خاک اللہ اللہ
کیا صورت پاک اللہ اللہ

مشتاق

اشکون سے ترا ہے مژگان نکلے ہے آہ دل سے
بجلی کی کیا چمک ہے عالم ہے کیا گھٹا کا

امانت

نور رخ کیا جلوہ گر ہے یار کی مندیل مین
ہے چراغ طور روشن یار کی قندیل مین

چھاتیان زیبا ہین کیا اُسکے چھریرے ڈیل مین دو کنول بلّور کے روشن ہین اک قندیل مین

کبھی حرف استفہام سے اظہار تمسخر و خوش طبعی کا ہوتا ہی۔

نسیم

بولا وہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو ڈرنے کا نہین مین کیا بلا ہو

کبھی حرف استفہام سے تحقیر ظاہر ہوتی ہی۔

نسیم

بلبل اسی رشک گل کی ہون مین تم کیا ہو ہزار مین کہون مین

مرجاؤن اگر طلب مین تیری ولہ مین کیا کہ خبر نہ پہونچے میری

طاہر

باغ عالم مین قد یار کا ہمسر کیسا سرو کس باغ کی مولی ہی صنوبر کیسا

مرزا حاجی شہرت

کیا وہ جگر کہ جس مین نہین داغ جان گداز کیا دل وہ بیقرار جو آٹھون پہر نہین

سودا

کیا منھ مرا اور کیا لب لہجہ ہی کہ اُس کا لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

غالب

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

ناسخ

بار ہا بیٹھ کے کعبے مین لنڈھائی ہی شراب محتسب کیا ہی خدا کا ہمین جب پاس نہین

کبھی حرف استفہام سے زجر و توبیخ منظور ہوتی ہی جیسے۔

معروف

کچھ تو سمجھ لیا ہی جو اُسکو دیا ہے دل کیون ناصحا عبث ہمین سمجھائے جائے اگر

یعنے کیون سمجھاتا ہی چپ کیون نہین رہتا ہی مت سمجھا۔

ذوق

بغل سے لیگئے دل کو نکال کر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کر کیسا

انشا

لوگون کے چرچے کا انشا جو تجھے ڈر ہوتا | تیری کیون آنکھین بھلا پھوٹ ہین منھ سے تو بھوٹا

کبھی استفہام تجاہل کے لیے ہوتا ہے جیسے میان حسن علی شوق کے شعر مین ؎

مدت سے یہ بحث درمیان ہے | پر علم نہین کمر کہان ہے

کبھی حرف استفہام سے تعجب مقصود ہوتا ہے جیسے۔

غالب

کہان مے خانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ | پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ولہ

عشق و مزدوری عشرتکدہ خسرو کیا خوب | ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

نسیم

بولی کہو کیا کیا کہا خوب | اب کچھ کیے پھر بھی آئی کیا خوب

کیا خوب تعجب کے لیے ہے۔

کوکب

وصل کی شب کو تو چہرے سے ہٹا دو نقبین | پہلی تاریخ کو یہ چاند گہن کیسا ہے

کبھی حرف استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہے جیسے غالب کی اس عبارت مین بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد مین میرے پاس فراہم نہین ہوا۔

مومن

کیا کرون اللہ سب ہین بے اثر | ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

کبھی حرف استفہام سے دو متغائر چیزون مین برابری اور مساوات منظور ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ لفظ کیا کے خواص مین سے ہے کہ جب مکرر آتا ہے تو مساوات کا فائدہ دیتا ہے جیسے ذوق کے اس مصرع مین ؎

کیا صوفی ہو کیا میکش قائل ہے دونو ان مین

قلندر

مست ہی رہتے ہین دن کیا رات کیا
ہمسے بد مذہب کی یارب ذات کیا

سودا

کیا کبوتر کیا ٹٹیری کیا بزے — قمری اور تیتر لوے اور یا بلقے

وله

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند — جو ردیف و قافیہ کیجے پسند
آپ کہکر مجھکو بھی فرمایئے — جسکو جی چاہے اُسے دکھلایئے

کبھی - حرف استفہام سے دو چیزون مین تفریق منظور ہوتی ہی جیسے -

برق

دولت دنیا کجا و جرأت ہمت کجا — شیر قالین فرش سے شیر ژیان ہوتا نہین

حاجی سید محمد اکبر شاہ اکبر

لیلی ہی کہان اور ترا دشت کہان ہے — ای قیس تجھے عشق نہین ہی خفقان ہے

مصحفی

سو تاب ذرہ کہان نور آفتاب کہان — کہان وہ سطوت شاہی کہان غرور فقیر
مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہیے — کہان دبیقی و دیبا کہان پلاس و حریر

صفا

بیجا ہے اُسکو سرو ریاض ارم کہون — قد صنم کہان شجر بے ثمر کہان

کبھی حرف استفہام سے کثرت مقصود ہوتی ہی -

امیر

توبہ مے سے کیا پشیمان ہین — زاہدون دیکھکر گھٹا ہین ہم

مجید

کتنے نازک خیال ہین ہم بھی — کمر یار لفظ لا سمجھے

مصحفی

اُسکی ہاتھ سے یکدم نہین چھٹتی ہرگز — کتنا وارفتہ ہی وہ شوخ بھی خود بینی پر

کبھی - حرف استفہام سے تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے -

سودا

کہان بہار کہان ساقی اور کہان بزم شراب — کہان مغنی و مطرب کدھر ہی ناخن و تار

رند

عبث بازار دہر مین اے رند
کیا مین لینے گیا تھا کیا لایا

غالب

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہی تری زلف کے سر ہونے تک

مومن

کہاں وہ ربط بتان اب کہ اسکو تو مومن
ہزارون سال ہوے سیکڑون برس گذرے

کبھی حرف استفہام کو حذف بھی کر دیتے ہین کیونکہ جب قرینۂ دالہ موجود ہوتا ہی تو ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہین ہوتی جیسے۔

نسیم

تو قید جفا مین ہے کہ ہم ہین
تو دام بلا مین ہے کہ ہم ہین

یعنی آیا تو قید جفا مین ہی یا ہم ہین مراد یہ ہی کہ تو ہی قید جفا مین ہی۔

سید توفیق مہدوی حیدرآبادی

اُسنے کہا یاران غم مین نے کہا رونا مرا
اُسنے کہا برق ستم مین نے کہا ہنسنا ترا

ہوس

مکتب کی طرف کبھی وہ آکر
کہتا تھا انیسون کو سُنا کر
لیلی کو نہین ہوئی رہائی
پڑھنے کو وہ اب تلک نہ آئی

یعنے کیا لیلی کو رہائی نہین ہوئی۔

مثنوی سعدین

تمھین ہو جیب چاک کرتے تھے
تمھین ہو آہ سرد بھرتے تھے
تمھین آنسو بہاتے تھے صاحب
تمھین چھینین لگاتے تھے صاحب
تمھین جی کھو کے جان گنواتے تھے
تمھین دن رات غل مچاتے تھے

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھون سے اندھا ہی کوئی دیگا
یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو مین

بیان امر

امر موضوع ہی کسی چیز کی طلب کے واسطے جو بطریق استعلا و بزرگی کے کی جائے اور دلیل استعلا و بزرگی کی یہی ہی کہ جب سامع امر کے صیغے کو سنتا ہے تو اُسکے ذہن مین فی الفور گذرتا ہی کہ متکلم مجھکو اس کام کے واسطے مامور کرتا ہی اور خود آمر بنتا ہے اور شک نہین کہ آمر مامور سے بزرگتر ہوتا ہی بعض علمائے جو یہ منقول ہی کہ امر اپنے صیغے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اس سے مراد یہ ہوگی کہ جو لفظ وجوب فعل کا فائدہ دے وہی امر ہی اور اگر اُنکے قول سے یہ معنی سمجھے جائین کہ امر ایسے کلمے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی کہ جو طلب کے لیے موضوع اور اصطلاح مین امر کا صیغہ کہلاتا ہی تو یہ بات دُرست نہ ہوگی اسلیے آمر کا امر کرنا اس صیغے سے مخصوص نہین اور دوسرے لفظ سے بھی اُس کی مراد حاصل ہو سکتی ہی پس جو لفظ طلب فعل پر استعلائ دلالت کرتا ہو خواہ اسم ہو یا فعل امر ہو یا فعل مضارع ہو وہ امر ہی چنانچہ صیغہ مصدر اس شعر مین طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُسنے کہا	مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی ہی مرے لیے

نسیم

سُنبل مرا تازیانہ لانا	شمشاد انھین سُولی پر چڑھانا

اسی طرح شعر ذیل مین صیغہ مضارع طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

رکھیو دراصل رکھے تھا کہ مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی اُس مین واؤ زیادہ کردی ہی۔

ولہ

ناکردہ گناہون کے بھی حسرت کی ملے داد	یارب اگر ان کردہ گناہون کی سزا ہے

ملے صیغہ مضارع ہی اور یہان دعا کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

یعنے آرام کرو۔

میر

میر نہین پیر تم کاہلی اللہ رے	نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے

امانت

فوق دیجے قدِ دلدار کو شمشاد و صنوبر	کوئی آوازہ کسا چاہیے آزادوں پر

کیا چاہیے اور کسا چاہیے وغیرہ افعال کا نام صاحب دریاے لطافت نے فعل تحریکی اور ضروری رکھا ہی ایسے افعال امر کی جگہ استعمال پاتے ہین اور ضرورت پر مشتمل ہوتے مین اگر حاضر کے ساتھ کلام کرنے کا اتفاق ہو تو امر حاضر کے حکم مین ہین اور اگر غائب کے حق مین مستعمل ہون تو امر غائب کے حکم مین ہوتے ہین اور اگر متکلم کے نفس کی طرف اشارہ ہو تو کہنے والے کے نفس کی تحریک سمجھی جائےگی۔

تراب

اگر اسکو نہین باور کروگے	تو اک قصہ مین کہتا ہون سُنوگے

یعنی اگر اس کو باور نہین کرتے ہو تو اک قصہ مین کہتا ہون اُسکو سُنو۔ امر کا صیغہ مصدر کی علامت دُور کر دینے سے حاصل ہوتا ہی اور اس مین تذکیر و تانیث کی ایک صورت ہی جیسے کرنا سے کر اور جب اسکے آخر مین واو زیادہ کردین تو جمع کا صیغہ بن جائے جیسے کرو اور اگر صیغہ مفرد کے آخر مین واو یا یاے تحتانی مجہول ہو تو واو کو ہمزہ سے بدل دیتے ہین اور یا محذوف ہوجاتی ہی جیسے بوے سے بوؤ اور سوے سے سوؤ اور لے سے لو اور دے سے دو اور اگر یاے تحتانی معروف ہو تو وہ باقی رہتی ہی جیسے سی سے سیو اور پی سے پیو اور امر مفرد کے بعد ہمزہ اور یاے تحتانی مجہول لگانے سے بھی جمع کا صیغہ حاصل ہوتا ہے جیسے اُٹھ سے اُٹھئے اور بیٹھ سے بیٹھئے اور بعض صیغون مین ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور بھی اضافہ کردیتے ہین جیسے لیجے اور دیجیے اور دیجئے اصل لیجئے کی کرلیجے ہی ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور اضافہ کرکے لاے مہملہ کو یاے معروف سے بدل لیا ہے اور چونکہ یاے معروف اور جیم مکسور کے قبل فتح کاف کا ثقیل معلوم ہوتا ہی اسلیے اُسکو کسرے سے بدل دیا ہی اور جیم مکسور کے بعد سے ہمزہ کو گرا بھی دیتے ہین بلکہ یہ زیادہ فصیح ہی جیسے کیجے و لیجے و دیجے جب کیجیو اور لیجیو وغیرہ کے آخر مین گا لگا دیتے ہین تو صیغۂ فعل مستقبل مفرد کے معنے دیتا ہے اور چونکہ اُن معنی مین تعظیم بھی ہوتی ہے اس لیے جمع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہی۔ اور مصدر دینا کلام بھی امر اور اُسکی ضد یعنے نہی کے صیغے کے آخر مین زیادہ کردیا جاتا ہی جیسے پھینکدے اور جب امر کے آخر مین دیا لگا دیتے ہین تو وہ ماضی بن جاتا ہے جیسے پھینکدیا ڈالدیا بڑھا دیا یہ صیغۂ فعل کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہی بخلاف پھینکا اور ڈالا اور بڑھایا کے مثلاً اس مقام مین اس

جس وقت کو ٹھے پر سے رد یہ پھینکا مین نے زمین پر گرنے نہ دیا ہاتھ مین لیا"- اگر پھینکدیا کہوین تو اچھا نہ ہو اور اس جگہ کہ زید نے غصے کے مارے عمرو کو مجلس سے اٹھا دیا- اٹھا یا مستحسن نہو-

امر کا صیغہ کئی معنون مین مستعمل ہی جو قرینے سے معلوم ہو جاتے ہین-

(۱) طلب فعل پر بطور علو شان کے جیسے-

نسیم

حالہ جلی ہون کیا کہون مین ۔ داما دکو لا تو ٹھنڈی ہون مین

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ نہی کا اُس پر عطف ہو جیسے-

سودا

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو ذرا لگام دو

(۳) دعا کے لیے جیسے-

مومن

خدایا لشکر اسلام تک پہونچا کہ آ پہونچا ۔ لبوں پر دم بلا ہی جوش خون شوق شہادت کا

انیس

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر ۔ اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر

(۴) تمنا کے لیے جیسے-

قلق

جب نپا تا تھا راہ وہ دلگیر
تو ہی اب مجھکو راستہ بتلا
ہر بگولے سے تھی یہی تقریر
کشور یار کا پتا بتلا

چونکہ بگولہ راستہ نہین بتلا سکتا لہذا اُسکو تمنا کہینگے نہ ترجی-

نسیم

بلبل تو چہک اگر خبر ہے ۔ اے گل تو ہی مہک- بتا کدھر ہے

بکاؤلی کو کمال اشتیاق ہی کہ گل کا سراغ کہین سے ملے اسلیے بلبل اور گل سے پتا بتانے کی درخواست کرتی ہی لیکن یہ محال ہی کہ یہ دونون پتا بتا سکیں لیکن چونکہ کمال اشتیاق پر محمول ہے اسکو ہم اسلئے تمنا کہینگے نہ ترجی فرق تمنا اور ترجی مین یہ ہی کہ ممکن چیز کی آرزو کو ترجی

کہتے ہین اور محال و ممکن دونون کی آرزو کو تمنا بولتے ہین۔

(۵) ترجی کے لیے جیسے۔

لالہ بہادر سنگھ دلخوش

ہون ترے ہجر مین جون دیدۂ نرگس حیران | چشم پوشی نہ کر اپنے گنہگار سے مل

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آنکھون مین ہی دم آؤ خدا کے لیے آؤ | پھر یہ نہ گلہ ہو مرا رستا نہین دیکھا

عاشق

ایکبار ہی تو خواب مین آؤ | کب سے مشتاق ہم تمھارے ہین

(۶) تہدید یعنی غصے کے ساتھ خطاب کرنے کے لیے۔

ذوق

نہین یہ شیشۂ مے ہی کسی میخوار کا دل | محتسب دیکھ نہ کر دلشکنی خوب نہین

ہمارا مطلب دیکھ سے ہی (مستفاد از فائض المعانی)۔

سودا

یزید کیونکہ اولوالامر ہے بتا ملعون | کیا یہ فرض ہوئی اُسکو جاہ جون شداد

نسیم

بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا | ایسی رانی کہان کا راجا

(۷) عرض کے واسطے مستعمل ہوتا ہے عرض اُس طلب کا نام ہی جو بخلاف استعلا کے عاجزی وانکساری سے کیجائے مگر شرط یہ ہے کہ دعا کی حد تک نہ پہونچے کیونکہ دعا بارگاہِ ایزدی سے مخصوص ہی۔ مثال۔

نسیم

حمالہ کو بھیج آکے لیجائے | شاید نہ مجھے زندہ پاکے پہونچائے

ولہ

کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو | عاشق کی سزا جو پوچھتی ہو
شکین زلفون سے مشکین کسواؤ | کالے ناگون سے مجھکو ڈسواؤ
تلوار سے ہو جو قتل منظور | ابرو کے اشارے سے کرو چور

زندان مین جو زندہ بھیجنا ہو — اپنے دل تنگ مین جگہ دو

ہوس

اے تو ہی پدر کسی کو اپنا — کب بھاوے ہے درد و غم مین پھنسنا

(۸) کبھی امر برابری کے موقع پر بھی استعمال مین آتا ہے جیسے۔

حالی

بیٹھے بیفکر کیا ہو ہم وطنو — اٹھو اہل وطن کے دوست بنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ — ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

اس قسم کو علماے تازی التماس کہتے ہین مگر محاورۂ اہل ہند و فارس مین التماس اُس طلب کو کہتے ہین جو بزرگون سے کرین۔

(۹) تخویف کے لیے لاتے ہین جیسے۔

نسیم

حضرت یہ وہی تو ہین خبردار — جا ان سے ہٹو لیو خبردار

یعنے یہان سے چلا جانا ہو لیو اور خبردار کے کہنے سے ظاہر ہو گیا کہ امر یہان تخویف کے واسطے لائے ہین۔

امیر

اے چل سوے گور غریبان کر حریص مال و زر — دیکھ کتنی آرزوئین نذر مدفن ہو گئین

کبھی محال چیز کی نسبت امر کیا جاتا ہے۔

انیس

وہ بکر صدا عورتے دی سر کے بل چلو — کوئی سلامتی کہ سلامت نکل چلو

سر کے بل چلنا محال ہے لیکن بسبب ادب اور تعظیم کے امر کیا گیا اور تمنا کے واسطے جو امر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے۔

کبھی امر کو حذف کر دیتے ہین اور مفعول کو قائم رکھتے ہین مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ اہمیت مفعول کی ثابت ہو۔

سودا

اسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ — جاے تو یہ کے پلاؤ پلاؤ

لاؤ صیغہ امر کا محذوف ہے جو کہ لفظ پلاؤ کا ذکر کرنا اہم تھا اسلیے امر کو حذف کر کے اُسکی تکرار کی

کبھی بغیر اسکے بھی صیغہ امر محذوف ہوتا ہی۔

تراب

ذاتمہ بالخیر اسکا بے تکلف ہو تراب | جو کہین مرجائے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار یار

کبھی امر کو مکرر لاتے ہین اور اس سے علاوہ تاکید کے ایک لطف پیدا ہوتا ہی جیسے۔

دبیر

سر پانو نپہ پڑتا ہی ارے جلد سنبھل چل | لکارے دمادم یہی کہتے ہین کہ چل چل

رباعی

ادبار کا کھٹکا حشم و جاہ مین ہے | جاگو جاگو کہ خوف اسی راہ مین ہے
اٹھو اٹھو یہ خواب غفلت کب تک | دیکھو دیکھو اجل کمین گاہ مین ہے

انشا

مرتا ہون اجی زبان سے بولو | بولو مجھ نیم جان سے بولو

انیس

مرے پیارے مرے جانی مرے دلبر اٹھو | ہم یہ تنہائی ہی اٹھو علی اکبر اٹھو

تپش

الٰہی تپش کی مناجات سن | سن اس ملتجی عبد کی بات سن

بیان نہی

نہی اُسے کہتے ہین کہ بطریق استعلا و بزرگی کے قطعی طور پر ترک فعل کا طلب کرنا یا کسی فعل سے روکنا اس حیثیت سے کہ اسلوب کلمہ سے وہ ترک طلب اور روکنا سمجھا جائے اگر اسلوب کلمہ سے نہ سمجھا جائے گا تو وہ نہی نہوگی پس ہٹ جا جو اس شعر مین واقع ہی اس قسم مین داخل نہوگا۔

ذوق

سرد مہری سے کسی کی آگے ہی دل سرد ہے | ہٹ جا یان سے دھوپ اے ابر بہاران چھوڑ کر

کیونکہ بیان نہی ذات کلمہ سے مستفاد ہوتی ہی نہ اسلوب کلمہ سے بلکہ یہ صیغہ امر کا ہی اور مراد اس سے اپنے سامنے سے ہٹا دینا اور دُور کر دینا ہی اور یہ رعایت امر مین بھی ملحوظ ہے اور بعض نے کہا ہی کہ نہی یہ ہی کہ غیر کو کہین کہ یہ کام مت کر اور بعض نے یون لکھا ہی کہ نہی عدم فعل کی طلب کو کہتے ہین مگر یہ صحیح نہین اس لیے کہ عدم فعل ازل سے مستمر ہی پس وہ مخاطب کی قدرت

مین نہو گا پھر مخاطب سے اُس کا طلب کرنا کیسے متصور ہوسکتا ہی اور استعلا سے مُراد یہ ہی کہ متکلم اپنی ذات کو بڑا سمجھے گو واقع مین بڑا نہو۔ نہی کا صیغہ امر کے قبل نون مفتوح کے بڑھانے سے بڑھ جاتا ہی جیسے کرسے نکر اور مت کے ساتھ بھی نہی کے صیغے کو استعمال کرتے ہین کہ امر پر اُسکے آنے سے امر نہی ہوجاتا ہی جیسے کرسے مت کر۔

انشاء اللہ خان دریاے لطافت مین لکھتے ہین "و بر زبان ملا یانے مکتبی شاہ جہان آباد و بعضے ہنود مت حرف نہی باشد مانند مت جا اتھئے" مگر مین نے اسکو شعراے مستند کے کلام مین دیکھا ہے۔

نہی اُس طلب ترک فعل پر دلالت کرتی ہی جو فی الفور ظہور مین آئے پس یہی سبب ہی کہ حال مین مستعمل ہوتی ہی اور ماضی و مستقبل مین نہین۔ اور نہی کبھی اپنے اصلی معنون کے سوا اور معنون مین بھی مستعمل ہوتی ہی۔

(۱) دعا جیسے۔

لالہ ہندو لال طالع

مت پوچھ کچھ حساب یونہین بخشدے مجھے | مجرم تو ہون پہ عفو سراسر سے ہے غرض

ظفر

گر خوشی اس دل مغموم سے چاہی آمیز | وصل مین ہجر تو مت کیجو الٰہی آمیز

رند

نکر عوض مرے جرم و گناہ بیحد کا | الٰہی تجھکو غفور الرحیم کہتے ہین

غالب

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد | مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ امر کا اُسپہ عطف ہو جیسے۔

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ | اب تیرے شکار ہو گئے ہم

میرے نزدیک یہان تخئیر کے لیے ہی دوسری مثال۔

میر حسین تسکین

تم غیر سے ملو نہ ملو مین تو چھوڑ دون | گر اس وفا پہ کوئی کہے بے وفا مجھے

یہان بھی تخییر کا مطلب نکلتا ہے اور تسویہ کے ساتھ تخییر کے معنے بھی دوسرے شعر مین لیے جائین تو کوئی مضائقہ نہین مگر پہلے شعر مین خالص تخییر ہے جس کو خواہ کے لفظ نے ترجیح دیدی ہے۔

(۳) تہدید و زجر و توبیخ کے لیے جیسے۔

نور اور رخان دل

مت بھرا سر مرا اے ناصح جاہل اگر ۔۔۔ پھر بھی جاتا ہی نصیحت سے کہین دل اگر

نسیم

جھوٹے سے بھی کر نہ یاد آدم ۔۔۔ پھر گھر وہی۔ تو وہی۔ وہی ہم

(۴) غرض کے لیے جیسے۔

مذاق

ہیبت ہجر کی دل زہرا ہوا ہی آب ۔۔۔ مت رکھ بروح فاطمہ زہرا فراق مین

عرض ہو جناب امیر علیہ السلام مین کلیجے

ہوس مجھو کی زبانی باپ سے

بہتر ہے یہ اب پیارے اے خردمند ۔۔۔ مجھ مجھکو نہ کر نصیحت و پند
اب نوع دگر ہے حال میرا ۔۔۔ زنہار نہ کر خیال میرا

(۵) برابری کے لیے ہم مرتبہ سے ترک فعل طلب کرنے کو جیسے۔ سے

دوستو مجھے جو کہتے ہو نہ تو یار سے مل ۔۔۔ اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

(۶) تمنا کے لیے جیسے۔

میر

آخانہ خرابی اپنی مت کر ۔۔۔ قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

نہی کو امر کی طرح مکرر بھی لاتے ہین جیسے۔

وزیر

نہ پوچھو تم مرے آنسو نہ پوچھو ۔۔۔ کہے گا کوئی تمکو خوشہ چین ہے

بیان ندا

طلب توجہ کو کہتے ہین اور جس اسم کے مسمے کی توجہ طلب کی جاتی ہو وہ منادی کہلاتا ہے

اور وہ جملہ متضمن اظہار تکاریکی غرض کا کہ منادیٰ کے ساتھ واقع ہوتا ہی مقصود بالندا یا جواب ندا کہلاتا ہی اُردو مین اسکے واسطے بہت سے حروف مقرر ہین - اے - او - ارے - اری - ابے - اوبے - ہوت - اجی اورے - اوری - اوجی - یہ حروف منادے کے ساتھ آتے ہین یعنے جس کو توجہ مطلوب ہوتی ہے اُسکے نام کے اول یا آخر مین اُن حرفون مین سے کوئی حرف لگایا جاتا ہے ان مین سے اجی معرفہ کے لیے آتا ہے جیسے اجی مرزا محمد علی صاحب باقی تمام نکرہ کے لیے آتے ہین یا ایسے معرفہ کے لیے آتے ہین جو غیر معلوم ہو اور معرفہ غیر معلوم عبارت ہی اُس شخص سے کہ کسی صفت کے ساتھ متصف ہونے سے یا دوسرے سے کسی نشان کے ساتھ ممتاز ہونے سے مثال نکرہ جیسے او بھیا یا او میان ارے آدمی یا اری لڑکی یا اور اے چھوکرے یا ابے لڑکے اور اے بھائی واوجی بی صاحب اور جب منادے کی تحقیر و تذلیل منظور ہوتی ہے یا کم قدر کو منادے کرتے ہین تو یہ حروف معرفہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتے ہین جیسے اولے بیل اور اری یا ارے بیل اور ریاسے بیل ہوت یا اوجی بی کھو یا اے چنبیلی یا اوری یاسمن اسی طرح مذکر کے لیے مثلاً او مٹڑو اور ارے کلو او رابے کھوا اور اوبے کریم بخش اور کریم بخش ہوت مثال معرفہ غیر معلوم کی او جانے والے یا او لال پگڑی والے یا ارے اناکے لڑکے یا ارے گھٹون والے ہوت یا اناجی ہوت یا اجی سرخ دوپٹے والی ذرا ادھر تو دیکھو اور فارسی کا الف ندا بھی زبان ریختہ مین مستعمل ہے جیسے ناصحا - ساقیا - جانا - یعنے اے ناصح - اے ساقی اے جان -

سودا

خدا کے واسطے خاموش ناصحا بیدرد
لگے ہی بات تری مجھکو تیر سی دل مین

درد

ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

عبد السبحان خان سبحان

جان و دل سے قبول سب جانا
پر گلی مین تری ہمین آنا ہا

اور جبکہ ندا کے یہ معنی ہین کہ کسی کی توجہ کو اپنی طرف طلب کرنا تو شرط ہی کہ منادے حاضر ہو نہ غائب مگر کبھی غائب کو بھی حاضر تصور کرکے ندا کرتے ہین جیسے اس شعر مین ناظم کے - ؎

اے اہل شام تمکو خوف خدا نہ آیا
بے رحم کیا ظلم کا کس زلف عنبرین کو

نواب یوسف علی خان ناظم رام پور ملک روہیلکھنڈ کے رئیس تھے اور سنہ ۱۲۸۳ ہجری مین وفات پائی ہے اور حضرت امام حسین کو اہل شام نے سنہ ۶۱ ہجری مین شہید کیا تھا مگر نواب صاحب نے اہل شام کو حاضر سمجھ کے ایسا کہدیا۔

سودا

دماغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے نمرود | چلا نہ پشّے سے کچھ بس تری خدائی کا

کبھی طلب کے صیغے کو غیر طلب کے موقع پر استعمال کرتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) کبھی مدح منظور ہوتی ہے جیسے۔

حالی

اے نازش برطانیہ اے فخر بر ترک | اے ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر

غالب

اے شہنشاہ فلک منظر و بے مثل و نظیر | اے جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

امیر

اے خوشا وہ سرزمین جاتین جدھر اُسکے قدم | اے خوشا کشور پھرے جسکی طرف اُسکی عنان

داغ

تلافی ہوگئی عسرت کی عشرت از پے فرصت | مبدّل ہوگئی آسایون سے میری شواری

(۲) تاسف و تحسر منظور ہوتا ہے جیسے۔

انیس

اے روشنیٔ خانۂ زہرا ترے صدقے | اے باپ کے عاشق ترے شیدا ترے صدقے
اے تشنہ لب اے بیکس و تنہا ترے صدقے | اے رہرو فردوس معلّے ترے صدقے

اگر کہا جاے کہ ترے صدقے اور تشنہ لب اور بیکس و تنہا اور رہرو فردوس معلّے سے تحسر و افسوس مستفاد ہوتا ہے پس لفظ اے کو اس باب مین دخل نہ ہوگا تو ہم جواب دینگے کہ تحسر و افسوس ایک ایسا امر ہے جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت مین جو کچھ اُن الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے لفظ اے سے اُس مین زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ولہ

بانو سر اصغر کے قریب آ کے پکاری | اے لال جھنڈولے ترے بالو نپہ مین واری

(۳) کبھی شفقت منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر حسن

اری چارون کے یہ ہین آشنا	علا دل کو آخر کرے ہین جدا

(۴) کبھی تمسخر اور خوش طبعی کے واسطے آتا ہی۔

ارشد

اجی شیخ جی زر سے ہے میکشی	جو مفلس ہوا پارسا ہوگیا

یہان ندا تمسخر و استہزا کے لیے ہی۔

میر حسن

یہ سُن سُن کے وہ نازنین مسکرا	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر	بہانے تو کرتی ہی کیون مجھپہ دھر

یہان ندا خوش طبعی کے لیے ہی۔

(۵) برانگیختہ کرنے کے لیے جیسے۔

قلق

ارے او بے مروت او جلاد	ارے او ظالم او ستم ایجاد

یہان ایک تو لفظ ارے ہی اور دوسرا او بس اگر ایک ندا کے لیے مانا جائے تو ایک لفظ کو زائد ماننا پڑے گا۔

طور

ارے اے بیمروت تجھکو دل دینا نہین لازم	کوئی پیدا تو کر لیوے ہمارا سا جگر پہلے

مرزا جابر جابر

دشمنون سے تری سازش ہی ارے او دشمن	گو کہ دشمن ہی ترا دوست ہی پر اپنا سا

ذوق

نفس کی آمد و شد ہی نماز اہل حیات	جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

(۶) کبھی حقارت و تذلیل منظور ہوتی ہے جیسے۔

جوش شاگرد مصحفی

مین نے جو کہا تجھپہ کیا کیا نہ الم گذرا	بولا کہ ابے تیرا رونے ہی جنم گذرا

(۷) کبھی واسطے کمال بے طاقتی اور کثرت شوق کے کہ ایک قسم کا جنون اُس سے ظاہر ہوتا ہے استعمال کرتے ہین اسی قبیل سے ہے یہ کہ صبا عشق نسیم اور دل وغیرہ کو منادے ٹھہراتے ہین مثال اسکی۔

درد

جستنا اہل صفا بنا تو ہمکو ۔ اے آئینہ کس کے گھر گئے ہم

حالی

اے نسیم بہار کے جھونکو ۔ دھر نا پا بدار کے دھوکو
اے لب جو کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ۔ اے پہاڑون کی دلفریب فضا
یون تو ہر حال مین ہو اپنے عزیز ۔ پر وطن مین تھے تم کچھ اور ہی چیز

نسیم

سنبل مرا تازیانہ لانا ۔ شمشاد انھین سولی پر چڑھانا
او خار پڑا ترا نہ جنگل ۔ مشکین کس ین نہ تونے سنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا ۔ خوشبو ہی سونگھا پتا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے ۔ گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے

گفتگو مین منادے پر حرف ندا نہین لگاتے ہین۔ جناب خان صاحب۔ یا جناب قبلہ یا جیسا مخاطب ہو ویسا خطاب کرکے بولتے ہین کسی کے گھر جا کر پکارتے ہین جناب میر صاحب خان صاحب۔

مولوی غلام غوث وجد

زلف کی بو اور دماغ عدو ۔ باد صبا تجھکو یہ کیا ہوگیا

یعنی اے باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا کہ اسکی بو دماغ عدو تک پہونچائی۔

شاطر

ہے مرغ دل کی اسیری کے واسطے گلدام ۔ نہین ہین نشہ کے ڈورے جناب آنکھون مین

صنعت

قتل ناحق کیا تو نے جسے تلوار گھسیٹ ۔ لاش کر اسکی نہ ظالم سر بازار گھسیٹ

زیادہ تر حرف ندا علم پر نہین لگاتے اسلیے کہ علم کثرت سے منادے ہوتا ہے پس اگر حرف ندا حذف

بھی ہو جائے گا تب بھی خصوصیت مین فرق نہین آئیگا۔

انیس

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم	انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینون کو

میر صادق علی صفدری

صفدری قد کو کہین اُسکے کہا تھا گل سرو	سیدھی اُس شوخ نے کیا کیا نہ سنائین مجھکو

منادے جمع ہو تب بھی حرف ندا نہین لاتے۔

ذوق

گلو یہ کہگئی کیا کان مین تمھارے صبا	کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہین سماتے ہو

حالی

مقبلو مدبرون کو یاد کرو	خوش دلو غمزدون کو شاد کرو

سوز

سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو پچھتاؤ گے	کہ اس جہان میں عزیزو میہمان کا اختلاط

کبھی منادے بھی حذف ہو جاتا ہی اور اسکے کئی سبب ہوتے ہین

یا رعایت وزن کے لیے بشرطیکہ قرینہ سیاق کلام موجود ہو۔

مصحفی

مصحفی آج دعا مانگے ہی تجھسے یارب	اسی کہ ہے ذات تری سب پہ غفور اور رحیم

یا اسلیے کہ سُننے والے کا ذہن جس طرف چاہے میل کرے۔

سودا

اے وہ کہ ترے عدل کی نسبت بجا جس نظام	نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام

یعنے اے ممدوح یا اے معظم یا اے نواب یا اے عادل دوران وغیرہ وغیرہ۔ اسی قبیل سے ہی۔

غالب

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز

یعنے اے معشوق یا اے پیارے یا اے دلبر وغیرہ وغیرہ۔

کبھی جواب ندا محذوف ہوتا ہی جیسے۔

انیس

آواز دی زمین نے کہ یا حافظ جہان — دہشت سے تھرتھرا گیا مریخ آسمان

اور تکرار منادے کے موقع پر ہمیشہ جواب ندا محذوف ہوتا ہے جیسے۔

تراب

خاتمہ بالخیر اُسکا بے تکلف ہو تراب — جو کمین مرجائے جھٹ پٹ کہتے یار یا

ہوس

لیلی لیلی جو تو پکارا ہا — تب راز ہوا یہ آشکارا

بیان دعا

خدا کے سامنے عاجزی اور انکسار ظاہر کرکے کوئی چیز مانگنے کو دعا کہتے ہین دعا کیواسطے جو صیغہ مخصوص ہو وہ بحث مضارع کے صیغہ واحد غائب سے بنتا ہے اکثر حرف آخر کے بعد واؤ اور لگا دیتے ہین جیسے کرے سے کریو اور سُنے سے سُنیو اور دیکھے سے دیکھیو وغیرہ اور جب کبھی آخر مین واؤ لگاتے ہین تو حرف سوم مضارع کو جیم سے بدل لیتے ہین مثلاً دیوے سے دیجیو اور لیوے سے لیجیو وغیرہ مثال دعا کی۔

غالب

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھُلا — رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھُلا

ولہ

جس زخم کی ہوسکتی ہو تدبیر رفو کی — لکھ دیجیو یارب اُسے قسمت مین عدو کی

کبھی دعا کے صیغون کو اور موقع پر بھی استعمال مین لاتے ہین چنانچہ امر بطریق استقبال کے معنی مین آتا ہے امر بطریق استقبال کے معنی یہ ہین کہ امر کے صیغے مین معنی امر کے بحال رہین مگر ظہور فعل کا آیندہ پر موقوف ہو اور صیغہ اُسکا دعائیہ یا مصدر ہوتا ہے۔

غالب

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف — آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

اسی طرح نہی کے مقام پر دعا کا صیغہ آتا ہے جیسے جوش۔

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہمکو
کرامت دیجیو اے ناتوانی دوش سے ہمکو

غالب

ہان کھائیو مت فریب ہستی — ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

تکملہ

وجہ حصر انشاے طلبی کی یہ ہی کہ انشاے طلبی کا تقاضا یہ ہی کہ مطلوب ممکن ہو یا یہ کہ غیر ممکن پس دوسری قسم تمنا ہی اور پہلی صورت مین اگر اُس کے ساتھ کسی شے کا حصول مطلوب ہو صیغہ ترجی کے ساتھ تو اُسے ترجی کہتے ہین اور اگر بغیر ترجی کے طالب کے ذہن مین وہ مطلوب ہی تو استفہام کہتے ہین اور اگر اُسکے ساتھ کسی امر کا حصول خارج مین منظور ہی تو دو حالت سے خالی نہین کہ اگر وہ امر کسی فعل کا استفسار ہے تو وہ نہی ہے اور اگر کسی کا ثبوت ہے تو اُس صورت مین اگر کسی حرف ندا کے ساتھ اُس کا ثبوت ہے تو اُسے ندا کہتے ہین اور اگر حرف ندا کے ساتھ نہین تو دعا کہلاتا ہی اور دعا بھی علماے نحو کے نزدیک امر و نہی مین داخل ہے اور فرق علماے معانی و منطق نے کیا ہے نحوی اس فرق کو نہین مانتے یہ انکی خاص اصطلاح ہی۔

کبھی جملۂ خبریہ جملۂ انشائیہ کے موقع پر آتا ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہی جیسا کہ کہتے ہین اُمید ہے کہ کل آپ کچہری مین ملین گے اور مطلب اس سے یہ ہی کہ تم کل کچہری مین ملنا اور اس حیثیت مین اسواسطے کہتے ہین کہ مخاطب کو گوارا نہین کہ مین دروغ گو ٹھہرون یعنی ملنے کا وعدہ کرون اور نہ مل سکون اور کبھی جملۂ شرطیہ دعا کے محل مین واقع ہوتا ہے چنانچہ تائیدات قصائد مین اس قسم کے جملے بہت ہوتے ہین۔

ذوق

سر ہفت آسمان جب تک کہ دور ہفت اختر ہو — الٰہی یہ بہادر شاہ ہفت کشور ہو

ساتوان باغ فصل و وصل کے بیان مین

فصل اصل ہی اور وصل اُسپر طاری اور عارض ہے اسلیے کہ کسی حرف کی زیادتی سے وصل پیدا ہوتا ہی لیکن ہم وصل کو اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ وہ بمنزلے ملکے کے ہی اور فصل بمنزلے عدم کے اور ظاہر ہی کہ اعدام بغیر اپنے ملکات کے سمجھ مین نہین آسکتے پس جاننا چاہیے کہ عطف کبھی ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر ہوتا ہی اور کبھی ایک جملے کا دوسرے جملے پر ایک مفرد کے دوسرے مفرد پر اور ایک جملے کے دوسرے جملے پر عطف کرنے کو وصل کہتے ہین۔

جس پر عطف کیا جاتا ہے معطوف علیہ اور جسکا عطف کرتے ہین معطوف کہلاتا ہی اور فصل اسے کہتے ہین کہ جسکی شان سے عطف ہو اسکا عطف ترک کردینا مفرد کی مثال۔

ظفر

گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو	ترے دندان و لب نے کردیا بے قدر عالم مین

دندان معطوف علیہ ہی اور لب معطوف اور دونون فعل کردیا کے فاعل ہین اور یہی مناسبت عطف کی ہی۔

انیس

آگئے جب ترے عارض پہ برابر گیسو	صبح اُمید و شب وصل کو یک جا دیکھا

صبح اُمید معطوف علیہ اور شب معطوف ہی اور یہ دونون دیکھا کے مفعول ہین اور عطف کی یہی مناسبت ہی۔

اور عطف ایک جملے کا دوسرے جملے پر چار حال سے خالی نہین۔

(۱) خبریہ کا خبریہ پر جیسے۔

حالی

اور دُنیا سے غلامی کو مٹا کر چھوڑا	کھو دیا مین نے نشان سلطنت شخصی کا

اس شعر مین پہلا مصرع معطوف علیہ ہی اور دوسرا معطوف اور دونون جملے فعلیہ ہین۔

(۲) انشائیہ کا انشائیہ پر جیسے۔

تعشق

لے اب جام مے اور مجھکو پلا	خدا جانے اُسکے تھا دل مین کیا

جام مے لے معطوف علیہ ہی اور مجھکو پلا معطوف

مومن

چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا	نالہ اک دم مین اُڑا دیوے دھوئین

چرخ کیا معطوف علیہ ہی اور چرخ کی بنیاد کیا معطوف اور دونون جملے انشائیہ ہین کیونکہ استفہام کو متضمن ہین۔

(۳) خبریہ کا انشائیہ پر۔

(۴) انشائیہ کا خبریہ پر۔ پہلی اور دوسری قسم تو بہت شائع ہی تیسری اور چوتھی قسم عربی

مین مختلف فیہ ہی اور فارسی مین قلت کے ساتھ قدما کے کلام مین پائی جاتی ہو اُردو مین بھی یہی حال ہو

میر

شست وشو کا اُسکے پانی جمع ہو کر مہ بنا ۔ اور منھ دھونیکے چھینٹون کے یہ تارے دیکھیے

پہلے مصرع مین جملہ خبریہ ہو اور دوسرے مین جملہ انشائیہ اور انشائیہ کا عطف خبریہ پر کیا ہے ۔

ولہ

رونے کی ہے جا کہ آہ کریے ۔ اور دل مین ترے اثر نہ ہووے

پہلا جملہ انشائیہ ہی کیونکہ کریے امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہو اور دوسرا جملہ خبریہ ہی کیونکہ ہووے مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی جو اس جملہ آمیہ مین رابطۂ زمانی واقع ہوا ہو اور عطف جملۂ خبریہ کا انشائیہ پر درست نہین لیکن اس صورت مین کہ انشا خبر کے معنے مین ہو چنانچہ ع

رونے کی ہی جا کہ آہ کریے

اس مصرع کے یہ معنی ہین رونیکی جا ہی کہ آہ کرین ۔

جملون مین فصل اور وصل کس کس حالت مین واجب ہی

(۱) جب ایک جملہ دوسرے جملے کے بعد آئے تو دیکھنا چاہیے کہ پہلا جملہ اعراب کے محل مین ہے یا نہین اور محل اعراب مین ہونے سے یہ مُراد ہو کہ مبتدا کی خبر ہو یا حال ہو یا صفت یا مفعول ہو پس اگر اعراب کے محل مین ہی تو اُسوقت یہہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس سے یہ مقصود ہو کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگائین مثلاً پہلا مبتدا کی خبر ہو اور دوسرے کو بھی اسی مبتدا کی خبر بنائین یا پہلا صفت ہو اور دوسرے کو بھی صفت بنائین یا پہلا حال ہو اور دوسرے کو بھی حال بنائین یا پہلا مفعول ہو اور دوسرے کو بھی مفعول بنائین تو ضرور ہی کہ پہلے پر دوسرے کا عطف مثل مفرد کے کرین پس اگر واو عطف یا کلمۂ اور کے ساتھ عطف کیا جائیگا تو شرط عطف قبول کرنے کی یہان ایک مناسبت ہوگی جسکی وجہ سے دونون جملے جمع ہو سکین گے اور مفردون پر عطف مین بھی یہی مناسبت ضرور ہوتی ہو اس مناسبت کو علماے معانی جہت جامع کہتے ہین اور اگر جہت جامع حکم اعراب مین نہوگی تو فصل متعین ہو عطف نہین کیا جائے گا مثال وصل کی ۔

آزاد

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا ۔ دیکھو کمایا کس نے ہو اور کون اُڑائیگا

کسنے کمایا ہی یہ کون اُٹرائیگا کا عطف کیا ہی کیونکہ دونون جملے دیکھو کے مفعول ہین پس یہان دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگانیکے یہی معنے ہین کہ پہلا مفعول ہی تو دوسرے کو بھی مفعول بنایا ہی یہی حال جرأت کے شعر مین ہی ؎

دیکھا جو کل اُسنے میرے جی کا کھونا ۔۔ اور کھینچکے آہ سرد ہر دم رونا

راسخ

کہدو بسمل سے کہ اک ہاتھ جگر پر رکھے ۔۔ اور اک ہاتھ سے تھامے رہو مین انکا

امیر

موت کہتی ہی کہ دیتے تو حسینو یہ ہین جان ۔۔ اور تجھے مفت لیے مرتے ہین مرنیوالے

ذوق

تو جو ہو حامی اسلام تو بتخانے مین ۔۔ بُت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس اذان

کہے ناقوس اذان کا عطف بُت کرے قصد نماز پر کیا ہی کیونکہ دونون ایک شرط کے جزا ہین۔
چونکہ واو عطف مین جہت جامع کا ہونا ضرور ہی اس بنا پر کہ سکتے ہین کہ نذر محمد خان بی اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس دہلی کے اس شعر مین۔

مفلس جسے ہو اُسکا ہی عالم مین راج ہی ۔۔ اُسکی مراد حاصل و روشن چراغ ہے

عطف معیوب ہی اسلیے کہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین کوئی مناسبت نہین پس یہ عطف غیر مقبول ہی یہی وجہ ہی کہ اُستادانے ان ترکیبون مین عطف نہین کیا ہی ؎

فروغ مے سے نہ کیونکہ ہو وے ایاغ روشن مراد حاصل ۔۔ مثل یہ مشہور ہی جہان مین چراغ روشن مراد حاصل

اسی طرح فلان پانی پیتا ہی اور شعر کہتا ہی یہ عطف بھی نامقبول ہی فصحا کے کلام مین ایسا عطف نہین ہوتا اور جامع سے مراد **وصف خاص** ہے ورنہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین اسی طرح پانی پینے اور شعر کہنے مین بھی امر جامع موجود ہی لیکن ان مین کوئی خاص وصف پایا نہین جاتا۔
اسی قبیل سے ہین یہ اشعار راسخ کے۔

لیتے چٹکیان ہے کھوے سے وان کھوا ۔۔ اور صدا لا فی ہی کانون مین ہوا

ولہ

سود ہی نقصان مین اے خوش صفات ۔۔ اور شہیدون کو فنا مین ہے حیات

(۲) اگر دوسرے جملے کو پہلے کے اعراب کا حکم لگانا اور دوسرے کو پہلے کے حکم مین شریک نہ

مقصود نہو تو اس موقع پر فصل کرنا چاہیے کیونکہ ایسے جملون مین دوسرے کا مقصود بالنسبۃ ہونا متصور نہین ہوتا اس لیے کہ یہان پہلے اور دوسرے کے درمیان کوئی نسبت نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اس شعر مین مصرع ثانی کا عطف پہلے پر نہین تاکہ مفعول کے اختصاص مین شریک نہو جائے کیونکہ مفعول اور ظرف وغیرہ کی تقدیم اختصاص کا فائدہ بخشتی ہی پس اگر عطف کرینگے تو لازم آئے گا کہ معشوق کو خاص آئینہ دیکھنے کی حالت مین دل نہ دینے پر غرور تھا حالانکہ یہ مقصود نہین۔

ولہ

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب	مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

مصرع ثانی پہلے مصرع پر معطوف نہین اگر معطوف کیا جائے تو لازم آتا ہی کہ اسکو مانا کا مفعول ٹھرائین سو یہ ہرگز مراد نہین پس ترک عطف کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ متکلم کے ماننے ہو وہین سے ہی

ولہ

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو	دینے لگا ہی بوسہ بغیر التجا کیے

بوسہ بغیر التجا کیے دینے لگا ہے پہلے جملے پر معطوف نہین تاکہ یہ دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اختصاص بالظرف مین شریک نہو جائے کیونکہ ظرف کی تقدیم نے پہلے جملے کو خصوصیت بخشی ہی یعنی بوسہ دینے کی عادت کا پڑنا غیر کی صحبت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی دوسرے جملے مین یہ منظور نہین کہ بغیر التجا کے غیر کی صحبت مین وہ بوسہ دینے لگا ہی اسلیے کہ یہان بوسہ بغیر التجا دینا بغیر خصوصیت کے منظور ہے۔

جان صاحب

کون کہتا ہے ہم سے بولو تم	منھ تو گھونگھٹ سے اپنا کھولو تم

دوسرے مصرع کا عطف ہم سے بولو تم پر نہین اسلیے کہ اگر اُسپر عطف کرینگے تو یہ بھی کون کہتا ہی کا مفعول ہونے مین اُس کا شریک ہو جائے گا اور قائل کا یہ مقصود نہین وہ تو یہ چاہتا ہے کہ معشوق اگر زبان سے نہ بولے تو منھ ہی دکھا دے۔

(۳) اگر پہلے جملے کے لیے محل اعراب سے نہو اور پہلے جملے کا دوسرے کے ساتھ ربط مقصود ہو تو عطف کرتے ہین مگر اُس حرف کے ساتھ جو واو یا اور کے سوا ہو جیسے کہتے ہین زید آیا پس عمرو آیا۔ زید گیا پھر عمرو گیا اور ایسے عطف کے لیے کوئی دوسری شرط نہین ہوتی کیونکہ حروف عاطفہ مین سے واو یا اور شرکت اور جمعیت کیلیے ہین اور ترتیب یعنی تقدیم و تاخیر مقصود نہین ہوتی اور نہ معیت مقصود ہوتی ہی مثلاً جب کہتے ہین میرے پاس زید اور عمرو آئے تو یہ فرق نہین کرتے کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور نہ یہ لحاظ ہوتا ہی کہ ساتھ آئے اور واو یا اور کے سوا دوسرے حروف عاطفہ سوائے اشتراک کے دوسرے معانی بھی دیتے ہین چنانچہ پس فائدہ جمعیت با ترتیب و بے مہلت کا دیتا ہی یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ معطوف بلحاظ ترتیب کے معطوف علیہ کی نسبت مین شریک ہی مگر مہلت اور تاخیر نہین ہوتی گو عرف مین اس ترتیب کو تاخیر خیال کیا جاتا ہی اور حکم کا ثبوت معطوف علیہ کے لیے معطوف سے قبل ہوتا ہی اور اس قبلیت کی دو قسمین ہین۔

(۱) باعتبار وجود کے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ حرف تعقیب کے لیے آتا ہے دوسری صورت یہ کہ تفریع کے لیے ہوتا ہی تعقیب یہ ہی کہ معطوف کو باعتبار زمانے کے تاخیر ہو اور اول کو ثانی کے وجود مین کوئی دخل نہو جیسے زید آیا پس عمرو جبکہ اول زید آیا ہو اسکے بعد عمرو بغیر مہلت کے آیا ہو لفظ پس اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ عمرو بلحاظ ترتیب کے زید کی نسبت مین شریک ہی مگر ایک کا آنا دوسرے کے آنے کی شرط و علت نہین بلکہ تقدیم و تاخیر اتفاقی ہی تفریع یہ ہی کہ معطوف علیہ کو باوجود تقدم ذاتی و زمانی دونون کے معطوف کے وجود مین داخل ہو مثال اسکی۔

امیر الدین شوخ

اولیا و قطب ہتے ہین فقیری بھیس مین	پس غریبونسے بہت لازم ہی ملنا عید کا

اولیا و قطب کے فقیری بھیس مین رہنے کو غریبون سے ملنے کے اوپر تقدم ذاتی اور زمانی ہی اور اولیا و قطب کا فقیری بھیس مین رہنا سبب ہی غریبون کے ملنے کا۔

(۲) حرف باعتبار ذکر لفظی کے معطوف علیہ معطوف سے قبل ہوتا ہی وجود زمانیکی وجہ سے تقدیم و تاخیر نہین ہوتی اور یہ وہان ہوتا ہی جہان عطف مفصل کا مجمل پر ہو جیسے فعل باعتبار اصالت کے دو قسم پر ہی ایک ماضی دوسرا مضارع پس ماضی وہ ہی جو گذرے ہوے زمانے پر

دلالت کرے اور مضارع وہ ہو جو زمانۂ موجودہ اور آیندہ پر دلالت کرے۔
عطف پھر فائدہ جمعیت کا مع ترتیب و مہلت کے دیتا ہے اور یہ عام ہو اس سے کہ باعتبار زمانے کے ہو جیسے زید گیا پھر عمرو گیا جبکہ عمرو کا جانا زید کے جانے کے بعد مہلت کے ساتھ وقوع مین آیا ہو۔

معبود شاہ رند

کہو کیا ہے فقیر کا جامہ	پھر بتا کیا ہو اُسکا عمامہ

یعنے پہلے یہ بتا پھر وہ بتا۔

نظیر

یہ کچھ بہروپ بن دیکھو کہ بنکر شکل دیتی	نکھرنا سبز ہونا لہلہانا پھر سمٹ جانا

خلیق

پہلے تو دل مین محبت کا شجر پیدا ہوا	پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

یا باعتبار ارتفاع مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے اس شعر مین میر کے۔

کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر اور دماغ و دل	رونق گئی اس شہر کی پھر نور بھی دیدو نکا

سودا

یزید کو تو مسلمان کہے ہے ای نسناس	پھر اُسکو کہئے اولوالامر مین کرے ہی یاد

یا باعتبار انحطاط مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے وزیر آئے پھر اُنکا اسٹاف آیا۔
فائدہ کلمۂ یا جو تردید کے واسطے آتا ہو جب دو جملۂ انشائیہ کے درمیان واقع ہو تو ہر چند دونون جملے صورت مین منفصلہ ہون لیکن پہلا جملہ بحال رہتا ہو اور حرف عطف کے حذف کردینے پر دوسرا جملہ شرطیہ متصلہ بن جاتا ہو چنانچہ۔

مہتاب رائے تاب

یا تنگ نکر ناصح نادان مجھے اتنا	یا چلکے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

کیونکہ مطلب یہ ہو کہ یا تو مجھے تنگ نکر اگر تنگ کرتا ہو تو مجھے ایسا دہن اور ایسی کمر دکھادے۔

خواجہ اکبر حسین اکبر

یا کھینچ تاک دے تجھے چیر کے پہلو سے دل لڑ کپن	یا دل کرے سب نکل کے ارمان جائیے

مطلب یہ ہو کہ یا تو آپ پہلو کو چیر کے دل کو چھینک دیجئے اگر ایسا نہیں کرتے تو دل کے سب ارمان

نکال کے جایئے۔

یاد رکھو کہ اگر جملے مین محکوم علیہ و محکوم بہ مفرد ہونگے تو اُس کو قضیۂ حملیہ کہین گے اور اگر مفرد نہ ہون تو اُس کی دو حالتین ہین اگر حکم اتصال کا ہی تو شرطیہ متصلہ کہین گے اور اگر حکم انفصال کا ہی تو شرطیہ منفصلہ بولینگے اتصال سے مراد یہ ہی کہ شرطیہ مین ایجاب کی حالت مین ایک نسبت کے ثبوت کا حکم دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر ہو جیسے اگر زید انسان ہی تو حیوان ہی اور سلب کی حالت مین ایک نسبت کی نفی کا حکم دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر اور انفصال یہ ہی کہ دو نسبتون مین حالت ایجاب مین منافات کا حکم ہو اور سلب کی حالت مین نفی منافات کا حکم ہو مثلاً کہین کہ یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے ظاہر ہے کہ کسی عدد مین زوجیت اور فردیت جمع نہین ہو سکتین اور نہ دونون مرتفع ہو سکتی ہین۔ خلاصۂ کلام یہ ہی کہ جب کہ دوسرا جملہ پہلے پر ایسے عاطف کے ساتھ جو واو یا اور کا غیر ہو عطف کیا جائیگا تو فائدہ حاصل ہو جائیگا اور وہ یہ ہے کہ ان حروف کے معانی ظاہر ہو جائین گے بخلاف واو کے کہ وہ صرف جمعیت اور اشتراک کا فائدہ بخشتا ہے پس یہ اُسی مین ظاہر ہوگا جس کے لیے حکم اعراب ہو جیسے مفردات اور وہ جملے جنکے لیے محل اعراب ہو پس اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ عطف سوائے واو یا اور کے دوسرے حرف کے ساتھ اپنے فائدہ بخشنے مین درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے اُس مناسبت کے ہونے کا محتاج نہین جس کا نام ہمنے جہت جامع رکھا ہے اور وہ فائدہ جو مناسبت کا محتاج نہین خود ان حروف کے معانی ہین بخلاف اُس عطف کے جو واو یا اور کے ساتھ ہو کہ اُس سے صرف معطوف علیہ و معطوف کے درمیان جمعیت و اشتراک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے پس جب پہلے جملے کے لیے اعراب سے محل ہوگا تو مشترک فیہ بھی ظاہر ہو جائیگا اور وہ حکم ہے جیسا کہ مفردات مین پس اس کے عطف سے فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر اُس جملے کے لیے محل نہین ہوتا تو مشترک فیہ ظاہر نہین ہوتا پس اس وقت ایسے جامع مخصوص کی طرف محتاجی واقع ہوتی جو دونون جملون مین مشترک ہوتا ہے اور دونون کو جمع کرتا ہے اور اس جامع کا سمجھنا اتنی چیزون کے سمجھنے پر موقوف ہے کہ دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع یعنی انفصال یا کمال اتصال بدون ایہام خلاف مقصود کے ہے یا نہین اور خلاف مقصود کے ایہام نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب دو جملون مین فصل کیا جائے تو اُس سے خلاف مقصود کا ایہام حاصل نہو بلکہ وصل کرنے سے مراد بخوبی حاصل

ہوسکتی ہو یا اُن دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع اور کمال اتصال کے ساتھ مشابہت بھی ہے یا نہین اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال کے ساتھ مشابہت اُن مین موجود ہے تو فصل کرنا چاہیے وصل نہ کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایک حیثیت سے مغائرت کو چاہتا ہے اور دوسری حیثیت سے مناسبت کو چاہتا ہے اور ظاہر ہی کہ مغائرت نہ تو کمال اتصال کو اور نہ کمال اتصال کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے اور مناسبت نہ تو کمال انقطاع کو اور نہ کمال انقطاع کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے یا اُن دونون جملون کے درمیان نہ کمال انقطاع ہی نہ کمال اتصال اور نہ ان دونون کمالون کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ اوسط درجے کی حالت ہے تو وصل کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایسے ہی دو جملون کے درمیان واقع ہوتا ہے جن مین سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مغائرت اور مناسبت دونون باتین حاصل ہون اور ان باتون کا جاننا دقت سے خالی نہین اور جس کے لیے حکم اعراب ہے اگرچہ وہ بھی جہت جامع پر موقوف ہے لیکن اسمین دقت نہین ہی کیونکہ اُس مین جہت جامع ایسی چیزون کے جاننے پر موقوف نہین ہی۔

حاصل کلام یہ ہی کہ جب دو ایسے جملے جمع ہون کہ نہ انکے لیے اعراب سے محل ہو اور نہ پہلے جملے کے لیے کوئی ایسا حکم ہو جسکا دینا دوسرے جملے کو مقصود ہو یا حکم ہو اور دوسرے کو بھی اس حکم کا دینا مقصود ہو یعنے جس طرح اُس حکم کو پہلے جملے کے لیے لگا سکتے ہین اُسی طرح دوسرے جملے کے لیے بھی لگا سکین تو ایسے جملون کے چھ حال ہین۔

(۱) اُن دونون مین انقطاع (انفصال) اس بات کے ایہام کے بدون ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئیگا۔

(۲) دونون مین کمال اتصال ہو۔

(۳) دونون مین کمال انقطاع کی مشابہت ہو۔

(۴) کمال اتصال کی مشابہت ہو۔

(۵) کمال انقطاع اس بات کے ایہام کے ساتھ ہو کہ اگر فصل کیا جائے گا تو مقصود کا خلاف لازم آئے گا۔

(۶) دونون کمالون کے درمیان توسط ہو۔

پس ان مین سے چھٹی اور پانچوین حالت مین دونون جملون مین فصل کرنا چاہیے اور باقی پہلی چار حالتون مین دونون کے درمیان فصل کرنا چاہیے اب ان چھوٴن حالات کی تفصیل پر غور کرو۔

کمال انقطاع بدون ایہام کے

کمال انقطاع دو جملون مین کئی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک اس وجہ سے کہ دونون لفظاً و معناً مختلف ہوتے ہین مثلاً پہلا انشائیہ ہو اور دوسرا خبریہ یا پہلا خبریہ ہو اور دوسرا انشائیہ سوان دونون مین وصل نہین ہوتا جیسے غالب کے اس قول مین جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین پہلا جملہ انشائیہ ہی اور دوسرا خبریہ پس ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین گے ہونگے اوپر عطف نہین کیا اسلیے کہ یہ خبر ہی لفظاً و معناً اور اولفظاً و معناً انشا۔ ظفر کہتا ہے۔ **مصرع**۔

ہے خدا جانے کہان مدت ہوئی اُسکو گئے

اس مصرع مین دو جملے ہین پہلا استفہام استخباری کو متضمن ہی اسوجہ سے لفظاً و معناً انشائیہ ہی اور دوسرا لفظاً و معناً خبریہ ہی۔

ظفر

ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حُسن چمکاؤ	کہ حیران دیکھکر عالم ہین مجکو بھی تمھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائین جملۂ خبریہ ہے اور تم اپنا حسن چمکاؤ جملۂ انشائیہ ہی پس ان دونون کے درمیان عطف نہین کیا گیا اسی مثال مین ہی نسیم کا مصرع۔ ع

سفر ہی دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہی

سفر ہے دشوار لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اور خواب کب تک لفظاً و معناً جملہ انشائیہ ہے اسلیے کہ استفہام استخباری کو متضمن ہی اور بہت بڑی منزل عدم ہی لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہی اسلیے ان تینون جملون مین عطف نہین کیا کیونکہ کمال انقطاع ہی۔

یہ مثالین دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع کی ہین کیونکہ دونون لفظاً و معناً خبر و انشا ہین اور نہ دونون کو اعراب سے محل حاصل ہی۔

دوسرے کمال انقطاع اس وجہ سے ہوتا ہی کہ دونون مین سے ایک معناً خبر ہو اور دوسرا معناً انشا اگرچہ لفظاً دونون صرف انشائیہ ہون یا صرف دونون خبریہ ہون یہان بھی وصل نہین ہو سکتا پس یہان چار صورتین متصور ہین۔

(**الف**) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور دونون لفظاً خبریہ ہون جیسے آج زید مرگیا اللہ اُسکو بخشے کا عطف زید مرگیا پر نہین کیا کیونکہ معنے کی رو سے انشائیہ ہی

اور زید مر گیا خبریہ ہی اگرچہ لفظاً دونون خبریہ ہین۔

مرزا کاظم حسن

بہی اک رند باقی تھا صد افسوس	خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

جملہ بہی اک رند باقی تھا معناً خبر ہی اور خدا بخشے معناً انشا ہی کیونکہ دعا ہی پس خدا بخشے کا عطف بہی اک رند باقی تھا پر نہین کیا گو کہ دونون جملے لفظاً خبر ہین۔

قائم

بتون کے دید کو جاتا ہون پر مین قائم	مجھے کچھ اور ارادہ نہین خدا نہ کرے

جملہ مجھے کچھ اور ارادہ نہین دوسرے جملے خدا نہ کرے سے نہایت منقطع ہے اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معناً خبریہ ہے اور دوسرا معناً انشائیہ ہے کیونکہ دعا ہے اور لفظاً دونون خبریہ ہین۔

غلام علی خان وحشت

میرے مرنے کی خبر غیر کو یون دیتے ہین	مر گیا وحشت جان باز تری جان بچے دو؟

حکیم میر محمد مہدی ظاہر

نہ بھائی تجھی جس شخص بن دل کو سیر	سو آیا ہے کے لو وہ یادش بخیر

(ب) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور لفظاً دونون انشائیہ ہون۔ جیسے

نواب کلب علیخان

ڈوب مرنے کو مرے داغ جگر گیا کم تھا	چشم تر لے کیے کیون سات سمندر پیدا

اس شعر مین پہلا مصرع معناً خبریہ ہی اسلیے کہ استفہام انکاری ہی جو خبر کی تاویل مین ہوتا ہی اور بظاہر انشا ہوتا ہی اور دوسرا مصرع معناً انشائیہ ہی اسلیے استفہام استخباری ہی اور لفظاً دونون انشائیہ ہین

(ج) پہلا معناً انشائیہ ہو اور دوسرا معناً خبریہ ہو اور لفظاً دونون خبریہ ہون مثلاً۔

غالب

یہ لاش بیکفن اسد خستہ جان کی ہے	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پہلا جملہ حق مغفرت کرے دوسرے جملے عجب آزاد مرد تھا سے نہایت منقطع ہی اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معناً انشائیہ ہی کیونکہ دعا ہی اور دوسرا معناً خبریہ ہے اور لفظاً دونون جملے خبریہ ہین۔

(د) پہلا معناً انشائیہ ہو اور دوسرا معناً خبریہ ہو اور لفظاً دونوں انشائیہ ہوں جیسے۔

نواب کلب علیخان

کوستے کیوں ہو مجھے آج کھڑے مقتل میں	ذبح کرنے کو نہیں کیا کوئی خنجر پیدا

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں دونوں جملے استفہامیہ ہیں اس لیے لفظاً انشائیہ ہیں مگر پہلا معناً بھی انشائیہ ہے کیونکہ استفہام اختیاری ہی بخلاف دوسرے کے کہ وہ معناً خبریہ ہے اسلیے کہ استفہام تقریری دراصل خبر ہی۔

تیسرے کمال الفطاع اسلیے ہوتا ہے کہ دونوں جملوں میں کوئی جامع نہیں ہوتا اور جامع سے مراد ایسا وصف ہی جو نہایت خصوصیت رکھتا ہو اور یہ جامع دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔

(**الف**) یا تو صرف جملوں کے مسندالیہوں میں نہیں ہوتا جیسے زید بڑا ہی جاتو چھوٹا ہی یہاں فقط مسندالیہوں میں کوئی جامع نہیں ہے اسلیے دوسرے کا عطف پہلے پر نہیں ہوسکتا حالانکہ دونوں جملے خبریہ ہیں اور بڑے اور چھوٹے میں جامع موجود ہے اور وہ یہ ہی کہ ایک دوسرے کی ضد ہے مگر مسندالیہوں میں جامع مفقود ہے۔

شہیدی

خندے کے کرنے میں جو صبح اُس گل کے لب ہو گئے	غنچے کی چھاتی پھٹ گئی لعل میں ٹکڑے ہوا

دوسرے مصرع میں دو مسندالیہ ہیں ایک غنچہ دوسرا لعل ہیں اور ان میں کوئی جامع نہیں ہے البتہ مسندوں میں جامع ہی اور وہ یہ ہی کہ دونوں کا مصداق ایک ہی۔

انیس

دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے

یہاں دولت و اطفال مسندالیہ ہیں جن میں کوئی جامع نہیں اور مسندوں میں اتحاد جامع ہے۔

(**ب**) کبھی جامع فقط مسندوں میں نہیں ہوتا جیسے زید لمبا ہے عمرو سونیوالا ہے۔
یہاں صرف مسندوں میں جامع نہیں بشرطیکہ مسندالیہوں میں جامع فرض کرلیا جائے اور وہ یہ کہ زید و عمرو آپس میں دوست ہوں، یا کسی اور قسم کا اُن میں تعلق ہو۔

فہمی

مرتا ہے دراز کاکلوں پر	فہمی کی حیات بڑھ گئی ہے

پہلے مصرع میں فہمی مسندالیہ ہی اور دوسرے میں حیات فہمی اور ان میں جامع ظاہر ہی اور پہلے

جملے مین مرتا ہی بمعنی عاشق ہے مسند ہی اور دوسرے مین بڑھ گئی ہی مسند ہی اوران مین کوئی جامع نہین

تنخواہ دو پٹے سے چھپایا اُس نے ‌ ‌ غضب ‌ ‌ دل کو پردے مین لُبھایا اُس نے

دونون جملون کے مسندالیہون مین جامع یہ ہی کہ دونون متحد ہین اور مسندون مین کوئی جامع نہین۔
(ج) یا مسندالیہ اور مسند دونون مین کسی قسم کا جامع نہین ہوتا جیسے زید کھڑا ہی علم عمدہ ہے
اسی قبیل سے یہ بھی ہوسکتا ہی کہ زید لمبا ہی عمرو شعر والا ہی جبکہ زید و عمرو مین جامع نہو۔

گلزار نسیم

گوشے مین کوئی لگا نہووے ‌ ‌ خوشہ کوئی تاکتا نہووے

پہلے مصرع کے جملے مین مسندالیہ کوئی محافظ ہی اور دوسرے مصرع کے جملے مین مسندالیہ خوشہ ہے اوران مین کوئی جامع نہین ہے اور پہلے جملے مین لگا نہووے مسند ہے اور دوسرے مین تاکتا نہووے اوران مین بھی کوئی جامع نہین ہے۔

وہ ساز طرب ملے خوش آہنگ ‌ ‌ ولہ ‌ ‌ دورازادب کھلے بصد ننگ

پہلے مصرع کے جملے مین ساز طرب مسندالیہ ہے اور دوسرے مصرع کے جملے مین دوراز ادب مسندالیہ ہے اوران مین کوئی جامع نہین اور اول مین ملے اور دوم مین کھلے مسند ہین اوران مین بھی کوئی جامع نہین۔

ایضاً

مرغان ہوا تھے ہوش راہی ‌ ‌ نقش کف پا تھی ریگ ماہی

اور آگے بڑھا وہ بحر اوہام ‌ ‌ ولہ ‌ ‌ ذرہ با خورشید ہوگئی شام

بڑھی تھی رُخ جنون کی کاکل ‌ ‌ ولہ ‌ ‌ پابوسی گل کو آیا سنبل

کمال اتصال

دو جملون کے درمیان کمال اتصال چار طور سے پایا جاتا ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید کرتا ہی۔ تائید کبھی معنوی طور پر ہوتی ہے کبھی لفظی طور پر اور تائید کی ضرورت یہ ہی کہ سامع جب ایک جملہ سنکر گمان کرتا ہی کہ یہ حکم بطور مجاز کے یا غلطی سے کیا ہی تو اسکے اس گمان کے دفع کرنے کے لیے متکلم ایک جملے کا عطف پہلے جملے پر کردیتا ہی تاکہ اُس کا یہ توہم دفع ہوجائے یہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے معنی کو ثابت کرتا ہی پس تائید معنوی یہ ہی کہ دوسرے جملے کا مضمون پہلے جملے کے مضمون سے مختلف ہو لیکن ایک کے معنی کے ثبوت سے دوسرے کے

معنے کا ثبوت لازم آئے ایسے جملون مین عطف نہین کیا جاتا کیونکہ تاکید اور مؤکد ایک شے کی مثل ہوجاتے ہین۔

وحید

حاسد یہ دل مین کہتے ہین گھبرا کے یک بیک
سلطان ملک نظم ہی یہ کچھ نہین ہی شک

جب یہ کہا گیا کہ حاسد اپنے دل مین اس شخص کو سلطان ملک نظم سمجھتے ہین تو سامع کو یہ توہم ہوسکتا تھا کہ یہ بطور مجاز کے یا غلط کہا ہوگا پس سامع کے اس توہم کے دور کرنے کے لیے ایک دوسرا جملہ اسکے بعد ذکر کیا اور وہ کچھ شک نہین ہے۔ اور کچھ شک نہین ہی کا مرتبہ اس ترکیب مین ایسا ہی جیسا کہ شعر ذیل مین خود کا رتبہ ہے۔

اوج

پردہ اٹھ جائیگا جب روے تجلی سے کلیم
آپ خود منھ سے کہینگے کہ ابھی کیا دیکھا

شاد

سبھی کی آنسے اک زمانے تک
نہین اس مین ذرا بھی شبہ و شک

مصرع دوم مصرع اول کی معنوی طور پر تائید کرتا ہے۔

ناسخ

ہو ترا روے جہان سوز اگر عکس فگن
ہی یقین خانہ آئینہ ستمگر جلجاے

خانہ آئینہ ستمگر جلجاے شرط کا جواب ہی اور اسکی تائید یقین ہی کرتا ہی۔

امیر

سب سے بدتر ہی امیر اس مین نہین شک لیکن
لاج اسکی ہے ضرور آپ کا کہلاتا ہے

امیر کے سب سے بدتر ہونے کی تائید معنوی طور پر اس مین شک نہین کرتا ہے۔
اور لفظی طور پر تائید کی یہ صورت ہی کہ دونون جملون کا مضمون ایک ہو پس ایسے جملون مین بھی عطف نہین کیا جاتا اسلیے کہ تاکید اور مؤکد ملکر ایک شے کی مثل ہوجاتے ہین جیسے۔

ناسخ

جو ہوا کو خدا نہ کرتا خلق
ہیئے خالق ہوا نہ کرتا خلق

محمد باقر

الفت انکی ہر اصل مایہ شود
الفت انکی ہر اصل ہر بہبود

شاد

میرے مشرب کے سبب خلاف کیا	میرے مذہب کے سبب خلاف کیا

میر حسن

نہیں تیرا کوئی نہ ہوگا شریک	تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک

مثنوی سعدین

وہ ملیدہ جو دان سے آیا ہے	نہ ملیدہ نہ جوین نے کھایا ہے
نام اُسی کا ہے لذّت دنیا	نام اُسی کا ہے نعمت دنیا

دوسرا شعر مقصود بالتمثیل ہے۔

دبیر

یہ تاج ہے اُسکا جو حسین ابن علی ہے	واللہ کلاہ سر شبیر یہی ہے

پانچوں شعروں میں جو مطلب پہلے مصرعوں کے جملوں سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے مصرعوں کے جملوں سے حاصل ہوتا ہے ایک ایک مصرع ایک ایک جملہ ہے ہر شعر میں دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید اور ثبوت کے استحکام کے لیے ہے تاکہ سامع کو یہ گمان نہ پیدا ہو کہ متکلم نے یہ بات مجازاً کہی ہے یا غلط کہی ہے۔

انیس

دونوں کا ایک نور خدا سے ظہور ہے	ظاہر ہیں ان میں جس سے ہر ایک نور ہے

جو مفہوم ظاہر ہیں کا ہے وہی اُسکے جملہ مابعد کا ہے۔

مؤلف

زلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے	ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا

دوسرے مصرع کے تمام جملے مضمون کے اعتبار سے متحد ہیں اسلیے عطف نہیں کیا۔

مضطر

میری اُنکی رسم اُلفت چھٹ گئی	مدتیں گذریں زمانہ ہوگیا

جو مطلب مدتیں گذریں سے حاصل ہوتا ہے وہی زمانہ گذرا سے حاصل ہوتا ہے۔

ضامن

مار ڈالا کسی کی چاہت نے	اُلفت یار نے ہمیں تڑپا

اس شعر مین جو مطلب پہلے جملے سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے سے حاصل ہوتا ہی۔

غالب

کہا تمنے کہ کیون ہی غیر کے ملنے مین رُسوائی ۔ بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیے کہ ہان کیون ہو

جو مطلب بجا کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہی وہی سچ کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہے۔

ذوق

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے کہیگا کہ بلے ۔ انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

پس تمام شعرون مین دوسرے جملے کا ویسا ہی رُتبہ ہے جیسا کہ اس شعر مین دوسرے چھوٹے گا کا۔

صبا

دل سودازدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا ۔ ہر اک حلقہ ہی کالا جیل خانہ زلف مشکو نکا

تنبیہ۔ جبکہ ایک جملہ دوسرے جملے کی تائید لفظاً کرتا ہو تو عطف نہین کیا جاتا پس اس صورت مین محمد حسین متخلص بہ حسین کے اس شعر مین۔

بچھوٹے ہین پھول باغ مین آئی بہار ہی ۔ مطلع ہی صاف اور نہین گرد و غبار ہی

عطف درست نہین اسلیے کہ مطلع کے صاف ہونے سے بھی یہی مراد ہی کہ مطلع گرد و غبار نہین رکھتا اور مطلع صاف ہونے سے دوسرے منے مقصود ہین تو اس صورت مین بھی عطف ناجائز ہی کیونکہ یہ کمال انقطاع کی تیسری قسم ہی جیسا کہ بہار آئی ہی اور مطلع صاف ہی مین کمال انقطاع ہی۔

دوسرا طور۔ یہ ہے کہ پہلا جملہ بیان مراد کے لیے کافی نہین ہوتا اُس مین کوئی کمی یا پوشیدگی ہوتی ہی اسلیے اُسکے بعد ایک اور جملہ بطور بدل کے لاتے ہین جس سے تمام و کمال انکشاف مراد کا ہوتا ہے اور وجہ اُسکی یہ ہوتی ہی کہ مقام اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ مراد کی شان کا بخوبی اہتمام کیا جائے اور نکتہ اس مین یہ ہوتا ہی کہ یا تو مراد فی نفسہ مطلوب ہوتی ہی یا شنیع ہوتی ہی یا عجیب ہوتی ہی یا لطیف اور مستحسن ہوتی ہے پس دوسرا جملہ مراد کے بخوبی کھولنے کے لیے بطور بدل کے لایا جاتا ہے تاکہ ظہور مراد مین کسی قسم کی کمی اور پوشیدگی باقی نہ رہے اور اسکی دو صورتین ہین۔

(الف) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل ہو۔

مراد کے فی نفسہ مطلوب ہونے کی مثال۔ جیسے کہین خدا نے ہمکو بہت سی نعمتین بخشی ہین آنکھین دیکھنے کو دی ہین کان سُننے کو دیے ہین زبان دل کا حال بیان کرنے کو دی ہے

یہان نعمت الٰہی کا جتانا مراد ہی اور وہ فی نفسہ مطلوب ہی اور عبادت و پرہیزگاری اختیار کرنے کا ذریعہ ہے اسلیے اسکا کھولنا ضرور تھا پہلے جملے سے مجملاً نعمات الٰہی کا حال معلوم ہوتا تھا دوسرے جملون کے لانے سے اُسکی تفصیل ہوگئی۔

رویاے صادقہ

اور جو ہم مین پہلوان کہلاتے ہین سینہ اُبھرا ہوا ہے۔ قبضے چڑھے ہوے ہین دیکھنے کو موٹے تازے داؤ پیچ خوب رون لنج یہان پہلوانون کا حال ظاہر کرنا اور اُنکے قوے کی حالت کا دکھانا مدنظر تھا کیونکہ یہ امر فی نفسہ مطلوب تھا اس لیے پہلے جملے کے بعد دوسرے جملے جو اُنکے حالات پر مشتمل تھے لائے اور اس طرح اُس مجمل کی تفصیل ذہن نشین کردی اور دوسرے جملون کے مفہوم پہلے جملے مین داخل ہین۔

داغ

ہماری آنکھون نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا	بُرائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

یہان عجب عجب انتخاب تماشون کا بتانا منظور تھا اسلیے دوسرے مصرع مین اُن عجائب تماشون کو کھولدیا چونکہ پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہ تھا اسلیے اُسکے بعد تین جملے دوسرے بطور بدل کے لائے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

تخم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی	کھیت مین بویا گیا گیہون چنا

مصرع اول مین پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہ تھا اُس کا اجمال دوسرے جملہ نے دُور کردیا اور اُس جنس اعلیٰ کو بتادیا جسکی تخم ریزی ہوئی تھی۔

اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو	گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

پہلا جملہ جو مصرع اول مین ہی انکشاف مراد کے لیے کافی نہ تھا اُسکے بعد دو جملے بطور بدل کے لائے جنھون نے اُسکا خفا دُور کردیا۔

جرأت

تیرے خیال مین دونون جہان سے ہم گذرے
نہ اس جہان کی خبر ہے نہ اُس جہان کی خبر

ظفر

جاتے ہین کیا کیا گھسیٹے رہرو راہ وفا سر کے بل ہاتون کے بل سینے کے بل بازو کے بل

جرأت

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی لب بند ہوے سب کے کچھ منھ سے نہ بات آئی

مراد کے شنیع ہونے کی مثال

کوئی عورت بدکار ہو اور نماز گذار بھی ہو تو اُس کو کہین دو باتین جمع نکر زناکاری چھوڑ دے اور نماز پڑھا کر جیسے واجد علی شاہ کے اس قول ہین۔

عجب انداز کی تھی وہ کگرد
وہ اُڑانے کا ذوق رکھتی تھی
گنّے سے آنکھ وہ لگاتی تھی
جو ترطون سے وہ کرتی تھی آٹو ہا
اور سیبستان سے شوق رکھتی تھی
پور ایک ایک اُسکو بھاتی تھی

پہلے مصرع مین اُس عورت کے انداز فحش کاری کو دکھایا ہی چونکہ اس جملے مین معنی مراد کے ادا کرنے مین خفا ہی اسلیے دوسرے جملے اُسکے بعد لائے جس سے اُسکی توضیح ہو گئی اور پہلے جملے کے ساتھ دوسرے جملون کا عطف اسلیے نہین کیا کہ شے واحد کی طرح سمجھے جاتے ہین۔

میر حسن

لگے پینے باہم شراب وصال
لبون سے ملے لب دہن سے دہن
لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو
ہوے نخل اُمید سے وہ نہال
دلون سے ملے دل بدن سے بدن
گئین حسرتین دل کی پامال ہو

پہلے شعر مین صحبت جماع کو دکھایا ہی چونکہ معنی مراد بخوبی ادا نہین ہو سکتے ہین اسلیے بعد مین کئی جملے ذکر کیے جنھون نے خفا کو بخوبی دُور کر دیا۔

صاحبقران

جیتون غضب ہی شوخی مین ہے بیمثال آنکھ چھوٹے سے سن مین اُسکی بڑی ہی چھنال آنکھ

مراد کے عجیب ہونیکی مثال

ذوق

شب ہجران بسر نہین ہوتی نہین ہوتی سحر نہین ہوتی

شب ہجران کا بسر نہونا پہلا جملہ ہی اور سحر کا نہونا دوسرا جملہ ہی مگر پہلے جملے سے مراد بخوبی ظاہر نہین ہوسکتی تھی کہ کس طرح شب ہجران بسر نہین ہوسکتی دوسرے جملے نے مراد کو اچھی طرح کھولدیا کہ شب ہجران کا بسر نہونا یہ ہی کہ دن نہین نکلتا جو اجمال پہلے جملے مین تھا اُسکی تفسیر دوسرے جملے نے کردی اور چونکہ کسی شب کا بسر نہونا عجیب بات تھی کیونکہ کوئی شب ایسی نہین کہ بسر نہ ہوسکے پس اُسکی شان کا اہتمام زیادہ منظور تھا اور اس غرض سے وضاحت کی حاجت پڑی اور بطور بدل کے سحر نہین ہوتی اُسکے بعد ذکر کیا اور دونون مین حرف عطف نہ لائے کیونکہ دونون شئی واحد کیطرح سمجھی جاتی ہین

مراد کے لطیف ہونیکی مثال

کوئی شخص رحم دل اور خوش اخلاق ہو تو کہین کہ وہ خوبیون کا مجموعہ ہی رحم دلی اور خوش اخلاقی اُسکے خمیر مین داخل ہین۔

حالی

راستی اور راستبازی اسمین تھی ضرب المثل	اُسکے کامو مین ریا تھی اور نہ باتو مین دغل

امانت

تمھارے گیسو رخ کے ڈھنگ دُنیا سے نرالے ہین	پریشان ہون تو سنبل ہین جو بل کھائین تو کالے ہین

(ب) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل نہین ہوتا بلکہ اُس سے مغائرت رکھتا ہی مثال۔

شباب

چُپ اے ناصح نکر مجھکو نصیحت دم بدم آکر	مرے دلپر تو قبضہ ہی کسی ہوش کی اُلفت کا

یہان چُپ پہلا جملہ ہی بطور بدل کے اُسکے بعد کہا مجھکو نصیحت نکر اور مقصود اس سے سرزنش ہی۔

نہ رندو مین ٹھہر تو زاہد اے راستہ اپنا	ولہ ٹھہرتا ہی تو پہلے صاف کرلے اپنے باطن کو

زاہد کے ٹھہرنے پر کراہت ظاہر کرنے کو کہا کہ رندون مین نہ ٹھہر اور جب کہا کہ اپنا راستہ لے تو اُس نے اُس مضمون کو بخوبی خاطر نشین کردیا کیونکہ جب عرف مین اس طرح بات چیت کرتے ہین تو اس سے کمال کراہت کا اظہار مقصود ہوتا ہی نہ چلا جانا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ راستہ لینا باعتبار مفہوم کے نہ ٹھہرنے سے مغائر ہی اسلیے تاکید وبیان نہین ہوسکتا اور نہ راستہ لینا نہ ٹھہرنے مین داخل ہی اسلیے پہلی قسم سے بھی علیحدہ ہوا۔

اسی قبیل سے ہی۔

آفتاب رائے رُسوا

رُسوا کو کما دیکھکے کل شوخ نے گستاخ ۔۔۔ چل دور ہو فی النار ہو کافور ہو چھو ہو

چل دور ہو کے بعد بطور بدل کے کما فی النار ہو اسی طرح اسکے بعد کما کافور ہو یہی حال چھو ہو کا ہے عرف مین جب کہتے ہین فی النار ہو جاؤ یا کافور ہو جاؤ تو ان سے معنی حقیقی مقصود نہین ہوتے بلکہ محض اپنے سامنے موجود ہونے پر کراہت کرنا مقصود ہوتی ہے ۔

انشا

شور محشر پہ یہ کہ بیٹھے خرام اُسکا صاف ۔۔۔ دال فے عین الف بے دور ہٹ جا ہو چل بسط

تیسرا طور دو جملون مین کمال اتصال کا یہ ہو کہ دوسرا جملہ بطور بیان کے واقع ہو اور یہ بیان اسلیے لایا جائے کہ پہلے جملے مین کسی قسم کا خفا ہو جس سے مراد کی پوری پوری توضیح نہو سکتی ہو اور مقام یہ چاہتا ہو کہ بیان خفا دُور کر دیا جائے جو جملہ بطور بدل کے آگر پہلے جملے سے معنی مراد کا خفا دُور کرتا ہے اُس مین اور اُس جملے مین جو بطور بیان کے آکر معنی مراد کا خفا زائل کرتا ہے یہ فرق ہی کہ بدل مین مقصود دوسرا جملہ ہوتا ہے نہ اول اور بیان مین پہلا جملہ مقصود ہوتا ہے نہ دوسرا کیونکہ دوسرا فقط توضیح کے لیے ہوتا ہے پس اگرچہ جملہ بدل اور جملہ بیان دونون توضیح کے لیے ہوتے ہین مگر بدل والے جملے مین جو ایضاح بدل سے حاصل ہوتا ہے وہ اُس سے بالذات مقصود نہین ہوتا اور بیان والے جملے مین جو ایضاح بیان سے حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے بالذات مقصود ہوتا ہے ۔ مثال ۔

واجد علی شاہ

اِک مرض جا نہ رہا تو دوسرا پیدا ہوا ۔۔۔ قلب کے ہلنے کا مجھکو عارضا پیدا ہوا

دوسرا مصرع بیان ہی دوسرا مرض پیدا ہونے کا چونکہ یہ کہدینا کہ دوسرا مرض پیدا ہوا ایک ایسا امر تھا کہ جس مین خفا ہے اور مقام مقتضی اس بات کا تھا کہ یہ خفا دُور کیا جائے اسلیے یہ کہکے کہ دل کے ہلنے کا مجھکو عارضہ پیدا ہوا اُس پوشیدگی کو دُور کر دیا ۔

حالی

بند اپنے فرائض مین مسلمان ہین نہ ہندو ۔۔۔ معمور مساجد ہین نہ آباد ہین مندر

یہ جملہ کہ اپنے فرائض مین مسلمان اور ہندو بند نہین خفا رکھتا ہی کیونکہ یہ معلوم نہین ہوتا کہ وہ کس بات مین بند نہین اور مقام اسکا مقتضی ہی کہ خفا دُور کیا جائے پس دوسرے مصرع مین اُس بات کی

بیان کر دیا۔

داغ

محبت مین جس جا گئے لٹ گئے ہم
لیا دل کسی نے دیا سر کسی کو

امانت

خدا نے اختیار اُسکو دیا ہی روز محشر کا
وہی مالک ہی جنت کا وہی قاسم ہی کوثر کا

سنو کھ راے بیتاب

نہ رہے باغ جہان مین کبھی آرام سے ہم
پھنس گئے قید قفس مین جو چھٹے دام سے ہم

سید محمد زکریا خان زکی

قتل ہو کر بھی تو رہتے ہین پریشان عشاق
سر جدا ہاتھ جدا پانون جدا ہوتا ہے

چوتھا طور کمال اتصال کا یہ ہی کہ دوسرا جملہ پہلے سے اہم ہو اور پہلے سے غرض متعلق نہو مثلاً کہتے ہین آپکے تشریف رکھیے یا لو کھانا کھاؤ یا جاؤ سور ہو ظاہر ہی کہ ان مثالون مین دُو دُو جملے ہین پہلے جملے سے کوئی غرض نہین اور مطلوب دوسرا جملہ ہی اسلیے کمال اتصال کے لحاظ سے فصل کیا گیا اور عطف سے احتراز ہوا جیسے آفتاب راے رسوا کے شعر مین چل دور ہو کہ چل سے کوئی غرض نہین اسی طرح نظام رامپوری کے شعر مین لو اب تو چھوڑ۔ ؎

وہ کسمسا کے شب وصل اُسکا کہنا ہاے
لے اب تو چھوڑ مجھے تو نے خوب پیار کیا

اسی قبیل سے ہی اس قول مین میر حسن کے جا کہ اس سے کوئی غرض مطلوب نہین ؎

فقیرون سے آشنا نہ ہو تو خفا
چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا

اصغر

نشے مین لے لیا بوسہ خفا کیون ہوتے ہو صاحب
چلو بس جانے دو کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے

مقصود بالتمثیل چلو ہی کہ اس سے کوئی غرض متعلق نہین جیسے انشا کے اس شعر مین۔

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے
آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے

حالی

ابھی اِک نکتے مین تم دونون کو جھٹلاتی ہون لو سنو غور سے مین کہتی ہون ور جاتی ہون

کمال انقطاع کی مشابہت

دو جملون کے درمیان کمال انقطاع کی مشابہت یہ ہی کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت

رکھتا ہو پس دوسرے کو پہلے پر عطف کرنے سے یہ ایہام پیدا ہوتا ہی کہ دوسرے جملے کا عطف کسی غیر پر ہے حالانکہ وہ مقصود نہین ہوتا اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کرتے اگر عطف کیا جائے تو معنی مراد مین خلل پیدا ہو جائے پس خلاف مراد کا وہم پیدا ہونا عطف کو مانع ہی اسی وجہ سے اسکو کمال انقطاع کی طرح قرار دیا گیا ہی کمال انقطاع اور اس مین یہی فرق ہی کہ وہان مانع امر ذاتی ہی جس کا دفع کرنا کسی طرح ممکن نہین اسلیے کہ وہان دونون جملون مین سے ایک خبریہ ہوتا ہے اور دوسرا انشائیہ اور دونون مین کوئی جامع نہین ہوتا اور انقطاع کی مشابہت کے موقع پر عطف کرنے کا مانع ایک ایسا امر ہوتا ہے جو دونون جملون کی ذاتون سے خارج ہوتا ہی اور اسکا دفع کرنا کسی قرینے وغیرہ کے نصب کرنے سے ممکن ہوتا ہے اور کمال انقطاع کی مشابہت مین ترک عطف کو **فصل قطعی** کہتے ہین جیسے صاحب باغ و بہار لکھتا ہے "فقیر نے ناچار خاطر سے مہمان کی استقبال کر کے نہایت تپاک سے برابر اُس جوان کے لا بٹھایا جوان اُس کے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی" جملہ دوم یعنی جوان اُسکے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی پہلے جملے پر معطوف نہین کیونکہ معطوف ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی متکلم کے فعل سے ہو اور یہ منظور نہین اسی مثال مین ہے یہ عبارت رد یائے صادقہ کی ایک مصاحب کو یہ سوجھی کہ ان دنون ولایتی میوہ فروش آئے ہوے ہین کسی ولایتی کو ایک پہلوان سے لڑوایا جائے صاحب عالم اس ایجاد کو سُن کر پھڑک گئے اور فرمایا بھئی واللہ تخت کی قسم کیا بات پیدا کی ہی" اس عبارت مین (صاحب عالم اس ایجاد کو سُنکر پھڑک گئے) کا عطف اُسکے ماقبل پر نہین کیونکہ عطف کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی اُس چیز مین سے ہو جو مصاحب کو سوجھی تھی۔

کمال اتصال کی مشابہت

یہ ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت حاصل ہو صورت اُسکی یہ ہے کہ دوسرا جملہ جواب ہو اُس سوال کا جسکا چاہنے والا پہلا جملہ ہو اور کلام کا قرینہ اُس پر دلالت کرتا ہو پس دوسرے جملے کا پہلے جملے سے فصل کیا جاتا ہی جس طرح سوال محقق مصرح سے جواب کا فصل کیا جاتا ہی کیونکہ دونون مین اتصال ہوتا ہی اگر سوال و جواب کے معانی کی طرف نظر کیجائے تو اُن مین کمال اتصال کی مشابہت ہوتی ہے اور اگر اُنکے الفاظ کو دیکھا جائے تو اُن مین کمال انقطاع ہوتا ہی کیونکہ سوال انشا ہے اور جواب خبر ہے اگر اُنکے قائلون پر لحاظ کیا جائے تو ہر ایک

ایک متکلم کا کلام ہے اور ایک متکلم کے کلام کا دوسرے متکلم کے کلام پر عطف نہین کیا جاتا پس تمام تقدیرون پر فصل متعین ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوسرے جملے کا عطف پہلے جملے پر نہین کیا جاتا کیونکہ پہلا جملہ سوال کو مشتمل اور مقتضی ہوتا ہے پس ایسی حالت مین پہلے پر دوسرے کا عطف کرنا ایسا ہے جیسے جواب کا سوال پر عطف کرنا اس قسم کے فصل کو **استیناف** کہتے ہین اور دوسرا جملہ کہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے **مستانفہ** کہلاتا ہے اور اسپر استیناف کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور استیناف کی کئی قسمین ہین۔ اُن مین سے **پہلی قسم** یہ ہے کہ سامع بڑا اُس حکم کا جو پہلے جملے مین ہوتا ہے سبب مبہم ہو اور سبب دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عام دوسرا خاص۔
سبب عام یہ ہو کہ سامع کو کسیطرح بھی حکم کا سبب نہ معلوم ہو مطلقاً سبب سے جاہل ہو جیسے۔

سودا

زخم کا دل کے ترو تازہ ہے انگور سدا
جاری رہتا ہو مری چشم کا ناسور سدا

زخم دل کا انگور ترو تازہ ہے پہلا جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہو جسکا جواب دوسرا جملہ ہے یعنی جب قائل نے کہا کہ زخم دل کا انگور سدا ترو تازہ رہتا ہے تو سوال کیا گیا کہ اس ترو تازہ رہنے کا سبب کیا ہو اُسنے اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا کہ میری چشم کا ناسور سدا جاری رہتا ہو اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی درد کی شکایت کرتا ہو تو اُس شکایت کے سبب اور مرض کا سوال کیا جاتا ہے اور یہ نہین دریافت کیا جاتا کہ تمھاری تکلیف کا یہ سبب ہے یا یہ سبب ہے۔

مرزا حاجی شگفتہ

مشکل ہو میری اُسکی ہو صحبت برارآہ
مین جلد باز ہون وہ تغافل شعار ہے

یہ جملہ کہ میری اُسکی صحبت برار ہو مشکل ہو ایک سوال کو چاہتا ہو جسکا جواب دوسرا مصرع ہے یعنی جب قائل نے کہا کہ میری اُسکی صحبت برار ہونا مشکل ہے تو سوال کیا گیا کہ اسکا کیا سبب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا گیا کہ مین جلد باز ہون اور وہ تغافل شعار ہے۔

عنایت حسین کیفی

بدلے گی نہ پیشانی کی تحریر کسی وقت
ٹلتا نہین حکم خط تقدیر کسی وقت

پیشانی کی تحریر کا نہ بدلنا ایک جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہو اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ پیشانی کی تحریر کیون نہین بدلتی اس سوال کا جواب دوسرا مصرع ہے۔

نحیف

چھپے کس طرح گیسوؤن کی محبت ۔۔ یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین

گویا کہ کہا گیا کہ گیسوؤن کی محبت کیون نہ چھپے اسکا جواب یہ دیا کہ یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین ۔

ظفر

زیادہ عشق کی آتش اگر بھڑکے تو جلتے ہین ۔۔ ہمارے استخوان کچھ خشک ہیزم سے نہین کم ہین

یہ قول کہ عشق کی آتش کے زیادہ بھڑکنے سے جلتے ہین ایک سوال کا مقتضی ہی جسکا جواب دوسرا جملہ ہی جو دوسرے مصرع مین مذکور ہے ۔

سبب خاص یہ ہی کہ سامع پہلے جملے کے حکم کے تمام سببون کی نفی کو تصور کرتا ہو مگر ایک سبب خاص ایسا ہو کہ اسکے ثبوت مین متردد ہو اسلیے اُسکا سوال کرے جیسے ۔

صاحبقران

مجھکو شہوت ہوئی تیمم سے ۔۔ تھی مقرر کسی چھنال کی خاک

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین واقع ہے وہ ایک سوال کا مقتضی ہی اور دوسرا جملہ یعنی دوسرا مصرع استیناف ہے اور سوال یہ ہے کہ تم کو تیمم سے کیون شہوت ہوگئی پس سوال سبب خاص سے ہے اور قرینہ اس پر تاکید ہے اسلیے کہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سائل سبب خاص کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور تیمم سے شہوت ہو جانے کے ثبوت مین متردد ہے اور تعیین کا طالب ہی پس گویا کہ کہا گیا کہ تم تیمم سے کیون شہوت ہوگئی کیا جس مٹی سے تیمم کیا تھا وہ کسی چھنال کی قبر کی تھی پس تاکید کے ساتھ جواب دیا گیا اور چھنال کی خاک ہونے کی تاکید لفظ مقرر سے کی گئی مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہین کیا جاتا بلکہ سبب خاص کے جواب کو مؤکد کیا جاتا ہے پس جواب کا مؤکد کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ سائل سبب خاص کا طالب ہے اور اس مین متردد ہی اور جسوقت مخاطب طالب متردد دیکھا جاتا ہی تو اُس وقت حکم کو مؤکد کرنا مستحسن ہے ۔

امانت

دم مارنے کی جا نہین اے صاحب ادراک ۔۔ حقا کہ وہان دخل نہین وہم و گمان کا

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین ہے سوال کو چاہتا ہی اور حقا کہ وہان دخل نہین وہم و گمان کا استیناف ہی اور سوال یہ ہے کہ کیون دم مارنے کی جا نہین ہی کیونکہ جب کہا گیا کہ دم مارنے کی جا نہین تو مخاطب کے دل مین اس حکم کے ثبوت کے متعلق تردد پیدا ہوا اور وہ اس بات کا سائل ہوا کہ اس عجز کا کیا سبب ہے

پس سائل جملہ اول کے حکم کے ثبوت مین متردد ہے اور اُسکے سبب کے دریافت کرنے کا طالب ہے
پس جملے کے ساتھ تاکید کرکے جواب دیا گیا کہ وہان وہم و گمان کو رسائی نہین کیونکہ مطلق سبب کے
جواب کو موکد نہین کیا جاتا۔

شاداب

ہے یقین سب عقدہاے زلف کھلجائینگے آج	وصف گیسو مین سر مشاطگی آئی ہے فکر

گویا کہا گیا کس واسطے سر مشاطگی وصف گیسو مین فکر آئی ہے کیا آج زلف کے سب عقدے
کھلجائینگے پس سائل متردد ہے اور تعیین کا طالب ہی اور جواب مین جو یقین ہی کا لفظ تاکید
کے لیے ذکر کیا ہی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سائل کو سبب خاص کا دریافت کرنا منظور ہی اور
اور اُس مین اُس کو تردد ہے اسی وجہ سے تاکید کے ساتھ اُس کو جواب دیا گیا۔

ظفر

واللہ ظفر قافیہ بسیار ہے موجود	پڑھ اور غزل کوئی بہ بدل قوافی

منشاے سوال مصرع اول ہی گویا کہا گیا کہ کیا قافیہ بہت سا موجود ہی اور سوال سبب خاص سے ہے
اور قرینہ اس پر تاکید ہی کیونکہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ سائل سبب خاص کو پوچھنا
چاہتا ہی اور اُس مین اُسکو تردد ہی۔

دوسری قسم یہ کہ سامع پر سواے سبب کے کوئی اور چیز مبہم ہو جو پہلے جملے سے تعلق رکھتی ہو
اور مقام سوال اُسکا مقتضی ہو اور اُسکی دو صورتین ہین۔

(الف) وہ شے عام ہو مثلاً۔

مثنوی شیرین خسرو

کہا مجھکو بھی اُس سے ہی اخلاص	کہا شیرین مری حرم ہے خاص

یعنے فرہاد نے خسرو کے اس قول کے جواب مین کہ وہ میری خاص حرم ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ
اُسنے یہ کہا کہ اُس سے مجھے بھی اخلاص ہے اور ظاہر ہی کہ فرہاد کا قول خسرو کے قول کے لیے
سبب نہین ہی۔

مومن

کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی	کہا اُس بت سے جا مرتا ہی مومن

یعنی اُس بت نے اس قول کے جواب مین کہ مومن مرتا ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ اُسنے کہا کہ
مین کیا کرون خدا کی یہی مرضی ہے۔

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو ہو بچاؤ	بولین وہ چلو کیا قسم کھاؤ

یعنی تاج الملوک کے اس قول کے جواب مین کہ اگر تمکو بھی پوشاک لینی ہو تو مجھکو ہو بچاؤ پریون نے کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ پریان بولین چلو پھر یہان سوال پیدا ہوا کہ تاج الملوک نے پریون کے اس قول کے جواب مین کہ چلو کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ اُسنے یہ کہا کہ قسم کھاؤ۔

(ب) وہ شئے خاص ہو جیسے

مصحفی

زلف مشکین اسکی شدت سے ہوئی خونخوار تر	سچ ہے ہان ہوتا ہے دندان گزند مار تیز

تقدیر عبارت یہ ہے کہ گویا قائل سے کہا گیا کہ یہ بات سچ ہے یا غلط ہے کہ معشوق کی زلف شدت سے خونخوار تیز ہوئی ہے پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہے اور اُسکی تقویت اور احتیاط لازم سمجھنے کے لیے یہ بھی کہا کہ ہان سانپ کا دندان گزند تیز ہوتا ہے پس اُس زلف مشکین سے اپنے آپکو بچائے رکھنا چاہیے سوال جملۂ اول سے پیدا ہوتا ہے اسلیے کہ جب قائل نے زلف کے بشدت تیز ہو جانے کی شکایت کی تو اس سے سائل کو یہ تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ آیا زلف معشوق کا شدت سے خونخوار تر ہو جانا سچ ہے یا غلط پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو ہے مگر دونون مین سے ایک کی تعیین چاہتا ہے اور یہ بات خاص ہے۔

علمی

دوست چھپا حق کو نہ کہہ ناحق کہ حق راضی ہے	سچ تو ہے کیون جھوٹ بولے آشنا کے واسطے

تقدیر عبارت یہ ہے کہ گویا سائل سے کہا گیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ دوست اور آشنا کے واسطے بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے یا غلط ہے پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہے سوال جملۂ اول سے پیدا ہوا ہے اسلیے کہ جب یہ کہا گیا کہ حق بات کو نہ چھپائے اور ناحق بات کو نہ کہنے سے اللہ راضی ہوتا ہے تو اس سے اس سوال کی تحریک ہوئی کہ کیا کسی اپنے دوست کے لیے بھی حق بات کو چھپانا اور ناحق بات کو نہ کہنا چاہیئے۔

غالب

کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی	بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

گویا معشوق نے کہا کہ مین جو ملتا ہون کہ غیر کے ملنے مین رسوائی کیون ہوگی تو یہ قول بیشک

یا غلط ہے اُسپر عاشق نے جواب دیا کہ تم جو کچھ کہتے ہو درست کہتے ہو سوال کی تحریک معشوق کو اس خیال سے پیدا ہوئی کہ عاشق میری اس بات کو جھوٹ جانتا ہی یا سچ جانتا ہی -

ظفر

تجھسے دل لیکے دیئیے اور کو ہم	غلط اے دل با معاذ اللہ

جب یہ کہا کہ تجھسے دل لیکے ہم اور کو دیئیے تو اس سے سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم کہتے ہو یہ بات صحیح ہے یا غلط ہی پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو تھا لیکن انمین سے ایک کی تعیین کرانے کے لیے سوال کیا قائل نے جواب دیا کہ غلط ہی اور اسکی تاکید معاذ اللہ سے کی

از ڈاکٹر سعید احمد سعید

یہ کیا خبر تھی کہ تری تمام ہوتا ہے	خراب ہو کے گرفتار دام ہوتا ہے
ہمارے روز سعادت کی شام ہوتا ہے	جو حکمران تھے انھین خود غلام ہوتا ہے
غلط کہ پستیٔ اقبال کا نتیجہ ہے	یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے

جب پہلے چار ون مصرعون کا مضمون کہا تو سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم مصائب بیان کر رہے ہو یہ امر صحیح ہے یا غلط کہ یہ پستی اقبال کا نتیجہ ہے تو اُس نے جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے بلکہ یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے -

تیسری قسم استیناف کی یہ ہی کہ جسکے ذکر کے لیے استیناف واقع ہوتا ہی اُسکا اعادہ کیا جاتا ہی جیسے -

ظفر

عرق سے دو نہ خط مشکناب کو پانی	مٹا ہی دے ہی حروف کتاب کو پانی

یہان پانی کا اعادہ کیا گیا جسکی وجہ سے حکم کا استیناف ہوا ہی اور سوال جو یہان مقدر ہے وہ یہ ہی کہ کیون خط مشکناب کو پانی نہ دین -

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین دل شاد	پیراہن تجیدہ ہے گویا مکتوب

یہان دوسرے مصرع مین مکتوب کا اعادہ کیا اسی کے لیے حکم کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ مکتوب کے آنے سے تم دل شاد کیون ہوے -

ولہ

کیا ہے ذقن و بہی مین نسبت	مانند بہی ہے کب ذقن زرد

دوسرے مصرع مین ذقن وہی کا اعادہ کیا گیا ہے انھین کیلیے حکم استیناف ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ ذقن وہی ہین کیون لنبدہ نہین۔

سودا

نہین ڈرتا یہ لاٹھی واٹھی سے	کیا کرے لاٹھی اُسکی لاٹھی ہے

یہان دوسرے جملے مین لاٹھی کا اعادہ کیا ہے اسی کے لیے حکم کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ یہ لاٹھی سے کیون نہین ڈرتا۔

نظام رامپوری

دل لگے ہجر مین کیونکر مرا	دل ترا سا نہین تجھے مرا

کبھی صدر استیناف محذوف ہوجاتا ہے جیسے۔

حمد کی جاتی ہے حق کی رات دن	انبیا و اولیا و انس و جن

گویا کہا گیا کہ رات دن کون حق تعالے کی حمد کرتا ہے تو دوسرے مصرع کے ذریعہ سے جواب دیا کہ انبیا و اولیا و انس و جن حق تعالے کی حمد کرتے ہین۔

اس طرح زبان اُردو مین استعمال نہین ہوتا یہ عربی کا طریق ہے۔

کبھی جملہ استینافیہ کو حذف کر دیتے ہین جیسے۔

انشا

کیا ترے سر آچڑھے چارون کے چارون الامان	شاہ دریا تیغ سد و زرین خان تھے میان

گویا کہ یہان سوال کیا گیا کہ کون چارون آچڑھے ہین اسکا جواب دیا گیا کہ شاہ دریا تیغ سد و زرین خان تھے میان یعنی شاہ دریا تیغ سد و زرین خان تھے میان آچڑھے ہین۔

آغا علیخان مہر

تیرے گریان کو نہین ڈر ہجر کی برسات مین	برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا

گویا یہان سوال کیا گیا کہ کس چیز کا ڈر نہین تو جواب دیا گیا کہ برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا یعنے برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا ڈر نہین ہی۔

وحید اللہ خان وحید

ام چشم تمھارا نہین دنیا مین کوئی اور	باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ

گویا سوال کیا گیا کہ کون ہم چشم ہی تو جواب دیا گیا کہ باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ یعنی یہ چیزیں ان کی ہمچشم ہیں۔

جرأت

پھرتا ہوں تجھ بغیر میں ہو کے دوانہ ہو بہو | شہر بہ شہر دہ بہ دہ خانہ بہ خانہ کو بکو ہا

گویا سوال کیا گیا کہ کہاں پھرتے ہو تو جواب دیا گیا کہ شہر بشہر دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو یعنی ان مقامات میں پھرتا ہوں۔

منشی رام سہائے تمنا

ظہور صبح نے سب کارخانہ کردیا ابتر | فروغ شمع کا پروانہ کا ارباب محفل کا
فنا کے بعد رہتا ہے تمنا ذکر خیر اکثر | سخن دان کا سخن کا شعر کا اُستاد کامل کا

شاہ نصیر

تو نے اک بار نہ دیکھا شہ خوبان افسوس | ہم ترے حجرے کو سو بار اُٹھے اور بیٹھے

گویا سوال کیا گیا کہ کیا نہ دیکھا تو جواب دیا گیا ہم تیرے حجرے کیواسطے سو بار اٹھے اور سو بار بیٹھے کبھی تمام استیناف حذف ہو جاتا ہے جیسے۔

قلندر

دل میں خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے | اُجڑے ہی ملک آوے ہی جب شاہ دوسرا

دل میں ایک ہی دلبر کا خیال خوب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب ہی کہ جب دل میں دوسرے دلبر کا خیال پیدا ہو جاتا ہی تو دل دو دلبروں کے خیالات کی کشمکش اور صدمات سے خراب ہو جاتا ہے پس یہ تمام استیناف حذف کر کے اُسکی جگہ یہ قول رکھدیا گیا کہ جب دوسرا بادشاہ آتا ہے تو ملک اُجڑ جاتا ہی تاکہ اُس محذوف پر دلالت کرتا رہے۔

جعفر علی

وہ جو کہتے تھے کہ ہم ڈنڈون سے توڑینگے سپر | دور کر کود پڑے تب بھی نہ ٹوٹا پاپڑ

گویا یہاں سوال کیا گیا کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم ڈنڈون سے سپر توڑینگے وہ سچے تھے یا جھوٹے تھے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ وہ جھوٹے تھے یہ سارا استیناف یعنی وہ جھوٹے تھے حذف کر کے اُسکی علت کو محذوف پر دلالت کے لیے اُسکی جگہ رکھدیا گیا۔

وصال مرتبۂ انتہا ہے عاشق کو | امیر اگر نہ ہاتھ لگیں جب تلک نہ ہاتھ ملے

گویا یہان یہ سوال کیا گیا کہ وصال کا مرتبۂ انتہا ہونا سچ ہی یا جھوٹ اسکا جواب یہ دیا کہ یہ بات سچ ہی پس یہ سارا استیناف حذف کرکے اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیا۔

پاک رکھا پاک دامن سے حساب ولہ بوسے بھی گن کے لیے گن کے دیے

تنبیہ یہ بیان اُن چارون حالتون کا تھا جو فصل کی مقتضی ہین اب اُن باقی حالتون پر غور کرو جو وصل کو چاہتی ہین۔

کمال انقطاع مع ایہام

یعنے انقطاع جسکے ساتھ اس بات کا ایہام ہو کہ اگر وصل نہ کیا جائیگا تو سامع متکلم کی مراد کے خلاف سمجھ لے گا پس ایسے موقع پر وصل کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ سامع اُس وہم مین نہ پڑے جیسے کہا جائے کہ یہ گھوڑا سو روپے کو آیا ہے مخاطب کہے نہین اور اللہ تمھاری مدد کرے یعنی یہ بات درست نہین ہے پس یہ جملہ اخبار یہ ہی اور اللہ تمھاری مدد کرے جملۂ انشائیہ دعائیہ ہی پس دونون مین یہ کمال انقطاع ہے لیکن باوجود اس انقطاع کے عطف کیا گیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مخاطب نے بددعا دی ہے اسلیے کہ جب کہا جاتا کہ نہین اللہ تمھاری مدد کرے تو یہ وہم ہوتا کہ بددعا کرتا ہی حالانکہ مقصود دعا دینا ہی اور جب اور کے ساتھ عطف کردیا تو اس وہم کے لیے بالکل گنجایش نہ رہی اس جگہ معطوف علیہ نہی کا مضمون ہی اور معطوف دعا ہے۔

کمال انقطاع اور کمال اتصال مین توسط

جملون کا کمال انقطاع اور کمال اتصال مین متوسط ہونا وصل کو چاہتا ہی اور توسط وہان ہوتا ہی جہان دو جملون کے درمیان نہ کمال انقطاع ہو نہ کمال اتصال اور نہ اُن دونون کمالون کی مشابہت ہو پس جب ایسی حالت کے ساتھ دو جملے جمع ہوجائینگے تو اُن مین وصل کیا جائے گا اور دو جملون مین توسط وہان پایا جاتا ہی جہان دونون جملے خبر ہونے مین یا انشا ہونے مین متفق ہون اور یہ آٹھ صورت پر متصور ہی۔

(۱) دونون جملون کے لفظاً و معنے خبر ہونا چاہیے۔

شاہ نصیر

وہ شعلہ رو ہی سوار توسن اور اسکا توسن عرق فشان ہے

حالی

ہوئین یوسف کی سختیان جب دور	اور ہوا ملک مصر پہ مامور

ظفر

وہان ہے عیش و عشرت باہم اور یہان ہے آہ و نالہ ہر دم	کہ جنکے ہمدم ایسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب	اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم	اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہر دم

مولوی محمد اسمٰعیل

پنہان ہوئی نُوس آخر کار	اور ظلمت شب ہوئی نمودار

نواب محبت خان

ظاہر ہے کہ تو مجھکو کہے جائے ہے سب کچھ	اور یہ بھی ہویدا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

(۲) دونون جملون کے لفظاً و معنےً انشا ہون جیسے۔

واسوخت قلق

اپنے کچھ دل کی ہی مجھسے کہو اور سنو	بات بھی میری نہین سنتے ہو لو اور سنو

کہو اور سنو دو جملۂ انشائیہ ہین اور یہ دونون جملے لفظاً و معناً انشا ہین۔

حالی

قوم سے جو تمھارے ہین برتاؤ	سوچو میرے پیارے اور شرماؤ

ظفر

کے ہے صید افگن صید گہ مین کھینچکر خنجر	کہ کتنے رہ گئے جاندار اور بے جان کتنے ہین

نکیش

کہا مین نے اے مادر نیک رائے	یہ گرد ہے کون اور کیسی ہے گائے

ولہ

یہ لو نیوتا اور جلدی چلو	توقف نہ چلنے مین ہر گز کرو

مفتون

ہاتھ مین لے جام اور بوتل سنبھال	جلوۂ جانان کو باتون مین نہ ٹال

(۳) دونوں جملے معناً انشا ہوں اور لفظاً خبر ہوں جیسے۔

سودا

ختم کرتا ہوں دعائیہ یہ سودا یہ کلام | دوست ہوں شاد ترے اور ہو دشمن پامال

تیرے دوست شاد ہوں اور تیرے دشمن پامال ہوں یہ دونوں جملے دعائیہ ہیں جو لفظاً خبریہ ہیں اور معناً انشائیہ ہیں

ولہ

یارب جو ترے دوست ہیں از قلزم تا بہ کنار (?)
اور اُس مین جو بدخواہ ترا ہونے لگے غرق | ہوتے ہوئے پار اُنکی نہ کشتی کو لگے دیر
موج اُسکو نکلنے نہ دے ہو پانون مین زنجیر

دوسرے شعر کے صدر مین اور عطف کے لیے ہی اور اُسکے ماقبل کا جملہ بھی دعائیہ ہی اور مابعد کا بھی جو معناً انشا ہین اور لفظاً خبر۔

میر

رات دارو پیجیے غیرون مین بیٹھ گیت وغل | اور سحر سر دُکھنے کا ہمسے بہانہ کیجیے

پیجیے اور کیجیے بظاہر انشا ہین کیونکہ امر کے صیغے ہین مگر مراد ان سے خبر ہی اس لیے کہ پیتے ہو اور کرتے ہو کے معنے مین مستعمل ہوے ہین۔

مولوی نذیر احمد

جیئیں تو خوش جئیں اور رہیں عافیت سے | جب آئے موت تو سب کا بخیر ہو انجام

ذوق

جو کہ ہون بدخواہ وہ ناشاد اور غمگین رہیں | اور ہواخواہوں کے دل ہو وین ہمیشہ شادکام

(۴) دونون جملے معناً انشا ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے۔

سدا رہے وہ زمانے مین باشکوہ جلال | **ولہ** | اور اُسکے دشمنون کو رکھ تو پائمال ملال

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً خبر ہے کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہی اور دوسرا لفظاً انشا ہی کیونکہ صیغہ امر رکھتا ہی۔

خرد ہو جائے یارب پائے انداز | **ولہ** | اور اپنے عشق سے کر تو سرافراز

اس مین بھی وہی صورت ہی۔

(۵) دونون جملے معناً انشا ہون اور لفظاً پہلا انشا ہو اور دوسرا خبر جیسے۔

مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے مین | **انشا** | اور اُسکے ہاتھ رہے میرے دل کی سُلجھاوٹ

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً انشا ہی کیونکہ صیغۂ امر رکھتا ہی جو دعا کے لیے ہے اور دوسرا لفظاً خبر ہی کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہی جو دعا کیلیے ہی -

(٦) دونون جملے معناً خبر ہون اور لفظاً انشا ہون جیسے -

مولوی محمد اسمعیل

ہے حرارت کی لمبی بیتی فقط
ورنہ جاڑا کون اور گرمی ہے کیا

دوسرے مصرع کے دونون جملے لفظاً انشا ہین اور معناً خبر ہین کیونکہ استفہام انکاری کو متضمن ہین جو اگرچہ انشا مین داخل ہی مگر خبر کی تاویل مین ہی اسلیے لفظاً انشا سمجھا جاتا ہی اور معناً خبر -

انور علی

ہم کیا لکھیں وصف اسکا ہے تحریر سے باہر
اور منہ سے کہین کیا کہ ہی تقریر سے باہر

دونون مصرعون کے دونون جملے استفہام انکاری کو متضمن ہین اسلیے معناً خبر ہین اور لفظاً انشا -

امیر حسن امیر سہارنپوری

کیا نہ تھی لونڈی تو اور کیا ہم ترے مولا نہ تھے
کیا نہ تھی محکوم تو کیا ہم ترے آقا نہ تھے

امو جان مغنون

خوف عصیان کیسا اور کیسا عذاب
آج روز عیش ہے وصل بے حساب

(٧) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً انشا ہو اور دوسرا لفظاً خبر ہو جیسے - ع

تا نگی جسم و جان مین کب آتی
اور مخلوق ساری مرجاتی

پہلا جملہ بوجہ استفہام انکاری ہونے کے لفظاً انشا ہی اور معناً خبر ہی اور دوسرا جملہ لفظاً و معناً دونون طرح خبر ہی

شیخ الہی بخش تبسم

حیف ہے یہ نہ مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھو
اور ہر وقت رہے پیش نظر جام شراب

دونون جملے معناً خبر ہین اور پچھلا لفظاً بھی خبر ہی اور پہلا لفظاً انشا ہی اسلیے کہ دیکھو امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہے اور مراد اس سے یہ ہی کہ مجھے آنکھ اٹھا کر نہین دیکھتے ہو -

(٨) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے - ع

ہین یہ سارے دوست ایدل جیتے جی کیواسطے
کون مرتا ہے بھلا تیرے کسی کے واسطے

پہلے مصرع مین جملہ خبریہ ہی اور دوسرے مصرع مین جملۂ انشائیہ ہی جو معناً خبر ہی اور لفظاً انشا ہے کیونکہ استفہام انکاری ہی جو معناً انشا ہوتا ہے اور لفظاً خبر -

ظفر

یہ خطا تسلنے سے ہو برہم کرے وہ زلف کو	اور خطا واروں مین تم اس بخطا کا نام لو

پہلا جملہ لفظاً خبریہ ہی اور دوسرا لفظاً انشائیہ ہی کیونکہ لو امر کی جمع کا صیغہ ہی مگر مراد اس سے حال ہے یعنے اس بے خطا کا نام لیتے ہو اس صورت مین معناً دونون جملے خبریہ ہین۔

جامع کی حقیقت

جو وصف دونون جملون کو جمع کرتا ہی اُسکے لیے یہ واجب ہی کہ دونون جملون کے مسندالیہون مین کوئی مناسبت ہو اسی طرح دونون جملون کے مسندون مین بھی مناسبت ہونا چاہیے یہ نہ ہو کہ صرف مسندالیہون مین یا فقط مسندون مین مناسبت ہو کیونکہ دو جملون کے عطف کے لیے اسقدر کافی نہین۔

(۱) اگر مسندالیہ دونون مین متحد ہون تو اُنکے لیے کسی اور مناسبت کی ضرورت نہو گی یعنی متحد ہونے کی نسبت کافی ہے جیسے۔

مثنوی بہار اُمید

تنگدستی مین کشایش کا دلاتی ہی یقین	اور بلاؤن مین ہی تو صبر کی کرتی تلقین
الم و رنج مین کام آتی ہی اُنکے اکثر	اور کٹھن وقت مین تو بھاتی ہی اُنکی کمر

چارون جملون مین اُمید مسندالیہ ہی۔

مرزا احمد بیگ ذاکر

چھوڑ اسلام کو اور کھینچلے قشقہ ذاکر	طالب کفر ہو اور اُس بت عیار سے مل

دونون جملون مین ذاکر مسندالیہ ہی۔

حالی

موجود سخن گو ہون جہان اُن مین طبیب آپ	اور جاتے ہین بن آپ طبیبون مین سخن گو

دونون جملون مین آپ مسندالیہ ہی۔

ولہ

گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو	تو جلدی اُٹھو اور اپنی خبر لو

دونون جملون مین مسندالیہ مخاطب ہے۔

ذوق

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف	اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کیلیے

دونون جملون مین مسندالیہ خدا ہی۔

آزاد

اہل تحصیل کو پڑھنے کے سواکام نہین		اور جہان مین انھین فکر سحر وشام نہین	

دونون جملون مین مسندالیہ اہل تحصیل ہے۔

نظیر

یان آدمی پہ جان کو وارے ہی آدمی		اور آدمی کو تیغ سے مارے ہی آدمی	

دونون جملون مین آدمی مسندالیہ ہی۔

(۲) اسی طرح اگر مسند متحد ہون تو اُن مین پھر کسی دسری مناسبت کی ضرورت نہین یہی اتحاد کافی ہی صرف مسندالیہون مین کوئی مناسبت ہونا چاہیے۔

واسوخت قلق

ہم ادھر رونے لگے اور وہ اُدھر رونے لگے

دونون جملون مین مسند متحد ہین اور مسندالیہون مین عاشقی ومعشوقی کی مناسبت ہی۔

میر

راتون کے تئین مصیبین گذرین		اور دنون کو قیامتین گذرین	

دونون جملون مین مصیبتین اور قیامتین مسندالیہ ہین اور گذرین دونون جملون مین مسند متحد ہین

قدرت

تسپ ہجران کی مصیبت مین لکھون کیا قدرت		تن سے جان چھوٹے ہی اور جان سے تن چھوٹے ہے

پچھلے مصرع کے دونون جملون مین مسند متحد ہین اور مسندالیہ بھی باہم مناسبت رکھتے ہین۔

تپش

ابھی جو چیخ کھولون تو آفت اُٹھے		خرابی اُٹھے اور قیامت اُٹھے	

(۳) اگر دونون جملون کے مسندالیہ مختلف ہون تو اسوقت مین اُن مین کوئی خاص مناسبت ہونا چاہیے عام مناسبت کافی نہین مثلاً دو آدمی مسندالیہ ہون تو اُنکے مسندالیہ واقع ہولے کے لیے صرف انسان ہونا یا کھڑا ہونا یا بیٹھا ہونا کافی نہین بلکہ دوستی یا دشمنی یا رشتہ داری یا امیر ہولے یا تاجر ہونے کی مناسبت ہونا چاہیے یا اسی طرح کوئی اور مناسبت ہو اسی طرح مسند مختلف ہون تو اُن مین بھی کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضرور ہی جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

لُو مسافر کا جھلس دیتی تھی منھ
اور زمین تلوون کو دیتی تھی جلا

پہلے جملے مین لُو اور دوسرے مین زمین مسند الیہ ہین اور ان دونون مین ملابست کی نسبت ہے اور مسندون مین یہ نسبت ہے کہ جھلس دینا بھی جلا دینے کے قبیل سے ہے کمی بیشی کا فرق ہے۔

مذہب عشق

تو دریا ہے اور مین ہون تشنہ جگر
بجھا پیاس کو میری جلد آن کر

دونون جملون مین عاشق و معشوق مسند الیہ ہین اور ان مین عشق کا ہونا یہان جامع ہے اور مسندون مین یہ نسبت ہے کہ پانی تشنگی رفع ہونیکا ذریعہ ہے۔

حالی

طبع غالب ہے اور مین مغلوب
نفس قاہر ہے اور مین مقہور

دونون مصرعون مین مسند الیہون مین جزو کل کی نسبت ہے اور مسندون مین تضاد کی۔

ظفر

بظاہر سب ہین انسان لیک باطن کی خدا جانے
کہ ہین انسان ان مین کتنے اور حیوان کتنے ہین

دونون جملون مین مسند الیہ انسان اور حیوان ہین اور ان مین جزو کل کی نسبت ہے۔

داغ

دل مین کیا خاک جگہ دون ترے ارمانون کو
کہ مکان ہے یہ خراب اور مکین اچھے ہین

دونون جملون کے مسند الیہون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہے اور مسندون مین تضاد کی نسبت ہے۔

میر

اب وہی گھر ہے بے سر و سایہ
اور ہون مین وہی فرومایہ

مسند الیہ دونون جگہ وہی ہے اور مسندون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہے اور ملکیت کی مناسبت بھی کہہ سکتے ہین۔

انیس

مضمون گوہر ہین اور صدف سینہ ہے
ہے صاف تو یہ کہ قلب بے کینہ ہے

مضمون اور سینہ مسند الیہ ہین اور دونون مین مناسبت ہے کہ مضمون سینے سے پیدا ہوتا ہے

اور صدف وگوہر مین بھی یہی مناسبت ہی یعنی گوہر صدف مین پیدا ہوتا ہی۔

شیفتہ

سب اُس مین محو اور وہ سب سے علیحدہ	آئینے مین ہو آب نہ آئینہ آب مین

مسندالیہون مین خالقیت اور مخلوقیت کی مناسبت ہو اور مسندون مین تضاد کی جامعیت ہی۔

احمد علی صادق

تھین تری غزلین قصیدے دلربا	اور تھا ہر شعر تیرا دل پذیر

مسندالیہون مین جزئیت وکلیت کی مناسبت ہی۔ اور مسندون کا مضمون متحد ہی۔

مقتول

وہ غنی ہو اور وہ رحمان ہے	آیۂ لاتقنطوا ایمان ہے

ظفر

تیری نے نوشی کی خاطر ساغر سیمین ہوا ماہ	اور گزک کے واسطے زرین رکابی آفتاب

آتش

میکدے مین چل کے سیر عالم نیرنگ کر	قلقل مینا ہی نغمہ اور دور جام رقص

انشا

رات وہ بولی مجھسے ہنسکر چاہ میان کچھ کھیل نہین	ہن ہون ہنسو اور تو ہی مقطع میرا تیرا میل نہین

ناسخ

تمنا ہی ساقی کبھی بزم مے مین	وہ سرشار ہو اور ہشیار مین ہون

(۴) اگر مسندالیہون مین مناسبت نہوگی اور مسندون مین مناسبت ہوگی یا اسکے برعکس ہوگا تو عطف صحیح نہوگا جیسے کہین میرے موزے تنگ ہین اور میرا مکان تنگ ہو اسی طرح زید شاعر ہی اور عمرو کالا ہی۔

(۵) جامع تین قسم پر ہی ایک عقلی، دوسرا وہمی تیسرا خیالی۔ اور عقل ایک قوت ہے نفس کے واسطے جسکے سبب سے نفس علوم اور ادراکات کے لیے مستعد ہوتا ہی اور یہ قوت بالذات کلیات کا ادراک کرتی ہی بہت سے علما جیسے ارباب معانی وعلم باطن ومتکلمین کہتے ہین کہ عقل کی حقیقت کا علم ہمین نہین اور وصف اُسکا صحیح نہین باوجودیکہ اُسکے وجود کا یقین ساہی ہی تو ہمارے اُسکے علم سے ناواقف رہین۔

اور وہم سے مراد وہ قوت ہے جو خاص معانی کو جو خاص صورتون مین ہین ادراک کرتی ہو
مثلاً کوئی بھیڑیا خاص ہو اُسکو جو کسی خاص بکری کے ساتھ عداوت ظہور مین آئی ہو اُس کو قوت
واہمہ کے ذریعہ سے معلوم کرلے بغیر اسکے کہ وہ عداوت حواس ظاہرہ کے ذریعہ سے اُس کو پہونچی
ہو کیونکہ حواس کے ذریعہ سے جو چیز پہونچتی ہے وہ **صورت** کہلاتی ہی مثلاً جب ہم کسی چیز کو
چکھکر مزہ معلوم کرتے ہین تو یہ مزہ صورت کہلاتا ہے نہ معنی پس بھیڑیے کو بکری کے ساتھ عداوت
کا معلوم کرلینا قوت واہمہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور یہ **معنی** کہلاتا ہے کسی حس کے ذریعہ سے
یہ معنی بھیڑیے کو حاصل نہین ہوتے۔

اور **خیال** سے مراد وہ قوت ہے جس مین محسوسات کی صورتین جمع ہوتی ہین اور یہ
حس مشترک کا خزانہ ہے حواس خمسہ سے جو چیزین محسوس ہوتی ہین اُنکو حس مشترک
لے لیتا ہے اور اُنکو لیکر خیال مین رکھدیتا ہے پھر ایک اور قوت ان صورتون مین تصرف کرتی ہے
اسطرح کہ کبھی ایک کو دوسرے سے مرکب کرتی ہو اور کبھی ایک کو دوسرے سے علٰحدہ کرتی ہی اور ایسے ہی ان صورتون جو جمع ہین
مثلاً بھیڑیے کی دشمنی بکری سے ماں باپ کی دوستی بیٹے سے ان معنون کو مرکب کرتی ہے یا
علٰحدہ کرتی ہی مثلاً ایک آدمی دس سر کا تصور کرین اس مین ترکیب ہی یا بن سر کا آدمی تصور
کرین اس مین تفصیل ہی اور علےٰ ہذا القیاس اس قوت کو **مفکرہ** کہتے ہین اور **متخیلہ** بھی اسکا
نام ہو مفکرہ اُس قوت کو اُسوقت کہتے ہین جبکہ عقل اس سے کام لے اور متخیلہ اس حالت مین
بولتے ہین کہ وہم اُس سے اپنی خدمت لیوے چونکہ عقل انسان سے مخصوص ہو اس لیے
یہ قوت بھی سوائے انسان کے اور حیوانات مین نہین ہوتی یہان خیالی سے قوت خیال
کی صورتون اور اُنکے معانی مین قوت متخیلہ کا تصرف بطرز مذکور مراد نہین بلکہ صرف وہ صورت
مراد ہی جو حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچتی ہی۔

جامع عقلی

وہ ایک امر ہے جس کے سبب سے عقل تقاضا کرتی ہے کہ قوت مفکرہ مین دو جملے جمع
ہو جائین اور وہ امر کئی طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) دونون جملون کے مخبر عنہ یا مخبر بہ تصور عقل مین ایک ہون اور یہ اُسی صورت مین ہوتا ہے
کہ دوسرے جملے کا مخبر عنہ یا مخبر بہ وہی ہوتا ہے جو پہلے جملے کا ہوتا ہی مثلاً۔

ہوس

یون پاس سے گفتگو تو مت کر | اور رنجد کی آرزو تو مت کر

دونون جملون مین مخبر عنہ متحد ہین۔

ظفر

میرے گریے نے ندھویا دل کا میرے ایک داغ | اور دل سے یار کے حرف محبت دھودیا

دونون جملون مین مخبر عنہ متحد ہین اور وہ متکلم کا گریہ ہی۔

ولہ

انسان کو گل کا پتلا بنایا ہی اسنے آپ | اور آپ ہی وہ کہتا ہی پتلے کو گل کے چل

ہوس

جو لیلی سے دل تہی کرون مین | اور چاہ سے کو تہی کرون مین

دونون جملون مین مخبر عنہ ایک ہین اور وہ متکلم ہے۔

نسیم

مین اس دل کے جفا سہنے کے صدقے | اور اس سہ سہ کے چپ رہنے کے صدقے

دونون جملون مین مسند الیہ متحد ہین اور وہ متکلم ہی اور مسند بھی متحد ہین۔

انشا

دائیون کے ہوئے دوپٹے سُرخ | اور بچون کے چیتے پٹے سُرخ
ہوئے یکبار ہاتھی گھوڑے سُرخ | اور سوارونکے سارے جوڑے سُرخ

دونون شعرون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ سُرخ ہونا ہے۔

ظفر

ہوئے دونون کچھ ایسا سوچ کر چپ | کہ وہ چپ ہین اُدھر اور ہم ادھر چپ

پہلے مصرع مین دو جملے ہین اور دونون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ چپ ہونا ہی۔

عبد الغفور شہباز

وائے ناکامی رقیب روسیہ گھر لے چلا | اور مین یہ خوش کہ رہبر سوئے دلبر لے چلا

دونون مصرعون مین دونون جملون کے مخبر بہ متحد ہین۔

(۲) کسی قید مثلاً صفت۔حال۔ظرف وغیرہ مین اتحاد ہو یعنی اگر ایک جملہ صفت یا حال

یا ظرف وغیرہ کے ساتھ مقید ہو تو دوسرا بھی ویسا ہی ہو مثلاً۔

نفیس

فلک پہ تھے پارغم و درد کی صدائین بھین | تمام خیمے مین ماتم تھا اور بکائین بھین

پچھلے مصرع کے دونون جملے ظرفیت کے ساتھ مقید اور متحد ہین۔

سودا

نسیم ہی ترے کوچے مین اور صبا بھی ہے | ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

پہلے مصرع مین دو جملے ہین اور وہ قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

ظفر

چشم و رخ کو دیکھ کر تیرے سدا اے سادہ رو | دنگ ہی نرگس یہان اور آئینہ حیران ہی

دونون جملے پچھلے مصرع کے قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

گنا بیگم

ترے منھ کی تجلی دیکھ کر کل رات حسرت سے | زمین پر لوٹتی تھی چاندنی اور شمع جلتی تھی

پچھلے مصرع کے دونون جملے قید حسرت مین اتحاد رکھتے ہین۔

واجد علی شاہ

غم حسین سے سوسن کی ہی سیہ پوشاک | فلک بھی نیلا ہی اور جامہ گلستان سرخ

غم حسین مین پچھلے مصرع کے دونون جملے اتحاد رکھتے ہین۔

(۳) دونون جملون مین تماثل ہو اور **تماثل** یہ ہی کہ حقیقت یعنی نوع مین متفق ہون اور عوارض مین مختلف ہون اور باوجود اسکے کسی ایسے وصف مین بھی دونون شریک ہون جو انکے ساتھ ایک قسم کا اختصاص رکھتا ہو جیسے زید آیا اور عمرو گیا پس یہان زید اور عمرو مین تماثل ہی اسلیے کہ دونون کی حقیقت ایک ہی کیونکہ دونون انسان ہین لیکن عوارض مین مختلف ہین کیونکہ ایک کی صورت اور نام دوسرے سے جدا گانہ ہی یہ مثال مسند الیہون مین تماثل کی ہی۔

میر

ہم تو لب خوش رنگ کو اسکے مانا لعل احمر آج | اور غرور سے اُن نے ہمکو جانا کنکر پتھر آج

پہلے جملے مین شخص متکلم یعنی عاشق اور دوسرے جملے مین شخص غائب یعنی معشوق کی ذات مسند الیہ ہی اور نوع دونون کی واحد ہی عوارض مین فرق ہی۔

مثنوی سعدین

صاحب عقل اُس کو جانتے ہین
اور منصف سب اُسکو مانتے ہین

صاحب عقل اور منصف دونون جملونکے مسندالیہ ہین جو نوع مین متفق ہین اور عوارض مین مختلف

اشرف بیگ خان اشرف

آسرا تیرا ہی بس رکھتے ہین کنگال سدا
اور بھروسے پہ ترے جیتے ہین بدحال سدا

کنگال اور بدحال دونون جملون مین مسندالیہ ہین جو نوع مین متحد ہین اور عوارض مین مختلف۔

سید اکبر حسین اکبر

بتانِ مغربی سے ہین تعارف کی تمنائین
مین دیکھونگا انھین اور وہ مرا ایمان دیکھینگے

حسرت

ملا لغت عشق کے معنے کو جو سمجھے
دے بیٹھے صراح اور وہ قاموس جلادے

صراح اور قاموس نوع مین متحد ہین اور وہ علم لغت ہے۔

ممتاز

گو تھے مشہور جہان حسن مین یوسف ہمدم
اور عیسیٰ بھی ہوا کرتے تھے اعجاز کا دم ہا

ولہ

یوسف اُٹھے تو مصر کے بازار مین بکے
اور اک بنی نے نار مین جلوے دکھادیے

میر حسن

یہ طرفہ ترکہ تیری سنبھلتی نہین زبان
اور تیرے سامنے مری چلتی نہین زبان

زبان خواہ متکلم کی ہو یا مخاطب کی سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بسبب اضافت کے اُن کا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی مگر جب اضافت مشخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہی۔

اور مسند دن مین تماثل کی مثال یہ ہی "زید بکر کا باپ ہے" اور "عمرو خالد کا باپ ہی" پس باپ ہونا خواہ بکر کا ہو یا خالد کا یا اور کسی شخص کا سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بوجہ اضافت کے ان کا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی مگر جب اضافت مشخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہے۔

شباب

کس سوچ مین ہی زاہد اک جرعہ دیکھ پیکر
یہ ہی شراب ہندی اور وہ ولایتی ہے

شراب خواہ ہندوستان کی ہو یا یورپ کی در حقیقت سب ایک ہی اگرچہ بوجہ نسبت کے اسکا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی۔

ولہ

دیکھکر کہتے تھے لاشوں کو عدو مقتل مین ۔۔ لاش اکبر کی یہ اور لاشہ اصغر یہ ہے

لاش اکبر اور لاش اصغر مسند ہین ان مین تماثل ہی کیونکہ دونون کی حقیقت ایک ہی لیکن تشخص مختلف ہین۔

تنبیہ اگر کہا جائے کہ عقل کلیات کا ادراک کر سکتی ہی اور جزئیات کا ادراک اُس کا کام نہین بلکہ جزئیات کا ادراک حواس سے علاقہ رکھتا ہی اور تماثل جزئیات مین سے ہی پس اس کا ادراک عقل کیونکر کر سکتی ہی اور تماثل جامع عقلی کی قسم مین کیونکر محسوب ہو سکتا ہی تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول بیشک درست ہی لیکن قوت عاقلہ دو مثلون کو یعنی زید اور عمرو کو تشخص اور تعین خارجی سے مجرد کر لیتی ہے یعنی زید کو زید اور عمرو کو عمرو نہین جانتی بلکہ انسان مطلق اُنکو خیال کرتی ہی پس گویا زید آیا اور عمرو گیا کے یہ معنی ہین کہ انسان آیا اور انسان گیا۔

بعض فضلا کہتے ہین کہ تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہی تجانس کے یہ معنی ہین کہ دو چیزین ایک جنس کی ہون مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس مین شریک ہین یعنے وہ بھی حیوان ہی اور یہ بھی اور تشابہ کے معنے یہ ہین کہ دو چیزین عرضیات مین متحد ہون مثلاً زید اور عمرو دونون سخاوت یا شجاعت مین شریک ہون یعنے یہ بھی سخی یا شجاع ہی اور وہ بھی پس تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہی مثلاً حیوانات کے بیان مین کہا جائے کہ طوطا ایسا ہوتا ہے اور بیل ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا ایسا ہوتا ہے اور بہادرون کے ذکر مین کہا جائے کہ زید ایسا شجاع ہی اور عمرو ایسا شجاع ہے۔

اشرف بیگ خان اشرف

موسم خاص کا محتاج نہو جسکا ثمر ۔۔ اور کسی رنگ سے خالی نہو جسکا گل تر

ثمر و گل دونون جملون مین مسند الیہ ہین اور جنس دونون کی ایک ہی یعنی وہ بھی نباتات مین سے ہی اور یہ بھی اور نوع مختلف ہی اور مسندون مین جو جامعیت ہی وہ بھی ظاہر ہی۔

انیس

اسوار بھی قلیل پیادے بھی تھوڑے تھے ۔۔ کل بہتر تو آدمی تھے ہین اور بیس گھوڑے تھے

اونٹ اور گھوڑے مسندالیہ ہین جنکی جنس ایک ہی یعنی دونون حیوان ہین اور نوع مختلف ہی

حرارت

کرتے ہین پپیہے پیہو پیہو ہائے — اور مور جھنگارتے ہین ہر سو

میرحسن

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن — کہین نرگس اور گل کہین یاسمن
چنبیلی کہین اور کہین موگرا — کہین رائے بیل اور کہین موتیا
کہین ارغوان اور کہین لالہ زار — جُدے اپنے موسم مین سبکی بہار

ظفر علی بی اے

تیری شجاعت نخل تناور — اور میری جرأت اک اُسکی ڈالی

یعنے مخاطب اور متکلم کی شجاعت مین تشابہ ہی اور دونون مسندالیہ ہین۔

(۴) دونون مین تضائف ہو۔ **تضائف** کے معنی یہ ہین کہ ایک چیز دوسری کی نسبت سے معلوم ہو یعنی ایک کا تصور دوسرے کے تصور کو لازم ہو مثلاً کسی شخص کے باپ ہونیکا تصور اُسکے لیے بیٹا ہونیکے تصور کو لازم ہی جیسے کہین زید کا باپ لکھتا ہی اور اُسکا بیٹا پڑھ رہا ہی ان دونون جملون مین باپ اور بیٹا مسندالیہ ہین اور جامع ان دونون مین عقلی ہی اور وہ تضائف ہی۔

وحید

بن بن کے برق سایۂ تیغ ظفر گرا — وان مورچے سے باپ اُٹھا یان پسر گرا

مقصود بالتمثیل مصرع ثانی ہی پہلے جملے مین باپ اور دوسرے مین بیٹا مسندالیہ ہین وان دونون جملون کے درمیان حرف عطف محذوف ہی اسی قبیل سے ہی اقل و اکثر ان دونون کے مفہومون مین تضائف ہی کیونکہ جو عدد گنتی کے وقت دوسرے سے پہلے فنا ہو جاتا ہی وہ اقل ہی اور دوسرا اکثر ہے بس ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کے اعتبار سے ہی مثلاً عمرو بڑا ہی اور زید چھوٹا ہی پس ان مین سے ہر ایک دوسرے کے اعتبار سے سمجھا جاتا ہی۔

حالی

کیا کہون حال درد پنہانی — وقت کوتاہ و قصہ طولانی

پہلے جملے مین وقت اور دوسرے مین قصہ مسندالیہ ہی اور پہلے جملے مین کوتاہ اور دوسرے مین طولانی مسند ہے۔

ولہ

ایک بیمار اور سو آزار | ایک رنجور اور سو ناسور

میر

اضطراب و قلق و ضعف مین کیونکر نہ مرون | جان واحد ہے مری اور ہین آزار کئی

ظفر

ہو وہی جان بر جسے دے شربت دیدار تو | اک انار اور سیکڑون بیمار اس مین کوئی ہو

محمد حسین متخلص بہ حسین

قصہ نہین ہے طول یہ ہے مختصر کلام | تھوڑا ہی وقت اور ہی باقی بہت سا کام

تھوڑا اور بہت کے مفہومون مین تضائف ہی۔ اسی طرح علت و معلول کے مفہومون مین بھی تضائف ہے اسلیے کہ جب ایک چیز سے دوسری چیز صادر ہوتی ہی تو پہلی علت ہوتی اور دوسری معلول ہوتی ہی پس اگر معلول کا وجود اس علت کے سوا کسی اور علت پر موقوف نہ ہے تو اسے علت تامہ کہتے ہین اور اگر کسی دوسرے کے ذریعہ سے صادر ہو تو علت ناقصہ نام رکھتے ہین مثال اسکی۔

محمد حسین آزاد

ای دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین | اور روشنی بھی عام زمین آسمان مین

خطاب آفتاب کی طرف ہے۔ آفتاب علت ہے اور روشنی معلول ہے اس مناسبت سے دونون جملون مین عطف واقع ہوا ہے۔

ولہ

ہوتا زمانہ بسکہ ہے وابستہ شام سے | اور تو بھی ہے تھکا ہوا دنیا کے کام سے

مخاطب یعنی آفتاب سبب ہی اور زمانہ مسبب۔

حالی

اُس کے مرنے سے مر گئی دِلّی | خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

پہلے جملے کا مسند الیہ خواجہ ہی اور دوسرے کا شہر اور ان مین جو نسبت ہی وہ ظاہر ہی اور مسند پہلے جملے مین نوشہ ہی اور دوسرے مین برات اور ان مین یہ نسبت ہی کہ نوشہ سبب ہی برات ہونے کا

مولوی محمد اسمعیل

ہند کی سرزمین ہے ان ماتا | اور ہمالہ پہاڑ جل داتا

ہند کی سرزمین اور ہمالہ پہاڑ دونون جملون کے مسندالیہ ہین اور یہ جنسیت مین شریک ہین اسلیئے کہ دونون جمادات کی قسم ہین اور ان ماتا اور جل داتا مسند ہین اور ان مین وجہ جامع سببیت ہی اسلیئے کہ پانی ناج کے پیدا ہونے کا سبب ہی۔

انشا

مفت جل جائے گا پرے بھی سرک
ارے ہین آگ اور تو ہے خس

مسندالیہون مین دونون جملون کے عشق جامع ہی اور مسندون مین جامع سببیت ہی اسلیئے کہ آگ سبب ہی خس کے جلنے کا۔

جامع وہمی

وہ ہی کہ اُس کے سبب سے وہم خیال کرتا ہی کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہو جائین پس جامع وہمی واقع مین کوئی جامع نہین بلکہ باعتبار اس بات کے جامع ہی کہ وہم نے اُس کو جامع بنا لیا ہی۔ اور جامع وہمی تین وجہ سے پایا جاتا ہی۔

(۱) اس سبب سے ہوتا ہی کہ دونون چیزون مین تماثل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی یعنے دونون مین اتحاد نوعی معلوم ہوتا ہی جیسے سفیدی و زردی کیونکہ قوت واہمہ ان دونون کو دو مثل خیال کرتی ہے اس جہت سے کہ یہ دونون قریب قریب ہین زیادہ مخالفت باہم نہین رکھتے اسلیئے وہم انکو نوع واحد سمجھتا ہی حالانکہ سفیدی و زردی دو متماثل چیزین نہین کیونکہ تماثل یہ ہی کہ دو چیزون مین حقیقت یعنے نوع مین اتحاد ہو اور تعین مین اختلاف ہو حالانکہ سفیدی و زردی مین اختلاف نوعی ہی اور نہ دونون متضاد ہین کیونکہ متضاد ایسی دو چیزین ہوتی ہین کہ اُن مین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ سفیدی و زردی مین انتہا درجے کا خلاف نہین بلکہ ایسا خلاف سفیدی و سیاہی مین ہی البتہ عقل یہ جانتی ہی کہ سفیدی و زردی دونون نوع متباین ہین جو ایک جنس کے تلے داخل ہین اور وہ جنس رنگ ہے

ناسخ

سفید آگے ترے چاند اور سورج زرد ہی ظالم
یہ ہی اکسیر سونے کی وہ ہی اکسیر چاندی کی

نصیر

قوس قزح نہین ہی کہ سیلی رکھے ہی چرخ
دو جس مین تار سرخ ہین اور ایک تار سبز

مصحفی

گلگونکو رنگ مین یک سان نہ دیکھا
نظر آئے کہین زرد اور کہین سرخ

سُرخ و سبز اسی طرح زرد و سُرخ مین تماثل کے ساتھ مشابہت ہے۔
فائدہ چونکہ وہم ایسی دو چیزون کو جن مین شبہ تماثل ہو ہم مثل قرار دیتا ہی اسلیے شعر ذیل کے دوسرے مصرع مین چار موجون کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی۔

غالب

چار موج اُٹھتی ہی طوفان طرب سے ہر سو		موج گل موج شفق موج صبا موج شراب

اسلیے کہ وہم نے یہ توہم کیا کہ چار موجین نوع واحد سے ہین وہ طوفان طرب ہی اور عوارض مین مختلف ہو گئی ہین اور عقل جانتی ہی کہ وہ متبائن چیزین ہین۔ اسی طرح سودا کے شعرون مین چار چیزون کا جمع کرنا اچھا معلوم ہوتا ہی۔

جس کے تو پاس نہووے تو اُسے عاشق تن		مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

وہم نے مجلس اور شادی اور تنہائی اور غم کو جمع کر دیا ہی اور اشتراک ان مین معشوق کی مفارقت کا صدمہ قرار دیا ہی حالانکہ ان مین نہایت تباعد ہی۔

ولہ

کر دیا جل مین کرشمے نے تری آنکھون کے		مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک

وہم نے مسجد و میکدہ و دیر و حرم کو جمع کیا ہی اور اشتراک ان مین کرشمۂ معشوق کا فعل قرار دیا ہی حالانکہ ان مین نہایت تبائن ہی۔

ولہ

طبع انسان مین ترے عدل سے رکھتے ہین اثر		حنظل و آب بقا شربت و سم چارون ایک

جامع وہمی کی وجہ سے حنظل اور آب بقا اور شربت اور سم کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی اور وہم کو یہ متوہم ہوتا ہی کہ چارون ایک نوع سے ہین اور وہ انسان کی طبع مین ایک سا اثر کرتا ہی صرف عوارض مین مختلف ہو گئے ہین چنانچہ حنظل ایک تلخ پھل ہی اور آب بقا ایک خاص قسم کا پانی ہے جو ظلمات مین موجود ہے اور شربت ایک سیال اور شیرین چیز ہی اور سم ایک حجری جسم ہی مگر یہ چارون عقل اور حس کے نزدیک متبائن ہین وہم ان کو ایک نوع سے مانتا ہی اور اگرچہ عدل ممدوح کا باعث ہونے سے چارون چیزون مین ایک سا اثر پیدا ہو جانا ایک امر عقلی ہی لیکن وہم اس معقول کو بوجہ کمال ادعاے ظہور اُسکے بمنزلے محسوس کے قرار دے لیتا ہی۔

(۲) جامع وہمی تضاد کیوجہ سے ہوتا ہی اور تضاد یہ ہی کہ دو ایسی وجودی چیزون مین جو

ایک محل مین متعاقب طور پر وارد ہو سکتی ہون انتہا درجے کی مخالفت ہو پس ایجاب و سلب اور عدم وملکہ کا تقابل تضاد مین داخل نہ ٹھہرے گا کیونکہ اگرچہ یہان بھی مخالفت ہوتی ہی مگر یہان دونون چیزین وجودی نہین ہین اور اس قید سے کہ دونون ایک محل مین وارد ہو سکین یہ ثابت ہوا کہ دونون اعراض کے قبیل سے ہون نہ اجسام سے اور اس قید سے کہ دونون مین انتہا درجے کا خلاف ہو تعاند بھی نکل گیا کیونکہ تعاند مین انتہا درجے کا خلاف نہین ہوتا چنانچہ سیاہی اور سرخی اسی طرح سفیدی اور زردی مین تعاند ہی تضاد نہین اگر تضاد کی تعریف مین انتہا درجے کا خلاف ماخوذ نہوتا تو تعاند بھی تضاد مین داخل رہتا کیونکہ تضاد حقیقی کی تعریف مین انتہا درجے کا خلاف ماخوذ ہی اور تضاد مشہوری مین یہ ماخوذ نہین پس تضاد مشہوری تعاند کو بھی شامل ہی تضاد حقیقی کی مثال محسوسات مین سفیدی و سیاہی ہے جیسے کہین یہ سفیدی اچھی ہی اور سیاہی بری ہی اور معقولات مین اسکی مثال ایمان و کفر ہے جیسے ایمان اچھا ہی اور کفر برا۔ حق یہ ہی کہ ایمان و کفر مین تقابل عدم وملکہ کا ہے کیونکہ ایمان اُس چیز کی تصدیق و اقرار کو کہتے ہین جس کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سے لائے ہین جیسے خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت اور حشر و نشر کا حال اور کفر عدم ایمان ہے اُس چیز سے جسکی شان سے یہ ہی کہ ایمان لائے پس ایمان ملکہ ہوا اور کفر اُسکا عدم ہوا اور کبھی یون کہتے ہین کہ اُن چیزون مین سے جن کی نسبت علم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ اللہ کے پاس سے لائے ہین کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہی پس اس صورت مین دونون وجودی ہونگے اور وہ بھی تضاد کے قبیل سے ہی جو ان چیزون کے ساتھ متصف ہو جیسے سفید و سیاہ اور مومن و کافر۔

ظفر

کوئی جانباز یونکو عاشق جانباز سے پوچھو — کہ ہین یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہین
سمجھنا عشق کو آفت اور اس آفت مین جا پھنسنا — غرض دانا بھی ہم کتنے ہین اور نادان کتنے ہین
کسی دن کھینچکر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا — کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہین

خرد

ہماری اُن کی صحبت آہ ابر و برق کی سی ہے — ہم اُنکو دیکھکر روتے ہین اور وہ ہم پہ ہنستے ہین

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر — ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

میر حسن

آہ غیرون کو میسر ہو ترے وصل کا دن
اور یون ہجر کی اس دل کو شب تار ملے

فیاض الرحمن خواجہ

اس بت کی طبیعت سے عداوت نہین جاتی
اور دل سے مرے اسکی محبت نہین جاتی

نظام رامپوری

نظام کس کا گلہ اپنی اپنی قسمت ہے
وصال غیر کو ہوا اور فراق یار مجھے

ناسخ

کوئی کڑوی ہے اور کوئی میٹھی
نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی

مذاق

جس کی طفلی جانے والی اور شباب آنے کو ہے
مژدہ اے رند کہ وہ مست شراب آنے کو ہے

امیر

اے طول جدائی یہ غیا ہے ترا اندھیر
دن سارے زمانے مین ہے اور شب مرے گھر آج

ظفر

اگر غنچہ نہو دلگیر خندان گردش گل ہو
ظفر اس باغ مین پیچھے ہے شادی اور غم پہلے

فضل الدین فیاض

سب ہی خواہ ہین فیاض تو ہین خاطر جمع
اور بدخواہ پریشان نظر آتے ہین

اور اس شعر مین تضاد نہین۔

سید قطب الدین اشک

ہاے وہ مڑ کر نہ آنکا دیکھنا وقت نزع
اور میرا یاس و حسرت کی نظر سے دیکھنا

اسلیے کہ تضاد وہ مقابلہ ہے جو دو ایسی وجودی چیزون مین ہو جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہون اور یہان مقابلہ سلب وایجاب کا ہے اسلیے کہ پہلا جملہ موجبہ ہے اور دوسرا سالبہ۔

(۳) کبھی تضاد کی مشابہت ہوتی ہے جیسے زمین و آسمان ظاہر ہے کہ دونون وجودی ہین اُنمین سے ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت مرتفع ہے اور تضاد کی مشابہت کے یہی معنی ہین کہ ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت بلند ہے اور متضاد نہین اسلیے ایک محل پر دونون وارد نہین ہو سکتے کیونکہ دونون اجسام سے ہین اعراض نہین ہین اور نہ دونون سیاہ و سفید کی طرح مین

کیونکہ پست ہونے اور بلند ہونے کا وصف زمین اور آسمان کے مفہوم مین داخل نہین بخلاف سیاہ و سفید کے کہ سیاہی و سفیدی کا وصف دونون کی ذات مین داخل ہی اسی قبیل سے ہے یہ شعر حالی کا۔ ع

اثر فیض عام سے اسکے	کعبہ آباد و بتکدہ معمور

کعبہ اور بتکدہ مین شبہ تضاد ہے۔

راسخ

ہے زمین جائے قرار خاکیان	اور گردون مسکن افلاکیان

لطف

ہزارون رنج و غم ہین خانۂ دل مین نہین کھلتا	کہ صاحب خانہ ان مین کتنے اور مہمان کتنے ہین
سفر دنیا سے ہی درپیش سب کو پر خدا جانے	کہ بے سامان ہین کتنے اور باسامان کتنے ہین

کشن پرشاد شاد

پانون پڑنے سے نکر منع مجھے تو اے یار	غیر کا سر یہ نہین اور یہ قدم غیر نہین

سر و قدم مین شبہ تضاد ہی۔

مولوی محمد اسمعیل میرٹھی

آسمان ایسا بلند اور زمین ایسی فراخ	خاک و باد و آب و ہوا و روشنی شمس و قمر

تنبیہ تضاد اور شبہ تضاد مین اس سبب سے جامع پیدا ہوتا ہے کہ وہم اسکو بمنزلہ تضائف کے بنا لیتا ہے بس یہی باعث ہے کہ جب ایک ضد خاطر مین گذرتی ہی تو دوسری بھی اکثر اوقات خیال مین آجاتی ہی اور یہ خاطر مین گذرنا وہم کی رو سے ہے نہ عقل کی رو سے کیونکہ عقل جب ان مین سے کسی ایک کا تعقل کرتی ہی تو دوسرے کو بھلا دیتی ہی بخلاف متضائفین کے کہ ان مین سے جب ایک عقل مین خطور کرتا ہی تو دوسرا بھی ضرور خطور کرتا ہے

جامع خیالی

وہ ایک امر ہی جسکے سبب سے خیال چاہتا ہی کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہو جائین اور یہ اس سبب سے ہوتا ہی کہ عطف کرنے سے پہلے ان دونون کے درمیان خیال مین قرب ہوتا ہی اور اس قرب کے اسباب مختلف ہین یہی وجہ ہی کہ جو صورتین خیال مین ثابت ہو جاتی ہین وہ از روے ترتیب و وضوح کے مختلف ہو جاتی ہین کیونکہ بعض صورتین ایسی ہین کہ ایک شخص کے خیال مین وہ ایک دوسرے سے

علیحدہ نہین ہوتین اور دوسرے شخص کے خیال مین وہی صورتین آپس مین جمع نہین ہوتین اور بعض ایسی صورتین ہین کہ ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب ہی نہین ہوتین اور دوسرے شخص کے خیال مین وہ ہرگز آتی ہی نہین جب یہ حال ہے تو ایسے دو جملون کے اجتماع کے واسطے اسباب بھی مختلف ہونگے پس ایسے خیال کا جاننا ضروری ہو جو الفت طبیعت اور عادت سے پیدا ہوے مثلاً کہین یار کا قامت دیکھا اور قیامت سے قائل ہوئے اجتماع قامت اور قیامت کا خیال مین فتنون کے سبب سے ہو۔

ہوش

غم دست افسوس مل رہا تھا	اور دور شراب چل رہا تھا

اجتماع غم کے دست افسوس ملنے اور دور شراب چلنے کا خیال مین بے فکری کی وجہ سے ہی

سودا

جو گوش ہوش تو رکھتا ہو تو برابر ہے	صداے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار

اجتماع نغمۂ داؤد اور نالۂ دل زار کا خیال مین سوز و گداز کی وجہ سے ہی۔

ناظم

کلام سخت کمکر کیسے وہ ہم پر برستے ہین	لب اُنکے لعل ہین اور لعل سے پتھر برستے ہین

الستا

تصور عرش پر ہے اور سر ہے پاے ساقی پر	غرض کچھ اور دُھن مین اس گھڑی میخوار بیٹھے ہین

اور یہ خیالی اُمور شاعری کے طریقے پر ہین اور اس قسم کے آدمیون کے دل مین خوب جمے ہوئے ہوتے ہین اگر عام لوگ انکو سنتے ہین تو پسند نہین کرتے۔

جملہ حالیہ

اگر دوسرا جملہ متکلم کے زعم مین پہلے جملے کی قید ہو تو وہ دوسرا جملہ اُس موقع پر حالیہ ہوگا اور جملۂ حالیہ کی شرط یہ ہے کہ خبریہ ہو نہ انشائیہ اسلیے کہ حال اگرچہ معنی کی رو سے مثل خبر مبتدا کے ہی لیکن چونکہ حکم خبری کی قید ہوا اسلیے چاہیے کہ مقید کے باقی رہنے تک ثابت اور باقی رہے اور انشا کے لیے خارج کہین نہین ہوتا بلکہ لفظ سے ظاہر ہوتی ہو اور لفظ کے زوال سے زائل ہو جاتی ہو اسلیے قید بننے کی

صلاحیت نہین رکھتی یہی وجہ ہی کہ جملۂ انشائیہ شرط اور ظرف اور صفت نہین ہوتا مگر بہت ہی کم۔

محمد اسحاق خان تمنا

ابھی تو یہ صورت ہی کہ جون بلبل تصویر
پرواز کی طاقت نہین اور پاس چمن ہے

جملہ پاس چمن ہی معطوف ہی جملۂ پرواز کی طاقت نہین پر اور حال بھی ہی چونکہ یہ دونون جملے افادے مین متصل ایک دوسرے کے ہین تو ربط کلام اور افادے کے واسطے عطف کیا گیا تاکہ جمعیت پر دلالت کرے یعنی پرواز کی طاقت کا نہونا اور چمن کا پاس ہونا دونون ایک وقت مین تھے۔

غالب

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لیے

مدح باقی ہی جملہ حالیہ ہی یعنی ایسی حالت مین ورق تمام ہوا ہی کہ مدح باقی ہی۔

حالی

در یکتا ہون اور رہون بے آب
ماہ کامل ہون اور رہون بے نور
چشمہ پیدا و کاروان تشنہ
بادہ پر زور و انجمن مخمور ہا

وصل کا حسن اور خوبی

یہ بات ضرور ہی کہ دونون جملون مین کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جو عطف کی صحت کو چاہتی ہو جیسے مثلاً دونون جملے لفظاً و معناً انشائیہ ہون یا صرف معناً انشائیہ ہون یا لفظاً و معناً خبریہ ہون یا صرف معناً خبریہ ہون اور ان مین کوئی جامع عقلی یا وہمی یا خیالی پایا جاتا ہو اور دونون جملون کی خوبی مین یہ بات داخل ہی کہ ان مین آپس مین تناسب قائم ہو اور تناسب یہ ہی کہ دونون اسمیہ ہون چاہیے۔

ناسخ

پان مسی کو دیکھکے بولا بت ظریف
ثابت ہوا کہ مرد ہے سرخ اور زن کبود

معصوم علی

تو رحیم اور گناہگار ہون مین
مغفرت کا امیدوار ہون مین

العام

وقت سانہ خال چہرہ دست کو نسبت ہی کیا
روم ہی نزدیک زنگ اور زنگ ہی لندن کے پاس

فگار

کہا یوسف ہے گو تو جیسے عاشق
اور اپنی عاشقی مین بھی ہے صادق

ظفر

ہو وہ جان جہان نہ ہرگز دوست اور دشمن ہو اک جہان اپنا

ولہ

کیا تماشا ہے کہ ہر خرقہ ہے آلودہ تمام اور ہے اسیر غرور پاک دامانی تجھے

ولہ

وان ارادہ آج اُس قاتل کے دل مین ورہے اور یہان کچھ آرزو بسمل کے دل مین ورہے

امتیاز

سکونت ہند کی میرے ستانیکو نہ کچھ کم ہے اور اُسپر درپے آزار یارب چرخ اظلم ہے

محمد یحیی الیقین

ہر خواہش دل نامے کی تحریر سے باہر اور یائے طلب جادۂ تقریر سے باہر

یا دونون فعلیہ ہون اور پھر فعلیون کا تناسب یہ ہے کہ دونون جملون مین ایک سے فعل ہون شلاً دونون جملون مین فعل ماضی مطلق ہو جیسے۔

سودا

دل یار کی ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا اور اُس کو سر مار مجھ عشق نے کوٹا

حسرت

حسرت اب دیوانگی تیری ہی کا ہے دور دورہ دن گئے فرہاد کے اور دور مجنون ہو چکا

گلزار نسیم

گلچین نے وہ پھول جب اُڑایا اور غنچہ صبح کھل کھلایا

یا دونون مین فعل ماضی بعید ہو جیسے۔

آزاد

تھا اُنھون نے ابھی دفتر سمیٹا اپنا اور نہ تھا علم نے طومار لپیٹا اپنا

یا دونون جگہ فعل ماضی استمراری ہو جیسے۔

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اُٹھائے آتا اور بغل مین کوئی بیگ اپنا دبائے آتا

اگرچہ لاتا تھا اور آتا تھا ماضی تمراری کے صیغے ہین جو اس بات پر دلالت کرتی ہر گز فاعل سے وہ فعل چند مرتبہ صادر ہوا ہی مگر یہان اُنسے معنی اتفاق کے تراوش پاتے ہین یعنی اتفاقات سے کسی کا خورجین دوش پر اُٹھائے لانا اور کسی کا بغل مین اپنا بیگ بائے آنا دیکھا یا بحسب اتفاق کسی کا دوش پر خورجین اُٹھائے لانا اور کسی کا بغل مین بیگ دبائے آنا واقع ہوا۔

حالی

اُسکے استغنا سے جھک جاتا تھا سر غرور کا	اور عنایت سے کنول کھل جاتا تھا زدورکا

یہان جھک جاتا تھا اور کھل جاتا تھا سر کے مکرر جھک جاتے اور کنول کے مکرر کھل جانے پر دلالت کرتے ہین

ولہ

پاٹون اُٹھتا تھا اُس کا بن کی طرف	اور کھنچتا تھا دل وطن کی طرف

یا دونون جگہ فعل مضارع ہو جیسے۔

بیان

سو برس مین نہ نکلے دلی جلتی	اور نکلے تو آن مین نکلے

ظفر

ساقیا خیر دنگے پیے تو بادۂ عشرت کے گھونٹ	اور ہم تجھ بن پئین خونابۂ حسرت کے گھونٹ

میر حسن

یون رکھے تو اپنا زانو ناکسان کے زیر سر	اور نہووے سنگ بھی مجھ ناتوان کے زیر سر

یا دونون جگہ فعل حال ہو جیسے۔

ناسخ

مینھ کا سامان کرتی ہے پیدا	اور باران کرتی ہے پیدا

محی الدین فوق

سچ ہی کرنے ہی سے کچھ کام ہوا کرتا ہے	اور پھر کام ہی سے نام ہوا کرتا ہے

ظفر

یا تو وہ جانتا ہی جو ہی مرے جی کا خیال	اور یا یا رخدایا مرا جی جانتا ہے

ولہ

مے گلرنگ ترے ساتھ عدو پیتے ہین	اور ہم رشک سے یان اپنا لہو پیتے ہین

غالب

بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض | اور رہتی ہے سود کی تکرار

یا دونوں جگہ استقبال ہو جیسے۔

ظفر

دو گے جو اک بوسہ برابر سو کے صنم ہم سمجھینگے | اور تمھیں بھی حاتم حمداللہ کی قسم ہم سمجھیں گے

مولوی عبدالرحمن راسخ

صبر پڑجائے گا تیری جان پر | اور رہے گا قید خانہ تیرا گھر

مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معطوف علیہ یا معطوف میں سے کسی ایک کے ساتھ کوئی خاص مطلب متعلق ہوتا ہے تو اس تناسب لفظی کو ترک کر دیا جاتا ہے مثلاً ایک میں تجدد مقصود ہو اور دوسرے میں ثبوت تو ایک جگہ فعل لائینگے اور دوسری جگہ اسم جیسے۔

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب | اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب

پہلے جملے میں ثبوت مقصود تھا اسلیے اسم لائے اور دوسرے میں تجدد مقصود تھا اسلیے فعل ذکر کیا۔

ذوق

بزم رنگین میں تری رنگ طرب ہو نہ زرد | اور تری خاطر اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

اس میں بھی وہی حال ہے۔

مومن

کب گل کھلے گا دیکھیے ہے فصل گل تو دور | اور سوے دشت بھاگنے میں کچھ ابھی سے ہم

اس میں بھی وہی حال ہے۔

جرأت

آہ غیروں کو میسر ہو ترے وصل کا دن | اور یوں ہجر کی اس دل کو شب تار ملے

میر

جب ہوا کچھ شعر کا رتبہ بلند | اور مولانا لگے کرنے پسند

گویا

گولی سی لگی آکے جو ٹوٹا کوئی تارا | اور ہے مہ نو خنجر عریاں کے برابر

یہان پہلے مین تجدد ہے اور دوسرے مین ثبوت۔

حالی

مصر مین قحط جب پڑا آکر | اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر

کبھی ایک جگہ ماضی مقصود ہوتی ہے اور دوسری جگہ حال جیسے۔

اسکی کمند زلف نے باندھے کسی کے پانون مولف اور کاٹتا ہے خنجر بران کسی کے ہاتھ

باندھے صیغۂ جمع ماضی مطلق ہے اور کاٹتا ہے صیغۂ واحد حال ہے۔

غالب

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب | لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

کبھی ایک مین ماضی کا ارادہ ہوتا ہے اور دوسرے مین مستقبل کا جیسے۔

آزاد

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا | اُدھو کمایا کسنے ہے اور کون اُڑائے گا

کبھی ایک مین اطلاق اور دوسرے مین تقیید کا ارادہ کرتے ہین مثلاً ایک جگہ شرط کیساتھ مقید کر دیتے اور دوسری جگہ مقید نہین کرتے اور ظاہر ہے کہ شرط جزا کے لیے قید ہوتی ہے جیسے۔

مولوی عبد الرحمن راسخ

رات کو کم سو اگر ہے تجھکو ڈر | اور وقت صبح استغفار کر
زہر اگر کھاوے دلی تو نوش ہو | اور طالب کھاتے ہی بیہوش ہو

دونون مثالون مین معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہے اور معطوف مطلق ہے۔

سودا

بس ہو تو رکھون آنکھون مین اُس آفت جان کو | اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

اس مین بھی معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہے اور معطوف مطلق۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

معطوف علیہ مطلق ہے اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہے۔

جرأت

بات ہی دل تو وہ کرتا نہین مجھ سے کبھی | اور جو بولے بھی کبھی منھ سے تو شرمایا ہوا

معطوف علیہ مطلق ہے اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہے۔

ظفر

بند رکھنا چشم کا غافل ہے عین مصلحت	اور اگر کھولے تو کھول آنکھیں خبرداری سے پھر

اس میں بھی معطوف علیہ مطلق ہے اور معطوف مقید ہے۔

کبھی دونوں کو مقید کرتے ہیں جیسے۔

حالی

سرسری فیصلہ تو یہ ہے اگر تم مانو	اور نہیں مانتے گر بات مری تم جانو

درد

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب سے	اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا

ظفر

روئے جو دل کھول کر ٹکڑے جگر ہونے لگا	اور اگر رونے کو روکا درد سر ہونے لگا

الیناً

گر بھروسا ہے ہمیں اب تو بھروسا ہے ترا	اور تکیہ ہے اگر تیرے ہی در کا تکیہ

متفرق فوائد

وصل میں یہ ضرور نہیں کہ حرف عطف مذکور ہی ہو کیونکہ اکثر وزن شعر کی ضرورت سے ساقط کر دیا جاتا ہے اور کہیں بغیر ضرورت کے بھی حذف کر دیتے ہیں بعض مقام پر اس کے حذف سے حسن پیدا ہو جاتا ہے جیسے۔

انیس

عنقا کو گوگرد سرخ پارس اکسیر	یہ سب ملتے ہیں دوست کم ملتا ہے

ولہ

نازک مزاج نسترن اندام تیز رو	گردوں مسیر باد یہ پیما و برق دو
صرصر سے تند بو سے سکر و ہوا سے تیز	چالاک فہم و فکر سے ذہن رسا سے تیز
ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا	رہوار کیا ہوا یہ سلیمان کا تخت تھا

سمٹا جما اڑا ادھر آیا ادھر گیا
چمکا پھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا

یار محمد خان شوکت

رنگ گل حسن چمن بوے سمن لطف بہار — چشم بد دور مرے یار گل اندام مین ہین

امیر

دیکھے جس کو وہ ہے حسن مین یکتاے جہان — لب دہن چشم مژہ زلف منبر عارض

خاصکر اعداد کے درمیان مین نہ لانا زیادتی فصاحت و بلاغت کا موجب ہے جیسے۔

انشا

ایک دو تین چار پانچ چھ سات — آٹھ نو دس ہوے بس آگیا بس

اگر اعداد مین حرف عطف لائین تو فصاحت مین فرق آجائے۔
واو عطف کو تلفظ مین نہین لاتے کیونکہ اسکا تلفظ مخل فصاحت ہی جیسے۔

سودا

یک دم ترے حجاب کو نہ دیتی تھی خلق چین — دارالامارت آگے یہ گیتی تھی دن درین

ولہ

محمد عادل و کامل و عاقل — محمد ہے جو کچھ تھا اُس کے قابل

باوجودیکہ واؤ دو کلمون یا دو جملون کو ایک حکم مین شامل کرتا ہے اور یا تردید کے لیے آتا ہے یعنے دو مین سے ایک کے ہونے کو منع کرتا ہے مگر کبھی ان دونون کو جمع کر دیتے ہین اور اسوقت مین واو زائد ہوتا ہے جیسے۔

ظفر

منزل مقصود تک حسرت مجھے پہونچائیگی — اور یا ابدل مری قسمت مجھے پہونچائیگی

ناسخ

ہو رنج مرے دل کو دیا ہو آرام — جز ذکر خدا مجھکو نہین ہے کچھ کام

ضرورت وزن یا رعایت قافیہ کیلیے جس لفظ کے ساتھ رابطہ لگانا چاہیے اسکے ساتھ تو نہین لگاتے اور لفظ کے ساتھ لگا دیتے ہین اور سر جملہ پر بھی فقط وزن یا رعایت قافیہ کی وجہ سے آسکتا ہے جیسے۔ ؎

سودا

ہے متوطن وہ لعین روم کا — بستی مین رکھتا ہے اثر بوم کا

ہو سکے وصف تری کرچ کا کس سے پورا | التنا | ہے نمونہ اُسی کا مہر درخشان کی کرن

رابطہ کبھی تامہ ہوتا ہی یعنے موجود ہی کے منئے دیتا ہی جیسے۔

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے | اہل دربار ہزارون ہین یہان کم سے کم

اور رابطے کا بعد خبر کے ہونا ضرور نہین جیسا کہ توبۃ النصوح کی اس عبارت مین "سوچا کہ چلنا اب تو رُکتا نہین پھر قلق سے فائدہ اور اضطراب سے حاصل"۔

حالی

اب نہ سید کا افتخار صحیح | نہ برہمن کو شدر پر ترجیح

میر

شور مطلق نہین کسو سر مین | زور باقی نہ اسپ و اشتر مین
بھوک کا ذکر اقل و اکثر مین | خانہ جنگی سے امن لشکر مین

نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش

گہر

مزاج غریبان کو کیا پوچھتے ہو | خدا کا کرم مہربانی تمھاری

ہر جملے کے بعد رابطہ لانا ضرور ہی مگر یہ کہ تمام کلمۂ سابق کو رابطہ سمجھین اور لاحق کو سابق پر معطوف کرین جیسے اس فقرے مین توبۃ النصوح کے "نہ تو ہر وقت گھر مین گھسے رہنے کی اُنکی خو تھی نہ بال بچون ہی سے بہت اختلاط کرنے کی عادت۔

ایضاً

"ادھر زن و فرزند کا فریفتہ ہی اُدھر مال و متاع کا دلدادہ"

خواجہ حسن اللہ بیان

جز خدا آشنا نہین کوئی | کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

جب معطوف علیہ اور معطوف مین نہایت اتصال منظور ہوتا ہی تو بعض لفظ جو معطوف علیہ پر لگے ہوتے ہین وہ دوبارہ معطوف پر نہین لگتے جیسے۔

ذوق

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم مین | باشکوہ و حشم و جاہ و نعم و صحت

اصل مین یون ہی باشکوہ و باحشم و باجاہ و بعمر و بہ صحت لیکن چونکہ نہایت اتصال منظور ہی اسلیے سبب سطوفون کے اوپر سے باکو الگ کر دیا۔

	ہوس	
باحشمت و جاہ و بعمر و باری		خود چلیے براے خواستگاری

آٹھوان باغ ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان مین

اصل مراد کے بیان کرتے ہین جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہین یا تو مدعا کے مساوی ہوتے ہین اُسکو **مساوات** کہتے ہین یا اُس سے کم اور ناقص الفاظ سے مدعا ادا کیا جاتا ہے مگر اُن الفاظ سے مدعا نکل آتا ہی اسکو **ایجاز** کہتے ہین یا اداے مدعا مین کچھ الفاظ بڑھ جاتے ہین مگر بے فائدہ نہین ہوتے اسکو **اطناب** کہتے ہین طراز مین لکھا ہے کہ کلام اپنے معنے کے واسطے ایسا ہے جیسا لباس قد کے واسطے پس اگر لباس قد پر درست بیٹھے کہ نہ ڈھیلا ہو نہ تنگ ہو تو یہ حال مساوات کا ہے اور اگر قد سے بڑھ جاے تو یہ حال اطناب کا ہے اور جو قد سے کم اور اُس پر تنگ ہو تو یہ حال ایجاز کا ہے الخواطر الحسان مین بیان کیا ہے کہ ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر اور وہ یہ ہی کہ معنے زائد ہون لفظ سے اور حذف وہان نہو دوسرا ایجاز تقدیر اور وہ یہ ہے کہ لفظ اپنے معنے کے مساوی ہے اگر الفاظ کم ہوے اور اداے مدعا کو بھی کافی نہ ہوے تو اس کو **اخلال** کہتے ہین جیسا کہ اصغر کے اس مصرع مین ۔ ؎

مانا شراب مین ہی تو طاعت مین ہر ریا

اصل مراد متکلم کی یہ ہی کہ فرض کیا کہ شراب مین شر ہی تو طاعت مین بھی ریا موجود ہے الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُن سے وہ مدعا نہین حاصل ہو سکتا اسی قبیل سے ہی غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع ۔ ؎

ہمسے رنج بیتابی کس طرح اٹھایا جائے		داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

مطلب یہ ہی کہ داغ بزبان حال اظہار عجز کر رہا ہے اور شعلہ بھی بزبان حال اظہار عجز کر رہا ہے اور دونون بیتابی کی تکلیف برداشت نہین کر سکتے تو بھلا ہم سے رنج بیتابی کیونکر اٹھے گا۔

	ولہ	
متقابل ہے مقابل میرا		رُک گیا دیکھ روانی میری

عود ہندی مین غالب کا ایک خط مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام نظر سے گزرا جس مین اس شعر کے متعلق لکھا ہی تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا نور ظلمت شادی و غم وراحت و رنج و وجود و عدم لفظ مقابل اس مصرع مین بمعنی مرجع (دوست) ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل ہی مفہوم شعر یہ ہے کہ ہم اور دوست از روے خود عادت ضد ہمدگر ہین وہ میری طبع کی روانی دیکھکر رُک گیا انتھے مگر الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُن سے مدعا حاصل نہین ہو سکتا۔ میرے نزدیک مرزا نے اس شعر کا اصلی مفہوم بیان نہ کر سکے متقابل سے مقصود یہان حریف اور عدو ہے اور مراد اس سے وہ ہے جو بتکلف مقابلے کو کھڑا ہو گیا ہو حقیقت مین قوت مقابلہ نہ رکھتا ہو مطلب یہ ہے کہ حریف چونکہ واقعی طور پر میرے مقابلے کے قابل نہ تھا اسلیے تاب مقابلہ نہ لا سکا اور میری روانی کے سامنے عاجز ہو گیا متقابل بتکلف مقابلہ کرنے والا اور مقابل بمعنے حریف و عدو ہے۔

ولہ

نقش ناز بت طناز بہ آغوش رقیب ۔ پاے طاؤس پے خامۂ مانی مانگے

مرزا کا یہ مطلب ہی کہ آغوش رقیب مین اُس بت طناز کی تصویر ناز لینے کے لیے خامۂ مانی کے بجاے پاے طاؤس کی ضرورت ہی طاؤس حسین ہوتا ہے لیکن پاے طاؤس بدنما ہوتے ہین اسی طرح نقش ناز بت طناز خوب ہی لیکن بہ آغوش رقیب ٹھیک نہین اس مطلب کے ادا کرنے کے لیے الفاظ کافی نہین۔

ولہ

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما ۔ کام گر رُک گیا روا نہ ہوا

یعنے اگرچہ ہمارا زخم دب گیا ہی لیکن ہنوز اُس سے خون جاری ہی اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا کام رکا نہین کیونکہ اگر زخم دب جاتا اور خون بھی تھم جاتا تو اُس وقت البتہ کہہ سکتے تھے کہ کام اگر رُک گیا تو بہتر نہوا یہ مضمون الفاظ کلام سے بخوبی ثابت نہین ہو سکتا اسلیے اخلال مین داخل ہے اگر لفظ مدعا سے زائد ہو اور کچھ فائدہ نہ دے تو اسکی دو صورتین ہین

ایک یہ کہ لفظ زائد متعین نہواسے **تطویل** کہتے ہین الخواطر الحسان مین لکھا ہے کہ تطویل مین طوالت کے لیے نکتہ ضرور ہوتا ہی اور غیر متعین ہونے سے یہ مراد ہی کہ اُن مین سے کسی ایک کے گرا دینے سے معنی مطلوب متغیر نہون اور تطویل کبھی تکرار (لفظی و معنوی) دونون سے پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ ایک لفظ کی بغیر کسی نکتے کے تکرار کی جاتی ہی۔

بہار دانش

چلاچل چلاچل کئی دن کے بعد
اُٹھا رحمت و باد و باران و رعد

کبھی صرف تکرار معنوی سے پیدا ہوتی ہے اسطرح کہ دو مترادف بغیر کسی نکتے کے جمع کیے جاتے ہیں جیسے

منور علی آشفتہ

میرا ہی کیا قصور رہی بیتاب و بیقرار
جز غیر اور کون نہیں تیرے واسطے

بیتاب اور بیقرار ایک معنے میں ہیں انکی جمع کرنے میں کچھ فائدہ نہیں بس تطویل ہے اسی قبیل سے ہے میرانیس کا یہ شعر ؎

ہر دم ہے عنایات خدا سے مدد غیب
شک اس میں نہیں بندہ شبیر ہوں لاریب

شک اس میں نہیں اور لاریب غیر مستعین زائد ہیں۔

بشارت اللہ بیتاب

عاصی و گنہگار و خطادار ہے بیتاب
بستار ہے تو دامن رحمت میں چھپا لے

عاصی و گنہگار و خطادار یہ تینوں ایک معنی میں ہیں۔

داغ

خسرو نامور و بادشہ نام آور
شان میں جسکی کیا داغ نے مطلع یہ رقم

حالی

رہ گئے جو مئے پندار کے تھے متوالے
بڑھ گئے پیشہ و مزدوری و محنت والے

ملتی

بہت میں نے دیکھا فراز و نشیب
مگر مجھ سے گفتار مکر و فریب

ولہ

سوار اُس پہ ہو کر یل شیر زاد
نہایت ہوا دل میں مسرور و شاد

مثنوی سعدین

پاس احباب روز و شب ہے تھے
بات اندر رز و بند کی کہتے

ہوس

بہتر ہے یہ اب یہ اے خردمند
ناصح مجھکو نہ کر نصیحت و پند

واسطی

چھپا ہے مطبع مین دیوان امیر احمد کا	کہین زمانے مین جسکا نہین شبیہ و نظیر

مشتاق

دیکھ کر عقد ثریا کو فلک پر اے ماہ	سر پر نور و ضیا کا ترے جھوم جانا

مہر

ہمارے ہین ہمارین اُنسے جیتے گا کوئی کیونکر	وہ اِک اِک بات پر انکار کرتے ہین مگرتے ہین

ظفر

ہمنے جون طفل دبستان محبت مین ظفر	پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مروڑ

ناسخ

نازرفتار سے پاتے ہین جسد روح روان	گرد رہ خاک شفا ہے ترے بیمارون کو

داغ

نام لیجے اگر اُس کا تو اُسی دم کھلجائے	عقدۂ کار ہو کیسا ہی جو دشوار و اہم

دوسرے یہ کہ متعین ہو اور متعین ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر ایک کے گرا دینے سے معنی متغیر ہون اور دوسرے کے گرا دینے سے متغیر نہون تو دوسرا زائد ہوگا اور اس مین اس بات کا اعتبار نہین ہے کہ فلان آگے ہو اور فلان پیچھے ایسے لفظ کو **حشو** کہتے ہین حشو کے لغوی معنی بھرتی کے ہین جو تکیون کے اندر بھرتے ہین اور اصطلاح مین اُس لفظ سے مراد ہے جو قبل از اتمام کلام ذکر کرین اور معنی مقصود بے اُس کے بھی پورے ہو سکتے ہون یعنی مطلب کو ایسے الفاظ سے ادا کیا جائے کہ اُس سے کم الفاظ مین ادا ہو سکتا ہو پس وہ لفظ جو ادائے مدعا کے واسطے ضرور نہین یعنی مطلب بغیر اُسکے پورا ہو گیا وہی حشو ہے اور یہ بھی دو قسم ہے ایک **حشو مفسد** یعنی کلام مین فساد پیدا کرنے والا جیسے۔

میر حسن

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے	خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

سمجھ بوجھکر حشو ہے کیونکہ معنے بدون اُسکے تمام ہوتے ہین اور زیادتی کے لیے متعین بھی ہے اور مفسد اسلیے ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فاعل حقیقی کبھی بے سمجھے بوجھے بھی بنایا کرتا ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قسم کی مخلوقات سے ہین جسکو سمجھ بوجھکر اُسنے بنایا۔ دوسرا

حشو غیر مفسد اور اسکی تین قسمین ہین۔

(الف) حشو قبیح کہ کلام اُسکے سبب سے بے لطف اور کم رتبہ ہوجائے جیسے۔

مثنوی

سخن گو روشن دل و ہوشمند ✧ یہ کہتا ہے زیر سپہر بلند

وله

دہ سمجھے ہین تو سو جیو دان ملک ✧ زیادہ نمو دیر زیر فلک

وله

لگا کرنے صید افگنی بعد جنگ ✧ خوشی سے تہ چرخ فیروزہ رنگ

شعر اول ہین زیر سپہر بلند اور شعر دوم مین زیر فلک اور شعر سوم مین تہ چرخ فیروزہ رنگ حشو قبیح ہے اور یہ زیادتی کے لیے متعین بھی ہو اور مفسد نہین۔

منه

بنا چار چاہا کہ پھر جایئے ✧ طرف اپنے لشکر کے پھر آیئے

پھر آیئے حشو قبیح ہے۔

دبیر

دو حرف لفظ لب مین ہین اک لام ایک ہے ✧ ہوتے ہین بس لام کے دو بے کے واہ وا

واہ وا حشو قبیح ہے۔

منه

شہ نے کہا یہ ضربت ہوش و حواس ہے ✧ واللہ واہ حق ترا جوہر شناس ہے

واہ زائد محض اور حشو قبیح ہی۔

وله

تا سال ابد ہو نہ اس آیئنے کی تمثال

سال حشو قبیح ہے۔

منه

آنکھون کی تری روغن بادام سے بہتر
عارض کا پسینہ ہی گلاب گل احمر

گل احمر حشو قبیح ہے

عباس

کرے گر خواب میں قندیل روشن | ترا ہو نام بے تمثیل روشن

بے تمثیل حشو قبیح ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

کہا تب شاہ نے یوں اُس گھڑی آہ | نہیں یہ آدمی ہے حاشا اللہ

آہ حشو قبیح ہے۔

آفتاب رائے رسوا

ہے زندگی کا لطف تب اے خضر خوش اوقات | جب ہاتھ میں ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

خوش اوقات حشو قبیح ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ جب خضر کو یہ چیزیں میسر نہیں تو اُنکی اوقات خوش کب ہو گی۔

واجد علی شاہ

لیئے لیکر طلاق وہ گلفام | میرے پاس آئی وہ بت خود کام

بُت خود کام حشو قبیح ہے۔

رنگین

سراہیں اپنی ہم قسمت کو رنگین | ہوئے اُمت میں ایسے کی جو بے کین

لفظ بے کین حشو قبیح ہے۔

آتش

سودا ہے سر کو زلف گرہ گیر یار سے | دل بستگی ہے کافر خوش اعتقاد سے

ولہ

چہرۂ محبوب پر گیسو نہیں لہرا رہے | بُت کے آگے کرتے ہیں کفار ناقرجام رقص

ناقرجام کا لفظ حشو قبیح ہے۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ ہے
جو ہے وارث تاج و تخت و کلاہ

جبکہ تاج کا لفظ موجود ہے تو کلاہ کا لفظ حشو قبیح ہے۔

منیر

یہ بلندی ہے اگر طاق سے شیشہ گر جائے | پہونچے بالائے زمین حشر مین بے عیب و خلل

لفظ بے عیب و خلل حشو قبیح ہے کیونکہ غرض یہان بلندی مین مبالغہ ہے اور وہ بالائے زمین حشر تک پہونچنے سے پورا ہو جاتا ہے اور شیشے کے ایسی بلندی پر سے بے عیب و خلل زمین تک پہونچنے سے کوئی غرض مقصود نہین ہے اور نہ اسکی کوئی وجہ بیان ہوئی ہے۔

(ب) **حشو متوسط** کہ نہ باعث قباحت کلام ہو نہ موجب خوبی کلام مثال اسکی۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہے بتاؤ | رنج بیمار بھائیون کا بٹاؤ

جبکہ استفہام موجود ہے تو امر کے ذکر سے کچھ فائدہ نہین اور نہ سیاق کے لیے متعین بھی ہے اور مفسد بھی نہین۔

ذہیر

ای بصیر تو نبی نے یہ دعا بادل تغیر | کہ جلوہ دہ شمس و قمر مالک تقدیر

بادل تغیر حشو متوسط ہے۔

(ج) **حشو ملیح** اور وہ وہ ہے کہ کوئی کلمہ زائد مبالغہ یا دعا یا مدح یا ذم وغیرہ کے لیے لایا جائے اور اسکے لانے سے ایک نوع کی خوبی حاصل ہو گئی ہے۔

مولوی جلال الدین احمد خان جلالی

ہم جلالی کو سمجھتے تھے سدا کافر عشق | یہ تو اے واے برا گبر مسلمان نکلا

مقصود بالتمثیل لفظ اے واے ہے۔

سودا

کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف | اخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک

اخاہ حشو ملیح ہے جو سودا کی نسبت مبالغہ اور تعجب کا فائدہ بخشتا ہے۔

ولہ

اس آستان فلک مرتبت کی تا بہ ابد | رہے کنیز شب قدر روز عید غلام

فلک مرتبت کا کلام کے اتمام مین کچھ دخل نہین کیونکہ جملہ دعائیہ فقط اس قدر ہے شب قدر کی طرف

.وز عبد غلام اس آستان کا ہے مگر حسن کلام کا موجب ہی۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

آئینہ بھی ہے تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی
اصل میں ایک ہیں سب تیری قسم غیر نہین

تیری قسم کو کلام کے پورا ہونے مین کوئی دخل نہین کیونکہ تاکید کیلیے ہی فقط اتنا ہی کہ اصل مین سب ایک ہین غیر نہین مگر اس سے کلام مین خوبی پیدا ہو گئی کیونکہ تاکید سے معشوق کو وثوق پیدا ہو جائیگا

بیان مساوات

اس کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ اصل ہی اس بات مین کہ اس پر ایجاز و اطناب قیاس کیے جاتے ہین مثال اس کی۔

ذوق

ہمنے چاہا تھا کہ پامین تمھارے خال ہے
لیکن اب دیکھا سویداے دل پامال ہے

اس شعر مین کوئی لفظ ایسا نہین جو اصل مراد سے زائد ہو یا کم بلکہ پورے پورے ہین۔

سودا

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر کوئی کہے کہ اس شعر مین حرف ندا محذوف ہی اسلیے ایجاز کے قبیل سے ہوگا تو جواب یہ ہی کہ اس حذف سے معنی مراد کے سمجھنے مین کوئی حرج نہین ہے۔

ولہ

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ناسخ

ہر اسینہ ہی مشرق آفتاب داغ ہجران کا
طلوع صبح محشر چاک ہی میرے گریبان کا

مومن

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

قائم

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہی جا کر کہان کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

بیان ایجاز

ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر دوسرا ایجاز حذف۔

ایجاز قصر یہ ہی کہ حذف کے ساتھ التباس نہو یعنی عبارت مین کوئی ایسا لفظ محذوف نہو جو اصل مراد کو ادا کرتا ہو جیسے۔

غالب

دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی

یعنے بتان بیوفا کے حلقہاے دہن ملکر زنجیر رسوائی بنگئے ہین یا یہ کہ حدیث بیوفائی کیا رایک بت سے دوسرے تک اور دوسرے سے تیسرے تک پہونچی ہی اور اس طور پر ایک زنجیر رسوائی کی شکل نمودار ہوگئی ہے۔ اس مصرع کے معنی تو بہت سے ہین اور لفظ تھوڑے سے ہین۔

ولہ

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے	دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

تحصیل دشوار آسان نہین ہوتی مگر ممکن ہوتی ہے اور تحصیل محال سرے سے ممکن ہی نہین ہوتی شاعر کہتا ہی ملنا ترا آسان نہ ہو یعنے دشوار ہو تاہم سہل ہی مگر مشکل تو یہ ہی کہ دشوار بھی نہین محال ہے جس مین میرا کسی طرح قابو نہین مجبور ہون۔

ولہ

نکوہش مانع بے ربطی شور جنون آئی	ہوا ہے خندہ احباب بخیہ جیب و دامن میں

یعنی نکوہش میرے شور جنون کی بے ربطی سے مانع آئی اور خندہ احباب کے خیال سے مین جیب و دامن کے چاک کرنے سے باز رہا پس گویا احباب کا خندہ جیب و دامن مین بخیہ ہوا ہی۔

ایجاز حذف وہ ہے کہ کوئی چیز محذوف ہو اور وہ محذوف دو حال سے خالی نہین۔

(۱) جزو جملہ ہو مثلاً **مضاف** محذوف ہو جیسے۔

نواب نیوتنوی

ہون وہ بیمار محبت کہ نہین تاب و توان	پنج وقتہ مری آنکھون سے ادا ہوتی ہی

یعنی نماز پنج وقتہ۔

مولوی عبد الرحمن راسخ

صدقہ ہے یہ غیر کی خوشی کا	جلتا مری قبر پر ہے گھی کا

یعنی گھی کا چراغ۔

یا موصوف محذوف ہوتا ہی جیسے۔

جرأت

کافر وہ بلا زلف سیہ ہے تری کافر | جا زیر زمین جسکے چھپا خوف سے کالا

یعنے کالا سانپ۔

حالی

کال کیا ہے یہ کس کو کہتے ہین بھوک | بھوک مین کیونکہ مرتے ہین مفلوک

یعنی مفلوک آدمی۔

نسیم

زنجیر جنون کڑی نہ پڑ جاوے | دیوانے کا پانون درمیان ہے

دیوانے کا موصوف محذوف ہی یعنی عاشق دیوانہ کا پانون درمیان ہی۔

امیر

ساقیا ہلکی سی لا انکے لیے | تند ہے اور ایسے کم سن کے لیے

یا مضاف الیہ محذوف ہو جیسے۔

نظیر ہر چند بھی نشے مین وہ شوخ تو بھی اُسنے | ہرگز ہمارے لب کو آنے دیا نہ لب تک

یعنے اپنے لب تک۔

غالب

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا | جادہ اجزاے دو عالم دست کا شیرازہ تھا

جادہ سے مراد جادۂ وحشت ہے۔

انشا

وہ جو معمار کا لڑکا ہے تنا | مین نے پتھر بھی ڈھوے پر نہ منا

یعنے معمار کا لڑکا۔

ہوس

یارب ... سر مین شور غم رکھ
بے غم نہ مجھے صاحب الم رکھ

یعنے میرے سر مین شور غم رکھ اور دوسری چیزون سے بے غم رکھ۔

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو ؛ تو حاضر ہی نہین افسوس مجھکو

یعنی اگر میری جان مانگو۔

بیخود دہلی

آنکھ کہتی ہی کہ اب برباد کرتے ہین تجھے اُنکھ سے یہ ارشاد ہو دل مین ترا گھر ہوگیا

یعنی اُنکی آنکھ اور میرے دل مین۔

نشاط

لطف ابرو کا تری جبکہ مجھے یاد آیا پھر نہ محراب حرم پر دل ناشاد آیا

یعنی میرا دل ناشاد۔

یا شرط محذوف ہو جیسے۔

لازم ہے گرد مسافرون کا اعزاز آتش اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

ذوق

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہین روزہ کہ اس مین آیا تو روزی ہی اور نہین روزہ

یعنی اگر نہین آیا تو روزہ ہی۔

یا جزا محذوف ہو اور یہ کبھی صرف اختصار کے لیے محذوف ہوتی ہے کوئی نکتہ معنوی مد نظر نہین ہوتا جیسے۔

حالی

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر کہا اُسنے بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہی اور وہ یہ ہے تو کیا کرنا چاہیے اور دلیل اسپر دوسرا مصرع ہے اور کبھی اس غرض سے حذف کرتے ہین کہ اُسکا حذف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جزا ایک ایسی چیز ہی جسکو کوئی وصف گھیر نہین سکتا یا سامع جس طرح ممکن ہو چاہے اختیار کرے جیسے۔

ذوق

اے ذوق شہید اُسکو کرتے ہین کئی عاشق کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

کرنی ہی اگر سبقت کی جزا محذوف ہی۔

یا مسند الیہ محذوف ہو چنانچہ انیس حضرت امام حسینؑ کی زبان سے حضرت زینبؑ کے سامنے کہتے ہین۔ ؎

پرسا تمھین شہید کا دینے کو آئے ہین ‖ کس کس کے داغ آج جگر پر اُٹھائے ہین

ضمیر جمع متکلم کہ مسند الیہ ہے وہ یہان محذوف ہے۔

یا مسند محذوف ہو جیسے۔

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمدم ‖ کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہین گے

یعنی غم میر کا بیان موقوف کرتے ہین۔

ظفر

کوئی کہتا ہے جو وہ آتے ہین + ‖ پوچھتا اُس سے جا نکر ہون کون

یعنے کون آتے ہین۔

منشی

غرض آب جیحون رہے درمیان ‖ اِدھر ہم اُدھر تم رہو حکمران ؎

یعنی ادھر ہم حکمران رہین اور ادھر تم حکمران رہو۔

مرزا جعفر علی شرر

اے عشق جگر سوز شرر کی تجھے سوگند ‖ اِک شعلۂ جان سوز کہ مشتاق فنا ہون

حسرت

لخت دل گرنے لگے اب اشک گلگون ہو چکا ‖ رحم اے آنکھو کہ جتنا تم مین تھا خون ہو چکا

یا مفعول محذوف ہو جیسے۔

جرأت

جرأت اب بندہی تنخواہ تو یون کہتے ہین ‖ کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

خدا نہ دیوے اور سلیمان کب دے ہے کے مفعول محذوف ہین۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت خوب جانے ‖ زلیخا جانے یا یعقوبؑ جانے

زلیخا جانے یا یعقوب جانے کے مفعول محذوف ہین۔

یا ظرف محذوف ہو جیسے۔

غالب

نکتہ چین ہی غم دل اُسکو سنائے نہ بنے	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

یعنی وہان کیا بات بنے۔

یا معطوف مع حرف عطف کے محذوف ہو جیسے۔

ناسخ

تو اے جراح پہلے باندھ پٹی چشم سوزن پر	کسی کا درد ہوتا ہی کسی کو کب زمانے مین

یعنی پہلے چشم سوزن پر پٹی باندھ پھر ٹانکے لگا کیونکہ کسی کا درد زمانے مین کسی کو کب ہوتا ہے

احسان رامپوری

گھر مین اللہ کے واعظ سے نہ بولو رندو	لیچلو اس کو اٹھا کر مع منبر باہر

دوسرے مصرع کے بعد اور وہان اُسکو مارو یا اسکی خبر لو محذوف ہی۔

جرأت

قلق نے مجھے دل مضطر کا مارے ڈالے ہے	جو پیارے جھوٹ سمجھتے ہو تم تو لاؤ ہاتھ

یعنی لاؤ ہاتھ اور دیکھ لو۔

مولوی محمد اسمعیل

یہ سُنتے ہی چاندی کی انگوٹھی بھی گئی چل	اللہ ری طمع کی انگوٹھی تری چھل بل

پہلے مصرع کے بعد یہ عبارت محذوف ہی اور پہننے لگی۔

(۲) وہ محذوف پورا جملہ ہو بلکہ کبھی جملے سے بھی زیادہ حذف کر دیتے ہین۔

سوال شرط و جزا اور معطوف بھی تو جملہ ہوتے ہین پس یہان جملے سے کیا مراد ہی۔

اب یہان جملے سے ایسا کلام مراد ہی جو فائدہ پہونچانے مین مستقل ہو دوسرے کلام کا جز نہو اور ظاہر ہے کہ شرط و جزا کا مجموعہ فائدہ پہونچاتا ہی نہ ہر ایک علحدہ علحدہ یہی حال معطوف مع حرف عطف ہی۔

اور جملۂ محذوف یا **سبب** ہوتا ہی مسبب مذکور کا جیسے۔

ناسخ

کہربا مین ہی کشش آہن ربا مین جذب ہے	دل نچے کیونکر ہمارا دل ربا کے سامنے

یہان یہ جملہ محذوف ہی کیونکہ اُس مین بھی کہربائی ہونا ضرور ہی پس یہ جملۂ محذوف سبب ہی اُس جملے کا جو دوسرے مصرع مین مذکور ہی۔

غالب

وہ مہربان ہو تو انجم کہیں الٰہی شکر	وہ خشمگین ہو تو گردون کہے خدا کی پناہ

ان دونوں مصرعون مین سبب محذوف ہی مطلب یہ ہی کہ اگر وہ مہربان ہو تو ستارے خدا کا شکر ادا کرین کیونکہ اس سے ان کو ترقی حاصل ہوگی اور اگر وہ ناراض ہو تو آسمان خدا سے پناہ مانگے کیونکہ اُسکو اپنی تباہی کا اندیشہ ہوگا۔

یا مسبب ہوتا ہی سبب مذکور کا جیسے۔

آتش

دین و دُنیا و نام و عز و تمکین	تسکین دل و قناعت و صبر و یقین
خلقت کو اپنی تو نے سب کچھ بخشا	اللہ مگر ہم ترے بندے ہی نہین

چوتھے مصرع کا مسبب محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو نے ہمکو یہ چیزین اس لیے نہین بخشین شاید ہم تیرے بندے نہین ہین۔

ناسخ

پروانہ کا خون شمع پہ ثابت ہے وگرنہ	کٹتی ہے کہاں شمع سر طور کی گردن

پہلا مصرع سبب ہے اور مسبب اس کا محذوف یعنی پروانہ کا خون شمع پر ثابت ہی اسلیے اُس کا سر کٹتا ہی وگرنہ الخ۔

کبھی بغیر سببیت اور مسببیت کے بھی جملے کو حذف کر دیتے ہین۔

گلزار نسیم

کل آپ بھی چلئے کیجیے سیر	وعدہ کر آیا ہون کہا خیر

یعنی کہا خیر ہم چلینگے۔

غالب

ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست	نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی

یعنی ہر سنگ و خشت (جو لڑکے دیوانونکو مارتے ہین) گویا ایک صدف ہی جس سے گوہر شکست حاصل ہوتا ہی اسلیے جنون سے معاملہ کرنے مین نقصان نہین

امیر

ملنے کا وعدہ منھ سے تو انکے نکل گیا	پوچھی جگہ جو مین نے کہا ہنسکے خواب مین

یعنی ہنسکے کہا کہ ہم خواب مین ملینگے۔

عبدالرحمن خان احسان

کسی نے پوچھا کہ احسان غلام ہے کس کا	لبوں پہ لا کے تبسم کو یہ کہا میرا

یعنی وہ میرا غلام ہے۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہے بتاؤ	رنج بیمار بھائیون کا بٹاؤ

استفہام کے بعد ایک جملہ محذوف ہے یعنی تندرستی کا شکر یہ ہے کہ رنج بیمار الخ۔

سودا

جب عزم کرون گھر سے کوے دوست کو یارو	دشمن ہے مرا وہ جو کہے یہ کہ کہان کو

یعنے تم کہان کو جاتے ہو۔

دبیر

افزون ہوا تا کہ قلق تشنہ دہانی	اعدا کی طرف دیکھ کے فرمایا کہ پانی

یعنے تم مجھکو پانی پلا دو۔

شیخ الٰہی بخش تبسم

اپنے میخوار کو یون دفن نکر اے ساقی	ہو ادھر قبر مین شیشہ تو ادھر جام شراب

یعنی اے ساقی متعارف طور پر جیسا کہ رواج ہے اپنے میخوار کو دفن نکر بلکہ یون دفن کر کہ اسکی قبر مین ایک پہلو کو شراب کا شیشہ رکھا ہو اور دوسرے پہلو کو جام رکھا ہو بس دبلکہ یون دفن کر) جملہ اسمین محذوف ہے اور بیان اسکا دوسرا مصرع ہے۔

فطرت

جب کہا دل سے نہو خوار کہا تجھکو کیا	زلف مین مست ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

یعنی جب مین نے دل سے کہا زلف مین مست ہو گرفتار الخ۔

دو جملون کے حذف کی مثال۔

غالب

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی	اٹھا اور اٹھکے قدم مین نے پاسبان کیلیئے

یعنی پہلے وہ گدا سمجھ کے خاموش تھا لیکن میری جو شامت آئی تو مین اٹھا اور مین نے اٹھ کے قدم

پاسبان کے لیے (جس سے وہ مجھکو جان گیا اور مجھے اپنے روبرو نہ رہنے دیا)۔ کبھی شرط و جزا کے دونون جملے محذوف ہوتے ہین جیسے میر حسین تسکین دہلوی کے قول مین ؎

اُس بزم مین آنا نہین توبہ کا ذرا پاس ۔۔۔ ناصح مجھے ساقی نے دیا جام نہ ہو گا

یعنی اگر جام دیتا تو توبہ کا پاس نہ کرتا۔

تکرار مفعول کے مقام پر بھی جملۂ محذوف ہوتا ہے جیسے پیاسا کہے پانی پانی یعنے مجھے پانی دو مجھے پانی دو ؎

ساقی مے دے کہ اہل مجلس ۔۔۔ پانی پانی پکارتے ہین

سودا

اُس کو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ ۔۔۔ جائے توبہ کے پلاؤ پلاؤ

ناسخ

ساقیا دے مجھے شتاب شراب ۔۔۔ کب سے کرتا ہون مین شراب شراب

داغ

ہم بادہ کشون کی خاک سے بھی ۔۔۔ آئے گی صدا سبو سبو کی

اور محاورے مین روابط کا حذف اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے۔

میر

تر حلق دم آب سے اُس کا نہوا ۔۔۔ اے آب فرات خاک تیرے سر پر

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ ۔۔۔ سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

مولوی محمد اسمعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار ۔۔۔ ایسی رفتار پر خدا کی مار

انیس

شہ نے کہا کہ بند ہین راہین بدر نشار ۔۔۔ پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوج نابکار

بیان اطناب

اطناب کبھی الضاح کے ساتھ کرتے ہین جو ابہام کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ اسواسطے ہوتا ہے کہ ایک معنی دو مختلف صورتون مین بیان کیے جائین یا اسواسطے ہوتا ہے کہ وہ معنی ذہن

مین خوب جم جائین یا تکمیل لذت کے واسطے ہوتا ہی جو ان عنوان سے حاصل ہوتی ہے اور بیان مبہم کے بعد موضح عطف کے ساتھ نہین آتا۔

نسیم

ہر چند سنا گیا ہی اس کا | اردو کی زبان مین سخن گو

سنا یا گیا ہی اسکو مبہم ہی یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس زبان مین سنا گیا ہی اور اسکی تفسیر اردو کی زبان مین کرتا ہی۔

تپش

اُسی کا یہ فیض ہی عام کو | نباتات کو اور اجرام کو

عام مبہم تھا اُسکی تفسیر نباتات اور اجرام نے کردی۔

ہوس

طبیعت کو تھا ایک تب اضطراب | جگر تفتہ تھا اور آنکھین پُر آب

اضطراب مبہم اور نکرہ ہے دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ہی۔

مثنوی یوسف زلیخا

سدا اس ماہ رو سے کام ہے تو | پلنگ اوپر اُسے ہر شام ہے تو

کام نے مبہم ہی اسلیے کہ نکرہ ہی دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ہی۔

انیس

نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا | پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو دو چار تھا

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے لیجے | جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
حسد و بغض و غیبت و بہتان | بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

اور ایضاح بعد الابہام کے قبیل سے توشیع بھی ہے **توشیع** شین معجمہ اور عین مہملہ سے لغت مین روئی کو دھن کر پونی بنانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ ابتدائے کلام مین کئی چیزین بلفظ تثنیہ یا جمع کے ساتھ مبہم ذکر کرین پھر اُنکی تفسیر کی جائے اور مفسر مین سے دوسری چیز پہلی پر معطوف ہو مثال اسکی۔

قائم

دو چیز ہین یادگار دوران | تیرا ستم اپنی جانفشانی

اول دو چیزون کو مبہم ذکر کیا پھر اُنکی تفسیر کردی اور تیر استم کے بعد حرف عطف محذوف ہی۔

صفدر

خدا جانے کہ کیا لذت ملی دونون کو مقتل مین	ادھر حیرت ہی بسمل کو اُدھر سکتہ ہی قاتل کو

حسرت

دو شے کا لطف نہایت دو شے بہت بے لطف	طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
دو شے ہون مانع یک شے دو شے ہون مانع	بلا کو جود و سخا سیل کو در و دیوار

محمد عبدالودود اوحد

یہ دونون جا ملے اُس خاک رہ مین	ہوا اب فیصلہ دل کا جگر کا

مضطر خیر آبادی

قتل مین تیرے فوائد سوچ رکھے ہین کئی	غیر کی تسکین میری مشق تیرا امتحان

میر حسن

گئے دیکھتے ہی سب آپس مین رل	نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل

کبھی **اطناب** عام کے ذکر کے بعد خاص کے ذکر سے پیدا ہوتا ہی اور خاص کو عطف کے ساتھ ذکر کرتے ہین نہ بطریق بدل یا وصف کے اور اس سے غرض اُسکی مزیت کا جتانا ہوتا ہی کیونکہ باوجود اس بات کے کہ وہ ماقبل مین داخل ہوتا ہی پھر بھی اُسکو علیحدہ ذکر کرتے ہین تو اُس مین اُسکی مزیت کی طرف تنبیہ ہوتی ہے گو وہ اُسکی جنس سے نکلجاتا ہے اور ایک مغائر چیز سمجھا جاتا ہی اور اُسکا تغائر وصفی ذاتی مان لیا جاتا ہے کیونکہ جب وہ چیز عام کی تمام افراد سے اپنے اچھے یا بُرے اوصاف کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہی تو اُسکو ایک علیحدہ شے عام کے مغائر قرار دے لیا جاتا ہی اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ عام اُس خاص کو شامل نہین ہے پس خاص کا حکم عام سے معلوم نہین ہو سکتا ہے اور اس قدر تغائر کی بنا پر اس خاص کا عطف عام پر صحیح ہوتا ہی جیسے۔

منشی

گر زان ہوے ترک وسالار ترک	ہوئی سرد گرمی بازار ترک

سودا

زبا نپر اُسکی گذرے حرف جس جا گہ شفاعت کا	کرے دان نانا آمرزش ہی ہر اک فاسق و زانی

اسی قبیل سے ہی وہ جو مولوی سید مہدی علی خان نے آیات بینات مین صحابہ کی نسبت لکھا ہی کہ جس طرح اہل سنت اُنکو تمام اُمت سے مرتبے مین اعلیٰ اور افضل اور ایمان اور اسلام مین سب سے بہتر اور کامل جانتے ہین اسی طرح شیعہ و خوارج اُنکو سب سے بدتر اور خراب حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہتے ہین سب سے بدتر اور خراب عام ہی کافر اور مرتد اس سے خاص ہین اور کافر عام ہی مرتد اس سے خاص ہی حتیٰ بھی حرف عطف ہی جو عطف کے ساتھ انتہا کے معنی بھی دیتا ہی اور ترتیب مہلت کا فائدہ بھی بخشتا ہے مگر اس مین مہلت بہ نسبت پھر کے کم ہے پس حتیٰ بحسب معنی کے پس اور پھر مین متوسط ہی اور حتیٰ کا معطوف جز ہوتا ہی معطوف علیہ کا یا جزکی مثل ہوتا ہی حکم سابق مین داخل ہونے مین۔

کبھی اطناب تکرار سے حاصل ہوتا ہی اور یہ تکرار کسی نکتے کے لیے ہوتی ہی اگر نکتے کے لیے نہ ہو تو وہ اطناب نہین تطویل ہی اور نکتۂ عامہ یہ ہی کہ اس سے فائدہ تاکید کا نکلتا ہی مثلاً۔

ذوق

بُرائی مین ہماری تُو اگر اپنا بھلا سمجھے ‏ ‏ ‏ بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

بُرا سمجھے کی تکرار نے یہان ڈرانے کی تاکید کا فائدہ بخشا ہی بُرا سمجھے جب کئی بار کہا تو اس بات کی زجر و تہدید ہو گئی کہ بُرائی مین اپنا بھلا سمجھنا خطا ہی ایسا نہ سمجھنا چاہیئے۔

ولہ

نہ کور تری بزم مین کس کا نہین آتا ‏ ‏ ‏ پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

مومن

نہ جاؤنگا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا ‏ ‏ ‏ اگر نہووے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

ہری شنکر برق

آئینہ تمھارے روبرو ہے ‏ ‏ ‏ سچ سچ کہو کون خوبرو ہے

شایان

چمک کر جدھر تیغ برقی چلی ‏ ‏ ‏ اجل نے پُکارا چلی مین چلی

انشا

دو چار سن کے تیرے سخن ہم کٹے کٹے ‏ ‏ ‏ اُٹھتے ہین کوئی در پہ ترے سبب اُڑے اُڑے
جور خزان سے آہ جوانان باغ دہر ‏ ‏ ‏ اوراق منتشر کی طرح جو جھڑے جھڑے
انشا ورائے عرش کا رتبہ ہی اسطرف ‏ ‏ ‏ ہین اب خیال اور بھی ہم کو بڑے بڑے

افسانہ

ایدل سدا اس شمع پر پروانہ ہو پروانہ ہو		اُس نوبہار حُسن کا دیوانہ ہو دیوانہ ہو
ایدل اگر منظور ہے یان آشنائی عشق کی		ہر آشنائے عشق سے بیگانہ ہو بیگانہ ہو
دل میں رہ دیکھیں کہ معمار قضا سے ابتک	میر	ایسا مطبوع مکان کوئی بنایا نہ گیا

غلام اکبر مسلم

تو اور آپ کا یہ ثنا خوان نہیں نہیں		رہنے دے ریز جُبل بستان نہیں نہیں
چلدے حرم کو چھوڑ کے سب رق وبرق سنم		اُس بات میں نکر دل ناداں نہیں نہیں
کیا دخل تیرے غم میں رہے تن میں جان غلط	انشا	حاشا غلط غلط غلط لے سربان غلط
میں اور ترک عشق بھلا کچھ بھی ربط ہے		ای مہربان غلط غلط ای قدردان غلط

جرأت

اشب کسی کاکل کی حکایات ہی واللہ		کیا رات ہی کیا رات ہے کیا رات ہی واللہ
عالم ہے جوانی کا جو اُبھرا ہوا سینہ		کیا گات ہی کیا گات ہی کیا گات ہی واللہ
جُرأت کی غزل جسنے سنی اُسنے کہا واہ		کیا بات ہی کیا بات ہی کیا بات ہی واللہ

کبھی کثرت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

رند

ایک دو ساغر کرینگے نشہ کیا		خم کے خم پیتا رہوں میں ساقیا

انیس

صحرا صحرا ہین گو کہ عصیان میرے		دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

میر

تظلم کہ کھینچے الم بر الم		ترحم کہ مست کرستم پر ستم
جو سو سر کی ہو آزماؤں نہ مین		عبث کھاتے ہو تم قسم بر قسم
کئی بار آنا ادھر لطف سے		عطا پر عطا ہے کرم بر کرم

کبھی تکرار سے تعمیم نکلتی ہی جیسے۔

مرزا محمد رضا خان برق

وا جو گلشن مین ترا عقدۂ گیسو ہو جائے		غنچہ غنچہ گرہ نافۂ آہو ہو جائے

سودا

برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے | گل کو دیکھے تو نگہ جائے ہی سنبل پہ پھسل

مولفہ

مانند روے یار نہ آیا کوئی نظر | گل گل پہ عندلیب پھری گو چمن چمن

کبھی اطناب ایغال کے ساتھ ہوتا ہی لغت مین ایغال اُسے کہتے ہین کہ دُور دُور شہر وان مین۔ چلا جانا اور اصطلاح مین خواہ نظم ہو یا نثر اُس کو ایسے لفظ پر کسی نکتے کی وجہ سے ختم کرین کہ اصل معنے بغیر اُسکے تمام ہوتے ہون جیسے۔

میر

دلّی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب | رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اُسکو فلک نے لُوٹ کے ویران کر دیا | ہم رہنے والے ہین اُسی اُجڑے دیار کے

چوتھے مصرع کے آخر مین اُجڑے دیار کا لفظ ایسا ہی کہ معنے بغیر اُس کے تمام ہو سکتے ہین کیونکہ تیسرے مصرع نے اس مطلب کو بخوبی ادا کر دیا ہی مگر یہان اُس کو اِس لیے ذکر کیا کہ سامعین کی ہمدردی اُس کی طرف بڑھ جائے۔

نلشی

مرے ملک سے خصم کو دور کر | الم سے چھڑا مجھکو مسرور کر

مسرور کر یہان مخاطب کو کام پر آمادہ کرنے کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی۔

حالی

بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا | سنکھ اور اذان گونجتے ہین روز برابر

یہان برابر اس بات کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی کہ سنکھ اور اذان کا گونجنا کسی روز ناغہ نہین ہوتا۔

سودا

ہجو کی ہے اُن کی تو نے آج تک | جون بھی جن سے مر نہین سکتی ہی چیٹے

رنگین

صبح کو صیاد نے اُٹھتے ہی بس | جال کو پانی مین پھینکا کر ہوس

کبھی اطناب تذئیل کے ساتھ ہوتا ہے تذئیل لغت مین ایک چیز کو دوسری چیز کا دامن بنانے کے معنے مین ہی اور اصطلاح مین یہ ہی کہ ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ بیان کرین اور

دوسرے جملے کے معنے قریب قریب پہلے جملے کے معنون کے ہون یعنی جو مقصود پہلے جملے سے ہوا ٗسی کا افا
دوسرا جملہ کرتا ہو اور یہ مراد نہین کہ جو معنے پہلے جملے کے ہون وہی بعینہ دوسرے جملے کے بھی ہون
ورنہ یہ تکرار ہو جائے گی اور یہ بھی جملے کی تقویت کرتا ہے اور اس دوسرے جملے کے لیے محل اعراب
نہین ہوتا اس مین اور ایغال مین یہ فرق ہے کہ یہ عام ہے اور ایغال خاص ختم کلام مین ہوتا ہے
اور تذئیل ہر جگہ ہوتا ہے اور ایغال کے لیے یہ ضرور نہین کہ جملہ ہی ہو یا تاکید ہی کے لیے ہو او
تذئیل کے لیے یہ دونون باتین ضرور ہین اور یہ کئی قسم ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ مراد کا فائدہ پہونچانے مین مستقل نہو بلکہ اپنے ماقبل پر موقوف ہو
میر کے اس مصرع مین۔ ؎

شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

جو مضمون پہلے جملے کا ہے وہی دوسرے کا ہے مگر دوسرا جملہ یعنی یہی سب کا طور ہے اپنے ماقبل سے
تعلق رکھتا ہے کیونکہ جس شیوے اور طور کا شاعر نے پہلے جملے مین حال بیان کیا ہے اُسی کا ذکر دوسرے
جملے مین بھی منظور ہے پس دوسرا جملہ فائدہ پہونچانے مین مستقل نہوا اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

اس سے ہے زندگانی ابدان	اس سے ہے نفع صحت انسان

پہلے جملے مین جس بات کا بیان ہے اُسی خاص بات کا بیان دوسرے جملے مین بھی ہے اور وہ ہوا ہے۔

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہے اصل مایۂ سُود	اُلفت اُنکی ہے اصل ہر بہبود

اگرچہ دوسرے جملے کے معنے پہلے جملے کے قریب قریب ہین اور جو مطلب پہلا جملہ رکھتا ہے وہی
دوسرا بھی مگر فائدہ پہونچانے مین دوسرا جملہ پہلے جملے پر موقوف ہے کیونکہ تنہا اس سے یہ نہین معلوم
ہو سکتا کہ کس کی الفت ہر بہبود کی حاصل ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جملۂ ثانی سے حکم کلی مقصود ہو اور ماقبل اپنے سے منفصل ہو بلکہ استقلال
مین اُسکا قائم مقام ہو خلخالی نے شرح تلخیص المفتاح مین لکھا ہے کہ اُسکی دو قسمین ہین۔
(**الف**) جملۂ اول و ثانی مواد الفاظ مین متفق ہون یعنے جملۂ اول کے معنی کو جس مادے کے سا
بیان کیا جائے اُسی مادے کے ساتھ جملۂ ثانی کے مضمون کو بھی بیان کرین جیسے۔

مولوی عبدالحکیم

اے خدا تو خالق و رزاق ہے | اے خدا تو رازق و خلاق ہے

جو مضمون جملہ اول یعنے مصرع اول کا ہی وہی جملہ دوم یعنی مصرع دوم کا ہی اور دونون جملون کے مادے کے الفاظ متحد ہونے مین شریک ہین اور نسبت مین بھی متفق ہین کیونکہ دونون جملے اسمیہ ہین۔

(ب) جملۂ ثانی سے صرف جملۂ اول کے مفہوم کی تاکید ہوتی ہو یعنے دونون جملون کے مسندالیہ و مسند ایک مادے مین شریک نہون جیسے۔

شایان

یہی جھیم سے اُسکا ہردم سخن | بنا مجھکو زوجہ بنا مجھکو زن

جو مضموم پہلے جملے بنا مجھکو زوجہ کا ہے وہی مضمون دوسرے جملے بنا مجھکو زن کا ہے مگر دونون جملون کے اطراف مادے مین شریک نہین باوجودیکہ صورت دونون جملون کی ایک ہی کیونکہ دونون فعلیہ ہین اسی قبیل سے امثلۂ ذیل ہین۔

بہار دانش

فلک بے رضا اُسکی کب پھر سکے | اجازت اُسی کی ہو تب پھر سکے

ناسخ

جو رطوبات و خلط فاسد ہین | جتنے فضلات و خلط فاسد ہین

کبھی اطناب تکمیل کے ساتھ ہوتا ہی اور اسکو احتراس بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ کلام مین خلاف مقصود کا شبہہ ہو تو اُسکے ساتھ ایسی چیز لائی جائے جو اُس شبہہ کو دفع کرتی ہی پس یہ چیز تکمیل کہلاتی ہی اس مین اور تذئیل مین یہ فرق ہی کہ تذئیل مین تین باتون کی قید ہی ایک جملہ ہونا چاہیے دوسرے کلام کے آخر مین ہو تیسرے نسبت کے شبہہ کو دفع کرے اور تکمیل ان چیزون مین سے کسی کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتی اور تکمیل کی تین قسمین ہین۔

ایک وسط کلام مین ہو جیسے۔

منشی

ہوا ہم پہ بارے خدا مہربان | کہ بھیجا بجاہ و حشم تجھکو یان

بجاہ و حشم مفعول معہ ہی جو تجھکو کی کہ مفعول بہ ہی مشارکت و مصاحبت کے لیے آیا ہے چونکہ بھیجا جانا ذلت کی حالت مین بھی ہو سکتا ہی اور یہ مقصود کے خلاف تھا اسلیے اس وہم کے دفع کرنے

کے لیے بجاہ و حشم لایا۔

مثنوی یوسف زلیخا

یہین ہون مصنوع اُس صانع کا بے عیب	کہ کہتے ہین جسے سب شاہد غیب

یہان یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید صانع کا مصنوع عیب دار ہو اسلیے بے عیب کہکر اس توہم کو دُور کر دیا

نسیم

باتون پہ فدا ہوا شہنشاہ	لایا بصد امتیاز ہمراہ

بصد امتیاز مقصود بالتمثیل ہے۔

ناسخ

جسم حیوان سے ہوتے ہین تحلیل	سب بتدریج پاتے ہین تبدیل

مقصود بالتمثیل بتدریج ہے۔

دوسرے اول کلام مین ہوتی ہے جیسے۔

منشی

ملادون گا تجھکو تہ خون و خاک	بنامردی آخر تو ہو گا ہلاک

بنامردی ضمیر مخاطب کا مفعول معہ ہے یہان دشمن کو اپنی مردی کے ساتھ ہلاک ہونیکا توہم ہوسکتا تھا اسلیے بنامردی کا لفظ لاکر اُسکے اُس وہم کو دفع کر دیا۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی	ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

یہان یہ توہم ہو سکتا تھا کہ شاید غرق شدہ کشتی ویسی ہی نہ نکلی ہو بلکہ کسی قسم کا تغیر و تبدل اُس مین آگیا ہو اسلیے ویسی ہی کا لفظ لاکر اس توہم کو دفع کر دیا اور سالم بھی اسی فائدے کے لیے ہے مگر وسط کلام مین واقع ہوا ہے۔

منشی

نہ پہونچا اُسے کچھ ضرر زینہار	سلامت وہ نکلا بانجام کار

تیسرے آخر کلام مین ہوتی ہے جیسے۔

منشی

خدا سے کیا عہد اب استوار	کہ تجھکو رکھون جاودان باوقار

پہلے جملے مین استوار اس توہم کے دفع کرنے کے لیے ہی کہ شاید عہد ناپائدار کیا ہو اور دوسرے جملے مین یہ توہم ہوتا تھا کہ شاید بے وقری کے ساتھ رکھنا چاہتا ہو اس لیے باوقار کا لفظ اس وہم کے دفع کرنے کے لیے لایا۔

ولہ

زنان شبستان گشتاسپ شاہ	ہوئین قید یک سر بحال تباہ

مقصود بالتمثیل بحال تباہ ہی۔

تپش

دیا ہاتھ مین ایلچی کے شتاب	کہا جا جواب اس کا لا با صواب

مقصود بالتمثیل با صواب ہی۔

نسیم

کافور سی جل اُٹھی سراپا	ٹھنڈی ہوئین تھا جنھین جلایا

مقصود بالتمثیل سراپا ہی۔

کبھی اطناب تتمیم کے ساتھ ہوتا ہے اور تتمیم یہ ہے کہ کلام مین ایک فضلہ یعنی مفعول یا حال یا مجرور ایسا لادین جو خلاف مقصود کا شبہہ نہ رکھتا ہو اور اس سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے مثلاً کہتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہی اور اپنے کانون سے سُنا ہی اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہے الفاظ اپنی آنکھون سے اور کانون سے اور ہاتھ سے تتمیم کے لیے ذکر کیے گئے ہین اور ان سے دیکھنے اور سننے اور لکھنے مین مبالغہ منظور ہی۔

حالی

ملک روندے گئے ہین پیرون سے	چین کس کو ملا ہے غیرون سے

لفظ پیرون سے تتمیم کے واسطے مذکور ہوا ہی اور ان سب مثالون مین فضلہ مجرور واقع ہوا ہی۔

سوز

جو جو سُنا ہی کان سے دیکھا ہی آنکھ سے	اچھا ہی رہو تو لب اظہار دیکھنا

دبیر

بیچارگی کا وقت ہے اکبر خدا گواہ	مان ہینگی گھر مین باپ یہ یان زرغہ سپاہ

لفظ گھر مین تتمیم کیلیے مذکور ہے اور اس سے مان کے صاحب پردہ و عصمت ہونے مین مبالغہ

مقصود ہے۔

منیر

خدا فرزند با اقبال بخشے میرے آقا کو | کرے فرمان روائی سارے عالم کی حکومت پے

لفظ حکومت سے تتمیم کے لیے اور فرمان روائی مین مبالغہ مقصود ہے۔

ہوس

ابر غم عشق دلیہ برسے | ریزان رہین اشک چشم تر سے

چشم تر تتمیم کے لیے ہی۔

تیغ

سدا یاد مین اُس کی مرغ سحر | مؤظف ہے ہر شاخ و ہر نخل پہ

ہر شاخ و ہر نخل پر تتمیم کے لیئے ہی اور یہ مجرور ہے۔

یکایک ایسا ہی عالم ہوا کہ عقل کے | **انشا** اکھاڑے پر یونکے گویا اتر پڑے جھٹ پٹ

جھٹ پٹ حال ہی۔ ناسخ کے شعر کے پہلے مصرع مین زیر پا بھی تتمیم کیلئے ہی ہے۔

باغ مین روندے بہت پھولونکے خرمن زیر پا | لا کبھی اپنے شہیدون کے بھی مدفن زیر پا

اسی قبیل سے ہی آتش کے شعر مین ترازو مین۔ ہے

بوسۂ خال کے سودے مین ہوا ہون یہ زار | تو لے مجھکو ترازو مین تو ہو تل بھاری

فقیر

ہم غیر ہو گئے وہ تمہارے ہوئے مین دوست | سرگوشی تم جو کرتے ہو غیرون سے کان مین

کان مین تتمیم کے لیے ہی اسلیے کہ سرگوشی کے خود کسی کے کان مین آہستہ بات کہنے کے معنے ہین

کبھی اطناب اعتراض کے ساتھ کرتے ہین اور **اعتراض** یہ ہی کہ کلام کے درمیان مین یا ایسے دو کلامون مین جو معنوی طور پر باہم اتصال رکھتے ہون مثلاً دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان یا تاکید یا معطوف ہو ایک جملہ یا جملے سے زیادہ لاوین جسکو اعراب سے محل نہو اور نہ پہلے جملے سے خلاف مقصود کا شبہہ دفع کرنے کے لیے ہو اور کلام سے مراد فقط مسندالیہ و مسند کا مجموعہ نہین بلکہ تمام وہ چیزین بھی مراد ہین جو مسندالیہ و مسند تعلق رکھتی ہون جیسے فضلات اور توابع اور یہ جملہ معترضہ کئی طرح کے فائدے کے لیے ہوتا ہے۔

(۱) تنزیہ کا فائدہ بخشتا ہے جیسے۔

منیر

یہ بات تو ہے مسلم دلیل کیا لاؤن | کہ مدح آپکی ہے از قبیل استحباب
مرا گواہ ہے حق لا آلہ الا اللہ | نہین ہے کوئی طمع مجھکو غیر کسب ثواب

لا آلہ الا اللہ یہان تنزیہ کے لیے واقع ہے۔

(۲) تعجب کے لیے آتا ہے۔

گویا

بوقت ذبح منھ کو پھیر کر تکبیر کہتا ہے | عدو قاتل ہے کیا اللہ اکبر اپنے بسمل کا

ولہ

جسے یہ ذبح کرتے ہین رہتا نہین پھر دیکھتے اسکو | یہ بُت اللہ اکبر کسقدر بیداد کرتے ہین

اللہ اکبر تعجب کے وقت یا عظمت کے مقام پر بولتے ہین اور یہان مقام تعجب کا ہے۔

(۳) دعا کے واسطے آتا ہے جیسے۔

شیخ نبی بخش حقیر

عین نور نظر گبر و مسلمان ہو تم | چشم بد دور بتو قدرت یزدان ہو تم

تم عین نور نظر گبر و مسلمان ہو معطوف علیہ ہے اور تم قدرت یزدان ہو معطوف اور چشم بد دور ان مین جملۂ معترضہ ہے دعا کے لیے جو مسند اور مسند الیہ کے درمیان واقع ہوا ہے۔

نہین معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ وان کا | مزاج اچھا تو ہے یادش بخیر اس آفت جان کا

یادش بخیر جملۂ معترضہ دعا کے لیے ہے۔

میر

داغ ہے تابان علیہ الرحمۃ کا چھاتی پہ میر | ہو نجات اسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

علیہ الرحمہ جملۂ معترضہ ہے دعا کے لیے۔

ناسخ

ناسخ ہے میر سلمہ اللہ کی زمین | اک معنی شگفتہ کو باندھا ہزار رنگ

(۴) تعظیم کے لیے آتا ہے جیسے مذاہب الاسلام کے اشعار۔

محمد کہ آگفت سے جنپر مدام | خدا بھیجتا ہے درود و سلام
کوئی ان سے رتبے مین بڑھکر نہین | خدائی مین ایسا پیمبر نہین

تحمد کے بعد درود و سلام تک جملۂ معترضہ تعظیم کے لیے واقع ہوا ہے۔

(۵) مدح و تحسین یا مذمت و نفرین کے لیے جیسے۔

منیر

نواب دولہ زینت ایوان سروری — ہے جسکے التفات سے نشو و نمائے عید
مصروف جشن عیش ہی وہ آسمان شکوہ — ہوتا ہے گرد پھر کے تصدق ہمائے عید

دوسرا مصرع جملۂ معترضہ ہے تعریف کے لیے۔

ولہ

حضرت کلب علی خان خسرو خورشید جاں — فرش پا انداز ہے جن کا ردائے صبح عید
جلوہ فرما جشن مین ہی آج وہ کیوان جناب — کیون نہ بزم پاک مین آنکھین بچھائے صبح عید

دوسرا مصرع جملۂ معترضہ مدح کے لیے ہی کیونکہ پہلا مصرع مبتدا ہے اور تیسرا مصرع اسکی خبر ہے۔

میر تقی

دلی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب — رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اسکو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا — ہم رہنے والے ہین اسی اُجڑے دیار کے

دلی کے بعد دوسرے مصرع کے آخر تک جملۂ معترضہ ہے مدح وصفت کے لیے۔

امیر مینائی

نعت مولا مین کہے شعر نئے تو نے امیر — واہ کیا صل علی حسن طبیعت پایا

صل علی تعریف کے لیے ہی۔

ولہ

کیا یہ بہکاتا ہی مستون کو تجھے ہوش بھی ہے — جو عطا پاش ہی واعظ وہ خطا پوش بھی ہے

تجھے ہوش بھی ہے کا جملہ مذمت کے لیے ہے۔

(۶) مخاطب کو تنبیہ کے لیے یعنی غفلت و بے پروائی پر آگاہ کرنے کے واسطے ہوتا ہے۔

غالب

ڈر نالہاے زار سے میرے خدا کو مان — آخر نواے مرغ گرفتار بھی نہین

خدا کو مان جملۂ معترضہ تنبیہ کے لیے ہی کیونکہ یہان مخاطب محبوب ہی اُسے تہدید نہین کی جاتی۔

(۷) تہدید کے لیے جیسے -

مومن

ہم نکالینگے سُن ای موج ہوا بل تیرا | اُسکی زلفونکے اگر بال پریشان ہونگے

مقصود بالتمثیل سُن ہی -

امیر

خواب مین آگے وہ بولے مرا رمانون سے | بے خبر کو نہ خبر دار خبر ہوے دو

خبردار تہدید کے لیے ہے -

(۸) تقویت اور تشدید کلام کے لیے ہوتا ہی جیسے -

حالی

اب دعا یہ ہے اے شفیع امم | بسکہ بیتاب ہے دل رنجور
جا لگے تیرے در پہ کشتی عمر | جب کرون بحر زندگی سے عبور

ای شفیع اُمم منادے ہی اور دوسرا شعر جواب ندا ان مین مصرع دوم جملۂ معترضہ ہی تقویت کلام کیلیے

(۹) اظہار حسرت و افسوس کیلئے جیسے -

ذوق

عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا | کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

مقصود بالتمثیل لکھا نصیبون کا ہی -

دوسرا شہر علم بیان مین

علم بیان ایسے قاعدون کا نام ہے کہ اگر کوئی اُن کو جانے اور یاد رکھے تو ایک معنی کو کئی طریق کسے عبارات مختلفہ مین ادا کر سکتا ہے جن مین سے بعض طریق کی دلالت معنی پر بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہی پس اگر کوئی شخص بعض معانی ایسے مختلف طریقون مین ادا کرے کہ اُن مین وضوح دلالت کا اختلاف نہو بلکہ صرف الفاظ کا اختلاف ہو اس طرح کہ الفاظ مترادف مین معنی کو ادا کرے جیسے کہے زید کریم ہے اور زید سخی ہے یا زید بہادر ہے اور زید جری ہے تو یہ بیان کے قبیل سے نہوگا اور **موضوع** (سبجکٹ) اُس علم کا لفظ ہے معنی مقصود پر دلالت کی حیثیت سے دوسری عبارت موضوع اسکا ایسی عبارت ہی جس مین وضوح اور غیر وضوح

دلالت کا تفاوت جاری ہو سکے اور **غرض** اسکی یہ ہے کہ دلالت عقلی کے ساتھ فائدہ دینے
کا ملکہ حاصل ہو جائے اور دلالت عقلی سے کے مدلولات کو سمجھ لے اور غایت اسکی یہ ہے کہ ذہن ایک
معنی کو متعدد طریقون کے ساتھ ادا کرنے مین خطا کرنے سے محفوظ رہے اور بعض مبادی اسکے عقلی
ہین جیسے دلالت کی قسمین اور تشبیہین اور علاقے اور بعض وجدانی ذوقی ہین جیسے تشبیہون کی
وجہین اور استعارون کی قسمین اور انکی خوبی کی کیفیت۔

علمانے علم بیان مین وضوح دلالت کو اسلیے اختیار کیا ہے کہ اُسکی بحث دلالت عقلی یعنی تضمنی
اور التزامی پر موقوف ہے اور یہ دلالت خفی ہے خاصکر جبکہ لزوم عادت اور طبائع کے مطابق
ہو پس ان دونون کی تعبیر ایسے لفظون کے ساتھ کرنا واجب ہوا جو زیادہ واضح ہون نظیر اسکی یہ ہے کہ
جب کوئی شئے نہایت باریک ہو تو قوت باصرہ اُسکے دیکھنے کے واسطے تیز روشنی کی محتاج ہوتی
ہے اور جبکہ موٹی چیز ہوتی ہے تو تیز روشنی کی ضرورت نہین یہی حال رویت عقلیہ
یعنی فہم و ادراک مین ہے حاصل کلام یہ ہے کہ علم بیان مین جو معانی معتبر ہین جیسے
استعارہ اور کنایہ اُن کا دقیق ہونا چاہیے اور ساتھ ہی اسکے جو لفظ ان معانی پر دلالت کرتا ہو
وہ دلالت کرنے مین واضح ہو۔

دلالت اصطلاح مین کسی چیز کے ایسی حالت پر ہونے کو کہتے ہین کہ اگر اُس چیز کو جان لین
تو اُس سے دوسری چیز کا جاننا لازم آجائے چنانچہ دھوان ایسی حالت پر ہے کہ اُسکے معلوم ہونے سے
یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہان آگ ہے پس دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے اور جو دلالت کرے اُسکو
دال کہتے ہین یعنی دلالت کرنے والا اور جس پر دلالت کرتے اُسکو مدلول بولتے ہین یعنی دلالت
کیا گیا چنانچہ دھوان دال ہے اور آگ مدلول اور دلالت کرنے والا اگر لفظ ہو تو اُس دلالت کو
دلالت لفظی کہتے ہین اور اگر سوا لفظ کے کوئی اور شئے ہو تو اس دلالت کو **دلالت
غیر لفظی** کہتے ہین جیسے رقم لفظون پر اور منار فرسنگ پر اور دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے
ان کی دلالت غیر لفظی ہے کیونکہ یہ سب چیزین لفظ نہین ہین اور دلالت لفظی تین قسم پر ہے۔

ایک قسم یہ کہ اُس لفظ کو جس شے پر دلالت کرنے کے واسطے واضع نے وضع کیا ہے وہ لفظ اُسی
شے پر دلالت کرے مثلاً شیر کہ مقابل جانور درندہ مشہور کے اصل مین بنایا گیا ہے اور اسی جانور پر
دلالت کرے اس دلالت کو **دلالت وضعی** کہتے ہین اسلیے کہ اس مین وضع کو دخل ہے۔

دوسرے یہ کہ طبیعت کے چاہنے سے وہ لفظ سرزد ہو جیسے بیمار آہ آہ کرتا ہے اور اس لفظ سے

معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے درد ہے پس طبیعت بولنے والے کی درد کے وقت خواہ مخواہ تقاضا کرتی ہے کہ
یہ لفظ زبان سے نکلجائے اس دلالت کو **دلالت طبعی** کہتے ہیں کیونکہ اس لفظ کے بولنے میں
طبیعت کے چاہنے کو دخل ہے۔

تیسرے یہ کہ نہ واضع نے اُسکو اُس شئے پر دلالت کے واسطے وضع کیا ہو اور نہ بولنے
والے کی طبیعت کے تقاضے سے زبان سے نکلا ہو بلکہ جسوقت وہ لفظ بولا جائے تو عقل اُس سے
کوئی شے سمجھے مثلاً کوئی شخص دیوار کے پیچھے کھڑا ہوا لفظ دیز کلکہے اور اُس سے معلوم ہو کہ دیوار
کے پیچھے کوئی شخص بولتا ہے پس دیز نے فقط بولنے والے کے وجود پر دلالت کی اس دلالت کو
دلالت عقلی کہتے ہیں کیونکہ اس میں عقل کو دخل ہے علوم میں زیادہ تر دلالت لفظیہ وضعیہ
کام آتی ہے کیونکہ طبیعت اور فہم مختلف ہوتے ہیں اس سبب سے دلالت طبعیہ اور عقلیہ منضبط نہیں ہوتیں
اور نہ اُنسے کوئی معتدبہ فائدہ متعلق ہے اب معلوم کرو کہ دلالت وضعیہ لفظیہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ سمجھنا معنی کا ہے لفظ
سے جسوقت بولا جائے اور یہ سمجھنا بہ نسبت ایسے شخص کے ہے جو اُس لفظ کے اُس شئے کے لیے وضع ہونے پر آگاہ ہو
کیونکہ اگر آگاہ نہوگا تو اُسکے نزدیک وہ معنے مجہول ہونگے اور یہ دلالت تین طرح پر ہے۔

(۱) یہ ہے کہ لفظ جس شئے کے مقابل میں وضع ہوا ہے اُس تمام شئے پر دلالت کرتا ہے
جیسے انسان جب اُسکے بولنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مراد بولنے والے کی فقط حیوان ہے بلکہ یہ سمجھا جائے
مراد اُس کی وہ شئے ہے جس میں حیوان ہونا اور ناطق ہونا جمع ہو اس دلالت کو **دلالت مطابقی**
کہتے ہیں اس لیے کہ لفظ اور معنے مطابق ہیں۔

(۲) یہ کہ اُس شئے کے ایک جز پر دلالت کرے مثلاً انسان سے حیوان کے معنی سمجھے جائیں اسکو
دلالت تضمنی کہتے ہیں اسلیے کہ جز اُسکے ضمن میں ہے جسکے واسطے وہ لفظ بنایا گیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ ایک معنے کسی شئے کا جز ہوں اور کسی دوسرے شئے کے جز کا جز ہوں مثلاً جسم حیوان کا جز ہے اور
حیوان انسان کا جز ہے پس جسم انسان کے جز کا جز ہے۔

(۳) لفظ ایسے معنے پر دلالت کرے کہ نہ وہ اُس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اور نہ وہ معنی اُس
لفظ کے سارے معنی کا ٹکڑا ہوں بلکہ یہ معنی اُسکو خارج سے لازم ہو گئے ہوں مثلاً انسان کا دلالت کرنا
ہنسنے والے یا لکھنے والے پر کیونکہ ہنسنا اور لکھنا انسان کی ذات میں داخل نہیں بلکہ خارج سے ایک امر
اُسکو لازم ہو گیا ہے اس دلالت کو **دلالت التزامی** کہتے ہیں بسبب لازم ہونے امر خارجی کے پھر
اگر لوازم کسی شئے کے قریب ہونگے تو اُسکی دلالت واضح ہوگی اور اگر لوازم اُسکے بعید ہونگے تو دلالت

اُسکی واضح نہوگی۔

یہ اصطلاح علماے منطق کی ہی اور علماے بیان کی اصطلاح مین مطابقی کو وضعیہ کہتے ہین اسلیے کہ واضع نے اُس لفظ کو اُس تمام معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے پس یہ دلالت وضع کی طرف منسوب ہے اور دلالت تضمنی والتزامی کو عقلیہ کہتے ہین تضمنی کو اس لیے کہ عقل اس بات پر حکم کرتی ہے کہ جب کل ذہن مین حاصل ہوجاتا ہے تو جز بھی ذہن مین حاصل ہوجاتا ہے اور التزامی کو اس لیے کہ عقل اس بات پر بھی حکم کرتی ہے کہ جب وہ شے جس کو کوئی اور شے لازم ہو ذہن مین حاصل ہوجاتی ہے تو وہ شے لازم بھی ذہن مین حاصل ہوجاتی ہی دونون اصطلاحون مین فرق یہ ہے کہ منطقیون کے نزدیک وضعیہ اور عقلیہ دونون قسمین مطلق دلالت کی ہین اور یہ تینون قسمین جو علماے بیان کی اصطلاح کے موافق ہین وضعیہ مین داخل ہین اور علماے بیان کی تقسیم کے موافق وضعیہ اور عقلیہ ایک دوسرے کے مقابل ہین لیکن مطلق دلالت کی قسمین نہین ہین۔

یہ تمکو معلوم ہوچکا کہ دلالت التزامی مین لازم ایک امر خارجی ہوتا ہی اور دلالت تضمنی مین لازم کل کا جز ہوتا ہی جس طرح لوازم کو ملزوم کے ساتھ دلالت التزامی مین لزوم ہی اسی طرح جز کو کل کے ساتھ دلالت تضمنی مین لزوم ہی اور لزوم بعض موقعون پر دونون طرف سے ہوتا ہے جیسے امام اور مقتدی کا لزوم کہ امام جب کہین گے کہ مقتدی موجود ہونگے اور مقتدی جب کہین گے کہ امام موجود ہی کیونکہ اگر امام نہو تو کسکے پیچھے کھڑے ہونے والے کو مقتدی کہین گے اور اگر مقتدی نہون تو کسکے آگے کھڑے ہونے والے کو امام کہا جائے گا اور بعض جگہ ایک طرف سے لزوم ہوتا ہی جیسے علم اور زندگی مین ایک طرف سے لزوم ہے علم کو زندگی لازم ہی جس جگہ علم ہوگا زندگی ضرور ہوگی کیونکہ علم بے زندگی کے نہین ہوتا اور زندگی کو علم لازم نہین کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جو زندہ ہو اسکو علم بھی ہو دلالت التزامی مین لزوم ذہنی شرط ہے اور لزوم ذہنی اُسے کہتے ہین کہ معنی خارجی اس طور پر ہون کہ جس وقت لفظ کے معنی موضوع لہ ذہن مین آئین تو وہ معنی بھی جو اس معنی موضوع لہ سے خارج ہین ذہن مین حاصل ہوجائین اور یہ حاصل ہونا دو حال سے خالی نہین اس طرح کہ اگر لازم و ملزوم مین واسطہ نہوگا تو ملزوم کے ساتھ لازم فوراً حاصل ہوجائے گا اور جو واسطے ہونگے تو اُن مین غور و تامل کے بعد حاصل ہوگا مثلاً جس وقت انسان کے معنی موضوع لہ کہ حیوان ناطق ہین ذہن مین آتے ہین تو یہ بھی ذہن مین آجاتا ہی کہ یہ ہنسنے والا ہے پس ہنسنا انسان کے لیے لازم ذہنی ہی لزوم ذہنی سے علماے بیان بھی مراد لیتے ہین اور

منطقیین کے نزدیک لزوم ذہنی یہ ہے کہ مسمّٰی کے تعقل سے مدلول التزامی کا تعقل ذہن میں سے کسی طرح جدا نہو سکے اور یہ معنی علمائے بیان کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ اس صورت میں بہت سے مجازات وکنایات کے معانی مدلولات التزامیہ مین سے نکلجائینگے۔

اب معلوم کرو کہ ایک معنی کو کئی مختلف طریقون پر دلالت لفظی کے ساتھ ادا نہین کر سکتے کیونکہ اس دلالت مین الفاظ ایک ہی طور پر دلالت کرتے ہین کمی بیشی متصور نہین اور یہ امر بھی جب ہی کہ سننے والا یہ جانتا ہو کہ یہ الفاظ ان معنے کے واسطے بنائے گئے ہین اور یہ اگر نہ جانتا ہوگا تو وہ الفاظ دلالت ہی نہین کرینگے کیونکہ الفاظ کے معنے کا سمجھنا وضع الفاظ کے جاننے پر موقوف ہے مثلاً جب ہم کہین کہ اس کے رخسار سیب کی طرح ہین پس اگر سننے والا رخسار اور سیب اور طرح کے معانی جانتا ہوگا اور ہیئت ترکیب کو بھی سمجھتا ہوگا یعنے اُسے یہ معلوم ہوگا کہ اس عبارت کا مفاد رخسار اور سیب کے درمیان مشابہت کا ثابت کرنا ہی تو ممکن نہین کہ کوئی اور کلام اس معنی مین بشرطیکہ دلالت وضعی رکھتا ہو بہ نسبت کلام مذکور کے واضح ہونے مین کم و زیادہ ہو کیونکہ جسوقت ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لائے جائینگے جو اُن کے مرادف ہونگے تو سننے والا اگر ان مرادفات کی وضع سے واقف ہوگا تو معنے کے سمجھنے مین اُس کے نزدیک کوئی تفاوت نہ ہوگا بلکہ کلام ثانی سے وہی معنے سمجھے گا کہ جو کلام اول سے سمجھتا ہے اور اگر اس بات کو نہ جانتا ہوگا تو یہ نئے الفاظ بھی وہی معانی رکھتے ہین جو پہلے الفاظ رکھتے تھے تو کچھ بھی نہ سمجھے گا اور دونون صورتون مین زیادہ ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کے اعتبار سے تفاوت نہوگا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دلالت وضعی کے ساتھ ایک معنی کا مختلف طریقون مین ادا کرنا ممکن نہین ہے اور دلالت عقلی کے ساتھ ممکن ہے کیونکہ جائز ہے کہ لزوم کے مراتب ظہور مین مختلف ہون مثلاً ممکن ہے کہ دلالت تضمنی مین کل کے لیے اجزا کا لزوم مختلف مراتب رکھتا ہو چنانچہ حیوان اور جسم اور جواہر یہ تینون انسان کے جز ہین لیکن ان مین سے بعض بعض کے ذریعہ سے انسان کا جز ہے اور بعض بغیر ذریعہ کے پس جو بغیر ذریعہ کے جز ہوگا اُس کا لزوم واضح ہوگا اور جو بذریعہ دوسرے کے جز ہوگا اُسکا لزوم بہ نسبت اُسکے خفی ہوگا اسی طرح دلالت التزامی مین ملزوم کے لوازم کا لزوم مختلف مراتب رکھتا ہے اس طرح کہ بعض کے لزوم کی دلالت بہت ظاہر ہو اور بعض کے لزوم کی دلالت کم ظاہر ہو مثلاً وصف سخاوت کے لیے کئی لوازم ہین جن مین

بعض کی دلالت سخاوت پر زیادہ واضح ہے اور بعض کی دلالت اُس پر کم واضح ہی چنانچہ کہین زید کے یہان مہمان آتے ہین یا زید کے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہی یا زید کے یہان گھی اور دوسری کھانے کی چیزین زیادہ خرچ ہوتی ہین یا زید رضائیان بہت تقسیم کرتا ہی یا زید کے مہمان اُسکی بڑی تعریف کرتے ہین یا زید نے راستون مین بہت سے کنوئین اور مسجدین بنوائی ہین پس ان مین بعض لوازم کی دلالت سخاوت پر واضح ہی اور بعض کی خفی ہی۔

مراتب وضوح کا اختلاف دلالت التزامی مین ظاہر ہی اسلیے کہ جائز ہی کہ ایک شے کے لیے ایسے متعدد لوازم موجود ہون جن مین سے بعض لوازم بسبب کم ہونے واسطون کے اُس شے سے قریب ہون اور بعض بسبب زیادہ ہونے واسطون کے اُس سے بعید ہون پس جس مین واسطے کم ہون گے وہ زیادہ واضح ہوگا اور جس مین واسطے زیادہ ہونگے وہ اُسکی بہ نسبت کم واضح ہوگا جیسے سخاوت کے لیے لوازم مختلف ہین مثلاً کہا جائے کہ زید بڑا مہمان نواز ہے یا اسکے یہان باورچی خانے مین ایندھن زیادہ جلتا ہے یا اُسکے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہے ان لوازم مین سے مہمان نوازی ایسا لازم ہے کہ سخاوت کی طرف اُس سے ذہن جلدی انتقال کرتا ہے بخلاف اسکے کہ باورچیخانے مین لکڑیون کے زیادہ جلنے سے ذہن کا انتقال سخاوت کی طرف جلد نہین ہوسکتا کیونکہ اول مین واسطہ نہین ہے اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے سے جتنی جلدی سخاوت کی طرف انتقال ہوتا ہے اُتنی جلدی باورچیخانے سے راکھ زیادہ نکلنے سے سخاوت کی طرف انتقال نہین ہوسکتا کیونکہ سخاوت مین اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے مین دو واسطے ہین اور سخاوت مین اور باورچیخانے مین زیادہ راکھ ہونے مین تین واسطے ہین کیونکہ بہت لکڑیون کا جلنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور مہمانون کی کثرت سخاوت پر دلالت کرتی ہے اور باورچیخانے سے بہت سا راکھ کا نکلنا موقوف ہے زیادہ لکڑیون کے جلنے پر اور زیادہ لکڑیون کا جلنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی کثرت کے سبب سے ہوتا ہے اسی طرح جائز ہی کہ لازم ایک ہو اور ملزوم بہت سے ہون پس اُس لازم کا لزوم بعض ملزوم کے ساتھ بہت واضح ہو اور بعض کے ساتھ کم واضح ہو جیسے گرمی سورج اور آگ اور حرکت کو لازم ہے اور ظاہر ہے کہ گرمی کا لزوم آگ کے ساتھ بہت ظاہر ہے اور بہ نسبت اُسکے سورج کے ساتھ کم ظاہر ہے اسی طرح گرمی کا لزوم جتنا سورج کے ساتھ ظاہر ہے اُتنا حرکت کے ساتھ ظاہر نہین۔

اور دلالت تضمنی مین اختلاف مراتب لزوم کا ظہور و خفا مین ظاہر نہین ہی بلکہ بیان کی طرف محتاج ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایک معنی ایک شے کا جز ہون اور دوسری شے کے جز کا جز ہون پس اُس شے کی دلالت اُن معنی پر جو اُسکا جز ہین بہت ظاہر ہوگی اور اُن معنی پر اُسکی دلالت زیادہ واضح نہ ہوگی جو اُس کے جز کا جز ہین چنانچہ حیوان کی دلالت جسم پر زیادہ واضح ہے بہ نسبت انسان کی دلالت کے جسم پر کیونکہ جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم مین اور حیوان مین واسطہ نہین ہی اور انسان اور جسم مین واسطہ ہے اور وہ حیوان ہے اسی طرح دیوار کی دلالت مٹی پر جتنی واضح ہے اُتنی مکان کی دلالت مٹی پر واضح نہین۔

اس مقام پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جز اپنے کل سے پہلے سمجھ مین آتا ہے چنانچہ انسان سے اول جسم مفہوم ہوتا ہے پھر حیوان پھر حیوان ناطق جواب اس کا یہ ہے کہ اس قول کی صداقت مین شبہہ نہین مگر یہان مراد یہ ہی کہ ذہن اول جز کی طرف انتقال کرتا ہے اور علیحدہ ملاحظہ اُس کا کل کے سمجھنے کے بعد کرتا ہے پس جب آدمی کوئی لفظ سُنتا ہے اور اُسکی وضع سے واقف ہوتا ہے اور موضوع لہ کے تمام اجزا کو سمجھتا ہے تو اول وہ بر سبیل اجمال کے لفظ کے معنی موضوع لہ سمجھتا ہی پھر اُس کا ذہن اس معنے کے جز کی طرف بشرطیکہ جز ہو انتقال کرتا ہے اور اگر اس جز کے لیے بھی جز ہو تو پھر جداگانہ اُسکی طرف انتقال کرتا ہی پس اس تقریر سے ثابت ہی کہ ہمارا وہ قول صحیح ہی کہ لفظ کل کی دلالت جز پر نہایت واضح ہی اور اُسکی دلالت اپنے جز کے جز پر کم ظاہر ہے کیونکہ جز کا جز پیچھے سمجھا جاتا ہے اور جز پہلے سمجھ مین آتا ہے اس تمام بحث سے یہ بات ثبوت کو پہونچ گئی کہ علم بیان مین معنی کے لوازم کو اعتبار کرتے ہین

لفظ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اگر اس سے وہی معنی مراد ہون تو اُسکو حقیقت کہتے ہین اور اگر وہ معنی مراد نہون بلکہ ایک ایسے معنی مراد ہون جو معنی موضوع لہ کو لازم ہون پس اگر وہان کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ یہان معنی موضوع لہ مراد نہین ہین تو اُس لفظ کو مجاز کہتے ہین اور اگر معنے موضوع لہ کا بھی ارادہ جائز ہو تو اُسے کنایہ بولتے ہین اور مجاز کو کنایے کے ساتھ وہ نسبت ہی جو مفرد کو مرکب کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ مجاز مین ارادہ لازم کا عدم ارادہ ملزوم کے ساتھ شرط ہی اور کنایے مین دونون کا ارادہ معتبر ہے پس مجاز مثل جز کے ہی اور کنایہ مثل کل کے کیونکہ مجاز مین صرف لازم مراد ہوتا ہے اور کنایے مین دونون کا مقصود ہونا جائز ہے اور ہر جز اپنے کل پر مقدم ہوتا ہے اسلیے علم بیان مین مجاز کو کنائے سے پہلے بیان کرتے ہین اور مجاز مین معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان علاقے کا ہونا ضرور ہی پس اگر دونون مین تشبیہ کا علاقہ ہی تو ایسے مجاز کو استعارہ کہتے ہین اور اگر تشبیہ کے

سوا کوئی دوسرا علاقہ ہو تو اُسے **مجاز مرسل** بولتے ہین اس بیان سے واضح ہوا کہ **تشبیہ** مقدمہ ہی استعارے کا جو مجاز کی ایک قسم ہے۔ علم بیان کا مقصد اصلی صرف دو چیزین ہین مجاز اور کنایہ مگر استعارے کے سمجھنے کے لیے تشبیہ کا سمجھنا ضرور ہوا اور اُسکو تمام اقسام مجاز سے اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ مجاز کی ایک قسم تشبیہ پر موقوف ہے اور چونکہ مجاز مرسل کو استعارے کے ساتھ اتصال حاصل ہے اسلیے اُسکو اور استعارے کو بمنزلے ایک باب کے قرار دیکر تشبیہ کو مجاز مرسل سے بھی پہلے لاتے ہین اور تشبیہ کو کنایے پر اسلیے مقدم کرتے ہین کہ خود مجاز کو کنایے پر تقدیم حاصل ہی اور چونکہ تشبیہ مین بہت سی فائدے کی باتین ہین اور اُسکے مباحث کثیر ہو گئے ہین اسلیے اُسکی بحث کو استعارے کا مقدمہ نہین بناتے بلکہ علم بیان مین ایک علٰحدہ مقصد ٹھہراتے ہین۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ تشبیہ بھی علم بیان کا ایک مستقل مقصد ہی استعارے کا مقدمہ نہین کیونکہ دلالت کے بہت ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کا اختلاف اس مین بھی موجود ہے پس یہ بھی علم بیان کا مقصد اصلی ہے اور علم بیان کے بعض مقاصد اُسپر موقوف بھی ہین لیکن اس مین کچھ مضائقہ نہین کیونکہ بعض مقاصد کا بعض دوسرے مقاصد پر موقوف ہونا اسبات کو واجب نہین کرتا کہ متوقف علیہ فن کا مقدمہ بنجائے۔ اور حقیقت و مجاز دونون چار چار قسم پر ہین حقیقت لغوی حقیقت شرعی حقیقت عرفی خاص حقیقت عرفی عام یعنی کوئی لفظ اگر لغت مین کسی معنے کے واسطے وضع کیا گیا ہی تو اُسکو **حقیقت لغوی** کہتے ہین اور اگر شرع مین وضع کیا گیا ہی تو اُسکو **حقیقت شرعی** کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح مین وضع کیا گیا ہے جیسے نحوی یا صرفی یا منطقی وغیرہ وغیرہ تو اُسکو **حقیقت عرفی خاص** اور **حقیقت اصطلاحی** کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح مین وضع نہین کیا گیا بلکہ عام اشخاص اُس لفظ سے وہ معنی سمجھتے ہین اُسکو **حقیقت عرفی عام** کہتے ہین اسی طرح مجاز کی قسمین ہین یعنی اگر لفظ لغت کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اُسکو استعمال کیا کسی اور معنی مین تو وہ مجاز لغوی ہی اور اگر شرع کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اسی اصطلاح مین استعمال کیا گیا کسی اور معنی مین تو وہ **مجاز شرعی** ہی اور اگر اصطلاح خاص مین کسی معنی کے واسطے موضوع تھا اور اُسی اصطلاح مین اسکے غیر مین مستعمل ہوا تو وہ **مجاز عرفی خاص** ہے اور اگر عام کی اصطلاح مین موضوع تھا کسی اور معنی کے واسطے اور اسی اصطلاح مین مستعمل ہوا اور معنے مین تو وہ **مجاز عرفی عام** ہی اسکی مثال یہ ہی کہ شیر لغت مین جانور درندہ مشہور کے واسطے بنایا گیا ہے اسی معنی مین استعمال کرنے کو حقیقت لغوی کہتے ہین اور مرد بہادر کے معنے مین –

استعمال کرنے کو مجاز لغوی اور لفظ صلوٰۃ شرع کی اصطلاح مین نماز کے واسطے موضوع ہی اور لغت مین دعا کے معنی مین آیا ہی شرع کی اصطلاح مین نماز کے معنی مین استعمال کرنا حقیقت شرعی ہے اور اسی اصطلاح مین دعا کے معنی مین مجاز شرعی اور لفظ فعل علم نحو مین اُس لفظ خاص کے لیے موضوع ہی جو مسند ہونے کی صلاحیت رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنے مصدر کے جو اُسکے جوہر مین تین زمانون سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے اور لغت مین لفظ فعل کے معنی کرنا ہین پس نحو کی اصطلاح مین لفظ خاص کے معنے مین حقیقت عرفی خاص ہی اور اُسی اصطلاح مین کرنے کے معنے مین مجاز عرفی خاص اور لفظ تعزیہ عام کے نزدیک تابوت حضرت امام حسین کے معنے مین ہی چنانچہ ۔ ؎

ہو منور یہ زمین تعزیے دفناتے ہین	آج دنیا سے حسین ابن علیؑ جاتے ہین

پس اس معنی مین حقیقت عرفی عام ہے اور اُسی اصطلاح مین ماتم پرسی کرنے کے معنی مین مجاز عرفی عام ارزانی جو منسوب ہی ارزان کی طرف حقیقی معنے اُسکے ارزندہ کے ہین یعنے لائق ہونے والا لیکن یہ معنی متروک ہو کر مجازاً عرف عام مین نرخ اشیا کی گرانی کی ضد مین استعمال ہونے لگا۔ مجاز شرعی اگرچہ مجاز عرفی خاص مین داخل ہی مگر شرع کی تعظیم اور شرف کی وجہ سے اسکو جدا گانہ قسم قرار دیا ہے۔

حقیقت و مجاز در اصل الفاظ کے عوارض مین سے ہین کبھی معنی اور استعمال کو بھی حقیقت و مجاز کے ساتھ متصف کر دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ یہ معنی حقیقت ہین اور وہ مجاز ہین اور یہ استعمال حقیقت ہے اور وہ استعمال مجاز ہے۔

علما نے اس بات مین اختلاف کیا ہی کہ جو لفظ معنی مجازی مین مستعمل ہو اُسکے لیے معنی حقیقی مین مستعمل ہونا شرط ہی یا نہین مذہب تحقیق یہ ہی کہ یہ امر شرط نہین۔ اور حقیقت و مجاز جس طرح مفردون مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے اور مجاز کا یہ حکم ہے کہ جس چیز مین اُسکو استعمال کرین وہ ثابت ہو خواہ عام ہو یا خاص اور مجاز کے عام ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ ایک لفظ سے تمام علاقے جو مجاز و حقیقت مین ہونا چاہئین سمجھے جاتے ہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک قسم کے علاقے کی تمام فردون کو عام ہوتا ہے جو لفظ جس معنی کے لیے بنایا جاتا ہے اُس سے وہ معنی ساقط نہین ہونے اور معنی حقیقی کی نفی اُس چیز سے جس پر وہ صادق آتے ہون نہین ہوتی اور غالب کے قول مین ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا	آدمی کو بھی میسر نہین انساں ہونا

بشر سے جو بشریت کی نفی ہے اس سے غرض تحقیر ہے یعنی انسان کو لائق اور اچھا ہونا میسر نہین معنی حقیقی کی نفی مقصود نہین اسی قبیل سے ہے برق کا شعر ؎

سگ اصحاب ہوا صحبت انساں سے بشر	آدمی ہو کے بھی انساں تو انساں نہوا

بخلاف معنی مجازی کے کہ وہ اپنے مصداق پر صادق بھی آتے ہین اور اُس سے منتفی بھی ہو جاتے ہین چنانچہ باپ کو باپ کہتے ہین اور یہ کہنا صحیح نہین کہ وہ باپ نہین ہے برخلاف دادا کے کہ اُسکو باپ کہہ سکتے ہین مگر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ وہ باپ نہین ہے اسی طرح اُس جانور درندہ کو جو لفظ شیر کا موضوع لہ ہے شیر کہنا صحیح ہے اور اس نام کی اُس سے نفی نہین ہو سکتی یعنی یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ شیر نہین ہے بخلاف بہادر آدمی کے کہ اُس کو مجازاً شیر کہتے ہین اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ وہ شیر نہین ہے ۔

علم بیان کا مدار ان چار چیزون پر ہے۔ تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ اور کنایہ۔ ان مین سے ہم ہر ایک کو علٰحدہ علٰحدہ ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین۔

پہلا باغ تشبیہ کے بیان مین

تشبیہ لغت مین دلالت ہو اس بات پر کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی مین شریک ہے اور علم بیان کی اصطلاح مین تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزون کی جو آپس مین جدا جدا ہون ایک معنی مین شریک ہونے پر اس طرح کہ بطور استعارہ کے نہ ہو اور نہ بطور تجرید کے ہو تجرید کا بیان علم بدیع مین آتا ہے اور تشبیہ کے بیان مین پانچ چیزون سے بحث ہوتی ہے (۱) مشبہ بہ اور مشبہ ان کو طرفین تشبیہ کہتے ہین (۲) وجہ تشبیہ (۳) غرض تشبیہ (۴) ادات تشبیہ۔ یہ چارون تشبیہ کے ارکان کہلاتے ہین (۵) اقسام تشبیہ۔ اور یہ پانچون چیزین ہم پانچ چمنون مین بیان کرتے ہین۔ اور تشبیہ کے قوت و ضعف کے حال کو علٰحدہ چھٹے چمن مین ذکر کرینگے۔

پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان مین

طرفین تشبیہ دو چیزین ہین ایک مشبہ وہ جسکو تشبیہ دی جائے دوسرے مشبہ بہ وہ وہ ہے

جس سے کسی چیز کو تشبیہ دین اور مشبہ سے اس صفت مین زیادہ ہو جسکی وجہ سے تشبیہ دی جائے اور یہ زیادتی خواہ از روے حقیقت کے ہو خواہ از روے ادعا کے اور اگر ایسا نہو بلکہ وہ صفت دونون مین برابر ہو تو تشبیہ صحیح نہوگی کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے اور جہان دونون کی مساوات کا قصد ہو تو اُسکو **تشابہ** کہتے ہین یعنی یہ اُسکے مشابہ ہے اور وہ اُس کے مثلاً۔

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ | حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چارون ایک

تشبیہ دشمن کی بد سے اور دوست کی نیک سے منظور نہین بلکہ دونون چیزون مین مساوات منظور ہے۔

ولہ

انوری سعدی و خاقانی و مداح ترا | رُتبۂ شعر و سخن مین ہین یہ ہم چارون ایک

ان چارون شعرا مین سے کسی ایک کی دوسرے کے ساتھ تشبیہ منظور نہین بلکہ مساوات مقصود ہے

ولہ

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک | غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک ہا

گویا

گھر تیرا ہے جنت کے گلستان کے برابر | چاؤش ہین دروازے پہ رضوان کے برابر
ہے ایک ترا آئینۂ بردار سکندر | دارا ترے دروازے کے دربان کے برابر
قطرہ جو کبھی ابر کف جود سے ٹپکے | رُتبے مین ہو وہ گوہر غلطان کے برابر
اکدم مین جسے چاہے فلک پر تو چڑھا دے | ذرّے کو کرے مہر درخشان کے برابر
گر خرمن بخشش سے کرے دانہ عطا تو | ہر مور کہے مین ہون سلیمان کے برابر

آتش

یہ خوش اسلوب جسم اُس نوجوان کا ہے کہ جو نا ہین | برابر نکلے ڈورا اُس کمر کا اور گردالین کا

ظفر

نہ گیسوے عرق افشان مین اور سحاب مین فرق | نہ تاب رُخ مین ترے اور آفتاب مین فرق
نہ فرق یک سر مو مشک و بوے کاکل مین | نہ کچھ پسینے مین عارض کے اور گلاب مین فرق

نہ کچھ شراب ونگہ مین تری کمی بیشی ؕ ۔ نہ تیزی چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

ولہ

نہ خون دل مین مرے اور ہے شراب مین فرق ۔ نہ میرے سینۂ بریان مین اور کباب مین فرق
نہ میرے اشک مین اور تار چنگ مین دوئی ۔ نہ میرے نالے مین اور نالۂ رباب مین فرق
نہ داغ سینہ مین اور آفتاب مین دوئی ۔ نہ دود دل مین مرے اور کچھ سحاب مین فرق
نہ سوز سینہ مین اور برق مین ہی فرق ظفر ۔ نہ کچھ ہی پارے مین اور دل کے اضطراب مین فرق

تشابہ مین عکس صحیح ہوتا ہی یعنی مشبہ بہ کو مشبہ بنا سکتے ہین جیسے ۔

داغ

حسن آئینۂ عشق ہو عشق آئینۂ حسن ۔ مین تجھکو نظر آؤن مجھے تو نظر آوے

مقصود بالتمثیل پہلا مصرع ہے ۔

ظفر

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہین فقیر ۔ اور وہ جانتے ہین مسند کمخواب کو خاک

نصرت

جیحون کو دشت دشت کو جیحون بنائین یہ ۔ گردون کو ارض ارض کو گردون بنائین یہ

یار محمد خان شوکت

سر کو سودائے زلف معتبر ہو گیا ۔ گھر مجھے صحرا ہوا صحرا مجھے گھر ہو گیا

صفیر

سحر بر آئے اگر یہان متی کی صورت ۔ پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو ؕ

مولوی محمد اسمعیل

حقیقت مین ہوگی دو رنگی کہان ۔ جہان ذرہ ہی اور ذرہ جہان

ذوق

نیت نیک تری آئینۂ حسن عمل ۔ عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت

امیر

زندہ ہے مردہ مردے زندہ ہو چلے ۔ حشر برپا کر چکی رفتار یار

پس جہان وجہ شبہ مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا ساتھ ہونا مقصود ہو اور یہ مقصود نہو کہ ایک زائد

اور دوسرا ناقص ہے عام ہے اس سے کہ زیادتی اور کمی پائی جائے یا نہ پائی جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہاں تشبیہ کو ترک کردین کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے پس اس شعر مین -

حالی

اُن کی عزت تمھاری عزت ہے ۔ اُنکی ذلت تمھاری ذلت ہے

ایک کی عزت کی دوسرے کی عزت کے ساتھ اور ایک کی ذلت کی دوسرے کی ذلت کے ساتھ تشبیہ مقصود نہوگی کیونکہ دونون کا برابر ہونا مطلوب ہے -

مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہین -

(۱) حسّی جسے حواس خمسۂ ظاہری سے دریافت کرسکین اور حواس خمسۂ ظاہرہ پانچ ہین - بصر - سمع - شم - ذوق اور لمس -

(۲) عقلی جسے حواس ظاہرہ سے معلوم نہ کرسکین پس یا مشبہ اور مشبہ بہ دونون ایکسے ہی ہونگے یا مختلف بیان مختصر طور پر مثال ہر ایک کی لکھی جاتی ہے -

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بباصرہ کی - نادر کہتا ہے -

بڑھ چلا رخ سے یہ اُنکے خط اخضر کیسا ۔ پر طاؤس ہے قرآن سے باہر کیسا

صبا

رگ کہنے لگے کندن مین چڑھا ہے مینا ۔ سبزۂ خط سے وہ خوش رنگ ترا گال ہوا

تصدق حسین خان

سرو ساق تو گل ہے رخسارے ۔ شانے بازو بھرے بھرے سارے

صفدری

آنکھ اپنی کسی کے دُر دندان سے لڑی ہے ۔ جو اشک مسلسل ہے سو موتی کی لڑی ہے

ناسخ

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا ۔ چاہ یوسف مین خضر بہر تماشا اُترا

امانت

دیکھیے اُن پستان پہ زلفون کو توجہ بھی کہے ۔ دودھ پینے کے لیے بیٹھا ہے جوڑا سانپ کا

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بہ سامعہ کی محسن کاکوروی کہتا ہے -

نوبت ہے صداے قمریان کی
تیاری ہے باغ مین اذان کی ۱۲

وزیر

نالۂ مرغ سحر ہوگی صریر خامہ
لکھنی ہے اب صفت ورد بنا گوش مجھے

سودا

بلبل خوش نغمہ ہون لیک اُس گلستان مین جہان
نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ ۱۲

مومن

دم مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین
صداے نوحہ و شیون ہے شور و غلغل کوس

غالب

پُر ہون مین شکوے سے یون راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق شامہ علی کہتا ہے۔

علی بھرا ہے یہ عطر بہشت شیشے مین
تصور عرق روے یار دل مین ہے

یار کے عرق کی بو کو عطر بہشت کی بو سے تشبیہ دی ہے۔

گویا

کہون مین کیون نہ گل اندام ان حسینون کو
گلاب کی سی چلی آتی ہے بو پسینے مین

حسینون کے پسینے کی بو کو گلاب کی بو سے تشبیہ دی ہے

لگا یا مین نے جو شب زلف پُر شکن مین ہاتھ
قدسی
شمیم مشک لگی گلشن ختن مین ہاتھ

زلف کو مشک کے ساتھ تشبیہ باعتبار خوشبو کے دی ہے۔

برق

عطر گلاب شیشے مین رکھا ہے کھینچ کر
دل مین خیال ہے عرق روے یار کا

ظفر

گرے جو اُس لب میگون سے قطرہ دریا مین
شراب کی سی حبابون کے ہوا باغ مین بو

دل برشتہ کی اس طرح بو ہے سینے مین
کہ جیسے سوختہ دانے کی ہو اُجاڑ مین بو

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق ذائقہ سودا کہتا ہے۔

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئین تو مزہ دے شراب کا

ل اُجاڑ بغیر / ادل پر جو لطا / دیکھا ان انکھیں ۱۲ / از تسہیل اللغات / مولفہ مولف / این کتاب

پانی کے مزے کو شراب کے مزے سے تشبیہ دی ہی۔

مومن

جھوٹی شراب پی مجھے مرتے دم تو دے — یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

ذوق

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دارو — شراب تلخ بھی ہی میکشون کو شکر و شیر

شایان

مین کیون منت کش پیر مغان ہون — نہ آب تلخ کو کیون زہر سمجھون

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق لامسہ قلق کہتا ہی۔

پیٹ نرمی سے صورت مخمل — صاف مانند تختۂ صندل

پیٹ کو نرمی مین مخمل سے تشبیہ دی ہی اور صفائی مین تختۂ صندل سے۔

عبرت

کہون کیا جلد کی اُس کے صفائی — ہو جیسے دودھ پر ہلکی ملائی

پیٹ کو ملائمت مین ملائی کے ساتھ تشبیہ دی ہی۔

حریق

دل ہی جیسا سخت ہین ویسی ہی پتھر چھاتیان — کیا کرینگی جز جفا یہ اور ہمیر چھاتیان

بحر

آسیا سی ہین چلیا اور پتھر چھاتیان — مونگ چھاتی پر دلینگی یہ ستمگر چھاتیان

پستان کو سختی مین دل اور پتھر سے تشبیہ دی ہی۔

ذوق

یہ خار دشت بھی نرمی مین خواب مخمل ہے — ہر ایک تار رگ سنگ بھی ہی تار حریر

میر

جس کف پا کو برگ گل ہے خار — میدان ہے خار سے وہ ہووے فگار

مثال مشبہ اور مشبہ بہ عقلی کی۔

حالی

وہ طبیب جسپہ غش ہین سارے ہمارے اطبا — نہ سمجھے آہ جس کو بیا[illegible] سے ہمکا

بتانے مین ہی بخل جسکے بہت سا	جسے عیب کی طرح کرتے ہین اخفا

علم طب کو عیب سے تشبیہ دی ہی اور ان دونون کے معلوم کرنے مین حواس کو دخل نہین بلکہ عقل سے معلوم ہوتے ہین اور علم طب سے مراد وہ ملکہ ہی جسکی وجہ سے آدمی اسکے جزئیات کے ادراک پر قادر ہو جاتا ہے اور ملکہ سے مراد ایک حالت بسیط ہی جو کسی فن کی مزاولت سے حاصل ہو جاتی ہی اور جس شخص کو جس فن کا ملکہ حاصل ہوتا ہی جب اسکے سامنے اس فن کے جزئیات آتے ہین تو ان جزئیات کے احکام کو بخوبی ادراک کر سکتا ہی۔ ع

مست مردمک دیدہ مین مجھو یہ نگاہین	ہاین جمع سویداے دل چشم مین آہین

نگاہ مشبہ اور آہ مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

منشی جگناتھ لطف

نطق سے میرے ہی طبع سامعہ عاشق مزاج	شوخیان مضمون مین ہین ناز حسینا نکی طرح

شوخیان مشبہ اور ناز حسینان مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

مولوی محمد اسمٰعیل نے لکھا ہے جب انسان نے اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو پالیا اور جب مرض کو پالیا تو پھر علاج کرنا چندان دشوار نہین۔

عیب کو مرض سے تشبیہ دی ہی اور دونون عقلی ہین۔

مثال مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی کی۔

نسیم

جب نام خدا جوان ہوا وہ	مانند نظر روان ہوا وہ

وہ شخص یعنی تاج الملوک مشبہ اور نظر مشبہ بہ ہی۔

ولہ

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان	پھر تن مین نہ آئے صورت جان

ولہ

پریان کہ ہزار ہا بھری تھین	ارمان سی سب وہان سے نکلین

ولہ

پھر پانسے نے کی نہ پاسداری	ہمت کی طرح وہ دلسے ہاری

پیارا یہ مرا ہے آدمی زاد	ولہ	رکھیو اسے جس طرح مری یاد

ولہ

ہیبت ساز مین کے دل مین آیا | اندیشے کی طرح سے سمایا

ولہ

یون سیج پہ آکے سوئی بیتاب | جس شکل سے آئے آنکھ مین خواب

ولہ

اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا | بدلا مانند رنگ جوڑا

مقصود بالتمثیل مصرع اول ہی جس مین جی مشبہ بہ عقلی ہی اور تاج الملوک مشبہ حسی۔

مومن

بات کرنے مین رقیبون سے ابھی ٹوٹ گیا | دل بھی شاید اُسی بد عہد کا پیمان ہوگا

انیس

گویا کہ تھا شبیہ الم سر بسر نشان | ڈوبا تھا خون سے پنجۂ پُر نور اور نشان

نشان مشبہ حسی ہی اور الم مشبہ بہ عقلی۔

دبیر

ان شیرون کی شمشیرین ہین یا قوت غفار | یہ میان مین خوابیدہ اجل خوف سے بیدار

شمشیر مشبہ حسی اور قوت غفار مشبہ بہ عقلی۔

فائدہ سوال تشبیہ محسوس کی معقول کے ساتھ ممنوع ہی اسلیے کہ محسوس معقول سے قوی ہی وجہ یہ کہ وہ معقول کے لیے اصل ہی کیونکہ علوم عقلیہ حواس سے مستفاد ہوتے ہین اور اُنھین کی طرف پر منتہی ہوتے ہین پس محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ دینا فرع کو اصل بنانا ہی اور یہ ناجائز ہے **جواب** اسوقت مین معقول کو بھی محسوس مان لیتے ہین اور مبالغے کے طور پر اسکو محسوس کی اصل قرار دیتے ہین پس اس صورت مین تشبیہ تقدیری طور پر دو محسوسون مین ہوتی ہی۔

مثال مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی کی۔

ناسخ

بدن شراب کشی سے خم شراب بنا | ہے اپنی روح بدن مین برنگ بوے شراب

روح مشبہ عقلی ہی اور بوے شراب مشبہ بہ حسی۔

منتشر نہ ہو دماغ کبھی | ولہ | گل نہ ہو عقل کا چراغ کبھی

عقل مشبہ عقلی اور چراغ مشبہ بہ حسی۔

بیدار

آگئی دل مین ناگہان بیدار | نگہ اُس کی خدنگ کے مانند

نگہ مشبہ عقلی اور خدنگ مشبہ بہ حسی۔

دبیر

فرعون کی مانند ہوا غرق حیا ظلم | پڑھتا ہوا توبہ کی دعا بھاگ گیا ظلم

ظلم مشبہ عقلی اور فرعون مشبہ بہ حسی ہے۔

مومن

رنگینی بزم کا بندھا دھیان | جون بوے گل اُڑ گئے سب اوسان

اوسان مشبہ عقلی ہی اور بوے گل مشبہ بہ حسی۔

سرشار بریلوی

آثار نفس نے دی خبر کاروان عمر | یعنی عدم کو چھوٹنے والی یہ ریل ہے

عمر مشبہ عقلی ہی اور کاروان مشبہ بہ حسی۔

ناسخ

فرقت کی بیکسی مین جو ساقی کو رک نہین | بے لینگے لخت دل کو ہی ہم سیخ آہ سے

آہ مشبہ عقلی ہے اور سیخ مشبہ بہ حسی آہ اگرچہ سنائی دیتی ہی مگر بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہے۔

حالی

لبس اگلے فسانے فراموش کر دو | تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو

تعصب مشبہ عقلی ہے اور شعلہ مشبہ بہ حسی۔

غالب

ہائے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے | رکتی ہی مری طبع تو ہوتی ہی روان اور

طبع مشبہ عقلی ور نالے مشبہ بہ حسی ہین۔

شوق

مثل گل گو کہ رکھیے پردن مین | بوے اُلفت چھپی نہین رہتی

اُلفت مشبہ عقلی ہے اور گل مشبہ بہ حسی۔

امیر

ٹھہر دیکھنے کا ہے انس فقط شکل آئینہ — کرتے ہین دل مراد مرے روبرو پسند

صدر الدین عاصی

جہان مین یہ ملی کیمیا ہمین عاصیؔ — کہ خاک بن کے رہی اپنی کوے یار مین روح

روح مشبہ عقلی اور خاک مشبہ بہ حسی

وزیر

ہون وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہوکر — روح میری گل عارض مین رہے بو ہوکر

تنبیہ (۱) علم بیان والون نے تشبیہ خیالی کو حسی مین داخل کیا ہے اسلیے کہ حسی سے مراد وہ چیز ہے کہ یا وہ خود حواس سے ادراک کیجاتی ہو یا اُسکا مادہ پس خیالی سے تشبیہ کی بحث مین وہ مرکب مراد ہے کہ وہ خود تو حواس خمسہ ظاہرہ کے ذریعہ سے محسوس نہو لیکن جن اجزا سے اُسکی ترکیب فرض کی ہو وہ تمام خارج مین موجود ہون اور حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہون جن مین قوت متخیلہ تصرف کرکے ایک ایسا مرکب تیار کرتی ہے جو خارج مین معدوم ہوتا ہے اور اس فرضی مرکب کو خیالی اسلیے کہتے ہین کہ اسکے اجزا کی صورتین حس خیال مین مرتسم ہوتی ہین یا یہ وجہ ہے کہ اسکی ترکیب دینے والی قوت متخیلہ ہے مثلاً ایک نیزہ تصور کرین جو یاقوت کا ہو یا ایسا جانور تصور کرین جسکے پر زمرد کے اور منقار یاقوت کی اور آنکھین موتی کی ہون پس یہ دونون چیزین خارج مین نہین پائی جاتین اور معدوم ہین لیکن متخیلہ نے اُن کو تین چیزون سے مرکب کیا ہے مثلاً نیزہ اور یاقوت اور مرغ اور پر اور منقار اور آنکھین اور زمرد اور یاقوت اور موتی یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین حواس سے مدرک ہوئی ہین اور حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچی ہین۔

نصیر احمد خان سحاب

پڑا اُنکی چوٹی مین کوڑی کا موباف — نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

اک کیچلی مین دو سانپ کا ہونا اگرچہ خارج مین نہین پایا جاتا اور معدوم ہے لیکن متخیلہ نے اسکو جن چیزون سے مرکب کیا ہے وہ سانپ اور کیچلی ہے یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین اور حواس سے ادراک کیجاتی ہین پس سانپ و کیچلی جو حواس سے مدرک ہوے تھے متخیلہ نے اُن ہی سے ترکیب دی ہے

شاداب

قریب رُخ کے جو وہ زلف پرشکن دیکھی	حلب کی صبح شبِ وادی مین دیکھی

حلب کی صبح اور شب وادی مین ایسے اُمور ہین کہ حواس سے مدرک ہوتے ہین متخیلہ نے اُن کو ترکیب دیکر جمع کیا ہی گو خارج مین ایک جگہ نہین پائے جاتے اور معدوم ہین۔

کوثر

سر کے تعویذو نہ یہ تیرے مین کہون پھبتی ہی	خوشۂ پروین ہی یہ ای مہربان بالائے سر

خوشۂ پروین کا سر پر واقع ہونا خیال محض ہی۔

شاداب

مانگ مین کب ہی یہ سیندور کا قشقہ ظالم	سامنے کھینچ کے لے آئے ہین خنجر گیسو

گیسو کا خنجر کھینچکر سامنے لانا خیال محض ہی خارج مین موجود ہونا اسکا ممکن نہین۔

منیر

ای پری زلفونکی اُلجھن مانگ نے موقوف کی	حد فاصل ناگون مین کھنکھجورا ہو گیا

سید اصغر علی آبرو

زلف جانان ہو اگر سایہ فگن پانی مین	نظر آنے لگے سنبل کا چمن پانی مین

[یقین]

تشبیہ دے چکا ہون مین مار دو سر کے ساتھ	زلفونکو اُسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

آتش

چھٹکے ہین گیسوے مشکین جو اُس رخسار روشن پر	بغل مین ظلمت شب نے لیا ہی نور کا تڑکا

ظفر

ہی عشق کا دریا دل پر سوز مین پنہان	حیران ہون کہ ہی آتش سوزان کے تلے آب

یہ مثالین ترکیب کی تھین تفریق کی مثال یہ ہی۔

شائق

زلف تیری تا کمر پہونچی نہ پھر آگے بڑھی	سورۂ واللیل کی تفسیر آدھی رہ گئی

سکندر

گرا ہے مانگ مین دل میرا آہ ڈھونڈھون کدھر	کہ آدھی رات اُدھر ہی اور آدھی رات اِدھر

(۲) تشبیہ وہمی کو عقلی مین داخل کیا ہی کیونکہ وہ بھی مثل معقولات کے حواس سے ادراک نہین کیجاتی لیکن ایسی ہی کہ اگر پائی جائے تو البتہ حواس سے مدرک ہو اور اسی وجہ سے عقلی اور وہمی مین امتیاز ہوتا ہے اور وہمی سے مراد وہ چیز ہے جس کو تخیلہ اپنی طرف سے اختراع کرے کہ اُسکی کچھ اصل نہو مثلاً سُنا جاتا ہے کہ غول ایسی چیز ہے کہ آدمیون کو راہ مین ہلاک کرتا ہے تخیلہ نے یہ اختراع کیا کہ وہ جانور درندہ کی شکل پر ہوگا اور اُسکے واسطے دانت تجویز کر لیے پس تخیلہ کے اختراع کی مثال دندان غول ہین۔

زار

کون کرتا ہے لسون کے گور پر روشن چراغ ہم کو چشم غول ہے گویا سر مدفن چراغ

چشم غول بھی دندان غول کی طرح تخیلہ کے مخترعات سے ہے۔

شاداب

دود بالاے چراغ مہ کامل ہین یہ یا نمایان ہین ترے رخ پہ پری رو گیسو

چراغ مہ کامل کے دھوین کی کچھ حقیقت نہین تخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی

حیدر

دیدۂ افعی اجل بن گیا زلف کی افشان کا ستارہ ہمین

زلف کی افشان کے ستارے کو افعی اجل کے دیدے سے تشبیہ وہمی ہی جس کی کچھ اصل نہین ہے تخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی

امانت

صندل اُسکی ہے مانگ مین کیا خوب راہ ظلمات مین یہ دلدل ہے

راہ ظلمات مین دَل دَل تصور کرنا وہم کا کام ہے اور یہ چیز حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین نہین پہونچتی ہے۔

لطافت پسر امانت

بالون مین یار کے مہندی ہی تو سر گیسو آتش رنگ حنا کا ہے دھوان ہر گیسو

تشبیہ البصیر حضور

سُنبل سی زُلف چھوڑ کے رُخ پر وہ گلعذار
دکھلا رہا ہی آتش گُل کا دھوان مجھے

اصغر

تری اس مانگ سے کیا معنیٔ دلخواہ پیدا ہے | شب معراج کی اس خط سے گویا راہ پیدا ہے

مانگ کے خط کو شب معراج کی راہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ ایسی چیز ہے جسکا تصور کرنا وہم کا کام ہے اور خیال اس قسم کے تصور سے عاجز ہے۔

کلامی

حشر مین دیکھ کے وہ زلف سیہ کہدونگا | یہ سیہ نامۂ اعمال کا دفتر آیا

اسیر

گیسوے حور جنان ہے اسی توسن کی عنان | حلقۂ چشم ملک ہے اسی مرکب کی لگام

(۲۲) بعض چیزین ایسی ہین کہ اُن کو انسان دل مین پاتا ہے مثلاً شیرین چیز کے کھانے سے یا ایک شے ملائم کے ہاتھ لگانے سے یا آواز ملائم اور پسندیدہ کے سُننے سے یا ایک خوشنما چیز کے دیکھنے سے یا خوشبو کے سُونگھنے سے دل مین ایک مزہ اور لذت حاصل ہوتی ہے یا ان چیزون کے اضداد سے دل مین ایک الم سا پہونچتا ہے اور مثلاً بھوکا ہونے یا سیر ہونے کو ادراک کرنا ان سب چیزون کو وجدانیات کہتے ہین علماے بیان نے ان کو بھی مثل وہمیات کے عقلیات مین داخل کیا ہے اور یہ چیزین ایسی ہین کہ ادراک ان کا نفس کی اُن قوتون سے ہوتا ہے جنکو وجدان کہتے ہین پس وجدان اندرونی قوتین ہین جو نفس کے ساتھ قائم ہین اور وہ قوتین یہ ہین مثلاً وہ قوت جو بھوک کو دریافت کرتی ہے اور وہ قوت جو سیری کو ادراک کرتی ہے اور وہ قوت جس سے خوف معلوم ہوتا ہے اور وہ قوت جس سے غم و رنج مدرک ہوتے ہین پس لذت الم بھوک سیری خوف غم اور رنج کے دریافت کرلینے کی قوتون کا نام وجدان ہے اور لذت الم بھوک سیری خوف غم رنج وجدانیات کہلاتے ہین اور ظاہر ہے کہ ایسے معانی ہین کہ نہ تو حواس ظاہرہ ان کا ادراک کر سکتے ہین اور نہ محض عقلیات ہین کیونکہ محض عقلیات معانی کلیہ ہوتے ہین اور لذت الم خوشی غم خوف غضب بھوک اور سیری ایسے جزئیات ہین جو حواس باطنہ کی طرف منسوب ہوتے ہین اور یہان لذت والم سے وہ لذت والم مراد ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین نہ وہ لذت والم جو عقلی ہین کیونکہ وہ وجدانیات سے نہیں بلکہ محض عقلیات مین داخل ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین اُن کا شمار وجدانیات مین ہے۔ سے

نکہت دیتا ہے لالچ جنت الفردوس کل واعظ | مے گلگون مین آتا ہے یہین یان لطف کوثر کا

ے گلگون کا لطف وہ لذت ہی کہ اُسکے پینے کے بعد دل مین حاصل ہوتا ہے۔

دلگیر

آب کوثر کا مزہ ہے خنجر بے آب مین	وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدائے اشتیاق

دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان مین

وجہ مشابہت وہ معنے ہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون اُس مین شریک ہون اور وہ معنی مقصود بھی ہون اور مشبہ اور مشبہ بہ سے بہت خصوصیت رکھتے ہون اُسکو وجہ شبہ بھی کہتے ہین اگرچہ شیر اور رستم بہت سی باتون مین شریک ہین مثلاً حیوانیت اور جسمیت اور وجود اور حدوث دونون مین پائے جاتے ہین مگر ان مین سے کوئی شے وجہ شبہ نہین کیونکہ ان چیزون کا قصد نہین کیا جاتا ہی پس وجہ مشابہت کے لیے قصد کا ہونا ضرور ہی۔ شایان نے ایک عابد کو شیر کے ساتھ فقط جنگل مین رہنے کی وجہ سے تشبیہ دی ہے پس یہان یہی چیز مقصود ہے بخلاف رستم اور شیر کی تشبیہ کے کہ وہان شجاعت مقصود ہوتی ہے۔ ~~ع~~

چلے آتے تھے پاس اُس کے کبیر	وہ جنگل مین رہتا تھا مانند شیر

مشبہ اور مشبہ بہ حقیقت مین مشترک ہون تو چاہیے کہ صفت مین جدا ہون اور اگر صفت مین مشترک ہون تو چاہیے کہ حقیقت مین جدا ہون اگر دونون کی حقیقت وصفت ایک ہوگی یا دونون کی حقیقت وصفت بالکل مغائر ہوگی تو تشبیہ باطل ہوگی **مثال** شریک حقیقت کی گدھا مانند ہاتھی کے ہی گدھا اور ہاتھی حقیقت مین شریک ہین یعنی دونون حیوان ہین مگر صفت مین علیحدہ علیحدہ ہین **مثال** شریک صفت کی زید گھوڑے کی طرح سو کوس راہ جاتا ہے **مثال** حقیقت وصفت متحد ہونے کی زید کا ایک گھوڑا جو کمیت ہے اور سو کوس راہ جاتا ہی ایسا ہی جیسا کہ زید کا دوسرا کمیت گھوڑا جو سو کوس جاتا ہے اس مثال مین دونون کی حقیقت وصفت ایک ہی کیونکہ دونون گھوڑے حقیقت مین جانور ہین اور صفت مین بھی یکسان ہین کہ سو کوس راہ چلتے ہین پس تشبیہ کا فائدہ کچھ نہین **مثال** حقیقت وصفت مین غیر ہونے کی بوعلی سینا درخت چنار کی طرح اچھا ذہن رکھتا ہے اس صورت مین بھی تشبیہ صحیح نہین۔

وجہ مشابہت مشبہ بہ اور مشبہ کی حقیقتون سے یا تو خارج نہین ہوتی ہی یعنی دونون کی تمام ماہیت ہوتی ہی یا ماہیت کا جز ہوتی ہی تمام ماہیت ہونے سے مراد یہ ہی کہ دونون کی نوع ہوتی ہی جیسے

کہین یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کشمیرے کی ہی اور ماہیت کا جز ہونے سے مراد یہ ہی کہ اُن دونون کی جنس یا فصل ہوتی ہی جنس کی مثال یہ ہی کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کپڑے کی ہی اور فصل کی مثال یہ ہی کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح ریشم کی ہی یا دونون کی حقیقتون سے خارج ہوتی ہے اور یہ ایک صفت ہوتی ہی کہ دونون کی ذاتون کے ساتھ قائم ہوتی ہی اور اِس صفت کی تین قسمین ہین

ایک حقیقی کہ ذات مین متمکن اور متقرر ہو اور پھر یہ بھی دو طور پر ہی۔

(الف) حسی اور وہ کیفیت جسمانی ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے مدرک ہو سکتی ہی جیسے رنگ اور شکل اور مقدار اور حرکات اور حُسن و قبیح اور ہنسنا اور رونا اور سیدھا ہونا اور ٹیڑھا ہونا اور آواز اور مزہ اور خوشبو اور بدبو اور سختی اور نرمی اور اونچا ہونا اور نیچا ہونا اور چکنا ہونا اور کھردرا ہونا اور گرمی اور سردی اور تری اور خشکی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وجہ شبہ مین طرفین تشبیہ شریک ہوتے ہین اور جو چیز ایسی ہو کہ اُس مین دوسرے شریک ہون وہ کلی ہے کیونکہ جزئی مین شراکت ممتنع ہے اور جو چیز حسی ہوتی ہے وہ کسی طرح کلی نہین ہوتی کیونکہ جو حسی ہی وہ جسم مین موجود ہے اور مدرک کے نزدیک حاضر بھی ہی اور ہر ایسی چیز جو جسم مین موجود اور مدرک کے نزدیک حاضر ہو وہ جزئی ہوتی ہی پس وجہ شبہ حسی کیسے ہو سکتی ہی تو ہم اسکا جواب یون دینگے کہ وجہ شبہ کے حسی ہونے سے مراد یہ ہی کہ اُسکے جزئیات اور افراد حواس ظاہرہ سے مدرک ہوتے ہین جیسے سُرخی کہ اُسکے جزئیات حس سے مدرک ہوتے ہین مثلاً گلاب کے پھول اور معشوق کے چہرے کی سُرخی کہ یہ مطلق سُرخی کے افراد ہین دیکھنے مین آتے ہین البتہ مطلق سُرخی کہ وہ کلی ہی نہ حس بصر سے مدرک ہو سکتی ہی نہ کسی دوسری حس سے۔

(ب) عقلی اور وہ کیفیت نفسانی ہی کہ عقل سے ادراک کی جاتی ہی جیسے فہم کی تیزی اور علم اور معرفت اور قدرت اور کرم اور سخاوت اور حلم اور غضب اور شجاعت۔

دوسرے اضافی اور وہ وہ ہی کہ ذات مین متمکن اور متقرر نہو بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو مثلاً کوئی شخص دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دے اس نظر سے کہ دونون مین ازالۂ حجاب کی صفت ہی اور یہ صفت دلیل اور آفتاب کی ذات مین ثابت نہین بلکہ دونون سے متعلق ہے۔

تیسرے اعتباری اور وہ وہ ہی کہ اُسکا مفہوم واقع مین نہو اور صرف عقل نے اُسکو اعتبار کر لیا ہو جیسے درندے کی شکل اور دانت کا اختراع کرنا غول کے واسطے کہ یہ صرف صورت وہمیہ ہی اور واقع مین اُس کے واسطے کچھ تحقق نہین۔

دوسری تقسیم وجہ مشابہت کی یہ ہے کہ وہ یا تو واحد ہوتی ہی اور واحد سے مراد یہ ہی کہ اُس کو عرف مین واحد سمجھتے ہون نہ یہ کہ اُس کے لیے مطلقاً اجزا نہون یا بمنزلے واحد کے ہوتی ہی اور وہ وہ ہے کہ کئی چیزین ملکر ایک چیز کے حکم مین ہو جائین یا متعدد ہوتی ہے پہلی دونون قسمون مین سے ہرایک دو حال سے خالی نہین یا حسّی ہے یا عقلی اور تیسری قسم کے تین حال ہین ایک یہ کہ حسّی ہوتی ہی دوسرے عقلی تیسرے یہ کہ مختلف ہوتی ہی کہ بعض حسّی ہوتی ہی بعض عقلی۔ وجہ شبہ حسّی مین لازم ہی کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہون اسلیے کہ وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ سے حاصل ہوتی ہے اور اُن دونون مین موجود ہوتی ہی اور جو چیز عقل مین موجود ہوتی ہی تو اُسکو حس سے ادراک نہین کر سکتے عقل ہی سے ادراک ہو سکتی ہے کیونکہ جو چیز حس سے مدرک ہوتی ہے وہ یا تو جسم ہوتی ہے یا جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اگر وجہ شبہ عقلی ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ کا عقلی ہونا ضرور نہین بلکہ جائز ہی کہ وہ دونون عقلی ہون خواہ دونون حسّی خواہ ایک عقلی ہو ایک حسّی اسلیے کہ یہ امر جائز ہے کہ کسی شئے حسّی کے ساتھ بعض وصف عقلی قائم ہو جیسے جرأت کہ ایک وصف عقلی ہے اور زید و شیر کے ساتھ قائم ہوتی ہے باوجودیکہ یہ دونون حسی ہین حاصل کلام یہ ہی کہ وجہ تشبیہ سولہ قسم پر ہے (۱) واحد حسی (۲) مرکب حسی (۳) متعدد حسی (۴) متعدد مختلف یعنے بعض حسی اور بعض عقلی (۵) واحد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۶) واحد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۷) واحد عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۸) واحد عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۹) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۰) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۱) مرکب عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۲) مرکب عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۱۳) متعدد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۴) متعدد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۵) متعدد حسّی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۶) متعدد عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسّی۔

تنبیہ واحد حسی اور مرکب حسی اور متعدد حسی مین ہمیشہ مشبہ اور مشبہ بہ حسّی ہوتے ہین۔

اب انکی امثلہ پر غور کرنا چاہیے۔

وجہ شبہ واحد حسّی جیسے حلقے کی صورت پر ہونا بالے اور ہالۂ مہ کی تشبیہ مین اور چمک بالے اور بجلی کی تشبیہ مین۔

ہالۂ مہ سا جو پہنا اُس نے بالا کان مین	نادر	بالا بجلی سا چمک اُٹھا دو بالا کان مین

اور شکل غنچے اور عطردان کی تشبیہ مین۔

سودا

چمن مین کسکی مدارات ہے بتا تو نسیم | کہ صبح غنچون کے سب عطردان کھولدیے

اور رونا خزانے والون اور فوارے کی تشبیہ مین۔

خوش ہون دولت دنیا سے زمانیوالے | رو ئینگے صورت فوارہ خزانے والے

اور پر آب ہونا چشمے اور چشم منتظر کی تشبیہ مین۔

نسیم

وان سے جو بڑھا تو ایک چشمہ | پر آب تھا چشم منتظر سا

اور ہلالی ہونا ابرو کی تشبیہ مین کمان اور تیغے کے ساتھ وجہ شبہ ہے۔

برق

دو کمانین ہین کہ ہین تیغے یہ ای قاتل | ہمنے دیکھے نہین اسطرح کے زنہار ابرو

اور قطع مسافت قاصد اور مرغ کی تشبیہ مین۔

وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر | بولا ان مرغون کا دڑبہ کھل گیا

اور آواز کا بھاری ہونا گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسی طرح بھاری ہونا آواز شترنال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین۔

سودا

گجنال مثل رعد کڑکتے تھے دم بدم | آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار

اور خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک وعنبر کی تشبیہ مین۔

مولوی سرور علی سرور

کیون معطر نہ کرے بزم ترا ہر گیسو | دونون مین ایک ہے مشک ایک ہے عنبر گیسو

اور تلخی شراب اور کف مار سیہ کی تشبیہ مین۔

مومن

بادہ کش ایسی تلخ کام کہ ہے | کف مار سیہ سے احمر

اور شیرینی بادہ اور شربت کی تشبیہ مین۔

ناسخ

ترے ہونٹوں کی دولت مثل شربت ہوا ہے بادۂ گلفام شیریں

اور مزیدار ہونا خون جگر اور شراب کی تشبیہ میں۔

سودا

خون جگر شراب تر شح ہے ابر تر ساغر مرا گر نہیں ابر بہار کا

اور نرمی پیٹ اور مخمل کے تکیے کی تشبیہ میں۔

ناسخ

جی میں ہے رکھ کے سر میں سو جاؤں تکیہ مخمل کا ہے تمھارا پیٹ

اور نرمی زانو کی تشبیہ میں تکیے کے ساتھ۔

مثنوی سحرین

آگے دل کو کوئی کرے گی گرم زانو ہوگا کسی کا بالش نرم

اسی طرح نرمی پیٹ اور شیر کی تشبیہ میں۔

ناسخ

گو وہ رعنا غزال ہے لیکن نرم ہے مثل شیر سارا پیٹ

اور نرمی دشمن اور موم کی تشبیہ میں اور سختی دشمن اور آہن کی تشبیہ میں۔

نسیم

گڑی میں اثر یہ ہے کہ دشمن بنجاتا ہے موم اگر ہو آہن

وجہ شبہ واحد عقلی اور اُسکے استعمال کی کئی صورتیں ہیں۔

(الف) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں۔

جیسے جرأت زید اور شیر کی تشبیہ میں اس لیے کہ وہ غیر محسوس متعلق عقل کے ہے اور یہاں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہیں۔

نعیم

چتونوں میں جان لے لی عاشق ناشاد کی
تیغ ابروئے یار کی تلوار ہے جلاد کی

یار کی ابرو کو جلاد کی تلوار سے تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت فنا کرنا ہے۔

اسیر

لب شیریں کے وصف کرتے ہیں | بات گویا نبات اپنی ہے

بات اور نبات میں وجہ شبہ رغبت ہے۔

وزیر

اپنی ہستی میں تو تا مار فنا سارے ہیں | شام کو ذرے ہیں اور صبح کو ہم تارے ہیں

متکلم نے اپنے آپکو ذرے اور تارے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ معدومیت ہے۔

ولہ

گلزار ہوا ہے پانی پانی | بلبل پانی کا بلبلا ہے

بلبل اور بلبلے کی تشبیہ میں قریب الفنا ہونا وجہ شبہ ہے۔

شہیدی

حدیث جان فزا کے ہیں سحر انس و جان تسخیر | تمھارا لعل لب ہے یا نگینہ اسم اعظم کا

لعل لب اور اسم اعظم کے نگینے میں وجہ شبہ تسخیر ہے۔

ناسخ

دیکھکر قبروں کو اے دل کوچ اپنا یاد کر | سب یہ گویا میل ہیں راہ فنا کیواسطے

قبروں مشبہ حسی اور میل مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ دونوں میں ہدایت ہے۔

شاداب

کہیں کیونکر نہ شاہ حسن تم کو | مشابہ زلف ہے بال ہما سے

زلف کی تشبیہ میں بال ہما کے ساتھ وجہ مشابہت عزت و شرف ہے اور یہ عقلی ہے اور مشبہ و مشبہ بہ دونوں حسی ہیں۔

سودا

تیرے پہلو سے جو مجلس میں ہٹتے جاتے ہیں | اے شمع رو نظروں سے جوں شمع گھٹے جلتے ہیں

عاشق مشبہ اور شمع مشبہ بہ وجہ شبہ بے عزتی ہے۔

خوشتر

زمین پر اس طرح تھا شاہ کا حال
ہما غلطاں ہو جیسے بے پر و بال

شاہ کو ہما کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ہمایوں ہونا ہے۔

ذوق

ہو مغز جان کا فر نعمت کے واسطے | مطبخ میں اُس کے پشہ نمرود ہر ذباب

ذباب و پشہ مشبہ و مشبہ بہ حسی ہیں اور ہلاکت وجہ شبہ عقلی۔

امیر مینائی

دیکھا نہیں ہے بسکہ کئی دن سے روے یار | بلبل کی طرح باغ میں ہے بے قرار گل

گل مشبہ حسی اور بلبل مشبہ بہ حسی اور بے قراری وجہ شبہ ہے اور یہ عقلی ہے۔

(ب) مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ واحد عقلی۔

سودا

بس اب جہان میں کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ | ہے زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

مرگ و زیست مشبہ عقلی ہیں اور زہر و شہد مشبہ بہ حسی اور اول میں فنا کرنا وجہ شبہ ہے اور دوم میں رغبت وجہ شبہ ہے اور یہ دونوں واحد عقلی ہیں۔

ذوق

مومیائی ہو حمایت تری حق میں اُسکے | سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر گش

حمایت مشبہ عقلی ہے اور مومیائی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ درستی ہے جو عقلی ہے۔

غالب

اگر پے میں جب اُترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو | ابھی تو تلخی کام دہن کی آزمایش ہے

غم مشبہ اور زہر مشبہ بہ اور وجہ شبہ ہلاکت ہے ظاہر ہے کہ مشبہ اور وجہ شبہ عقلی ہے

احمد حسین خان بی اے

اسلام ایک نور ہے اور پاک نور ہے | اسلام پاک نور ہے اور رشک طور ہے

حالی

یہی شمع اسلام روشن کرینگے | بڑون کا یہی نام روشن کرینگے

پہلے شعر میں اسلام کو نور یعنی روشنی سے اور دوسرے شعر میں اسلام کو شمع سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ہدایت ہے ان مثالون میں مشبہ عقلی ہے اور مشبہ بہ حسی اسلام کے ساتھ مطلوب حاصل ہوتا ہے اور حق و باطل کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے جیسے نور و شمع کے ذریعہ سے مطلوب کا ادراک ہو جاتا ہے اور اشیا میں تمیز حاصل ہو جاتی ہے پس اسلام اور نور و شمع میں وجہ مشابہت

ہدایت ہی کہ ایسے راستے کی طرف دلالت کو کہتے ہین جو مطلوب کی طرف پہونچاتا ہے۔

ولہ

تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو	بس اگلے فسانے فراموش کر دو

تعصب مشبہ عقلی ہی اور شعلہ مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

مثنوی سعدین

نیش تیجائین گے عقارب کے	طعنۂ کج بلج اقارب کے

طعنۂ اقارب مشبہ عقلی اور نیش عقارب مشبہ بہ حسی اور ایذا وجہ شبہ واحد عقلی اگر کوئی کہے کہ طعنہ اقارب بوجہ سنائی دینے کے چاہیے کہ مسموعات سے ہون تو جواب اسکا یہ ہی کہ سنائی دینا شان سے آواز کی ہی اور طعنہ اقارب بذریعۂ اس آواز کے عقل سے مدرک ہوتے ہین اسی قبیل سے نسیم کا یہ شعر ہے

پتھر سا کھینچ مارتا تھا	جو آکے سخن پکارتا تھا

سخن پکارنا مشبہ عقلی اور پتھر کھینچ مارنا مشبہ بہ حسی کیونکہ چھونے کی چیزون سے ہی اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہی۔

میر

اگر ڈھونڈھ کے عبث جان کو مت کھو یا کر	پایا نہین جائے گا وہ دُر نایاب

جان مشبہ عقلی ہی اور دُر نایاب مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ گرامی ہونا ہی۔

امانت

قند کی ہے ڈلی تمھاری بات	زہر کھائین نہ بات پر کیونکر

بات مشبہ عقلی ہی اور قند کی ڈلی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رغبت ہی اور یہ بھی عقلی ہی۔

بیدار

آہ ہر آن گلرخان کی ادا	خار سی آہ دل مین کھٹکے ہے

ادا مشبہ عقلی ہی اور خار مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ الم ہی جو عقلی ہی۔

ناسخ

دوزخ تمام شہر ہے تیرا ہی گھر بہشت	ای حور جاؤن مین ترے دروازے سے کہان

شہر کی تشبیہ مین دوزخ کے ساتھ تکلیف وجہ شبہ ہی اور گھر کی تشبیہ مین بہشت کے ساتھ آسائش وجہ شبہ ہے۔

انیس

لنگر ہے جو دل تو ہر نفس باد مراد | سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

ایمان مشبہ عقلی اور ناخدا مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رہبری ہی۔

ناسخ

منتظر نہ ہو دماغ کبھی | گل نہو عقل کا چراغ کبھی

عقل کو چراغ سے تشبیہ دی ہی مشبہ عقلی ہی اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ انکشاف ہی اور یہ بھی عقلی ہی

(ج) مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے۔

ظفر

قیامت قامت و رفتار آفت | زبان سحر و بیان نور علی نور

رفتار کی تشبیہ مین آفت کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہی اور مشبہ بہ عقلی اور تکلیف کا پہونچنا وجہ شبہ واحد عقلی ہے۔

تسلیم

وہ اگر جسم تھا تو یہ تھی جان | یہ اگر جان تھی تو وہ ایمان
چشم مشتاق یہ تھی وہ تھا نور | دل رنجور وہ تھا یہ تھی سرور

عاشق معشوق مشبہ حسی ہین اور جان و ایمان اور نور بمعنی بینائی اور سرور مشبہ بہ عقلی ہی اور جان کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ مدار حیات ہوتا ہی اور ایمان کے ساتھ تشبیہ مین ضروری ہونا ہی اور نور کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ ذریعۂ انکشاف ہونا اور سرور کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ موجب راحت ہونا ہی۔

حسرت

تو بجلی ہے کہ شعلہ ہی تو مہر ہے کہ آفت ہے | غضب تو ہے کہ فتنہ ہی بلا تو ہے کہ آفت ہے
نہ دل چھوڑے نہ جان چھوڑے نہ چھوڑے دین نہ ایمان | بلا کہیے کہ زلف اس کو یہ گیسو ہے کہ آفت ہے

معشوق مشبہ حسی اور آفت و غضب و فتنہ و بلا مشبہ بہ عقلی ہے۔ اسی طرح زلف مشبہ حسی اور بلا مشبہ بہ عقلی اور گیسو مشبہ حسی اور آفت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تکلیف رسانی ہی اور یہ واحد عقلی ہے۔

گلزار نسیم

تخت ہے زمردین کہ مینو | گلشن ہے جواہرین کہ جادو

تاج الملوک نے جو شہر آباد کیا تھا اسکو جادو سے تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت عجائبات پر مشتمل ہونا ہے۔

(د) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں عقلی ہوں اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے علم کو زندگی سے اور جہل کو موت سے تشبیہ دیں اور کہیں علم زندگی کی طرح ہے اور جہل موت کی شکل ہے پہلی مثال میں وجہ شبہ زندہ کرنا ہے اور دوسری میں مارنا۔

محمد حسین علی نسیم ساکن بیسویر

نگہ بدلی ہے ہوش بابلائے آسمانی ہے	ستارہ میری قسمت کا تمھاری مہربانی ہے

بدلی ہوئی نگہ کو بلائے آسمانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت دونوں میں تکلیف پہونچانا ہے اور یہ تینوں عقلی ہیں۔

مومن

رکھے مجھکو جیسا ہیں اسکو عزیز	نہ معشوق و عاشق میں ہووے تمیز

قائل نے معشوق کے عزیز رکھنے کو اپنے عزیز رکھنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ محبت ہے اور یہ تینوں عقلی ہیں۔

امیر

میرے بالین پہ روتی ہے حسرت	عشق بھی مرگ نوجوانی ہے

عشق کو مرگ نوجوانی سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ کثرت الم ہے اور یہ تینوں عقلی ہیں۔

ولہ

اس قدر غالب ہوا ہے خواب مرگ	آچکا ہے وعدۂ دیدار یار

مرگ کو خواب سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ بیخبری ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہے زبان حضور کی جو بات	سحر و افسون ہے یا کرامت ہے

بات مشبہ عقلی ہے کیونکہ بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہے اور سحر و افسون و کرامت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم یا جادو	تونے تو لعل سا لگا دیا

نظم جو بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہے مشبہ عقلی ہے اور جادو مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے اور نظم کی تشبیہ میں لعل کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہے دیکھنے کی چیزوں سے اور وجہ شبہ عمدگی ہے۔

دیا شنکر نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی | انسان کی ہے مرگ زندگانی

زندگانی کو موت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ عدم نفع ہے یعنی جس طرح کہ موت قابل نفع نہین اسی طرح ایسی زندگی بھی قابل نفع نہین۔

احسان اللہ بیان

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی | ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی

نگاہ مشبہ عقلی ہے اور جادو اور سحر اور بلا مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ نگاہ اور سحر اور جادو کی تشبیہ مین اثر ہے اور نگاہ اور بلا کی تشبیہ مین ایذا و تکلیف دہی وجہ شبہ ہے اور وجہ شبہ دونون جگہ واحد عقلی ہے۔

مومن

عیش وطن اندوہ غربیان | دست جنون سے چاک گریبان

وطن کے عیش کو مسافرون کے اندوہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ دونون عقلی ہین اور وجہ شبہ طبیعت کا مکدر رہنا ہے یہ بھی عقلی ہے۔

حالی

طلسم ورع ہار مقدس کا توڑا | نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

ورع مشبہ عقلی اور طلسم مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تلبیس ہے۔

رسا

اے ستمگر تری ابرو بھی دم شمشیر ہے | جو کرشمہ ہے بلا ہے جو کشش ہے تیر ہے

کرشمے کو بلا سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہے۔

وجاہت جھنجھانوی

جہل ہے اک متعدی مرض اللہ بچائے | یہ کبھی لکھے پڑھے کو بھی چمٹ جاتا ہے

جہل کو مرض متعدی سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ ہلاکت یا نقصان رسانی ہے اور یہ تینون عقلی ہین وجہ شبہ مرکب اور یہ بھی کبھی حسی ہوتی ہے کبھی عقلی اول وجہ شبہ مرکب حسی اس کی دونون طرفین یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مثل وجہ شبہ واحد حسی کے حسی ہوتی ہین کیونکہ وجہ شبہ جبکہ حسی ہوتی ہے تو ہر حالت مین اُس کی طرفین حسی ہوا کرتی ہین واحد اور متعدد اور مرکب ہونیکی وجہ سے فرق نہین پڑتا اور اُسکی چار قسمین ہین۔

(۱) اس مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد حسی ہون جیسے۔

سودا

رنجک ہی بہر مشق اُڑایا کرے ہی برق — گولی ہی ڈھالتا ہی سحاب تگرگ یا

مصرع اول مین رنجک اور برق دونون مفرد ہین اور اسی طرح مصرع ثانی مین گولی اور تگرگ سرد ہین لیکن اول مین روشنی اور دفعۃً چمکنا اور پھر بعد اس کے جاتے رہنا اور اس کا انعکاس فضا مین اور اس سے دیکھنے والون کی آنکھون کا جھپکنا پانچ چیزین مرکب ہو کر وجہ شبہ واقع ہوئی ہین اور دوسرے مین مدور ہونا اور مقدار مخصوص فقط دو چیزین۔

رند

بہر وش یار نے افشان جو چنی ماتھے پر — رخ خورشید یہ ہے عقد ثریا مجھکو

افشان مشبہ اور عقد ثریا مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو افشان اور ثریا کے ساتھ قائم ہین اور وہ صفات یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی صورتون کا جو سفید اور براق اور گول ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین گو واقع مین بڑی بڑی ہین اور وہ صورتین نہ تو نہایت شدت کے ساتھ باہم ملی ہوئی ہین اور نہ زیادہ دور ہین اور یہ تمام صفات و کیفیات ایسی مقادیر سے منضم ہین جن مین سے ہر ایک مقدار کو طول و عرض حاصل ہے پس شاعر نے وجہ شبہ مین کئی ایسی چیزون کی طرف نظر کرکے جو عقد ثریا اور افشان کے ساتھ قائم ہین اور وہ قریب قریب ہونا گول ہونا اور چھوٹا ہونا ہے اُس ہیئت کی طرف قصد کیا ہی جو اُن سے حاصل ہوتی ہے یہی صورت ہی امین الدولہ مشتاق کے شعر مین عقد ثریا کی تشبیہ مین جھومر کے ساتھ۔ ؎

دیکھکر عقد ثریا کو فلک پر اے ماہ — سر پر نور ضیا کا ترے جھومر جانا

امیر

دار بست تاک مین خوشے نظر آنے لگے — جسطرح جھرمٹ ستارون کا فراز آسمان

خوشے مشبہ اور ستارے مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوئی ہے جو خوشون اور ستارون کے ساتھ قائم ہین اور وہ یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی چیزون کا جو سفید اور براق اور گول اور متعدد ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین اور وہ نہ تو باہم بالکل متصل ہین اور نہ زیادہ منفصل ہین اور ان مین سے ہر ایک چیز ذی مقدار ہے

ولہ

سہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین		نہین اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی

اشک مسلسل مشبہ اور بالیان مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین وجہ شبہ ایک ہیئت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہی جو اشک مسلسل اور بالیون کے ساتھ قائم ہین وہ یہ ہین دراز اجسام مین گول گول اجسام کا واقع ہونا اور ان گول اجسام کا چھوٹا چھوٹا نظر آنا اور ان گول اجسام کا نہ تو بالکل باہم پیوستہ ہونا اور نہ زیادہ منفصل ہونا۔

(۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب حسی ہون جیسے

جرار

کیا سیماب کے چشمے مین مسکن آکے ناگن نے		پڑا ہی تیرے روے صاف پر کیا پیچ کاکل کا

روے صاف پر کاکل کے پیچ کا پڑنا مشبہ ہی اور سیماب کے چشمے مین ناگن کا رہنا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک چمکدار اور شفاف مسطح چیز مین ایک سیاہ اور دراز چیز کا رہنا ہی۔

رسا

ہی بچھایا جال کاہی رنگ کا گلزار پر		کاکل مشکین نہین ہین چہرۂ گلنار پر

کاکل مشکین کا چہرۂ گلنار پر ہونا مشبہ اور گلزار پر کاہی رنگ کے جال کا بچھانا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک رنگین اور خوشنما چیز پر ایک ایسی سیاہ چیز کا جسکے اجزا مین کشادگی ہو پھیل جانا ہی۔

امانت

سر تن پہ یون ہے آبلہ ہو جیسے خار پر		دیوانہ تیرا سوکھ کے کانٹا ہوا ہے کیا

تن اور اُس پہ سر کا ہونا مشبہ ہی اور خار پر آبلے کا ہونا مشبہ بہ ہی وجہ شبہ ایک باریک اور لاغر اور دراز چیز پر ایک مدور چیز کا واقع ہونا ہی۔

لمؤلفہ

بُرج عقرب مین یا ستارہ ہے		چین گیسو مین گوشوارہ ہے

چین گیسو مین گوشوارے کا ہونا مشبہ ہی اور بُرج عقرب مین ستارہ کا ہونا مشبہ بہ وجہ شبہ ایک چمکدار اور روشن اور خوشنما چیز کا ایک ٹیڑھی اور پیچدار چیز مین واقع ہونا ہے رنگ کو یہان وجہ شبہ مین مداخلت نہین اسلیے کہ گیسو اگرچہ سیاہ ہوتے ہین مگر بُرج عقرب سیاہ نہین ہے بلکہ وہ روشن ستارون سے بنا ہے۔

ظفر

چشم مخمور تری سرخ اور اُس مین کاجل ۔۔ واہ کیا ساتھ شفق کے ہی گھٹا سی چھٹی

سرخ آنکھ مین سیاہ کاجل کا واقع ہونا مشبہ ہی اور شفق کے ساتھ سیاہ بادل کا ملحق ہونا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سرخ رنگ شے مین سیاہ شے کا واقع ہونا ہی۔

شوکت

خال ہے اُس کے روے تابان پر ۔۔ حبشی جلوہ گر فرنگ مین ہے

خال اور گورا چٹا منھ مشبہ اور حبشی اور ملک فرنگ مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک سیاہ فام چیز کا ایک سفید چیز مین واقع ہوتا ہے۔

سودا

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر ۔۔ ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل

وجہ شبہ یہان کئی چیزون سے مرکب ہے اور وہ ایک سرخ چیز کا سبز چیز کے درمیان مین واقع ہوتا ہی اور مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہین۔

گویا

روتا ہون مرے ساتھ ذرا ہنستے رہو تم ۔۔ بجلی بھی چمکتی رہے باران کے برابر

عاشق کے رونے کے ساتھ معشوق کا ہنسنا مشبہ ہے اور باران کے ساتھ بجلی کا چمکنا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سیال اور روان چیز مین جسکی وجہ سے تاریکی پیدا ہو جاتی ہی ایک چمکدار چیز کا نمایان ہونا ہی۔

میر اعظم علی اعظم

عرق اُس چہرۂ رخشان پہ یا قوت عیان یون ہے ۔۔ شعاع برق مین جون ابر گوہر بار ہو پیدا

ظفر

زلف اپنے رخ پہ دیکھ ذرا لے کے آئینہ ۔۔ دریا پہ گر نہ دیکھا ہو تو نے سحاب صبح

جلال

آرہی زلف ہوا سے جو تری پستان پر ۔۔ ابر نے لیلیا آغوش مین کہسارون کو

خلیق

دو چراغ حسن ہین فانوس محرم مین نہان ۔۔ کعبہ مین ہین یا کہ شمع دو انگیا کے اندر چھاتیان

ناسخ

پڑتی ہی روشن دلونکو تیرہ چاذون سے غرض | جس طرح ہو شمع کو حاجت شب دیجور کی

(۳) مشبہ مفرد حسی ہو اور مشبہ بہ مرکب حسی اور مفرد سے مراد وہ چیز ہی جو ایسی ہیئت پر نہ ہو کہ کئی چیزون سے منتزع ہو بخلاف مرکب کے کہ وہ کئی چیزون سے منتزع ہوتا ہی پس مقید و قید کا مجموعہ بھی مفرد سمجھا جائے گا۔

شباب

آجکل ہے گل لالہ پہ کچھ اس طرح بہار | سبز نیزون پہ ہون جسطرح پھریرے خوشرنگ

گل لالہ مشبہ مفرد حسی ہی اور خوشرنگ پھریرون کا سبز نیزون پر نصب ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور ایسی ہیئت کہ سبز اور دراز اجسام کے سرون پر خوشرنگ اور بسوط اجسام کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی وجہ شبہ ہی۔

معجز

نئی تشبیہ مری فکر نے پیدا کی ہے | لب رنگین نہین گلشن مین شفق پھولی ہے

لب رنگین مشبہ مفرد حسی اور گلشن مین شفق کا پھولنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ اس مین ایک سرخ چیز کا ایک ایسی فضا مین ہونا ہی کہ وہان طراوت اور شگفتگی ہو اسی قبیل سے ہین شہید کے یہ فقرے "دو حرف ہین یا کافور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہین لفظ ہین یا نیلم کی تختی پر نگینے جڑے ہین"

شاداب

کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھکر | شبنم کی بوند ہے یہ گل آفتاب پر

مہاسہ مشبہ مفرد حسی اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک گول چمکدار چھوٹی سی چیز کے ایک خوبصورت اور مدور چیز کے درمیان مین واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

ظفر

سفید قرص قمر دیکھ شب خیال آیا | تنور چرخ مین یارب یہ کیون ہی نان سفید

چاند مشبہ مفرد حسی اور تنور چرخ مین نان سفید کا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ اس مین ایک شے سفید رنگ مدور کا ایسی جوڑی چیز مین واقع ہونا ہی جو محدب ہو۔

سادہ نگین حدید کا در نجف مین ہے | آنکھ کی پتلی نجانیو ور مکنون صدف مین ہے

پتلی مشبہ مفرد حسی اور سادہ نگین حدید کا درنجف مین ہونا اور دُرِ مکنون کا صدف مین ہونا یہ دونون مشبہ بہ مرکب حسی ہین اور وجہ شبہ اس مین ایک شے گول اور چمکدار اور عزیز الوجود کا ایسے جسم مین کہ بیضاوی شکل پر ہو ہے۔

برق

کھینچا ہے آفتاب پہ نقشہ ہلال کا	ابرو بھی اک نمونہ ہے اُسکے کمال کا

ابرو مشبہ مفرد حسی ہے اور آفتاب پر ہلال کا نقشہ کھینچنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک براق اور مدور چیز مین ایک باریک اور خمدار چیز کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

سودا

مٹھی اُسکی ہے جیسے نکلے بشدت چیچک	آگے بجز بحر کرم کے صدف پر گوہر

صدف پر گوہر کو اُس مٹھی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جسکو نہایت سخت چیچک نکلی ہو یہان وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک مدور شے مین سوراخون کی جہ سے بھڑ نکلے چھتے کے خانون کی طرح ہوتی ہے۔

گاذر بچھادین پارچہ جون نہر کے کنار	وہ جھنڈیان نظر پڑین اک دم مین اسطرح ولہ

جھنڈیان مشبہ مفرد حسی اور گاذر کا پارچہ نہر کے کنارے بچھانا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے

ستاداب

یا پئے تسخیر دل دام عنبر دوش پر	حلقۂ گیسو مین یا ہے اک بلائے جان ستان

حلقۂ گیسو مشبہ مفرد حسی ہے اور تسخیر دل کے لیے دام عنبر کا دوش پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

محمود

چشم مے گون ہے کہ کوثر پہ ہے خونبار گھٹا	خال ہے عارض جانان پہ کہ ہے آگ پہ عود

سُرخ آنکھ کو اُس گھٹا سے تشبیہ دی ہے جو کوثر کے چشمے پر خونبار ہو اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

دبیر

اک ٹکڑا انھین ایکم اُنھین حق نے دیا ہے	نیّرین ہین کہ شق القمر احمد نے کیا ہے

نیّرین مشبہ مفرد حسی اور احمد کا شق القمر کرنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو فضا مین دو اجسام ہلالی شکل کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

سانپ گنڈلی مارے بیٹھا ہے وہان بالاے سر کو تمر	اُسکے جوڑے کو بھلا کیونکر لگاؤن ہاتھ مین

جوڑا مشبہ مفرد حسی ہے اور سانپ کا کنڈلی مار کر سر کے اوپر بیٹھنا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ اس میں ایک سیاہ اور مدور چیز کا ایک مسطح چیز پر واقع ہونا ہے۔

میر حسن

وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب | شفق میں ہوں جوں پنجۂ آفتاب

دست حنا بستہ مشبہ مفرد ہے اور شفق میں آفتاب کا موجود ہونا مشبہ بہ مرکب ہے اور یہ دونوں حسی ہیں اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہے۔ جو ایک ایسے گول اور براق جسم کے کہ جس میں سے چمکدار دراز اجسام نکلے ہوئے ہوں ساتھ ایک سرخ جسم کے موجود ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

عبرت

نظر آتا ہے اُس کا وہ پسینہ | جڑا کندن پہ ہیرے کا نگینہ

پسینہ مشبہ مفرد حسی اور کندن پہ ہیرے کا نگینہ جڑا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

(۴) مشبہ مرکب حسی اور مشبہ بہ مفرد حسی ہو۔

ظفر

بر رنگ خانۂ زنبور ہیں اے ناوک انداز | تیرے تیروں کے میرے دل میں گھر نزدیک نزدیک

یار کے تیروں کے دل میں سوراخ نزدیک نزدیک ہونے کو بھڑوں کے چھتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے پس مشبہ مرکب حسی ہے اور مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو سوراخ دار شکل پر چھلنی کے خانوں کی طرح ہوتی ہے یہی حال اس شعر میں ہے۔

دلگیر

جس وقت ہوا فرط جراحت سے بہت چور | اور سینہ پُر از زخموں ہے جوں خانۂ زنبور

محشر

یہ ہمسری کا ترے منھ کے ہے خیال رکھے | عبث نہ شمع نے سر پر دھوئیں سے بال رکھے

شمع کے سر پر دھوئیں کا دراز ہونا مشبہ مرکب حسی اور بال مشبہ بہ مفرد حسی اور اس میں وجہ شبہ ایک دراز اور راست اور گوری گوری چیز پر ایک سیاہ اور دراز چیز کا موجود ہونا ہے۔

داغ

ہے سیہ ابر میں اس روپ پہ بگلوں کی قطار
انجم کاہکشاں کی ہو لڑی جیسے بہم

سیہ بادل میں سفید بگلوں کی قطار کا ہونا مشبہ مرکب حسی ہے اور کاہکشان کے ستارے مشبہ بہ مفرد حسی ہیں اور اس میں وجہ شبہ وہ ہیئت جو بہت سی چیزوں کے سیاہ چیز میں مجتمع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

امانت

چوٹی میں متصل جو لپیٹا ہے یار نے	ہے کینچلی کا شبہ چنبیلی کے ہار پر

کینچلی مشبہ بہ مفرد حسی اور چنبیلی کے ہار کا چوٹی میں متصل لپٹا ہونا مشبہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ ایک دراز و سفید چیز کا سیاہ و دراز چیز پر لپٹا ہونا ہے۔

آغا فدا

یار نے افشان جو چھڑکی زلف میں تو غم نہیں	کوڑیالا سانپ ہے کچھ اس میں اتنا سم نہیں

یار کا زلف میں افشان چھڑکنا مشبہ ہے اور یہ مرکب ہے اور کوڑیالا سانپ مشبہ بہ ہے اور یہ مفرد ہے اور وجہ شبہ ایک سیاہ شے میں ایک سفید چیز کا موجود ہونا ہے۔

سید تفضل حسین شاعر

ذرے افشان کے درخشندہ نہیں بالوں میں	توڑ کر لائے ہیں یہ چرخ سے اختر گیسو

افشان کے سفید ذروں کا سیاہ بالوں میں چمک دکھلانا مشبہ مرکب حسی ہے اور اختر مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

دوم وجہ شبہ مرکب عقلی اسکی مثال یہ ہے۔

مہر

اے مہر ہیچ مثل ہے جو عالم ہے بے عمل	گویا وہ اک گدھا ہے کتب سے لدا ہوا

اس شعر میں عالم بے عمل کی حالت یعنی اس ہیئت کو جو علم کے پڑھنے اور اسکی تحصیل میں محنت اٹھانے اور اس سے منتفع نہونے سے منتزع ہے گدھے کی حالت سے یعنی اس ہیئت سے تشبیہ دی ہے جو بڑی بڑی کتابوں کا بوجھ اسپر لدا ہونے اور ان کتابوں میں علم موجود ہونے اور اس گدھے کے انسے منتفع نہونے سے منتزع ہے اور جامع دونوں میں فائدہ مند نہوتا ہے بڑا نفع کرنیوالی چیز سے باوجود متحمل ہونے مصائب کے اور کھینچنے تعب کے اور پاس رکھنے ایسی نافع چیز کے۔

میر

جھکا لبوں سے قدم سر خرد میں بے جان کا	زمین پہ تاج گرا ہدہد سلیمان کا

وجہ شبہ یہاں ذلیل و خوار ہونا چیز خوب و گرامی کا ہے۔

ذوق

مطلب سے اپنے کون ہی آگاہ جز خدا	جون خط سر نوشت ہین پیشانیون مین ہم

متکلم نے اپنی حالت کو یعنی اُس ہیئت کو کہ ہم مطلب تو رکھتے ہین مگر سوا خدا کے کوئی اُس کو جان نہین سکتا اُس خط سے تشبیہ دی ہی جو قضا و قدر کی طرف سے پیشانیون پر لکھا ہوتا ہی اور وجہ شبہ دونون مین یہ ہی کہ باوجود موجود اور متعین ہونے کے کوئی حال اور راز کو معلوم نہین کر سکتا۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد متخلص بہ شاد

اس زمانے مین تو ہی ہے یکتا	جیسے کثرت مین ایک وحدت ہے

اس شعر مین وجہ مشابہت اقل کا اکثر پر فوقیت رکھتا ہے۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر	کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

وجہ شبہ یہان کوشش کا ایسے طور پر واقع ہوتا ہی کہ وہ کوشش کرنے والے کے حق مین فضول اور غیر مفید ثابت ہو۔

امانت

اٹھکر رقیب یار کے گھر سے نکل گیا	مریخ آج برج قمر سے نکل گیا

وجہ شبہ یہان ایک منحوس اور بد وجود سے ایک مبارک اور اچھے وجود کا پاک و صاف ہوجانا ہے۔
تنبیہ جب وجہ شبہ کوئی ہیئت ہو مرکب کئی چیز سے عام اس سے کہ وہ اجزا حسی ہون یا عقلی اگر اُن مین سے بعض اجزا کو لین اور بعض کو چھوڑ دین تو تشبیہ مین غلطی ہوجاتی ہی اسلیے سارے اجزا مین مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ دینا چاہیے۔

وجہ شبہ متعدد اسکی تین قسمین ہین اس طرح کہ یا حسی ہوتی ہی یا عقلی یا مختلف۔

مثال اول جیسے سیب کی تشبیہ مین بہی کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو وجہ شبہ ہی اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی اور باریکی اور پیچیدگی۔

برق

گول گول اس تری پستان کے تصدق خورشید	جڑ دیے صانع عالم نے بدن مین مہتاب

پستان کو مہتاب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ گولائی اور خوبصورتی ہی

کھل گئی نشہ کے عالم مین جو اسکی پستان	ولہ	مجھے میخوار کہ بلور کا ساغر چمکا

پستان کو ساغر بلور سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ گول اور ابھرا ہوا ہونا اور شفاف ہونا ہے۔

قلق

سرو سا قد تو گل سے رخسار ہے | شانے بازو بھرے بھرے سارے

قد کی تشبیہ مین سرو کے ساتھ راستی و بلندی وجہ شبہ ہے اور رخسار کی تشبیہ مین گل کے ساتھ رنگ کی سرخی اور ملائمت وجہ شبہ ہے۔

وزیر

مر ہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا | یاد آئے گا کسی مہ کا دُر گوش مجھے

دُر گوش اور صبح کے تارے مین گولائی اور چمک وجہ شبہ ہے۔

آباد

کیا معطر ہے پسینہ پھول سے رخسار کا | جسکے آگے عطر مٹی ہو گیا گلزار کا

فارغ

قطرۂ اشک جو نکلا سو وہ گوہر نکلا | بعد مدت کے مری چشم کا جوہر نکلا

قطرۂ اشک اور موتی مین گولائی اور آب داری وجہ شبہ ہے۔

سودا

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہے نقطہ | آفرین ہے صد آفرین صاحب انتخاب کو

خال کو نقطے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ دونون مین رنگ کی سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔

قلق

کیا وصف حسن کا مین کرون اُسکے غسل کے | موتی کا دانہ بنگیا ہر قطرہ آب کا

قطرہ آب کی تشبیہ مین موتی کے ساتھ مدور ہونا اور چمکدار ہونا وجہ شبہ ہے۔

مہدی علی زکی

جمال یار پہ ہمنے یہ شکل باندھی | کہ اپنی آنکھ کا تل اُسکے منھ کا خال ہوا

آنکھ کے تل کی تشبیہ مین خال رخ محبوب کے ساتھ وجہ شبہ سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔

جیسے کسی پرند کی تشبیہ مین کوے کے ساتھ نظر کی تیزی اور دشمن پہچاننا اور مجامعت کو چھپانا وجہ شبہ ہے اور یہ سب امور عقلی ہین۔

ضیاء الدین ضیا

جون چنار اس جا نہ پھولے ہین نہ پھل لاتے ہین ہم / جب مراد اپنی کو پہونچے ہین تو جل جاتے ہین ہم

وجہ شبہ اُس مین دو چیزین ہین ایک یہ کہ اُن چیزون کا حاصل نہ ہو سکنا جو موجب کمال و عزت ہین اور دوسرے سرحد کمال کے قریب پہونچکر ایسا نقصان اُٹھانا کہ جس کی تلافی ممکن نہین اور یہ دونون باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو چنار کے دونون حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہے۔

سودا

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ / کھلی جو کام سے میرے پڑی ہزار گرہ

وجہ شبہ اس مین ایک کام کا تھوڑا آسان ہونا پہلی دفعہ اور بعد اُسکے زیادہ تر دشوار ہو جاتا ہے اور یہ دو باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو دانے کے دونون حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے۔

امیر مینائی

دل مین ہے مثل ہیزم و آتش / جو گھٹائے اُسے بڑھائین ہم

وجہ شبہ اس مین دو چیزین ہین ایک تو مخالف کے ہاتھ سے تنزل حاصل کرنا پہلی دفعہ اُس کے بعد اپنے تنزل کے ذریعہ سے مخالف کو ترقی کو پہونچانا اور یہ دو باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے دونون حالونکو ہیزم و آتش کے دونون حالون سے تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے۔

تنبیہ وجہ شبہ مرکب اور وجہ شبہ متعدد مین یہی فرق ہے کہ متعدد مین چند چیزین وجہ شبہ ہوتی ہین جن مین سے ہر ایک بنفسہ مستقل ہوتی ہے بخلاف مرکب کے کہ اس مین سب چیزون کے مجموعے سے جو حقیقت واحدہ نہین بن جاتا عقل ایک چیز یعنے ہیئت اختراع کر لیتی ہے۔

مثال سوم جیسے۔

مومن

بار انداز ہوا روز سپید / نکلی وہ گھر سے کہ نکلا خورشید

سراج

نہین ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانان
کہان سراج کہان آفتاب عالم تاب

معشوق کی تشبیہ مین سُورج کے ساتھ دُو چیزین وجہ شبہ ہین ایک مُنھ کی خوبصورتی اور یہ حسی ہی دوسرے شان کا شرف اور یہ عقلی ہی کیونکہ شرف کا ادراک حواس ظاہرہ مین سے کسی حس کے ساتھ نہین ہو سکتا بلکہ اسکو عقل ادراک کرتی ہی گو اُسکا سبب کبھی حس ہوتا ہے۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو
ڈر کے مارے نہین چھوٹے ہین فسونگر گیسو

ابرو کی تشبیہ مین عقرب کے ساتھ باریکی اور کجی اور ایذا رسانی وجہ شبہ مین اور گیسو کی تشبیہ مین اژدر کے ساتھ سیاہی اور درازی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہین جن مین سے بعض حسی ہی بعض عقلی۔

رافت

نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب
کہ ہر نقشِ پا جس کا ہے آفتاب

نقش پا کی تشبیہ مین آفتاب کے ساتھ ایک وجہ شبہ تو خوبصورتی ہی اور دوسرے وجہ شبہ شرف مُرتبہ ہے۔

مُحتشم

ہی کھٹک دل مین جُدا روح ہلتی ہی جُدا
نیش عقرب ہی کہ موے رُخ ضیغم ابرو

ابرو کی تشبیہ مین نیش عقرب اور شیر کی مونچھ کے بال کے ساتھ وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک نوکدار ہونا اور دوسرے ایذا رسانی۔

آتش

بالاے بام خانہ وہ عالی جناب ہے
منزل سے اپنی جلوہ نما آفتاب ہے

انوار حسین تسلیم

بیٹھے جلسے مین اس طرح نوشاہ
جیسے انجم کی انجمن مین ماہ

حسرت

وقت نظارہ کسی کی مردمک
عین گولی ہے مجھے بندوق کی

مردمک کو بندوق کی گولی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک گول ہونا اور یہ امر حسی ہی دوسرے جان لے لینا اور یہ امر عقلی ہی۔

نعیم

چتونون نے جان لے لی عاشق ناشاد کی
تیغ ابروے یار کی تلوار ہے جلاد کی

وجہ شبہ ابرو کی تشبیہ مین تلوار کے ساتھہ ہلالی شکل ہونا اور جان لینا ہی اور اول حسی ہی اور دوم عقلی

سودا

یا وہ معجون بہی کی ہین ڈبیان دونون | آتی ہی جان مین چھونے سے جنھین تو بلک

پستان کو معجون بہی کی ڈبیا سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک مدور ہونا اور دوسرے اُبھرا ہونا یہ دو امر حسی ہین اور تیسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہین۔

آفتاب صبح محشر داغ پر دل کے مرے | حکم رکھتا ہے طبیبو مرہم کافور کا

اس مین وجہ شبہ رنگ کی سفیدی اور گول ہونا ہی کیونکہ جب داغ پر مرہم لگاتے ہین تو پھاہا گول تراشتے ہین اور یہ دونون امر حسی ہین اور تیسری وجہ شبہ راحت کا پہونچانا ہی اور یہ عقلی ہی۔

انشا

اور سقنقور نر و مادہ ہین دونون ساعد | مست ہون دیکھ جنھین مرد سے لیکر تا زنان

ساعد کو سقنقور سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین ایک تو شکل ہی اور یہ حسی ہی اور دوسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہی۔

وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرنا

علماے بیان کبھی ایسا کرتے ہین کہ وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرتے ہین اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ دو ضد کو باہم تشبیہ دیتے ہین اور اُن دونون مین جو معنی متضاد مشترک ہوتے ہین اُنھین وجہ شبہ اعتبار کرتے ہین اور ضدیت کو بمنزلے تناسب کے سمجھتے ہین اور اس قسم کی تشبیہ سے غرض دل لگی اور خوش طبعی یا تمسخر اور استہزا ہوتا ہی جیسے نامرد کو شیر سے تشبیہ دین اور کنجوس کو حاتم سے۔

میر

کیونکہ پہونچی ہے جن کو اُمرائی | سب وہ اولاد حاتم طائی ؛

اُمراے بخیل کو حاتم طائی کی اولاد سے تشبیہ دی ہے اور اس مین ظرافت و استہزا دونون کی صلاحیت ہی اور فرق شاعر کے قصد پر منحصر ہی۔

حالی

نہ بد خواہ سمجھو بس اب یاورون کو | لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبرون کو

رہبرون کی تشبیہ لٹیرون کے ساتھہ بطریق استہزا کے واقع ہوئی ہی۔

لبون کا بوسہ ترے لیکے جان دی مین نے | ظفر یہ میرے واسطے تریاق زہر کیونکہ ہوا

تریاق کو زہر سے تشبیہ دی اور یہ تشبیہ بطور استہزا کے واقع ہوئی ہے۔

اس مقام پر بعض اہل علم نے یہ خیال کیا ہے کہ وجہ شبہ نامردی کی تشبیہ مین شیر کے ساتھ تضاد ہی جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار نامردی و شجاعت کے مشترک ہی اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ وجہ شبہ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار کرم و بخل کے ساتھ مشترک ہی اور یہ راے انکی غلطی سے خالی نہین کیونکہ جب ہم کہینگے کہ نامرد شیر کی طرح ہی تضاد مین یعنی نامرد شیر کی طرح ہی اس وجہ سے کہ ایک دوسرے کی ضد ہی تو اس طرح کہنے سے کسی طرح ظرافت اور استہزا کا فائدہ حاصل نہ ہوگا اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کہین سیاہی سفیدی کی طرح ہے رنگ یا تقابل مین کیونکہ یہان تو ضدیت کو بمنزلے تناسب کے مانا گیا ہے اور نہ وجہ شبہ تضاد سے حاصل ہوئی ہی بلکہ نفس تضاد ہے اور اُن کی راے کے غلط ہونے پر دوسری دلیل یہ ہی کہ تشبیہ مین وجہ شبہ کی تصریح صحیح ہی اور تضاد کی تصریح نامردی کی تشبیہ مین شیر کے ساتھ ظرافت و استہزا کے طور پر اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ ظرافت و استہزا کے طور پر درست نہین کیونکہ جب ہم اس طرح کہین گے کہ نامرد شیر کیطرح ہی تضاد مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہی تضاد مین تو ایسی حالت مین ظرافت و استہزا نہ رہے گا اور جب یون کہین گے کہ نامرد شیر کی طرح ہے شجاعت مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہے سخاوت مین تو اب یہ تشبیہ ظرافت و استہزا کے طور پر درست ہوگی اسی قبیل سے ہی ناسخ کے شعر مین کافور کی تشبیہ مین مشک کے ساتھ سیاہی کی تصریح ہے

ہوگیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ	کر دیے خط نے ترے عارض پرنور سیاہ

سوال وجہ شبہ کے لیے یہ ضرور ہے کہ اس مین مشبہ اور مشبہ بہ مشترک ہون اور ظاہر ہے کہ نامرد شجاع نہین ہوتا اور نہ کنجوس سخی ہوتا ہے پس جبکہ یہان اشتراک نہین ہی تو شجاعت کو نامرد اور شیر کی تشبیہ مین اور سخاوت کو کنجوس اور حاتم کی تشبیہ مین وجہ شبہ بنانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی وجہ شبہ کا تو حق یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون پر صادق آئے اگر ایک پر صادق نہ آئے گی تو تشبیہ فاسد ہو جائے گی۔

جواب مشبہ اور مشبہ بہ کے معنی متضاد کو بمنزلے تناسب کے قرار دے لیتے ہین پس نامرد و شیر کی تشبیہ مین نامردی کو بمنزلے شجاعت کے مان لیتے ہین اور کنجوس و حاتم کی تشبیہ مین بخل کو بمنزلے سخاوت کے سمجھ لیتے ہین پس نامرد مان لینے کی وجہ سے شجاع ہی اسی طرح کنجوس سمجھ لینے کی وجہ سخی ہے اور اس طور پر اشتراک حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وجہ شبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ تحقیقی طور پر مشبہ و

مشبہ بہ مین پائی جائے جیسے شجاعت مرد شجاع اور شیر مین تحقیقی طور پر پائی جاتی ہی بلکہ کبھی تخیلی اور تاویلی طور پر پائی جاتی ہے دونون مین یا ایک مین جیسے کہین علم نور کی طرح ہی یا شرع اسلام نور کے مانند ہی اور جہل تاریکی کی طرح ہی یا کفر سیاہی کے مثل ہی پس یہان یہ خیال کر لیا ہی کہ علم اور شریعت اسلام ایسے اجسام مین سے ہین جو سفیدی اور چمک رکھتے ہین اسی طرح یہ خیال کر لیا ہے کہ جہل وکفر اُن اجسام مین سے ہین جو ظلمت و سیاہی رکھنے والے ہین پس بسبب تخییل کے علم شرع اور اسلام اُن چیزون مین سے ہو گئے جو سفیدی و چمک رکھتی ہین اور جہل وکفر اُن چیزون مین سے ہو گئے جو سیاہی اور تاریکی رکھتی ہین۔

تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان مین

غرض تشبیہ وہ ہی کہ تشبیہ ایک چیز کی دوسری چیز سے اُسکے واسطے ہوا اسلیے کہ اگر غرض تشبیہ کچھ نہو تو تشبیہ فعل عبث ہو گی چنانچہ ناسخ کے اس شعر مین غرض تشبیہ صاف طور پر معلوم نہین ہوتی۔ ؎

دہن یار کی مانند ہوا ہے معدوم	ڈھونڈھتے پھرتے ہین ہم اپنا دہن ان روزون

ناسخ کا دہن معشوق کے دہن کے مانند کیون ہو گیا اسکی غرض معلوم نہو ئی۔ تشبیہ کی غرض دو چیزونکی طرف رجوع کرتی ہے۔

ایک مشبہ کی طرف یعنی اکثر غرض اُس سے یہ ہوتی ہی کہ مشبہ کا حسن و قبح یا کوئی دوسرا حال بیان کیا جائے اور تشبیہ مین زیادہ تر یہی ہوتا ہی اور یہ کئی حال سے خالی نہین۔

(۱) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ بیان کیا جائے کہ مشبہ کا وجود ممکن ہی اور یہ بات وہان ہوتی ہی جہان اُسکے ممتنع ہونے کا بھی دعوے کر سکتے ہین اور اس صورت مین یہ ہونا چاہیے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور اور امکانیت مین مسلم ہو تاکہ مشبہ کے ممکن ہونے پر دلیل ہو۔

ذوق

تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ	تو رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

مراد شاعر کی یہ ہی کہ معشوق باوجود آنکھون مین ہونے کے آنکھون سے پوشیدہ ہی اور یہ ادعا ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ محال ہی کہ کوئی چیز آنکھون مین رہے اور پھر دکھ نہ سکے اسلیے شاعر نے نگاہ کے ساتھ اُسکو تشبیہ دے کر اس امر کا امکان بیان کر دیا اسلیے کہ نگاہ باوجود آنکھون مین ہونیکے آنکھون سے پوشیدہ ہے۔

ولہ

علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور ہے	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

شاعر نے دعوی کیا ہے کہ آدمیت کا حاصل ہونا علم کی تحصیل پر موقوف نہین اور یہ دعوی ظاہر مین ممتنع ہے اسلیے کہ محال ہے کہ علم کی تحصیل سے آدمیت حاصل نہو جب شاعر نے طوطے کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہو گیا کیونکہ طوطے کو کتنا ہی پڑھایا جائے مگر آدمیت حاصل نہین کر سکتا۔

آتش

برنگ شمع ہم دل سوختون نے بزم عالم مین	زبان کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا

شاعر نے یہ دعوے کیا ہے کہ ہمنے زبان کھولی مگر بات کرنیکا محل نہ ملا اور یہ دعوی ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ محال ہے کہ کوئی زبان کھولے اور پھر بات نہ کرے جب شاعر نے شمع کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہو گیا۔

درد

جون شمع جمع ہون اگر اہل سخن ہزار	آپس مین چاہیے کہ کبھو گفتگو نہ ہو

مراد شاعر کی یہ ہے کہ اہل سخن بہت سے جمع ہون اور بات نہ کرین اور یہ امر ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ محال ہے کہ اہل سخن جمع ہون اور بات نہ کرین اس لیے شاعر نے شمع کے ساتھ اس کو تشبیہ دے کر اس امر کا امکان بیان کر دیا ہے۔

(۲) تشبیہ سے غرض مشبہ کا حال بیان کرنا ہو یعنی یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے مثلاً سفید ہے یا سیاہ ہے یا سُرخ وغیرہ وغیرہ جیسے کسی چیز کو سیاہی یا سفیدی مین دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دین اور اس قسم مین یہ بھی شرط ہے کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ کے ساتھ مشہور ہو ورنہ تشبیہ بیان حال کے لیے نہو گی اور جب مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہوگا تو اُسکے حال سے مشبہ کے حال پر آگاہی ہو گی جیسے سودا آسمان کی مذمت مین کہتا ہے۔ ؎

رکھتا ہے پر غرور کو جون نیزہ سر بلند	جون جادہ خاکسار کو دے ہے زمین پہ ڈال

پر غرور کے سر بلند رکھنے کا اور خاکسار کے زمین پر ڈالنے کا حال نیزے اور جادے کی تشبیہ سے واضح ہو گیا۔

نادر

چہرے سے بڑھکے خال ہے اُس خانہ جنگ کا	زلف سیاہ دود ہے گویا تفنگ کا

یہ شعر خال اور زلف کے گول اور سیاہ اور نیز جان ستان ہونے کے بیان مین ہے اور خال کے گول اور

زلف کے سیاہ اور دونون کے جان ستان ہونیکا حال چہرے اور بندوق کے دھوین کی تشبیہ سے واضح ہوگیا

نسیم

اک شب کہ وہ زلف پر خان تھی
یا آتش مہر کا دخان تھی

یہان تشبیہ سے غرض شب کے اندھیرے کا حال بیان کرنا ہی پس زلف اور دھوین کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

مومن

اک داغ سیاہ خال سا تھا
پر لطف فغان شعلہ زا تھا

داغ کی سیاہی کا حال اُسکو خال سیاہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

شہیدی

سوسن صفت کبود تھے لب اُسکے بے کسی
تھا سرخ غنچہ سان وہ دہن رنگ پان تھا

لب کے کبود ہونیکا حال اور دہن کے سرخ ہونیکا حال سوسن اور غنچے کی تشبیہ سے ظاہر ہوگیا۔

سودا

جون سگ لیے پھرتا ہو ہڈی کسی بستی مین
قاصد کئے ہے میرا یون نامہ پیچیدہ ہا

انیس

لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیس
جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

جوانی کے بالونکو سیاہی مین مشک سے اور بڑھاپے کے بالون کو سفیدی مین کافور سے تشبیہ دی ہی اور غرض اس سے دونون عمرون کے بالون کا حال بیان کرنا ہے۔

نادر

سیاہی ای پری رویون عیان ہی تیرے پستان کا
سیہ زنبور ہو سے جیسے مخفی ناز بستان مین

پستان کے سرے مشبہ ہین اور سیہ زنبور مشبہ بہ ہی اور وجہ شبہ سیاہی ہی اور غرض تشبیہ سے پستان کے سرون کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

آتش

حلب رخ مین ترے خالون سے
لشکر زنگ رہا کرتا ہے

خالون کو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہی اور غرض خالون کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

(۳) مشبہ کے حال کی مقدار بیان کرنا منظور ہو تاکہ مشبہ کا حال قوت اور ضعف اور زیادتے

اور نقصان مین معلوم ہو جائے اور یہ ایسی حالت مین ہی کہ سامع مقدار مشبہ بہ کی جانتا ہو نہ مشبہ کی اور اس صورت مین چاہیے کہ مشبہ بہ کے حال کی مقدار مشبہ کے حال کی مقدار کے برابر مشہور ہو نہ کم نہ زیادہ تاکہ مشبہ کے حال کی مقدار جیسی نفس الامر مین ہی ویسی ہی معین کی جائے مثلاً کالے کپڑے کو کوے کے پر سے تشبیہ دین سیاہی کی شدت مین یا سفید کپڑے کو برف سے تشبیہ دین سفیدی کی شدت مین اور دہن معشوق کو نقطے سے کمی مین اور زلف کو روز حشر سے درازی کی زیادتی مین اور کمر یار کو عنقا یا بال سے تشبیہ دین اور غرض اول سے نایابی مین اور دوم سے باریکی مین مبالغہ ہو اور شراب کو خون کبوتر سے تشبیہ دین اور غرض اس سے اسکی سرخی مین مبالغہ ہو۔

میر

کہان ہی وہ خون کبوتر سی مے

سودا

تیری کہنی ہی نبی تجھکو مین جاہون سو کیا | داڑھی ایسی ہی تری روئی کا جیسے گالا

غرض تشبیہ سے یہان داڑھی کی سفیدی مین مبالغہ ہے۔

نظیر اکبرآبادی

وان کوئی آیا لیے ایک مرصع پنجرا | لال دستار دوپٹہ بھی ہرا جون طوطا

غرض تشبیہ سے یہان دوپٹے کی سبزی مین مبالغہ ہی۔

میر

اسینہ کیا سینہ بال کیا پرو بال | جیسے چشم خروس آنکھین لال

آنکھ کی سرخی مین مبالغہ منظور ہے۔

نادر

اس قدر ہون زار اُسکی ابروے خمدار پر | جسم فرط لاغری سے بال ہی تلوار کا

یہان غرض تشبیہ سے جسم کی لاغری مین مبالغہ ہی۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ | جیسے شجر خزان رسیدہ

غرض تشبیہ سے یہان کمزوری اور ناطاقتی اور لاغری مین مبالغہ ہے۔

جون ابر نہایت اشکباری | **ولہ** | جون رعد بشدت آہ و زاری

جو نالہ کہ زینت زبان ہے — جون نوحۂ مرگ نوجوان ہے

ولہ

دم گلگشت وہ سبک رفتن — اہتزاز نسیم بستانی ہے
روز جنگ اُس کے نیم جولان مین — صرصر عاد کی سی طغیانی

سید شاہ محمد اکبر

کشیدہ تھا کبھی مثل الف جو قد سہی — وہ منحنی ہوا ایسا کہ بنگیا ہمزہ

نسیم

یہ کھلے باہم ملے وہ ایسے — آئے صفحے خط توامان کے جیسے

دبیر

بس شاعری مین ختم کمر کی یہ شان ہے — اسد ہون کے سبب آئینہ مین بال پڑا ہے

برق

حسرت رہی کہ دام مین عنقا کو لایئے — مشتاق ہین ازل سے تمھاری کمر کے ہاتھ

ظاہر

تیری کمر کو بال سے تشبیہ تام ہے — اس مین نہین ہے فرق سر مو کسی طرح

افضل

عنقا وہان یار کو سمجھا تو ہے بجا — ہے نام تو سنا نہین ملتا نشان مجھے

غرض تشبیہ سے مبالغہ دہن کی ناپیدی مین ہے۔

میر علی اوسط رشک

نام دہن سے جب نہ دہن کا پتا ملا — لفظ دہن کے نقطے کو سمجھا ترا دہن

وزیر

غدار یار یہ زلف سیاہ فام نہین — اگر یہ حشر کا دن ہے کہ جسکی شام نہین

نفیس

گرز دیو بھی جس سے کرے وہ جثہ شوم — سیہ کلائی تھی یا فیل مست کی خرطوم

(۴) غرض تشبیہ سے یہ ہو کہ مشبہ کا حال سُننے والے کے ذہن نشین ہو جائے اس مین اور پہلی قسم مین یہ فرق ہے کہ اُس مین مطلقاً بیان ہوتا ہے اور اس مین بیان خاطر نشین کرنے کے ساتھ

ہوتا ہی اور اس قسم مین اکثر غرض تشبیہ بطور تمثیل کے واقع ہوتی ہی اور یہان یہ چاہیئے کہ مشبہ سے مشبہ بہ اکمل اور اشہر ہووے کیونکہ طبیعت کامل اور مشہور کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہی جیسے مولوی ذکاءاللہ کی اس عبارت مین "ساری دنیا سمندرون بحرون بحیرون خلیجون دریاؤن ندی نالون سے بھری پڑی ہی اسلیے پانی کاروبار تجارت اور آمدورفت مین تمام اُسکی کوششون کو نقش برآب بناتا ہی" کوشش کو پانی پر کھچے ہوے نقش سے تشبیہ دی ہے اور اُس مین کوشش کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے بے فائدہ ہونا اور جلد مٹنا اس نقشے کا ظاہر ہے جب کسی کام کو اس سے تشبیہ دی جائے گی تو اس کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح خاطرنشین ہوجائے گا کیونکہ بہ نسبت عقلیات کے حسیات اچھی طرح فکر مین آجاتے ہین کیونکہ حسیات کے ساتھ نفس کو زیادہ رغبت ہوتی ہی اور نفس کو وہ عقلیات سے پہلے حاصل ہوتے ہین۔

امیر

لے گئے ہین جہان کو سیلاب | نقش عالم کا نقش تھا برآب

عالم کی چیزون کو پانی کے نقش سے تشبیہ دی ہی۔

ذوق

مے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسمان سے ہم | کہ آخر جب اُسے دیکھا فقط خالی سبو نکلا

آسمان کا مے عشرت سے خالی ہونا خالی سبو کی تشبیہ سے دل نشین ہوگیا۔

ولہ

ہم باٹ کے روڑے ہین اِدھر کے نہ اُدھر کے | نے بام کی ہین زیب نہ زینت کسی در کے

قائل کا بیکار محض ہونا باٹ کے روڑے کی تشبیہ سے بخوبی ثابت ہوگیا۔

سودا

نہین ہون طالب رزق آسمان سے کہ مجھے | یقین ہی کاسۂ واژون مین کچھ نہین ہوتا

آسمان کا نعمت سے خالی ہونا کاسۂ واژون کی تشبیہ سے دل نشین ہوگیا۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر | کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

خیرالدین یاس

ہون وہ ثابت رہ اُلفت مین کہ جون نقش قدم | جب تلک مٹ نہین لیتا نہین اصلا ہلتا

درد

مین وہ فتادہ ہون کہ بغیر از فنا مجھے | نقش قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے

برق

سفلہ عالی مرتبہ بڑھنے سے پائے دخل کیا | جادۂ پامال خط کہکشان ہوتا نہین
اہل رفعت کے لیے برگشتگی بھی دُور ہے | گردشون سے پست کوئی آسمان ہوتا نہین
ظرف عالی ہو تو اعلیٰ سب سے بنجاتے ہین پست | اُس جگہ نیچے زمین کے آسمان ہوتا نہین

(۵) تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ سننے والون کی نظر مین اچھا معلوم ہو جیسے روے سیاہ کو آنکھ کی پتلی سے تشبیہ دی جائے۔

حیرت

جون برگ شجر سے چھن کے نکلے مہتاب | یون دیتے ہین لطف اُسکے اب داغ سپید

محسن لکھنوی

داغ چیچک کے نہین اے گل رعنا منھ پر | غنچے جوہی کے ہوے ہین یہ شگفتا منھ پر

صفدری

چیچک کا ستمگر تری ابرو پہ یہ ہے داغ | یا قبضۂ شمشیر مین چنی یہ جڑی ہے

آباد

نظر آتے ہین تجانے لب رنگین جانان مین | گہر پیدا ہوے ہین پارۂ لعل بدخشان مین

امانت

خون اُسکے مہاسے سے جو عارض پہ ہے نکلا | یاقوت کی چنی مہ کامل مین جڑی ہے

امیر

تن پہ کیا اسلحۂ جنگ نے پایا ہی فروغ | خود ہے مشعلۂ طور زرہ رخت حرم

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا | مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا

ضامن

گوہر نایاب دندان ہین دہان یار مین
سرخی لعل بدخشان ہے زبان یار مین

برق

لال ہونٹوں سے نمایاں دانت موتی ہے نہیں ۔ اکان ہیرے کی نہان یاقوت کی معدن میں ہے

آزاد شاگرد عارف

رُخِ روشن پہ جم گئی پتلی ۔ سب کو ناحق گمان ہے تل کا

بیدار

لعل پر منصوب جیسے ہو گہر اس لطف سے ۔ اس لبِ رنگین پہ خوش خوش حسن سے تبخالہ تھا

ذوق

اُس کی خرطوم کسی دلبرِ لیلیٰ وش کی ۔ جعدِ مشکین ہے کہ ہر کاکل عنبر افشان

(۶) تشبیہ سے یہ غرض ہو کہ مشبہ سُننے والون کو بُرا معلوم ہو جیسے بدصورت کی تشبیہ دیوے۔

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے ۔ برگد کی جٹائین بال اُس کے

اس مثال مین خال کو زنبور سیاہ سے اور بالون کو برگد کی جٹا سے تشبیہ دی ہی اور غرض تشبیہ سے بُرائی بیان کرنا خال اور بالون کا ہی۔

مومن

تفرقہ لب چاک گریبان نما ۔ رُخ کی سیاہی شام غریبان
خرس کی پشم اشعار خمیدہ ۔ سخت غبار آلا ژولیدہ
نقش اجل تصویر دبا تھی ۔ صورت فتنہ شکل بلا تھی
بات مین وہ آواز مسلسل ۔ صور کا جیسے نفخۂ اول

میر

شکل مت پوچھ کھانے کا ہی بلی ۔ مُنھ ہے چتون سے جیسے روٹی جلی
صد منی دیگ ہے شکم اُس کا ۔ نفس اژدہا ہے دم اُس کا
گال کلچے سے پھر توے سے سیاہ ۔ کاسۂ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ
توند کالی جو کھول جاوے لیٹ ۔ آہنی ہے تنور اُس کا پیٹ

میر

زرد رو زنگاری کو دی ڈبہ ہے ہاتھ ۔ حیض کے سے ایک دو لتے ہین ساتھ

مصحفی

غرض رد یون کے ملین مجھکو گالیان لاکھون | عوض دوشالے کے خلعت لشکل نقش حصیر

سودا ضاحک کی ہجو مین

یہ تو ہین بوڑھے خرس وہ ہی شوخ اچپلی + | ماری کجھو تو دھول کبھو ڈاڑھی نوچ لی

انشا

کسی حسین کا اک منھ تو تھا ہی کلچا سا | رچاوٹ اور ہوئی اب کہ اسپہ تل بیٹے

وله

کچھ نہ پوچھو غرض کہ تھے کیسے +
چڑھا رہتا تھا اُنپہ کالا بھوت
چاٹ کھانا ہی اُن کا تھا پیشہ
رکھے تھے آپ کے وہ دونون گال
ہو بیان کس سے وہ شکوہ وشان
مین کرون عرض آپ جو پوچھین +
جب اُنھین سوجھتا لطیفہ تھا +
بھٹے کی داڑھی جیسی تھی داڑھی
بسکہ بینک کا اُن کو تھا آسیب

سر تھا اُن کا چکوترا جیسے +
اُنکی دونون بھوین تھین جون شہتوت
اُنکی پلکین تھین آم کا ریشہ
سوکھے ساکھے انار کی سی چھال
مثل اخروٹ تھے وہ دونون کان
تھین کسیرو کے بالون کی مونچھین
تب وہ منھ کھلتا جون شریفہ تھا
بلکہ کچھ اور اُس سے تھی گاڑھی
ٹھوڑی جو بن گئی تھی جیسے سیب

(۷) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا ثابت ہوجائے یعنی مشبہ تشبیہ کی وجہ ایسی صورت پر واقع ہو کہ عادت کے طور پر اُسکی صورت کا ذہن مین حاضر ہونا ممتنع ہو اور یہ بیشتر تشبیہ خیالی اور وہمی مین پایا جاتا ہی اور مشبہ کے نادر اور طرفہ ہونے کی دو صورتین ہین۔

(الف) مشبہ بہ جسکی وجہ سے مشبہ نادر اور طرفہ ہوجاتا ہے فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو۔

مجہو

جام مے مین ہے عکس چہرۂ یار | یا چراغ آفتاب مین روشن

اُسکے گورے بدن مین لال لباس
دیکھو آتش ہے آب مین روشن

چراغ کا آفتاب مین اور آتش کا آب مین روشن ہونا فی نفسہ نادر اور عجیب ہے۔

میر مہدی حسن مخلص

ہوا ہے حلقۂ زلف دوتا مین گھر جو ابرو کا | نظر آتا ہے اُفعی ان دنون ہم خانہ بچھو کا

حلقۂ زلف مین ابرو کے واقع ہونے کی حالت کو سانپ اور بچھو کے ہم خانہ ہونے کی حالت سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت عجیب بات ہے۔

اسحاق

سوے سر پا نو نپہ ای رشک صنوبر یہ نہین | سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کا کل

سرو کی چوٹی سے نہال کاکل کا نکلنا فی نفسہٖ نادر ہے۔

ضیا

کھلی عارض پہ زلف یار کیونکر | حلب سے مل گیا تاتار کیونکر

حلب سے تاتار کا ملنا فی نفسہٖ نادر ہے۔

شاداب

عارض و پیشانی و ابروے قاتل دیکھنا | زیر خنجر چاند ہے بالاے خنجر آفتاب

خنجر کے نیچے چاند اور اوپر آفتاب ہونا فی نفسہٖ نادر ہے۔

ظفر

دیکھے گر اپنی بھوین وہ مہ جمال آئینے مین | کھیلین طاق اور جفت ملکر دو ہلال آئینے مین

دو ہلالون کا ملکر طاق اور جفت کھیلنا فی نفسہٖ نادر ہے۔

ولہ

خال مشکین آتش رخسار پر پیدا ہوا | چشمۂ خورشید مین بھی نیلوفر پیدا ہوا

چشمۂ خورشید مین نیلوفر کا پیدا ہونا فی نفسہٖ نادر ہے۔

ذکی

اُسکے ہونٹون مین دبائی ناز سے زلف سیاہ | زہر گویا آب حیوان مین نچوڑا سانپ کا

آب حیوان مین سانپ کا زہر نچوڑنا فی نفسہٖ نادر ہے۔

انوار حسین تسلیم

سنبلستان مین دکھائی دیے دو تازہ انار
آئے اُس گل کے جو پستان کے برابر گیسو

شفتالستان مین دونا نہ اناروں کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہی۔

سودا

قندق بائی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا | سرو کی بیخ سے پھولا گل اور نگ بنک

سرو کی بیخ سے گل اور رنگ کا کھلنا فی نفسہ نادر اور عجیب و غریب ہی۔

شاداب

آپ کہتا ہے کھلا ہی سرو پر لالے کا پھول | رکھکے تاج سرخ وہ خوش قد جوان بالا سر

سرو پر لالے کا پھول کھلنا فی نفسہ نادر ہی۔

نصیر

ہے عجب جھومر کا عالم اپنے رشک حور کا | سرو مین خوشہ لگا دیکھا نہ تھا انگور کا

سرو مین انگور کا خوشہ لگنا فی نفسہ نادر ہی۔

(ب) مشبہ بہ فی نفسہ نادر اور طرفہ نہ ہو بلکہ جس وقت مشبہ حاضر ہو اُسوقت مشبہ بہ کی ندرت اور طرفگی متحقق ہو۔

محسن

عشق کیون پارۂ دل ہاتھ مین آنسو کے تلے | بن کھلونے بھی کہین طفل بہلتا دیکھا

بن کھلونے کے بچے کا نہ بہلنا فی نفسہ کچھ نادر نہین لیکن جب عشق کے پارۂ دل آنسو ڈھلکے ہاتھ مین دینے کا اور کھلونے کے ساتھ بچے کے بہلنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

اسیر

تری آنکھون کی گردش دیکھکر سب لوگ کہتے ہین | یہ پتلی پھیر رہی ہی واہ کس انداز سے گل پر

پتلی کا گل پر پھیرنا کوئی عجیب بات نہین لیکن جب آنکھون کی گردش کا اور پتلی کے گل پر پھیرنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

بیخود

یہ لٹکی ہوئی لٹ جو کاکل کی ہی | نئی شاخ نخل سنبل کی ہی

نئی شاخ کا نخل سنبل مین ہونا فی نفسہ کچھ نادر نہین لیکن کاکل والی لٹ کی ہوئی لٹ کا اور نئی شاخ نخل سنبل کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

قلندر

نہین ہے تل تری آنکھون کے نزدیک | یہ بھونرا پاس بیٹھا ہے کنول کے

بھونرے کا کنول کے پاس بیٹھنا فی نفسہ کچھ نادر نہین مگر جبکہ تل کے آنکھون کے نزدیک ہونیکا اور بھونرے کے کنول کے پاس بیٹھنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

قلق

اسپند دور اسکی مانگ مین دیتا ہے یون بہار | جیسے دھنک نکلتی ہے ابر سیاہ مین

سودا

چشم و ابرو کو تری یون دیکھکر کہتی ہے خلق | تل رہے ہین کھینچکر آپس مین دو تلوار مست

ولہ

مژدہ وصل ترا یار مجھے یون پہونچا | جون مہ عید کی صائم کو خبر آخر شب

عقیل

شانہ نہین ہے زلف کے بل مین پڑا ہوا | لٹکا ہوا ہے سانپ پھن اپنا نکال کر

میر

پھرتی ہین ادھر ادھر وے سرخ آنکھین ایسی | دو ترک مست جیسے ہون راہ مین بھٹکتے

انشا

بال اس زلف بریدہ کے گرے یون وقت قطع | تیغ سے اڑ جائے جون گردن معلق سانپ کی

بیخود

عیان یون موے سر تھے عنبر آلود | کہ جیسے شمع کے شعلے پہ ہو دود

ظفر

یون ترے لب پہ ہے خط مشک فشان اوپر ہے | ہوتا جس طرح سے آتش کے دھوان اوپر ہے

ولہ

دیکھنا انگشت مین اس گل کی انگشت شستم | نیشکر کی شاخ پھوٹی نیشکر کی شاخ مین

ولہ

سبز خط مین کیا مہاسہ گال پر پیدا ہوا | بچہ طاؤس ہے بے بال و پر پیدا ہوا

ہوے اس کھیل مین دل صید یون کہ بند الفت مین | **ولہ** دام صیاد مین ہو جیسے گرفتار بٹیر

ولہ

زلف یون روے عرق آلودہ پر لہراتی ہی | صبح جون ناگن گلون پر چاٹنے اوس آتی ہی

شاداب

چشم بد دور نہین موتیون سے مانگ بھری | شب تاریک مین ہین خوشۂ پروین نکلے

معروف

یون ہو دل زار مین زلف اُس ستم ایجاد کے ہاتھ | صید جون دام مین ہو دام ہو صیاد کے ہاتھ

نسیم

سانپ دو لہرا رہے ہین بہر حفظ گنج حسن | یا گزرافعی نکلکر جاتے ہین گلزار سے

رعیت

کوئی کس طرح دیکھے وہ بنا گوش | نظارے کا اُڑا جاتا ہے وان ہوش
کہ وہ زلف اور لڑیان موتیون کی | سیہ ناگن ہے جون انڈونپہ بیٹھی

جسقدر مشبہ بہ مخفی اور نادر تر ہوتا ہی اُسی قدر تشبیہ کی ندرت اور طرفگی ہوتی غرض زیادہ حاصل ہوتی ہی اور ان پچھلی تینون صورتون مین وجہ شبہ کا نہ اکمل ہونا لازم ہی نہ بہت مشہور ہونا مثلاً ہندی کے چہرے کو کہ بہت سیاہ ہو آہو کی آنکھ سے تشبیہ دنیا زینت کے واسطے صحیح ہے باوجودیکہ نہ سیاہی ہرن کی آنکھ مین کامل ہے اور نہ ہندی کے چہرے کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور زیادہ ہے۔

ذوق

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلےٰ کی مثال | تو ہین دندان صفا ساعد سیمین کی صفت

ہاتھی کی سونڈ کو طرۂ لیلےٰ کے ساتھ سیاہی مین زینت کے لیے تشبیہ دی ہی اور اُسکے دانتون کو لیلےٰ کے بازو کے ساتھ سفیدی مین اسی غرض سے تشبیہ دی ہی حالانکہ نہ سیاہی طرۂ لیلےٰ کی ہاتھی کی سونڈ کی سیاہی سے اور نہ سفیدی لیلےٰ کے بازو کی اُسکے دانت کی سفیدی سے کامل ہی اور نہ ان دونون کی سیاہی و سفیدی کی بہ نسبت اُنکی سیاہی و سفیدی مشہور زیادہ ہی۔

ولہ

پُتلی سیاہ دیکھو اُس چشم مست کی | بھونرا عجب ہی یون گل عنبر مین گھر کرے

سیاہ پتلی کو بھونرے سے زینت کیلئے تشبیہ دی ہی اور ظاہر ہی کہ بھونرے کی سیاہی پتلی کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور بھی زیادہ ہو اور اُس سے اکمل بھی ہی۔

دوسرے تشبیہ کی غرض مشبہ بہ کی طرف رجوع کرتی ہو یعنی تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہو کہ مشبہ کا حسن یا قبح یا اور امر بیان کیا جائے اور یہ دو قسم پر ہو۔

(۱) جس مین صفت کم ہوتی ہے اُسکو مشبہ بہ قرار دے کر بطور ادعا کے اُسکی زیادتی قرار دیتے ہین جیسے

غالب

صبح آیا جانب مشرق نظر — اک نگار آتشین رُخ سر کھُلا
تھی نظر بندی کیا جب رد سحر — بادۂ گلرنگ کا ساغر کھُلا

اوپر سے آفتاب کا ذکر ہی پہلے شعر مین آفتاب کو نگار آتشین رُخ سے اور دوسرے شعر مین ساغر بادۂ گلرنگ سے تشبیہ دی ہو اور اس تشبیہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہو کہ نگار آتشین رُخ کے چہرے کی تاب اور رونق اور زیادتی حُسن یا بادۂ گلرنگ کی سُرخی اور چھلاہٹ اور روشنی اس مرتبہ پر ہے کہ آفتاب کو اُس سے مشابہت دے سکتے ہین غرض کہ اُن دونون مثالون مین نگار آتشین رُخ اور ساغر بادۂ گلرنگ کو جو صفت مین کم ہین اور حقیقۃً مشبہ بہ نہین ہو سکتے بطور ادعا کے مشبہ بہ قرار دیا ہی اور صفت کی زیادتی ثابت کی ہی۔

یون سر پہ ہو مہر آتشین خو — ٹوپی یہ کسی کی جیسے جگنو ؁

وحید

سنبل بسان زلف پریشان ہے سر بسر — سکتے مین ہی کھُلی ہوئی نرگس کی چشم تر

اسیر

تشبیہ دی جو ہمنے لب لال یار سے — یاقوت آبدار کی رنگت چمک گئی

ناسخ

ماہ تو ہے مثل ابرو لیکن اُسکے رو نہین — ماہ کامل صورت رو ہی مگر ابرو نہین

(۲) جس شَے کی شان کا اہتمام منظور ہو اُسکو مشبہ بہ بنا کر بیان تشبیہ سے غرض مشبہ بہ کی شان کا اہتمام بیان کرنا ہوتا ہو اور اسکو اظہار المطلوب کہتے ہین مثلاً ہلال عید کو روٹی کے ٹکڑے سے تشبیہ دین

سود آسمان کی مذمت مین

ہاتھ بے خست کے اُسکے جہان مین ہیں خاص و عام — حال روشن دل کرے یون مطلع ثانی بیان
مہ کی خاطر مقرر وقت شب ہی ایک نان — ہر جو یہ چاہے سدا ساری ہو ماہ دیکھ کہان

اک لب نان کے لیے حیران ہو بر شہر شہر
مثل مہ نو پڑے پھرتے ہیں عالی ہمتاں

موٗمن

صورت وہی غفلت کی ہی گردش ہی گئی یا
حیران ہے کہ یہ چرخ ہے یا آبلہ پا

غالب

ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام
مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یاں

چوتھا چمن ادات تشبیہ میں

ادات لغت میں آلے کو کہتے ہیں بیان میں وہ چیز مراد ہی جو ایک کو دوسرے سے مشابہ کرنے کا واسطہ ہو خواہ اسم ہو یا فعل یا حرف۔ ادات تشبیہ اُردو میں یہ ہیں سا مفرد مذکر کے لیے آتا ہی جیسے۔

آتش

لباس سُرخ سے کرتا ہے یار خونریزی
حسینوں میں بھی ہے مریخ سا جوان ہتیا

اور سے مجموع کے لیے جیسے۔

مومن

جلوے خورشید کے سے ہوتے ہیں
نغمے ناہید کے سے ہوتے ہیں

میر

رخنے ہمیشہ آتے رہتے سر پہ تیر سے
ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے

اور سی واحد مؤنث کے لیے آتا ہی جیسے۔

نسیم

کافور سی جل اُٹھی سراپا
ٹھنڈی ہوئیں تھا جنھیں جلایا
وہ مست مے فسانہ گوئی
مہتابی پہ چاندنی سی سوئی
آغوش کی موج سے وہ مضطر
مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر

جمع مؤنث کے لیے بھی سی فصیح تر ہے جیسے۔

میر

ہیں معذب عرض صغیر و کبیر
انکھیاں سی گریں ہزاروں فقیر

اور جمع مؤنث کے لیے سیاں بھی لاتے ہیں جیسے زہرہ اور مشتری سیاں رنڈیاں ہندوستان میں کسی نے دیکھی ہیں اور سا غیر ذوی العقول کے آخر کے الف کو یائے مجہول سے بدل دیتا ہی جیسے

خربوزے سا لذیذ میوہ میرے نزدیک دوسرا نہیں "خربوزہ موافق قاعدۂ ہندی کے خربوزا لکھا جاتا ہی جب حرف تشبیہ اُس سے ملا تو الف یاے مجہول سے بدل گیا اور جہان الف کو اپنے حال پر بحال رکھتے ہین وہان مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت بولنے والے کو منظور نہین ہوتی جیسے "وہ بوٹا سا قد کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا یعنی" وہ قد کہ ایک بوٹا ہی کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا قد مشبہ اور بوٹا مشبہ بہ۔

ذوق

عشق ہی اے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے	شیخ صنعا سا مسلمان رند مشرب ہو گیا

یعنی شیخ صنعا کہ ایک مسلمان ہو الخ۔

ناسخ

نمازون مین مسیحا سا مکبر مقتدی ہو گا	وہی رتبہ ہی تیرا بھی جو رتبہ تمھارے جد کا

یعنی مسیحا کہ ایک مکبر ہے الخ۔

نوازش

یہ سانس ہی پیکان ہی نشتر ہو کہ دل ہے	کانٹا سا کھٹکتا ہے یہ دیکھو مری بر مین

یعنی دل کہ ایک کانٹا ہے الخ۔

قاعدہ ہی کہ مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ کے مشبہ سے کامل تر ہوتا ہی اور اس مقام مین مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت مشبہ کے علو مرتبہ پر دلالت کرتی ہو اسی وجہ سے بلغاے اُردو کے نزدیک حرف تشبیہ کا عمل کہ آخر لفظ کے الف کو یاے مجہول سے بدل دینا ہی لغو ہو گیا ہی اور اُسکے عمل کے لغو ہونیکا فائدہ یہ ہی کہ سا جو حرف تشبیہ ہی اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ دونون لفظون مین تشبیہ واقع ہوئی ہی بلکہ ایک دوسرے کا عین جانا جاتا ہی جون بھی حرف تشبیہ ہی جیسے۔

مومن

گاہ آواز خوش سنا دینا	جون سحر گاہ مسکرا دینا

سودا

بات اس طرح سے بہکی تھی دہن سے اُسکے	بادہ جون ساغر لبریز سے جاتا ہی چھلک

اور یہ حرف گویا کے معنی مین بھی آسکتا ہی لیکن اس کا استعمال گویا کی جگہ اہل اُردو کے نزدیک ثابت نہین بلکہ تشبیہ کے لیے بھی دہلی کا حرف نہین ریختہ گویون نے بزور اُردو کا لفظ بنا لیا ہے لیکن کسی کو اس حرف مین کلام نہین پس اس کو اُردو کہ سکتے ہین۔ اور جیسیا مفرد مذکر کے لیے اور

جیسے جمع مذکر کے لیے اور جیسی مفرد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں کے لیے اور جمع مؤنث کے لیے جیسیاں بھی لاتے ہیں اور یہ سا کی طرح تشبیہ کے حروف ہیں چنانچہ کہتے ہیں ع تیرے قد جیسا ایک بوٹا باغ میں نہیں علی ہذا القیاس ۔

سودا

غرض انسان نہ کبھی ہوئے سمجھ جیسا
آسمان گر کرے خلقت کو چھان کی غربال

اور بعض کے نزدیک جیسے گویا کے معنی میں ہے مثلاً فلان ایسا آتا ہے جیسے شیر ۔

شیخ نبی بخش عاشق

یوں جنون نے اضطراب رگ ہر نشتر کے تلے
مضطرب ہو صید نہ تڑپے جیسے خنجر کے تلے

ظفر

بگولا وو دل کا خاک سے زلفوں کی ہو دل نے
اٹھایوں جیسے چوٹی وار مار اٹھتا زمین سے ہے

رضا

سبزے ہیں اُجلے کانوں میں اس آب و تاب کے
جیسے کہ برگ سبز ہوں تنکے گلاب کے

حالی

کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانے میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

لیکن صاحب فہم اس کو بھی تشبیہ کا اک حرف جانتے ہیں اگرچہ گویا بھی اسی قبیل سے ہے ۔ لیکن استعمال کے موقع جدا جدا ہیں فارسی میں جہاں چون استعمال پاتا ہے وہاں گویا استعمال میں نہیں آتا اور جو لفظ چون کا مرادف ہے وہ چون کا قائم مقام ہوگا مثلاً اس عبارت میں کہ فلانے چون شیر زیان می غرد میتوان گفت کہ فلانے بسان شیر زیان و برنگ شیر زیان و مثل شیر زیان و شیر زیان آسا و شیر زیان وار مے غرد بخلاف اسکے فلانے گویا شیر زیان مے غرد یا فلانے پنداری شیر زیان مے غرد اور گویا کے مقام میں جیسے اس عبارت میں کہ از پردہ برانداختن فلانے خانہ تاریک جلے سوختگان روشن می شود گویا رویش شمع فروزان ست حرف تشبیہ لانا چاہو اگر گویا کی جگہ عبارت میں چون داخل کیا جائے گا اس طرح کہ رویش چون شمع فروزان است تو عبارت کی تالیف برہم ہو جائے گی اسلیے کہ لفظ چون کے ذکر کرنے سے شمع فروزان دوسرا فقرہ جسکے شروع میں کاف بیانی ہوا بنا تمام بننے کے لیے چاہتا ہے اور لفظ گویا کی صورت میں اسکو ما قبل کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے پس بیان سے معلوم ہوا کہ گویا کا موقع استعمال تشبیہ نہیں ہے اور حق تحقیق یہ ہے کہ گویا بیان مشابہت کے لیے ہے جیسے زید ایسا غصے

سے چلا آتا ہے گویا کہ شیر چلا آتا ہے یعنی سر اور گلے اور ہاتھ اور بازو اور گردن و شانہ اور زور اور شجاعت میں تو شیر کی طرح ہے لیکن آدمی ہے شیر نہیں۔

ناسخ

حقہ جو ہے حضور معلّیٰ کے ہاتھ میں
گویا کہ کہکشاں ہے ثریا کے ہاتھ میں

اور مانند اور مثل اور سا بھی اردو میں تشبیہ کے لیے آتے ہیں اور اکثر فصحائے اردو شعرائے فارس کی اتباع سے لفظ برنگ اور بسان اور نظیر اور مشابہ اور مانا وغیرہ کو بھی استعمال کرتے ہیں ادات تشبیہ کے استعمال کی مثالوں پر غور کرو۔

سودا

ہما سا ہے پرواز مرغ اوج سعادت پر
کرے ہی مور چڑھ کر سینۂ دد پر سلیمانی

ولی

سبز مخرم میں دکھائے گر لطافت حسن کی
خام انار آسا ہے رنگین کی پستان سبز ہو

مصحفی

نرگس کی طرح شوق میں سب تن ہیں دیدہ ہوں
حسرت سے گل کے رنگ گریباں دریدہ ہوں

منیر

ناریخ مہ و مہر انھیں آموں کے آگے
بدرنگ برنگ ثمر خام ہوئے ہیں

غالب

مستی آلودہ سر انگشت حسیناں لکھیے
سر پستان پریزاد سے مانا کہیے

سودا

یاسمن رنگ جو رکھتی ہو خزاں آ مانا
چاہتی ہی بسماجت کرے سبزے سے بدل

نعیم

گئے تھے کل ہم جو سیر کرنے عجب طرح کی بہار دیکھی
مثال آتش کے کوہ و صحرا گلوں سے سارا دمک رہا تھا

گلزار نسیم

جب نام خدا جوان ہوا وہ
مانند نظر رواں ہوا وہ

ترانۂ شوق

طاقت چنگل میں صورت تیر
نصرت قبضے میں مثل شمشیر

رحمت اللہ رعد

ہاتھ عنقا کی طرح آئی نہ دلبر کی کمر — اگرچہ پھیلایا کیے جال مگر گیسو

ذوق

زلف افعی وش کو دھووے گر وہ پرفن آب گین — ہو بجائے موج پیدا مار رہزن آب مین

بدھ سنگھ شگفتہ

پروانہ وار جلکر گو خاک ہو گئے ہم — پر شعلہ رو نہ چوکا اپنی شرارتون سے

گلزار نسیم

ٹوپی جو بنائی چھیل کر چھال — دکھلائی نہ دی نظر کی تمثال

غلام دستگیر نامی

اے عید تو ہے شوکت اسلام کی دلیل — تیوہار ایک بھی تو نہین ہے ترا عدیل

ظفر علیخان

مرے جد امجد شہنشاہ پٹیر — عدیل فریدون مثیل سکندر

عبد اللہ خان خستہ

سایہ سان پہونچے تو تھے پانون تلک گر پڑا — اُسکے دامن کو بھی پر ہاتھ لگانے نہ دیا

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین — دفور درد یہان تک کہ ہون بشکل سطیح

ماہ

پیرہن سے چھوٹ نکلا یار کا جسم لطیف — حسن شکل بوے گل جامے سے باہر ہو گیا

مجروح

مرا استاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر — ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر

گویا

حروف سے خط مسطر ہون جیسے پوشیدہ — اسی روش سے روش زیر سبزہ پنہان ہے

انیس

یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشق رب کو
یعقوب نمط جاتے تھے یوسف کی طلب کو

ظفر

مشابہ ہم بھی سب ڈھنگ نہین ہین فرہاد سے دیکھو	اگر شیرین سے تم ایجان سب باتونمین ملتے ہو

شاداب

کہین کیونکر نہ شاہ حسن تم کو	مشابہ زلف ہے بال ہما سے

کبھی تنہا کاف جو حروف معنوی مین سے ہی حرف تشبیہ کی جگہ کام دیتا ہی جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

جب ستارہ طلوع ہو دم دار	دم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہو انار

یہان کاف جیسے کے معنی مین ہی۔

کبھی دوسری عبارت کو اداۃ تشبیہ کے قائم مقام بنا دیتے ہین۔

مفتون

اُس قمر نے جو پرافشان کیے یک سر گیسو	ہوگئے دہر مین ہم طالع اختر گیسو

گیسو کو اختر سے تشبیہ دی ہی اور ہم طالع ہونیکو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہی۔

فہمی

دیکھکر سُنبل گلزار کو ہمسر اپنا	بل بہ بل کاکل پیچان نے تری کھائے بہت

کاکل پیچان کی تشبیہ سُنبل سے منظور ہی اور ہمسر دیکھنے کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام کیا ہے۔

طوبے

چہرۂ یار پہ بکھری ہوئی کیا خوب ہے زلف	دستۂ سُنبل گلشن سے یہ منسوب ہی زلف

سودا

بُلبل خوش نغمہ ہون لیک اُس گلستان مین جہان	نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ

زاغ کی آواز کو مرغ چمن کی آواز سے تشبیہ دی ہی اور کم نہین کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہی۔

اصغر

مضمون دقیق وصف سراپا مین ہی رقم	تار نظر کو باندھا ہی موئے کمر کے ساتھ

موئے کمر کی تار نظر کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے۔

ظفر

کوئی کہتا ہی مینی کو کہ ہی رشک گل زنبق	کوئی کہتا ہی چشم سرمگین ہمچشم عنبر ہے

چشم سُرمہ گین کی تشبیہ عنبر سے مقصود ہے اور چشم کو اداۃ تشبیہ کی جگہ استعمال کیا ہے۔

ولہ

کوئی کہتا ہے جو مژگان ہے وہ ناوک سے ہے سوا ہے | کوئی کہتا ہے اک سیف کشیدہ ہے وہ دُنبالہ

مژگان کی تشبیہ ناوک سے منظور ہے اور ہمسر اداۃ تشبیہ کی جگہ آیا ہے۔

پانچواں چمن اقسام تشبیہ کے بیان میں

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوتے ہیں اور اُن میں کسی طرح کی قید بھی نہیں لگی ہوتی یا مفرد ہوتے ہیں مگر کوئی قید لگی ہوتی ہے پہلی شق کی مثال تشبیہ چہرے کی آفتاب سے۔

ناسخ

اُسکے ہاں آفتاب عارض ہے | دن ہی آٹھوں پہر ہے رات نہیں

رند

توڑیں چوڑی کی طرح ہتکڑیاں ہم | کیا ہی زور و نیہ دست وحشت ہے

میر حسن

زبس مثل آئینہ تھا اُس کا تن | کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن

ولہ

کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی | کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

نادر

ڈوب جائے دل عاشق تو تعجب کیا ہے | لب اگر ہیں یم خوبی تو ہے گرداب ذقن

دوسری شق کی مثال۔

میر عارف علی عارف

وہ ہوا گرد سے جب وقت شکار آلودہ | تیر خاکی بنے مژگان غبار آلودہ

مژگان مشبہ میں غبار آلودہ کی قید اور تیر مشبہ بہ میں خاکی قید لگائی ہے۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ | جیسے شہر خزان رسیدہ

کوئی کہتا ہے وہ شفاف عارض صبح صادق ہے | لطف کوئی کہتا ہے وہ در کان کا تابندہ اختر ہے

ضمیر

اس نیزۂ سیاہ سے تھا سب کو بیم جان | تھا اژدہاے موسی عمران وہ زبان

منشی دیبی پرشاد ربط

ادا و عشوہ ناز و غمزہ ہین یہ چار رکن اُسکے | قد موزون جانان بھی عجب برجستہ مصرع ہے

شاہ نصیر

تو ہمکو دکھاتا ہے یہ تو عبث اے چرخ | ناخن جو ترا شیدہ ہو کب عقدہ کشا ہو

یا صرف مشبہ مفرد ہوتا ہی اور مشبہ بہ مفرد مقید یا اُسکے برعکس مثال پہلی صورت کی۔

مہدی علیخان حسن

شعر برجستہ ہین ترے ابرو | کیون نہ اُن پر پڑے ہماری آنکھ

ابرو مشبہ مفرد شعر مقید بہ برجستہ مشبہ بہ۔

میر حسن

غرض وہ کھڑی جب دکھا اپنے بال | تو گویا کہ مارا محبت کا جال

بال مشبہ مفرد ہی اور محبت کا جال مشبہ بہ مفرد مقید ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا | پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہ ہاے موے دوست

شانہ مشبہ مفرد اور پنجۂ شل مشبہ بہ مقید۔

عاشق

اپنے باغ حسن کا اُسنے تماشا دیکھکر | آئینہ جب رکھدیا پھولون کی چادر ہوگیا

آئینہ مشبہ مفرد ہی اور پھولون کی چادر مشبہ بہ مفرد مقید۔

دبیر

یہ رخ ہے کہ آئینہ طاق دل زہرا | حسن اپنا انھین آئینون مین شرع نے دیکھا

رخ مشبہ مفرد اور آئینہ طاق دل زہرا مشبہ بہ مقید۔

ظفر

کوئی کہتا ہی اُسکی جعد کو ہے شب یلدا
کوئی کہتا ہی اُسکے رخ کو یہ خورشید محشر ہے

مثال دوسری صورت کی

محمد عارف جوشش

جون آئینہ یہ ستم رسیدہ | رہتا ہے مدام آب دیدہ

یہ ستم رسیدہ مفرد مقید مشبہ اور آئینہ مفرد مشبہ بہ۔

داغ

لو کے چشمے ہین چشم پُرآب کی صورت | شکستہ کاسۂ سر ہین حباب کی صورت

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہی جس مین کاسۂ سر شکستہ مشبہ مقید ہی اور حباب مشبہ بہ مفرد۔

ظفر

ہے یہ ڈر دل کو نہ چشم مست مہوش کھینچ لے | اپنے مذہب مین نہ اس صوفی کو بیکش کھینچ لے

مہوش کی چشم مست مشبہ مفرد مقید ہی اور بیکش مشبہ بہ مفرد ہی۔

نسیم

بدلی سی چھپی وہ ماہ روشن | انچلی سا عیان ہوا وہ پرفن

ماہ روشن مشبہ مفرد مقید اور بدلی مشبہ بہ مفرد۔

رسا

رنگ عارض سے ہی کیفے گلرنگ عیان | یہ صراحی ہی کہ ساقی کی ہی گردن دیکھو

گردن ساقی مشبہ مفرد مقید اور صراحی مشبہ بہ مفرد۔

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہوتے ہین اور مرکب ہونے سے یہ مراد ہی کہ ہر ایک ایک ایسی ہیئت ہوتا ہی جس مین چند چیزین مجتمع ہوتی ہین۔

صوفی

زلفون کا گورے گالو نپہ کیا احتشام ہے | لندن پہ جا کے کالون نے باندھا یہ لام ہے

اس مثال مین زلفون کا گورے گالونپہ جمع ہونا مشبہ مرکب اور لندن کے ملک پر جہان کے باشندے سب سفید رنگ ہین کالون کا چڑھ جانا مشبہ بہ مرکب ہے۔

لمؤلفہ

کاکل سے نہ ربط اُس رُخ تابان نے کیا ہے
کافر کو ہم آغوش مسلمان نے کیا ہے

ضمیر

پنہان زرہ مین ہوتی تھی اس طرح سے سنان | بجلی چمک کے ہوتی ہی جون ابر مین نہان

وحید

شاخ سنان سے ہوا اسطرح پھل جُدا | پیرون کے قد سے جیسے جوانی کا بل جُدا

ذوق

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ | کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

امیر

دل مین وہ سخت دلون کے بھی اثر کرتا ہی | سنگ پر جیسے پیمبر کے پڑے نقش قدم

ناسخ

سمجھے ہم ابر سیہ سے نکل آیا تارا | کھل گئی بالون کے جو تیری جبین چھوڑ سیی

ولہ

حیران بیٹھے ہین گرد سارے مونس | تصویر کی جس طرح کھچی ہو مجلس

کبھی مشبہ مفرد ہوتا ہی اور مشبہ بہ مرکب جیسے۔

شاداب

کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھکر | شبنم کی بوند ہے یہ گل آفتاب پر

مہاسہ مشبہ مفرد ہی اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب۔

ظفر

مانگ ہے یا کوئی سیدھی راہ ہی ظلمات مین | یا عیان ہی کہکشان کا خط اندھیری رات مین

مانگ مشبہ مفرد ہے اور ظلمات مین سیدھی راہ کا ہونا اور اندھیری رات مین کہکشان کے خط کا ہونا دونون مشبہ بہ مرکب ہین۔

یا مشبہ مرکب ہوتا ہی اور مشبہ بہ مفرد جیسے اس شعر مین نطق کے مشعل مشبہ بہ مفرد ہی اور درختون کی چوٹیون پر سُرخ پھولون کا مجتمع ہونا مشبہ مرکب ہی۔

چوٹیون پر جو نہالون کی ہجوم گل ہے | دُور سے یون نظر آتے ہین وہ جیسے مشعل

ناسخ

ہے ستارہ ذو ذنب یا رخ ہی زلف یار مین | خال ہی خورشید مین یا تل ہی یہ رخسار مین

زلف یار مین رُخ کا واقع ہونا مشبہ مرکب ہی اور دم دار ستارہ مشبہ بہ مفرد۔
اور جو کئی مشبہ ایک جگہ ذکر کرین بعد اس کے کئی مشبہ بہ لاوین تو ایسی تشبیہ کو تشبیہ ملفوف
کہتے ہین جیسے۔

ظفر

بھبھوکے پانو تمین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکھین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ذرا جبین عرق فشان پر تو اپنی افشان دکھا دے چُن کر
اگر تا نظر آوین ماہ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

شاہ نصیر

غضب ہی چین بر جبین وہ کیا ہی بدن سے ٹپکے بھی ہی پسینا
عیان ہی یار رونے ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
دوپٹہ سر پر ہی بادلے کا گلاب باش اُسکے ہاتھ مین ہی
نہ کیونکہ چمکے نہ کیونکہ برسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

اکبر شاہ خان فرحت رام پوری

جو ہو دے اس آہ و اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
تو پھیر چمکے نہ اور برسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
ہنسے ہی گھوڑے پہ دیکھ مجھکو جلو مین نپے وہ ہشک نیزان
کہین نکیون سب اِدھر اُدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
ہنسے نہانے مین وہ جو مہ داور آب اُسکے ہوتن سے ریزان
تو بولین سب آئے یہ کدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
کناری چہرے پہ ہی نمایان اور اُسکا چہرہ عرق فشان ہی
یہ سیر دیکھے کوئی نظر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
وہ برق وش بام پر ہی خندان مین نیچے جون ابر رو رہا ہون
عجب ہی یہ لطف اک یہر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

رسا

مُہاسے اور داغ چیچک اس روے منور پر
لب تنگ شکر پر مور قائم ہین شکر پیدا

ناسخ

بندہ بالون مین نہین تعویذ بالون مین نہین
وہ ستارا صبح کا ہے یہ ستارا شام کا

میر وارث علی جوش

جبین گیسو سے عیان رُخ مانگ مین سلک گہر
یہ شب مہتاب ہی وہ کہکشان بالاے سر

آشفتہ

ہے ہجوم داغ سوزان اور دل مایوس ایک
ہر طرف جلوہ چراغان کا ہی اور فانوس ایک

شاداب

یہ زلف و چشم غیرت شمشاد دیکھنا
نرگس کے پھول یہ ہین وہ نافہ غزال کا

کبھی ایسا کرتے ہین کہ شعر مین ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ باہم ذکر کرین پھر ایک اور مشبہ بہ بیان کرین۔ اسی طرح دو بار یا تین بار لائین اسکو تشبیہ مفروق کہتے ہین مثال اسکی۔

محسن

نگہ پاک الف صاد ہے چشم زیبا　　لام گیسو ہین سر مو نہین کچھ فرق اصلا

نسیم

تو برق دہان مین خرمن خار　　تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین مور کے پر　　مین نقش قدم تو باد صرصر

طور

وہ گیسو خط جدول ہین وہ ابرو مد بسم اللہ　　وہ رخ قرآن ہے خط تفسیر ہے زیر و زبر پلکین

میر دوست علی خلیل

گل قند قین ہین دزد حنا موتیا کے پھول　　گلدستۂ جنان ہین ترے اے نگار ہاتھ

احمد

عارض ہین گل انار ہین پستان ذقن ہے سیب　　ہین نخل قد یار سن گل بھی ثمر کے ساتھ

انیس

پھل رن مین تھا پھول تجلی ہین نخل طور　　گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور
آسیب سایہ جال پری قبضہ چشم حور　　خود مہر آب زہر تڑپ قہر شور صور

ناسخ

روز نوروز جبین ہے شب معراج ہے زلف　　ذو الفقار ابروے محبوب ہے قرآن عارض

ولہ

اشک آتش حلکردہ ہے بجلی نالہ　　ہر لخت جگر ہے آگ کا پرکالہ

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سر کردہ کمان　　ہین پیش راہوار نکی گویا کنوتیان
تشدید دن پر ہی طرۂ دستار کا گمان　　حرفون کے سر پہ خود ہین یا جزم ہین عنان

سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی
مد ہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

میر محمود خاں اوج

ابرو ہلال بدر جبین خال ہی زحل — کیونکر نہو فلک یہ تمھارا بھلا دماغ

ابرو

نرگس ہی چشم سرو ہی قد غنچہ ہے دہن — رُخ رشک گل ہی غیرت ابر بہار زلف
بابل ہی چشم ہونٹھ بدخشان ہی رُخ ہی روم — گیسو ہی چین جعد ختن ہے تتار زلف

خالق بخش خالق

سرو قد زلف بنفشہ گل نرگس آنکھیں ہا — تن ہمین غنچہ دہن ہا ہدیہ گلستان عارض ہا

اگر کسی تشبیہ مین کئی مشبہ اور ایک مشبہ بہ ہو تو اُسے تشبیہ تسویہ کہتے ہین جیسے ۔

محمود

دلکو میان خط و زلف تو جو رکھے ہی عدل ناگہ — ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو

مشبہ میان خط و زلف دو چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی دام ایک چیز ہے ۔

حالی

بے حقیقت ہے بشکل موج سراب — تاج جمشید و راح ریحانی ہا

مشبہ دو چیزین ہین تاج جمشید اور راح ریحانی مشبہ بہ ایک ہی یعنی موج سراب ۔

ذوق

عجب نہیں ہی کہ آرائش زمانہ سے — حنائی پنجہ ہون تاک و چنار و بید انجیر

حسرت

بدن کو جان کو دلکو جگر کو آگ لگی ہا — غم فراق مرے گھر کے گھر کو آگ لگی

مشبہ یعنی بدن اور جان اور دل اور جگر چار چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی گھر ایک چیز ہے ۔
اگر اسکے برعکس ہو یعنی مشبہ ایک ہو اور مشبہ بہ متعدد تو اُسکو تشبیہ جمع کہتے ہین جیسے ۔

کیا جگہ کوچہ محبوب ہے سُبحان اللہ — کوئی جنت کوئی کعبہ کوئی گلشن سمجھا

آباد

دل مین چُبھ جاتی ہین اُس حور کی اکثر پلکین — کبھی خنجر کبھی ناوک کبھی نشتر پلکین

ظفر

کیا وصف جبین مین کہون اُس ماہ جبین کا — اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس برین کا

یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا	یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبین کا
یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشان	یا جلوۂ پُر نور ہے یہ ماہ مُبین کا
یا تختِ بلورین ہے کہ ہے لوح یہ سیمین	یا صفحۂ سادۂ کسی انمول نگین کا

انیس

دامن وہ سبز اور وہ نیچے کا اُسکے نور	نکلا ہوا ہے قصر زمرد سے روے حور
فرقِ جناب خضر پہ روشن ہی شمع طور	بے شبہہ دو امام کے ہے نور کا ظہور

حمد

تشبیہ کیون نہ ابروے قاتل کو دیجیے	خنجر کے ساتھ تیغ کے ساتھ اور تیر کے ساتھ

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی	خنجر سے زیادہ تر رواں تھی
تھی یا کوئی تیغ آتشین دم	یا شعلۂ آتش جہنم

امانت

دوست کے حق مین رگ برگ گل تر ہی مژہ	مدعی کے رگ جان کے لیے نشتر ہی مژہ
شعبدہ باز ہی ساحر ہی فسونگر ہے مژہ	کبھی نیزے کی انی ہی کبھی خنجر ہی مژہ

کبھی ایسا کرتے ہین کہ سلسلہ بہ سلسلہ تشبیہ دیتے جاتے ہین یعنی ایک چیز کو ایک چیز سے تشبیہ دی پھر اس مشبہ بہ کو کسی اور چیز سے تشبیہ دی پھر اُس دوسرے مشبہ بہ کو بھی کسی اور چیز سے تشبیہ دی اگرچہ یہ قسم تشبیہ مفروق مین داخل ہو سکتی ہی مگر چونکہ سنسکرت کے علم بیان مین اسکو علٰحدہ بیان کیا ہی اور نام اسکا شِبر نکھلُو پماَنْ (آخر مین نون غنہ سے) رکھا ہی اسلیے ہم بھی اسکو علٰحدہ بیان کرتے ہین مثال اسکی یہ ہی۔

ذوق

ہر ایک خار ہی گل ہر گل ایک ساغر عیش	ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر
ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب	ہر اک نگہ گہر شب چراغ پر تنویر

کبھی ایک شے کو دوسری کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین پھر اُس سے رجوع کرکے مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دیتے ہین اس کا نام تشبیہ تفضیل ہے مجمع الصنائع مین اسی طرح لکھا ہے مثال۔

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی — خنجر سے زیادہ تر روان تھی

اول زبان کو خنجر سے تشبیہ دی پھر اُس سے رجوع کر کے زبان کو خنجر پر ترجیح دی -

مثنوی پدماوت

کہون کیا جس گھڑی وہ درۃ التاج
نمایان شانۂ دُزلف گرہ گیر
غلط بین نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل
سیہ زُلفون مین اُسکی شانۂ عاج

کرے زلفون مین اپنی شانۂ عاج
ہے ابیض فیل کے دانتون مین زنجیر
کجا زنجیر و دندان وکجا فیل
روان مانند مہتاب شب داج

کبھی ایسا کرتے ہین کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیتے ہین اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائل کا مقصود تشبیہ نہین بلکہ دوسری چیز ہے اور حقیقت مین غرض تشبیہ ہوتی ہے اس کا نام **تشبیہ اضمار** ہے جیسا کہ المعجم مین ہے مثال غلام علی خان وحشت کہتا ہے ؎

دل ترا سنگ ہی پر آگ نہ نکلی گا ہے — رُخ ترا آئینہ ہے پر کبھی حیران نہ ہوا

مرزا نوشہ غالب چکنی ڈلی کی تشبیہات مین کہتے ہین -

کیون اسے قفل در گنج محبت لکھیے
کیون اسے گوہر نایاب تصور کیجے
کیون اسے تکمۂ پیراہن لیلےٰ لکھیے

کیون اُسے نقطۂ پرکار تمنا کہیے
کیون اسے مردمک دیدہ عنقا کہیے
کیون اسے نقش پے ناقۂ سلمےٰ کہیے

اگرچہ بظاہر انکار معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین ان اشیا کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے چنانچہ ان کے اشعار ما قبل مین بھی تشبیہ بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہین -

خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے
صومعے مین اسے ٹھہرائے گر مہر نماز

سر پستان پریزاد سے مانا کہیے
میکدے مین اسے خشت خم صہبا کہیے

بیان تشبیہ قریب

بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ وجہ شبہ اُس مین جلد سمجھ مین آجاتی ہے اسکو **تشبیہ قریب** کہتے ہین ایسی تشبیہ مبتذل ہوتی ہے اور اُسکے کئی سبب ہین -

(۱) وجہ شبہ واحد ہو جیسے۔

محسن

کہتے ہین حسرت سے خود بین دیکھکر اے سادہ رو | ہین مصفا تیرے تلوے یا بجلی پانون مین

تلوونکی تشبیہ مین آئینے کے ساتھ وجہ شبہ واحد ہے اور وہ صفائی ہے۔

ناسخ

ہو مبارک اُسے دنیا مین سعادتمندی | زلف پیچیدہ جو ہے بال ہما ہو جائے

یہان زلف کی تشبیہ مین بال ہما کے ساتھ مبارک ہونا وجہ شبہ ہے شکل و وضع کو اس مین دخل نہین۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین | بات گویا نبات اپنی ہے

بات کی تشبیہ مین نبات کے ساتھ وجہ شبہ فقط رغبت ہے۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم یا جادو | تونے تو لعل سا اگال دیا

نظم کی تشبیہ مین جادو کے ساتھ وجہ شبہ فقط تاثیر ہے اور لعل کے ساتھ وجہ شبہ فقط عمدگی ہے۔

سودا

گجنال مثل رعد کڑکتے تھے دم بدم | آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار

آواز گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسی طرح آواز شترنال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین مہیب ہونا وجہ شبہ ہے۔

قلق

پیٹ نرمی سے صورت مخمل | صاف مانند تختۂ صندل ؎

شکم اور مخمل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط نرمی ہے اور شکم اور تختۂ صندل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط صفائی ہے۔

(۲) مشبہ مشبہ بہ سے نسبت قریب کی رکھتا ہو جیسے ناشپاتی کی تشبیہ بہی سے یا بہی کی تشبیہ سیب سے اور لباس کی خلعت سے۔

نسیم

شہزادے نے کرکے پاس اُن کا | خلعت سا دیا لباس اُن کا

میر

آنت شیطان کی ہے اُسکی آنت | دانت اُسکا ہی ہاتھی کا سا دانت

مومن

لبریز بہار صد جنون تھا	ہر سنگ وہاں کا بے ستون تھا

ہر سنگ مشبہ اور بے ستون مشبہ بہ ہے اور بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ولہ

خرس کی پشم اشعار خمیدہ	سخت غبار آلا ژولیدہ

رند

اب نہیں دل میں کدورت رند حاصل ہے صفا	جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینہ ہو گیا

امیر

ہے سپر پشت مبارک یہ کہ حمزہ کی سپر	ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر دو دم

(۳) مشبہ بہ اکثر ذہن میں گذرتا ہو جیسے زلف کی تشبیہ سانپ سے۔

وصف

پھرتی ہے زلف یار آنکھوں میں	بیچ کرتے ہیں مار آنکھوں میں

اور آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور قد کی سرو سے۔

عشرت

رہوں دیدار کو لے مہر تا چند	سراپا چشم میں نرگس کی مانند
اور اُن میں وہ صنم با عزت و شان	اِدھر اُدھر پھرے سرو خرامان

یاس

کہکشان رنگ کرے اُترے ہوے ہار و نیر	چاندنی محو ہے ان پھول سے رخسار و نیر

اور زلف کی تشبیہ زنجیر سے۔

زلف چھو کر اُس بت کافر کی قیدی ہم ہوے	جو ہم ہاے دل میں پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے

اور ابرو کی تشبیہ ہلال و تیغ سے اور مژہ کی تشبیہ برچھی سے جیسے۔

فراست

گھائل تو ہو چکا ہے دل ابرو کی تیغ سے	مژگان کی کیوں لگاتے ہو اب برچھیان مجھے

اور جبین کی تشبیہ ماہ سے جیسے۔

غنی

پریوں کو بھی ملی نہیں یہ نازنین جبین	ابرو تری ہلال ہے ماہ مبین جبین

اور بال کی تشبیہ سنبل سے جیسے۔

میر حسن

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال | لطیا نچوں جون گل کیے سرخ گال

اور زنخدان کی تشبیہ سیب یا بہی یا کنوین کے ساتھ۔

تسلیم سہسوانی

وہ زنخ اُسکی مثل سیب و بہی | بلکہ سیب و بہی کو اُس سے بہی

اور کاکل کی تشبیہ اژدہا کے ساتھ۔

عبرت

ذقن چاہ وصف مژگان وہ خونخوار | وہ کاکل اژدہا زلف سیہ مار

اور لب کی تشبیہ برگ گل سے اور رخسار کی تشبیہ لالہ سے اور زلف کی تشبیہ سنبل سے۔

میر حسن

تری چشم اور لب پیارے تری زلف اور رخسار | وہ نرگس ہی یہ برگ گل وہ سنبل ہے یہ لالہ ہی

اور دانتوں کی تشبیہ موتی کے ساتھ جیسے۔

ضامن

گوہر نایاب ہین دندان دہان یار مین | سرخی لعل بدخشان ہے زبان یار مین

اور عقل کی تشبیہ چراغ سے جیسے۔

ناسخ

منتظر رنہو دماغ کبھی | گل نہو عقل کا چراغ کبھی

اور رخ کی تشبیہ خورشید سے جیسے۔

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا | مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا

بیان تشبیہ بعید

بعض تشبیہ ایسی ہوتی کہ اُس مین وجہ شبہ بعد تامل کے معلوم ہوتی ہے اس کو تشبیہ بعید اور غریب کہتے ہین اور اُسکے کئی سبب ہین۔

(۱) وجہ شبہ متعدد ہو جیسے۔

جرأت

تشبیہ رگ گل سے انھین دون تو ہے زیبا — ڈورے ہین تری آنکھ کے ای رشک چمن سرخ

آنکھ کے ڈورون کو رگ گل سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ایک تو سرخی ہے اور دوسرے باریکی۔

آتش

سرمہ منظور نظر ٹھہرا ہے چشم یار کو — نیلگون گنڈا پنھایا مردم بیمار کو

سرمے کی تحریر کو نیلگون گنڈے سے تشبیہ دی ہے اس مین وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک رنگ دوسرے باریکی

آتش

بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانے سے — واقعی زور نہین پنجۂ شل سے ہوتا

شانے کی تشبیہ ہین پنجے کے ساتھ وجہ شبہ متعدد ہے ایک تو صورت شکلی کہ اس مین دندانے انگلیون کی طرح ہوتے ہین دوسری وجہ شبہ بے حس و حرکت ہونا ہے۔

(۲) وجہ شبہ مرکب ہو جیسے۔

سودا

یون منعکس صفائے عمارت سے ہو چمن — جو ایک رو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو
چادر تلے ہو آب کے یون سنگ آبشار — چین بر جبین نقاب تلے جون رخ نکو
یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جس طرح — کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو

ولہ

بخشتی ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی — پوشش جھینٹ قلمکار بہر دشت و جبل
تا بارش مین پروتے ہین گہرہاے تگرگ — ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر — ساغر لعل مین جون تہ کیے زمرد کو حل

آتش

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا — چاہ یوسف مین خضر بہر تماشا کودا

انیس

یون برچھیان تھین چار طرف اس جناب کے — جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے

(۳) مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ دو کی نسبت ہو جیسے۔

آتش

گورے گالون پر ترے زیبا ہے خال عنبرین — تھا یہی مینا سزاوار ایسی لوح سیم کا

ظاہر ہے کہ گورے گالون اور سیاہ خال کو لوح سیم اور مینا کے ساتھ عدم اعتبار تشبیہ کی صورت مین مناسبت نہین۔

سُرمے کا چشم یار کے دل گشتہ ہو گیا | ولہ لار اپڑا ہے زنگی ابلق سوار سے

لطف

جو پریزاد کا خال تہ گیسو ہو گا | جان لو سانپ کے نیچے کا وہ بچھو ہو گا

مصحفی

حق نے کیا اُس کو تازگی دی ہے | ہر بنا گوش گُل کی پتی ہے

وزیر

جا کے دل بھول گیا راہ نہ آیا پھر کر | کوچۂ زلف ہی یا بھول بھلیان سر پر

(۴) مشبہ بہ ذہن مین ندرت کے ساتھ آئے بسبب اُسکے کہ وہمیات سے ہو یا خیالات سے۔

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا | کسی نے چھوڑدی ہے لال مچھلی حوض کوثر مین

خلیق

موے سر پا نو تپہ اے رشک صنوبر نہین | سرو کی چوٹی سے نکلا ہی نہال کاکل

امانت

جلوہ کاکل کا نہین رُخ پہ نظر آتا ہے | کان کی لو کا دھوان ناز سے بل کھاتا ہے

ولہ

بخشی کیا زیور نے اُس رشک چمن کو تازگی | کان کا پتا نہال تن کو کونپل ہو گیا

قلق

نظر آیا جو اُس کے کان مین یاقوت کا بندہ | کہی یہ بات دل نے بھین ہی مار زلف پیچان کا

وزیر

لگا مضمون ہاتھ اُس کان کی مچھلی کی بالی کا | یہ جسنے چشمۂ خورشید سے مچھلی نکالی ہے

گوکل پرشاد رسا

بکھرے رُخسار و نپہ گیسو جو ترے سیم بر آج
سانپ اُڑتے نظر آئے مجھے خورشید پر آج

کوکلا

نہین گیسوے عنبرین اُن کے | دود بخت سیاہ عاشق ہے

امانت

ناک کے پاس بھوین سر نہین نہوڑائے ہین | شاخ بلورین مین تلوار کے پھل آئے ہین

تشبیہ مین وجہ شبہ جس قدر ترکیب زیادہ رکھتی ہوگی اُسی قدر اُس مین بعد اور غرابت زیادہ ہوگی اور جتنی کم تفصیل اور ترکیب رکھتی ہوگی اُتنی ہی زیادہ قریب اور مبتذل ہوگی۔ تشبیہ مین جس قدر بعد و غرابت زیادہ پیدا ہوتے ہین اُسی قدر زیادہ بلیغ ہوتی ہے اور بہ نسبت قریب و مبتذل کے اُس مین بہت لطف ہوتا ہے پس مولوی شبلی نے جو موازنہ مین تشبیہ قریب الفہم کو تشبیہ کا بڑا کمال سمجھا ہے تحقیق کے خلاف ہے۔

کبھی تشبیہ مبتذل تھوڑا سا تصرف کرنے سے غریب ہوجاتی ہی جیسے زلف کو شانہ پر اُفتادہ ہونیکے سبب سے دل خانہ بدوش کہین۔

ذکی

شانو نپہ اُس پری کے پریشان جو زلف ہے | انداز اُڑائے ہے دل خانہ بدوش کا

یا زلف کے دونون رخسارو نپر آویختہ ہونے کی وجہ سے اُسکو مار دوسر ہسے کے ساتھ تشبیہ دینا۔

نفیس

تشبیہ دے چکا ہون مین مار دوسر کے ساتھ | زلفونکو اُسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

یا دونون ابروون کو دو ہلالون سے تشبیہ دے کر اُن کے یکجا نظر آنے کا ادعا کرنا۔

ظفر

ابرو مین تماشا ترے اے رشک قمر دو | یک جا مہ نو سامنے آتے ہین نظر دو

مرزا محمد اسمعیل طپش

کہا دل سے کہ چل تجھکو تماشا ایک دکھلاؤن | تہ کاکل عرق آلودہ وہ گردن جھلکتی ہے
لگا کہنے طپش مین گھر سے باہر کسطرح نکلون | اندھیری رات ہی برسات ہی بجلی چمکتی ہے

اگرچہ تنہا کاکل کی تشبیہ اندھیری رات سے اور عرق کی برسات سے اور جھلکتی ہوئی گردن کی چمکتی ہوئی بجلی سے عامیانہ ہی مگر تینون کے ایک جا جمع ہونے سے نادر ہوگئی ہی۔

جھکا بار پستان سے چلنے مین قد | **برق** | اناروں سے خم شاخ تر ہوگئی

پستان کو انار سے تشبیہ دی ہی اور یہ کوئی غریب تشبیہ نہیں مگر تصرف کرنے سے غرابت آگئی ہی۔

کندن کی طرح جسم دمکتا ہے یار کا ولہ پھبتی کمر پہ سوجھی ہی سونے کے تار کی

سونے کے تار کے ساتھ تشبیہ کمر یار کی تبذل تھی مگر کندن کیطرح دمکنے کی مناسبت سے نادر ہوگئی۔

آباد

شک ہے کمر یار کے اور رگ جان کا
کیسی رگ گل رشتۂ باریک کمان کا

شاعر کو کمر یار کی تشبیہ رگ گل اور رشتہ باریک کے ساتھ بھی منظور ہے اور یہ تشبیہ تبذل تھی مگر استفہام انکاری کے طور پر بیان کرنے سے غرابت ہوگئی۔

عاشق

دانتوں میں زلف کو جو دباتے ہو بار بار
کاٹے گا ڈاک سانپ کا جب سر کچل گیا

زلف کی تشبیہ سانپ کے ساتھ تبذل تھی مگر شاعر کے تصرف سے اُس میں غرابت آگئی۔

مجیب

مشک ختن زلف کو میں نے کہا
مجھ سے یہ اک کار خطا ہوگیا

تشبیہ زلف کی مُشک کے ساتھ تبذل تھی مگر خطا کے ذکر سے غرابت آگئی۔

مملو

مصحف رُخسار پر رکھتی قدم ہے بار بار
زلف کافر کو عبث سر پر چڑھایا آپنے

رخسار کی تشبیہ مصحف کے ساتھ اگرچہ تبذل ہی مگر کافر کے ذکر نے اُسے نادر کردیا۔

حسام

ہندوے زلف کی صحبت ہی اُنھیں آٹھ پہر
نہیں معلوم کہ کیسے ہیں مسلمان عارض

زلف کی تشبیہ ہندو کے ساتھ ہے اور مسلمان کے ذکر کی وجہ سے اس میں غرابت آگئی ہی۔

میر قاسم علی شوکت

کسنے دکھلایا ہے یہ چاند سا تلوا مجھکو
ایڑیاں گھستے ہی گذرا یہ مہینا مجھکو

اگرچہ تلوے کی تشبیہ چاند کے ساتھ تبذل ہی مگر ایڑیاں گھسنے اور مہینے کے ذکر نے اسے بلیغ کردیا ہے۔

نسیم

موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جوان کا
اک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا

لٹھ کی تشبیہ عصائے موسیٰ کے ساتھ غریب نہ تھی مگر جب یہ کہا کہ ایک ہی لاٹھی سے سب کو

ہانکا تو اس مین غرابت آگئی۔

آصف الدولہ

زلف مشکین مین پریرو کے یہ دل کیون پھنسے | ایسا صیاد ہو اور ہاتھ مین دام ایسا ہو

زلف کی تشبیہ دام کے ساتھ اور معشوق کی تشبیہ صیاد کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہے مگر ان کے اجماع سے غرابت آگئی۔

الہام

آنکہ وہ دشنہ کہ طعنہ کٹار پر مارے | مژہ وہ تیر کہ خنجر کو دھار پر مارے

اگرچہ نگاہ کی تشبیہ دشنے کے ساتھ اور مژہ کی تشبیہ تیر کے ساتھ بلیغ نہین مگر کٹار پر طعنہ مارنے اور خنجر کو دھار پر مارنیکے ذکر سے غرابت آگئی۔

عاصی

دل مبتلا ہے عشق زنخدان یار مین | کافی ہے ڈوبنے کے لیے یہ کنوان مجھے

زنخدان کی تشبیہ کنوین کے ساتھ مبتذل ہے مگر ڈوبنے کے ذکر نے ندرت پیدا کردی۔

عشقی

خدا جانے ہوا ہے بت کیا بلا چاہ زنخدان مین | نہ مانگا اُسنے پانی جو گرا چاہ زنخدان مین

پانی نہ مانگا کے ذکر نے اس تشبیہ مین ندرت پیدا کردی ہے۔

رسا

دیتے ہین قد یار سے کیون سرو کو تشبیہ | وہ بے ثمر ہے اس مین ہی سیب ذقن کا پھل

سرو اور قد یار کی تشبیہ مین بوجہ اپنے مفردات کے کوئی غرابت نہین مگر ثمر کے ذکر کی وجہ سے غرابت آگئی

سلام

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ | درازی رات کی بیمار سے پوچھ

اگرچہ زلف کی تشبیہ رات سے اور آنکھ کی بیمار سے علٰحدہ علٰحدہ کوئی خوبی نہین رکھتی مگر ان کے اجماع سے ندرت آگئی۔

گویا

کیونکر کہون پیشانی کی افشان کو ستارے | جب ماہ نہ ہو چہرۂ تابان کے برابر

اور اگر تشبیہ مبتذل مین تصرف بطریق شرط کے ہو تو اُسکو تشبیہ مشروط کہتے ہین جیسے یون کہین کہ تجھکو سرو کہہ سکتے ہین اگر سرو مین ماہ کا ثمر لگتا ہو یا تجھکو ماہ کہہ سکتے ہین اگر ماہ مین سرو کا قد ہو۔

شباب ساکن جاورہ

برگ گل کی طرح ہین لب اُسکے — اُس مین اعجاز کا اثر ہوا گر
اُس کی آنکھین ہین صورت نرگس — اُس مین بینائی کا گذر ہوا گر

اِسی قبیل سے ہے۔

وقار

اُس صبح رُخ کے ناخن پا کا جواب تھا — ہوتین بلندیان اگر ابروے شام مین

انیس

رُخسار کو قمر جو کہون اُس مین داغ ہے — خورشید ہی تو کیا ہو وہ دن کا چراغ ہے

غلام علیخان وحشت

دل ترا سنگ ہی پر آگ نہ نکلی گا ہے — رُخ ترا آئینہ ہی پر کبھی حیران نہ ہوا

مفردات اُسکے تبذل ہین مگر بوجہ استدراک کے غرابت پیدا ہو گئی۔

دبیر عون و محمد کے سراپا کے بیان مین کہتے ہین

رو دار ہے خورشید پہ ابرو نہین رکھتا — ابرو بہ نور کھتا ہے پر رو نہین رکھتا
قد رکھتا ہی طوبےٰ پہ یہ گیسو نہین رکھتا — سُنبل ہے کہ ہین گیسو قد دلجو نہین رکھتا

گر آنکھ ہی نرگس کی تو بینائی نہین ہے
غنچہ کے دہن ہی تو یہ گویائی نہین ہے

رُو ہے گل جنت مین یہ رخسار نہین ہے — ایمن ہین تجلی ہی یہ دیدار نہین ہے
قد رکھتا ہی طوبےٰ پہ یہ رفتار نہین ہے — شیرین لب کوثر ہی یہ گفتار نہین ہے

آئینے مین رو ہے یہ خط سبز کہان ہی
غنچے کے دہن ہی نہ زبان ہی نہ بیان ہی

شامل پر پوشیدہ نہین ہی کہ ان اشعار مین چہرے کی تشبیہ خورشید کے ساتھ اور ابرو کی تشبیہ مہ نو کے ساتھ اور قد کی تشبیہ طوبیٰ کے ساتھ اور آنکھ کی تشبیہ نرگس کے ساتھ اور دہن کی تشبیہ غنچے کے ساتھ اور رخسار کی تشبیہ گل کے ساتھ اور ہونٹ کی تشبیہ لب کوثر کے ساتھ اور رو کی تشبیہ آئینے کے ساتھ ملحوظ ہی مگر اس طرح بیان کیا ہی کہ غرابت آگئی ہے۔

اسی قبیل سے ہی ناسخ کا یہ شعر۔

مشک مین خوشبو ہے پیچ وتاب مثل ہو نہین		پیچ ہے سنبل مین مثل ہو مگر خوشبو نہین

المعجم فی معاییر اشعار العجم مین شمس الدین محمد بن قیس الرازی نے تشبیہ مشروط کے بعد تشبیہ معکوس لکھی ہے اور اسکی تعریف مین کہا ہے کہ **تشبیہ معکوس** یہ ہے کہ اول ایک چیز کے ساتھ دوسری چیز کو تشبیہ دین پھر بعد اسکے مشبہ بہ کو دوسری وجہ سے مشبہ کے ساتھ تشبیہ دین جیسے گھوڑونکی ٹاپون سے میدان جنگ کی زمین ہلال کی طرح ہوگئی اور ہلال زمین کی طرح اول زمین کو گھوڑون کے نعل کی وجہ سے ہلال کے ساتھ تشبیہ دی پھر ہلال کو کثرت غبار سے زمین کے ساتھ تشبیہ۔ دوسری مثال۔ ممدوح کی تعریف مین کہیے اُس کے حلم کے آگے بھاری زمین ہوا کی طرح ہلکی ہے اور اُسکی طبع کے مقابل ہلکی ہوا زمین کی طرح بوجھل ہے۔ تیسری مثال۔ روے زمین ہتھیارون کی کثرت سے پشت فلک کی طرح ہوگیا اور غبار کی وجہ سے روے فلک پشت زمین کی طرح بن گیا۔

ظفر

خاک کو مسند کمخاب سمجھتے ہین فقیر		اور وہ جانتے ہین مسند کمخاب کو خاک

منیر

ثقالت آب دریا مین تری ہے سنگ ساحل مین		کلیجا پانی کا پتھر ہے پتھر کا جگر پانی

بیان تشبیہ تمثیل وتشبیہ غیر تمثیل

اگر وجہ شبہ کئی چیزون سے حاصل ہوئی ہو تو اُسکو **تشبیہ مرکب** کہتے ہین اور **تشبیہ تمثیل** بھی اسی کا نام ہے مگر بغیر قید تشبیہ کے صرف تمثیل نہین کہتے اور سکاکی نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ وجہ شبہ وصف حقیقی نہ ہو بلکہ امر متوہم ہو اور شیخ عبدالقاہر جرجانی کے نزدیک تشبیہ تمثیلی وہ تشبیہ ہے جس مین وجہ شبہ مرکب عقلی ہو اور اگر مرکب حسی ہو تو اُسکو **تشبیہ تمثیلی** اور **ضرب المثل** نہ کہنا چاہیے جیسے مہر کے اس شعر مین ؎

اے مہر پیچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل		گویا وہ اک گدھا ہے کتب سے لدا ہوا

اس مثال مین عالم بے عمل مشبہ اور گدھا کتابون سے لدا ہوا مشبہ بہ ہے اور محنت اٹھانا اور پھر ایسے بڑے نفع کی چیز سے محروم رہنا صفت مجموعی کہ مرکب کئی چیز سے ہی وجہ شبہ ہے اور یہ صفت حقیقی نہین ہے اور عقلی بھی ہی پس یہ سب کے نزدیک تمثیل ہے سکاکی کے نزدیک باعتبار

غیر حقیقی ہونے کے اور شیخ کے نزدیک باعتبار عقلی ہونے کے اور جمہور کے نزدیک اس واسطے کہ اُن کے نزدیک یہ قیود معتبر نہین بلکہ عام ہے اس سے کہ حسی ہو یا عقلی اور حقیقی ہو یا غیر حقیقی پس اس شعر مین۔

محسن

چمن مین گل پہ یون ہر قطرۂ شبنم پڑا چمکے | انگوٹھی پر گویا سونے کی اک الماس ہے دمکے

بقول شیخ کے تمثیل نہین ہے کیونکہ اس شعر مین ایک سُرخ اور مدور چیز کے درمیان ایک سفید و بُراق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہے اور یہ امر مرکب حسی ہے اور چونکہ یہ وصف حقیقی ہے اس لیے سکاکی کے نزدیک بھی تمثیل نہین۔

عبرت

دُر دندان دہن مین یون ہین باہم | نہان غنچے مین جون قطرات شبنم

اس شعر مین بھی وہی حال ہے کیونکہ ایک گول اور سُرخ فام چیز مین ایک سفید اور بُراق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہے اور یہ مرکب حسی اور وصف حقیقی ہے۔

سودا

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف | ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا
جو ناتوان نہ کرین دست گیری دشمن | تو خار و خس نہ کرے شعلے کو کبھو برپا
فتادگی مین یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش | کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہ نما

سب کے نزدیک ان اشعار مین تمثیل ہے۔

اور اگر وجہ شبہ مرکب نہو گی بلکہ واحد یا متعدد ہو گی تو اُسکو تشبیہ غیر تمثیل کہین گے مثال اول جیسے خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین اور جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین مثال دوم جیسے بہی کی تشبیہ مین سیب کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی و باریکی اور پیچیدگی۔

بیان تشبیہ مفصل ومجمل

جس تشبیہ مین وجہ شبہ مذکور ہو اُسکو تشبیہ مفصل کہتے ہین جیسے فلان آدمی شجاعت مین شیر کی طرح ہے۔

گلزار نسیم

دستور کہ عرض کر چکا تھا | آشُل دل بدگمان مُرکا تھا

ولہ

وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر ۔۔ مانند سرشک چشم مادر

ولہ

لرزہ سا چڑھا وہ دیونی پر ۔۔ مانند حواس اڑی وہ مضطر

ظفر

اُس شعلہ خو سے بزم جہان مین لگا کے لو ۔۔ مانند شمع آپ کو ہم نے گھُلا دیا

دبیر

سیماب سا سینے مین تڑپنے جو لگا دل ۔۔ اُٹھ گر کے کئی بار اُٹھی صورت بسمل

نفیس

چمک رہے ہین دُرِ نظم اختر ونکی طرح ۔۔ ادا ہے شاہد مضمون مین دلبرونکی طرح

ذوق

ہوا مین ہی یہ طراوت کہ دود گلخن بھی ۔۔ برستا اُٹھتا ہی آتش سے مثل ابر مطیر

شیخ

ایسی تاریکی ہی مانند زحل ہووے سیاہ ۔۔ آئے گر خورشید میرے بیت احزان کیطرف

ناسخ

حویلی ہو گئی لنکا کی طرح اے یار سونے کی ۔۔ ترے پرتو سے ہوتی ہے گلی دیوار سونے کی

اسی قبیل سے ہی وہ تشبیہ بھی جس مین وہ چیز مذکور ہو جسکو وجہ شبہ لازم ہو جیسے۔

ظفر

حلاوت اس شوخ لعل لب کے نہ پوچھو بوسے کی ہی یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھول دے لے کے آب خالص

ولہ

کھائے ہی کس کس حلاوت سے دل عاشق نے ۔۔ شیر غم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا

بیت اول مین لب معشوق کے بوسے کو شہد مین گھلے ہوے آب خالص سے تشبیہ دی اور دوسری بیت مین شیر غم کو نیشکر سے تشبیہ دی ہی۔ اور وجہ شبہ دونون جگہہ شیرینی بیان کی ہی اور درحقیقت وجہ شبہ دونون جگہہ رغبت ہے اور وہ شیرینی کو لازم ہے اور یہ بوسہ لب معشوق اور

شہد مین حل کیے ہوے آب خالص مین مشترک ہے اسی طرح غم اور نیشکر مین بھی رغبت مشترک ہے اور شیرین دونون جگہہ وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ مطعوات کے خواص مین سے ہے پس شیرینی بو سے اور غم مین موجود نہو گی کیونکہ وہ کھانے کی چیزون مین سے نہین ہین اور جامع کے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین موجود ہو اور حق یہ ہے کہ ایسی چیز کو وجہ شبہ کی جگہہ ذکر کرنا جو خود وجہ مشبہ نہو بلکہ وجہ شبہ کا ملزوم تسامح اور تساہل ہے اسی قبیل سے ہے ان دو شعرون مین۔

شہیدی

کبھی عمدًا جو ہکلا کر وہ مجھ سے بات کرتا ہے	مزہ دیتا ہے اُس کا ہر سخن قند مکرر کا

وجاہت

کیا ذائقہ بیان کرون اُسکی بات کا	جو بات ہے بس اُس مین مزہ ہے نبات کا

ظفر

حرف جلنے کا زبان پر لانا اے جانان مرے	ہے وہ میرے حق مین جیسے موت کا پیغام تلخ

معشوق کے جانے کی بات کو موت کے پیغام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مذکور یہان تلخی ہے حالانکہ درحقیقت وجہ شبہ ناگواری ہے جو تلخی کو لازمی ہے۔

مومن

درد شراب و سختی قاتل	تلخ سخن مانند ہلاہل

سخن کی تشبیہ مین ہلاہل کے ساتھ وجہ شبہ ناپسندیدگی ہے اور وہ تلخی کو لازم ہے۔

عبرت

پر اُسکے سبز مثل بخت کامل	یہ منقار اُسکی پرخون صورت دل

پرون کی تشبیہ مین بخت کامل کے ساتھ وجہ شبہ عمدگی ہے اور وہ سبزی کو لازم ہے اور یہ پر اور بخت کامل مین مشترک ہے اور سبزی وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ اجسام کے عوارض مین سے ہے جو محسوسات مین داخل ہے اور بخت عقلیات مین سے ہے پس سبزی بخت مین موجود نہو گی۔

ولہ

اگرچہ سبز ہے ظاہر مرا رنگ	یہ باطن مین مرے آتش ہے جون سنگ

طوطے کے باطن کی تشبیہ مین سنگ کے ساتھ وجہ شبہ سوز ہے جو آتش کو لازم ہے۔

غلام حسینخان قدیرؔ

جلایا جو پروانہ سان اُسنے مجھکو	کہا مین نے بجھی شمع رو اُس کو جلکر

متکلم کی تشبیہ مین پروانے کے ساتھ وجہ شبہ تکلیف ہے جو جلنے کو لازم ہے۔

ذوقؔ

عقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر	فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

انسان کی تشبیہ مین شمس کے ساتھ عقل وجہ شبہ نہین بلکہ انکشاف ہے جو عقل کو لازم ہی اور یہ انسان و شمس دونون مین موجود ہی اور عقل وجہ شبہ اسلیے نہین کہ وہ انسان سے مخصوص ہے اور اجرام علوی غیر ذی روح ہین اسی طرح انسان کی تشبیہ مین کان گوہر کے ساتھ وجہ شبہ کثرت منفعت ہی جو علم کو لازم ہے اور یہ ذی علم انسان اور کان گوہر مین مشترک ہی اور علم وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ ذی روح ذی عقل کی شان سے ہی پس علم کان گوہر مین موجود نہوگا اور کوہ رحمت اُکے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ برداشت کرنا ہے اور یہ امر انسان اور کوہ مین مشترک ہی اور حلم وجہ شبہ نہین کیونکہ حلم عذاب مین آہستگی کرنے کو کہتے ہین اور یہ امر پہاڑ مین پایا نہین جاتا۔

ناسخؔ

غمخانہ تیری یاد مین ہو کدہ بہشت	زہر غم فراق مزے مین ہے کدہ بہشت

زہر غم فراق کی تشبیہ مین ادہشت کے ساتھ کہ ایک قسم کی مٹھائی ہی وجہ شبہ در حقیقت مزہ نہین بلکہ مرغوبی ہی جو مزہ کو لازم ہے۔

اور وجہ شبہ مذکور نہو تو اس تشبیہ کو تشبیہ مجمل کہتے ہین اور یہ کئی طرح ہے۔

(۱) یہ کہ وجہ شبہ غیر مذکور اُس مین ایسی ہو کہ ہر ایک کو بے تامل معلوم ہو سکتی ہو جیسے۔

مرزا حاتم علی مہرؔ لکھنوی

بھوین تلوار ہین تو تیری نگاہین ہین تیر	موے مژگان جنھین سب کہتے ہین وہ بھالے ہین

جنونؔ

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین ابتک	تمھارا چاند سا چہرہ ہی اور تارے گال
گل سماتے نہین جاتے مین خوشی کے مارے چہرا	جب سے دیکھا ہی ترے پھول سے رخسارون کو

مومنؔ

داغ اُسکے زبس مثال گل تھے	تجھے ہاتھ کہان نہال گل تھے

نسیم

ہم بستر آدمی پری تھی ❊ سائے کی بغل مین چاندنی تھی

نادر

سی ہی مثل سرکہ لب اُسکا انگبین ہے ❊ بوسہ جو آج لیجے لطف سکنجبین ہے

عبرت

نکل کر جب چلی گلشن سے وہ ماہ
مین کہتا تھا کہ سرو بوستان ہے
تدرو باغ بولا بھر کے اک آہ
نہ سمجھا یہ کہ تو سرو روان ہے

(۲) وجہ شبہ غیر مذکور پوشیدہ ہو اور سوا خواص کے اسکو کوئی اور معلوم نہ کرسکے جیسے۔

مومن

ہے رگ خواب سے غفلت محسوس ❊ ہوگئی طرز تجاہل کابوس

وجہ شبہ تشبیہ تجاہل مین کابوس کے ساتھ نیند مین ڈر کر چونک پڑنا اور چلانا اور آواز مین اختلال آجانا ہی اور ظاہر ہے کہ یہ اُمور ہر آدمی پر فوراً ظاہر نہین ہوسکتے۔

اسرار

وہ جب ہنستے ہین یہ کہتا ہون یارب ❊ یہ بجلی دیکھیے گرتی کہان ہے

یہان ہنسنے کی تشبیہ برق کے ساتھ واقع ہوئی ہی ہنسنا معشوق کا بسبب شوخی کے واقع ہوتا ہی یا بسبب اسکے کہ ہنسنے مین دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہوجاتی ہی اسواسطے اسکو برق سے تشبیہ دیتے ہین اور یہ اُمور سوائے خواص کے اور کوئی دریافت نہین کرسکتا۔

ذوق

واہ وا کیا معتدل ہی باغ عالم کی ہوا ❊ مثل نبض صاحب صحت ہی ہر موج صبا

موج صبا کو صاحب صحت کی نبض کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت ایسی چیز ہے جس کو سوائے طبیب کے دوسرا نہین جان سکتا مثلاً صاحب صحت کی نبض طول مین چار انگل سے نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ اور انگلیون کو اُسکی حرکت زور سے صدمہ نہین دیتی اور نہ جلد چلتی ہی نہ آہستہ اور چھونے مین نہ گرم معلوم ہوتی ہے نہ سرد اور نہ انگلیون کی چوڑائی سے اُسکی حرکت زیادہ ہوتی ہے نہ بہت کم اور اُسکی حرکت ایک ہی طور پر ہوتی ہی اور ڈاکٹرون کے قول کے مطابق بلوغت مین صاحب صحت کی نبض ایک منٹ مین نوے مرتبہ چلتی ہے اور جوانی مین پچھتر مرتبہ۔

ولہ

پاس دین تیرا جو زنار کی چاہے تبدیل | دوش گردون پہ خط منطقہ ہو خط نطاق

خط منطقہ ایک دائرہ ہے کہ بارون برج اُسی دائرے پر واقع ہین اور نطاق کمربند یعنے پٹکے کو کہتے ہین دائرہ منطقۃ البروج کا اپنی حمائلی شکل جو پہنی ہوئی زنار سے مشابہت رکھتی ہے چھوڑ کر ایسے خطکی شکل اختیار کر لینا جو کمر سے بندھے ہوے پٹکے کی طرح جس مین زنار کی شکل عین ہوتی وجہ شبہ ہے اور یہ باتین عوام کی سمجھ سے دور ہین۔

ولہ

دل افگار کا ہے سودۂ الماس علاج | سنگ ہی سنگجراحت لبِ زخم جہان

سنگ کو سنگجراحت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ زخم سے خون کا بند کرنا خشکی پیدا کرنا اور رطوبت کو سکھانا وغیرہ افعال ہین جنکو سواے طبیب کے دوسرا نہین سمجھ سکتا۔

ولہ

انعی زلف کے کاٹے کو ہی جون مہرۂ مار | گوش خوبان مین تہ زلف سمن سا گوہر

گوہر کو مہرۂ مار سے تشبیہ دی ہی جو ایک پتھر ہے جسے سانپ کے کاٹے ہوے زخم پر لگاتے ہین تو چپک کر زہر چوس لیتا ہی وجہ شبہ اپنی تاثیر سے سانپ کے زہر کو دفع کرنا ہی اور یہ امر سواے طبیب کے دوسرے کو معلوم نہین ہو سکتا۔

ولہ

گر سحاب قہر تیرا ہو تگرگ افشان تو ہو | حال اہل قاف وہ اے خسرو عالی مقام
وادی لطحا مین جیسے بر سر اصحاب فیل | معجز طیر ابابیل آیا وقت انہزام

ممدوح کے سحاب قہر کی تگرگ افشانی کو اہل قاف پر اُس واقعہ کے ساتھ تشبیہ دی ہی جو کعبے کے پاس اصحاب فیل کو ابابیل سے پیش آیا تھا اور وجہ مشابہت اس مین جو بات ہے اُسکو عوام مشکل سے جان سکتے ہین۔

امیر

دل صاف زبان صاف سخن صاف ہی میرا | موتی کی لڑی ہی کہ مسلسل ہری تقریر

یعنی جسطرح لڑی کا ہر موتی اچھا معلوم ہوتا ہی اور لڑی کے کسی حصے مین چھوٹے بڑے ہونے کا تفاوت نہین پایا جاتا یہی حال میری تقریر کا ہی کہ اُسکے کسی حصے مین تفاوت اور نقصان نہین ہوتا وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ مین ایسا تناسب ہی جس مین تفاوت ممتنع ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ مشبہ بہ مین یہ تناسب فقط صورت کے اعتبار سے ہی اور مشبہ مین صورت یعنی لفظا اور معنے دونون کے اعتبار سے اور ظاہر ہے کہ اس وجہ کو سواے خاص کے

دوسرا آدمی نہیں جان سکتا۔

ولہ انہیں اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی	یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین

(۴۳) تشبیہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کا وصف مذکور نہو اور مراد وصف سے وہ چیز ہو جس سے وجہ شبہ پر دلالت ہوتی ہو۔

صبا

ہلال ابروے قاتل نے معرکہ مارا	نیام شب مین نہان تیغ آفتاب ہے ری

ابرو کو ہلال کے ساتھ اور شب کو نیام کے ساتھ اور آفتاب کو تیغ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کسی کے ساتھ کوئی ایسا لفظ مذکور نہین جس سے وجہ شبہ پر اشارہ ہوتا ہو۔

امانت

پیستا ہے دانت سوتے مین وہ دریاے مراد	خواب مین دیکھے نہ تجھے ہنتے تو گوہر ہوتے

چونکہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے ایک کے لیے بھی کوئی وصف مناسب مذکور نہین ہے اس لیے وجہ شبہ پر ایما نہین ہوتا۔

عیشی

دندان ولب کے وصف مین تشبیہ ہے نئی	دو لعل ہین ازل سے یہ کان گہر کے ساتھ

قلق

یاقوت کان مین جگر سنگ مین ہے لعل	صورت پہ ہے صنم ترے منہ مین اگال کی

یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے کسی کا وصف مذکور نہین اسلیے وجہ شبہ پر اشارہ کسی لفظ سے نہین ہو سکتا۔

سرفراز علی خان وحید

افعی کہو ناگن کہو اژدر نہ بتاؤ	اتنا نہ بڑھاؤ سخن مختصر زلف

(۴۴) صرف مشبہ کا وصف مذکور کرین جیسے۔

اختر

کبھی مرجان کبھی یاقوت کبھی لعل لکھا	چوری کرتا ہون مین اے دست حنائی تیری

مشبہ یعنی دست کا وصف حنائی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجہ شبہ دست کی تشبیہ مین مرجان اور یاقوت اور لعل کے ساتھ سرخی ہے۔

دل یہ کہتا ہے بدخشان مین شفق پھولی ہے	سرخ جب ہونٹ ترے پان سے ہم دیکھتے ہین

ہونٹ مشبہ ہے اور شفق مشبہ بہ ہے اور سُرخی زبان وصف مشبہ کے ہین جن سے یہ بات سمجھی
جاتی ہے کہ وجہ شبہ یہان سُرخی ہی۔

نادر

گوندھا چوٹی کو جو موباف سبہ سے اے پری
لے ہوا تیار یہ اک اور جوڑا سانپ کا

مومن

تھی پشت خمیدہ یا کمان تھی
تھا تیر کہ آہ خون چکان تھی

(۵) فقط مشبہ بہ کا وصف مذکور کرین جیسے۔

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا
کسی نے چھوڑ دی ہی لال مچھلی حوض کوثر مین

لال کہ وصف مشبہ بہ کا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ زبان کو مچھلی کے ساتھ تشبیہ سُرخی مین دی ہی۔

سید اصغر علی آبرو

کسی دن اسطرف یارب ہو رخ ابروے جانان کا
کہ ہم بھی دیکھ لیں جوہر کہین اُس تیغ بُران کا

ابرو مشبہ ہے اور تیغ بُران مشبہ بہ اور جوہر و بران مشبہ بہ کے مناسبات ہین جن سے معلوم ہوتا
کہ ابرو کو تلوار کے ساتھ کاٹ کی وجہ سے تشبیہ دی ہی۔

امیر

عشق ابرو مین سر اُترا دوش سے
چڑھ گئے ہم دم پہ اس تلوار کے

ابرو مشبہ اور تلوار مشبہ بہ ہے دم اور سر اُترنا جو مشبہ بہ کے مناسب ہین اس بات پر دلالت
کرتے ہین کہ یہان وجہ شبہ کاٹ ہے۔

ولہ

مجھکو قاتل ہی کے لعل لب خندان کی قسم
نیمجان چھوڑ نہ اے تیغ تبسم مجھکو

تبسم مشبہ اور تیغ مشبہ بہ اور نیمجان چھوڑنا مناسب مشبہ بہ کے ہی اس سے معلوم ہوا کہ تبسم کی تشبیہ
مین تیغ کے ساتھ وجہ شبہ قتل کرنا ہے۔

قلق

چمکی جو اُسکی برق تبسم تو شرم سے
بجلی نے منھ پہ لے لیا دامن سحاب کا

تبسم مشبہ اور برق مشبہ بہ ہی اور چمکنا مشبہ بہ کے مناسب ہے جس سے اس بات پر ایما ہوتا ہے کہ

معشوق کے ہنسنے مین جو دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہو جاتی ہی وہ وجہ شبہ ہے۔

رند

یہ سانپ تجھکو ڈسکے نہ جائے کہین اُلٹ	مار سیاہ زلف سے ایدل پناہ مانگ

سیاہ اور ڈس کے اُلٹ جانا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور اس سے اس بات پر اشارہ ہی کہ زلف کی تشبیہ مار کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

ولہ

اللہ کبھی پیچ مین زلفون کے نہ ڈالے	جانبر نہین ہوتے ہین جنھین ڈستے ہین کالے

زلف مشبہ ہی اور کالا سانپ مشبہ بہ اور کاٹنا اور ڈسنا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور یہ ایما اس بات پر ہے کہ زلف کی تشبیہ مار سیاہ کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

میر انیس

جو راہ تھی خوشبو جو محلہ تھا وہ گلزار معلوم یہ ہوتا تھا کہ پھولون کا ہی انبار	روشن تھا مدینے کا ہر اک کوچہ و بازار کھولے ہوے تھا آہوے شب نافۂ تاتار

میر انیس اُس رات کا حال بیان کرتے ہین جس مین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوے تھے اس رات ہر گلی مین خوشبو پھیلنا بیان کیا پھر رات کو آہو سے تشبیہ دی اور نافۂ تاتار جو وصف ملائم مشبہ بہ ہی ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس تشبیہ مین وجہ شبہ خوشبو ہے۔

(۶) مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا وصف ذکر کرین جیسے۔

سچ کہا ہی آگے کالے کے نہین جلتا چراغ	ذوق	چھپ گیا مہر رخ یہ تیرے زلف شبگون دیکھکر

زلف کے مناسب شبگون ہی اور سانپ کے مناسب کالا ہونا اور چراغ کا نہ جلنا اور یہ چیزین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وجہ شبہ سیاہی ہی۔

ہر اک حلقہ ہی کالا جیل خانۂ زلف شبگون کا	صبا	دل اسودا زدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا

لفظ شبگون حلقۂ زلف کا وصف ہی اور جیلخانے کا وصف کالا ہی اور یہ دونون وصف اس بات پر دال ہین کہ وجہ شبہ سیاہی و تاریکی ہے۔

امانت

جبین پر جھبتیان ہونے لگین لوح طلائی کی	سُنہری جب چُنی اُس مصحف رخسار نے افشان

لفظ سنہری صفت مناسب افشان کے ہی جو مشبہ ہی اور طلائی وصف مناسب لوح کے ہی اور یہ مشبہ بہ ہے

اور یہ دونوں وصف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ افشان اور لوح میں وجہ شبہ سنہرا رنگ ہے۔

شایان

عالم ہے تاب چہرہ سے چشم سیاہ پر ۔ ہوتا ہے آفتاب سے کالا ہرن کا رنگ

چہرہ مشبہ ہے اور آفتاب مشبہ بہ اور تاب چہرہ کے مناسب ہے اور ہرن کا رنگ کالا ہونا آفتاب کے مناسب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں وجہ مشابہت تابش حرارت ہے اور چشم مشبہ ہے اور ہرن مشبہ بہ اور سیاہ چشم کا وصف ہے اور کالا ہرن کا اور دونوں اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں وجہ شبہ سیاہی ہے۔

بیان تشبیہ مرسل و مؤکد و مطلق و مردود و مقبول

جس تشبیہ میں حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہے اُسکو تشبیہ مرسل کہتے ہیں اسی کا نام تشبیہ صریح بھی ہے جیسے۔

گلزار نسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام ۔ بوتے میں تھا شکل نقرۂ خام

غالب

خدا نے اُسکو دیا ایک خوبرو فرزند ۔ ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ

امیر

کُندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئینے میں تم ۔ سونا ملا ہے مہر کا چاندی میں ماہ کی

تمنا

سر مو ہے وہ مثل تار نظر ۔ کمر یار مثل مو نہ سہی

اور اگر حرف تشبیہ مذکور نہو تو اُسکو تشبیہ مؤکد کہتے ہیں اور یہ دو قسم پر ہے

(۱) صرف حرف تشبیہ محذوف ہو المعجم میں السی تشبیہ کا نام تشبیہ کنایت لکھا ہے۔

عاشق

روشن سواد زلف سیہ فام ہو گیا ۔ دُر ان کا چراغ سر شام ہو گیا

دُر کو چراغ سر شام سے تشبیہ دی ہے حرف تشبیہ محذوف ہے۔

یہ حلقہ مار کے بیٹھا ہے پاس بانی کے ۔ قلق بنا ہے کان کا اُس ماہ رو کی بالا سانپ

رُسوا

زلفون سے چھوٹ کر دلِ عشاق لٹکے ہین
باتون مین بحرِ حُسن کے یہ جھمکیان نہین

مومن

ابرِ رحمت تپِ عذابِ الیم
قطرہ قطرہ سرشکِ خالِ غمین
سایۂ بادرِ احتراقِ جحیم
دانہائے سلاسلِ بجبین

(۲) مشبہ بہ مشبہ کی طرف مضاف ہو جیسے۔

ناسخ

ہوا سے بال اُڑ اُڑ آتے ہین جو اُسکے چہرے پر
غزالِ چشم شوخی کر رہے ہین چین گیسو مین

اس مثال مین چشم کو غزال سے تشبیہ دی ہی چشم مشبہ غزال مشبہ بہ اور مشبہ مضاف ہے طرف مشبہ بہ کے یہی حال چین گیسو کا ہے۔

خلیق

روتے تھے سے کے بوسۂ سیبِ ذقن کبھی
یوسف کا اپنے سونگھتے تھے پیرہن کبھی

ذقن کو سیب سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ مضاف ہی مشبہ بہ کی طرف۔

لالہ رادھا کشن شکر

دیکھ تو ای چشم سیلِ اشک طغیانی مین ہے
گھر سنبھال اپنا کہ دیوارِ مژہ پانی مین ہے

حرف تشبیہ اکثر حذف ہو جاتا ہی اُسکے ذکر کرنے سے حذف ابلغ ہی اسکا حال آگے آئیگا جس تشبیہ مین چارون رکن مذکور ہون اُسکو تشبیہ مطلق کہتے ہین جیسے زید کا چہرہ روشنی مین مانند آفتاب کے ہی چہرہ مشبہ آفتاب مشبہ بہ مانند حرف تشبیہ اور روشنی وجہ مشابہت کی۔

قلق

شاخِ گل سے ہین نازکی مین ستون
صورتِ سرو باغ مین موزون

ستون مشبہ شاخ گل مشبہ بہ نازکی وجہ شبہ سے حرف تشبیہ۔ دوسرے مصرع مین صورت حرف تشبیہ ہے اور وہی ستون مشبہ اور سرو باغ مشبہ بہ اور موزون وجہ شبہ۔

یادگار

چشمِ بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا
مثلِ خورشید درخشان رُخِ روشن نکلا

رُخِ روشن مشبہ خورشید مشبہ بہ مثل حرف تشبیہ اور درخشان وجہ شبہ ہے۔

آتش

شمع سان اظہار کا یارانہ آتش کو ہوا | سر گذشت اپنی زبان تک اپنی لاکر رہ گیا

میر حسن

لے رہیگا جوش گل نے گلستان ہجائیگا | داغ ہی اک اپنے دل پر لالہ سان ہجائے گا

جس تشبیہ کی غرض اچھی طرح ظاہر ہو اور اس مین مشبہ بہ ایسا ہو کہ وجہ شبہ مین وہ مشہور اور کامل ہو اور اسکا حکم مسلم ہو اور بیان امکان مین مخاطب کے نزدیک معروف ہو تو ایسی تشبیہ مقبول ہے ورنہ مردود۔

چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت وضعف کے مبالغے مین

تشبیہ کا استعمال علی العموم آٹھ طور پر ہوتا ہے۔

پہلا یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ اور حرف تشبیہ چارون کو ذکر کرین جیسے زید جرأت مین شیر کی مثل ہے زید مشبہ شیر مشبہ بہ جرأت وجہ شبہ مثل حرف تشبیہ ایسے ہی اس شعر مین۔

غلام حسن خان خیال

جھلک ایسی کوئی دکھلا گیا مہ پارہ غرفے مین | کہ چون چلمن مشبک ہوگیا نظارہ غرفے مین

نظارہ مشبہ اور چلمن مشبہ بہ اور مشبک وجہ شبہ اور چون حرف تشبیہ۔

دلھن بیگم

اتنے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین | گل کی مانند جدھر جاوین مہکتے جاوین

ولی

نہووے چرخ کی گردش سے اسکی چال مین گردش | بجا ہے قطب کی مانند استقلال عاشق کا

وزیر

ہین پیٹ کے ہلکے وہ صدف سان | موتی کی طرح نکل پڑی بات

غافل

اسکے روے حیرت افزا کا پڑا ہے جب سے عکس | مثل آب آئینہ دریا کا آب استادہ ہے

دوسرا یہ کہ چارون مین سے حرف تشبیہ کو حذف کردین جیسے کہین زید حسن مین چاند ہے۔

انیس

پھل پھول مین تھا پھول تجلی مین نخل طور | گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور

ولہ

پستی مین سیل ہے تو بلندی مین ہی سحاب | سرعت مین برق گرم روانی مین جوے آب

مشبہ گھوڑا ہے اور مشبہ بہ یہ تمام اشیا۔

ولہ

رفتار مین ہوا تھا اشارے مین برق تھا | سرعت مین کچھ کمی تھی تو چھل بل مین فرق تھا

ذوق

عقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر | فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

تیسرا یہ کہ وجہ شبہ کو حذف کردین جیسے زید شیر کی مانند ہے۔

امیر علی حیرت

رخ اُسکا تمام گرچہ ہی جون خورشید | اور اُسکے نہال قد سے جی کو اُمید

اسیر

گھٹا کے بدر کو ہر ماہ مین ہلال کیا | تمھارے چاند سے چہرے نے بھی کمال کیا

جرار

گل سماتے نہین جامے مین خوشی کے مارے | جب سے دیکھا ہی ترے پھول سے رخساروں کو

چوتھا یہ کہ استخبار کے جواب مین شبہ کو حذف کردین یعنی کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دیا جاے کہ شیر کی مانند ہے۔

پانچواں یہ کہ وجہ شبہ اور حرف تشبیہ دونون کو حذف کردین جیسے زید شیر ہے۔

مظفر علی اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین جو تل ہے خال سیاہ | بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

لب کو شکر سے اور خال کو تل سے تشبیہ دی ہی اور حرف تشبیہ و وجہ تشبیہ کو ذکر نہ کیا۔

مشتاق

نرگس ہے چشم سرو ہی قد گلعذار ہے | نام خدا وہ شوخ سراپا بہار ہے

لعل لب دانت گہر یاقوت عقیق یمنی | ولہ | سر سے تا پا وہ صنم کان جواہر نکلا

اشرف

ابرو عقرب ہے ذقن تو ہین آپکے اژدر گیسو | ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

ناسخ

روز نوروز جبین ہی شب معراج ہی زلف | ذو الفقار ابروے محبوب ہی قرآن رخسار

چھٹا یہ کہ شبہ اور حرف تشبیہ کو حذف کردین جیسے پوچھین کہ زید کون ہی جواب دین چاند ہی حسن مین۔
ساتوان یہ کہ مشبہ اور وجہ شبہ کو حذف کردین مثلاً دریافت کرین کہ زید کیسا ہی تو کہین کہ شیر کی مانند
آٹھوان یہ کہ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ اور مشبہ تینون کو حذف کردین مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو
جواب دین کہ شیر ہے۔

اقسام مذکورۂ بالا مین سے آٹھوین اور پانچوین قسمین بہت بہتر ہین اور دوسری تیسری چھٹی اور ساتوین قسمین متوسط ہین اور پہلی اور چوتھی نہایت ضعیف وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کے حذف کرنے مین قوت کی وجہ یہ ہی کہ جس وقت حرف کو حذف کیا مثلاً زید حسن مین چاند ہی تو گویا زید کو بعینہ چاند فرض کرلیا اور جس وقت وجہ شبہ کو حذف کیا اور کہا زید چاند ہی تو عمومیت حاصل ہوگئی پس جس تشبیہ مین ان دونون کو ترک کرین گے وہ بہت قوی ہوگی اور جس مین ان دونون مین سے کوئی مذکور ہوگا وہ بہ نسبت اول کے ضعیف ہوگی اور جس مین دونون مذکور ہونگے وہ زیادہ ضعیف ہوگی

دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین

یاد رکھو کہ استعارے مین مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہین یعنی بہادر کو بعینہ شیر سمجھ لیتے ہین مشبہ بہ خواہ مذکور ہو جیسے استعارۂ بالتصریح مین مثلاً شیر کہین اور اُس سے بہادر مراد ہو خواہ مشبہ بہ متروک ہو اور مشبہ مذکور ہو اور وہ شے کہ مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرین جیسے استعارہ بالکنایہ مین جس کا دوسرا نام استعارہ مکنیہ بھی ہی۔

علماے فن بلاغت کا اختلاف ہی اس مین کہ استعارہ کونسا مجاز ہی آیا مجاز لغوی ہی یا عقلی یہان عقلی سے مراد یہ ہی کہ ایک امر عقلی مین تصرف کیا گیا ہو۔ جمہور کا یہ مذہب ہی کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنی وہ ایسا لفظ ہی کہ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہی اس معنی کے غیر مین مستعمل ہوا ہی مشابہت کے علاقے سے اور اس بات پر دلیل یہ ہی کہ ہمنے کسی آدمی کو شجاعت کی وجہ سے شیر کہا تو اس سے مراد نہوگی کہ ہیکل مخصوص کا استعارہ اُسکے لیے ہی بلکہ مشبہ یعنی مرد شجاع کو مشبہ بہ یعنی شیر کی جنس مین بطریق تاویل داخل کرلیا جاتا ہی اور تاویل کی یہ صورت ہی کہ مشبہ بہ کے افراد کو دو قسم پر مقرر کیا جاتا ہی۔

(۱) ایک قسم متعارف و مشہور ہی یعنی جانور درندہ جو نہایت شجاعت کے ساتھ ہیکل مخصوص مین

پایا جاتا ہے۔

(۲) دوسری قسم غیر متعارف اور وہ ایسا شیر ہے کہ جس کو درندۂ معروف کی سی شجاعت حاصل ہے لیکن اُس خاص ہیکل مین ہوکر حاصل نہین مرد شجاع اسی قبیل سے ہی مگر لفظ شیر اصل لغت مین قسم دوم کے لیے موضوع نہین ہی بلکہ قسم اول کے لیے موضوع ہوا ہی پس اس لفظ کا استعمال قسم ثانی پر باعتبار مجاز کے ہی اور یہ اطلاق اُس شے پر ہی جو معنی لغوی کی غیر ہی پس مجاز لغوی ہوا اور صحیح یہی مذہب ہے اور بعض نے کہا ہی کہ وہ مجاز عقلی ہی پس استعارہ امر عقلی مین تصرف کرنے کا نام ہی اس لیے کہ جب کسی کو شیر کہتے ہین تو اُسکو بعینہ شیر (جانور درندہ) ٹھہرا لیتے ہین نہ مثل شیر کے اس صورت مین گویا شیر کے لفظ کا وہ شخص موضوع لہ ہوا پس یہ دعوے کرنا عقل سے تعلق رکھتا ہی نہ لغت سے حاصل یہ ہے کہ زید واقع مین شیر نہ تھا اور اُسکو اپنے نزدیک شیر ٹھہرا لیا ہی اور جو چیز کہ واقع مین نہو اُسکو واقعی ٹھہرا لینے ہی کو مجاز عقلی کہتے ہین پس استعارہ مجاز لغوی نہوا بلکہ مجاز عقلی ہوا اگر مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ نہ ٹھہراتے ہون تو آتش کے اس شعر مین معشوق کا کذب کیسے ثابت ہو۔ ؎

وعدۂ شب نہ کرا ی ماہ لقا جھوٹھ نہ بول	جلوہ گر رات کو خورشید کہان ہوتا ہے

اس مثال سے مقصود یہ ہی کہ اگر قائل معشوق کو بعینہ خورشید نہ سمجھ لیتا تو معشوق کی وعدہ خلافی اور دروغ گوئی اس جگہ صحیح نہ ہو سکتی کیونکہ جلوہ گر ہونا ایسے آدمی کا کہ جو حُسن مین مشابہت خورشید سے رکھتا ہو شب مین ناممکن نہین ہی بلکہ طلوع خورشید ہی کا ناممکن ہے۔

بُدھ سنگھ قلندر

جس جگہ خورشید ہی طالع نہ ہو	روسیہ روز ون کا دن اور رات کیا

یہان خورشید معشوق سے استعارہ ہی اور قائل نے معشوق کو بعینہ سورج سمجھ لیا ہی اسی طرح ناسخ کی اس رباعی مین خدا اور بت کا مقابلہ درست نہو سکتا۔

رباعی

	مومن	
ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی		تربت مین نہ کوئی استخوان ہی باقی
کرتا ہے خدا تو امتحان تا دم زیست		پر بت کا ہنوز امتحان ہے باقی
دشمن مومن ہی رہے بُت صدا		مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا

ناسخ

وقت بے وقت آگیا ہی بستر وہ آفتاب	ہو گئی ہی بارہا شام شب دیجور صبح

اسی طرح اس شعر مین تعجب ثابت نہو سکتا کہ تلوار کی تعریف مین ہے۔ ؎

داغ شور تھا پیدا مہ نو سے منہ تو ہے	پان غل تھا جلا شمع سے یہ شمع کی لو ہے

اسی طرح امانت کے اس شعر مین۔ ؎

فلک یہ تو ہی بتادے کہ حسن و خوبی مین	زیادہ تر ہے ترا چاند یا ہمارا چاند

اگر قائل معشوق کو بعینہ چاند نہ سمجھ لیتا تو مقابلہ دونون چاندون کا درست نہوتا۔
محققین نے اس مذہب کو اس طرح رد کیا ہی کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لینے سے یہ لازم نہین آتا کہ مشبہ موضوع لہ ہوجائے کیونکہ یہ امر ظاہر ہی کہ لفظ خورشید جرم روشن معروف کے لیے بنایا گیا ہی اور شخص حسین کے معنی مین استعمال کر لیا گیا ہی اور تعجب کرنا اسلیے ہی کہ گویا مشابہت کو قطعاً فراموش کیا ہی تاکہ مبالغہ کما حقہ ادا ہوجائے یہی حال دراصل کا ہے اس سے ثابت ہوا کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنے موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہی۔
حسن التوصل الے صناعۃ الترسل کے مؤلف نے کہا ہی کہ استعارہ اُسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے حقیقت کے معنی کا کسی چیز مین ادعا کرنا اور مشبہ کے ذکر کو لفظاً یا تقدیراً ترک کردینا دوسری عبارت مین استعارہ اسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے ایک چیز کو دوسری چیز کردینا یا ایک چیز کو دوسری چیز کے واسطے کردینا پس اگر کوئی یون کہے کہ مین نے شیر کو دیکھا اور مراد اُسکی شیر سے مرد شجاع ہو تو یہ استعارہ ہی اور اگر یون کہے کہ زید شیر ہے تو یہ استعارہ نہوگا اسلیے کہ اسوقت لفظ مین ایک ایسی چیز ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ بعینہ شیر نہین ہے پس مبالغہ حاصل نہوگا یہان حرف تشبیہ محذوف ہی اور اس قسم کو تشبیہ مضمر الاداۃ کہتے ہین۔ تشبیہ مضمر الاداۃ مین اور استعارے مین یہ فرق ہی کہ اول الذکر مین اداۃ تشبیہ کا ظاہر کرنا درست ہے اور آخر الذکر مین درست نہین اسلیے کہ استعارے مین مستعار لہ کا ذکر بالکل متروک ہوتا ہی نہ لفظاً مذکور رہتا ہے نہ تقدیراً کیونکہ اُسکے اظہار سے استعارے کی خوبی جاتی رہتی ہی پس حرف مستعار منہ کے ذکر پر کفایت کرتے ہین بخلاف تشبیہ مضمر الاداۃ کے کہ اس مین مشبہ اور مشبہ بہ مذکور رہتے ہین مثلاً زید شیر ہے پس استعارے مین حرف تشبیہ کے اظہار سے کلام پایۂ فصاحت و بلاغت سے گر جاتا ہی اور تشبیہ مضمر الاداۃ مین فصاحت و بلاغت مین فرق نہین آتا بلکہ ذکر کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہین چنانچہ زید شیر ہے اور زید مثل شیر کے ہی ان دونون ترکیبون مین کوئی فرق نہین۔
سوال جو فرق تمنے بیان کیا یہ مسلم نہین بلکہ فرق کا مدار حرف تشبیہ پر ہے جس مین حرف

تشبیہ مذکور نہوگا وہ استعارہ ہے اور جس مین مذکور ہوگا وہ تشبیہ ہے اور اس تقدیر پر زید شیر ہے استعارہ ہی اور زید مثل شیر کے ہے تشبیہ ہے۔

جواب اگر اس ترکیب کو کہ زید شیر ہی تشبیہ مضمر الاداۃ قرار نہ دیا جائیگا تو معنی مستحیل ہو جائینگے اسلیے کہ زید بعینہ شیر نہین بلکہ شجاعت مین شیر کی طرح ہی پس اداۃ تشبیہ کو مقدر ماننا ضرور ہوا تاکہ معنی مین استحالہ نہ پڑے اگرچہ اداۃ تشبیہ کی تقدیر استعارے مین بھی لابد ہی لیکن اُس مین اُسکا اظہار درست نہین بخلاف تشبیہ کے اس مین اداۃ کا اظہار درست ہی مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر مین اسی طرح لکھا ہی اور توضیح کے مؤلف نے استعارے کی وجہ علماے بیان سے جو کچھ بھی ہی وہ یہ ہی کہ استعارہ ایسی چیز ہی جو اسم جنس جامد مین جاری نہین ہوتا مثلاً زید شیر ہے استعارہ نہین کیونکہ اس صورت مین حقایق اشیا کا انقلاب لازم آتا ہے اور وہ یہان یہ ہی کہ زید شیر ہے کہنے سے انسان کی حقیقت شیر کی حقیقت سے بدل جاتی ہے پس مثال مذکور تشبیہ کی قسم سے ہی جس مین حرف تشبیہ مضمر ہے البتہ مشتقات مین جاری ہوتا ہی جیسے میر حسن تسکین کے اس شعر مین۔ ؎

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

(یعنی نقش پا کی شوخی دلالت کرتی ہے) جرأت کے شعر مین بھی۔

میان جرأت کسی پر تم نہین عاشق نماؤن مین	کہے دیتی ہے خاموشی عبث صاحب مکرتے ہین

(یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی) بالاتفاق استعارہ ہی کیونکہ یہان استعارہ اسم جنس مین نہین اور پہلی مثال مین اسم جنس مین تھا اِس دوسری اور تیسری مثال مین قلب حقائق لازم نہین آتا کیونکہ اس مین حقیقت کے لیے وصف کا ثابت کرنا مقصود ہی جو اُسکے لیے ثابت نہ تھا اور اس قول مین نظر ہی اسلیے کہ کہنے کا وصف نقش پا اور خاموشی کے لیے ثابت کرنے مین بھی جو استحالہ ہی وہ انسان کے لیے اسدیت ثابت کرنے سے کم نہین اس کا نام خواہ قلب حقائق رکھین یا نہ رکھین علاوہ اس کے محققین کے نزدیک قلب حقیقت یہ ہی کہ واجب و ممکن و ممتنع مین سے ایک دوسرے کے ساتھ بدل جائے اور اس مین شک نہین کہ نقش پا اور خاموشی کے لیے گویائی کا ثبوت ممتنع ہی پس ان کو کہنے والا قرار دینا ممتنع کو ممکن بنانا ہی۔ اور زید شیر ہی اور مین نے شیر کو تیراندازی کرتے ہوے دیکھا ان دونون قولون مین سے پہلے کو تشبیہ اور دوسرے کو استعارہ ثابت کرنیکے لیے جو علماے بیان نے یہ توجیہ کی ہی کہ دوسرے قول مین اگرچہ استحالہ ہی لیکن وہ غیر مقصود ہے کیونکہ مقصود یہان دکھنا ہے پس امر مستحیل کا دعوے قصداً نہوگا بخلاف پہلے قول کے کہ اُس مین زید پر شیر کے حمل کرنے سے

امر تخییل کا دعوی قصداً ہوتا ہے یہ فرق بالکل واہی ہے کیونکہ جس کلام مین امر محال ہو خواہ
وہ محال مقصود ہو یا غیر مقصود وہ کلام ہر طرح باطل ہے پس امر محال کے ایک جگہ مقصود اور
دوسری جگہ غیر مقصود ہونے کا فرق نکالنا عقل و دانش سے بعید ہے اور یہ کہنا بھی خلاف تحقیق ہے
کہ چونکہ امر محال وہان مقصود نہین ہے اسلیے اُسکو استعارہ مانا گیا ہے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ استعارہ ایسے
امر محال کو شامل ہوتا ہے جو مقصود ہوتا ہے مثلاً انیس بہادر کی تعریف مین کہتے ہین۔ ؎

پیاسا وہ کوئی اور ہے اس قتل کے بن مین	اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن مین

اور ظفر معشوق کی شان مین کہتے ہین۔ ؎

مین نے پوچھا اُس پری سے کیا ہوا حسن و شباب	ہنسکے بولا وہ صنم شان خدا تھی بن گیا

دیکھو یہان امر محال مقصود بھی ہے اور پھر استعارہ بھی ہے ورنہ ہر جگہ امر محال کا دعوی کرنا ناجائز
ہوتا ہے کیونکہ اکثر اغراض اور اعتبارات لطیفہ کی وجہ سے اسکا دعوی جائز ہوتا ہے اگر اُس کے ساتھ
اس بات کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ واقع مین اُس کا ثبوت مقصود نہین ہے۔
اور علامہ تفتازانی نے تلویح حاشیہ توضیح مین لکھا ہے کہ علماے بیان کے نزدیک استعارہ یہ ہے
کہ مشبہ بہ کو مشبہ مین استعمال کرین اور کلام مشبہ کے ذکر سے خالی ہو اور قرینہ نہونے کے وقت مین
مشبہ بہ کے ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہانتک کہ اگر مشبہ لفظاً مذکور ہو جیسے اس مثال مین کہ زید
شیر ہے خواہ تقدیراً مذکور ہو مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہے تو جواب دین کہ شیر ہے استعارہ نہین ہے
کیونکہ زید پر شیر کا حمل ممتنع ہے اسلیے یہان حرف تشبیہ کا محذوف ماننا واجب ہے اور مبتدا کی خبر ہونے
وغیرہ اُمورات کا علماے بیان کے نزدیک کوئی لحاظ نہین۔ اور اس مثال مین کہ اُس کے
نقش پا کی شوخی کہے دیتی ہے یا خاموشی کہے دیتی ہے قطعاً استعارہ ہے اس لیے کہ یہان مشبہ
بالکلیہ متروک ہے اور وہ دلالت کا لفظ ہے جسکی تشبیہ کہنے کے ساتھ واقع ہوئی ہے پس اس مثال کو
اُس مثال سے یعنی زید شیر ہے سے کوئی تعلق نہین۔
مجمع الصنائع کے مؤلف نے کہا ہے کہ یہ بھی استعارے کی قبیل سے ہے کہ غیر ذوی العقول سے
خطاب کرین اور شعرا جو مناظرات ان مین باندھتے ہین جیسے مناظرہ تلوار اور قلم کا اور عقل و عشق کا
اور گل و مل (شراب) کا اور عدل و انصاف کا یہ سب استعارے مین داخل ہے مگر اس مین تامل ہے
اسلیے کہ استعارے کا مبنی تشبیہ پر ہے اور وہ یہان نہین۔
استعارہ اور کذب مین یہ فرق ہے کہ استعارے کی بنا تاویل پر ہے یعنی مشبہ کے مشبہ بہ کی

جنس سے ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اُس مین اس بات کا قرینہ قائم ہوتا ہی کہ بیان معنی موضوع لہ مراد نہین ہین اور کذب مین تاویل و قرینہ نہین ہوتا بلکہ جھوٹا آدمی اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اپنے ظاہر قول کی صحت سامع کے نزدیک ثابت کرے بخلاف استعارے کے کہ اس مین اس بات پر قرینہ قائم کیا جاتا ہی کہ بیان ظاہر کے خلاف مراد ہی۔

استعارے مین مشبہ بہ کے معنی کو **مستعار منہ** کہتے ہین اور اُس لفظ کو جو مشبہ بہ کے معنی پر دلالت کرے **مستعار** کہتے ہین اور مشبہ کے معنے کو **مستعار لہ** کہتے ہین اور وجہ شبہ کو استعارہ کی بحث مین **وجہ جامع** کہتے ہین جیسے اس مثال مین۔ ؎

مذاق

خرام ناز سے او بُت نہ آنا میرے مرقد پر	تری ٹھوکر مین ہی انداز اعجاز مسیحائی

لفظ بُت اپنے حقیقی معنی مین استعمال نہین کیا گیا بلکہ یہان بُت سے معشوق مراد ہے اور علاقہ تشبیہ کا ہی یعنے بسبب سنگدلی کے معشوق کو بُت کہا گیا اس مثال مین بت یعنی صنم جسکی کفار عبادت کرتے ہین اور جو اکثر پتھر کا ہوتا ہے اُسکے معنی مستعار منہ ہین یعنی اُن سے مانگا ہوا یعنی وہ لفظ مستعار اُن سے مانگ کر لائے ہین کیونکہ واضع نے لفظ بُت کو انھین معنی کے واسطے وضع کیا تھا اور خود لفظ بت مستعار ہی یعنی مانگا ہوا کیونکہ بت اصل مین خاص ہے اُس چیز کے واسطے جس کی کفار عبادت کرتے ہین اور جب معشوق کے معنے مین کہا گیا تو گویا اس لفظ کو اس چیز سے مانگ لیا اور معنی معشوق کے یعنے شخص خاص مستعار لہ ہے یعنی اُسکے واسطے مانگا ہوا کیونکہ لفظ بت کا معشوق کے لیے مانگا گیا ہے اور معشوق کے لفظ کا کچھ نام نہین اور وجہ جامع وہ سبب ہے جس سے علاقہ تشبیہ کا پایا گیا اور وہ سنگدلی ہے پس اتقان مین جو سیوطی نے کہا ہے کہ لفظ مشبہ کو مستعار منہ کہتے ہین یہ صحیح نہین اسی طرح اُن کا معنی جامع کو مستعار لہ قرار دینا بھی صحت کے خلاف ہے۔

استعارہ کی بحث کو ہم پانچ چمنون مین بیان کرتے ہین **پہلے** چمن مین طرفین استعارہ یعنے مستعار منہ و مستعار لہ کا مذکور ہے **دوسرے** چمن مین وجہ جامع کا ذکر ہے **تیسرے** چمن مین ان تینون کا مجموعی طور پر بیان ہے **چوتھے** چمن مین استعارے کی قسمون کی تفصیل ہے **پانچوین** چمن مین استعارے کی حُسن وخوبی کے شرائط کا حال ہی۔

پہلا چمن طرفین استعارہ کے بیان مین

طرفین استعارہ دو چیزین ہین ایک مستعار منہ دوسرے مستعار لہ۔ پس اگر مستعار منہ اور مستعار لہ اس قسم کے ہونگے کہ انکا باہم جمع ہونا ایک جگہ ممکن ہو تو اُسکو **استعارہ وفاقیہ** کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون مین موافقت اور اتفاق ہوتا ہے جیسے۔

اندھے ہین جہان کے لوگ سارے میر	سُوجھے نہ جسے اُسے کہتے ہین بصیرا

جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہی نابینائی مستعار منہ ہی اور جہالت مستعار لہ ہی اور جہالت و نابینائی کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہی کیونکہ جائز ہی کہ جاہل ہو اور نابینا ہو۔

حالی

وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسون کے	تو سمجھے کہ گویا ہم اب تک تھے گونگے

اُن لوگون کا جو آتش زبانی اور شیوا بیانی سے عاری تھے گونگے کے ساتھ استعارہ کیا ہی اور عدم فصاحت و بلاغت اور گونگا ہونا ایک شخص مین جمع ہو سکتا ہی۔

ولہ

ترقی کا جس دم خیال اُن کو آیا	اک اندھیر تھا ربع مسکون پہ چھایا

جہالت کا استعارہ اندھیرے سے کیا ہی اور ایک جگہ اندھیر کا اور جہالت کا جمع ہونا جائز ہی۔

ولہ

یہ سُنتے ہی تھرّا گیا گلہ سارا	یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

پیغمبر کا استعارہ راعی سے کیا ہی اور ایک شخص مین راعی ہونا اور پیغمبر ہونا جمع ہو سکتا ہی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کے کہنے سے بکریان چرائی تھین۔

ولہ

مناقب سے بدلے گئے سب مثالب	ہوے بہرہ ور روح سے اُنکے قالب

کمال کا استعارہ روح سے کیا ہی اور ان دونون چیزون کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن ہے۔

ولہ

گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر	گرہ مین لیا باندھ حکم پیمبر

روشنی سے مراد علم و حکمت ہی اور ان دونون کا ایک جگہ جمع ہونا جائز ہی۔

ولہ

نہ وان مصر کی روشنی جلوہ گر تھی ۔ نہ یونان کے علم وفن کی خبر تھی

ولہ

نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہی ۔ کوئی اُن مین سوتا کوئی جاگتا ہے

غفلت کا استعارہ سونے سے کیا ہی اور ہوشیاری کا جاگنے سے اور ایک شخص مین غفلت اور سونا دونون جمع ہونا ممکن ہی اسی طرح ہوشیار ہونے اور جاگنے کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہے اور اگر جمع ہونا محال ہو تو اُسکو استعارہ عنادیہ کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون کا اجتماع اُس مین ممتنع ہوتا ہی جیسے کسی شخص نابینائے محض کو باعتبار اُسکے کمال علم وعقل کے آنکھون والا کہین ظاہر ہی کہ اندھا ہونے اور آنکھون والا ہونے مین باہم عناد ہی ایک شخص مین یہ دونون امر جمع نہین ہو سکتے مرزا غالب نے ایک خط مین لکھتے ہین "والی رام پور نے بھی تو مرشدزادے کی شادی مین بُلایا تھا یہی لکھا گیا کہ مین اب معدوم محض ہون" باوجودیکہ مرزا موجود تھے مگر بوجہ کسر نفس کے اپنے آپ کو کسی کام کے قابل نہ سمجھ کر معدوم محض کہا اور ظاہر ہی کہ موجود معدوم مین باہم تنافی ہی یہ دونون باتین ایک شخص مین جمع نہین ہو سکتین ۔ [illegible]

پہونچے اُنھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار ۔ خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

یہ ذکر صاحبزادگان حضرت مسلم کا ہی وہ گنہگار یعنی مجرم نہ تھے لیکن قتل کرینگے واسطے لائے گئے تھے اسلیے گنہگار کہا گنہگاری اور بے گناہی مین عناد ہی ۔

اور عنادیہ کے قبیل سے ہی کہ ظرافت اور خوش طبعی اور طنز کے طور پر دو ضدون یا دو نقیضون کا باہم استعارہ کرین ضدین اور نقیضین مین یہ فرق ہی کہ ضدین ایسی وجودی چیزون کو کہتے ہین کہ وہ جمع نہین ہو سکتین مرتفع ہو سکتین ہین اور دو نقیض باہم نہ جمع ہو سکتے ہین اور نہ مرتفع ہو سکتے ہین اور اُن مین سے ایک وجودی ہوتا ہی ایک عدمی اور ایک قسم کے استعارے مین بوجہ ظرافت واستہزا وغیرہ کے تضاد وتناقض کو تناسب کی جگہ سمجھ لیا جاتا ہی مثلاً نامرد کو شیر یا رستم کہا جائے اور بخیل کو حاتم بولا جائے یا ظالم کا استعارہ نوشیروان کے ساتھ کیا جائے اسی قبیل سے ہی میر کے اس شعر مین آسمان کی نسبت مہربان کا اطلاق کیا جانا ؎

کوئی آج سے ہی فلک مدعی کیا ۔ ہمیشہ مرے حال پر مہربان ہے

ولہ

گالی ہی دھول ہے یہ عزت ہے ۔ کہین غیرت کا سر مین کچھ ہی خیال

ذلت کا استعارہ عزت سے کیا ہے۔

میر حسن

تم ہی کچھ ایسے نہ دُنیا مین جفا کار ملے	جو ملے مجھکو سو ایسے ہی وفادار ملے

بیوفا کا استعارہ وفادار سے کیا ہے۔

حالی

شریعت ہوئی ہے نکونام اُن سے نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے	بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

بدنام کا استعارہ نکونام سے اور ننگ و عار کرنے کا استعارہ فخر کرنے سے اور خطا ہونے کا استعارہ خطا نہونے سے اور ناسزا ہونے کا استعارہ ناسزا نہ ہونے سے کیا ہے۔

درد

اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلس رندان سے شتاب	ہمسے کچھ خوب مدارات نہونے پائی

مدارات اپنے خلاف سے استعارہ ہوا ہے اسی قبیل سے ہی سودا کے اس شعر مین معقول کا لفظ

سودا

اُنکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے	بات جو معروف ہی اُنپہ وہ مجہول ہے

نامعقول کا استعارہ معقول سے کیا ہے۔

ولہ

نہوئے کیونکہ مرا رُتبہ شعر مین یا نتک	مین کسیے ہیر کی کرتا ہون اُسکی ثنا خوانی

ہجو و مذمت کا استعارہ ثنا سے کیا ہے۔ ع

بات ہمسے تو نہ کرنی اور غیرون سے تپاک	ہم تو اس بزم مین آئے تھے ذلت کیلئے

بزم مین آنے سے غرض تحصیل عزت تھی اس غرض کو بطریق استہزا کے ذلت کے لیے سے استعارہ کیا جب حضرت عباس نے پانی لانے کے لیے نہر پر جانا چاہا تو حضرت زینب نے خطرے کے لحاظ سے اُن کو روکنا چاہا امام حسینؑ بھی انکا جانا گوارا نہین کرتے تھے اُس وقت حضرت عباس کی زوجہ حضرت زینب سے کہتی ہین۔

انیس

ہر وقت کبریا سے طلبگار خیر ہون	آگے جو کچھ ہو اُنکی رضا مین تو غیر ہون

زوجہ غیر نہین مگر اسوجہ سے غیر کہا کہ اُنکی بات کا نہ ماننا گویا غیر سمجھنا ہی۔

حالی

قید خانون مین جہان کے ہی پڑا غل تیرا	جتنے قیدی ہین تری جان کو دیتے ہین دعا

دعا کا استعارہ بددعا کے لیے کیا ہے۔

دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان مین

وجہ جامع کی چار صورتین ہین۔

(۱) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے معنی کا جز ہوگی جیسے۔

حالی

رجال اور اسانید کے جو ہین دفتر	گواہ اُنکی آزادگی کے ہین یکسر

مطلب یہ ہی کہ رجال و اسانید کے دفتر اُنکی آزادگی کے ثابت کرنیوالے ہین پس ثابت کرنیوالے کا استعارہ گواہ کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع یہان ثابت کرنا ہی اور وہ دونون کے مفہوم مین داخل ہی

ولہ

مجرمون کے جرم پر دیوار و در تھے سب گواہ	پر نہ تھا کوئی شفیع اُنکا کہ جو تھے بیگناہ

ولہ

زمین اُنھون کے گواہ حُبّ وطن	در و دیوار ہیرس و لندن

ولہ

تیری صناعی کا یہ سب ہے اثر	تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ

میر

اس احوال کا رنگ رو بس ہی شاہد	جو دل مین ہی میرے سو منھ پر عیان ہے

برق

ای پری چشم سیاہ و رخ تابان ہر دلیل	دھوپ وہ پڑتی ہی جس سے کہ ہرن ہو کالا

یعنے چشم سیاہ اور رخ تابان اس بات کو ثابت کرنے والے ہین کہ دھوپ ایسی پڑتی ہی کہ جس سے ہرن کالا ہو پس ثابت کرنے والے کا استعارہ دلیل سے کیا ہی اور وجہ جامع یہان بھی ثابت کرنا ہی جو دونون کے مفہوم مین داخل ہے۔

قدیر

التقدیر نے کی مدد شتابی ۔۔۔ اغیار کٹے بصد خرابی

کٹنا جو موضوع ہی اُن اجسام کا اتصال زائل ہونے کے لیے جن مین سے بعض بعض کے ساتھ متصل اور پیوستہ ہون اسکا استعارہ اجتماع اغیار کے متفرق ہوجانے اور اُن مین سے بعض کے بعض سے جُدا ہوجانے کے لیے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین اجتماع اور اتصال کا زائل ہوجانا ہی اور یہ کٹنے اور متفرق ہوجانے کے مفہومون مین داخل ہی البتہ کٹنے کے مفہوم مین زوال اجتماع شدید ہی اور متفرق ہونے کے مفہوم مین کم ہی کیونکہ کٹنے کے متفرق ہونے سے قوی ہونے ہی کی صورت مین یہ بات صحیح ہوتی ہی کہ متفرق ہونے کی تشبیہ کٹنے کے ساتھ دیجائے اور کٹنے کا استعارہ متفرق ہونے کے لیے کیا جائے اگر کہا جائے کہ فن حکمت مین یہ بات ثابت ہو چکی ہی کہ جزو ماہیت شدت وضعف کے ساتھ متصف نہین ہوسکتا پس یہان جزو ماہیت یعنے زوال اجتماع کیسے جامع بن سکتا ہے اور حال یہ ہی کہ جامع کے لیے مستعار منہ مین اقوے ہونا واجب ہی تاکہ استعارہ مبالغے کا فائدہ دے جواب اسکا یہ ہی کہ اختلاف کا ممتنع ہونا ماہیت حقیقی مین معتبر ہی جیسے انسان وحیوان اور جو ماہیت لفظ سے مفہوم ہوتی ہی اُسکا حقیقی ہونا واجب نہین بلکہ کبھی امر اعتباری ہوتی ہی یعنی ایسے اُمور سے مرکب ہوتی ہی جن مین سے بعض شدت کے قابل ہوتے ہین اور بعض ضعف کے قابل اس صورت مین جامع کا طرفین کے مفہوم مین داخل ہونا اور باوجود اس کے مستعار منہ کے مفہوم مین اشد و اقوے ہونا جائز ہے ۔

میر

طفل مضطرب جو میرے ہاتھ آتا ۔۔۔ جٹکیون مین رقیب اُڑ جاتا

اُڑنے کا استعارہ نکل جانے کے لیے کیا ہی وجہ جامع اس مین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور نکلجانے دونون کے مفہومون مین داخل ہی کیونکہ نکل جانا اور اُڑنا حرکت ہی جس سے مسافت قطع ہوتی ہے لیکن اسقدر کہ مستعار منہ مین شدید ہی اور مستعار لہ مین بہ نسبت اُسکے ضعیف ۔

وجاہت جھنجھانوی

قوم کے واسطے ہمکو نہین اُڑے پھرتے لاکن ۔۔۔ باوجودیکہ نہین رکھتے ہین پر آغاخان

جلد اور شتاب جانے کا استعارہ اُڑے پھرنے کے ساتھ کیا ہی وجہ جامع ان مین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور جلد جانے کے مفہومون مین داخل ہی کیونکہ جلد جانا اور اُڑے پھرنا ایسی حرکت کو کہتے ہین

جس سے مسافت جلد قطع ہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اڑنا مسافت کا پرون کے ساتھ قطع کرنا ہی جلد ہو یا دیر مین اور سرعت اُسکے مفہوم مین داخل نہین بلکہ غلبۃً لازم ہے جواب اسکا یون دیا جائے گا کہ اڑنا مسافت کو جلدی قطع کرنا ہے پرون کو اختیاری طور پر ہوا مین ہلانے کے ساتھ اور یون بھی جواب دے سکتے ہین کہ جامع مین ملتفت الیہ فقط مسافت کا قطع کرنا ہی نہ قطع کرنا مسافت کا سرعت کے ساتھ۔

حالی

چھوڑو افسردگی کو جوشش مین آؤ	بس بہت سوئے اُٹھو ہوش مین آؤ

غافل رہنے کا استعارہ سونے کے ساتھ کیا ہی اور غفلت و بے پروائی وجہ جامع ہی جو دونون کے مفہومون مین داخل ہی فرق اس قدر ہی کہ مستعار منہ مین شدید ہے اور بہ نسبت اُسکے مستعار لہ مین ضعیف ہے۔

(۲) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم کا جز نہو گی جیسے منور چہرے کو آفتاب کہین اور بہادر آدمی کو شیر کہین ظاہر ہے کہ نورانیت سورج اور خوبصورت چہرے کو عارض ہین اُن کے مفہوم مین داخل نہین اسی طرح شجاعت شیر اور بہادر آدمی کو عارض ہی دونون کے مفہوم مین داخل نہین پس جامع دونون مثالون مین طرفین سے خارج ہی۔

غلام امام شہید

جب چلا چاند مدینے کا سوئے جلیل	بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل

پیغمبر خدا کا استعارہ چاند کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین خوبصورتی ہی اور یہ وجہ جامع دونون کے مفہومون کا جز نہین بلکہ اُن کو عارض ہی۔

انیس

ہشیار کہ وقت سازو برگ آیا	ہنگام یخ و برف و تگرگ آیا

بڑھاپے کو یخ و برف و تگرگ کے ساتھ استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع سفیدی ہی اور وہ دونون کے مفہوم سے خارج ہے۔

ذوق

خواب غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری	نہین مہتاب یہ ہی روشنی صبح رحیل

مہتاب یعنی چاندنی استعارہ سفید بالون سے ہی اور وجہ جامع سفیدی ہی اور وہ دونون کے

مفہومون سے خارج ہے -

گلزار نسیم

سمٹی جو تھی محرم اُس قمر کی	بُرجون پہ سے چاندنی تھی سر کی

یہان پستان مستعار لہ ہی اور بُرج مستعار منہ اور وجہ جامع دونون مین گول اور اُبھر ہونا اور دہ دونون کے مفہوم مین داخل نہین -

ولہ

حاجت کے گمان سے جب ہوئی درد	جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر

بحر

رنڈیون کو بھی پسند آیا ہی مردون کا لباس	اودی اودی ٹوپیان رکھتی ہین سر پر چھاتیان

چھاتی کے سرون کو اودی ٹوپی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ جامع گولائی اور رنگ ہی اور یہ دونون مفہوم سے خارج ہی یا جیسے نامرد کو روباہ کہین اس مین وجہ جامع بزدلی اور خوف ہی اور یہ ایک صفت ہے آدمی اور اُس جانور کی اُنکے مفہوم مین داخل نہین -

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا	غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

(۳) وجہ جامع ایسی ہو کہ بہت جلد سمجھ مین آجاتی ہو جیسے محبوب کے رُخسارے کو چاند کہنا یا آفتاب سے استعارہ کرنا یہ بات ظاہر ہے کہ روشنی جامع ہی اسی طرح معشوق کے رخسارے کو گل سے استعارہ کرنے مین رنگینی جامع ہی ایسے استعارے کو عامیہ کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ظہور کے اسکو عامۃ الناس جانتے ہین اور اسکو مبتذلہ بھی بولتے ہین کیونکہ ابتذال بہت صرف کرنے مین ہی اور ایسا استعارہ بہت مستعمل ہوتا ہی اور کچھ نادر نہین ہوتا کہ سوا ایک دو جگہ کے اور کہین استعمال مین نہ آیا ہو -

تسکین

اُس صنم نے کیا پردے مین جہان کو بیتاب	بر ملا ہوتا تو کیا جانے خدا کیسا ہوتا

اس بیت مین صنم کا استعارہ معشوق کے واسطے ہی اور یہ نادر نہین بہت مستعمل ہی اسلیے وجہ جامع اسکی بسبب ظہور کے سب پر ظاہر ہے -

یہ سُن کے اشارے سے بلایا	نسیم	بادام بنفشہ کو دکھایا

آنکھ کا استعارہ بادام سے کیا ہی اور وجہ جامع دونوں مین ظاہر ہی اور بنفشہ نام ہی مالن کا۔

ولہ

طوق اُسکو طلسم کا پنھایا | قمری اُسے سرو نے بنایا

روح افزا پری کا استعارہ سرو کے ساتھ کیا ہی جسنے بہرام وزیرزادے کو جو اُسکا عاشق تھا طلسم کے ذریعہ سے قمری بنایا تھا اور وجہ جامع روح افزا و سرو مین موزونی قامت ہی جو ظاہر ہی۔

ولہ

اے شمع نہ سوجھی گر بد و نیک | رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک

بکاؤلی کا استعارہ شمع سے کیا ہی اور وجہ جامع عیان ہی۔

نفیس

چھپے نگاہ سے نور نگاہ زینب کے | غروب ہو گئے دو مہر و ماہ زینب کے

نور نگاہ اور مہر و ماہ زینب کے فرزندون سے استعارہ ہی اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

مومن

در نایاب تو کیا خاک سے بھی مُنھ نہ بھرے | جسکے در پر مین کرون لولوے شاداب نثار

اس بیت مین اشعار بلیغ کا استعارہ لولوے شاداب سے کیا ہی اور وجہ جامع ظاہر ہی۔

ولہ

میرے گوہر تمام ناسُفتہ | میرے یاقوت سب بدخشانی

اس شعر مین گوہر و یاقوت استعارہ اشعار سے کیا ہی اور وجہ جامع ہر شخص پر ظاہر ہے۔

ظفر

سُنکے نالون کو مرے ہو گئے پتھر پانی | سر مژگان بھی ترا نم نہوا پر نہ ہوا

پتھر سخت دل بیرحم سے استعارہ کیا ہی اور پانی ہونا استعارہ ہی ترس کھانے اور غمخواری کرنے سے اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

غلام محمد خان رہا

شیر روباہ ہون کو ہم پر پا کر دیا تو نے فلک | ابتو جیتا تیرا اے گردون گردان ہو گیا

شیر استعارہ بہادر سے ہی اور روباہ نامرد سے اور وجہ جامع دونون مین ظاہر ہی۔

نعیم

شکست چرخ سے ہی اپنے آبگینے کی | الٰہی ٹوٹے کمین گردن اس کمینے کی

دل کا استعارہ آبگینے سے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین ہر شخص پر ہویدا ہے

انشا

بیکلی سے ترے کچھ دل کو سروکار نہو — تیری نرگس بھی الٰہی کبھی بیمار نہ ہو

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور یہ استعارہ مبتذل ہی۔

فقیر

تونے او بت دلکو اپنے کرلیا فولاد حیف — کچھ اثر کرتی نہین تجھکو مری فریاد حیف

ولہ

ہو بہارِ چمن حسن پہ نازان نہ بہت — اے گل تر یہ رہیگا ترا جوبن کب تک

امجد علی اصغر

خوبرو بت کے آشنا ہین ہم — عاشق مذہب خدا ہین ہم

آباد

واللہ کیا ہے حسن بت پر غرور کا — بندون کو شک ہوا ہی خدا کے ظہور کا

(۴) وجہ جامع بوجہ نادر ہونیکے ہر ایک پر ظاہر نہو سکے بلکہ بدقت سمجھ مین آتی ہو اور سواے خواص کے عامۃ الناس اُسکے سمجھنے سے قاصر ہون اس قسم کو **استعارہ غریبہ** کہتے ہین۔

میر

مغان مجھ مست بن پھر خندہ ساغر نہو ویگا — مے گلگون کا شیشہ ہچکیان لے لیکے رووےگا

شیشے کی آواز کو ہچکی سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین شیشے کے اندر سے شراب وغیرہ کا نکلنا اور رُک رُک کر آواز پیدا ہونا ہی اور یہ بات یکایک خیال مین نہین آتی۔

ذوق

جس کی آواز سے ہون رونگٹے سوہان کے کھڑے — وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہم کو

سوہان کے دندانے اُبھرے ہوے ہونے کو رونگٹے کھڑے ہونے سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین مُو کا اندک اندک اونچا ہو جانا ہی رونگٹے کھڑے ہونے کے وقت چنانچہ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہی اور اسطرح کی حالت سوہان کے اندر بعینہٖ پائی جاتی ہی اور خفا اس کا ظاہر ہی۔

سودا

ہوا یہ جوش جن سودا کہ میری آنکھون سے — بجاے لعل نکلتے ہین اب سلیمانی

جوشِ سودا سے سیاہ ہونیکے سبب اشک خونین کو دانۂ سلیمانی سے استعارہ کیا ہی اور سودا ایک خلط ہی اُسکا رنگ سیاہ ہی اور چونکہ دانۂ سلیمانی قدرے سفیدی بھی رکھتا ہی اس مین اشک کی رطوبت کا زنگ بھی معتبر ہی یہ بات بجز خواص کے اور کسی کو معلوم نہین ہو سکتی۔

امیر

دم بدم رُک رُک کے ہی مُنھ سے نکل پڑتی زبان	وصف اُسکا کہہ چکے فوارے یا کہنے کو ہین

فوارے کے سوراخ سے پانی کی دھار کے نکلنے کو زبان کے نکل پڑنے سے استعارہ کیا ہی وجہ جامع اس مین دھار کا کبھی نیچا ہونا کبھی اونچا ہونا کبھی رُک جانا کبھی نکلنے لگنا ہی اسی طرح زبان کبھی منھ سے باہر نکل آتی ہی اور کبھی اندر چلی جاتی ہی کبھی زیادہ نکل آتی ہی کبھی کم نکل آتی ہی۔

کبھی استعارۂ عامیہ مبتذلہ مین تصرف کرنے سے غرابت حاصل ہو جاتی ہی جیسے۔

نجانے قصد ہی کس خون گرفتہ کا کہ رہتی ہی	علم شمشیر زہر آلودہ سر پر چشم فتان کے

ابرو کا استعارہ تیغ سے کیا ہی اور یہ استعارہ مبتذل ہی لیکن زہر آلودہ کہنے سے ایک طرح کی غرابت اس مین آگئی کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہی اور سبزی و سیاہی مین چندان تفاوت نہین پس ابرو کو بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہر آلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہی۔

گلزار نسیم

غولون نے بزور پھول اُڑایا	اُس خضر کو راستہ بتایا

تاج الملوک کے بھائیون کو غولون سے استعارہ کیا ہی اور چھین لینے کو اُڑا لے سے اور تاج الملوک کو خضر سے استعارہ کیا ہے اور تاج الملوک سے پھول چھین کر بھگا دینے کا استعارہ راستہ بتانے سے کیا ہے حاصل معنی یہ ہین کہ تاج الملوک کے بھائیون نے زبردستی پھول اُس سے چھین کر وہان سے بھگا دیا اگرچہ یہ استعارہ اپنے مفردات کی وجہ سے مبتذل ہے لیکن ترکیب کی وجہ سے اس مین غرابت پیدا ہو گئی ہے۔

ولہ

آنکھون سے اُس انجمن کو دیکھا لعل و گہر ایک دُرج مین ہے	یک جا بت و برہمن کو دیکھا شمس و قمر ایک بُرج مین ہے

تاج الملوک کا استعارہ برہمن سے کیا ہی اور بکاؤلی کا بت سے اسی طرح لعل و گہر اور شمس و قمر سے ان دونون کا استعارہ کیا ہی اور گھر کا استعارہ دُرج اور بُرج کے ساتھ کیا ہی اور یہ استعارے اگرچہ

اپنے مفردات کے اعتبار سے مبتذل ہین لیکن بسبب ترکیب کے غرابت حاصل کرلی ہے۔

ولہ

بولی وہ کہ بخت تھا زبردست	خورشید کو ذرے نے کیا پست

بکاؤلی کا استعارہ خورشید سے کیا ہی اور تاج الملوک کا ذرے سے اور یہ استعارہ اگرچہ اپنے مفردات کے اعتبار سے نادر نہین مگر بسبب ترکیب کے غرابت آگئی ہے۔

عاشق

تماشا دیکھتا ہون مین تری قدرت نمائی کا	خدا کی شان دعویٰ ہی بتون کو بھی خدائی کا

بتون کا استعارہ معشوق کے لیے متبذل ہے مگر یہ کہدینے سے کہ خدا کی شان بتون کو بھی خدائی دعویٰ ہی کسی قدر ندرت آگئی ہے۔

کیونکہ اس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایمان کے ذکر نے بت کے استعارے مین معشوق کے لیے غرابت پیدا کردی۔

تیسرا چمن استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ اور وجہ جامع تینون کے

اور یہ چھ قسم پر ہی اسلیے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ یا حسی ہوتے ہین یا ایک ان مین سے حسی ہوتا ہی اور ایک عقلی مثلاً مستعار منہ حسی ہوتا ہی اور مستعار لہ عقلی یا مستعار منہ عقلی ہوتا ہے مستعار لہ حسی لہٰذا چار صورتین ہوئین جن مین وجہ جامع ہمیشہ عقلی ہوتی ہے کیونکہ وجہ شبہ جسکا نام جامع ہی وہ طرفین کے ساتھ قائم ہوتی ہے پس جبکہ دونون عقلی ہونگے تو اُنکے ساتھ وجہ جامع قائم ہوگی اور اگران مین سے ایک عقلی ہوگا اور ایک حسی تب بھی وجہ جامع کا عقلی ہونا ضرور ہے اس لیے کہ عقلی کا قیام حسی کے ساتھ محال ہی اور جبکہ مستعار منہ و مستعار لہ دونون حسی ہوتے ہین تو وجہ جامع بھی عقلی ہوتی ہی کبھی حسی اور کبھی مختلف یعنے بعض حسی اور بعض عقلی اس طرح چھ قسمین ہوگئین تفصیل اسکی اس طرح ہی۔

(۱) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون حسی ہون اور چونکہ حواس پانچ ہین توان کی بھی پانچ حالتین ہون گی۔

(الف) حسی متعلق بباصرہ جیسے۔

دبیر

کی پشت سوے خیمہ رخ اعدا کے سامنے	اُگلے دہن سے لعل شہ خاص و عام نے

منھ سے خون ڈالنے کا استعارہ لعل اُگلنے سے کیا ہی خون مستعار لہ لعل مستعار منہ اور یہ دونون حسی ہین اور وجہ جامع یہان سُرخی رنگ ہی جو حس باصرہ سے متعلق ہی۔

غالب

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا	بات تو کرتے کہ مین تشنہ تقریر بھی تھا

معشوق کے صرف آن کر اپنی صورت دکھا دینے کو بجلی کے آنکھون کے سامنے کوند جانے سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین بہت ہی کم ٹھہرنا ہی۔

(ب) حسی متعلق بسامعہ۔

ذوق

نہ موج مے کو ہوئی جنبش نہ شیشہ نے ہچکی	گئی جہان سے یہ بیماری فراق بے خبر

ولہ

اگر ترے فریادیون کے نامۂ پیچیدہ کو	لب پہ رکھکر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

ظفر

صراحی قہقہہ بھرتی ہی مینا مسکراتا ہے	ہمارا یار جس دم جانب میخانہ آتا ہے

پہلے شعر مین شراب کی آواز کو ہچکی سے اور دوسرے شعر مین دہن کی آواز کو صور کے نالے سے اور تیسرے شعر مین صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا ہی اور یہ سامعہ سے متعلق ہی۔

(ج) حسی متعلق بہ شامہ جیسے۔

امانت

صحن گلشن مین پریشان جو وہ سنبل ہو جائے	نافہ مشک ختن غنچۂ ہر گل ہو جائے

سنبل سے بالون کا استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع درازی اور باریکی اور پیچیدگی نہین بلکہ خوشبو ہے کیونکہ بالون کی خوشبو کی تحصیل سے ہر غنچے کے نافہ مشک ہو جانیکا دعوے کیا ہے۔

(د) حسی متعلق بذائقہ جیسے معشوق کے آب دہن کو شراب سے استعارہ کرین۔

معبود شاہ رند

کدھر ہے شتابی سے آ ساقیا	مجھے نوشدارو پلا ساقیا

شراب کو نوشدارو سے استعارہ کیا ہے اور یہان وجہ جامع مزہ ہے اور اگر شراب کا کمال مرغوب ومقبول ہونا مثل نوشدارو کے وجہ جامع ہو تو اس صورت مین وجہ جامع عقلی ہوتی ہے۔

(۳) حسی تعلق بلامسہ جیسے مخمل یا سطح آب سے شکم کا استعارہ کرین اور یہ چھونے کی چیزون سے ہے کیونکہ وجہ جامع اس مین ملائمت ہے۔

انیس

اِک پھول سے رکھتے ہین خلش خار ہزارون	اِک سر ہے فقط اور خریدار ہزارون

یہان پھول سے جسم شریف حضرت امام حسین کا استعارہ کیا ہے اور نرمی و نزاکت وجہ جامع ہے کیونکہ خار کا ذکر موجود ہے یہان سُرخی رنگ کی وجہ سے استعارہ نہین ہے ورنہ وہ حس بصر سے متعلق ہے۔

(۲) طرفین حسی ہون اور وجہ جامع عقلی جیسے شیر سے مرد شجاع کا استعارہ کہ جامع اس مین جرأت ہے اور وہ امر عقلی ہے میر صاحب نے کتے کی تعریف مین فرماتے ہین۔

چوہا کیا ہے جو سامنے آئے	گھونس سے بھی یہ شیر ٹھہر جائے

کتا مستعار لہ ہے اور شیر مستعار منہ ہے اور وجہ جامع ان مین جرأت ہے۔

آتش

نسبت اُس فتنۂ دوران سے کوئی اندھا دے	یار کی آنکھ سیہ دیدۂ بادام سفید

شخص جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہے اور جامع اس مین نافہمی ہے۔

ظفریاب خان راسخ

اُس آب حیات سے جُدا ہون	مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہون

معشوق کا استعارہ آب حیات سے کیا ہے اور وجہ جامع نایاب مرغوب ومطلوب ہونا ہے۔

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا	غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

سپاہ شام کا استعارہ روباہ سے کیا ہے اور وجہ جامع نامردی ہے۔

مثنوی فسانۂ عشق

کدھر ہے تو اے ساقی نیک نام	پلادے مجھے زہر گلگون کا جام
کہ پیتے ہی جی سے گذر جاؤن مین	یہی دل مین ٹھانی ہے مرجاؤن مین

شراب کا استعارہ زہر سے کیا ہے اور وجہ جامع قتل ہے۔

مومن

ہے مجھے بھی خیال طوف حرم ۔ خضر رہ گر ہو فضل رحمانی

ممدوح کے قصر کا حرم سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین عظمت ہے۔

محسن

زلف پر ٹھہری نظر مائل ابرو ہو کر ۔ ہم پھرے کعبے سے اسقبلہ تو ہندو ہو کر

مخاطب کا استعارہ قبلے سے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین علوشان ہی۔

(۳) مستعار لہ حسی اور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہون جیسے معشوق کو جان اور آفت جان سے استعارہ کرین

شیخ محمد زمان بسمل

قیامت سایہ بنکر پیچھے پیچھے ساتھ ہوتی ہے ۔ گذر جس راہ سے ہوتا ہے میرے آفت جان کا

مومن

اے غارت جان و جان مومن ۔ اے آفت خان و مان مومن

انیس

دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا ۔ ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا

فرزند کو آنکھ کے نور سے استعارہ کیا ہی۔

میر

عاشق ترے لاکھون ہوے مجھسا نہ پر پیدا ہوا ۔ تجھ کو کوئی اک کام جان دیکھا نہ یون مرتا ہوا

اور کوئی شخص ایک امر کی تلاش اور تردد کو نہ چھوڑے تو کہین وہ باز نہین آتا نہ چھوڑتا حسی ہے اور باز نہ آنا عقلی اور وجہ جامع ان مین عدم سکونت و اطمینان ہے۔

میر

پھر جائیے ہی غیر اُس سے ملنے ۔ آتے نہین باز ایسے یتسے

ولہ

آیا تھا خانقہ مین وہ نور دیدگان کا ۔ تہ کر گیا مصلے غزلت گزیدگان کا

میر محمدی بیدار

جلوہ دکھا کے گذرا وہ نور دیدگان کا ۔ تاریک کر گیا گھر حسرت کشیدگان کا

نور دیدہ استعارہ معشوق سے ہی اور وجہ جامع لطافت ہے۔

(۴) مستعار منہ حسی ہو اور مستعار لہ و وجہ جامع عقلی ہون جیسے کوئی شخص ایک امر کی تلاش سے بعد تردد کے مایوس ہو جائے تو کہین اب اُس نے ہاتھ اُٹھا لیا ہاتھ اُٹھانا حسی ہی اور مایوس ہو جانا عقلی اور وجہ جامع اس مین انقطاع و عدم منفعت ہے۔

میر تقی

یون تو سو بار آؤ جاؤ گے اور اِس پر بھی جو ستاؤ گے	پیسے تدریج ہی سے پاؤ گے اپنے پیسون سے ہاتھ اُٹھاؤ گے

بوچھ مین آ نپے سرسے دو ٹکا ٹال

اور جیسے قطع تعلق و ترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے استعارہ کرین ہاتھ دھو بیٹھنا حسی ہی اور قطع تعلق و ترک شے عقلی اور وجہ جامع اس مین سکونت و اطمینان ہے۔

خواجہ درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہین کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب اِک ساتھ ہم دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یعنی دونون جہان سے قطع تعلق کیا۔

صحرا مین جا صبا نے ہر چند خاک چھانی	ولہ	میرے غبار کا کچھ پایا نشان نہ ہرگز

تلاش اور جستجو کا استعارہ خاک چھاننے سے کیا ہی اور محنت و پریشانی وجہ جامع ہی۔

دبیر

سیدھی ہوئی جو تیغ تو دفتر اُلٹ گیا	میدان سے پاؤن جینے سے دل ہٹ کا ہٹ گیا

مستّیا اور مستعد ہونے کا استعارہ سیدھے ہونے کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع تہیہ اور استعداد ہی۔

انیس

ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا	غل تھا کہ فوج شام کا دفتر اُلٹ گیا

دفتر اُلٹ جانا استعارہ ہی برباد ہو جانے سے اور وجہ جامع بربادی و تباہی ہے

غالب

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون	جب رشتہ بیگرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

مشکلات کو رشتے سے اور اُنکے دفع کرنے کی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے استعارہ کیا ہی اور محنت و تردد اور تشویش وجہ جامع ہے۔

سودا

تری وہ تیغ کہ فتنے کا ردہو سوے عدم	چُنے جو چونکتے اُسکو بخوابگاہ نیام

تیغ کے نیام مین چونکنے سے مراد نکلنے کے لیے مستعد ہونا ہی پس مہیا و مستعد ہونیکا استعارہ چونکنے سے کیا ہی اور وجہ جامع استعداد و تہیہ ہی پس مستعار منہ حسّی ہی کیونکہ چونکنے سے مراد حرکت کرنا ہی اور اُس کے حسّی ہونے مین شبہ نہین نہ احساس کا پیدا ہونا اور آنکھ کا کھولنا اور مستعار لہ مہیا و مستعد ہونا ہے اور وجہ جامع تہیہ و استعداد ہی اور ان دونون کے عقلی ہونے مین کلام نہین۔

(۵) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون عقلی ہون اور یہان جامع کا عقلی ہونا لازم ہے کیونکہ محسوس کا قیام معقول کے ساتھ صحیح نہین۔

میر

کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہے کیا رکھا	ان چشم سیاہون نے بہتون کو سُلا رکھا

یعنی بہت آدمیون کو فنا کر دیا۔ فنا کر دینے کا استعارہ سُلا رکھنے سے کیا ہی مستعار منہ سُلا رکھنا ہے اور مستعار لہ فنا کر دینا اور وجہ جامع ان مین افعال کا نہ ظاہر ہونا ہے اور یہ تینون عقلی ہین اس لیے کہ فنا کرنے اور افعال کے ظاہر نہونے کا تو عقلی ہونا ظاہر ہے اور سُلا رکھنے سے مراد اس احساس کا منتفی کر دینا ہے جو بیداری کی حالت مین حاصل ہوتا ہی نہ اسکے آثار جیسے خراٹے لینا اور آنکھون کا بند ہو جانا پس تینون کے عقلی ہونے مین کلام نہین۔

حالی

چھوڑو افسردگی کو ہوش مین آؤ	بس بہت سوئے اُٹھو ہوش مین آؤ

غافل رہنے کا استعارہ سونیکے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع بے پروائی و غفلت ہی اور تینون عقلی ہین۔ اسلیے کہ غافل رہنے اور غفلت و بے پروائی کا عقلی ہونا ظاہر ہی اور سونے سے مراد اس احساس کا باقی نہ رہنا ہے جو بیداری مین حاصل ہوتا ہی اور اُسکے عقلی ہونے مین بھی شبہ نہین۔

(۶) طرفین حسّی ہون اور وجہ جامع مرکب ہو بعض امر حسّی اور بعض امر عقلی سے چنانچہ شخص جلیل القدر کا استعارہ آفتاب سے کرین حُسن اور شان کی بزرگی کا مجموعہ وجہ جامع ہی ایسا استعارہ بہت کم واقع ہوتا ہی گویا درحقیقت دو استعارے ہین۔

میر حسن

وزیرون نے کی عرض کاے آفتاب	نہو ذرہ تجھکو کبھی اضطراب

ولہ

کرون مختصر بیان سے اب غم کی بات | لگا رہنے اُس مین وہ آبِ حیات

بے نظیر کا استعارہ آبِ حیات سے کیا اور وجہ جامع اس مین عزیز الوجود ہونا اور لوگون کی نظرون سے مخفی رہنا ہے۔

نسیم

طالع سے کسے تھی ایسی اُمید | نکلا ہے کدھر سے آج خورشید

بکاؤلی نے تاج الملوک کا استعارہ خورشید سے کیا ہے حسن اور مطلوب ہونا یہ چیزین وجہ جامع ہین۔

مہاراجہ دیبی سنگھ متخلص براجہ

مدام اپنی بغل مین وہ آفتاب رہا + | ہمارے دور مین دور شراب ناب رہا

آفتاب استعارہ معشوق سے ہے۔

یاد رکھو کہ جس صورت مین مستعار لہ مستعار منہ دونون حسی ہون تو وجہ جامع حسی اور عقلی دونون طرح آسکتی ہے اسلیے کہ یہ امر جائز ہے کہ کسی شے حسی کے ساتھ بعض صفت عقلی قائم ہو جیسے جرأت زید اور شیر مین کہ وہ وصف عقلی ہے اور ان دونون کے ساتھ قائم ہے باوجودیکہ وہ دونون حسی ہین اور اگر مستعار لہ اور مستعار منہ دونون عقلی ہون گے یا ایک عقلی اور ایک حسی تو وجہ جامع عقلی ہوگی نہ حسی کیونکہ وجہ جامع مستعار لہ اور مستعار منہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عقل سے جو چیز حاصل ہوگی وہ عقلی ہوگی پس اگر مستعار لہ اور مستعار منہ عقلی ہون اور وجہ جامع حسی یعنی ایسی چیز ہو کہ اسکو حس کے ساتھ ادراک کرسکین تو لازم آوے کہ حس سے اشیاے عقلی کو بھی ادراک کرسکین حالانکہ حس غیر حسی مین سے کسی کو ادراک نہین کرسکتا اور حال اسکا دیر کی مثالون سے بخوبی منکشف ہوتا ہے یعنی جب خون کو لعل کہا تو اس مین وجہ جامع سُرخی رنگ کی ہے یہ حسی ہے یا جب شیشے کی آواز کو ہچکی اور صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا تو اُس مین حرکت کے آواز کا نکلنا وجہ جامع ہے یہ بھی حسی ہے اسی طرح جب معشوق کے حرف آن کر اپنی صورت دکھادینے کو بجلی کا آنکھون کے سامنے کوند جانا کہا تو اُس مین نہ ٹھہرنا وجہ جامع ہے اور یہ حسی ہے اور بالون کے استعارے مین سُنبل کے ساتھ وجہ جامع خوشبو ہے جو حسی ہے اور شراب کے استعارے مین نوشدارو کے ساتھ وجہ جامع مزہ مانا جائے تو یہ بھی حسی ہے اور جسم کے استعارے مین پھول کے ساتھ وجہ جامع نرمی ہے اور یہ بھی حسی ہے اور جب کسی کو شیر سے اور جاہل کو اندھے سے اور محبوب کو آب حیات سے اور قبر کو حرم سے اور سیاہ شام کو روباہ سے اور مخاطب کو

کعبے سے اور نہ چھوڑنے کو باز نہ آنے سے اور معشوق کو دیدون کے نور اور آفت جان اور جان اور کام جان سے اور فرزند کو آنکھون کے نور سے اور مایوس ہو جانے کو ہاتھ اُٹھا لینے سے اور قطع تعلق و ترک تیے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے اور تلاش و جستجو کو چھاننے سے اور مشکلات کو رشتے سے اور اُن کے دفع کرنے کی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے اور برباد ہو جانے کو دفراٹ جانے سے اور مہیا اور مستعد ہونے کو سیدھا ہونے اور چوکنے سے اور مار ڈالنے کو سلا رکھنے سے اور غفلت کو سونے سے استعارہ کیا تو ان سب مین وجہ جامع عقلی ہے۔

چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین

جس استعارے مین لفظ مستعار اسم جنس ہو اُسے اصلیہ کہتے ہین امام فخر الدین رازی کا مذہب یہ ہے کہ مجاز بالذات صرف اسم جنس جامد مین ہوتا ہے فعل و اسم مشتق مین مشتق منہ کی تبعیت کی وجہ سے واقع ہوتا ہے حرف اور علم مین مجاز کسی طرح بھی نہین ہوتا اور امام غزالی کی رائے یہ ہے کہ اگر معنی مجازی کی طرف انتقال صحیح ہونے کے لیے کوئی علاقہ موجود ہو تو علم مین بھی مجاز داخل ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ اسم جنس جیسے شیر اور گل اور سرو اور مہر مین مجاز بالذات واقع ہوتا ہے اور اسی مین داخل ہے مصدر مثل قتل اور ضرب جیسے ایذائے شدید کو مجازاً قتل کہین۔

امانت

چھلّے دیتا تھا کوئی ہاتھ پھنسانے کے لیے	مہندی لاتا تھا کوئی رنگ جمانے کے لیے

اس شعر مین ہاتھ پھنسانا اور رنگ جمانا استعار منہ ہین اور اپنا استحقاق ثابت کرنا مستعار لہ اور یہ مصدر ہین۔

بے وجہ نہین ابر بہاری کا یہ رونا	دکھلاتا ہے داغ اپنے چمن مین پر طاؤس

امیر

برسنے کا استعارہ رونے سے کیا ہے اور یہ مصدر ہے اسی مثال مین ہے انشا کا یہ شعر ہے

برسے برسے ہی مینھ نہ کیونکر برسے	اس طرح سے بادلون کو رونا آوے

اسیر

دہر مین نیکون کی صحبت سے بدون کو ہے گریز
عدل ہے جس ملک مین فتنہ وہان رہتا نہین

اجتناب کا استعارہ گریز سے کیا ہے جو گریختن کا حاصل مصدر ہے۔

ظفر

مے سے ہے اجتناب زاہد کو	ہم تو پرہیز کچھ نہین کرتے

اجتناب کا استعارہ پرہیز سے کیا ہی۔ اور اسم جنس کے قبیل سے ہی علم بھی جس کو بسبب کسی وصف کے تاویل کرکے اسم جنس مین داخل کرین مثلاً حاتم اور رستم کہ اول کو سخی کے معنی مین اور دوسرے کو بہادر کے معنی مین استعمال کرتے ہین چنانچہ متکبر آدمی کو کہین کہ وہ فرعون ہی یا بہادر کو کہین کہ وہ رستم ہی۔

حالی

وہ جو کچھ کہ ہین کہہ سکے کون اُن کو	بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

میر

زالِ دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر گیا دل

اور بغیر اس تاویل کے جائز نہین کیونکہ علمیت جنسیت کے منافی ہی اور اعتبار افراد کا ہی اسلیے اعلام مین مجاز جاری نہین ہو سکتا اور اسم جنس مین اصالۃً مجاز کے داخل ہونے کی وجہ یہ ہی کہ یہان مجاز کی بنا تشبیہ پر ہی یعنے مستعار لہ کو مستعار منہ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی اور یہ ظاہر ہی کہ تشبیہ مشبہ کا وصف ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مشبہ بہ کے ساتھ وجہ شبہ مین شریک ہی اور موصوف ہوئے مین حقائق اور ذاتین اصل ہوتی ہین مثلاً جسم سفید اور آب صاف اور چونکہ شیر اور گل و سرو وغیرہ ذاتین ہین اور تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوتی ہین اسلیے ان مین مجاز اصالۃً داخل ہوتا ہی مثال اسم جنس مین استعارے کی۔

انیس

کیون فاطمہ زہرا کو رلاتا ہی کفن مین	دو پھول تو رہنے دے محمدؐ کے چمن مین

صاحبزادگان حضرت مسلم کو پھول کہا ہی پھول اسم جنس ہی۔

مذاق

مین اُس گل کو پیغام کہتا ہزارون	ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

معشوق کو گل کہا ہی اور گل، اسم جنس ہے۔

نسیم

بلبل اسی رشک گل کی ہون مین	تم کیا ہو ہزارون مین کہون مین

عاشق کا استعارہ بُلبُل سے کیا ہی اور بُلبُل اسم جنس ہی۔

دبیر

کس شیر کی آمد ہی کہ رَن کانپ رہا ہے	رَن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حضرت امام حسین کا استعارہ شیر سے کیا ہی اور شیر اسم جنس ہی۔

فعل اور شبہ فعل (یعنی اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل) اور حرف مین مجاز بالاتباع داخل ہوتا ہی کیونکہ فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ یا حرف کے معنی کو یہ صلاحیت نہین کہ تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوسکین یعنی نہ فعل اور شبہ فعل کے معنی مشبہ ہوتے ہین اور نہ حرف کے معنے بلکہ فعل و شبہ فعل کا مصدر اور حرف کے معنی کا متعلق مشبہ ہوتا ہے اور حرف کے معنی کا متعلق وہ شے ہی کہ حرف کے معنے بیان کرتے وقت اُس معنی کو اُس چیز سے تعبیر کرین مثلاً کہتے ہین حرف سے ابتدا کے لیے ہی اور مین ظرفیت کیواسطے اور تک انتہا کیواسطے اور تو تاے مفتوح سے غرض کیواسطے پس ابتدا اور ظرفیت اور انتہا اور غرض ان حرفون کے معنے کے متعلق ہین یعنی اُن کے معنے اُن سے تعلق رکھتے ہین پس فعل اور شبہ فعل اور حرف کو مستعار کہنا بطور تبعیت کے ہی نہ بطریق اصالت کے یعنی فعل اور شبہ فعل اور حرف مستعار ہونے مین مصدر اور متعلق کے تابع ہین اور خود مستعار نہین ہوسکتے تفصیل فعل اور شبہ فعل اور حرف کے استعارہ ہونے کی یہ ہی کہ کبھی فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ کے ساتھ کسی معنی کو تعبیر کرتے ہین اور مقصود اس سے وہ معنی نہین ہوتے جن معنی کے واسطے وہ بنائے گئے ہین بلکہ اُن کا غیر مقصود ہوتا ہے اور اُن لفظون سے غیر معنے موضوع لہ کا مستعار ہونا باعتبار اُن کے مصدر کے ہوتا ہی فعل اور حرف کے مستعار ہونے کو **استعارۂ تبعیہ** کہتے ہین۔

(لفظ مستعار کے فعل ہونے کی مثال)

امانت

رنگ مین بو مین نزاکت مین جو یکتا پایا	اُس گُل تازہ سے دل مین نے غرض اٹکایا

دل اٹکایا فعل ماضی ہی مگر دل اٹکانے اور عاشق ہونے مین استعارہ ہی جو مصدر ہین۔

حسرت

مارا مجھے کنجی کے اس نخرے نے
کہتی ہی کہ وہ کام مین ابھی چھوڑ دوجی

ہر چند مارا فعل ماضی ہی لیکن استعارہ یہان مار ڈالنے اور تکلیف شدید پہونچانے مین ہی۔

گلزار نسیم

ہمت نے مری تجھے اُڑایا ۔ غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

اُڑایا سے مراد یہ ہی کہ عقل کھودی پس یہان اُڑانے اور عقل کھودینے مین استعارہ ہی۔

امیر

بسی گور غریبان جب کسی کا گھر ہوا ویران ۔ مسافر پڑکے سوئے جاگ اُٹھی تقدیر منزل کی

یہان استعارہ سونے اور مرجانے مین ہی۔

میر

تردامنون کو دیکھ کے لب خشک ہوگئے ۔ احوال میکدہ پہ بہت ابر رو گئے

ابر کے برسنے کو رونے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل ماضی مثبت ہے۔

سودا

اگل مت مجھیو باغ مین اے عندلیب زار ۔ غنچے کا دل دہن پہ کسی کے بکھر چلا

یہان بھی مستعار بکھر چلا فعل ماضی ہی اور استعارہ درحقیقت مصدرون مین ہی۔

حالی

علم والے علم کے دریا بہا کر چل دیے ۔ واعظان قوم سوتون کو جگا کر چلدیے

یعنے مرگئے یہان استعارہ چلدینے اور مرجانے مین ہی۔

ذوق

گرتی ہی زیر برقعۂ فانوس تاک جھانک ۔ پروانے سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

یہان لگی ہوئی ماضی کا صیغہ مذکور ہی لیکن استعارہ مصدر مین ہی۔

ظفر

وہ رشک گل چمن مین اگر اے صبا ہنسے ۔ پھر منھ ہی کیا جو غنچہ کوئی کھلکھلا ہنسے

غنچے کے کھلنے کو ہنسنے سے استعارہ کیا ہی اور ہنسے صیغہ مضارع کا ہی۔

انشا

اگرچہ تجھ تو جی کو روکتے ہین ۔ لیک پرنالے سارے اوکتے ہین

پرنالون کے بہنے کو اوکنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

اس موسم برسات مین کیون گھر نہ رہین ہم ۔ ولہ ۔ آنکھین بھی برستی ہین بھادون کی برابر

رونے کو برسنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

میر

گھر کی صورت جو اور ہوتی ہے — چھت بھی بے اختیار روتی ہے

درد

روتا نہیں ہی شاہد مینا یہ بے سبب — گردن پہ اسکی خون کسی کا سوار ہے

پہلے شعر مین ٹپکنے کا استعارہ رونے کے ساتھ کیا ہی اور دوسرے مین شراب کے اوندھنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور دونون شعرون مین مستعار حال کے صیغے ہین۔

ظفر

صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہی — ہمارا یار جسدم جانب میخانہ آتا ہے

صراحی سے شراب کے آواز کے ساتھ نکلنے کا استعارہ قہقہہ بھرنے سے کیا ہی اور شراب کے مینا سے آہستہ نکلنے کا استعارہ مسکرانے سے کیا ہی اور دونون لفظ حال کے صیغے ہین۔

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات — اب آئی سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی

ولہ

ہوتی نہین ہی صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند — جسکو پکارتا ہون وہ کہتا ہے مر کہین

ان اشعار مین امر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہی مرنے اور سونے مین استعارہ ہی۔

بھاگ ان بردہ فروشون سے کہان کے بھائی — بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر پائین

بھاگنے اور اجتناب کرنے مین استعارہ ہی اور امر کا صیغہ مذکور ہی (شبہ فعل مین استعارے کی مثال)

امانت

سرمہ دیتا تھا کوئی آنکھ لگانے والا — مستی بھجواتا تھا کوئی کہ کرو منھ کالا

مومن

خندہ زن کس کا ہوا زخم درون — شدت گریۂ پنہان کیون ہے

چمن زار عالم کی خوبی پہ مت جا — امیر اگل اس بے ثباتی پہ خندہ زنان ہے

ان شعرون مین آنکھ لگانے اور عشق کرنے مین اور خندہ زنی اور شگفتہ ہوجانے مین اور خندہ زنان ہونے اور کھلنے مین استعارہ ہی اور اسم فاعل کے صیغے مذکور ہین۔

میر

شہر میں جو نظر پڑا اس کا — کشتۂ ناز یا تغافل تھا

آتش

رنگ زرد و لب خشک و سر گرد آلود — کشتۂ عشق ہیں ہم ہے یہ کفارہ اپنا

صدمہ رسیدہ ہونیکا استعارہ کشتہ سے کیا ہے اور اسم مفعول کا صیغہ مذکور ہے۔

نواب جہانگیر محمد خان دولہ تخلص

ہووے گا میرا حشر شہیدوں میں میں جو یاں — مقتولِ الفت خلف بوتراب تھا

مقتول اسم مفعول کا صیغہ ہے عاشق کے معنے میں پس اسم مفعول کا عاشق سے استعارہ کیا ہے۔

نصیر

غم محبت میں میر مجھکو ہمیشہ جلنا ہمیشہ مرنا — صعوبت ایسی دماغ رفتہ کہاں تلک ہم اُٹھا رہینگے

بیکار ہونے کا استعارہ رفتہ سے کیا ہے جو صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہ اسم مفعول کا کیونکہ اسم مفعول فعل لازم سے نہیں آتا۔

میر

تو وہ نہیں کسو کا نہ دل سے یار ہو — یا مجھکو دل شکستوں سے اخلاص پیار ہو

شکستہ صدمہ رسیدہ اور دکھے ہوئے کے معنی میں ہے۔

شہید

بس مصلے سے اُٹھکے وہ شہ دیں — جائے اس خستہ کے سر بالیں

خستہ سے مراد عاشق ہے خستہ زخمی کو کہتے ہیں اور ستون حنانہ کو کوئی زخم نہ پہونچا تھا بلکہ وہ عشق رسول میں روتا تھا اور خستہ مشتق ہے خستن سے جو لازم ہے پس صفت مشبہ ہوگا نہ اسم مفعول

(حرف میں استعارے کی مثال)۔

غالب

ظلم سے باز آئے پر باز آئیں کیا — کہتے ہیں ہم تجھکو منہ دکھلائیں کیا

چھوڑ دینے کا استعارہ باز آنے سے کیا ہے اصل میں چھوڑ دینا مستعار لہ اور باز آنا مستعار منہ ہے

اور حرف سے چھوڑ دینے سے متعلق ہو مستعار لہ کو ترک کرکے حرف سے کے ساتھ استعارہ کیا ہی۔

درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہین کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب ہم ساتھ سب کے دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یہان استعارہ حرف سے مین ہو اور اصل مین قطع تعلق کر دینا مستعار لہ ہی جو متعلق ہی حرف سے کا اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ ہی مراد اس جگہہ یہ ہی کہ ہمنے دونون جہان سے قطع تعلق کیا اگرچہ بظاہر حرف سے مستعار لہ معلوم ہوتا ہی اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ لیکن واقع مین سے مستعار لہ نہین بلکہ اُسکا متعلق یعنے قطع تعلق کرنا مستعار لہ ہی پس واقع مین استعارہ ان دو معنی مین واقع ہوا ہے اور حرف سے متعلق کی اتباع سے مستعار لہ کہا گیا ہے۔

سودا

اُسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہی اے سودا مگر	خلق کی سر اپنے لینے کو ملامت کے لیے

اس شعر مین لیے کا حرف غرض کے واسطے موضوع ہی جو بطریق استعارے کے واقع ہوا ہی اور استعارہ لیے مین نہین بلکہ معنی غرض مین ہی کہ لیے کا متعلق ہی اسلیے کہ غرض کوچۂ یار مین جانے سے راحت و عزت ہوتی ہی نہ لعنت و ملامت مگر بوجہ اس بات کے کہ انجام کار وہان کے پھرنے سے لوگ مطعون کرنے لگتے ہین اسلیے راحت و عزت کو ملامت کے ساتھ استعارہ کیا ہی یعنے کوچۂ یار مین سودا کا واسطے حصول راحت و عزت کے جانا گویا کہ واسطے لعنت و ملامت کے جانا ہی اور مستعار لہ یہان راحت و عزت ہی اور مستعار منہ ملامت ہی اور لفظ مستعار لیے ہی پس استعارہ معنی غرض مین ہی کہ لیے کا متعلق ہی اور اطلاق اسکا لیے پر تبعیت کے طور پر ہی نہ اصالت کے طور پر یہ استعارہ بطریق استہزا کے واقع ہوا ہی۔

ظفر

کھانا اگر ہے زخم تو پانی ہی آب تیغ	مہمان کربلا کی ضیافت کے واسطے

اس شعر مین واسطے کا حرف غرض کے لیے موضوع ہی پس مستعار لہ ظاہر مین واسطے کا حرف ہے اور واقع مین غرض کے معنے مین جو واسطے کا متعلق ہی اسلیے کہ غرض زخم و آب تیغ سے ضیافت نہ تھی بلکہ بھوکا پیاسا قتل کرنا تھی اور مستعار منہ ضیافت ہی یہ استعارہ بطریق طنز کے واقع ہوا ہے۔

فائدہ انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہی کہ واسطے اور لیے اردو مین مضاف سمجھے جاتے ہین اور عربی مین لفظ کے جر کرنے والے حروف ہین۔

اور مولوی صہبائی نے حدائق البلاغت کے ترجمے مین حرف کی مثال مین لکھا تھا ہمنے بھی یہان اُنکی

اتباع کی ہے -
مگر تلخیص المفتاح کے مصنف نے متعلق کو کہ متروک ہی مشبہ بہ اور اس لفظ کو کہ مذکور ہی مشبہ قرار دیا ہی لیکن چونکہ اُسکے مذہب کے موافق استعارہ بالتصریح مین خواہ اصلیہ ہو خواہ تبعیہ مشبہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ بہ مذکور غایت یہ ہی کہ استعارہ تبعیہ مین بعینہ لفظ کے مفہوم مین تشبیہ نہین ہوتی اور اصلیہ مین ہوتی ہی چنانچہ اوپر کی مثالون سے ظاہر ہے پس متعلق متروک کو مشبہ بہ قرار دینے مین استعارہ بالتصریح متصور نہین ہوتا اسلیے کہ مشبہ کا متروک ہونا چاہیے اور مشبہ بہ کا مذکور البتہ استعارہ بالکنایہ ہو سکتا ہے کیونکہ استعارہ بالکنایہ مین مشبہ مذکور ہوتا ہی اور مشبہ بہ متروک اور وہ چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت سے کے اُسکو مشبہ کے ساتھ ذکر کرتے ہین اسی طرح یہان ہی کہ مشبہ بہ یعنی متعلق متروک ہے اور مشبہ یعنی باز آنا اور دھو بیٹھنا اور ملامت اور ضیافت مذکور ہی اور جو چیز کہ مشبہ بہ کے واسطے مخصوص ہی یعنی حرف سے اور لیے اور واسطے کہ اُس مشبہ بہ پر دلالت کرتے ہین مشبہ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہین اس صورت مین یہ استعارہ تبعیہ نہوا بلکہ بالکنایہ ہوا اور یہی مذہب سکاکی کا ہی علامہ تفتازانی نے مطول مین اسکو تبعیہ مین داخل کرنے کے واسطے ایک تقریر کی ہی اُسکا بیان مثالون کے موافق یہ ہی کہ مثلاً دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھنا مشبہ ہی اور دونون جہان سے قطع تعلق کرنا مشبہ بہ ہی یعنی دونون جہان سے اس طرح ہاتھ دھو بیٹھے جس طرح قطع تعلق کرتے ہین پھر مشبہ یعنی دھو بیٹھنے کے ساتھ وہ حرف ذکر کیا جو مشبہ بہ یعنے دونون جہان کو چھوڑ دینے پر دلالت کرتا ہی یعنی حرف سے جو دور کرنے اور اعراض کرنے کے معنے مین ہی نہ ابتدا کے معنی مین جیساکہ فارسی مین از اور عربی مین عن اعراض کے لیے آتے ہین اس صورت مین اول استعارہ اعراض اور دور کرنے مین جاری ہوا ہی یعنی دونون جہان کے تعلقات سے اعراض کرنا اور اُن کو ترک کر دینا مشبہ بہ ہے بعد اُسکے اس استعارے کی اتباع سے حرف مین استعارہ ہوا یعنی حرف سے کو ایسی شے کے واسطے استعارہ کیا جو قطع تعلق کرنے اور اعراض کرنے سے تشبیہ دی گئی ہی یعنے ہاتھ دھو بیٹھنا حاصل کلام یہ ہی کہ حرف سے سے موضوع لہ نہ سمجھا گیا بلکہ وہ چیز سمجھی گئی جو اُس سے مشابہت رکھتی ہی جیسے شیر کے لفظ سے استعارے مین جانور درندہ نہین سمجھا جاتا بلکہ وہ چیز سمجھی جاتی ہے جو اُس سے مشابہت رکھتی ہی یعنی مرد بہادر اور خلاصہ کلام یہ ہی کہ اگر تشبیہ اُس چیز مین فرض کرین کہ جس سے حرف سے متعلق ہی اور وہ قطع تعلق یا ترک ہی تو استعارہ بالکنایہ ہوا کیونکہ مشبہ بہ مضمر ہی اور حرف سے کا ہاتھ دھو بیٹھنے کے ساتھ کہ مشبہ ہے مذکور ہونا استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہو جائیگا اور اگر اس حرف کے معنے مین کہ وہ دور کرنا اور اعراض کرنا ہین اور یہان متروک ہین تشبیہ فرض کرین تو استعارہ تبعیہ ہو گا -

استعارہ تبعیہ مین جہان مستعار فعل یا شبہ فعل ہو قرینے کا مدار فاعل یا مفعول پر ہی مثال اول۔

انیس

ختم گیا طبل دغا کے بھی وہ آواز کا جوش | ہو گیا جوڑ کے ہاتھون کو جلاجل خاموش

حقیقی طور پر خاموش ہوجانا جلاجل کی طرف نسوب نہین ہو سکتا پس اس استحالے نے اس بات پر دلالت کی کہ خاموش ہوجانے سے یہان وہ چیز مراد ہے جسکی اسناد جلاجل کی طرف صحیح ہو سکتی ہے اور معلوم ہی کہ وہ بند ہوجانا ہے جو خاموش ہوجانے کے ساتھ سکون مین مشابہت رکھتا ہے۔

جرأت

یہان جرأت کسی پر تم ہوے عاشق مانو نہین | کہے دیتی ہی خاموشی عبث صاحب بکتے ہین

یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی اسناد کہنے کی خاموشی کی طرف استعارے کا قرینہ ہی اسلیے کہ حقیقی طور پر خاموشی کی طرف مسند نہین ہو سکتا اگر کہا جائے کہ ان مثالون مین حاصل قرینہ یہ ہی کہ مسند کا قیام مسندالیہ کے ساتھ محال ہی اور یہ مجاز عقلی کے قرائن سے ہی جس کا مذکور علم معانی مین ہوتا ہے تو ہم جواب یہ دینگے کہ اس سے کوئی نقصان نہین کیونکہ مقصود قرینے سے وہ چیز ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہین اور یہان ایسا ہی ہی گو وہ مجاز عقلی کی بھی صلاحیت رکھتا ہی پس چونکہ ہاتھ جوڑ کر خاموش ہوجانے کی صلاحیت جلاجل مین نہین اور کہنے کی صلاحیت خاموشی مین نہین اس سے معلوم ہوا کہ ان فعلون مین استعارہ واقع ہوا ہے۔

خلیق منشی عبدالخالق دہلوی

حسرت سے کہ رہے ہین دالان ٹوٹے پھوٹے | ہم پر تھی نقش کاری ہم پر تھے بیل بوٹے

حالی

نصیب اُن کا اشبیلیہ مین ہی سوتا | شب و روز ہی قرطبہ اُن کو روتا

سونا نصیب کی طرف مضاف نہین ہو سکتا کیونکہ سونا حیوان کا خاصہ ہی پس معلوم ہوا کہ سونا یہان بر سبیل استعارے کے واقع ہوا ہے یہی حال قرطبہ کے رونے کا ہے۔

ولہ

اُس کے مرنے سے مر گئی دلی | خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

مثال دوم۔

نساخ

پھولون کو جو باغ مین ہنساتی ہے بہار | دیوانہ ہزارون کو بناتی ہے بہار

ہنسانا حقیقۃً پھولون کے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ ان کے لیے روح نہین ہی مگر چونکہ پھول کا کھلانا ہنسانے کے ساتھ مشابہ ہی اور وجہ مشابہت دونون مین کھل جانا ہی اسلیے ہنسانے کا استعارہ کھلا نے کیلیے کیا پس پھولون کو ہنساتی ہی استعارہ ہی پھولون کو کھلاتی ہے سے اور قرینہ اس مین پھولون کے ساتھ ہنسانے کا تعلق ہی اور ظاہر ہی کہ پھول مفعول ہی۔

حالی

ارسطو کے مردہ فنون کو جلایا | فلاطون کو پھر زندہ کر کے دکھایا

ظاہر ہے کہ جلانا حقیقۃً فنون کے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ اُنکے نہ روح ہی نہ جسم مگر چونکہ علم کا پھیلانا جلانے کے ساتھ ظاہر کرنے مین مشابہ ہی اسلیے جلانے کا استعارہ پھیلانے کے لیے کیا پس فنون کو جلایا استعارہ ہی فنون کو پھیلایا سے اور قرینہ اس مین فنون کے ساتھ جلانے کا تعلق ہی اور ظاہر ہی کہ فنون مفعول ہی اسی قبیل سے ہی مذاق کا یہ مصرع۔

سشاعر و زندہ کیا ہی مین نے طرز میر کو

مردان علی خان رعنا

جگایا فتنۂ خوابِ عدم کو | قیامت ہی تری قم نے بپا کی

ظاہر ہی کہ جگانے کی نسبت فتنے کی طرف بطور استعارے کے ہی حقیقۃً جگانا فتنے کے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ سونا اور جگنا حیوانات کا خاصہ ہی مگر فتنہ پھیلانے کو فتنہ جگانے کے ساتھ مشابہت ہی اسلیے فتنہ پھیلانے کا استعارہ فتنہ جگانے کے ساتھ کیا ہے۔

دبیر

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو | پانون مین کجروی کو سرون مین غرور کو
سینے مین بغض وکینہ کو دل مین فتور کو | نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو

ظاہر ہی کہ کاٹنے کی نسبت نور اور کجروی اور غرور اور بغض وکینہ اور فتور اور معصیت اور زور کی طرف بطور استعارے کے ہی حقیقۃً کاٹنا اُنکے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ یہ عقلیات سے ہین چونکہ دور کرنے کو کاٹنے کے ساتھ مشابہت ہی اسلیے دور کرنے کا استعارہ کاٹنے کے ساتھ کیا۔

اور کبھی مضاف الیہ بھی اس استعارے کا قرینہ ہوتا ہے مثلاً جب دشمن قید ہوجائے تو کہین کہ ہماری دشمن

سے قید ہونے کی مبارکباد پہونچے اس مثال مین مبارکباد قید ہونے کی طرف مضاف ہے اور مبارکباد کی نسبت قید کی طرف ظاہر ہے باعتبار حقیقت کے ممکن نہین ہان استعارے کے طور پر ممکن ہے۔

مومن

شربت مرگ چکھادے مجھکو	ساقیا زہر پلادے مجھکو

اس شعر مین شربت مرگ کی طرف مضاف ہے اور شربت کی نسبت مرگ کی طرف ظاہر ہے کہ حقیقی طور پر ممکن نہین ہان استعارے کے طور پر ممکن ہے۔

ظفر

جہان عیش رہتی تھی راتدن وہان مسند دد و دام ہے

اس مثال مین مسند کی اضافت دد و دام کی طرف ہے اور ظاہر ہے کہ مسند کی نسبت دد و دام کی طرف بطور استعارے کے ممکن ہے اس طرح کہ مسند سے آرام گاہ یا مسکن مراد ہے۔

حالی

مزہ علم وحکمت کا سب کو چکھایا	ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا

اس مثال مین مزہ علم وحکمت کی طرف مضاف ہے اور نسبت چکھایا کی علم وحکمت کی طرف ظاہر ہے کہ باعتبار حقیقت کے ممکن نہین مگر استعارے کے طور پر بس چکھایا کا لفظ سکھایا کی جگہ واقع ہوا ہے اور قرینہ اسکے استعارہ ہونے پر مزہ کا علم وحکمت کی طرف مضاف ہونا ہے۔

جس استعارہ مین مستعار لہ اور مستعار منہ کے مناسبات کچھ نہ ذکر کیے جائین تو اسکو استعارہ مطلقہ کہتے ہین جیسے کہین ہمنے ایک شیر دیکھا تھا اور مراد شیر سے بہادر ہو اور بہادر و شیر کا کوئی مناسب ذکر نہین ہوا۔

انیس

غصے مین کسی طور سے وہ شیر نہ رکتے	بڑھتے تو کبھی صورت شمشیر نہ رکتے

آدمی کو شیر سے استعارہ کیا ہے اور کسی کے مناسبات مذکور نہین ہین۔

حالی

شہر مین اک چراغ تھا نہ رہا	ایک روشن دماغ تھا نہ رہا

آدمی کا استعارہ چراغ سے کیا ہے اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا۔

سحر میرا کہ رہو غیر سے دور	ولہ	دل احباب پر نہین چلتا

نصیحت کا استعارہ سحر سے کیا ہے اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا ہی

ناسخ

ہین یاد وہ بے مثال آنکھین — کیا ہین تری او غزال آنکھین

معشوق کا استعارہ غزال سے کیا ہی اور مناسبات کسی کے مذکور نہین -
یا صرف مستعار لہ کے مناسبات کچھ مذکور ہون اور اسکو **استعارۂ مجردہ** کہتے ہین جیسے -

ناسخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے بند — اب خدایا موت کا پیغام بھیج

معشوق کا استعارہ بت سے کیا ہی اور خط کا نہ بھیجنا جو مناسب معشوق کے ہی ذکر کیا ہے -

انشا

یہ نگہ یہ تیور یہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان — غضب و رتبہ لینا یہ زبان بزیر دندان

لب کا استعارہ لعل سے کیا ہی اور صرف لب کے مناسبات مذکور ہین -

انیس

ان پھولون کو مقتل سے اُٹھا لینے دے مجھکو — مٹی مین ستارون کو چھپا لینے دے مجھکو

آدمی کو پھولون اور ستارون سے استعارہ کیا ہی اور مقتل و مٹی کا لفظ جو مناسب آدمی کے ہی ذکر کیا ہی

ولہ

پیاسا وہ کوئی اور ہی اس قتل کے بن مین — اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن مین

آدمی کا استعارہ شیر سے کیا ہی اور شمشیر و رن مستعار لہ کے مناسب ہین -

مومن

اقرار ہے صاف آپکے انکار سے ظاہر — ہی مستی شب نرگس میخوار سے ظاہر

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور آنکھ کے مناسب جو مستی و میخواری ہی لے ذکر کیا ہی اور نرگس کے مناسب کو ذکر نہین کیا -

وحید

لو آمد اسد کا تلاطم سُنو لیس اب — مضطر زمین ہی خوف سے لرزان ہی فوج سب

اسد استعارہ آدمی سے ہی اور فوج کا ذکر مناسب مستعار لہ کے ہی -

سودا

گل نے شبنم سے ہی الماس تو کھایا لیکن — ہاتھ مین غنچۂ لالہ کے ابھی افیون ہے

داغ کو افیون سے استعارہ کیا ہے اور فقط مناسب مستعار لہ کا مذکور ہے یعنے لالہ۔
یا صرف مستعار منہ کے مناسب ذکر کرین اس قسم کو **استعارہ مرشحہ** کہتے ہین جیسے۔

انیس

نانا سے چھٹے قبر حسنؑ چھوڑ کے آئے
اس دشت کے کانٹون مین چمن چھوڑ کے آئے

وطن کو چمن سے استعارہ کیا ہے اور اسکے مناسب کانٹون کا مذکور ہے۔

ولہ

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز
دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچہ گریز

برق شرارہ ریز سے مراد تلوار ہے برق کے مناسبات کو ذکر کیا ہے۔

امانت

ہے تنفر مجھے ربط اس گل کو ہے اغیار سے
سوکھ کر کانٹا ہوا ہون بلبلو اس خار سے

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہے اور بلبل اور خار جو اسکے مناسب ہین ذکر کیے ہین۔

سودا

جب مین کچھ کو نجڑی سے کہتا ہون
بختے ہے مجھ سے یون وہ دو بدو

ہو ہی پی کے اپنا رہتا ہون
بیچو ترکاری کی جگہ کدو

کدو عضو تناسل سے استعارہ ہے اور مستعار منہ کے مناسب ترکاری اور کونجڑی ہے۔

نسیم

فریاد نہ کرنے پایا مضطر
تابان ہوئی راکھ مین وہ اخگر

اخگر استعارہ بکاؤلی سے ہے مستعار منہ کے مناسب راکھ اور تابان ہونا ہے۔

ولہ

تھالے مین یہان اُگا صنوبر
وان شیشہ رہا ترس کے ساغر

صنوبر استعارہ عضو تناسل سے ہے اور ساغر استعارہ فرج سے ہے اور دونون مستعار منہ کے مناسبات مذکور ہین۔

مومن

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا مین
بے جرم جفاؤن کا سزاوار رہا مین

پرہیز سے مراد احتراز ہے اور پرہیز کے مناسب لفظ بیمار ہے۔

ولہ

یون شربت دیدار سم آمیز نہین تھا | کچھ نرگس بیمار کو پرہیز نہین تھا

پرہیز استعارہ ہی اجتناب سے اور مستعار منہ کے مناسبات شربت اور سم اور بیمار ہین یا دونون کے مناسباب مذکور ہون جیسے۔

ناسخ

جان بچنے کی کوئی صورت نظر آتی نہین | تجلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

معشوق کا استعارہ حور سے کیا ہی معشوق کے مناسب فرقت ہی اور حور کے مناسب فردوس ہی۔

چمن مین آتے سُن کر تجھکو باد سحر یہ گھبرائی | سودا | ساغر جب تک لادین ہی لادین تو ر طسبو کو جام کیا

مستعار لہ غنچہ اور گل اور مستعار منہ سبو اور جام ہی اول کے مناسب چمن اور باد سحر ہی اور دوم کے مناسب معشوق کا آنا کہ شراب نوشی اُسکو لازم ہی اور ساغر کا ذکر ہے۔

سودا

نہین جون گل طلب ابر سیاہ سے گاہے | خار ہون خشک مین ای برق نگاہ سے گاہے

معشوق کا برق سے استعارہ کیا ہی معشوق کے مناسب نگاہ اور برق کے مناسب خار خشک ہی۔

مرزا علی محنت

محنت جو خط تراشی کی اُس شعلہ رو نے رات | شکر خدا کہ چاند گہن سے نکل گیا

چاند استعارہ ہی چہرہ محبوب سے خط تراشی اور شعلہ رو مناسب محبوب کے ہی اور رات اور گہن مناسب مستعار منہ کے۔

امانت

زبان موج سے تشنہ دیا جو دریا نے | برس پڑی مری ہر آنکھ ابر تر کی طرح

رونیکا استعارہ برسنے کے ساتھ کیا ہی اور رونیکے مناسب آنکھ ہی اور برسنے کے مناسب ابر ہے۔

امیر

جان چھوٹونین پڑی زندہ ہوئی خاک چمن | ہی دم جان بخش عیسی یا نسیم بوستان

جان پڑنا استعارہ ہی تر و تازہ ہونے سے اور زندہ ہونا استعارہ ہی نباتات اُگنے کے قابل ہونے سے اور دونوں کے مناسبات مذکور نہین

میر صفدر علی صفدر

شجر سوختۂ شمع سے جب گل نکلے | چاہیے بیضۂ فانوس سے بلبل نکلے

شمع کی لو کا استعارہ گل سُرخ سے کیا ہی اور لو کے مناسب شمع اور فانوس کا ذکر ہی اور گل سُرخ کے مناسب شجر اور بلبل کا ذکر ہے۔

سودا

واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ ۔ آب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

سبزی کا استعارہ مخمل سے کیا ہی اور مخمل کے مناسب قطع کرنے کا ذکر ہی اور سبزی کے مناسب آب جو اور روش اور باغ کا بیان ہے۔

گویا

کیوں نہیں تاکوں دم گلگشت گلشن تاک کو ۔ تاکنے والا ہوں اُس کی نرگس مخمور کا

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور آنکھ کے مناسب مخمور کا لفظ ہی اور نرگس کے مناسب گلگشت اور گلشن اور تاک کا ذکر ہے۔

ناسخ

جان پائے گا چمن ای گل تری گلگشت سے ۔ ہر شجر میں مرغ جان کا آشیان ہو جائے گا

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہی اور دونوں کے مناسبات مذکور ہیں۔

نسیم

حاصل ہوئی اُن گلوں کو بے خار ۔ اسیر شب زلف و صبح رخسار

روح افزا اور بہرام کا استعارہ گلوں کے ساتھ کیا ہی اور مستعار منہ کے مناسب بے خار ہی اور مستعار لہ کے مناسب سیر شب زلف و صبح رخسار ہے۔

ان اقسام میں سے استعارۂ مرشحہ بہتر ہے اس لیے کہ استعارہ تشبیہ میں مبالغہ کرنے اور مشبہ کے عین مشبہ بہ ادعا کرنے کو کہتے ہیں پس ان اوصاف کے ذکر سے جو مشبہ بہ کے مناسب ہوتے ہیں اس مبالغہ میں تقویت آجاتی ہے۔

استعارے کی ایک صورت اور ہی کہ اس میں مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع کئی چیزوں سے حاصل ہوتے ہیں اسکو استعارۂ تمثیلیہ اور تمثیل بطریق استعارہ اور تمثیل اور مجاز مرکب کہتے ہیں اس میں اور تشبیہ تمثیلی میں اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ اسے تمثیل مطلقا بھی کہتے ہیں اور وہاں تشبیہ تمثیلی اور تشبیہ تمثیل بولتے ہیں پس جہاں کہیں مطلقاً تمثیل کا لفظ پاؤ تو اُسے استعارہ سمجھو نہ تشبیہ اس میں چونکہ وجہ جامع کئی چیزوں سے حاصل ہوتی ہی اسلیے تمثیل ہے اور چونکہ ذکر مشبہ بہ کا اور ارادہ مشبہ کا ہوتا ہے

اور یہی طریق استعارے کا ہی اسلیے استعارہ ہی جیسے کوئی شخص کسی فعل کے ارتکاب کا کبھی اقرار کرے اور کبھی انکار اور اُس مین متردد ہو تو کہین کہ فلان اُس کام مین پیش وپیش کرتا ہی اُسکے قبول وانکار اور شک وتردد کی مجموعی حالت کو ایسی حالت مجموعی سے استعارہ کیا ہی کہ کوئی شخص کسی جگہ جانے مین یا چلنے مین کبھی آگے کو بڑھے کبھی پیچھے کو آوے -

ذوق

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش وپس جام شراب	لب پہ توبہ ترے دل مین ہوس جام شراب

ایسے ہی جس شخص کو ادنے تکلیف وسختی برداشت نہو اور نہایت نازک یا ضعیف ہو تو کہتے ہین کہ اُسکی ناک پکڑنے سے نکسیر چھوٹتی ہے

خندہ

کیا کوئی چھیڑے اُنھیں اور کیا لگائے اُنکو ہاتھ	ناک کے پکڑے سے جن کی چھوٹتی نکسیر ہو

اسی قبیل سے ہی یہ مثل سر منڈاتے ہی اولے پڑے یہ اُسوقت مین کہتے ہین جب کوئی کام کرین اور اُسکے کرتے ہی یکایک کوئی امر ایسا واقع ہو جائے جس سے اُسکے نتیجہ برآنے مین فتور واقع ہو علی ہذا القیاس جب کوئی شخص ایک امر کی طرف توجہ کرے اور اُسکو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو یا ایک امر کے حصول مین سعی کرے اور قبل اس سے کہ مطلب حاصل ہو دوسرے مقصود کے حصول کی طرف متوجہ ہو جائے تو ایسے مقام پر کہتے ہین "دھوبی کا کتا ہی نہ گھر کا نہ گھاٹ کا،، یعنی ان سب حالات کو اُس کتے کے حالات سے استعارہ کرتے ہین جو دھوبی کے یہان رہتا ہو اور اُسکے ساتھ کبھی مکان سے دریا کو جائے اور پھر دریا سے مکان کو آئے اور سارا دن یون ہی گذر جائے -

مذاق

دنیا و دین مین رہتا ہے آلودہ جو فقیر	دھوبی کا کتا ہے نہ وہ گھر کا نہ گھاٹ کا

اسی قبیل سے ہے یہ مثل مشہور کہ "تنے اُنگلی کے پکڑتے ہی پہونچا پکڑا،، ایسے موقع مین کہتے ہین کہ کوئی شخص کسی سے اول ایک سہل بات چاہے جب وہ اُسکو پورا کر دے تو وہ بعد اسکے اُس سے زائد ایک اور سوال کرے یا کہین کہ اُسکا کھڑی کھانے سے پہونچا اُترا،، یہ ایسے مقام مین کہتے ہین کہ تھوڑے سے بوجھ اُٹھانے سے کمزوری پیدا ہو جائے یا کہین کہ "چلتی گاڑی مین روڑا اٹکا،، یہ ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی کام اچھی طرح سے جاری ہو اور ناگہان اُس مین حرج واقع ہو جائے اسی قبیل سے ہی "چھاتی پہ مونگ دلنا،، یعنی مشقت پہونچانا -

ظفر

مونگ چھاتی پر جو دلتے ہیں کسی کی دیکھنا	جو تیوں میں دال انکی اے ظفر بٹ جائیگی

اور ہمارا وار چل گیا یعنی ارادہ پورا ہوا اور اُسکا چراغ گل ہو گیا یعنی اقبال جاتا رہا اور برباد ہی گئی۔

گلزار نسیم

جس کف میں وہ گل ہو داغ ہو جائے	جس گھر میں ہو گل چراغ ہو جائے

اور سنگ آمد و سخت آمد یعنی بہت مشکل در پیش آئی۔

وجیہ الدین منیر

فرہاد سے کہتی تھی تیشے کی زبان ہر دم	مغموم نہو نادان سنگ آمد و سخت آمد

میر

تھی لاگ اُسکی تیغ کو ہمسے سو عشق نے	دونوں کو معرکے میں گلے سے ملا دیا

تلوار کے گلے پر رکھنے کو گلے ملانے سے استعارہ کیا ہے۔

محشر

خنجر سے اپنے کہکر گلے سے مرے ملے	کھینچے کھڑا ہے سر پہ مرے روزگار تیغ

خنجر کے گلا کاٹنے کو گلے ملنے سے استعارہ کیا ہے۔

آتش

روے مژہ ان آنکھوں نے دلکو دکھادیا	صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا

شکار کے چھری سے ذبح کرنے کا استعارہ شکار کو چھری سے لڑا دینے کے ساتھ کیا ہے۔

گلزار نسیم

انسان و پری کا سامنا کیا	مٹھی میں ہوا کا تھامنا کیا

مٹھی میں ہوا کا تھامنا استعارہ ہے کار بیہودہ و محال کرنے سے۔

جہاں مرکب اپنے موضوع لہ کے غیر میں مستعمل ہوا اور علاقہ دونوں میں مشابہت کا ہو تو وہ استعارہ تمثیلیہ ہے ورنہ مجاز مرسل مرکب ہے۔

بیان استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخییلیہ

ان دونوں کی تحقیق میں تین مذہب ہیں ایک تو صاحب مفتاح کے بولنے کا دوسرا قدما کا تیسرا سکاکی کا

تلخیص المفتاح کا مؤلف کہتا ہی کہ استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ دونون امر معنوی ہین کیونکہ متکلم کے فعل ہین جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہین اسواسطے مجاز مین داخل نہین کیونکہ مجاز الفاظ کے عوارض مین سے ہے استعارے مین جو ان دونون کو بیان کرتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ استعارے کا اطلاق جن جن معانی پر ہوتا ہی اُن سب کا ایک جگہ جمع کرنا مقصود ہوتا ہی اور وجہ اُنکے افعال متکلم سے ہونے کی یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ نفس مین تشبیہ دی جائے اور استعارہ تخئیلیہ یہ ہے کہ مشبہ بہ کے بعض خواص و لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کیا جائے پس تشبیہ دینا اور ثابت کرنا نفس کے افعال ہین حاصل کلام یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہے کہ نفس مین تشبیہ دی جاتی ہے اور سوا مشبہ کے کوئی چیز ذکر نہین کی جاتی اور بعض چیزین جو مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہین وہ مشبہ کے لیے ثابت کیجاتی ہین پس ان کا ثابت کرنا اُس تشبیہ پر جو نفس مین مضمر ہے دلالت کرتا ہی اسی تشبیہ مضمر کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین یعنے ایسا استعارہ جو کنایے کے ساتھ ہو کیونکہ اس مین مشبہ بہ کی تصریح نہین ہوتی ہی اور وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہی اسکو مشبہ کے لیے ثابت کرنے کا نام استعارہ تخئیلیہ ہی کیونکہ جب کوئی ایسی چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہی مشبہ کیلیے مانگی جاتی ہی تو یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ مشبہ جنس سے مشبہ بہ کے ہی۔ مثلاً نظم ؎

وہ نوک مژہ جب سے مرے دل مین گڑی ہی ۔ ایسی نوک کھٹکتی ہے کہ جینے کی پڑی ہی

مژہ کو سنان و تیر سے تشبیہ دی ہے۔

ظفر

نگاہ یار نے اک دم مین دو ٹکڑے کیے دل کے ۔ نہ دیکھا ہمنے کاٹ ایسا کسی شمشیر بران کا

نگاہ کو شمشیر سے تشبیہ دی ہے۔

آباد

ترا ایسا تو کسی تیر کا دیکھا نہ سُنا ۔ نکلین پشت دل عشاق سے باہر پلکین

پلکون کو تیر سے تشبیہ دی ہے۔

صبا علی

جو بل کھائے ہوے گیسو طرف شانہ آکے جاتے ہین ۔ یہ موذی کس کے ڈسنے کے لیے لہراتے آتے ہین

یہان گیسو کو سانپ سے تشبیہ دی ہے۔

ادب گر حضرت جبریلؑ کا مانع نہو مجھکو یا الٰہی ۔ تو شاخ سدرہ سے میری یہ آہ ناتوان لپٹے

آہ کو طائر سے تشبیہ دی ہے۔

وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اور مشبہ کیلئے ثابت کی جاتی ہو تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) وجہ شبہ بدون اُس لازم کے مشبہ بہ مین قائم نہین ہو سکتی مثال اسکی۔

میر

روشن ہے جیکے مرنا پروانے کا تو لیکن	ای شمع کچھ تو تو کہہ تیرے بھی تو زبان ہے

شمع کو شخص متکلم سے دل مین تشبیہ دی ہو اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہو اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور مشبہ بہ کے لازم مقوم کو زبان ہے اُسکے لیے ثابت کیا ہو اس کا نام استعارہ تخئیلیہ ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے	قصہ پہونچا یا زبان دار تک منصور کا

دار کو شخص متکلم سے تشبیہ دے کر زبان کو اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہو انیس کے شعر مین تیغ کے لیے زبان کا ثابت کرنا ؎

اصحاب سے نبی نے بہ اُسدم کیا خطاب	دیوے زبان تیغ سے اُسکو کوئی جواب

حالی

تسخیر فقط انگلون نے عالم کو کیا تھا	اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر

اس شعر مین عالم مستعار لہ ہے اور شخص مستعار منہ اور یہی متروک ہے چونکہ عالم مین صلاحیت دل رکھنے کی نہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو بجائے شخص کے بسبب تشبیہ کے ذکر کیا ہے دل کو جسکی وجہ سے آدمی کو قوام حاصل ہوتا ہے عالم کے لیے ثابت کیا ہے پس اس مین عالم کی تشبیہ آدمی سے نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور دل کو جو آدمی کے لوازم اور خواص مقومین سے ہو عالم کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر

مری آہ کیا برچھیان مارتی ہے	دل شب کے ہر دم جھد الامان ہے

شب کے لیے دل کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے۔

عشقی

روشن ہو مہر سے تری ای مہ جبین تمین	چشم فلک نے دیکھی ایسی کہین جبین

یہان فلک کو دیکھنے والے آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو کہ آدمی ہے ترک کر دیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور چشم جو دیکھنے والے کے ایسے لوازم مین سے ہی جس کی وجہ سے وجہ شبہ اُس مین قائم ہے کیونکہ وجہ شبہ دیکھنا ہے اور دیکھنا بغیر چشم کے متصور نہین اُس کو فلک کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے۔

امیر

قتل عشاق سے باز آئیلی کھاتی ہین قسم	طاق ابرو کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پلکین ؎

پلکون کو شخص قائل سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور پلکون کے لیے ہاتھ کا ثابت کرنا جسکے ساتھ مشبہ بہ کو قیام حاصل ہی استعارہ تخییلیہ ہے۔

انیس

تھم گیا طبل وغا گے بھی وہ آواز کا جوش	ہو گیا چوڑ کے ہاتھون کو جلاجل خاموش

جلاجل کے لیے ہاتھون کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر جو مشبہ بہ ہی چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے

جرأت

گر دست قضا تو دل عاشق نہ بناتا	تو پھر یہ غم عشق کسی جا نہ سماتا

قضا کو بنا نیوالے آدمی سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور دست کا اُسکے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور بنانے والے شخص کے قوام مین دست کو دخل ہے۔

نسیم

نرگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند	سوسن کی زبان خدا نے کی بند

نرگس کو دیکھنے والے شخص سے اور سوسن کو بولنے والے شخص سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہی پس نفس مین یہ تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہی اور دونون کے لوازم کو کہ آنکھ اور زبان ہی مشبہ کے لیے ثابت کیا ہی اور یہ استعارہ تخییلیہ ہی اور دیکھنے والے اور بولنے والے شخص کے قوام مین آنکھ اور زبان کو دخل ہی اور یہان آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور زبان کی تشبیہ سوسن سے منظور نہین جیساکہ ماہرین فن پر واضح ہی۔

قلندر

دیکھیے اُس زلف کے ہر پیچ مین سو سو دل بند	کھول کر آنکھ اسکتین رہ گئی حیران زنجیر

زنجیر کو دیکھنے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر اُس کے لیے آنکھون کا ثابت کرنا اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ ہے۔

کرے گوش فہم عالم درنہ کہتی ہے بہار | جو گل آیا اس چمن میں ایک دن گل جائے گا

فہم عالم کو شخص سامع سے تشبیہ دیکر گوش اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

غازی

تمھیں مژدہ ہو دیوانو مکرر پھر بہار آئی | کہ بوے گل سحر دوش ہوا پر سوار آئی

ہوا کو شخص حمّال سے تشبیہ دیکر دوش اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

محسن رضا رضا

جگر غنچہ سے خون ٹپکے جو میری فریاد | دے ذرا نالۂ بلبل کو اثر اپنا سا

غنچہ کو شخص سے تشبیہ دیکر جگر اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

حالی

بطلیوس کو یاد ہے عظمت اُنکی | ٹپکتی ہے قادس میں سر حسرت اُنکی

حسرت کو آدمی سے تشبیہ دے کر اُسکے لیے سر ثابت کیا ہے۔

میر

اب بن کوئی بولتا ہی نہین | آسمان دیدہ کھولتا ہی نہین؛

آسمان کو رونے والے شخص سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے دیدہ ثابت کیا ہے۔

ولہ

نئی گردش ہی اُسکی ہر زمان مین | خلل سا ہے دماغ آسمان مین

(۲) وجہ شبہ بدون اُن لوازم کے مشبہ مین کامل نہین ہوسکتی مثلاً کہین کہ موت کے چنگل سے بچنا محال ہی موت کی تشبیہ جانور درندہ کے ساتھ منظور ہی اور جو چیز درندے کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُس کو موت کے واسطے ثابت کیا ہی اور چنگل ایسی چیز ہے کہ اُس پر حیوان درندہ کا کمال موقوف ہے کیونکہ جب تک درندہ کے چنگل نہو شکار اچھی طرح پکڑ اور داب نہین سکتا پس موت کو جاندار درندہ کے ساتھ تشبیہ دینا نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور چنگل موت کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انوار حسین تسلیم

نیلے کرتے ہو جسے عطر لگا کر گیسو | اُنہی بو باس سے ہین آپ معطر گیسو

گیسو کو اس بیت مین مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے اور یہ استعارہ

بالکنایہ ہے اور بو باس کہ مشک و عنبر کے لوازم سے ہی اور اُن کی تکمیل کا موجب ہی اُس کو گیسو کے واسطے ثابت کیا ہی پس یہ استعارہ تخئیلیہ ہے

ناسخ

سونگھ پائے گا اگر تیری شمیم زلف کو	پیٹ پکڑے آئے گا نافہ ابھی تاتار سے

زلف کو عنبر سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور شمیم کا زلف کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہی اور شمیم عنبر کے لوازم غیر مقومہ مین سے ہی اور اُسکے کمال مین اُسکو دخل ہے

مومن

لطف سے اُسکے زمین غیرت باغ فردوس	خلق سے اُسکے زمان رشک دکان عطار

اس بیت مین لطف کو نسیم سے اور خلق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور زمین کو غیرت باغ فردوس کرنا اور زمان کو رشک دکان عطار بنانا کہ مشبہ بہ کے لوازم سے ہین انکو لطف اور خلق کی طرف منسوب کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

ذوق

سنوارتی ہی جو شام اپنی زلف مشکین کو	سواد مشک ختن پر ہے لاکھ آہو گیسو

شام کو معشوق کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور معشوق کا ذکر ترک کر دیا ہی اور زلف کو جو معشوقہ کے لوازم مکملہ مین سے ہی اُسکو شام کے لیے ثابت کیا ہی۔

میر

موے دلبر سے مشکبو ہے نسیم	حال خوش اُسکے خستہ حالون کا

یہان موے دلبر کو مشک و عنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کے ذکر کو ترک کر دیا ہی اور نسیم کو معطر کرنا جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہی اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

ظفر

بوے عرق سے یار کے خوشبو ہی یہ دماغ	ہم سونگھتے نہین کبھی عطر گلاب کو

یار کے عرق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کا ذکر ترک کر دیا ہی اور خوشبو جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہے اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کیا ہے۔

نعیم

ہمنے جس دن کہ بال دلبر دیکھا	پہلے صیاد کا ہی گھر دیکھا

شاعر نے اپنی ذات کو پرندے سے تشبیہ دی ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور بال و پر جو مشبہ بہ کے لوازم کملہ سے ہین اُسکے لیے ثابت کیے ہین یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

جرأت

کیا کرون ہیر جمی صیاد کا جرأت گلہ	دام سے چھوڑا تو چھوڑا توڑ کر بازو مجھے

قاسم علی خان قاسم

رہتے نہ اتنے بھی روتے جو تجھ پر ننفس چہ	رہا کیا مجھے صیاد نے کتر کے پر

سودا

بال و پر ہوئے نہ پائے تھے نمودار ہنوز	اب ہے ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز

وله

آشیان سے نہ اُڑے پہونچے نہ ہم دام تلک	ہمتو بے بال و پری مجھے ہین پر سے بہتر

زین العابدین عارف

ہل کر کہان بھڑک مری نکلے ہی ہم صفیر	تنگ اس قدر قفس ہی کہ ہل سکتے پر نہین

میر

ناتوانی سے نہین بال فشانی کا دماغ	ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہی ایک

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا	عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

محمد سلطان رفر

صیاد اب قفس سے ہمین چھوڑتا ہے کیا	گلشن مین ایک گل نہین یان ایک پر نہین

ان تمام شعرون مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور بال و پر جو اُسکی تکمیل کا موجب ہین مشبہ کے لیے ثابت کیے ہین۔

مومن

ہان جو شرتپش چھیڑ چلی جائے کہ پر توڑ	جھڑ جائینگے فرسودہ اگر دام نہ ہوگا

شاعر نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور پر جو اُس کی تکمیل کا موجب ہین اُنکو مشبہ کیلیے ثابت کیا ہی۔

حالی

یاد ایام کہ ہیر نگ تھی تصویر جہان	وسعت مشاطہ نہ تھا محرم زلف دوران

دوران کو معشوقہ سے تشبیہ دی ہی اور زلف کو جو اُسکے لوازم ملکہ مین سے ہی دوران کے لیے ثابت کیا ہی

تجلی

پیچ مین آیا جو اُنکے تو اُسے دے ٹپکا ۔ خوب ہی جانتے ہین کشتی کا جو ہر گیسو

اس بیت مین گیسو کو پہلوان کے ساتھ تشبیہ دی ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور کشتی کرنے اور پیچ مارکر دے ٹپکنے کو جو پہلوانی کے لوازم ملکہ سے ہین گیسو کی طرف منسوب کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر محمد ہاشم ہاشمی

دماغ آشفتہ ہوتا ہی صبا نکہت سے سنبل کی ۔ مشام آرزو مین تو کسی کاکل کی بو پہونچا

اس شعر مین کاکل کو مشک و عنبر کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بو کو کہ لوازم مشک و عنبر سے ہی کاکل کے لیے ثابت کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

اخگر

نہ کھلا ناخن تدبیر سے یہ عقدۂ دل ۔ ہمنے اُسکو گرہ زلف معنبر جانا

روشن علی شوق

عقدۂ دل نہ کھلا ناخن تدبیر کے ساتھ ۔ آخرش کام پڑا پنجۂ تقدیر کے ساتھ

(۳) اُن لوازم کو نہ وجہ شبہ کے کامل کرنے مین کچھ دخل ہو اور نہ قائم کرنے مین۔

محشر

ہم نوا یو رہو خوش محشر نے ۔ آشیان باندھا ہے صحرا کے پرے

شاعر نے اپنی ذات کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور اُسکے واسطے آشیانہ ثابت کیا ہی اور گھونسلے کو وجہ شبہ کی تکمیل اور قوام مین کچھ دخل نہین کیونکہ وجہ شبہ یہان بیقراری اور جلدی پہونچنا ہے اپنے لیے گھونسلا ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اسی قبیل سے ہی یہ شعر۔

جعفر علی حسرت

آشیان چھوڑ چلے ای چمن آرا ہم تو ۔ تو ہی لیجائیو سر پر یہ گلستان اُٹھا

ظفریاب خان راسخ

ای مخل بند گلشن یہان اپنا آشیان ہے ۔ اسکی نہ فصل گل مین زنہار توڑ ڈالی

میر

قید قفس مین ہین تو خدمت ہے نالگی کی ۔ گلشن مین تھے تو ہمکو منصب تھا روضہ خوان کا

ولہ

مزا دکھائینگے بیرحمی کا تری صیاد ۔ گر اضطراب اسیری نے زیر دام لیا

ولہ

چمن کا نام سُنا تھا دے نہ دیکھا ہائے ۔ جہان مین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی

ولہ

ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم ۔ اُڑتے ہی آشیان سے گرفتار ہو گئے

سودا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے ۔ تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

ان تمام اشعار مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہے اور اُسکے واسطے گھونسلا یا قفس یا دام وغیرہ ثابت کیا ہے۔

غلام محمد خان رسا

چلے ہین دل سُلگتے یا ذرلف شمر دبان مین ۔ یقین ہے قبر سے اپنی دُھوان محشر تلک نکلے

شاعر نے اپنے دل کو ہیزم سے تشبیہ دی ہے اور اُس کے ساتھ سلگنے اور دھوان نکلنے کو جو ہیزم کے لوازم سے ہین ذکر کیا ہے۔

درد

شام ہی ہو چکے کہین اب تو ۔ آشیانے کو رات جاتی ہے

رات کو طائر سے تشبیہ دی ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور آشیانہ ثابت کرنا کہ مشبہ بہ کے لوازم غیر مقومہ وغیر مکملہ سے ہے استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر

جو ہووے گی قیامت تو آہ و فغان ہے ۔ مرے ہاتھ مین دامن آسمان ہے

آسمان کو آدمی سے تشبیہ دیکے اُسکے لیے دامن ثابت کیا ہے جو مشبہ بہ کے ایسے لوازم سے ہے جو نہ مکمل ہے نہ مقوم

مرزا حسام الدین حیدر نامی

کام اُسکو نہین کچھ رخ نیکو سے کسی کے ۔ وابستہ ہے جو حلقۂ گیسوے کسی کے

گیسو کو رسن سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور حلقہ اُسکے لیے ثابت کیا ہے یہ استعارہ تخئیلیہ ہے اور حلقہ رسی کے نہ لوازم مقومہ سے ہے اور نہ مکملہ سے۔

مرزا

اگر زلف دراز یار مین ہے صد گرہ مرزا	دل صد چاک ہم بھی پر بسان شانہ رکھتے ہین

زلف کو رسن سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو چھوڑ دیا ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور گرہ کو جو رسن کے لوازم غیر مقومہ و غیر مکملہ سے ہی اُسکے لیے ثابت کیا ہی یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انعام اللہ خان یقین

کیا قیدی شروع گل مین اور پرواز دل مین	نہ دی فرصت زمانے نے ہمین دھوین مچانے کی

متکلم نے اپنی جان کو بلبل سے تشبیہ دے کر اُسکے واسطے قید کو ثابت کیا ہی اور اسی مناسبت سے گل کا ذکر لایا ہی مگر اُس کو بلبل کے قوام اور تکمیل مین کوئی دخل نہین پرواز کو اُسکی تکمیل مین دخل ہے۔

بہر صورت ان مثالون مین جو جو لوازم مشبہ بہ متروک کے مشبہ کے لیے ثابت کیے گیے ہین وہ سب الفاظ حقیقی طور پر اپنے معانی موضوع لہ مین مستعمل ہین اور کلام مین مجاز لغوی نہین کیونکہ مجاز یہ ہے کہ لفظ معنی غیر حقیقی مین استعمال کیا جائے اور استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ متکلم کے افعال مین سے دو فعل ہین ایک یہ کہ وہ اپنے نفس مین تشبیہ دیتا ہی اور دوسرے یہ کہ مشبہ بہ کے لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کرتا ہے اور ان دونون مین سے ایک کو دوسرا لازم ہی اسلیے کہ تخئیلیہ کے لیے واجب ہی کہ مکنیہ کا قرینہ ہو اور مکنیہ کے لیے واجب ہی کہ تخئیلیہ کا قرینہ ہو۔

قدما کا مذہب یہ ہی کہ جو چیز متروک ہوتی ہی وہ مشبہ بہ ہی اور جو مذکور ہوتی ہی وہ مشبہ ہی جیسے اس شعر مین میر سید حسین ایما کے۔ ع

سنکر زبان تیغ سے مجھ سخت جان کا حال	خنجر بھی اپنے جامے سے باہر نکل گیا

شخص متکلم کے ساتھ تیغ کو تشبیہ دی ہی پس لفظ مستعار شخص متکلم ہی اور مستعار منہ معنی اُسکے اور مستعار لہ تیغ بعینہ جیسے شیر کا استعارہ مرد شجاع کے واسطے مگر لفظ مستعار کی تصریح نہین کی فقط اُسکا لازم ذکر کیا ہی اور وہ زبان ہے تاکہ لازم کے سبب سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے اور تصریح نہ کرنا کنایے کی شان سے ہی پس اب متکلم استعارہ بالکنایہ ہوا نہ وہ تشبیہ جو دل مین ٹھہرائی ہوتی ہے اور سکاکی صاحب مفتاح العلوم نے کہا ہی کہ استعارہ بالکنایہ لفظ مشبہ مذکور ہی جو مشبہ بہ محذوف مین مستعمل ہے بادعا کہ یہ مشبہ عین مشبہ بہ ہے پس مثال مذکور مین تیغ سے مراد شخص متکلم ہی بسبب اس بات کے کہ متکلم کے ثبوت کا اُسکے لیے دعوے کیا جاتا ہی اور یہی سمجھ کر اُسکی طرف زبان کی نسبت کی جاتی ہی جو متکلم کے خواص مین سے ہی پس مشبہ یعنی تیغ کو ذکر کر کے مشبہ بہ یعنی متکلم کا ارادہ کیا جاتا ہے بخلاف

مؤلف تلخیص کے کہ اُسکے نزدیک تیغ سے تیغ حقیقی مراد ہو پس مثال مذکور مین سکاکی کے مذہب کے
مطابق استعارہ بالکنایہ کی تقریر یون ہو گی کہ تیغ کو کہ وہ تیغ مجرد ہے حقیقی متکلم کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ
تیغ کے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہے اور ہمارا دعوے یہ ہے کہ تیغ متکلم کے افراد مین سے ایک فرد ہو اور تیغ
متکلم سے مغایر نہین اور متکلم کے لیے دو فرد ہین ایک فرد متعارف دوسری فرد غیر متعارف پس یہ
دوسری فرد تیغ ہے جسکی نسبت متکلم ہونے کا دعوے کیا گیا ہو اور مشبہ یعنے تیغ کا لفظ اس فرد
غیر متعارف یعنے تیغ کے لیے جسکے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہو مانگا گیا ہے پس اس صورت مین یہ
بات پایۂ صحت کو پہونچ گئی کہ تیغ جو تشبیہ کی ایک طرف یعنی مشبہ ہے بولے اور اس سے تشبیہ کی
دوسری طرف یعنے مشبہ بہ کہ وہ متکلم ہے فی الجملہ مراد لی گئی سکاکی نے استعارے کی اس طرح تقسیم کی
ہے ایک **استعارہ بالتصریح** جسکو **استعارہ مصرحہ** بھی کہتے ہین دوسرا **استعارہ بالکنایہ** استعارہ مصرحہ
سے یہ مراد ہے کہ طرفین تشبیہ مین سے مشبہ بہ مذکور ہو اور پھر استعارہ مصرحہ کی دو قسمین کی ہین تحقیقیہ
اور تخئیلیہ تحقیقیہ یہ ہے کہ مشبہ متروک متحقق ہو خواہ باعتبار حس کے خواہ باعتبار عقل کے اور تخئیلیہ
یہ ہے کہ اُسکے معنے نہ باعتبار حس کے متحقق ہون نہ باعتبار عقل کے بلکہ محض صورت وہمی ہو جس کو
تخیل نے وہم کی مدد سے اختراع کیا ہو مثلاً سید حسین ایماکے شعر مین جب تیغ کی تشبیہ شخص متکلم کے
ساتھ حال کے بیان کرلے مین دی گئی تو وہم نے تیغ کو متکلم کی صورت پر سمجھ کر متکلم کے لوازم اسکے لیے
اختراع کرلیے اور اسلیے اُسکے لیے متکلم کی سی زبان تجویز کی حالانکہ زبان کے معنے تیغ مین متحقق نہین
نہ باعتبار حس کے اور نہ باعتبار عقل کے اور جبکہ وہم نے مشبہ کے لیے مشبہ بہ کی طرح زبان اختراع
کرلی تو اس اختراعی صورت پر زبان کے لفظ کا اطلاق کیا گیا پس یہ استعارہ تحقیقیہ کے قبیل سے
ہو گا اسلیے کہ مشبہ یعنی زبان حقیقی کا نام مشبہ بہ پر کہ وہ صورت وہمی ہے اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ
اس صورت وہمی کو زبان حقیقی سے مشابہت حاصل ہے اور اس بات کا قرینہ کہ یہان معنی حقیقی
مراد نہین زبان کو تیغ کی طرف منسوب کرتا ہے سکاکی کے نزدیک تخئیلیہ استعارہ بالکنایہ کے بغیر بھی
پایا جاتا ہے پس اُسکے نزدیک تشبیہ تیغ کی متکلم سے واقع ہوئی ہے اور استعارہ لفظ زبان مین ہے
تیغ مین استعارہ بالکنایہ نہین مگر قدما کا یہ مذہب ہے کہ استعارہ تخئیلیہ استعارہ بالکنایہ سے نہین
چھوٹ سکتا اور اُنکے نزدیک زبان تشبیہ کے لیے ترشیح ہے نہ استعارہ تخئیلیہ۔

بعض استعارہ تخئیلیہ ایسا ہوتا ہے کہ اس مین احتمال تحقیقیہ و تخئیلیہ دونون کا ہوتا ہے۔ مثلاً۔

آغا شاعر قزلباش دہلوی

١ کہین ایسا نہو موجونکا تھپیڑا لگ جائے | ہان تری خیر رہے پار یہ بیڑا لگ جائے

برہکھارت

ناوین ہین کہ ڈگمگا رہی ہین ؛ | موجون کے تھپیڑے کھا رہی ہین

تھپیڑا ہاتھ سے وقوع مین آتا ہی اور ہاتھ شخص سے خصوصیت رکھتا ہی پس موجون کو اول دل مین شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر اُنکے واسطے ہاتھ ثابت کیا اور قرینہ ثابت کرنے کا لفظ تھپیڑا ہی کیونکہ ہاتھ سبب ہے تھپیڑے کا یہان سے ثابت ہوا کہ استعارہ تخئیلیہ مین جو چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی اُسکی جگہ اُسکا مسبّب ہے بھی قرینے کے واسطے مذکور ہوتا ہے پس اگر یہان استعارہ موجون اور شخص مین فرض کرین تو استعارہ بالکنایہ ہی اور ہاتھ اُنکے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر موجون کے صدمے کو تھپیڑے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہوجائے گا اور استعارہ بالکنایہ باقی نہین رہے گا کیونکہ یہان کسی کے واسطے ہاتھ ثابت نہین کیا۔

مولوی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین آصف الدولہ کی طرف سے وارن ہسٹنگز کے نام لکھتے ہین کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس رہ گئی ہی جو ملک سے خراج وصول کرتی ہی سب کے گھر مین فاقے کا گھر رہتا ہی، اگر فاقے کو شخص فرض کرین اور اُسکے واسطے گھر ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہی اور اگر فاقے کے اثبات اور تمکن کو گھر کرنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

پی گئی کتنون کے لہو تیری یاد | غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا

اگر محبوب کی یاد اور غم کو جانور درندہ سے تشبیہ دین اور اُسکے واسطے خون پینا اور کلیجہ کھانا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہی اور اگر لہو پینے اور کلیجے کھانے سے تشبیہ کے طور پر ہلاک کرنا مقصود ہو تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ہوش

تمھاری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار، | لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا،

اگر مانگ کو شخص فرض کر کے اُسکے واسطے لوٹنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر صبر و قرار کے کھونے کو لوٹنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

دل کسی یاد مخالف سے نہ کھلا یا کبھی | حالی | اُلٹی دوران سے جیتون بدزنبیل آیا کبھی

اگر دل کو کلی فرض کریں اور اُسکے واسطے نہ کھلانا ثابت کریں تو استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے اگر دل کے رنجیدہ ہونے کو کھلانے سے تشبیہ دیں تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

کانٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے ۔ گل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے

اگر باغ کو حیوان درندہ سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے کاٹنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر باغ کے بُرا معلوم ہونے کو کانٹے کھانے سے تشبیہ دی جائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

وحید

طاری ہے بسکہ خوف علمدار نامور ۔ اُڑ اُڑ کے رنگ بھاگ رہے ہیں ادھر اُدھر

اگر بتوں کو ذی روحوں سے تشبیہ دیکر اُن کے لیے بھاگنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر بتوں کے اُڑنے کو بھاگنے سے تشبیہ دیجائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

اور میرا سخن آفاق میں تا یوم قیام ۔ رہے گا سبز بہ مجمع وہر یک نگل

اگر سخن کو درخت فرض کریں اور اُسکے واسطے سرسبز رہنا ثابت کریں تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے اور اگر قدر و منزلت پانے کو سرسبز رہنے سے تشبیہ دیں تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

نظر میرے دل کی پڑے درد کس پر ۔ جدھر دیکھتا ہوں وہی روبرو ہے

دل کو آدمی فرض کر کے اُسکے لیے نظر ثابت کی یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر دل کے ملتفت ہونے کو دل کی نظر پڑنے سے تشبیہ مانیں تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

میر

آہ جس وقت سر اُٹھاتی ہے ۔ عرش پر برچھیاں چلاتی ہے

اگر آہ کو شخص فرض کریں اور اُسکے واسطے سر اُٹھانا اور برچھیاں چلانا ثابت کریں تو استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر زور کرنے کو سر اُٹھانے اور اثر کرنے کو برچھیاں چلانے سے تشبیہ دیں تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

بہت دُور کوئی رہا ہے مگر ۔ کہ فریاد میں ہے جرس زور سے

اگر جرس کو شخص فرض کرین اور اسکے واسطے فریاد ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے اور اگر آواز کو فریاد سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے ہی ۔۔۔ کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

اگر قدم کی تشبیہ نیزے سے فرض کرین اور اُسکے واسطے گاڑنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہو اور اگر قدم کے اثبات و تمکن کو گاڑنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔
یاد رکھو کہ ایسی صورتون مین استعارہ تحقیقیہ کے احتمال کے وقت استعارہ بالکنایہ کا باقی نہ رہنا صاحب تلخیص کے مذہب کے موافق ہو کیونکہ اُسکے نزدیک استعارہ بالکنایہ کا قرینہ سوائے تخئیلیہ کے اور کوئی چیز نہین ہو سکتی اور جنکے نزدیک استعارہ تحقیقیہ بھی استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہو سکتا ہے اُن کے نزدیک استعارہ بالکنایہ باقی رہتا ہے مثلاً۔

ظفر

آکے در پر سے مرے پھر گیا وہ غیر کے گھر ۔۔۔ عہد و پیمان تھا جو مجھسے وہ بالکل ٹوٹا

عہد کے ٹوٹنے سے عہد کا باطل ہونا مراد ہو شاعر نے عہد کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہو اور باطل ہونا امر تحقیقی ہو کہ عہد اور ٹوٹی ہوئی رسی دونون مین متحقق ہے۔

نسیم

ناتا پریون سے اُس نے توڑا ۔۔۔ رشتہ اک آدمی سے جوڑا

یہان ناتے کے توڑنے سے اُسکا باطل کرنا مراد ہو یہان بھی ناتے کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہو

مثنوی سعدین

ضعف نے پکڑا نبض چھوٹ گئی ۔۔۔ بڑھ گئی یاس آس ٹوٹ گئی

شاعر نے آس کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہو اور اُس کے ٹوٹنے سے مراد اُسکا باطل ہونا ہو۔

سودا

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے ۔۔۔ ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

بشر کے پرکھنے سے بشر کی اچھی بُری طرح لیاقت کا معلوم کرنا مراد ہو شاعر نے ذہن مین بشر کو زر و جواہر سے تشبیہ دی ہو اور اچھا بُرا ہونا امر تحقیقی ہو کہ زر و جواہر اور بشر دونون مین متحقق ہے۔

جب سے کہ تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میر ۔۔۔ **ضمیر** ۔۔۔ اُمید قطع کی تھی تبھی اس جوان سے

پانچوان چمن استعارے کے حُسن وخوبی کے شرائط مین

استعارۂ تحقیقیہ اور تمثیل بطریق استعارہ کی حُسن وخوبی اس مین ہی کہ وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ کو شامل ہو اور تشبیہ غرض مقصود کے بیان کرنے کے لیے کافی ہو اور وجہ شبہ مبتذل نہو اور اُس کے الفاظ سے تشبیہ پر دلالت نہوتی ہو اگر الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہون گے تو استعارے کی غرض فوت ہوجائے گی کیونکہ استعارے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مشبہ بہ کی جنس مین مشبہ کے داخل ہونے کا ادعا کیا جائے اور تشبیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ مشابہت مین مشبہ سے اقوےٰ ہی پس اگر استعارے کے الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہونگے تو مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونے کا ادعا صورت پذیر نہو سکے گا۔ اور وجہ مشابہت مستعار لہ اور مستعار منہ مین جلی ہونی چاہیے اگر جلی نہوگی تو استعارہ چیستان اور معما بن جائے گا کیونکہ جب کہ لفظ مین کوئی ایسی چیز نہوگی جو تشبیہ پر دلالت کرتی ہو تو تشبیہ مین پوشیدگی آجائے گی اور جبکہ وجہ شبہ مین بھی پوشیدگی ہوگی تو پوشیدگی پر پوشیدگی بڑھکر استعارے مین نہایت اشکال پیدا کردے گی اسوجہ سے استعارے مین وجہ شبہ جلی ہونی چاہیے اگر کوئی کے کہ مین نے شیر دیکھا ہی اور مراد اُس سے ایسا آدمی ہو جسکے مُنھ سے بدبو آتی ہو تو یہان وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ دونون مین خفی ہی اسلیے کہ گو شیر کے مُنھ مین بدبو آتی ہے مگر جب انسان کو اُس سے تشبیہ دی جاتی ہی تو مشابہت کی وجہ یہ منظور نہین ہوتی بلکہ شجاعت جو اُسکو لازم ہے وہ مقصود ہوتی ہی اور سننے والے کا ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہی پس انشا پردازون کو خیال رکھنا چاہیے کہ جہان وجہ مشابہت خفی ہو اُسے استعارے کے کلام مین نہ لائین تشبیہ کے طور پر استعمال کرین اس سے ظاہر ہوا کہ تشبیہ عام ہے اور استعارہ خاص ہی کیونکہ جن موادمین استعارہ عمل مین آتا ہے وہان تشبیہ بھی ہو سکتی ہی اور بعض صورتین ایسی ہین کہ وہان تشبیہ تو بن سکتی ہی مگر استعارہ نہین بن سکتا کیونکہ جائز ہے کہ وجہ شبہ جلی نہو اور جب وہ جلی نہوگی تو وہان استعارۂ چیستان اور معما ہوجائے گا پس جہان وجہ شبہ جلی نہو وہان استعارہ بہتر نہین تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے اور جبکہ وجہ شبہ طرفین مین نہایت قوی ہو یہان تک کہ اُسکی وجہ سے دونون ایک سے سمجھے جاتے ہون اور جو کچھ ایک سے سمجھا جاتا ہو وہی دوسرے سے سمجھ مین آئے تو ایسے موقع پر تشبیہ بہتر نہین استعارے کے طور پر کلام مین لانا چاہیے کیونکہ تشبیہ سے کلام مین خوبی حاصل نہوگی اور استعارہ بنانے سے حُسن پیدا ہوجائے گا جیسے علم اور نور کہ ان دونون مین وجہ شبہ ہدایت ہے اور اُسکی وجہ

سے ان دونون مین بکثرت تشبیہ واقع کی جاتی ہے یہان تک کہ علم سے وہی معنی متبادر ہوتے ہین جو نور سے لیے جاتے ہین اس وجہ سے دونون لفظ متحد معلوم ہوتے ہین پس ایسے موقع پر استعارہ کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ تشبیہ کی صورت مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شے کو اپنے نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے - اور استعارہ بالکنایہ کی خوبی اس مین ہے کہ وجہ شبہ طرفین کو شامل ہو اور تشبیہ افادہ غرض کیلیے کافی ہو اور استعارہ تخئیلیہ کی خوبی استعارہ بالکنایہ کی خوبی پر موقوف ہی کیونکہ وہ اسی کا تابع ہی علٰحدہ اُس مین تشبیہ نہین ہی پس استعارہ بالکنایہ اچھا ہوگا تو یہ بھی اچھا ہوگا -

تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین

مخفی نرہے کہ جو لفظ سوائے معنی موضوع لہ کے اور معنی مین مستعمل ہو اور وہان کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جو اصلی معنی مراد لینے سے مخاطب کو روک دے اور اُن دونون معنی مین کوئی علاقہ سوائے علاقہ تشبیہ کے ہو اُسکو مجاز مرسل کہتے ہین اور جو علاقہ مجاز مرسل مین درمیان معنی اصل حقیقی اور معنی مجازی کے ہوتا ہے اُسکی قسمین ۲۴ کے قریب ہین اُن مین سے یہان تھوڑی سی کثیر الاستعمال قسمین ذکر کیجاتی ہین -

(۱) جو لفظ کل کے واسطے وضع کیا گیا ہو اُسکو جز کے لیے استعمال مین لائین جیسے -

ذوق

جون نبض چاخہ تو نہ جلا اُنگلیان طبیب ‏ ‏ ‏ رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر یہ ہاتھ

ظاہر ہی کہ نبض پر سارا ہاتھ نہین رکھا جاتا صرف پورین ہی اُنگلیون کی رکھی جاتی ہین جنکا ذکر پہلے مصرع مین ہوا

مذاق

اگر کہے کوئی یا علی حیدر ‏ ‏ ‏ بھاگین کانون مین اُنگلیان رکھ کر

کان مین اُنگلیان ساری نہین رکھتے بلکہ پور رکھی جاتی ہی یا کہین فلان شخص کے ہاتھ مین سانپ کاٹا ظاہر ہے کہ کسی انگلی مین یا خاص ایک جگہ کاٹا ہوگا نہ سارے ہاتھ مین -

ناسخ

مستی سے ہو رہا ہی جو اُسکا دہن کبود ‏ ‏ ‏ یان سنگ کو دکان سے ہی سارا بدن کبود

دہن بولے اور مراد اُس سے دندان و لب ہین کیونکہ انھین دونون کو کبود کیا جاتا ہی نہ سارے دہن کو -

(۲) جو لفظ جز کے واسطے وضع ہوا ہو اُسکو کل کے واسطے بولین جیسے سورۂ فاتحہ کو الحمد کہتے ہین

اور کلمے کا اطلاق اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پر کرتے ہین ۔

ظفر

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو — اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
بگڑی بنائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو — غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

اور جیسے اس شعر مین عبرت کے لفظ سر سے سردار مراد ہی حالانکہ سر ایک جز ہی سردار کا ۔

سر و سر خیل مقبولان درگاہ — ہے اپنے عصر کا سید حسن شاہ

تپش

سر مرسلین سرور جزو و کل — شفیع الامم سرو باغ سبل

حسین علیخان نحو

سنگ پھینکے ہے مری قبر پہ گل کے بدلے — اگلا پیمان دکھے ہے پس مرگ بھی قل کے بدلے

قل مراد ہی فاتحہ یعنی آیات و کلمات معروف سے اور قل ایک جز ہی انکا ۔

ظفر

نہین گر صورت اخلاص اُس سے تو بلا دے تو — ظفر پڑھکر قل اعوذ برب الناس ہانی پر

قل اعوذ برب الناس سے پوری سورت مراد ہے ۔

سلطان خان سلطان

جس جا ہجوم بلبل و گل سے جگہ نہ تھی — وان ہائے ایک برگ نہین ایک پر نہین

برگ سے مراد گل ہے اور پر سے مراد بلبل ہے ۔

رند

طول و حول تنا ندے تو آشیان کو عندلیب — مشت پر کے واسطے کافی ہی مشت خار و خس

مشت پر سے مراد تمام جسم بلبل ہے اور لفظ بارود شورہ کے معنے کیلئے وضع ہوا ہی اور اب اُس کا اطلاق اُس چیز پر ہوتا ہے جو شورہ اور کوئلے اور گندک سے ملکر بنتی ہے ۔

سودا

تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے — بارود کا ہے تودہ زمین اور آسمان

اور بر کا اطلاق بدن پر بھی اسی قبیل سے ہی کیونکہ بر دراصل بغل اور سینے کے معنے مین ہے ۔

محمد حسین آزاد

جسم پر نور سین پہنے ہوے جامہ کالا	بر مین جبہ عربی سر پہ عمامہ کالا

(۳) جو لفظ مسبب کے واسطے موضوع ہو اُسکو سبب پر استعمال کرین اسی مثال مین ہی یہ فقرہ فسانہ عجائب کا گوشہ نشینی مین سالہاے دراز بسر کی گرم و سرد زمانہ دیکھا شام غم خوش ہوکے سحر کی" گرمی و سردی بسبب انقلاب زمانہ کے پیدا ہوتے ہین انقلاب سبب ہی اور گرم و سرد مسبب۔

مومن

ساقیا دے جک آب آتش رنگ	گرم و سرد زمانہ سے ہون تنگ

حالی

ہنر کا جہان گرم بازار ہے اب	جہان عقل و دانش کا بیوپار ہی اب

گرم بازاری سے مراد ترقی ہی ترقی سبب ہے گرم بازاری کا۔

اس کا کوئی گود کا پالا نہ تھا	گھر مین کوئی گھر کا اُجالا نہ تھا

گھر کا اُجالا فرزند کی جگہ لایا ہے فرزند اُجالے کا سبب ہی اُجالا مسبب ہی۔

ذوق

ہر ایک خار ہی گل ہر گل ایک ساغر عیش	ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ساغر شراب کی جگہ ساغر عیش بولا شراب سبب ہے عیش مسبب ہے۔

میر

بھاگے پھرے پلنگ نہ ہانپنے لگے	روکش جو ہوئے کو تھے سو منھ ڈھانپنے لگے

ہانپنے سے مراد بھاگنا ہی ہانپنا بھاگنے کا سبب ہی اسی قبیل سے ہی یہ بھی جو بعض آدمی روزمرہ مین کہتے ہین کہ "اناج برستا ہی" ظاہر ہی کہ پانی برستا ہی لیکن پانی کا برسنا سبب ہی اناج کے اُگنے کا۔

(۴) سبب کو بجائے مسبب کے بولین جیسے کہین کہ یہ بادل خوب برسا برسنا شان سے پانی کے ہے اور بادل پانی کے برسنے کا سبب ہے۔

شہیدی

تو شہیدی ابر سیہ سے کہ وہ شراب پیتے ہون جس جگہ	تو ہین چار برس وہین چار برس وہین چار برس وہین چار برس

یا کہین گرمیون مین اس مکان مین سورج آجاتا ہے یعنی دھوپ آجاتی ہی سورج سبب ہے اور دھوپ مسبب۔

ناسخ

اس قدر کھایا تری فرقت مین غم | دل ہمارا زندگی سے سیر ہے

سیر ہونا بیزار ہونے کے معنی مین ہی اور سیری غذا سے بیزاری کا سبب ہوتی ہی۔

درد

عاشق بیدل ترا یان تک توجی سے سیر تھا | زندگی کا اسکو جو دم تھا دم شمشیر تھا

محمد بیگ شور

غضب آنکھین ستم ابرو عجب منھ کی صفائی ہی | خدا نے اپنے ہاتھون سے تری صورت بنائی ہی

ہاتھ سے مراد قدرت ہی قدرت مسبب ہی اور ہاتھ اُسکا سبب۔

میر

تمکو ہے آٹھ پہر حرف وحکایت اُن سے | بازو جانو ہو انکھین چشم حمایت ان سے

بازو سے مراد مددگار ہی بازو سبب ہی مددگاری کا۔

وحید

ہے بازوے امام زمان عازم وغا | شیر آئے گا اسی طرف اے فوج اشقیا

جوانی اور پیری ایک رات اک دن کا دفعہ ہے | امیر | خمار و نشہ مین دونون کو کھویا ہاے کیا سمجھے

خمار و نشہ سے مراد غفلت ہی اور یہ غفلت کا سبب ہین۔

(۵) کسی چیز پر کسی اسم کا اطلاق باعتبار زمانہ سابق کے کرین مثال اسکی یہ ہی کہ کوئی شخص ایران کا رہنے والا عرصۂ دراز سے ہندوستان مین بود و باش رکھتا ہو اسکو ایرانی کہین چنانچہ سودا کا شاگرد اُسکے حق مین کہتا ہے۔

تھا اہل ولایت سے وہ اور شاہ عالم | اُسکا بجہان ہو نہ سکا کوئی اگلو گیر

حالانکہ سودا نے دہلی مین پرورش پائی تھی اُنکے باپ مرزا یان کابل سے تھے۔

اوج

اطاعت اور خداوندی کی جب نسبت بہم ٹھہری | تو اس ناچیز مشت خاک کا پھر امتحان کیون ہو

انسان کو مشت خاک سے تعبیر کیا ہی اور ظاہر ہی کہ وجود حاصل ہونے سے قبل خاک تھا خاک سے بنایا ہی۔

معصوم علی

تونے بر پا کیے ہین یہ افلاک | خاک کو تو نے دی یہ صورت پاک

شایان

عطا کی وہ مٹی کو عقل و تمیز | ہوئی شکل یوسف جو ہر دل عزیز

(٦) کسی شے پر کسی ایسے نام کا اطلاق کرین کہ زمانہ آیندہ مین وہ نام اُس پر صادق آجائیگا جیسے کسی طالبعلم کو اس نظر سے کہ زمانہ آیندہ مین پڑھکر عالم ہوجائیگا مولوی کہین یا کسی مجرم کو جس کی نسبت سزاے موت کا حکم ہوگیا ہو متوفی کہین یا کوئی شخص ارادہ سفر کا رکھتا ہو اُسکو مسافر کہین

انیس

بیزار ہین سب ایک بھی شفقت نہین کرتا | سچ ہی کوئی مُردے سے محبت نہین کرتا

یہ قول ہی حضرت فاطمہ صغرے کا جو نہایت بیمار تھین اپنے آپکو مُردہ فرمایا ہی -

ولہ

اب شہر مین اک دم ہی ٹھہرنا مجھے دشوار | مین پابرکاب اور ہو تم صاحب آزار

چونکہ قصد سفر تھا اس سبب سے پابرکاب فرمایا -

(٧) ظرف کو بجائے مظروف کے استعمال کرین ظرفیت کے علاقے کی وجہ سے جیسے اس مثال مین

میرحسن

پلا ساقیا ساغر بے نظیر | بھنسی دام ہجران مین بدر منیر

ساغر سے مراد شراب ہی جو مظروف ہے -

نظام احمد انداز

سوجھتی ہی نہین بوتل کے سوا کچھ ہمکو | لطف ہوتا ہی جو گھنگور گھٹا ہوتی ہی

بوتل سے مراد شراب ہے -

منشی عبدالخالق خلیق دہلوی

اور قومون کو ترقی ہے تنزل انکو | لا سکے راہ پہ قندھار نہ کابل انکو

قندھار و کابل سے مُراد وہ لوگ ہین جو ان مقامون مین رہتے ہین -

اور اسی قبیل سے ہی ہانڈی کا پکنا اور چراغ کا جلنا اور پرنالے کا چلنا اور نہر کا جاری ہونا اور ندی کا چڑھنا کیونکہ درحقیقت وہ چیز پکتی ہے جو ہانڈی کے اندر موجود ہوتی ہے اور چراغ مین تیل اور بتی جلتے ہین اور پرنالے مین پانی چلتا ہے اور نہر مین پانی جاری ہوتا ہی اور ندی کا پانی چڑھتا ہے -

ناسخ

شب جلاتے ہین جس طرح پہ چراغ ۔ بار پاتے ہین جس طرح پہ چراغ

میر حسن

لب نہر پر صاف جو غور کی ۔ تو پڑی تھی وہ ایک بلور کی
گرے اُس مین فوارے چھٹتے ہوے ۔ ہوا بیچ موتی سے لُٹتے ہوے

پریم ناتھ رام

خون آنکھون سے نکلتا ہی رہا ۔ دل کا فوارہ اُچھلتا ہی رہا

میر

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا ۔ اُس باد نے ہمین تو دیا سا بجھا دیا

مولوی عبدالحلیم شرر اپنے ایک مضمون مین لکھتے ہین "اُسکی کامیابیان زمانے کو چونکا چونکا کر بتانے لگین کہ انسان کا حوصلہ ان چھوٹے اور کمزور ہاتھ پیرون پر ترقی دینے سے کس درجہ وسیع ہو سکتا ہے" مطلب یہ ہی کہ اہل زمانہ کی جگہ زمانے کا استعمال کیا ہی یعنی اُسکی کامیابیان اہل زمانہ کو الخ۔

برکھا رت

ندی نالے چڑھے ہوے ہین ۔ تیراکون کے دل بڑھے ہوے ہین

میر

جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہین ۔ یان سو پرنالے چلتے دیکھے ہین

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے ہو گی نہر جاری ۔ چل نکلینگی کشتیان تمھاری
وان سے چشمے بہت اُبل نکلے ۔ ولہ ۔ ندی نالے ہزار چل نکلے

(۸) مظروف کو بجائے ظرف کے بولین جیسے۔

غلام مرتضیٰ جنون

تری چشم مست سے ساقیا یہ سیاہ مست جنون ہوا ۔ کہ ہے دو آتشہ طاق پر جو دھری تھی اپنی ہی دھری تھی

ظاہر ہے کہ شراب طاق مین نہین رکھی جاتی بلکہ اُس کا ظرف رکھا جاتا ہے پس ظرف مقصود ہی اور شراب مظروف ہے

گئے بتخانہ پوجا کیا طوف حرم ہم نے ۔ آتش ۔ اُڑائی تیری خاطر خاک کن کن رہگذارون مین

بتخانے سے مراد بت ہی۔

(۹) علاقہ آلہ اور واسطہ ہونے کا ہو یعنی آلہ اور واسطہ کسی شے کا مذکور کرین اور اُس سے خود وہی شے مراد ہو جسکا یہ آلہ ہی مثال اسکی۔

رند

مرے بیان کو سُن سُن کے کانپ کانپ اُٹھا	غضب یہ ہی کہ سمجھا نہین زبان صیاد

زبان آلہ سخن ہی اور بیان خود سخن اور بولی مراد ہی یعنی میری بولی نہین سمجھا۔

داغ

اُردو ہی جسکا نام ہمین جانتے ہین داغ		ہندوستان مین دھوم ہماری زبان کی ہی
رزق مل جائیگا اے سائل یہ بیجا ہی سوال	اسیر	دیکھیے بے شیر طفل بے زبان رہتا نہین

ایسے ہی خوشنویس کو خوش قلم کہنا تعریف اسکی تحریر کی مقصود ہی اور قلم آلہ ہی تحریر کا۔

میر حسن

ہوا جبکہ نوخط وہ شیرین رقم	بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

نو قلم سے مراد نو طرح کے خط ہین۔

(۱۰) جو نام مقید کے لیے موضوع ہی اُسے مطلق کے لیے استعمال کرین مثلاً حرف بولین اور کلمہ مراد ہو اور منیر اپنے شعر مین شہیدون کا لفظ لایا ہے اور مراد اُس سے کشتے ہین اور شہید ایسے کشتے کو کہتے ہین جو بیگناہ یا راہ خدا مین مارا جائے۔

ہو تری محراب مین سجدہ شہیدون کا قبول	طاق نسیان مین تو رکھدے زندگانی کی کتاب

ظاہر ہی کہ شہید مقید ہے اور کشتہ مطلق ہی یہ شعر حضرت علی کی تلوار کی تعریف مین ہی اور بیان غرض یہ نہین ہی کہ حضرت علی کی تلوار کے کشتے شہدا مین محسوب ہین۔

(۱۱) جو لفظ مطلق کے لیے وضع ہوا ہی اُسکو مقید پر اطلاق کرین مثلاً روز کہین اور مراد اس سے روز قیامت ہو یا کلمہ بولین اور مراد اس سے اسم یا فعل یا حرف ہو اسی قبیل سے ہی نامہ پر کاغذ کا اطلاق

ناسخ

قاصدا لکھے ہین اسرار محبت مین نے	رکھیو اغیار کی نظرون سے تو پنہان کاغذ

(۱۲) مجاورت یعنی نزدیکی اس مین ایک قریب و نزدیک کا اطلاق دوسرے قریب و نزدیک پر ہوتا ہے جیسے صف کا لفظ عربی ہے قطار کے معنے مین اور صف ماتم مجازاً اس فرش کو

کہتے ہین جس پر اہل ماتم بیٹھتے ہین چونکہ اہل ماتم فرش سے قربت رکھتے ہین اسلیے فرش کو مجازاً صف ماتم کہتے ہین۔

خواجہ حیدر علی آتش

واقعہ دل کا جو موزون ہے تو مضمون غم ہے۔
صفحہ ہر اک مرے دیوان کا صف ماتم ہے

(۱۳) مضاف کو حذف کرکے اُسکی جگہ مضاف الیہ کو ذکر کرین جیسے۔

حالی

کیا ہر طرف پردہ چشم جہان سے	جگایا زمانے کو خواب گران سے

یعنی اہل زمانہ کو یا زمانے کے آدمیون کو خواب گران سے جگایا۔

(۱۴) مضاف الیہ کو حذف کرکے مضاف کو اُسکی جگہ ذکر کرتے ہین جیسے۔

برق

سگ اصحاب ہوا صحبت انسان سے بشر
آدمی ہوکے بھی انسان تو انسان نہ ہوا

یعنی سگ اصحاب کہف۔

فائدہ معنی مجازی کے استعمال کی دلیل کلام فصحا سے ضرور ہے اس طور پر کہ سبب کو بجاے مسبب کے یا برعکس اسکے اور ظرف کو بجائے مظروف کے یا اسکے برعکس (وقس علی ہذا) فصحا استعمال مین لاتے ہین یا نہین اور یہ ضرور نہین کہ جب کوئی خاص صورت پیش آئے اور کسی خاص موقع پر ان طریقون مین سے کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جائین تو اس لفظ خاص کے استعمال کی نظیر بھی تلاش کرین۔

چوتھا باغ کنائے کی تصریح مین

کنایہ لغت مین پوشیدہ بات کہنے کو کہتے ہین اور علم بیان کی اصلاح مین کنایہ اُس لفظ کو کہتے ہین جو اپنے معنے موضوع لہ مین مستعمل ہو لیکن مقصود وہ معنے نہون بلکہ ایک دوسرے معنے ہون جو ان پہلے معنی کے ملزوم ہون اور ان دوسرے معنے کا مقصود ہونا بمعنی موضوع لہ کے ارادہ کرنیکے

منافی نہین کیونکہ استعمال اُس لفظ کا موضوع لہ مین ہوا ہے تو ان معنی کے مقصود ہونے کے دوسرے معنے مین کوئی حرج پیدا نہوگا پس کنائے مین لازم یعنی موضوع لہ بھی مراد ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ یہ بالعرض مراد ہوتا ہے اور دوسرے معنی جو ملزوم ہین وہ بالذات مراد ہوتے ہین کیونکہ موضوع لہ کا مراد ہونا محض اس غرض سے ہے کہ جب سُننے والے کے ذہن مین اسکی تصویر حاصل ہوجائے تو دوسرے معنی کی طرف جن سے کنایہ واقع ہوتا ہے انتقال ہوسکے جیسے۔

امیر

اس چمن مین طائر کم پر اگر مین ہون تو کیا ۔۔ دُور ہے صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہے

کم پر اُس پرند کے معنی مین ہے جو پر تھوڑے رکھتا ہو پس کم پر سے اُسکے حقیقی معنی یعنی تھوڑے سے پر والا مقصود ہون گے تاکہ ان معنی سے ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جائے جنکے لیے پرون کا کم ہونا لازم ہے اور وہ کم اُڑنا ہے بخلاف لفظ مجاز کے کہ اُس سے معنی موضوع لہ کا ارادہ کرنا جائز نہین کیونکہ اُسکا استعمال معنی غیر موضوع لہ مین ہوتا ہے پس اُس مین معنی غیر موضوع لہ بالذات مقصود ہوتے ہین اس لیے معنے موضوع لہ کا قصد کرنا اُنکے منافی ہوگا بعض کہتے ہین کہ کنایہ وہ لفظ ہے جسکے معنی حقیقی مراد نہون بلکہ معنی غیر حقیقی مراد ہون اور اگر معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہے جیسے کم پر سے کم اُڑنے والا مراد ہے اور اگر اس مراد کے ساتھ پرون کی مقدار کا تھوڑا ہونا مراد ہو تو بھی ہوسکتا ہے اسی قبیل سے ہے قلق کے اس شعر مین روشنی کا لفظ۔ ؎

جائے دو دُور بھی کرو اُٹھ آؤ ۔۔ شعلہ بولی کہ روشنی تو منگاؤ

روشنی سے مراد شمع ہے جو شمع کو لازم ہے لازم کو ذکر کرکے شمع مراد لی ہے اگر اس مراد کے ساتھ روشنی بھی مراد ہو تو ہوسکتا ہے۔

مومن

چاک پردہ سے یہ غمزے ہین تو اے پردہ نشین ۔۔ ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہونگے

چاک گریبان سے مراد عاشق دیوانہ ہے عاشق کے لیے گریبان کا چاک ہونا لازم ہے اگر اس مراد کے ساتھ گریبان کا چاک ہونا بھی مقصود ہو تو ہوسکتا ہے۔ ابن سراج مالکی نے لکھا ہے کہ کنایہ یہ ہے کہ شے کی تصریح ترک کرے اُسکے لوازم مساوی مین سے کسی ایک کو ذکر کیا جائے تاکہ اُس سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہوجائے اور لازم سے ملزوم کی طرف انتقال کرنے کی قید سے استعارہ نکل گیا اسی وجہ سے نہایۃ الایجاز مین لکھا ہے کہ کنایہ مجاز سے علیحدہ ہے اور حق یہ ہے کہ مجاز کو

کنایے کے ساتھ وہ نسبت ہے جو مفرد کو مرکب کے ساتھ ہوتی ہے۔
صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک مجاز اور کنایے کا مبنی ملزوم سے لازم کے قصد کرنے پر ہی مگر فرق اس قدر ہے کہ مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہے ملزوم مراد نہین ہوتا جیسے طالبعلم کو مولوی کہنا علم کا پڑھنا فضیلت کو لازم ہے اور فضیلت ملزوم ہے یہان ذکر لازم کا بے ارادہ ملزوم کے ہے اور کنائے مین لازم مراد ہوتا ہے اگر ملزوم مراد نہین تو بھی جائز ہے جیسا کہ کم پر سے مراد کم اڑنے والا ہے اور اگر اس مراد کے ساتھ پرون کی کمی بھی مراد ہو تو بھی جائز ہے اسی طرح روشنی سے شمع اور چاک گریبان سے عاشق دیوانہ مراد ہے اگر ان مرادون کے ساتھ روشنی اور گریبان کا پھٹا ہوا ہونا مراد ہو تو بھی جائز ہے اور سکاکی صاحب مفتاح کے نزدیک مدار مجاز کا ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کے انتقال کرنے پر ہے جیسے ۔

حالی

ہم ہین نام وطن کے دیوانے	وہ تھے اہل وطن کے پروانے

پروانہ کہ عاشق کا ملزوم ہے اُس سے عاشق کی طرف انتقال کیا ہے اسی طرح ۔

وحید

غل ہے کہ سوجھتا نہین اندھیر آگیا	ہیبت پکارتی ہے کہ اب شیر آگیا

شیر کہ شجاع کا ملزوم ہے اُس سے شجاع کی طرف انتقال ہوتا ہے ۔ اور کنایے کا مدار لازم سے ملزوم کی طرف انتقال پر ہے جیسے کم پر کے حقیقی معنی وہ پرند ہے جسکے پر تھوڑے سے ہون اور ان معنی سے ایک ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جاتا ہے جنکے لیے پرون کا کم ہونا لازم ہے اور وہ کم اُڑتا ہے جو ملزوم ہے پس کم پر کا اطلاق کم اُڑنے والے پر ملزوم کی رو سے ہے اور حق مذہب اول ہے اسلیے کہ لازم بحیثیت لازم ہونے کے ملزوم پر دلالت نہین کرتا ہے جائز ہے کہ ملزوم سے لازم عام ہو اور عام کی خاص پر دلالت نہین ہوتی پس جب تک لازم ملزوم سے خاص نہو اُس سے ملزوم کی طرف انتقال حاصل نہ ہوگا اور ملزوم اصل و متبوع ہے اس لیے کہ اس سے انتقال ہوتا ہے اور لازم فرع و تابع اسلیے کہ اُسکی طرف انتقال ہوتا ہے اور نوع لازم کو یہان علاقہ کہتے ہین اور اگر اصیت و فرعیت جانبین سے ہوگی کہ ہر ایک ایک وجہ سے اصل ہوگا اور دوسری وجہ سے فرع تو طرفین سے مجاز جاری ہوگا ورنہ استعمال اصل کا فرع مین مجازاً جائز ہے بدون عکس کے اول کی مثال علت و معلول ہے جیسے مالک و رخیر بداری شرع مین اور ردم کی

مثال سبب محض اور مسبب ہے اور لزوم سے مراد فی الجملہ انتقال ہی جیسے کل فی الجملہ جز کو لازم ہی
اسی طرح سبب فی الجملہ مسبب کو لازم ہی اسلیے کہ کبھی عام ہوتا ہی پس لزوم سے یہ مراد نہین کہ ملزوم
سے اسکا چھوٹنا ممتنع ہی جیساکہ اہل منطق وحکمت کی اصطلاح ہی اور کنایے مین معنی موضوع لہ کا ارادہ
باعتبار واقع کے ہے ہرچند کہ خارج مین نہو چنانچہ تنگ چشم کہین اور مراد اس سے کنجوس آدمی ہو گو کہ
شخص مذکور کی آنکھین نہون اور اگر ہون تو بڑی بڑی ہون

مرزا محمد تقی خان ہوس

نہین ہوس حرف جوش مستی قد خمیدہ سے تو جیالا	بتون کا بندہ رہے گا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر

اس شعر مین قد خمیدہ کنایہ عالم پیری سے ہی گو قائل کا قد بظاہر سیدھا ہو۔
کنایے مین مجاز باقی نہین رہتا چنانچہ نہین کہہ سکتے کہ تنگ چشم کنجوس کے معنی مین مجازی طور پر آیا
بخلاف استعارے کے جیسے مرد بہادر کو شیر کہتے ہین تو کہنے والے کو شیر کے اصلی معنی کہ حیوان درندہ
ہے ہرگز ملحوظ نہین ہوتے پس استعارہ مجاز کی ایک قسم ہوگا اور کنایہ اُس سے مبائن باوجودیکہ یہ بھی
دراصل مجاز کی ایک نوع ہی نوعیت کنایے کی تو مجاز کے اس معنی عام کے اعتبار سے ہی جسکا وجود خارج مین نہین اور
اُسکی مغائرت اسکی جنس کے ساتھ باعتبار مجازات مقیدہ کے ہی جیسے انسان باعتبار حیوان کے جسکو
وجود ظاہر خارجی حاصل نہین نوعیت رکھتا ہی اور باعتبار حیوان مقید کے جیسے گھوڑا اور شیر وغیرہ ہین
مغائرت رکھتا ہی۔

بہرصورت کنایے اور مجاز مین دو طرح سے فرق ہی ایک تو یہ کہ کنایے مین لازم یعنی معنی غیر حقیقی
مراد رکھتے ہین اور اگر ملزوم یعنی معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہی اور مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہے
دوسرا فرق یہ ہی کہ مجاز مین معنی حقیقی اور غیر حقیقی مین کوئی قرینہ بھی پایا جاتا ہی اور کنایے مین قرینہ
نہین علی العموم کنایے کی تین قسمین ہین۔

ایک یہ کہ کنایے مین صفت سے موصوف کی ذات مطلوب ہو اور صفت سے مراد وہ معنی ہین
جو غیر کے ساتھ قائم ہون نہ وہ صفت جو اہل نحو کی اصطلاح ہی اور وہ ایک تابع ہی جو اُن معنے پر دلالت
کرتا ہے جو متبوع کی ذات مین ہون مثلاً چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک تابع ہے جو اپنے متبوع کی
چالاکی پر دلالت کرتا ہی اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔

(۱) صفت کہ جو کسی موصوف معین سے خصوصیت رکھتی ہو ذکر کرین اور مراد اس سے
موصوف ہو اسکو **کنایہ قریب** کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ایسا ہونے صفت کے انتقال موصوف

تک دشوار نہین ہوتا جیسے -

گویا

لوئی گردون تلک ہے وجد مین | رقص سے بس ہے اسی کا نام رقص

لوئی فلک سے مراد زہرہ ہے -

انشا

صبا یہ جا کے تو کہد یجو بید مجنون سے | کہ نافہ شاہد حی کا کھڑا اجاڑ مین ہے

شاہد حی کنایہ لیلی سے ہے -

منیر

چاہ سیہ مین گرا یوسف زرین قبا | دلو سیہ ہو گیا شاہد پر دین پرن ٹھ

چاہ سیاہ کنایہ ظلمت سے اور یوسف زرین قبا آفتاب سے اور دلو سیہ شب سے -

ولہ

خیمۂ زربافت مین لیلی مشکین لباس | زینت فانوس سبز شمع مرصع لگن

خیمۂ زربافت کنایہ آسمان سے اور لیلی مشکین لباس شب سے اور فانوس سبز آسمان سے اور شمع مرصع لگن آفتاب سے -

ناسخ

زیب و رنگ ہوا ہی شہ عادل ناسخ | کیون نہ نوروز کو دن رات برابر ہو جائے

شہ عادل کنایہ آفتاب سے ہے کیونکہ آفتاب اُس دن برج حمل مین تحویل کرتا ہی اور یہی اُسکی تخت نشینی ہے -

انیس

ہے دوش محمدؐ کا مکین خانۂ زین پر | اس ناز سے رکھتا ہی نہین پانون زمین پر

دوش محمدؐ کا مکین حضرت امام حسینؑ سے کنایہ ہی کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے دوش مبارک پر چڑھا کرتے تھے -

ولہ

اُٹھا جو ہاتھ کانپ گیا شیر آسمان | گردش جو دی تو سب تہ و بالا ہوا جہان

شیر آسمان برج اسد سے کنایہ ہی -

ولہ

وہ صبح اور وہ چھائون ستارون کی اور وہ نور | دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوج طور

ارنی گوے اوج طور سے مراد حضرت موسیٰؑ ہین۔

مومن

خون کے میرے ارادے سے ہوا ذابح سعد	قتل پر میرے کمر باندھے بہ شکل جبار

سعد ذابح سے قمر کی بائیسوین منزل مراد ہی اور وہ دو ستارے ہین کہ ستارہ جدی کے دونون سینگون پر واقع ہین اُن مین سے ایک کے پاس ایک چھوٹا سا تارا ہی اس ستارے کو شاۃ سعد یعنے سعد کی بھیڑ کہتے ہین وجہ اسکی یہ ہی کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا یہ سعد اُس چھوٹے تارے کو ذبح کرتا ہی اور یہی سبب ہی اُس کے سعد ذابح کہلانے کا۔

داغ

غیرتِ ماہ کہے خسرو انجم مجھکو	نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

خسرو انجم کنایہ ہی سورج ہے۔

مومن

وہ قہرمان فلک توسن و نجوم حشم	کہ ترک چرخ غلام اُس کا مہر چاکر ہے

ترک چرخ کنایہ مریخ سے ہے۔

امیر

جسطرف دیکھو زر گل باغ مین انبار ہے	شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

زمین کا گنج نہان کنایہ ہی نباتات سے۔

قلق

نظر آتا تھا عالم بالا	وہ فلک سیر تھی کہ عرش نما

فلک سیر کنایہ بھنگ سے ہے۔

انشا

مرغان اولی اجنحہ مانند کبوتر	کرتے ہین سدا عجز سے غوں غوں ترے آگے

مرغان اولی اجنحہ کنایہ فرشتون سے ہی کیونکہ اُنکے دو یا تین یا چار بازو اور پر ہوتے ہین جیسا کہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

ولہ

جب تلک چرخ کہن شکل گو رزمین رہے	صاحب شرق ہین جبتک ہی کہ جبریل کی چلبن

صاحب شرق کنایہ ہے سورج سے۔

ذوق

طلسم طرفہ ترآنسو نے میرے مرو ہاں باندھا کہ ہر اک اِک گرہ میں حاصل صد بحرو کان باندھا

وہ چیز کہ بحر و کان کا حاصل ہے زر و جواہر ہے۔

مثنوی پدماوت

شہ زرزین کلاہ چرخ چارم ہوا رونق فزائے تخت عالم

مراد اس سے سورج ہے کیونکہ وہ آسمان چارم پر رہتا ہے۔

ناسخ

ساقی بغیر شب جو پیا آب آتشین شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا

آب آتشین کنایہ شراب سے ہے۔

ولہ

لادوں اُسکی پشت پر اپنا اگر بار گناہ ہے یقین ہرگز نہ گاو آسمان سے اُٹھ سکے

گاو آسمان کنایہ برج ثور سے ہے۔

غالب

کیوں رد قدح کرے ہے ساقی مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے

مگس کی قے کنایہ شہد سے ہے۔

(۲) کئی صفتیں آپس میں ملکر سب کی سب ایک موصوف کے ساتھ مختص ہوں اگرچہ الگ الگ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہوں پس ایسی تمام صفات کا مجموعہ بول کر اُن سے وہ موصوف معین مراد لیا جائے اسکو کنایہ بعید کہتے ہیں اسلیے کہ کئی صفات سے موصوف کی طرف انتقال سہولت سے نہیں ہو سکتا اور موصوف مشکل سے سمجھ میں آتا ہے جیسے۔

شباب

ساقی نے آج چیز کچھ ایسی کری عطا جس سے کہ اپنا رنگ طبیعت بدل گیا
آنکھیں تو سُرخ اور معطر ہوا دماغ بگڑا ہوا مزہ بھی تو مُنھ کا سنبھل گیا

ان تمام صفات کے مجموعے سے شراب مقصود ہے۔

ساقی وہ دے ہمیں کہ ہوں جسکے سبب بہم محفل میں آب آتش و خورشید ایک جائے

ظاہر ہی کہ یہ ساری صفات شراب مین ہین کیونکہ شراب خود پانی ہی اور باعتبار سُرخی رنگ اور گرمی کے آتش ہی اور باعتبار روشنی کے اور پیالے مین قبکل مدور پکڑنے کے آفتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔

غالب

صبح آیا جانب مشرق نظر | اِک نگارِ آتشین رُخ سر کھلا

اِن تمام صفات سے سُورج مقصود ہی کیونکہ اُس مین یہ چارون صفات موجود ہین شرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے اور خوبصورت بھی ہی اور اسکے منہ مین سُرخی اور گرمی بھی ہی اور وہ کھلا ہوا بھی ہی

مفتون

بند شیشے مین جو ہے یہ لال لال | اس پری کو قید خانے سے نکال

ان صفات سے شراب مقصود ہے کیونکہ وہ شیشے مین بند بھی ہوتی ہی اور سُرخ بھی ہوتی ہی۔

دوسری قسم یہ کہ کنایے سے فقط صفت مقصود ہو اس طرح کہ ایک صفت ذکر کی جائے اور اُس سے ایک اور صفت مراد لیجائے اور اُسکی بھی دو قسمین ہین۔

(۱) **قریب** کہ اُس مین لازم اور ملزوم مین کوئی واسطہ نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔

الف وہ کہ کنایہ اس مین واضح ہو اس طرح کہ لازم سے ملزوم تک ذہن بے تامل پہونچ جائے جیسے سفید ریش اور موے سفید سے پیری کا سمجھنا۔

مومن

موسفیدی کے قریب اور یہ غفلت مومن | نیند آتی ہے بآرام مگر آخر شب

پنڈت برج نرائن

مٹے نہ بات کہین تم یہ مٹنے والو نکی | تمھارے ہاتھ ہی شرم ان سفید بالونکی

میر

دامن مین آج میر کے داغ شراب ہے | تھا اعتماد ہمکو بہت اس جوان پر

داغ شراب کنایہ ہی شراب خواری و رندی سے اور دامن مین داغ شراب ہونے سے شراب خواری و رندی تک ذہن فوراً پہونچ جاتا ہے۔

ولہ

اے ہمصفیر بے گل کس کو دماغ نالہ | مدت ہوئی ہماری منقار زیر پر ہے

منقار زیر پر ہونا کنایہ ہے خاموشی سے اور یہ امر واضح ہے۔

ایلیس

راحت نہ ملی بادشہ جن و بشر کو
ہر اک نے کسا قتل محمدؐ پہ کمر کو

کمر کسنا کنایہ ہی مستعد قتل ہونے سے۔

محشر

جن نے یون عرصۂ ہستی کو کیا محشر تنگ
وہ کمر کستا ہے کچھ تو بھی بیان سمجھے ہے

ولہ

مرے غبار سے دامن کشیدہ جاتا ہی
ہوا ہون خاک مین جس شہسوار کی خاطر

دامن کشیدہ جانا کنایہ ہی محترز جانے سے۔

انیس

دل دشمنون کے خنجر ابرو سے کٹ گئے
اُلٹی جو آستین تو پرے سب اُلٹ گئے

آستین اُلٹنا بمعنی خشم و غضب مین ہونا ہی اور پرے اُلٹنا بمعنی پیچھے ہٹ جانا اور بھاگنے لگنا ہے۔

شیخ عبد الغنی غنی

پڑتی ہے نظر خس پہ دم چشم پر بدن
یان ہمنے پر کاہ بھی بیکار نہ پایا

خس پہ نظر پڑنے سے مراد یہ ہی کہ اُسکی احتیاج واقع ہوتی ہے۔

داغ

دامن سنبھال باندھ کمر آستین چڑھا
خنجر نکال دل مین اگر امتحان کی ہے

پہلے مصرع مین تینون الفاظ مستعد ہو جانے کا فائدہ بخشتے ہین۔

جرأت

آستین اُسنے چڑھائی تیغ کو عُریان کیا
یہ ہمارے قتل کا سامان ہوا اچھا ہوا

میر

ہمکو تمسے آگ لگی ہی روتے ہین تو ہنستے ہو
ہمنے کمر کو کھول رکھا ہی اپنی کمر تم کستے ہو

مومن

جبین باابرو ہوئی سماجت سے
سرگرانی بڑھی لجاجت سے

جبین باابرو ہونا کنایہ ہی آزردگی و غضبناکی سے۔

ولہ

موے سر سے شام غربت روز سفید | ظلمت شبہاے ہجران روز عید

روز سفیدی کنایہ ہی شرمندگی سے۔

الٰہی بخش خان معروف

پی ٹک اک آب دم شمشیر قاتل نے کی | ورنہ پیمانہ ہماری عمر کا لبریز تھا

عمر کا پیمانہ لبریز ہونا کنایہ ہی مرنے کے قریب پہونچ جانے سے۔

میر

شکر خدا کہ سر نہ فرو لاے ہم کہین | کیا جانے سجدہ کہتے ہین کس کو سلام کیا

سر فرو لانا کنایہ عاجزی کرنے سے ہی۔

ولہ

گر نظر اک دور سے مجھ داغ کو | آنکھ نیچی کر گیا گل باغ مین

آنکھ نیچی کرنا کنایہ ہی شرمندگی سے۔

ناسخ

باندھون ایسے مضمون رنگین | سنکر ہو عدو مرا سخن زرد
غربت مین نہین ہے اور کچھ رنج | کرتا ہے مجھے غم وطن زرد

پہلے شعر مین زرد ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہی اور دوسرے شعر مین زرد کرنا کنایہ بیمار و نزار کرنے سے ہے۔

شرر ساکن جلیسر

مین اک تکلیف دینے کی غرض سے آج آیا تھا | اگر اب کیا کہون صندل لگا ہی آپکے سر مین

صندل لگا ہونا کنایہ ہی درد سر ہونے سے۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین | اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

آئینہ دیکھکر اللہ رے مین کہنا کمال غرور پر دلالت کرتا ہے۔

حسرت

پیون کیا جام مے اغیار بھی بیٹھے ہین مجلس مین | مری آنکھون مین اُنکو دیکھتے ہی خون اُتر آیا

آنکھون مین خون کا اُتر آنا کنایہ ہی غصہ آجانے سے۔ یہ تمام اُمور نہایت واضح ہین۔

(ب) وہ کہ کنایہ اُس مین خفی ہو یعنی ذہن ملزوم تک تامل کے بعد پہونچے جیسے کوتاہ گردن اور کرنجی آنکھون والا دونون سے شریر مراد ہی اور لمبے قدوالا اس سے مراد احمق ہی کیونکہ کہتے ہین کہ جسکی گردن کوتاہ ہو یا جسکی آنکھین کرنجی ہون وہ آدمی شریر ہوتا ہی اور جس کا قد لمبا ہو وہ احمق ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کو نہین معلوم ہوتا لیکن ان مثالون مین یہ بھی شرط ہے کہ معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہون اگرچہ کنایے مین یہ بات لازم نہین۔

ترانۂ شوق

ہونٹون پہ تھے دانت سر پہ تھے ہاتھ	سر سے جو ہٹے جگر پہ تھے ہاتھ

دانتون کا ہونٹون پہ ہونا اور سر و جگر پر ہاتھ کا ہونا کنایہ ہی کمال مغموم ہونے سے اور یہ اُمور تامل کے بعد معلوم ہوتے ہین اور ایسے موقعون پر معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہین کیونکہ غم و فکر کی حالت مین اکثر دانتون سے ہونٹ کو کاٹنے لگتے ہین اور ہاتھ سے سر اور جگر کو پکڑ لیتے ہین۔

شباب

بس اس سے تو ناصحا سمجھ لے وہ ہوگا کیا اور حُسن اُس کا	فرنگ کے مہ جبین بھی اُسکے ہی مُنھ پہ جب چاند دیکھتے ہین

مراد یہ ہی کہ فرنگ کے مہ جبین اُسکو بہت ہی گرامی جانتے ہین اسلیے کہ چاند ایسے شخص کے مُنھ پر دیکھتے ہین جسکو بہت ہی گرامی جانتے ہون۔

برکھا رت

لاہور مین شب ہوئی تھی لیکن	کشمیر مین پہونچے جب ہوا دن

لاہور مین شب ہونا کنایہ ہی اس سے کہ رات کو گرمی تھی کیونکہ لاہور مین سخت گرمی پڑتی ہی اور کشمیر مین دن ہونا کنایہ ہی دن مین سخت سردی ہو جانے سے کیونکہ کشمیر مین سردی زیادہ ہوتی ہے۔

انیس

مطبخ ہی سرد آگ کا اُس مین نہین ہی نام	نیچے ہوائے گرم سے بیتاب ہین تمام

مطبخ کا سرد ہونا کنایہ ہی سب کے فاقے سے رہنے سے۔

محمد روشن جوشش

سفید ہوگئین آنکھین ہوا گریبان سُرخ	ہمین تو رونے نے آخر یہ رنگ دکھلایا

آنکھین سفید ہو جانا کنایہ ہی اندھا ہو جانے سے اسلیے کہ جب آنکھون پر جالا آجاتا ہے تو سفید

ہوجاتی ہین اور اس وجہ سے آدمی کو کچھ نظر نہین آتا اور گریبان سرخ ہوجانا کنایہ ہی اشک خونین کے زیادہ بہانے سے ۔

انشا

بنی آدمؑ کی ٹولی کی ٹولی ؎	بیٹھی بولے ہے شیر کی بولی

شیر کی بولی بولنا کنایہ ہی قے کرنے سے جب قے کرتے ہین تو حلق سے زور زور سے آواز رک رک کر نکلتی ہے ۔

دبیر

کشتون کو اپنے فوج عدو روندنے لگی	جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

کشتون کو روندنا کنایہ ہی لڑائی مین شکست پانے سے کیونکہ جب آگے بڑھی ہوئی فوج پیچھے ہٹتی ہے تو اُس فوج کے مقتول و زخمی جو پیچھے پڑے ہوتے ہین اُسکے قدمون سے کچلنے لگتے ہین ۔

نعیم

جب دیکھتا ہون اُس بت خونخوار کیطرف	وہ دیکھتا ہے جمدھر و تلوار کی طرف

جمدھر و تلوار کی طرف دیکھنا کنایہ ہی قتل کرنے کے ارادے سے ۔

(۲) بعید یہ ہی کہ لازم و ملزوم مین کچھ واسطہ ہو یعنی اس طرح ہو کہ لازم سے اول کچھ اور چیز سمجھین اور بعد اُسکے ملزوم اس امر کا نام **اِرداف** ہے مثلاً سخی کو کہین کہ اُسکے باورچی خانے سے بہت راکھ نکلتی ہے اس مثال مین ملزوم تک واسطے بہت ہین اس سبب سے کہ بہت راکھ بہت لکڑی جلنے سے ہوتی ہے اور لکڑیون کا بہت جلنا بہت کھانا پکنے سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی زیادتی پر موقوف ہی اور مہمانون کی زیادتی سخاوت پر دلالت کرتی ہے یا کسی کی نسبت کہین کہ اُسکے باورچیون پر بہت محنت رہتی ہی پس باورچیون پر بہت محنت کا ہونا جب ہوتا ہی کہ اُن کو کام زیادہ کرنا پڑے اور یہ امر اس بات کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہی کہ باورچیخانے مین کھانا زیادہ پکتا ہی اور کھانے کا زیادہ پکنا بہت سے مہمانون کے واسطے ہوتا ہی اسی قبیل سے ہی ۔

شباب

کیا ہو بیان داد و دہش ایسے شخص کا	بندھواتا ہو جو توڑون کا منھ کچے سوت سے

توڑون کا منھ کچے سوت سے بندھوانا کنایہ ہی اہتمام سخاوت مین نہایت تعجیل سے اور اس جگہ استعمال توڑون کا منھ کچے سوت سے بندھوانے سے اس بات کی طرف ہی کہ توڑون کے منھ کا بند

مضبوط نہین ہونا اور اس سے انتقال ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ توڑون کا منھ جلدی کھل جاتا ہے اور اس سے انتقال جلدی بخشنے کی طرف ہوتا ہے۔

سودا

تیرا ہی اب بروے زمین اے فلک جناب	بے قفل و بے کلید در فیض ہے مدام

بے قفل و بے کلید در فیض کا ہونا کنایہ ہے فیض مین اہتمام اور تعجیل سے یہان انتقال در کے بے قفل و بے کلید ہونے سے دروازے کے بند نہونے کی طرف ہوتا ہے اور اس سے انتقال در فیض مین جلدی پہونچ جانے کی طرف ہوتا ہے اور اُس سے جلدی فیضیاب ہونے کی طرف انتقال ہوتا ہے۔

ولہ

وہ اُس کا خوان نعم ہے کہ جس کے مطبخ مین	صدا کھڑکنے کی ہے دیگ کے صدائے عام

دیگ کے کھڑکنے کی صدا کا عام ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُسکے مطبخ مین بے روک ٹوک ہر آدمی کھانا کھا سکتا ہے یہان دیگ کے کھڑکنے کی صدا کے عام ہونے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ اُس کے باورچیخانے مین چولھون پر دیگین ہمیشہ چڑھی رہتی ہین اور دیگون کا چولھون پر ہمیشہ چڑھے رہنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا کھانا کھانے والون کی زیادتی پر موقوف ہے اور ان کھانا کھانے والون مین کسی خاص آدمی کی قید نہین بلکہ جو چاہتا ہے کھاتا ہے اور یہ انتہاے سخاوت پر دلیل ہے۔

حالی

بند اس قفل مین ہے علم ان کا	جس کی کنجی کا کچھ نہین ہے پتا

نامعلوم کنجی کے قفل مین علم کا بند ہونا کنایہ ہے علم سے فائدہ نہ پہونچ سکنے سے اور اس جگہ علم کے قفل کی کنجی کا پتہ نہونے سے اس بات کی طرف انتقال ہوتا ہے کہ وہ قفل کھل نہین سکتا اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہے کہ علم جو مقفل ہے اُس تک رسائی ممکن نہین اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہے کہ اُس علم سے کوئی نفع نہین اُٹھا سکتا۔

انیس

مطبخ ہے سرد آگ کا اُس مین نہین ہے نام	بچے ہواے گرم سے بیتاب ہین تمام

پہلا مصرع کنایہ ہے اس بات کی طرف کہ سب فاقے سے ہین کسی کو کھانا نہین ملا ہے یہان انتقال مطبخ کے سرد ہونے اور اُس مین آگ کا نام نہونے سے اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ باورچیخانے مین ایندھن

بالکل نہین جلا ہی اور اُس سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ پکنے کے لیے چولھون پر کوئی چیز نہین رکھی گئی ہی اور کسی چیز کے نہ پکنے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ سب فاقے سے ہین پس کمی وبیشی وسائط کی وجہ سے مقصود پر دلالت مختلف ہو جاتی ہی اگر وسائط کم ہون تو دلالت واضح ہوتی ہے اور جو زیادہ ہون تو خفی ہوتی ہے۔

تیسری قسم یہ کہ کنایے سے کسی صفت کا اثبات یا نفی کسی موصوف کے واسطے مقصود ہو۔

اثبات کی مثال یہ ہی کہین کہ "فقیر کا جامہ شیر کا ہی" یعنی فقیرون مین صفت شیر کی ہی اور یہ قدرت سے خالی نہین ہوتے یا جس وقت کوئی شخص کسی کی کمال حمایت اور رعایت کرے کہ ہر کلام اُسی کی بھلائی مین کہتا ہی تو کہین کہ یہ تو اُسی کا جامہ پہنے ہوے ہی" ایسے ہی تاریخ ہندوستان مؤلفہ مولوی ذکاءاللہ کی یہ عبارت ہے:۔ "حافظ رحمت خان شجاع الدولہ کو خدائی کا بے ایمان جانتا تھا اگر وہ قرآن کا جامہ پہن کر آتا تو بھی اُسے جھوٹا جانتا" قرآن کا جامہ پہن کر آنے سے مراد یہ ہی کہ صفت اتقا و پرہیزگاری سے متصف ہو کر آتا۔

میر

مت مانیو کہ ہوگا یہ بے درد اہل دین		اگر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا		

اسی قبیل سے ہی ترجمہ تاریخ فرخ آباد کی یہ عبارت:۔

"بہادر خان چونکہ شجاعت کے باعث سب روہیلہ سردارون مین نمود رکھتا تھا بول اُٹھا پھر کیا اے سردار دستار کے عوض زنانہ برقع کیون نہین پہن لیتے" زنانہ برقع پہن لینے سے مراد نامردی کا ثابت کرنا ہی

امانت

بتون کا نہ کلمہ پڑھا دوستو		امانت پہ فضل خدا ہو گیا		

مثنوی سعدین

کلمہ اپنا ہی یہ پڑھا کے رہے		بول بالا مرا گھٹا کے رہے		

اپنا کلمہ پڑھانا یعنی اپنا مطیع ومنقاد کر لینا۔

عشق کے ہین مقام سخت کڑے	ولہ	تجھکو بھرنے پڑینگے کچے گھڑے		

کچے گھڑے بھرنا کنایہ ہی محال کام کرنے سے کیونکہ کچے گھڑے مین پانی ٹھہر ہی نہین سکتا۔

حالی

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر		کہا اُسنے بجلی کا گرنا ہے بہتر		

یعنی اُس کو مرجانا چاہیئے۔

سودا

روے نامحرم سے بہتر چشم کور	پر نہ دکھلائے خدا جز روے گور

یعنی مرجائے۔

میر

اب کے جنون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے	دامن کے چاک اور گریبان کے چاک مین

دونون چاکون مین فاصلہ نہ رہنے سے مراد یہ ہی کہ گریبان بہت پھٹ جائے۔

نفی کی مثال۔ جیسے اس فقرے مین کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کی بڑے بھائی نے کہا کہین گھر بھر نے متوالی کو دون تو نہین کھالی" یہ کنایہ اس امر کی طرف ہی کہ کسی مین عقل نہین رہی اسلیے کہ جب سب متوالی کودون کھالین گے تو سب کو نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے سب کی عقل زائل ہو جائے گی۔

حالی

غرض عیب کیجے بیان اپنے کیا کیا	کہ بگڑا ہوا یان ہے آوے کا آوا

آوے کا آوا بگڑا ہونے سے مراد یہ ہی کہ سب ایک ہی طرح کے ہین کسی کو تمیز و سلیقہ نہین یا کہا نہین مانتے سب نالائق ہین۔

انوارِ حسین تسلیم

باتین ایسی نکر تو اُوٹ پٹانگ	کہ کہین لوگ اسنے کھائی بھانگ

بھانگ کھانا ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی امرِ نامعقول کا مرتکب ہو اور اُسکی قباحت اُس کے ذہن مین نہ آئے کیونکہ جب بھنگ پئیے گا تو اُس سے نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے عقل زائل ہو جائیگی

آزاد آب حیات مین لکھتے ہین:۔

مگر اس حمام مین سب ننگے تھے ان کے ہان بھی سوائے شہدپن کے دوسری بات نہین "اس حمام مین سب ننگے تھے کنایہ اس امر سے ہی کہ کسی مین تہذیب نہ تھی۔

بیان تعریض

اگر کنایے مین موصوف مذکور نہو تو اُسکو **تعریض** کہتے ہین طراز مین یحیی بن حمزہ بن علی نے لکھا ہے کہ تعریض یہ ہے کہ لفظ شے بر طریق مفہوم سے دلالت کرے نہ وضع حقیقی یا وضع مجازی کے طور پر جیسے کوئی

شخص پڑھے اور اُس پر عمل نہ کرے اُس وقت کہین ”علم وہ ہی جو علم پر عمل کرے“ اور مراد یہ ہو کہ شخص معلوم عالم نہین یا جیسے کوئی بادشاہ رعیت پر ظلم کرے تو کہین ”بادشاہی اُسکو زیبا ہی جو رعیت کو آرام سے رکھے“ مطلب یہ ہو کہ فلان بادشاہی کے لائق نہین یا کسی پر طعنہ زنی کے واسطے کہین کہ ”اس زمانے کے یار آشنا کُش ہین“ یعنی شخص معلوم ایسا ہے۔

بھرت رام چندر جی کا سوتیلا بھائی تھا جب اُنکے باپ نے اُنکو اپنی جگہ مسند نشین کرنا چاہا تو اُن کی سوتیلی مان کی کنیز نے جسکا منتھرا نام تھا اپنی بی بی سے جا کر یون کہا۔

خوشتر

زمانے مین یہ روشن ہے سبھون پر	کہ دشمن ہو برادر کا برادر
خصوصًا جبکہ ہووے بادشاہی	مقرر ہو برادر پر تباہی

مطلب یہ ہی کہ رام چندر جی بھرت کے دشمن ہین اور جبکہ اُنکو بادشاہی ہو گی تو بھرت پر تباہی آویگی

انوار حسین تسلیم

یہ تو سچ ہے کہ پارسا ہے تو	گندی پر پھوٹی تھی مری خوشبو
تھی چھڑی چوبدار کی مجھپر	تھی سواری سوار کی مجھپر
سدھور نگر پر میرے آتا تھا	نئی رنگت کے جوڑے لاتا تھا
کنگھی والون نے شانے توڑے مرے	ہاتھ منہار نے مروڑے مرے
دی جلا مجھکو سان والے نے	جھنڈا گاڑا نشان والے نے
نوتی کا مجھی کو تھا سودا	دل تھا اس کی ٹکور پر شیدا
مین کنواری کبڈی کھیلتی تھی	ڈنڈ ڈکون مین مین ہی پیلتی تھی

ان تمام اشعار مین موصوف مذکور نہین اور وہ مخاطب ہی بطور تعریض کے متکلم نے اپنی ذات کو ذکر کیا ہے

داغ

ہمین بدنام ہین جھوٹے بھی ہمین ہین بیشک	ہم ستم کرتے ہین اور آپ کرم کرتے ہین

یعنی آپ ہی بدنام ہین اور آپ ہی جھوٹے ہین اور آپ ہی ستم بھی کرتے ہین۔

قلق

وہ ظلم کرتے ہین ہم پر تو لوگ کہتے ہین	خدا بُرون سے نہ ڈالے معاملہ دل کا

مطلب یہ ہی کہ لوگ اُنکو بُرا جانتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا اُن سے معاملہ نہ ڈالے۔

ظفر

مرجائیے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا | دنیا مین نہین کوئی مری جان کسی کا

یعنی تم ہمارے نہین ہو اور تمھین ہمارا دھیان نہین۔

ولہ

سوجھے ہی مجھے رونے سے دن رات کہ اک دن | گھر دینگے ڈبو دیدۂ گریان کسی کا

یعنی میرا گھر ڈبو دینگے۔

خورشید

آنگیا جو مسک گئی تو بولے | آنکھین پھوٹین جو دیکھتا ہو

یعنی جو تو دیکھتا ہو تو آنکھین پھوٹین۔

ناسخ

ناسخ نہین ہے کام مجھے عمر و بکر سے | بس جانتا ہون بعد نبیؐ بوتراب کو

یعنی مجھکو اصحاب ثلثہ سے کوئی غرض نہین۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ | سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

یعنی روے سخن ذوق کی طرف ہو تو روسیہ غالب نے جب سہرے مین یہ مقطع کہا۔ ع

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین | دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

تو بہادر شاہ کو یہ خیال ہوا کہ اس مین ہم پر چشمک ہی کہ ہمنے جو شیخ ابراہیم ذوق کو استاد اور ملک الشعرا بنایا ہی یہ سخن فہمی سے بعید ہی بلکہ طرفداری ہی مرزا نے بادشاہ کا یہ خیال دُور کرنے کے لیے ایسا کہا ہی۔

رسوا

ہے زندگی کا لطف تب ہی خضر خوش اوقات | جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

یعنی تمکو زندگی کا لطف نہین کیونکہ تمھارے پاس یہ چیزین نہین۔

مومن

مین ہی تو رہا ہون کمین شب کو خوش و خرم | مین نے ہی تو کی بادہ کشی غیر سے باہم
میری ہی نظر سے تھا عیان نیند کا عالم | آتی ہی جمائی یہ جمائی مجھے ہر دم
انگڑائیان لیتا ہون یہ مین ہی تو بہیم | میری ہی تو گردن مین پڑا جائے ہی پھر خم

میری ہی تو آنکھوں مین غضب نیند بھری ہی	میری ہی جبین ہی جو یہ گھٹنے پہ دھری ہی
مین ہی تو کہین رات کو بیدار رہا ہون	مین ہی تو ہم آغوش طلبگار رہا ہون
مین ہی تو مے وصل سے سرشار رہا ہون	مین ہی تو کف غیر سے میخوار رہا ہون
ملک ہوس تازہ خریدار رہا ہون ہا	لذت دہ اوباش ہوس کار رہا ہون

بدمستیان میری ہی تو آنکھون سے عیان ہین
میرے ہی تو ہونٹون پہ یہ دانتون کے نشان ہین

بیان تلویح

اگر کنایے مین لازم سے ملزوم تک مراد لینے مین واسطے بہت ہون تو اُسکو تلویح کہتے ہین جیسے ٹھنڈے چولھے والا کنایہ بخیل سے ٹھنڈے چولھے کو لازم ہی کھانا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو لازم ہی کسی مہمان وغیرہ کا نہ آنا اور اُسکا خود بھوکا مرنا اور خود بھوکا رہنے اور کسی مہمان کے نہ آنے سے بخل ثابت ہوتا ہی۔

سودا

الغرض مطبخ اس گھرانے کا رشک ہے آبدار خانے کا

مطبخ کا رشک آبدار خانہ ہونا کنایہ ہی نہایت بخل سے کیونکہ آبدار خانہ ہونے کو آگ کا نہ جلنا لازم ہی اور آگ کے نہ جلنے کو لازم ہی کھانے کا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو یہ بات لازم ہی کہ صاحب مطبخ نہ خود کچھ کھاتا ہی اور نہ دوسرون کو کھلاتا ہی اور اس سے بخل ثابت ہوتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی یہ شعر بھی۔

ولہ

شادی پر شادی یان ہوے ہی سدا دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا

بیان رمز

اگر کنایے مین واسطے بہت نہون لیکن تھوڑی سی پوشیدگی ہو تو اُسکو رمز کہتے ہین جیسے چھوٹے سر اور لمبی ڈاڑھی والا کنایہ ہے مرد احمق سے اور اُس مین لازم سے ملزوم تک بہت سے واسطے نہین ہین مگر کنایے مین تھوڑی سی پوشیدگی ہے جس کی وجہ سے ذہن کا انتقال ملزوم تک تامل کے بعد ہوتا ہے۔

مومن

بیٹھین لب آب جو یہ اک دم پہونچا مین سبو سبو یہ اک دم

سبو پہ سبو پہونچانا کنایہ ہی کثرت میخواری سے۔

حافظ عبدالرحمن خان احسان

دخت رز سےکمانجانے مین شب بے ندون تنے ۔ آج تو خوب ہی کھنکے تری سوکن کے لگے

یعنی بھنگڑ خانے مین بھنگیڑون نے خوب سبزیان گھونٹین۔

انیس

خاک اُڑتی تھی نہر پہ حرم شبیر خدا کے ۔ تھا چین بہ جبین فرش بھی جھوکون سے ہوا کے

فرش کا چین بہ جبین ہونا کنایہ ہے سمٹ جانے سے۔

راجہ بینی بہادر

سیاہی ہو گئی دل کی آرزو نہ گئی ۔ ہمارے جامۂ کہنہ سے مے کی بو نہ گئی

جامۂ کہنہ سے شراب کی بو کا نہ جانا کنایہ ہے اس سے کہ بڑھاپے تک مے خواری کرتے رہے۔

بیان ایما و اشارہ

اگر کنایے مین واسطون کی کثرت نہو اور کچھ پوشیدگی بھی نہو تو اُسکو **ایما و اشارہ** کہتے ہین جیسے سفید ریش کے لفظ سے پیری کا سمجھنا اور یہ امر واضح ہے

حالی

جنھون نے مجسطی پہ ہین ڈیرے ڈالے ۔ حواشی ہین تجرید کے سب کھنگالے

مجسطی پہ ڈیرے ڈالنا اشارہ ہے اُنکے مجسطی کی نہایت مزاولت کرنے سے اور تجرید کے حواشی کھنگالنا اشارہ ہے تجرید کے حواشی کی بخوبی تحقیقات کرنے سے۔

جو اُنکا دن رات کی دل لگی تھی ۔ **ولہ** ۔ شراب اُنکی گھٹی مین گویا پڑی تھی

شراب کا گھٹی مین پڑا ہونا اشارہ ہے ابتداے عمر سے نہایت شرابخواری مین مبتلا رہنے سے۔

ولہ

ہوئی ترکی تمام خانون کی ۔ کٹ گئی جڑ سے خاندانون کی

یہ اشارہ ہے اُنکی آبرو اور ثروت باقی نہ رہنے سے۔

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر ۔ اپنا کعبہ جدا بنائین گے ہم

اپنا کعبہ جدا بنانا اشارہ ہے سب سے علیحدہ رہنے سے۔

حالی

یارون کو کرتی اغیار تو ہے | جلواتی گھر گھر تلوار تو ہے

گھر گھر تلوار جلوانا اشارہ عداوت اور جھگڑا پیدا کرنے سے۔

ولہ

لائق نہین تمھارے مژگان خون نگاہان | مجروح دل کو میرے کانٹون مین مت گھسیٹو

کانٹون مین گھسیٹنا اشارہ ہی ایذا رسانی سے۔

انیس

توڑا ہے علمدار کے ماتم نے کمر کو | چھوڑا ہے جو اُس بیٹے نے پیری مین پدر کو

کمر کو توڑنا اشارہ ہی صدمۂ عظیم پہونچانے سے۔

دبیر

خورشید نے دیکھا ہو نہ سایہ جس کا | اب وا وہی زینب سر بازار پھرے

خورشید کا سایہ نہ دیکھنا اشارہ ہی نہایت پردہ پوشی سے۔

ظفر

کھلی جو اُس بُت بے مہر کی جھلک سے پلک | نہ ذرّہ بھر کبھی میری لگی پلک سے پلک

پلک سے پلک نہ لگنا ایما ہے نیند نہ آنے سے۔ **فائدہ** العمدہ فی صناعۃ الشعر و نقدہ مین جو لکھا ہے کہ اشارے کے اقسام سے حذف اور ایہام اور کنایہ اور تعریض اور ایما اور رمز ہے اور نہایت مخفی اشارہ پہیلی اسوقت اشارہ آواز کے مقابل سمجھنا چاہیے نہ اشارہ مصطلح۔

تتمہ

علماے بلاغت کا اس امر پر اتفاق ہی کہ مجاز حقیقت سے اور کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہی اور استعارہ تشبیہ سے قوی ہی مجاز کے حقیقت سے اور کنایے کے تصریح سے زیادہ بلیغ ہونے کی وجہ یہ ہی کہ مجاز مین ملزوم سے لازم کی طرف انتقال کیا جاتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ مین نے چاند کو دیکھا اور مراد اُس سے معشوق ہو تو یہ کہنا اس کہنے سے زیادہ بلیغ ہوگا کہ مین نے معشوق کو دیکھا اس لیے کہ پہلا قول مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ موجود ہو کیونکہ ہر ملزوم کا وجود اپنے لازم کے ہونے پر گواہ ہی یعنی ملزوم کا ہونا لازم کے ہونے کو چاہتا ہی یہ نہین ہو سکتا کہ ملزوم ہو اور لازم نہو بخلاف اسکے کہ مین نے معشوق کو دیکھا کہ مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ نہو اور جس دعوے کے ساتھ گواہ موجود ہو وہ اُس دعوے سے بدرجہا بہتر ہی جسکے

ساتھ گواہ نہ ہو۔

استعارے کے تشبیہ سے قوی ہونے کی وجہ یہ ہی کہ وجہ شبہ مشبہ بہ مین مشبہ سے زیادہ کامل ہوتی ہے اور استعارے مین مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونے کا دعوے کرتے ہین یعنی معشوق کے بعینہ چاند ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اُسکے الفاظ تشبیہ پر بھی دلالت نہین کرتے اور ایک قرینہ ایسا ہوتا ہی کہ معنی موضوع لہ کے مراد نہونے پر دلالت کرتا ہی پس یہ امر ایسے دعوے کی طرح ہوا جس کے ہمراہ گواہ موجود ہو۔

تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین

بدیع ایک علم یعنی ملکہ ہی جس سے چند اُمور ایسے معلوم ہو جاتے ہین جو خوبی کلام کا باعث ہوتے ہین مگر اول اس بات کی رعایت ضرور ہی کہ کلام مقتضاے حال کے مطابق ہو اور اُسکی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو کیونکہ ان دونون خوبیون کے بعد ہی کلام مین محسنات سے حُسن و خوبی آسکتی ہے ورنہ بغیر ان اُمور کی رعایت کے علم بدیع پر عمل کرنا ایسا ہی جیسے بدشکل عورت کو عمدہ لباس اور زیور پہنا دینا اسوجہ سے اس علم کا مرتبہ علم معانی و بیان کے بعد سمجھا گیا ہے بلکہ بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ کوئی علم مستقل نہین انھین کے ذیل مین داخل ہی مگر یہ قول اُن کا تحقیق کے خلاف ہی اسلیے کہ اس علم کے رُتبے کے تاخر سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ مستقل ایک علم نہو اگر ایسا ہی سمجھا جائے تو بہت سے علوم ایسے نکلین گے کہ اپنے مراتب کے تاخر کے لحاظ سے علٰحدہ علٰحدہ علم نہ رہین گے اس تقریر سے علم بدیع کا موضوع اور غرض اور غایت اچھی طرح روشن ہو گئی خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے کہ علم بدیع وہ ہے جس سے کلام بلیغ کی عارضی خوبیون کا حال معلوم ہو جاتا ہے اس کا موضوع کلام بلیغ ہے انھی خوبیون کے اعتبار سے غایت اسکی یہ ہی کہ ذہن کلام کی عارضی برائیون سے محفوظ رہے انتہی اور سیوطی نے اتمام الدرایہ مین کہا ہی کہ بدیع سے کلام کی خوبی بعد رعایت مقتضاے حال اور وضوح الدلالۃ یعنی تعقید سے خالی ہونے کے معلوم ہوتی ہے اور منفعت اسکی یہ ہے کہ کلام مین ایسی خوبی پیدا ہو جائے کہ کانون کو بھلا معلوم ہو اور دل مین اثر کر جائے اول جس نے اُن قواعد کا نام علم بدیع مقرر کیا عبد اللہ بن معتز عباسی ہی کہ ۲۷۴ ہجری مین اُسنے علم بدیع کے قواعد اختراع کرکے ایک مستقل علم مقرر کیا۔ اسنے ایک کتاب مین سترہ قسم کی صنائع لکھی تھین پھر پچھلے آنے والے اُس پر اضافہ کرتے گئے۔ اس علم کو علٰحدہ اس لیے مقرر کیا ہی کہ یہ بھی ایک بڑے کلام کی چیز ہے

اگرچہ علم معانی اور بیان سے کلام مین حُسن ذاتی آجاتا ہی اور اُنکے ہوتے ہوے محسنات بدیعی کی تحصیل کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن انشا پردازون نے کلام مین حُسن عارضی کی طرف بھی توجہ کی ہے اسلیے کہ اچھی چیز اگر مزئیات سے خالی ہو تو اکثر ایسا ہوجاتا ہے کہ بعض کوتاہ فہم اُسکی ذاتی خوبیون کی تفتیش نہین کرتے اور اسلیے اُس سے فائدہ حاصل نہین کر سکتے اسکے بعد غور کرو کہ زائد خوبیان یا تو اصالۃً معنوی خوبیون کی طرف راجع ہوتی ہین گو بالاتباع لفظی خوبیون سے خالی نہین ہوتین یا لفظی خوبی کی طرف اصالۃً راجع ہوتی ہین پہلی صورت مین۔ **معنوی**۔ کہتے ہین اور دوسری صورت مین **لفظی**۔

نثاری نے رسالہ چہار گلزار مین جو زبان فارسی کے قاعدون کے بیان مین ہی تھوڑی سی قسمین صنائع لفظی و معنوی کی بھی بیان کی ہین اور عجب خلط مبحث کیا ہی کہ لزوم مالایلزم اور تضمین المزدوج اور متلون اور مسمط اور مقطع وغیرہ صنائع لفظی کو صنائع معنوی مین ذکر کیا ہی حالانکہ کسی صاحب رسالہ نے ان صنعتون کو صنائع معنوی مین نہین لکھا اور کیونکر لکھتے کہ یہ سب صنعتین صنائع لفظی سے ہین ہان اگر نثاری گل اول صنائع لفظی مین اور گل دوم صنائع معنوی مین نہ قرار دیتا تب بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ اُس نے صنعت کی قسمین بے ترتیب بیان کی ہین جیساکہ اکثر چھوٹے چھوٹے رسالے والون نے کیا ہی قطع نظر اسکے اُس رسالے کے اکثر مسائل غلط ہین اور بہت سی جگہ سہو و غلطی واقع ہوئی ہی جو نوآموزان مکتب فرہنگ سے بھی نہایت بعید ہی اس تقریر سے ہمارا یہ منشا نہین کہ نثاری پر خواہ مخواہ اپنی طرف سے عیب چپکا دین جیساکہ سید وارث علی نے کیا ہی بلکہ جو بات اصلی ہوتی ہی وہ منصفانہ بیان کی جاتی ہی چنانچہ اُس رسالے کے ملاحظے سے یہ بات ہر ایک پر واضح ہو سکتی ہے۔

الغرض اس شہر مین دو باغ ہین ایک باغ صنائع لفظی کے بیان مین دوسرا صنائع معنوی کے ذکر مین وجہ تقدیم صنائع لفظی کی صنائع معنوی پر یہ ہی کہ اول لفظ سُننے مین آتے ہین پھر معانی سمجھے جاتے ہین بعض مصنفین نے اسکے برخلاف معنی کو الفاظ پر تقدیم دے کر اول صنائع معنوی کو بیان کیا ہی پھر صنائع لفظی کو کیونکہ مقصود اصلی اور غرض اولی معانی ہین اور الفاظ اُن کے توابع و قوالب ہین۔

فائدہ اگر شعر مین کئی صنعتین مختلف ہون تو اُسے صنعت مرکب کہتے ہین اور غیاث علم پارسی بھی نام رکھا ہے۔

پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین

صنعت تجنیس وہ ہی کہ دو لفظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنی مین مغائر اور اسکی کئی قسمین ہین۔

(۱) **تجنیس تام** اور وہ یہ ہی کہ دو لفظ انواع حروف اور اعداد حروف اور ترتیب حروف اور حرکات و سکنات مین متفق اور معنی مین مختلف آئین صلاح الصفدری جنان الجناس مین کہتا ہی کہ جناس کامل اور جناس معنوی یہی ہی اور اس کا مرتبہ سب اقسام جناس مین اعلیٰ ہی پس اگر تجنیس کے دونون لفظون کی نوع علیحدہ ہو یعنی ایک اسم ہو ایک فعل یا ایک اسم ہو اور ایک حرف یا ایک فعل ہو اور ایک حرف تو **تجنیس تام مستوفی** کہتے ہین جیسے پاٹ ایک جگہ امر ہو مصدر پاٹنا سے اور یہ فعل ہے اور ایک جگہ پاٹ اسم ہو چکی کے پاٹ یا دامن کے پاٹ کے معنے مین۔

حسرت

جب سیر گلستان کو وہ شوخ گیا تڑکے ‖ دل چاک ہوا گُل کا غنچے کے جگر تڑکے

پہلے مصرع مین تڑکے صبح کے معنی مین ہی اور دوسرے مصرع مین ماخوذ ہی تڑکنے سے یعنی ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔

انشا

کہا دل نے مرے دیکھی جو وہ مانگ ‖ کہ ہی یہ رات آدھی کچھ دعا مانگ

پہلے مصرع مین لفظ مانگ اسم ہی اور دوسری مین فعل امر۔

شاہ حاتم

جب سُنا موتی نے تجھ دندان کے موتی کا بہا ‖ آب مین شرمندگی سون ڈوب جون پانی بہا

پہلا بہا اسم ہی اور دوسرا بہا فعل ماضی۔

امانت

آبداری سے جو ملو نظر آیا وہ گلا ‖ رشک کی برق سے کیا جسم صراحی کا گلا

اول مصرع مین گلا اسم ہی اور دوسرے مصرع مین فعل۔

رنگین

ایکبیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار ‖ مار تیرے ہاتھ مین ہے اِسکو مار

پہلا لفظ مار اسم ہی اور دوسرا فعل امر۔

حسن

کئی دن تیرے چھپ چھپنے مین اشک آنکھون سے برسا ہے — نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہے

خدا نا ترس کیا کافر ہی دل تیرا کہ کیا کہیے — نہ ایسا گبر کوئی ہے نہ ایسا کوئی ترسا ہے

پہلے شعر کے دوسرے مصرع مین ترسا ماضی ہی ترسنے کی اور دوسرے شعر مین اسم ہی نصارے کے معنے مین

ناسخ

بس نہ ترسا بت ای کافر ترسا مجھکو — لب جان بخش دکھا بہر مسیحا مجھکو

ظفر

جگر کے داغ پہ اشکون کو تینے ریل دیا — کہ یعنی جلتا نہین ہے بغیر تیل دیا

پہلا دیا ماضی ہی اور دوسرا دیا اسم ہے

خیراتی خان دلسوز

سب سمجھین گے ہم اگر لاکھ برائی ہوگی — پر کہین آنکھ لڑی تو لڑائی ہوگی

پہلا لفظ لڑائی ماضی ہی اور دوسرا اسم۔

رحمت اللہ مجرم

چمن مین کسنے الٰہی نگاہ ڈالی آج — جو کھل کھلاتی ہی گل کی ہر ایک ڈالی آج

پہلا لفظ ڈالی ماضی ہی اور دوسرا اسم ہے

محمد اکبر اکبر

لازم ہی رحم بلبل شیدا کی جان پر — فصل بہار ہے نہ کتر باغبان پر

انیس

خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر — کاٹے ہین کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر

دونون شعرون کے پہلے مصرعون مین لفظ پر حرف ہی اور دوسرے مصرعون مین اسم ہی۔

اور اگر دونون لفظ ایک نوع سے ہون تو **تجنیس تام مماثل** کہتے ہین جیسے لفظ کل ایک جگہ بمعنی آرام و قرار اور دوسری جگہ بمعنی دیروز و فردا ہو۔

امانت

قرار سوز جگر سے بھلا مجھے کب ہی — تڑپ تڑپ کے گذاری فراق کی شب ہے

ہوا ہے کل سے بھی کچھ درد کل نہیں اب ہے ۔ خدا ہی خیر کرے آج رنگ بے ڈھب ہے

ٹپک رہا ہے کئی دن سے آبلہ دل کا

ظفر

آدمی کہتے ہیں جس کو ایک پتلا کل کا ہے ۔ پھر کہاں کل اسکو گر کل ہو ذرا بگڑی ہوئی

قلق

اسقدر زیست سے ہوا ہوں تنگ ۔ ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

جانصاحب

وصف میں چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا ۔ جانصاحب نے بکی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی

کہتا ہے جو یاقوت زبان لال ہو اسکی ۔ وله گویا میں مرے یار کے لب لال کی صورت

ناسخ

خط کے آغاز میں گر مجھ سے ہوا صاف تو کیا ۔ لطف تب تھا کہ صفائی میں صفائی ہوتی

شایان

طلائی وہ بندہ پڑا کان میں ۔ زر خالص ایسا کہاں کان میں

مثنوی سعدین

کبھی دیکھے سنے نہ ایسے کان ۔ لکھوں کانوں کو نازکی کی کان

گویا

حروف سے خط مسطر ہوں جیسے پوشیدہ ۔ اسی روش سے روش زیر سایہ پنہان ہے

نظیر

وہ نیچی کافر سیاہ پٹی نہ دل کے زخموں پہ باندھی پٹی ۔ پڑھی ہے جسنے کہ اسکی پٹی وہ پٹی سے سر ٹپک رہا ہے

داغ

سمندر میں سمندر ہوں صدف میں ہوں شرر پیدا ۔ جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری

وزیر

خط عاشق سے جو نفرت تھی نکل آیا خط ۔ کونسا جرم ہے جسکے لیے تعزیر نہیں

آغا حسن ازل

اسکو حجاب وصل میں بھی اس قدر رہا ۔ محرم سے ہونے پائے نہ محرم تمام شب

عالم علیخان مست

بوسہ لیا ہے یار کی انگیا کے پان کا — اٹھا یا ہے آج پان نئے خاصدان کا

وحید الدین خان فرد

وہان چھاتی ہی گدرائی تو کیونکر یہان کھٹکا — درخت یار ور مین باندھتا ہی باغبان کھٹکا

ذوق

ماہ گہنے کے لیے ہے نہ کہ گہنے کے لیے — تیرے کنٹھے کا کہون کیا اُسے زیبا گوہر

پہلا گہنا خسوف ہونے کے معنی مین مصدر ہی اور دوسرا گہنا زیور کے معنی مین اسم جامد ہی

عبد اللہ خان مہر

یہ شان ناز کی ہے کہ شانہ اُتر گیا — آیا اُتر کے زلف سے جب شانہ دوش پر

حکیم میر محمدی ظاہر

مہر کی جس پر نظر کی مہر سا ان چمکا دیا — آپ چاہا جب تو جلوہ ذرے مین دکھلا دیا

انشا

نیاز و ناز کے عالم مین سب اُنکے کڑے بولے — کہ پاؤن پڑکے چھوٹوگے اگر تم یان کڑے بولے

پہلے کڑے زیور کا نام ہی اور دوسرے کڑے سخت کے معنی ہین۔

مومن

یوسف سے عزیز کو کئی سال — زندان عزیز مین پھنسایا

نسیم

بہرام ہے تو ارے وہی چور — ارہ تجھکو بتاؤن سحر سے گور

بدمین سمجھ کے گور کا نام — نیچہ اک لائی وہ گل اندام

پہلا لفظ گور صحرائی خر کے معنی مین ہی جسے گورخر بھی کہتے ہین اور دوسرا لفظ گور قبر کے معنے مین ہی۔
(۲) تجنیس مرکب یعنی تجنیس کے ایک لفظ کو دو کلمون کی ترکیب سے حاصل کرین اور ایک لفظ مفرد ہو اور یہ دو حال سے خالی نہین اگر کتابت وخط مین موافق ہون تو تجنیس مرکب متشابہ کہین گے جیسے۔

ایاز محمد خان بھوپالی

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم — حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مرہم

حسرت

روٹھے ہوے جاتے ہو ہم سے جو تم اب لڑکے | ہم بھی نہ ملینگے پھر سنتے ہو میان لڑکے

امانت

دھیان آتے ہین مجھکو ترے جوبن کے برابر | معشوق یہان آتا ہے جوبن کے برابر

میر حسن

فقط موتیون کی پڑی پالے زیب | کہ جسکے قدم سے گھر پالے زیب

انیس

خالی نہ گیا وار کوئی تیغ دو سر کا | ہاتھ اُڑ گئے گر پاؤن بچا سر کوئی سر کا

رافت

لب لعل وہ رشک یاقوت بجے | پیئے جان عشاق یاقوت بجے

مجبور

باتین وہ کچھ زمانے کی جی بات سے بھی کہلاتا ہے | خاطر سے سب یارون کی مجبور غزل کہلاتا ہے

پہلا لفظ کہلاتا ہے کاہلی کرتا ہے کے معنے مین ہے۔

اور اگر خط وکتابت مین مخالف ہونگے تو تجنیس مرکب مفروق بولینگے مثال اسکی۔

مؤلفہ

کچھ ہمکو نظر یار کا دل آتا ہے میلا | ساقی تو صفائی کے لیے شیشہ مے لا

پہلے مصرع مین میلا لفظ مفرد ہے اور دوسرے مصرع مین مرکب ہے لفظ مے بمعنی شراب اور لا صیغہ امر ہے۔

ذوق

کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات | یقین ہے صبح تک دے گی نہ جینے

پہلے مصرع مین لفظ جی نے مرکب ہے اور دوسرے مصرع مین جینے لفظ مفرد ہے۔
پھول بٹارے کا شعر ہے

اے یار جو کوئی کسی کو کلیا دے گا | یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاوے گا

نواب بربر علیخان زائر

کیونکر نہ ہو منکر بدیہی | دل مین ہے بھری ہوئی بدیہی

پہلے مصرع مین لفظ بدیہی مفرد ہے اُس چیز کے معنی مین جسکا علم فکر پر موقوف نہ ہو اور دوسرے

مصرع مین بدی ہی مرکب ہای بدی اور لفظ ہی ہے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے ۔
اسی کے قریب امثلہ ذیل ہین ۔

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا ۔ گھس گئی اُن کے کان مین زردا آ

پہلے مصرع مین زردا تنباکوے خوردنی کے معنی مین ہی اور یہ لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین زردا اور آ دو لفظ ہین آ صیغۂ ماضی مطلق ہے اور زردا اس کا فاعل ہے زرد سے مراد بیلی بھڑ ہے

عزیز

آہو تو بھلا کیا ہے چکارہ ہے چکارہ ۔ دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھ سے بڑی انکھ

مومن

وان سے جواب صاف ہی لائی ۔ بات بنائی پہ نہ بن آئی

رافت

وہ لب شیرین تھے جنکے آگے نبات ۔ خجل اس قدر ہو کہ آوے نہ بات

میر

نہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہے ۔ تمام اُنکے لوہو سے سرخ آب ہے

جرأت

کل آئی دل کو جو آئی تری کلائی ہاتھ ۔ خفا ہو مجھسے چھڑاتا ہے کیون میان ہوچکا

میر امن

خواہ تم پانون گھسو یا کہ رکھو سر بہ سجود ۔ بات پیشانی کی جو کچھ ہی سو پیش آنی ہے

دبیر

سوے صف آئی کرکے صفائی روان ہوئی ۔ تن مین سمائی دل مین در آئی روان ہوئی

ولہ

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئی کہ نہ ۔ کیا تاب منھ تو دیکھو جو بر رو ہو آئینہ

ولہ

ہوتی جو سپر یہ تو نہ کٹتے سپر اُس کے ۔ پر حیف کہ پر تھے نہ بزیر سپر اُس کے

اگرچہ ان امثلہ مین غور کرنے سے اعداد حروف کے اعتبار سے بظاہر فرق معلوم ہوتا ہی مگر ہم نے بوجہ اسکے کہ تلفظ مین دونون لفظ ایک سے معلوم ہوتے ہین یہان لکھدیا ہے۔

(۳) تجنیس مرفو۔ وہ یہ ہے کہ ایک لفظ مفرد ہو اور دوسرا لفظ کسی دوسرے کلمے کے جزسے مرکب ہو بخلاف تجنیس مرکب کے کہ اُس مین ایک لفظ مفرد ہوتا ہے اور دوسرا متجانس پورے دو کلمون سے مرکب ہوتا ہی مثال تجنیس مرفو کی۔

امانت

سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو تڑپ جائے بشر	ایسے سینے نہین دیکھے ہین کسی نے سن بھر

لفظ کسی کا لفظ (سی) لفظ (نے) سے ملکر متجانس سینے کے ہوا۔

عبرت

ہجوم اُس آستان پر مردمک کا	نہ ہو کیونکر کہ ہے وہ خنر دمکا

شاہ حاتم

ان سیم بردن کے ساتھ سونا معلوم حاتم افسوس دی وامروز گذشت	قسمت مین لکھی ہی خاک سونا معلوم فردا کی رہی امید سونا معلوم

دبیر

غل تھا کہ اب مصالحت جسم وجان نہین	تو تیغ برق دم کا قدم درمیان نہین

لفظ برق کا قاف دم سے ملکر قدم کا متجانس ہوا۔

فائدہ یاد رکھو کہ یہ تینون بھی تجنیس تام کی قسمین ہین پس تجنیس تام کی کل پانچ قسمین ہونگی اور چونکہ اس مین دونون لفظون کا حقائق اور اعداد اور ہیئت مین متفق ہونا ضرور ہے پس اس وجہ سے تراب کا یہ شعر ؎

گر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس	جس شہر مین الفت نہو وہ تو ہے بنارس

تجنیس مرکب متشابہ مین داخل نہو سکیگا کیونکہ مصرع اول مین بنارس ایک شہر کا نام ہو بائے موحدہ کے فتح سے اور دوسرے مصرع مین بنارس سے مراد بے لطف وغیرہ ہی۔

اور اس مین بائے موحدہ مکسور ہی یہ مرکب ہی لفظ بنا اور لفظ رس سے پس یہ دونون لفظ ہیئت حروف یعنی حرکات وسکنات مین متفق نہین۔

(۴) تجنیس خطی یعنی دو لفظ متجانس بغیر رعایت نقاط وحرکات وانواع حروف کے مشابہ

شکل میں واقع ہوں جیسے مشکیں اور مسکیں اور خط و حظ اور زر اور رز اور غرق اور عرق -

انشا

لی چپکے سے مین نے جبکہ اُسکے چٹکی | بولی کہ پڑے جان پہ تیرے بٹکی

مقصود بالتمثیل چپکے اور چٹکی ہے -

ہوس

کوئی قطعہ خط سے حظ اُٹھاتا | جون حرف غلط یہ مٹ ہی جاتا

دبیر

منہ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر | ابرو سے ٹپکتا ہی پڑا تیغ کا جوھر

سید درویش ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اُٹھانے کے ہم ذرا | ثروت بناہ ہی یہ اُس آفت پناہ کی

مقصود بالتمثیل نباہ اور پناہ ہے -

بیدار

کہو تو کس سے مین پوچھون نشان خانۂ دوست | کہ آشیانۂ عنقا ہی آستانۂ دوست

آشیانہ اور آستانہ مین تجنیس خطی ہے -

حالی

شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج | رند اور مرجع کرام و ثقات

شیخ اور سنج مین تجنیس خطی ہے -

شایان

حسن رابہ مین خزانہ جو ملا ہے | وہ صرف میکدہ ہو تو بھلا ہے

دبیر

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے | تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

تبر و تیر مین تجنیس خطی ہے -

داغ

تلافی ہو گئی عسرت کی عشرت ای زہے قسمت | تبدل ہو گئی آسانیون سے میری دشواری

عسرت و عشرت مین تجنیس خطی ہے -

ذوق

شمیم عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگین	کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

عنبر اور عبیر مین تجنیس خطی ہے۔

ظفر

کھل گئی ہم پر کہ رندون سے کہین بگڑی ہے آج	سر پہ ہے پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی ؎

پگڑی اور بگڑی مین تجنیس خطی ہے۔

نحیف

وہ گرمی نظر سے پسینے مین تر ہوے	مین غرق ہو گیا عرق انفعال مین

(۵) تجنیس محرّف اور وہ یہ ہے کہ دونون لفظ بہمہ وجوہ نوع اور عدد اور ترتیب حروف مین مشابہ ہون لیکن ہیئت یعنی حرکات و سکنات مین مخالف واقع ہون، اور اسکو بعض تجنیس ناقص بھی کہتے ہین جیسے بیر بالکسر بمعنی میوۂ معروف اور بیر بالفتح بمعنی عداوت۔

تراب

گر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس	جس شہر مین اُلفت نہو وہ تو ہے بنارس

احسان

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے	وگرنہ یاد تھین ہمکو شکایتین کیا کیا

یہ اُس وقت مین ہے کہ گلے کی جمع یا سے لکھی جائے۔

انیس

صدمون مین علاج دل مجروح یہی ہے	ریحان ہے یہی روح یہی رُوح یہی ہے

نسیم لکھنوی

مشکین زلفون سے مشکین کسوا دو	اُن کالے ناگون سے مجھکو ڈسوا دو

ناسخ

جب تک نہ آب پاک وہان نبی پیا	ابن شیر کے نہ دل مین خیال آیا شیر کا
یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے	کون رہا کون رہا ہو گیا ؎

علی احمد علی مخلص

چھوٹی ہے گالیون پر تری کس قدر زبان	چھوٹے سے منھ مین ہے یہ بڑی فتنہ گر زبان ؎

انیسم دہلوی

مین تو کیا ہون کاروان کے کاروان ہونگے اسیر | بندہ لاکھون کو کرے گا آج بُندہ کان کا

کرم خان تخلص بہ کرم رامپوری کی ساری غزل اسی صنعت مین ہی جسکا مقطع یہ ہی ؎

ترے قدمون پر جو گرا کرم تو یہ بوڑھی تھر یہ مہمانے ہین | ہوئی رِیش سَن باخبر ہین تجھے بھائے سُن ترے گھونگرو

پہلا سَن مفتوح الاول دوسرا مکسور الاول تیسرا مضموم الاول ہے۔

(۱۴) تجنیس زائد و ناقص یعنی ایک لفظ متجانس مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہو اور دوسرے مین کم۔ اسی سبب سے اسکو تجنیس زائد و ناقص کہتے ہین اور یہ تین حال سے خالی نہین یا اول مین کوئی حرف زیادہ یا کم ہوگا جیسے بات و نبات یا درمیان مین کمی اور بیشی ہوگی جیسے گل اور گال دم اور دام یا آخر مین جیسے چاہ اور چاہا اور پیمان اور پیمانہ۔

جیسے یہ شعر برشتہ تخلص شاگرد بھجورے خان آشفتہ کا۔ ؎

رشتہ توڑا برشتہ اُلفت کا | دیکھ اُسنے شکستہ حال نہین

ناسخ

یون نہ باتین چبا چبا کے کرو | مہربان بات ہے نبات نہین

آذر

باریک بال سے بھی ہی تیری کمر میان | ہوگا وبال زلف بڑھائی مگر کمر

ضامن

ترنج اسلیے ہی ترش اُس مین بھی ہے رنج | بر نج خود بھی ہوتے ہین مبتلائے رنج

دبیر

آزردہ جو تھی تیغ علی زندہ کے دم سے | دم ہوگیا اُسوقت جدا لفظ عدم سے

ولہ

عارض سے بدر ہو وے معارض یہ کیا مجال | ابروسے بڑھکے شہر بدر ہوا بھی ہلال

میر

اُٹھول کر بال سادہ رو لڑکے | خلق کا کیون وبال لیتے ہین

داغ

جراحت کے عوض راحت ہوئی اس دور مین پیدا | بنا مرہم دل افگاران غم کا چرخ زنگاری

احمد خان غفلت رامپوری

جو وان کا قطرۂ آب زلال لال پیئے | اگر وہ شرق مین بولے تو ہووے غرب مین شور

حالی

گلہ بانی کے لیے پایا جو ایماے شعیب | بکریان اُسنے چرانے مین نہ سمجھا کچھ عیب

لمؤلفہ

جل گیا آتش فرقت سے تن زار تمام | حیف تو بھی نہ ہوا میرا یہ آزار تمام

دوسری قسم کی مثال۔

امانت

میرے نالون نے رقیبونکو جتایا راز عشق | شور کر کے کوچۂ جانان مین شریدا گیا

آتش

ٹپکا کے زخم ہجر پرانے ترک کیا کرین | خالی ہین تیل سے ترے چہرے کے تل تمام

مثنوی نلدمن اُردو مؤلفہ راحت

اُلبس رہتا ہے ہمدوش الم وہ | ہوا ہے نل سے اب نال قلم وہ

میر

نوروز زر کچھ نہ تھا تو بارے میر | کس بھردے یہ آشنائی کی

ناسخ

غیب سے آ کے طائر دیکھنا ہون گے اسیر | کھاکے بل موے کمر بنتا ہی پھندا بال کا

برق

وصف کس منھ سے کرون اُس ابروے خمدار کا | پھول سے ہلکا ہی پھل قاتل تری تلوار کا

مومن

ہم نکالین گے سُن اے موج ہوا بل تیرا | اُسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

ظفر

لال ہو وجہ نہین منھ ہے چمن مین گل کا | اُسکی باد صبا سے ہی لگی گال یہ ضرب

درد

سلطنت پر نہین ہے کچھ موقوف | جسکے ہاتھ آئے جام سو جم ہے

غالب

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستان نہیں
بیٹھے ہیں رہ گذر پہ ہم کوئی ہمیں اُٹھائے کیوں

حسرت

ہندو بچہ وہ بت برہمن خود کام
زنار سے باندھ لیجئے سب آرام
میں نے کہا رام مجھ سے نکر رام ہو تک
کہنے لگا کیا چیز ہے رم جانے رام

رام اور آرام پہلی قسم کی مثال ہیں اور رم و رام دوسری قسم کی اور دونوں رام تجنیس تام کی مثال ہیں

تیسری قسم کی مثال یہ فقرہ کتاب الف لیلی اُردو ترجمہ منشی عبدالکریم لکھنوی کا شہزادہ اپنے اپنے کو بڑے اعزاز و اکرام سے لیگیا۔

ناسخ

میکدہ تک محتسب کو میکشو آنے تو دو
دیکھکر پیمانے کو پیمان شکن ہوجائے گا

ولہ

اُڑ نہیں سکتی تری انگیا کی چڑیا اس لیے
جالی کی کرتی کا اُسیرا پر پر دجال ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر
عارضی حُسن ماہ کامل کا

گلزار نسیم

اس نام کے اس لقب کے صدقے
اس نامے کے اس طلب کے صدقے

خواجہ وزیر

پریزادوں نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنیکے
کوئی تختہ لحد میں ہو مگر تخت سلیمان کا

ولہ

ہاتھ مُنھ پر رکھکے وہ گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
رل گئے موتی سے دندان موتیا کے ہار میں

صفیر

بہ رنگ قطرۂ صہبا ٹپک کر خوشے گرتے ہیں
نگاہ قہر سے کسنے چمن میں تاک کو تاکا

امانت

ہوتا مُنھ دھوکے جو دریا سے رواں وہ گل تر
اُٹھتے شور و فغان صورت بلبل کرتے

بحر کیین

خیال زُلف بُتان مین جو پیچ کھاتے ہین | مڑوڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہین

قلق

سرکا کے زُلف چہرے سے ابرو دکھاتے ہین | ہوتی نہین ہے ابر مین رویت ہلال کی

نیاز

روان آنکھون سے ہے سیلاب گلگون | اکہی چشم ہے یا چشمۂ خون

شاداب

شب ہم مین جو افشان آپ چُن کر بام پر آئین | قمر غیرت سے ڈوبے انجمن انجم کی برہم ہو

ذوق

مارے گر سیلی وہ زُلف پر عرق | جھڑ پڑین وندان دہان مارکے

آباد

اوصاف سلک گوہر وندان یار مین | در ہو کے لفظ درج دہن سے نکل گیا

بعض اس قسم کی تجنیس کو کہ جس کے آخر مین بیشی ہوتی ہے تجنیس مُطرّف بھی کہتے ہین اور بعض کہتے ہین تجنیس مُطرّف وہ ہے جو بعض حرف کلمے کے تجانس ہون جیسے جبین اور جنین نائے اور نواے۔

نیاز

کس کام کی یہ ہستی موہوم کائنات | سیراب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا

تعشق

خال رُخسار بُتان کا جو خیال آتا ہے | کعبۂ دل بھی شوالہ ہے کسی ہندو کا

ولہ

کیا ہی ریاضت مین وہ خواب ریا | جسم ہوا گھل کے نئے بُوریا ہ

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بیرق بیرق آہ | دہین برق و رعد لیکر علم سحاب اُٹھا

دے ۔ تجنیس مذیّل یعنی دو لفظ متجانس مین سے ایک لفظ کے آخر مین دو حرف کی زیادتی ہو جیسے مالک و ملکی ترس و ترساں قل اور قلقل مثال نثر کی یہ فقرہ نورتن جوہر کا:-

درمین اُسکے گلشن فراق مین شب کو شبنم کی طرح یون ہاتھ مل مل کے روتا ہون کہ اشکون سے میرا تر اندام ہو جاتا ہے۔

مقصود بالتمثیل شب اور شبنم ہی اسی مثال مین ہی یہ شعر ذوق کا۔ ؎

محفل مین شور قلقل مینا دل ہوا — لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قل ہوا

ولہ

مانگ سے اُسکی مانگتی ہی بھیک — مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

خواجہ وزیر

منتظر رکھتی ہی غمزہ کرتی ہی آتی نہین — اور بہت ترسا تری فرقت مین ترساتی ہی نیند

سعید

دیکھا نہین ہی مار کو طاؤس مارتے — گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

دبیر

یہ شمس کہ روشن گر اشیاے جہان ہے — اس مدرسۂ نور کا اک شمسیہ خوان ہے

منشی

ہر اک طرح تھا گرچہ گرگین بزرگ — ولے کینہ آور تھا مانند گرگ

گئے جبکہ وہ سامنے سام کے — ولہ — تو پھر دون ہی تعظیم کے واسطے

سیامک کا اک پور ہوشنگ تھا — ولہ — کہ سرتا بپا ہوش و فرہنگ تھا

گویا

کیون نہ مین تاکون جو ہم گلگشت گلشن تاک کو — تاکنے والا ہون اُسکی نرگس مخمور کا

منیر

ای عزیزو ذقن یار سے کیا پوچھتے ہو — چاہ مین دیدۂ و دانستہ گرا چاہتے ہو

ذوق

چشم غضب سے نیم نگہ میرے واسطے — ایک نیچہ ہے زہر مین گویا بجھا ہوا

خلیفہ عبدالرزاق بمبئی سے مقدمۂ شرح سہ نثر ظہوری مین اس صنعت کی تعریف مین سہو واقع ہوا ہے کہ تجنیس زائد کی پچھلی قسم کو کہ اُس مین ایک لفظ متجانس کے آخر مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہوتا ہے مذیّل قرار دیا ہے۔

(۸) تجنیس مضارع اور وہ یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف ہوں مگر شرط یہ ہے کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونوں لفظوں کے تشابہ میں بعد واقع ہوجائے گا اور اس میں یہ شرط ہے کہ حرف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج ہوں اور یہ تین صورتوں سے خالی نہیں اختلاف اول میں ہوگا یا درمیان میں یا آخر میں۔

مثال اول

ذوق

عقل میں شمس ہی تو علم میں کان گوہر	فضل میں کعبہ ہی تو حلم میں کوہ رحمت

علم و حلم میں تجنیس مضارع ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ ہمیں ذاکر یہ سنائے	حمزہ کی سیر پشت پہ مولا تھے لگائے

ہمزہ اور حمزہ میں تجنیس مضارع ہے۔

میر

ترے لعل جان بخش کو ہمنے بتلا!	گیا آب حیوان کو پانی سے پتلا

بتلا اور پتلا میں تجنیس مضارع ہی۔

نصیر

کبھی نہ اُس رُخ روشن پہ چھائیاں دیکھیں	گھٹائیں چاند پہ سو بار چھائیاں دیکھیں

چھائیاں اور چھائیاں میں تجنیس مضارع ہے۔

ظفر

ہوگئی پرسوں کی برسوں تم نہ آئے کیا سبب	آپنے اچھا کیا وعدہ وفا اچھے تو ہو

پرسوں اور برسوں میں تجنیس مضارع ہے۔

منشی

سنا ہے اب اور یوں ہے صلاح	کہ تو اور طوس آوے یاں بے سلاح

صلاح اور سلاح میں تجنیس مضارع ہی۔

بیخود

نہ کیوں اُسکو ہو گلشن رخ سے میل	نہیں لٹ یہ ہے عشق پیچہ کی بیل

سیل اور سِیل میں تجنیس مضارع ہے۔ لیکن یہاں یہ بھی ہے کہ حرکات میں اختلاف ہے۔

ہاتھ میں تسبیح زبان پر عمل | قطع نگر رشتۂ طول امل

عمل اور امل میں یہ صنعت ہے۔

مومن

بن ترے بزم سور میں ہیں یہ قیامتیں کہ ہم | نغمۂ صور کا اثر نغمۂ نے نواز میں

سور اور صور میں یہی صنعت ہے۔

رجب علی سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا | کیا چال جال ہے بُت محشر خرام کی

جال اور چال میں تجنیس مضارع ہے۔

میر مدد علی تپش

دین و دل عشق میں کھو بیٹھے تھے ہم برسوں سے | طاقت صبر بھی جاتی رہی کل پرسوں سے

برسوں اور پرسوں میں تجنیس مضارع ہے۔

انشا

اقرب سمجھے اپنے سے وہ جائے یوں ہیں بس | عقرب کے نیش پر بھی جو رکھے حمل قدم

اقرب اور عقرب میں تجنیس مضارع ہے۔

مثال دوم

شوخ کے پان سے جب لال ہیں دنداں دیکھا | قصہ اسطرح کا میں نہیں لعل بدخشاں دیکھا

راسخ

لال کرتا ہے وہ رستہ لعل کو | اور شعلہ بخشتا ہے نعل کو

مقصود بالتمثیل لال اور لعل ہیں۔

مثال سوم

حسن

منظور ہے گر زخم جگر کا تجھے سینا | آ سینے سے سینہ مرے اے یجان لگا دے

سینا اور سینہ میں تجنیس مضارع ہے۔

زلفوں کے ہاتھ دولت حسن صنم لگی | **قلق** | دو سانپ خوب بیٹھ رہے مال لیکر گے

مال اور مار مین تجنیس مضارع ہے۔

از حسن بے نظیر

قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے	ہر تار مین بولا کہ ہر اک تان مین آیا

تار اور تان مین یہی صنعت ہے۔

انوار حسین تسلیم

ستھری آواز بجاؤ وہ انمول	تان اور تال کا نٹے مین لو تول

محمد جان شاد

بدی بخت سے دانہ ملے نہ دانا کو	سپہر دون ہی کسے سفلہ پروری یہ کمر

دانہ اور دانا مین یہی صنعت ہے۔

فائدہ اقصاے حلق سے کہ سینے کے نزدیک ہی ظاہر لب تک جہان سے کوئی حرف نکلے اُس جگہ کو مخرج اُس حرف کا کہتے ہین اور اسکے دریافت کا ایک قاعدہ یہ ہی کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اُسکو ساکن کرکے اور ایک الف متحرک سے ملاکر تلفظ کرین جس مقام سے آواز نکلے اُس حرف کا وہی مخرج جانین چنانچہ حلق سے ء ہ ا ع ح غ خ نکلتے ہین اور تالو سے ق ک نکلتے ہین اور زبان کے سرے سے ص س ز نکلتے ہین اور زبان کی نوک سے ظ ذ ث نکلتے اور میانۂ زبان یعنی منھ کے اندر سے ج ش ی نکلتے ہین اور مسوڑھون سے ل ن ر نکلتے ہین اور مُنھ کے تشکم اور تالو سے ط د ت نکلتے ہین اور زبان کے کنارے سے ض نکلتا ہے اور ب م ف و ہونٹھ سے نکلتے ہین اور خلیل بن احمد کہتا ہی کہ حروف علت یعنی او ی سکون کی حالت مین ہوائی ہین یعنی ہواے دہن سے پیدا ہوتے ہین مخرج نہین رکھتے اور پ چ گ حروف فارسی کے مخرج وہی مخرج ب ج ک حروف عربی کے ہین مگر ان کے تلفظ مین اندک ثقالت ہی اور ژ کہ فارسی کا حرف ہی شین منقوطہ کے مخرج سے نکلتا ہی لیکن اسکے تلفظ مین زبان کسی قدر ثقیل ہوجاتی ہی اور ٹ ڈ ڑ ان سے بھی زیادہ ثقیل ہین۔

(۹) **تجنیس لاحق** اور وہ یہ ہی کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مین اختلاف ہو گر یہان بھی شرط یہ ہی کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظون کے تشابہ مین بعد واقع ہوجائے گا پس ان اشعار مین۔

یار محمد خان شوکت

دو بالا ہوئی آتش جنگ گرم	نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

سودا

نہایت اک کنیز کہنہ عصر | کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک نثر

مہجور

ورجن کو نہین ہے اس مین دخل | اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

الفاظ گرم ورزم ۔ عصر ونثر ۔ دخل وعقل مین تجنیس لاحق نہوگی کیونکہ ہر اک مثال مین دو حروف کا اختلاف ہے اور اختلاف حروف کا عام ہے خواہ اول مین ہو خواہ درمیان مین خواہ آخر مین اور وہ حروف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج نہون جیسے سنگ جنگ اور رام روم اور شاہ شاد وغیرہ۔

پہلی شکل کی مثال۔

نعیم

تجھ سے جدا ہو دل مرا ہو سکے یہ نہو سکے | تیری جفا سے ہو خفا ہو سکے یہ نہو سکے

محمد جعفر مخمور

خواب مین پہونچا جو دان دست خیال | نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

عبد الرؤف شعور

ذوق ہے اسکو خود آرائی سے خود بینی کا شوق | آئینہ زانو پہ ہے زلف معنبر ہاتھ مین

آتش

تاک کے نیچے ہم اُس گل کی تاک لگائے بیٹھے ہین | اُونسے منھ پر غنچہ زنبق ناک لگائے بیٹھے ہین

حسن

کئی دن تیرے چھپ جانے مین اشک آنکھون سے برسائے | نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہے

ذوق

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو | گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نسیم

کمر کھلے بند دن جی کی تنگی | بے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی

انیس

حقا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا | نام نکو قلم نے لکھا عرش پر ترا

دان بال سی وہ کمر ہے باریک | ہوگیا یان آنکھون مین دو جہان ہے تاریک

وان لمعۂ نور ران اور ساق | یان ضعف سے جنبش قدم شاق

حالی

رعیت کا اُسے خوف نہ کچھ شاہ کا ڈر | نہ اُسے چور کا خطرہ نہ اسے شاہ کا ڈر

محمد شاکر ناجی

زلف کے حلقے مین دیکھا جب سے دانہ خال کا | مرغ دل عاشق کا تب سے قید ہو اُس جال کا

منشی

ہوا اُس کا گھوڑا وہان سے فرار | لیا فوج خاقان مین اس نے قرار

جرأت

ناصح کتاب بندگی کر بند ہم سے آہ | یہ حرف عشق دل سے مٹایا نہ جائیگا

دوسری شکل کی مثال۔

مصحفی

انصاف کیا اُسکا مین اب شہ کے حوالے | جھکتی ہی جہان مار سے لے مور کی گردن

دبیر

یا فاطمہ کا لاڈلا مقتول ہوا ہے | یا ذبح کوئی بندۂ مقبول ہوا ہے

ولہ

یان تڑپی وان گری ادھر آئی اُدھر گئی | اس چال سے یہ موت کو بھی مات کر گئی

نسیم دہلوی

روے روشن کے شرار لیے جھکا جاتا ہی دل | آج سمجھے نور مین بھی خاصہ ہی نار کا

ذوق

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین | کام مین افعی کے ہو مہرہ بجاے آبلہ

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید | اور لڑکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

ناسخ

غیر کوثر کسی دریا کا مین سباح نہین | بیٹۂ شیر خدا ابن کمین سباح نہین

امیر اللہ تسلیم

ملون جلوۂ حسن پر نور سے | کردن بندگی دیر کو دور سے

خوشتر

خبر رکھتے ہین تیرے زور سے ہم | نہین ہے کوہ کو کچھ کاہ کا غم

تیسری شکل کی مثال

از محسن مؤلف تذکرہ سراپا سخن

کیا صباحت ہے کہ یہ چاند ہو وہ ہالہ ہی	نہین پہونچی مین ہی اس ماہ لقا کا پہونچا

مومن

سرمۂ تسخیر سے ہم خود مسخر کیون نہون	آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا

سودا

نقد دل دیکر کہین جی کو ملامت مول لے	مان ای سودا نہین زنہار اس سودے مین سود

مقصود بالتمثیل لفظ سودا اور سودے ہے

نستی

یہ سنکر ہوا شاہ گشتاسب شاد	کہ حاصل ہوئی اسکے دل کی مراد

امانت

شب مہ مین بجھا کر چاندنی بجتا کدارا ہے	چمک پر آج کل انکی ستاری کا ستارا ہے

ولہ

تری جالی کی کرتی کے تصور مین یہ روتا ہون	مبصر دیکھکر آنکھون کو کہتے ہین کہ جالا ہے

قلق

دشت وحشت کی خاک ہم چھانین	تلوے غربال خار سے کرین

نطق

اس آنکھ کا تل ماش ہی نیلا ہی وہ پتلی	چلتا ہوا ان آنکھون سے جادو نظر آیا

اصغر علی خان آبرو

مل کے طوبے سے خلد مین رویا	جب ہوا یاد قد یار مجھے

تنبیہ مطلوب طالب مؤلفہ رحم علی خان بن بہرہ مند خان سکندر پوری مین مذکور ہے کہ تجنیس لاحق یہ ہے کہ اس مین الفاظ ومن دار آتے ہین اور دوسری عبارت مین یون سمجھو کہ تجنیس لاحق مین الفاظ دائرہ دار متواتر آتے ہین جیسے۔

مذاق

جان جانان جہان جان وجان دو جہان	روح روحانی بروان انسی وجانی علی

حیف

پسند آئی ہے اُس بُت کی مجھے چین جبین ایسی
پہنتا ہون جو مین چُن کر گریبان آستین دامن

شاداب

تجھ سا حسین بحر جہان مین کہین نہین
نظرین ہین لوح حُسن کی چین جبین نہین

میر تقی

کیا مین بھی پریشانی خاطر سے قرین تھا
آنکھین تو کہین تھین دل غمدیدہ کہین تھا

فائدہ یہ جتنی قسمین تجنیس کی بیان کی گئین باعتبار اتصال و انفصال کے یعنی جُدا جُدا یا پاس پاس واقع ہونے الفاظ متجانس کے دو قسم پر منقسم ہو سکتی ہین متصل و منفصل اور الفاظ متصل مین حرف ظرف یا عطف یا جر یا انکی مثل کا فاصل ہونا انکے اتصال کے منافی نہین۔

مثال تجنیس تام متصل کی

افشار

میری زبان سے مدح کمان اُسکی ہو سکے
توصیف مین ہے جس کی زبان قلم قلم

تجنیس تام منفصل یہ ہے

وحید

تسکین درد دل کو نہ آج ہو نہ کل ہو
بے یار بیکلی ہے وہی سے تو کل ہو

تجنیس زائد متصل کی مثال۔

ناسخ

دُور سے دیگی دکھائی روشنی جائے سواد
یاد رکھ قاصد نشان ہے یہ دیار یار کا
سر ایا تن مین روشن آتش چشم
روان مانند دریا چشمہ چشم

ظفر

دیکھکر اُس مہ کو وقت بیحجابی آفتاب
ہو گیا منہ پر بجائے آفتابی آفتاب

لمؤلفہ

دل کس سے اب لگائین یہان ہم چلے گئے
مینا بھی ہے بھی ساقی بھی اور جام جم کے ساتھ
اشراف کا کرم سے ترے تا دم حیات
یارب نہ ڈالے چرخ کبھی کام کم کے ساتھ

میر وزیر علی صبا

تو تو مین گردش نگہ یار سے لیا
تل تیل ہو کے بہ گیا چشم غزال کا

تجنیس زائد منفصل کی مثال۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین
بات گویا نبات اپنی ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر ۔۔۔ عارضی حسن ماہ کامل کا

راحت

زبس رہتا ہے ہم دوش الم دہ ۔۔۔ ہوا ہے نل سے اب نال قلم دہ

تجنیس مضارع متصل کی مثال۔

سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا ۔۔۔ کیا چال جال ہے بتِ محشر خرام کی

تجنیس مضارع منفصل کی مثال۔

منشی

مناسب ہی اب دریوں ہی صلاح ۔۔۔ کہ تو ادر طوس آوے یاں بے سلاح

تجنیس لاحق متصل کی مثال۔

مخمور

خواب میں پہونچا جو واں دستِ خیال ۔۔۔ نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

انشا

لگا ہے جو اُسکی یاد سے غافل ہوا ایک دم ۔۔۔ مجھکو دہن میں اپنے لگے ہے زباں یوں
طوفان نوح آنکھ نہ ہم سے ملا سکے ۔۔۔ آتے نظر ہیں چشم سے ہر دل عیاں جیوں

تجنیس لاحق منفصل کی مثال۔

ہوس

واں بال سے وہ کمر ہے باریک ۔۔۔ یاں آنکھوں میں دو جہاں ہی تاریک

ناسخ

غیر کوثر کسی دریا کا میں سیّاح نہیں ۔۔۔ بیشۂ شیر خدا بن کہیں سیاح نہیں

تجنیس محرف متصل کی مثال۔

سودا

کہدیا مستسقی سے جا فصد کر ۔۔۔ لکھدیا مجنوں کو شیر شتر
سمجھے مرزا میر کو مرزا کو میر ۔۔۔ میر نے وہ رگ زن جو نہ سمجھے شیر شیر

حسن

لب جو کے اڑنے لگی گرد گرد ؛ | گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

احسان

کہے گی خاک تو پیغام ای صبا میرا | ہوائے یار مین دم ہے ہوا ہوا میرا

تجنیس محرف منفصل کی مثال

نسیم دہلوی

مین تو کیا ہون کاروان کے کاروان ہونگے اسیر
بندہ لاکھون کو کرے گا آج بندہ کان کا ؛

منشی

گئے جبکہ وہ سامنے سام کے | تو پھر وہین تعظیم کے واسطے

تجنیس مذیل منفصل کی مثال۔

ذوق

مانگ سے اسکی مانگتی ہے بھیک | مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

تجنیس خطی متصل کی مثال۔

دبیر

منھ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر | ابرو سے ٹپکتا ہے پڑا تیغ کا جوہر

ولہ

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے | تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

سلیمان خان اسد

مژگان ہی بس قتل پہ مردم کے مثل تیر | ابروے یار پر ہے گمان کمان مجھے ؛

تجنیس خطی منفصل کی مثال۔

ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اٹھانے کے ہم ذرا | ثروت پناہ ہے یہ اس آفت پناہ کی

تجنیس مرکب متصل کی مثال۔

آہو تو بھلا کیا ہے چہ کارہ ہی چہ کارہ | عزیز | دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھسے بڑی آنکھ

ولی

یاد کرنے کو لیا ہاتھ مین من کا منکا / دل اُپر بوجھ پڑے من کا پھر آنا مشکل

تجنیس مرکب منفصل کی مثال۔

رافت

وہ لب شیرین تجھے جنکے آگے نبات / خجل اس قدر ہو کہ آوے نبات

فائدہ دیگر اگر اقسام مذکورۂ بالا سے کسی قسم کی تجنیس کے الفاظ متجانس کلام مین مکرر واقع ہونگے تو **تجنیس مکرر** کہین گے کیونکہ صرف تجنیس کے یہ معنی ہین کہ دو لفظ ایک سے آوین پس وہ لفظ متجانس جب مکرر واقع ہونگے تب تجنیس مکرر کہلائے گی۔ بعض نے اُسکی قید لگائی ہے کہ تجنیس خواہ کسی قسم کی ہو جب الفاظ متجانس مکرر متصل واقع ہونگے تب اُسکو تجنیس مکرر کہین گے اور جب متصل نہونگے تو اُسکو **تجنیس غیر مکرر** بولتے ہین۔ بہر صورت مثال یہ ہے۔

ضیا

صاف تھا جب تک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا / ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اس مین تجنیس تام کی تکرار ہے۔

ذوق

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف / کبھی تھی نحو مین ہر نحو مجھے محویت

اس مین بھی تجنیس تام کی تکرار ہے۔

مرحوم نسیم دہلوی

لفظ تجنیق نہ تخنیق سمجھتے ہین تجھے / خرم اور خزم کی تحقیق مین اکثر حیران

اس شعر مین تجنیس خطی کی تکرار ہے۔

نفیس

علی کا دبدبہ و رعب جرأت و صولت / حسن کا حسن حسین حسین کی سب شوکت

یہان تجنیس محرف کی تکرار ہے۔

نادر

ہرتال کی تاثیر ہے ہرتال مین تیری / جو سم سے ترے ہوتا ہے وہ سم سے نہوگا

اس شعر مین تجنیس تام کی تکرار ہے۔

بعض رسالون مین تجنیس مکرر کے اسجاع نثر اور قوافی نظم مین آنے کی قید دیکھی گئی ہے مگر یہ قید بے اصل ہے۔ بہر صورت مثال یہ ہے۔

فگار

گر یزان اُسکے ہووے شور سے شیر
کرے دیوون کو اپنے زور سے زیر

اس شعر مین اجناس لاحق کی تکرار ہے۔ اس صورت مین غزل اور قصیدے مین الفاظ متجانس کا سوا مطلع کے باقی شعرون مین ایکبار ضرب مین آنا ہوتا ہے اور مثنوی و مسدس وغیرہ مین ہر شعر کے عروض و ضرب مین مکرر آتے ہین۔ بعض نے کہا ہے کہ تجنیس مکرر کو تجنیس مُزدَوَج اور تجنیس مُرَدَّد بھی کہتے ہین اور اکثر کا قول یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے حرفون مین اختلاف کمی بیشی کا ہو تو اُس کا نام **تجنیس مزدوج** اور **تجنیس مُرَدَّد** ہے مثلاً۔

خوشتر

خوشی کے بیچ کیا شور و شر ہے
کہا سب نے یہ شر بجر بشر ہے

وله

زن و زر و زمین و زر سے مغرور
شراب شور و بنگ شر سے مسرور

نوا

یہ ابرو مینا و جام مے بن پکڑ بجائے کمان کمانہ
ہماری چھاتی کے داغ دلکا کرے ہے تک کر نشان نشانہ

نصرت

پوشیدہ اُسکے ڈر سے وجام جم ہوا
عالم مین اور تیغ سے یہ کام کم ہوا

غزل بُدھ سنگھ قلندر

بسکہ حضرت شیخ ہے رونے سے مجھکو کام کم
رہگیا آنکھون مین جو گوہر برائے نام نم
طرہ طرار و زلف سیہ پر پیچ و تاب
بن پھنسائے دلکو لینے دین ہین کب دام دم

مسدس دبیر

کھولا کسی نے جینے سے ہو کر جنگ تنگ
گوشے مین کوئی رکھ کے کمان و خدنگ دنگ
بے وقفہ ہوش اُڑ گیا اور بے درنگ رنگ
پر کیا ہے منزلون ہوے پائے پلنگ لنگ

پچھلے قول سے معلوم ہوا کہ خواہ کسی قسم کی تجنیس ہو اگر الفاظ متجانس مین حروف کی کمی بیشی نہو تو تجنیس مکرر ہے اور اگر کمی بیشی ہو تو تجنیس مزدوج و مردد ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی قسم علحدہ

نہیں اور جن لوگون نے تجنیس مکرر و مردود کو ایک ہی لکھا ہے وہ بہت دُرست ہی کیونکہ جس کو تجنیس مزدوج کہتے ہین وہ تجنیس زائد مکرر کی ایک شکل ہی اور تجنیس متصل و مکرر کو بھی علیحدہ علیحدہ قرار دینا کتب عربیہ کی اصطلاح کے خلاف ہی کیونکہ تلخیص المفتاح وغیرہ مین لکھا ہے کہ کسی قسم کی بھی تجنیس کے دو لفظ برابر واقع ہون اُسکو تجنیس مزدوج اور تجنیس مکرر اور تجنیس مردود کہتے ہین جیسے انیس کے اس قول مین تجنیس محرف متصل ہے۔ ؎

پہونچا جو مہر مہر سے فرمان عزل سب ۔۔۔ گردون پہ عاملان سحر کا ہوا نصب ؛

مہر اور مہر مین تجنیس محرف ہے اور دونون لفظ برابر واقع ہین۔

صنعت اشتقاق وہ یہ ہی کہ کلام مین ایک اصل کے چند لفظ لانا اس طرح کہ اُن لفظون مین اصل کے حروف ترتیب دار موجود ہون اور اصل مین جو معنی ہین اُن مین بھی باہم وہ اتفاق رکھتے ہون پس قمر اور رقم اس قبیل سے نہون گے کیونکہ گو دونون کلمے حروف مین متفق ہین مگر ترتیب مین متفق نہین مثال اشتقاق کی۔

احسان

اے بخت تو جاگ اور جگا ہمکو کہ پھر ہم ۔۔۔ جاگینگے نہ تا حشر جگائے سے کسو کے

جاگ اور جگا اور جاگینگے اور جگا سے یہ چارون لفظ جاگنا سے مشتق ہین۔

ولہ

مجھکو مت ٹھکراؤ بس چلیے سنبھل کر دیکھکر ۔۔۔ چال سب چلتے ہین لیکن بندہ پرور دیکھکر

امین عظیم آبادی

دن کٹا فریاد مین اور رات زاری مین کٹی ۔۔۔ عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری مین کٹی

ذوق

خنجر ناز نے کیا چاٹ لگا دی دل کو ۔۔۔ چاٹتا ہونٹ ہی لیلائے جراحت کے مزے

ولہ

تو مرے حال سے غافل ہی پر اے غفلت کیش ۔۔۔ تیرے انداز تغافل نہین غفلت والے

رنگین

اُسے مین چھپ کے دیکھون بر ملا وہ غیر کو دیکھے ۔۔۔ بھلا یون دیکھنا دیکھو تو دیکھا جائے ہی کس سے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

کیا دیکھا ہی کیا دیکھینگے کیا کیا نہین دیکھا ۔۔۔ آنکھون نے کبھی ایسا تماشا نہین دیکھا

فراق

آنکھ اُس شوخ ستمگر سے لڑا بیٹھے ہین ؛ بس چلے یا نہ چلے جی تو جلا بیٹھے ہین

غالب

مرحبا اے سرورِ خاص خواص ۔ حبذا اے نشاطِ عام عوام

ولہ

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے ۔ حیران ہون پھر مشاہدہ ہے کس حساب مین

جعفر علیخان فصیح

یہ تو قسمت مین کہان تھا کہ کرون کسب کمال ۔ بے کمالی مین بھی افسوس مین کامل نہوا

نداق

نہ اُس سے ہنسی مین نبھا ہا کیا ۔ اُسی نے نہ چاہا مین چاہا کیا

صنعت شبہ اشتقاق وہ یہ ہے کہ کلام مین ایسے لفظ لائے جائین جو بظاہر نوعیت اشتقاق کی رکھتے ہون اور دراصل اُن کا ماخذ علیحدہ ہو یعنی اُن مین بعض حروف یا کل حروف اس طرح اتفاق رکھتے ہون کہ جن کے دیکھنے سے بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ ایک اصل سے مشتق ہین اور حقیقت مین ایسا نہو اس لیے کہ نفس الامر مین اصل اُن کی مختلف ہو پس شبہ اشتقاق مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونون لفظ ایک ہی مادے سے نکلے ہین کیونکہ دوسرے لفظ مین پہلے لفظ کے سے حروف موجود ہوتے ہین مگر تامل کے بعد ظاہر ہوجاتا ہے کہ دونون ایک اصل سے نہین ہین صوفی کے مستزاد مین یہی صنعت ہے ۔

خضر یہ کہتا تھا کہ کچھ دُور نہین باغ ارم + کرین آرام سے ہم ۔ دور البتہ ہوا گردش ایام سے غم + اس کا دل رہ ہی الم
لیکن ہم سب کے نہین کوئی مددگار حسین + اور نہ کوئی یاور حسین ۔ سخت مشکل مین پڑے کثرت اوہام سے ہم + جائین کس طرح ہم

تمنا لکھنوی

بعد پُرانون مین کہا ئین ہین بڑائی سب ہین + وید کے منتر سے کہ ان کا نہین جاہ و وقار

ذوق

جو دل قمار خانے مین بُت سے لگا چکے ۔ وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

ناسخ

رہ گیا مین مُوسوس کر دل کو ۔ کب میسر نہ مجھے مساس ہوا +

نظیر

عشق کا دُور کرے دل سے جو دھڑکا تعویذ
اُس وطرے کا کوئی ہمنے نہ دیکھا تعویذ

رشک

صبح سے روے صبیح یار پر آنے لگی
اُڑتی ہی سورج گہن کی ظاہر اندیز لطف

مومن

کیا کیا جلی ہی بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے
پروانے شمع شملہ شمائل کے آس پاس

انیس

ہو جائینگے یاقوت کے نگ کوئی گھڑی کو
دانتون سے لڑائے کوئی موتی کی لڑی کو

حسرت

گرچہ اس دل سے گیا ہی کرکے اب آرام رم
دُور کرتا ہے ولیکن کچھ ترا پیغام غم
شوق غنچے کو ہوا ہے بولنے کا باغ مین
بول مُنھ سے ہی کہان تیرا بیت گلفام قم
شاعری کی صنعتون مین ہمسے ہو حسرت غزل
ورنہ جی کی طرح لگتے ہین کب ایہام ہم

واسطی

پہنو کانون مین نہ تم لے مرے جانی سونا
منفعل ہوگا بناگوش سے کانی سونا

بالمکند بے صبر

سُن کے ذکر چشم دیوانہ ہوا
حیف افسون مجھکو افسانہ ہوا

انیس

کبھی زینب کا ہے غم گاہ سکینہؑ کا خیال
دن جو ڈھلتا ہی تو حضرت ہوے جاتے ہین نڈھال

میر

اُسکی پلیدی شہرہ ہر شہر ہی رہی
کتے کے کاٹے کی سی اُسے لہری رہی

مولوی اسماعیل

رستے کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا
ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رستگار

مذاق

نہ ہو وینگے گوشہ نشین تیرے عاشق
نہ بیٹھینگے چلے مین چلانے والے

واجد علیشاہ اختر

جب سے بنگلے میں کی ہیئے قامت دکھینا	ناوک سوزان کا ہر بنگلہ نشانہ ہو گیا

میر

ننگ مشتاق یار ہے اپنا	شاعری تو شعار ہے اپنا

ولہ

دشمنون کے روبرو دشنام ہے	یہ بھی کوئی لطف بے ہنگام ہے

ولہ

ناسازی طبیعت کیا ہی جوان ہوئے برا	اوباش وہ ستمگر لڑکا ہی تھا لڑاکا

صنعت تکریر یا تکرار۔ بدائع الافکار وغیرہ مین اس کی تعریف یون لکھی ہی کہ دو لفظون کو جو ایک ہی معنے رکھتے ہون مصرعون یا شعر مین برابر برابر جمع کرنا اور اس کی سات قسمین گنوائی ہین ۔

(۱) تکریر مطلق یہ اس طرح ہے کہ ایک شعر مین لفظ مکرر آوین خواہ دونون مصرعون کے اول مین جیسے۔

مائل احمد حسین حیدرآبادی

روتے روتے کون سویا خاک پر	ہلتے ہلتے کس کا جھولا رہ گیا

یا۔ صرف مصرع اول کے شروع مین جیسے۔

قدر

آتے آتے ہونٹ تک ایسی جمی ؛	بات دانتون سے بھی ہی کچھ سخت تر

یا صرف مصرع ثانی کے اول مین جیسے۔

مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی

آپ کے اوصاف قرآن مبین سے تو جیسے	نکتہ نکتہ جس کا معیار فصاحت ہو گیا

یا مصرع اول کے حشو مین جیسے ۔

میجر جارج بیش متخلص بہ شور

مرے سوز جگر کا چرچا ہے گھر گھر یہ عالم مین	زمین پھونکی زمان پھونکا اور اس نے آسمان پھونکا

یا دوسرے مصرع کے حشو مین جیسے

ولہ

پڑا ہے خواب مین جب سے نظر وہ ناوک مژگان ۔ چبھوتا ہے جگر مین مجھکے برچھیان کوئی کوئی

یا دونون مصرعون کے آخر مین جیسے۔

ذوق

جن دانتون سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل ۔ اب درد سے وہی رُلاتے ہین ہل ہل

یا صرف مصرع اول کے آخر مین جیسے۔

ولہ

روشن شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ ۔ پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت

یا صرف مصرع ثانی کے آخر مین جیسے۔

خسروا جلوہ ترا وہ طرب افزاے جہان ۔ ولہ ۔ کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان

مثنوی عشر

خون دل سے پُر ہوا گُل کا ایاغ ۔ ہو گیا لالے کا سینہ داغ داغ

(۲) ہر مصرع مین علحدہ علحدہ دو دو لفظ آوین تو اسے۔ تکریر مثنیٰ۔ کہتے ہین جیسے۔

ذوق

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان شدت ہی ۔ پارہ پارہ دل ہی جس مین تودہ تودہ حسرت ہی

(۳) تکریر مشتبہ۔ اس طرح ہی کہ پہلے مصرع مین دو لفظ ذکر کرین پھر اُن کی مناسبت سے دوسرے دو لفظ دوسرے مصرع مین لاوین پس یہ پچھلے لفظ اگلے لفظون سے علاقہ رکھتے ہین جیسے۔

خندان خندان جدھر پھرا وہ ۔ سہ ۔ گریان گریان اُدھر گئے ہم

پچھلے مصرع کے دونون لفظ اگلے مصرع کے دونون لفظون سے تضاد کا علاقہ رکھتے ہین۔

(۴) **تکریر مستانف** وہ یہ ہے کہ لفظ ایسے مکرر آئین کہ پہلے لفظ کے بعد دوسرا لفظ لانے سے معنے کی تجدید ہو جاے اسے تکریر مجدد بھی کہتے ہین اسلیے کہ لفظ تو وہی ہوتا ہی مگر اُسکے آنے سے معنے مین نئی کیفیت پیدا ہو جاتی ہی جیسے۔

ذوق

ہم کافران عشق کو یہ ہے بڑا عذاب | دوزخ مین آتش آتش سنگ صنم نہین

دوسرے آتش کے آنے سے معنے مین نئی کیفیت پیدا ہو گئی۔

از دیوان سید حسین

نئے انداز و نئے یہ ڈھنگ | دیکھ کر عقل عقل کل ہے دنگ

منیر

سر بگریبان فکر فکر کی دل مین جگہ | خامہ میان دوات شمع میان لگن
عقل نخستین کے نور نور پسین کے چراغ | طفل جہل روزہ کے پایۂ نوردہ بدن
خلق حسن پر نثار مشک فروشان دہر | عنبر لرزان کی مشک مشک جنان کی ختن
میری خطائین کرین صاحب انصاف عفو | قید مین خود مین ہون پوچ پوچ ہی میرا سخن

حکیم عبد الماجد بدایونی

غلام اسکے ہو گئے شاہ شاہ اسکے غلام | وہ بوریے پر تخت بخش عرش وقار

(۵) تکریر مع الوسائط یہ ہے کہ دو لفظ مکرر کے درمیان کوئی لفظ واسطہ واقع ہو جیسے مولوی عبد الحکیم سوز کے شعر مین۔

جان حاسد یہ برستی تھی پڑی نار یہ نار | دل پہ یان اپنے اترتا تھا سدا نور یہ نور

امیر احمد مینائی

وہ مست آے تو مے کش کیا ہین بے حس مست ہو جائین | صراحی پر صراحی خم پہ خم ساغر ہو ساغر پر

خلیل تخلص نواب ابراہیم علی خان والی ٹونک

تجھپہ فدا ہزار کلی ہر کلی کا رنگ | تجھپر نثار لاکھ چمن ہر چمن کے پھول

(۶) تکریر مؤکد اس طرح ہے کہ دوسرا لفظ پہلے لفظ کے معنی کی تاکید کرتا ہو جیسے۔

از دریاے لطافت

تونے مجھے پیارے برا گر کہا کہا | یا مصلحت سے غیر کے منھ پر کہا کہا

امیر مینائی

غش مین گر نکہت زلف سنگھاتے بھی نہین | جائیے جائیے ہم آپ مین آتے بھی نہین

میر سوز

تھے وقت نزع منتظر کلمہ سوز سے	جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتا تھا جام جام

برق

جان عاشق کی گئی نالے ہی کرتے کرتے	تم کہتے رہے کوٹھے سے کہ اُترا اُترا

اُترا اُترا مقصود بالتمثیل ہے۔

(۷) تکریر حشو یہ کہ بعض الفاظ کی تکرار بے اعتبار معنے کے کرین اور یہ بات بطور ظرافت اور دل لگی سے ہوتی ہے پوربہائی جامی کا ایک قصیدہ فارسی مین اس طرح کا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

ای بہ مجلس پست من ترک چہ گل گل گل	ط	ست عاشق شود دو الہ وبے دل دل دل

اُردو مین مثال اسکی منشی علی امجد حسین امجد بدایوانی کی نعتیہ غزل کا یہ شعر ہے۔

امجد ہو جسکے غنچۂ دل مین والا ستاہ	قربان اُس گلے کے ہوں ازہار ہار ہار

اَزہار زہرہ کی جمع ہے جو پھول کے معنے مین ہے پس اسکے بعد کے دونوں لفظ ہار تکریر حشو مین۔ عنایت علی زار نے ایک نظم اُردو کی پوربہائی جامی کی تتبع مین لکھکر اس صنعت کا حق ادا کیا ہے اور وہ بطور انتخاب کے یہ ہے۔

ہے کش مکش مین نزع کی بیمار مار مار	دکھلا دو اپنا جلوۂ رخسار سار سار
نامہ بھی بھیجا ہم کو تو اُس مدعی کے ہاتھ	زیبا نہین یہ آپ کو کردار دار دار
اک بوسہ اور ہزاروں ہوں دشنام اُسکے ساتھ	اے مہربان نہین ہین درکار کار کار
آخر تو رکھا دانۂ تسبیح مین چھپا	کیا رشتہ جوڑا توڑ کے زنار نار نار
کیا کاہلون نے نام توکل کیا خراب	بیٹھے ہین پانوں توڑ کے ناچار چار چار
کس واسطے ہین کرتے یہ زردار سرکشی	سر بر زمین ہے شاخ ثمردار دار دار
شب کو رہے رقیب کے ہم سے مکرتے ہو	جھوٹی نہ کیجئے اجی گفتار تار تار
نالون کا میرے طرز اڑاتی ہے عندلیب	جلنے کہین نہ لگ اُٹھے منقار قار قار
انسان اپنے نام کو قائم رکھے مدام	نیکی سے زیر گنبد دوار وار وار
اس بے وفا نے کی نہ کسی سے کبھی وفا	دنیا پہ دل نہ دیجیو زنہار ہار ہار
دورے مین تیرے ساقی یہ دور شراب ہے	دیکھا جسے وہ پھرتا ہے سرشار شار شار
تو نے نہ دیکھا او بت خود کام کام کام	جان کھوئی ہم نے رو رو کے بیکار کار کار

کی دوستی مین دشمنی ہم کو مٹا دیا
دل سا نہو گا دشمن عدار دار دار

مانوس ہم سے ہونے لگا کیون وہ بے وفا
صحبت مین اُسکی رہتے ہین اغیار یار یار

دنیا مین کچھ خوشی ہے تو دولت سے ہی غرور
ہنستے نہ گل جو ہوتے نہ زردار دار دار

چمکی تھی کوہ طور پہ جو برق اے ندیم
وہ بھی تھا ایک پرتو رخسار سار سار

لیٹا مین خواب مین تو وہ بولے اگل اگل
مرجھا نہ جائین تازہ و ترہار ہار ہار

آیا ہے ابر جھوم کے اے محتسب نہ روک
رہتے ہین مے پئے کہین میخوار خوار خوار

لاتی سدا ہین دولت دیدار لوٹ کر
آنکھین غضب ہماری ہین طرار رار رار

اے دل حوادثات سے ہرگز نہو ملول
دُنیا مین ہے کہان گل بے خار خار خار

اے زار ضبط گریہ سے ہم کو یہ خوف ہے
توڑے نہ سیل اشک یہ دیوار دار دار

صنعت تصحیف لغت مین تصحیف کے معنے یہ ہین کہ صحیفے کو غلط لکھنا اصطلاح مین یہ ہے کہ شاعر ایسے الفاظ لاے کہ تغیر نقاط سے دوسرے لفظ بن جائین اور اگر مدح ہو تو ہجو ہو جاے مطلوب طالب مین اسکی تعریف یون کی ہے کہ ایسے الفاظ لاوین جو بے ملاحظہ نقاط و حرکات کے مدح سے ہجو ہو جائین امیر خسرو اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین کہتے ہین کہ صنعت تصحیف اور تجنیس خطی مین یہ فرق ہے کہ تجنیس خطی مین دو لفظ ایسے مشابہ ہوتے ہین کہ حرکات و نقاط کے بدلنے سے اُن کے معنے بدل جاتے ہین جیسے مسکین اور مشکین پس ظفر کے اس قول مین۔ ؎

تصور اسکی مژگان کا مجھے سونے نہین دیتا
بچھا دیتا کوئی نشتر مرے بستر کے نیچے ہے

نشتر اور بستر مین تصحیف نہین پس جن لوگون نے بوسہ اور توشہ اسکی مثال مین لکھا ہے یہ اُنکی غلطی ہے اور تصحیف یہ ہے کہ تبدیل کے بعد مدح سے ہجو پیدا ہو جاتی ہو اور اول مین یہ بات نہین۔

فرائد غیاثیہ شرح فوائد غیاثیہ مین ملا محمود جونپوری نے اس صنعت کا نام تجنیس تصحیف لکھ کر عابث عائث (مفسد) مثال دی ہے حالانکہ اس کو جناس سے کوئی علاقہ نہین وہان دو لفظ ہم صورت آتے ہین یہان ایک ہوتا ہے جیسے نواب غوث محمد خان والی جاورہ کے سہرنامہ نسخے بہ سیر المحتشم مین ہے اگرچہ صاحب ریاست و حکومت ہین مگر نہایت عاقل لفظ عاقل کی تصحیف غافل کے ساتھ ہوتی ہے موقع ہجو منلیح کا ہے۔

حدائق السحر فی دقائق الشعر مین اس صنعت کے بیان مین اس طرح پر لکھا ہے کہ ۔
مصحف وہ ہے کہ شاعر نظم یا نثر مین ایسے الفاظ لائے کہ اُن کے نقاط یا حرکات کو بدلدین تو مدح کی جگہ ہجو پیدا ہو جائے اور یہ دو طرح پر ہے ایک **مصحف منتظم** اور وہ یہ ہے کہ ہر کلمے کو علیحدہ تصحیف کے ساتھ پڑھ سکین اور کلمات کی ابتدا و انتہا تصحیف مین ظاہر و معین ہو جیسے اس عبارت مین تعجب ہے کہ اس حبیب عاقل کو کبر پسند ہے اسکی تصحیف یہ ہے تعجب ہے کہ اس خبیث غافل کو کیر پسند ہے دوسرے **مصحف مضطرب** یہ ہے کہ حروف ملے جلے ہون اس وجہ سے کلمات کے جوڑ غور و فکر کے بعد سمجھ مین آکر تصحیف حاصل ہو جیسے کنز ہست (بمعنی خزانہ ہے) کہ اسے غور کے بعد کیر اسپ (بمعنی گھوڑے کا عضو تناسل) بھی پڑھ سکتے ہین اور یہ ہجو ہے ۔

صنعت توسیم لغت مین اسکے معنے ہین نشان کرنا اصطلاح علم بدیع مین اسے کہتے ہین کہ شاعر بنیاد قافیے کی ایسے حروف پر رکھے کہ ممدوح کا نام اُس مین آجائے اُسے توسیم اسلیے کہتے ہین کہ شاعر اپنا نشان قافیے مین دکھاتا ہے جیسے سودا کے اس قصیدے مین ۔

کل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو	بولا نصیب تیرے سب دولت جہان ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل مین	ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینۂ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجھکو اگر تمنا	معرف کے بیچ تیرے اشیاے بحر و کان ہو
جاہ و جلال یان تک دیوے تجھے زمانہ	جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو
سُنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ	کب اشرفی روپے کا نزدیک عاقلان ہو
نام نکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہے	یہ بھی کوئی نشان ہے جو فیل پر روان ہو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی	رتبہ نہ انکو پیش ارباب ہمتان ہو
جو کچھ کہا ہے تونے یہ تجھکو سب مبارک	مین اور میرے سر پر میر بسنت خان ہو

شاہ نصیر الطاف علی خان کی تعریف کے قصیدے مین کہتے ہین ۔

اسیر گرم صفت تیرا دنیا مین ہر انسان ہے	اے مظہر خوبی تو الطاف علی خان ہے

مرزا قربان علی بیگ سالک یاور علی خان کی مدح مین کہتے ہین ۔

قدم بھر چلے گرچہ مشکل ہے وہ جیرے بیابان کو	بجا ہے سبزہ روندے جو کوئی خار مغیلان کو
تحمل کی صفت دیکھو ہوا سے ہل نہین سکتا	لکھا ہے کلک نے جس صفحے پر یاور علی خان کو

ایضاً محمد علی خان کی تعریف مین ۔

لیے ساتھ عشرت کا سامان ہو سہرا	ترے سر محمد علی خان ہے سہرا

سودا نے حکیم میر محمد کاظم کی مدح مین کہا ہے ۔

علم طبی ہے طبابت تو یہ سُن رکھ ہم دم	متفق البتہ اطبا ہین جہان مین باہم

اس قسم کی باتین بیان کرکے پھر ایک شعر لکھا ہے ۔

سو توان باتون مین ہی خوض طبیبون مین کسے	اس زمانے مین بجز میر محمد کاظم

جرأت

بسکہ گلچین تجھے سدا عشق کے ہم بستان سے کے	ہوے نوکر بھی تو نواب محبت خان کے

صنعت ایداع یاے تحتانی کے ساتھ لغت مین کسی کے پاس ودلیعت رکھنے اور کسی کی ودلیعت قبول کرنے اور قوم مین صلح کرانے کے معنے مین ہے ۔ اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ ممدوح کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا کہ اُن سے اُس کا نام نکل آئے جیسے یوسف خان کی مدح مین کہین کہ رات جو مین نے تیرے مصحف حسن سے فال کھولی تو سورۂ یوسف فال مین نکلی حدائق الحقائق مین اسی طرح لکھا ہے سید غلام حسنین قدر بلگرامی نے ڈپٹی مرزا عباس کی مدح مین قصیدہ لکھا ہے اُس مین ہے ۔

جو یا عباس کہکر مین اُٹھاؤن نیزہ دخامہ	جو کہکر یا علی مین کھینچ لون تیغ ثنا خوانی
ابھی تو مدح کے میدان گڑتا ہے مرا جھنڈا	ابھی تو جھولتی ہے عرش سے تیغ زباندانی

ذوق ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ کی تعریف مین کہتے ہین ۔

ابو ظفر شہ والا گہر بہادر شاہ	سراج دین نبی سایۂ خدائے قدیر

انشا نے نواب سعادت علی خان کی مدح کے قصیدے مین لکھا ہے ۔

چشم و چراغ ہند یہی اک وزیر ہے	یعنی جناب عالی مستحسن الشیم
کیسا وزیر جسکو سعادت علی نے دی	بُرہان ملک اشجع و منصور و محتشم

حافظ عبد الرحمن احسان تہنیت جشن شاہ عالم بادشاہ کے قصیدے مین لکھتے ہین ۔

سحر عروس طرب نے دکھایا اپنا جمال	خوشی سے ہو متبسم کہا کہ اُٹھ فی الحال
بصد نیاز کہا مین نے اے سراپا ناز	تو کون ہے مجھے بتلا بائین شکوہ وجلال
کہا کہ نام ہے میرا خوشی ہو تو	کہ میرے نام سے بھاگے ہے درد و رنج وملال

یہ مژدہ ہے کہ تو ہے مرد تہنیت اب لکھ
برائے جشن شہ خوش خصال و نیک اقبال

فلک جناب سحاب کرم شہ عالم
محیط فیض خجستہ سپہر بلند اقبال

ذوق اکبر شاہ کی مدح مین کہتے ہین۔

نام کو اللہ اکبر کیا ترے توقیر ہے
ہو افضل ہر بانگ ہے شامل ہر تکبیر ہے

صنعت متتابع لغت مین متتابع پے در پے کے معنے مین ہے اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ بات مین سے بات نکالین اور الفاظ اس طرح آوین کہ ایک کی متابعت کی وجہ سے دوسرا آوے جیسے۔

منیر

سوے میخانہ جو وہ دیکھے نگاہ قہر سے
تاک مین انگور انگور مین نہان ہو شراب

شیشہ پتھر مین چھپے پتھر نہاں ہو کوہ مین
کوہ زیر خاک ہو جائے خاک ڈھونڈھے قعر آب

ولہ

یا الٰہی رہین جب تک فلک ماہ و نجوم
تا کہ ہے سبز زمانے مین چمن خلقت کا

تا چمن مین ہے نہال اور نہالون مین شاخ
تا کہ ہے شاخون مین گل گل مین اثر رنگت کا

تا کہ رنگت مین لطافت ہے لطافت مین صفا
تا صفائی سے روان قافلہ ہے نکہت کا

تا کہ نکہت سے دماغون کو ہے کیفیت عطر
تا کہ ہو عطر سے روحون کو مزہ راحت کا

راحت و عیش بڑھے جاہ و حشم افزون ہو
تیرے قبضے مین خزانہ رہے ہر دولت کا

خلیق منشی عبدالخالق دہلوی

درگاہ قطب صاحب سنگ مزار دیکھے
شہرون مین پھول دیکھے پھولون مین خار دیکھے

شیخ محمد جان شاد

بلبل شاد ثنا خوان ہے یہی تجھ سے مدام
تو ہے تا تیری خدائی ہو خداوند زمین

ابر مین برق ہے تا برق جہند مین چمک
سیپ دریا مین ہے تا سیپ مین ہی دُر عدن

خاک مین ذرے ہین تا ذرون مین ہو مہر ضیا
پتھرون مین ہین گہر تا ہی گہرون مین چمن

خال ہین چشم مین تا چشم مین ہو نور بصر
نافہ آہو مین ہو تا نافے مین ہی مشک ختن

آسمان قدر مسیحا کی طرح ہو ممدوح
بعلی و بزہرا و حسین و حسن

منشی ہیرالال شہرت

جوشِ بہارِ غمِ الفت تو دیکھیے — داغ سے گل گل سے چمن ہو گیا

ذوق

بخارِ ارض سے تا ابر ہو اور ابر میں پانی — روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا میں طغیانی
زمین میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی — بیچے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی ہو

تری شمشیر جوہردار میں نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضے میں بحر و بر بھی ہو کان پُر زر ہو

رکھیں تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر میں — گل تر تا ہو گلشن میں تری تا ہو گل تر میں
رہے تا نافے میں مشک اذفر اور مشک اذفر میں — صدف میں تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر میں

ترے ابر کرم سے باغِ عالم تازہ و تر ہو
شمیم خلق سے تیرے جہاں یک سر معطر ہو

گلستان میں ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا — نیستان میں ہو نالے اور نالے سے نغمہ ہو پیدا
نہال تاک میں انگور ہو انگور میں صہبا — نشہ صہبا میں ہو اور ہو نشہ جب تک نشاط افزا

شرابِ عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشنِ جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

ظفر

جی جلائیں کیوں نہ میرا یہ بتانِ سنگدل
دل ظفر ان کا ہے پتھر اور پتھر میں ہے آگ

صنعت تزلزل یا متزلزل ملا خیرالدین نے خیر البلاغت کے ایک رسالے میں لکھا ہے کہ یہ صنعت اس طرح ہے کہ حروف کی حرکت کے تغیر سے مدح مذمت ہو جائے جیسے

ہے دعا میری یہ تجھ سے کردگار
اُسکے سر کو رکھ ہمیشہ تاجدار

تاجدار میں اگر جیم کو ساکن پڑھیں تو مدح ہے اور اگر اُس کو مکسور پڑھیں تو مذمت ہو جائے سکون کی صورت میں مراد یہ ہے کہ سر پر تاج حکومت رہے اور دوسری صورت میں

یہ معنے ہوئے کہ مقتول ہوکر سر اسکا دار یعنی سولی پر ٹنگا رہے دوسری صورت مین سر مضاف ہے اور دار مضاف الیہ۔

صنعت قلب وہ یہ ہو کہ کچھ الفاظ اس طرح پر واقع ہون کہ دونون لفظون کے حروف ترتیب مین یکسان ہون اسطرح کہ نوع اور عدد اور ہیئت اُن کی متحد ہو مگر حروف کی تقدیم و تاخیر مین فرق ہو اس طرح کہ جو حرف پہلے لفظ مین مقدم ہون وہ دوسرے لفظ مین موخر ہون اسکو تجنیس قلب بھی کہتے ہین اور تجنیس کی قسم شمار کرتے ہین اور یہ صنعت کئی قسم پر مشتمل ہے۔

(۱) **مقلوب کل** یعنی سب حروف کلمے کے علی الترتیب منعکس ہون جیسے کاخ خاک اور فرش شرف اور عرش شرع اور حور روح اور تار رات اور زلزلہ زاد اور فرز فرز فرف۔

میر محمد تقی

وصف اُس صرصر تیم کا کوئی لکھے یا پڑھے | ذہن ہو وہ ڑے صورت رفرت چلے فرفرنیا

ناسخ

کو بکو ہون مجرہ وہ ہر جانی پھر کر پاؤ رو نر | رو برو وہ مانند خورشید درخشان بالون مین

ظفر

رات بھر مجھکو غم یار نے سونے نہ دیا | صبح کو خوف شب تار نے سونے نہ دیا

امانت

دُنیا مین ہے خزانہ لڑائی کا گھر سدا | اژدر ہے غور گنج کو الٹو تو جنگ ہے

خواجہ وزیر

خوبرویون کو ضرر یہو نچا سکے کیا انقلاب | حور ہو جائے جو لکھے کوئی اُلٹا نام روح

انشا

ابھی چھڑ لگائے بارش کوئی دست بھر کے نرہ | جو زمین پہ پھینک مارے قدح شراب اُلٹا

وله

جو تو باتون مین کہیگا تو مین جانونگا کہ سمجھا
مجھے مار کیون نہ ڈالے تری زلف الٹ کے کافر
سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھلاکے اُسنے
فقط اس لفافے پر ہو کہ خط آشنا کو یہونچے

مرے جان و دل کے مالک نے مرا کلام اُلٹا
کہ لکھا دیا ہے تونے اُسے لفظ رام اُلٹا
تو اشارہ مین نے تاڑا کہ یہ لفظ شام اُلٹا
تو لکھا ہو اُسنے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

دبیر

اُٹھین عقلا شرع کو تو عرش ہو پیدا	ایمان و شریعت پہ سدا قبضہ ہو ان کا

ولہ

سر تاج فلک فرش در شاہ نجف ہے	اُس فرش کو دیکھا جو الٹ کر تو شرف ہے

ولہ

سلطان صبح نے رخ آفاق فق کیا	اور دور نے قمر کو اُلٹ کر محق کیا

(۲) **مقلوب بعض** اُسے کہتے ہین کہ کلمے کے بعض حروف کی ترتیب منعکس ہو جیسے قریب رقیب اور رشک شکر اور کمال کلام اور رحیق حریق اور علم عمل اور مرحوم محروم اور حامی ماحی۔
جیسے "**صبح کا ستارہ**" کی یہ عبارت۔
"جو شخص اس کتاب سے فائدہ پاوے اور نفع اُٹھاوے اُس سے اُمید ہے کہ اس مغموم کو اور ان دونون مرحوم کو اپنی دعا سے محروم نہ کرے"

ذوق

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد	حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

قلق

اُٹھ گیا پاس اب قرابت کا	رشتہ پیدا ہوا رقابت کا

شرر

کمال بحث ہے علم کلام مین رہتی	دہن مین لوگ بہت قیل و قال کرتے ہین

مثنوی زائر

انسان کے لیے الم ہوا مال	جس نے پایا رہا وہ پامال

(۳) **مقلوب مستوی** یعنی تمام لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر مقلوب کرنے سے وہی لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر حاصل ہو الفاظ کی مثال جیسے باب بے عیب شاباش نادان کبک لعل گنگ بے زیب قنق، نان، دبد، ددد، ددد یعنی دھوان، توت، تخت، دید، کرک، لیل، کمک، تبت، مہم، الا، ایا، ماقرق، ہمہ، لالان، نازان، وآماد، موہوم، میم، نون، واو۔

ذوق

در دمین مین لوٹتا ہون کس کو میرا درد ہو	ہوا دمین نقطہ درد جس پہلو سے اُلٹو درد ہو

انشا

اُٹھتی ہی کراپنے دل سے کچھ ایسی ہی ہوک سی	پڑجاتی جس سے دشت مین ہی ایک کوک سی

المولفہ

سُن قفس سے دم بدم بیفائدہ نکرا ریہا	بلبل نادان نہین ہین ترےبس کی تیلیان

فقرے کی مثال۔

ظفر

یہ آناجانا دم کا ہی فقط اُسکی عنایت پر	کسی کی آمدورفت نفس مین کچھ نہین چلتی

آنا جانا کو اگر آخر سے پڑھین تو یہی عبارت حاصل ہوگی۔
شعر کی مثال۔

نظام ساکن چاورہ

تم شدت کا سے دردہ ساکت دشمن ا	اشک ہرگاہ کا خاک رہا گرہ کشتا

تمام شعر مقلوب مستوی ہی

ضامن علی جلالی

وہ شرابی آئے بارش ہو خوش ہو وہ شوح خوش ہو وہ شوخ	یارب ابرآئے یارب ابرآئے یارب صبرآئے یارب صبرآئے

مقلوب مستوی کی ایک قسم اور ہے اور وہ یہ کہ ایک عبارت کے قلب کرنے سے اور ایک عبارت حاصل ہوجائے لیکن دوسری عبارت بھی ایسی ہو کہ اگر اُسکو قلب کرین تو عبارت اول حاصل ہوجائے جیسے۔

انشا

رواج اور یہ ہی وہ ہوا آشنا انشا	کہ جور یا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

پہلے مصرع کے قلب کرنے سے یہ عبارت حاصل ہوتی ہی۔ آشنا انشا وہ ہو یہ ہی رواج اور اور اس دوسری عبارت کے قلب کرنے سے وہی پہلی عبارت یعنی تمام مصرع حاصل ہوتا ہی۔

(۴) مقلوب مجنح۔ لفظ مجنح مشرف کے وزن پر مفعول کا صیغہ ہی اُسکے معنی بازودار کے ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ الفاظ مقلوب مین سے ایک لفظ بیت کے اول مین واقع ہو اور دوسرا لفظ بیت کے آخر مین جیسے اس شعر مین تو دا کے جو یہ ضاحک کی ہجو مین ہے۔ ؎

ریگ سوزاں کے پدر ہے تو شریر	رحم مادر میں آتش نکلا ہو میسر

فائدہ اگر دو لفظ مقلوب پاس پاس علی الترتیب واقع ہونگے اور ان میں کسی دوسرے لفظ کا سوائے حرف عطف یا حرف جر یا انکی مثل کے فاصلہ ہوگا تو اسکو مقلوب مکرر اور مقلوب مزدوج اور مقلوب مردد کہیں گے جیسے۔

ذوق

دہ تیرا دور ہے علم و عمل عنقا دہیں ہاں	فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

علم و عمل مقلوب بعض ہیں اور دونوں پاس پاس واقع ہیں۔

شباب

صدمۂ فرقت سے تھی اُس برج حور کے بیتاب روح	آنسوؤں کا آنکھ سے اک دم نہ ٹوٹا تار رات

تار اور رات مقلوب کل ہیں اور دونوں قریب قریب واقع ہوئے ہیں اور حور بروح بھی مقلوب کل ہیں۔ اور یہ بھی ایک قسم قلب کل کی ہے کہ چار مصرعوں میں لفظ اول مصرع ثانی کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع اول کا اور لفظ اول مصرع سوم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع ثانی کا اور لفظ اول مصرع چہارم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع سوم کا اور لفظ اول مصرع اول کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع چہارم کا مثال۔

انجمن بے نظیر

رات کو اُس گلبدن کے تھا گلے میں ہار	راہ میں تھا وصل کا مائل اگرچہ مثل مار
رام ہو گیا وہ برمیں میری رشک حور	روح کو کھینچے تھا اسکی زلف کا ہر ایک تار

اندوہ ہائے لطافت

رت پر پیدا ہمیشہ ہوتے نوبر	رب کی قدرت سے ہوتے ہیں اسباب ور
رسد جو کوئی یہ بات کرے اُس کا تن	نت کیجیے قمچیاں لگا خون سے تر

اسی کے قریب اور یہ مثال

یعقوب علیخان نصرت

صمصام آبدار ہے رشک پری و حور	روح عدو ہے شہ کو سرافیل کا صور
روم و عراق و شام میں ہے عالم شور	روشن ہے سب پہ حشر ہے عالم میں کرو فر
رود فرات و دجلہ ہے بھی ہر اشک آب	بیر تیغ تیز دہر کہ جولا جواب ہے

صنعت رد العجز علی الصدر - ناظرین کو علم عروض کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ عروضی بیت کے مصرع اول کے جزو اول کو صدر اور جزو آخر مصرع اول کو عروض کہتے ہیں اور جزو اول مصرع ثانی کو ابتدا اور جزو آخر مصرع ثانی کو ضرب و عجز بولتے ہیں اور درمیان بیت میں جو کچھ زیادہ حشو ہے پس اس صنعت میں یہ مراد ہے کہ جو لفظ عجز یعنی جزو آخر مصرع ثانی میں مذکور ہوا وہی صدر میں یعنی جزو اول مصرع اول میں مذکور ہووے ہر چند کہ لفظ صدر سے جزو اول مصرع اول کا سمجھا جاتا ہے لیکن یہاں عام ہے اور اس سے ہر جزو ماقبل عجز کا مراد لیا گیا ہے خواہ حشو ہو خواہ عروض خواہ ابتدا اسی وجہ سے ابی ہلال حسن بن عبد اللہ نے کتاب صناعتین میں لفظ رد الاعجاز علے الصدور لکھا ہے اس لحاظ سے اس صنعت کی چار قسمیں قرار دی گئی ہیں

پہلی قسم رد العجز علی الصدر یہ صنعت نثر و نظم دونوں میں جاری ہوتی ہے نثر میں اس طرح کہ جو لفظ فقرے کے اول میں آوے وہی فقرے کے آخر میں آوے اور نظم میں اس طرح جاری ہوتی ہے کہ جو لفظ صدر یعنی جزو اول مصرع اول میں آیا ہو وہی عجز میں آوے اور یہ چار حال سے خالی نہیں خواہ وہ لفظ بطور تجنیس کے ہوں یعنی وہ دونوں لفظ صنعت تجنیس کی رکھتے ہوں خواہ بطور تکرار کے یعنی الفاظ مکرر بغیر رعایت تجنیس کے آدیں خواہ رد العجز علے الصدر مع الاشتقاق ہو یعنی وہ لفظ ایک مادے سے مشتق ہوں خواہ رد العجز علے الصدر مع شبہ الاشتقاق ہو یعنے وہ لفظ مشابہت اشتقاق کی رکھتے ہوں اور تجنیس میں کسی خاص قسم کی قید نہیں بلکہ عام ہے کہ کسی قسم کی بھی تجنیس ہو۔

رد العجز علی الصدر مع التجنیس

تراب

بال کھولے کیا تماشا کر گیا خال کو کس طرح چومے مرغ دل	ہو گیا عشاق پر بینا وبال رخ پہ اسکی زلف نے ڈالا ہے جال
لال لب ہیں پان کی لالی غضب وصف میں اسکے زبان ہوتی ہے لال	

چونکہ جزو اول اور جزو آخر و جزو درمیانی سے مراد الفاظ کا اس قدر حصہ ہے جو کسی رکن کے مقابل واقع ہو تو اس صورت میں یہ شعر مذاق کا بھی اسی صنعت میں داخل ہوگا ۔ ؎

پیر و مرشد خلق کا پیدا ہوا	خوش ہر اک طفل و جوان و پیر ہے

کیونکہ اسکے عجز مین جو لفظ پیر واقع ہوا اگرچہ وہ رابطے سے پیشتر ہی مگر وہ اور رابطہ دونون فاعلن کے مقابل مین واقع ہوے ہین اسلیے پیر شعر کے جزو اخیر مین سمجھا جاتا ہی۔

ذوق

مارے گر سیلی وہ زلف پرعرق ۔ جھڑ پڑین دندان دہان مار کے

ناسخ

دے گھٹا کو نہ مرے دیدۂ تر سے نسبت ۔ آبرو میری نہ ہم چشمون مین ای یار گھٹا

ولہ

سودۂ الماس کھاکر سور ہوں ہا ۔ زندگانی ہجر مین بے سود ہے

نور

آرہ تو سر پہ چلا میرے ولیکن ہو ۔ شوق مین تیرے کے جاؤنگا ارا رے

ردالعجز علی الصدر مع التکرار

نسیم دہلوی

خط نامہ بر کو پھیر دیا اور یہ کہا ۔ اسنا کہ ہمنے جان لیا مدعائے خط

حالی

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان ۔ اور ہند کی نسلون پہ رہے سایۂ قیصر

گویا

محمد سے صفت پوچھو خدا کی ۔ خدا سے پوچھیے شان محمد

مومن

دل اسکی بار ہوا ایسی بے جگہ یا تل ۔ کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گا دل

ظفر

نکالے ہین یہ اشک گرم ہمنے ۔ کہ چشم تر سے ہین اخگر نکالے

ولہ

چرخ کی بے مہریون سے ڈر یہ ای مہر وش ۔ تو جو آوے میرے گھر ایسا نہو شن پائے چرخ

چرخ ساغر مین بھرے کس کے مے گلرنگ عشق
ہو گیا زہر آب غم سے سبزۂ مینائے چرخ

گویا

رقص کی اُسکے صفت گویا نہ پوچھ | دل کو کر دیتا ہے بے آرام رقص

نشتی

دروغ آگے مردم کے ہے بے فروغ | بھلا کسلیے کوئی بولے دروغ

لمؤلفہ

آئینہ خانے مین اُسکے دیکھ تونے بشوق | ہے لگا دیوار و در سے کس ادب سے آئینہ

ردالعجز علی الصدر مع الاشتقاق۔

انشا

مفرح اپنے شفاخانہ عنایت سے | نشا بھیج کہ انشا کو جلد ہو تفریح

ظفر

نکل جائے ظفر دم ساتھ اُس کے | جو دل سے تیر وہ دلبر نکالے

ولہ

سنتے ہو جسکا ملک سلیمان مین شور حسن | دھوم اُس پری کی جا کے پرستان مین سنو

غلام حسینخان قدیر

جلایا جو پروانہ سان اُس نے مجھکو | کہا مین نے بھی شمع رو اُس کو جل کر

تلخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے ترک | اب خدایا موت کا پیغام بھیج

امراؤ مرزا نادان

کھینچ کر نالہ مصور رہ گیا | جب کہا تو یار کی تصویر کھینچ

تراب

توڑ کے پھر جوڑنا دشوار ہے ممکن نہین | شیشۂ دل کو مرے ای سنگدل ظالم نہ توڑ

ضامن

مار ڈالو جو مارتے ہو جی | چشم خونخوار نے ہمین مارا

حالی

تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا | اور تو لے کیا ہر دل عالم کو مسخر

ردالعجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق۔

ذوق

جنبش رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم — ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین جنبش

ولہ

تجنی تو نے افشان جو اے مہ جبین ہے — ستارون مین کیا کیا چنان اور جنبین ہے

ناسخ

سودۂ الماس کھا کر مر رہون ہا — زندگانی ہجر مین بے سود ہے

دوسری قسم ردالعجز علی الحشو یعنی جو لفظ عجز مین واقع ہو وہی حشو مین واقع ہو اور حشو یہان عام ہے خواہ مصرع اول کا ہو خواہ مصرع ثانی کا اور ہر ایک مین وہی چار صورتین متذکرہ قسم اول پیدا ہو سکتی ہین۔ اولا حشو مصرع اول کی صورتین لکھی جاتی ہین۔

ردالعجز علی الحشو مع التجنیس۔

حسن

مرو تم پری پر وہ تم پر مرے — بس اب تم ذرا مجھ سے پیچھو پرے

اس شعر مین تجنیس محرف ہی مصرعۂ اول کے حشو مین پری یاے معروف سے اور مصرعۂ ثانی کے عجز مین پرے یاے مجہول سے ہی۔

حسرت

مین نے کہا رم مجھ سے نکر رام ہو ٹک — کہنے لگا کیا چیز ہے رم جا مے رام

پہلے مصرع کے حشو مین ایک رم ہی اور ایک رام ہی اور عجز مین رام ہی پس رم اور رام مین تجنیس زائد و ناقص ہی اور رام و رام مین تجنیس تام ہے۔

ذوق

یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ — بحق سورۂ والشمس و آیۃ الکرسی

جان صاحب

وصف مین چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا
جان صاحب نے بھی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی ٹہلا

ردالعجز علی الحشو مع التکرار۔

عشرت

اسیر اُلفت گل مثل بُلبل ہے
بدل خار وصال حسرت گل

مولوی محمد حیات رامپوری شاگرد ذوق

مجھکو اُس چاند کے تصور نے
شب دیجور مین دکھایا چاند

ناسخ

وصل مین تھا صبح سے بیزار مین
ہجر کی شب مجھسے ہے بیزار صبح ہا

نظیر

سو بار حریر اُس کا مسکا نکہ گل سے
شبنم سے کب اے بلبل پیراہن گل مسکا

ظفر

تمھارے پانون بھی ہوے پے یہ عاشق زار
پڑا اُس کو فائدہ کیا اور کیا تجھ کے پیچے

غالب

آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف ہے
ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت

ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق۔

غالب

ہم پکارین اور کھلے یون کون جائے
یار کا دروازہ پاوین گر کھلا

سودا

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل مرا دون ہی
جو خار مجھ کے ٹوٹے پانون مین ذرا ٹوٹا

ظفر

تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمین
ہمنے تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا دیا

ولہ

بہت سی آپکے ملنے کی ہم گھاتین لگاتے ہین
کہین جسدم ہے تو یکبار سو گھاتو نمین ملتے ہین

سودا

اگرنے پہ گر منفعل انکے ہو تیرا خیال
سو تو غلط ہے کبھو ان کو ہو انفعال

ردالعجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

ظفر

مجھے ڈر ہے نہ ہو بچے ہو بچیون کے بوجھ سے صدمہ | کہ نازک ہے نہایت ہی ترا اے نازنین پہونچا

انشا

جو اہل فقر شاہ گھاری کے ہین مرید | پالے ہین اُن سبھون نے کبوتر گھاریے

ان سب مثالون مین حشو سے حشو مصرع اول مقصود تھا اب حشو مصرع ثانی کی مثالین دی جاتی ہین

ردالعجز علے الحشو مع التجنیس

دبیر

جس شب کہ گئی سونا تھا وہ بندۂ حق بین | بجز عقد کو شیرین ملی کیا خواب تھا شیرین

ذوق

مثال خضر تو اے رہنماے ملت و دین | جہان مین پیر ہو پیر ہو کرامتون سے پیر

قلق

اس قدر زیست سے ہوا ہون تنگ | ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ

لیکن مبالغہ تو ہے البتہ اس مین کم | ہان ذکر خد و خال اگر ہے تو خال خال

شمس العلما مولوی نذیر احمد

اگر بنا نہین آہوے حرم کو بھی | کہین جہان مین جس کو قضا بچھاوے دام

ردالعجز علے الحشو مع التکرار

دبیر

پر پوچھنا مین بھول گئی واے مقدر | تاریخ مقرر نہین آنا ہے مقرر

ناسخ

گلزار حسن یار کی بھی طرفہ ہے بہار | عارض پہ خط سبز نہین ہین یہ خار سبز

ولہ

ہوتا ہے قصد اور کسی بات کا اگر | کرتے ہین میرے ہونٹھ ہی بات ہاے ہونٹھ

امانت

ناداں کی محبت مین ہے سو طرح کا دھڑکا | دل دون کسی لڑکے کو مین ایسا نہین لڑکا

منشی

دہین پر جہاندار فیروز بخت　　بچھا ایک تخت اپنے پہلو سے تخت

داغ

تو غمزدہ ہے آپ سے ناداں کس لیے　　گر تو بھی خوب عیش جو ہو سازگار عیش

ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق۔

صفیر

وعدے پر اُنسے جو مانگوں تو یہ فرماتے ہین　　طلب بوسہ نہ ٹھہری یہ تقاضا ٹھہرا

میر

جسکے ہے بال تو نہین قناعت　　جسکے ہے فرش تو نہین فراش

مومن

ہے طبع مین ہر روز فزون رنج فزائی　　اپنے مین سماتے نہین کیا دلمین سمائی
کیون ہاتھ سے جاتے ہو تم اتنا بھی نہ آؤ　　جو تم کو ستایا کرین تم اُن کو ستاؤ

انیس

جو تیرا محب ہے ہمین اُس سے ہے محبت　　جو تیرا عدو ہے ہمین اُس سے ہے عداوت

ردالعجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

بیدل

سینے پہ آکے رکھتی ہین وہ دست مرحمت　　دیتی ہین دل کے گھاؤ کو آرام گھائیان

انشا

ران پہ دھر ہاتھ میرے آگ سی اک پھونکدی　　اُند گُدی آمیز چٹکی کا نیا تھا چٹکلا!

انیس

حمالون نے اونٹون سے قناتون کو اُتارا　　میدان کو ادھر باد بہاری نے بہارا

چودھری محمد سعید الدین حسین رئیس کھیڑہ بداون

کیجئے گا سعید آپ تصور مین زیارت　　اچھا یہ قرینہ ہے اویس قرنی کا

تیسری قسم ردالعجز علی العروض یعنے جو لفظ مصرع ثانی کے جزو اخیر مین واقع ہو وہی لفظ

جزو آخر مصرع اول مین ہو۔

رد العجز علے العروض مع التجنیس

رقت

ہمارے سامنے مت ابر یار برس | جو ہم سے ہو سکے تجھ سے نہو ہزار برس

میر حسن

بھری تھی دلون سے زبس اُسکی مانگ | بہت دل لیے اُسکی کنگھی نے مانگ

دبیر

صدقے کیے بازو جو علمدار نے شہ پر | یاقوت کے ٹکڑے اُسے غفار نے شہپر

ہدایت

سینے کے تیرے کھلتے ہی ای میری جان بند | آئینہ ساز کر گئے اپنی دُکان بند

انشا

نجیبون کے گھر مین نہین کوئی نر | چماروں کے حصّے پڑی ہے نری

نسیم

بازو مین نہ تو مرے گرہ باندھے | انجھاؤن جو پند اُسے گرہ باندھے

تسلیم

وہ زبان برگ گل سی اُسکی لال | جسکی تعریف مین زبان ہے لال

آغا اکبر آبادی

شوق زور و نیہ ہی ضعف دل بیمار گھٹا | آؤ میخانہ چلین آئی دُھوان دھار گھٹا

رد العجز علے العروض مع التکرار ۔ یہ صنعت ہر مطلع مردف مین ہوتی ہی۔

میر علی اوسط رشک

مجھکو نہین یقین کہ تجھکو ملا دہن | سچ بات ہی تو میرے دہن سے ملا دہن

وله

گرد عارض کیون نہ رکھے وہ بت بے پیر زلف | چہرہ ہی تصویر کا رات کی تصویر زلف

معروف

مے کے پینے سے تو ہر چند نباہی توبہ | ہر منون سے یہ خجل ہون کہ الٰہی توبہ

نظام رامپوری

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اُٹھا کے ہاتھ | دیکھا جو مجھکو چھوڑ دیے مسکرا کے ہاتھ

واسطی

خزان کا خوف کہان ہے عجب بہار مین روح | بسی ہے جا کے کسی گلبدن کے ہار مین روح

ردالعجز علے العروض مع الاشتقاق

خواجہ وزیر

دہن یار مین ہستی کی اوداہٹ دیکھی | چمن ملک عدم مین گل سوسن دیکھا

بیان

بیان کا یہ پیغام لے جائیو | صبا اُسکے کوچے مین گر جائے گی

ظفر

ذرا بھی سامنے میرے اگر عدو بگڑے | تو منھ کو دون ابھی اُسکے مین ایک پل مین بگاڑ

قصۂ شاہ و گدا

جو دیکھا اُسکے تئین بس مضطرب حال | کہا پھر کرکے استفسار احوال

سودا

مضطرب برق سے نہ یون حال | بادلون سے جو اُس کا تھا احوال

نواب کلب علیخان

بچائے گردہ اعجاز تکلم اس کو تم جانو | اگر یون رنج مین نواب جانبر ہو تو مین جانون

ردالعجز علے العروض مع شبہ الاشتقاق۔

عشرت

تھی گہوارہ لوگون نے اُتارا | فلک سے جس طرح ٹوٹے ہے تارا

غفلت

فغان ہے بخت بد سے ایک تو بیمار خوبان ہے | بتاتے ہین اطبائے زمانہ اُسے خوبانی

ذوق

سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم | اُسکے پر سامنے ہے مثل غنم

چوتھی قسم ردالعجز علے الابتدا یعنی جو لفظ مصرع ثانی کے جزو آخر مین ہو وہی لفظ اُس مصرع

کے جزو اول مین ہو۔

ردالعجز علی الابتدا مع التجنیس۔

خوشتر

بہت شادان ہوا شاہ زمانہ | خرابہ مین ملا اُس کو خزانہ

انشا

اک گڑگڑی در روپے کے پنکھے پہ تو ہرگز | پھبتی نہین اسکندر و داراب کی پھبتی

رنگین

یک بیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار | مار تیرے ہاتھ مین ہے اسکو مار

میرحسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام | تمامی کے پردے لگائے تمام

ردالعجز علی الابتدا مع التکرار

روشن بیگ امی

جی دھڑکتا تھا کہ پہونچے مین نہ آجائے لچک | ہاتھ سے چھوڑ دیا مین نے ترا جان کے ہاتھ

ہلال

پانوُن تیرے کٹ مین پامال کر جانے نہین | ایڑیان ہمکو رگڑواتی ہین اکثر ایڑیان

غالب

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے | ناز کھینچون بجائے حسرت ناز

آباد

ہو گیا آگے تمھارے رنگ پریون کا سفید | رقص کہتے ہین اسے بس ہے اسی کا نام رقص

رند

قسم خدا کی ہے تو عشق پاک ہے تم سے | غرض سے ہے مجھے مطلب نہ مدعا سے غرض

ناسخ

کر رہا ہے ایک کافر مجھکو قتل | الغیاث اے اہل ایمان الغیاث

ساری غزل اسی صنعت مین ہے۔

ظفر

جگر کے کرتے ہین ٹکڑے یہ پارہ الماس | پیے جو اشک کوئی بتلا سمجھ کے پیے

ردالعجز علی الابتدا مع الاشتقاق۔

انشا

جو مجھ مین اور اُس مین دھما چوکڑی مچی	فراش بولے نور ہوئی یہ تو جنگ فرش

ولہ

نظر آئے مسی آلودہ وہ دندان اُسکے	حسن کے سین کے دندانے بوجہ احسن

ذوق

جس طرح سے کہ ہنسا دینے کو بیدینونکے	نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

آتش

خط سے رہا نہ حُسن رُخ یار کا فروغ	بجھنے نے اُس چراغ کے دل کو بجھا دیا

سودا

عہد مین حسن کے تیرے جو میسر ہو کوئی	معجزات اُسکے مین ہی صبر بڑا ہی عجا نبا

قلق

مجھ حزین پر تو اے قمر سیما	عقد کے بعد یہ کھُلا عقدا

میر

جہان میر زیر و زبر ہوگیا	خرامان ہوا جب وہ محشر خرام

ردالعجز علی الابتدا مع شبہ الاشتقاق

حکیم ضامن علی جلال نے شہر رامپور مین ۱۳۰۲ھ مین یہ رباعی اس صنعت مین راقم آثم کی درخواست پر لکھی تھی۔

رباعی

عید آتی ہے ہوگا غم ہجران رخصت	شہر رمضان سے ہی اسی کی شہرت
عاشق سے گلے ملے گا اپنے وہ ضرور	غیرون سے اگر نہ ملنے دے گی غیرت

امیر

نہین سونا ہی ممکن پھر نیند آنہین سکتی	طلا یہ پھر رہا ہی آنکھ مین طوق طلائی کا

انیس

اُس مین یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہ کا مہر
شہرہ ہے تازیون کی تواضع کا شہر شہر

مولوی محمد اسمٰعیل

عابد زاہد فقیر جوگی	صوفی کا بھی ہو گیا صفایا

ذوق

ترا سمند رہے وہ تیز رو کہ وقت خرام	نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اس کا نظیر

بعض شعرا نے یہ صنعت علیحدہ ہر مصرع مین لا کر نئی بات نکالی ہے یعنی جزو اول و آخر مصرع اول کا یکسان لاتے ہین اور جزو اول و آخر مصرع ثانی کا یکسان گویا ہر مصرع کے جزو اول اور جزو آخر کو صدر و عجز قرار دے لیا ہے اور اگر یہ کہین کہ مصرع ثانی مین رد العجز علے الابتدا اور مصرع اول مین رد العروض علے الصدر ہے پس صنعت علیحدہ ہو گی تو ہم کہین گے کہ اس صنعت کا علم بدیع کی کتابون مین کہین نام نہین پس بہتر قول اول ہے جیسے اس شعر مین۔

میر

آنت شیطان کی ہے اُسکی آنت	دانت اُسکا ہے ہاتھی کا سا دانت

انیس

شاد اس کو کیا جسنے مجھے اُسنے کیا شاد	بیداد ہوئی اسپہ تو مجھپر ہوئی بیداد

حالی

لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ	جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ

ولہ

کفایت جہان چاہیے وان کفایت	سخاوت جہان چاہیے وان سخاوت

صنعت محاذی یہ صنعت بھی رد العجز علے الصدر کے قبیل سے ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ لفظ آخر مصرع اول کا لفظ اول مصرع ثانی ہو اور لفظ آخر مصرع ثانی کا لفظ اول مصرع ثالث ہو اور لفظ آخر مصرع ثالث کا لفظ اول مصرع رابع ہو ایسے ہی جہان تک اتفاق پڑے۔

مثال اسکی۔

از دریاے لطافت

آتا نہین کیون میرا وہ آسائش جان	جان جس پہ فدا کرتے ہین سب اور ایمان

ایمان ہے میرا محبت اُس کی دائم
دائم اُس کو بھی مجھپہ ہے لطف نہان

رنگین

فرہاد کو شیرین جو بہت آتی یاد | یاد اُسکی مین اپنے دل کو رکھتا وہ شاد
شاد اُس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اُسکو | اُس کو کر یاد شاد رہتا فرہاد

اور حکیم ضامن علی جلال کی یہ رباعی بھی جو راقم کی تحریک سے لکھی ہے اسی صنعت مین ہے -

رباعی

گردن تری شیشہ آنکھ ہے پیمانہ | پیمانہ کی طرح چال ہے مستانہ
مستانہ ہر اک روش ادائین سرشار | سرشار نگہ ہے ساقی میخانہ

صنعت قطار البعیر یعنے شعر مین لفظ آخر مصرع اول اور لفظ اول مصرع آخر ایک سے ہون - جیسے -

لطف

غربال ہوے پاؤن طلب مین تری ہیہات | ہیہات نواے کعبہ مقصود کہان ہے

نشا

مفلسا بیگ جو عاشق ہین کہان پاوین زر | زر ہو اُس پاس جو پارے کی رسائین مارے

ظفر

ہوگیا جس دن سے اپنے دل پر اُسکو اختیار | اختیار اپنا گیا بے اختیاری رہ گئی

تپش

سخن کو مرے بخش حسن قبول | قبول طبائع ہو مجھکو حصول

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرون کا اعزاز | اعزاز نہین تو آو اضرار سے باز

ذوق

جو ہر خوب کو درکار ہے آرائش خوب | خوب تو آپ کی خوبی سے ہی ٹھہرا گوہر

ہوس

دندان وہ اسکے سلک شبنم | شبنم سے میانۂ غنچہ باہم

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کر بدی کر اب دل مین صبوری | صبوری اب تجھے تو ہے ضروری

منشی عبدالرحمن خان شاکر مالک مطبع نظامی کانپور

نام تیرا ہے یا الٰہی نور	نور سے اپنے کر اسے معمور

صنعت تفریع یعنی شعر مین جزو صدر کا حرف آخر عجز کے حرف آخر کے موافق ہو مثال اسکی۔

سوز

ہیہات وہ ساعت بھی عجب بدبختی کہ جو وقت	لائی تھی صبا یار سے پیغام محبت

ہیہات صدر مین واقع ہے اور محبت عجز مین اور دونون کا حرف آخر تاے فوقانی ہے۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

آشفتہ نام عشق نہ لے بھی تمام عمر	دیکھے جو کوئی میرے دل زار کی تشبیہ

آغا علی نقی غنی

ہلجائے بے ستون دل فرہاد کی طرح	آئے جو اُس سمند کی ٹھوکر کے سامنے

صنعت مبادلۃ الراسین یعنی دو لفظون مین حرف اول باہم تبدیل ہو وین جیسے سیل مائل ور میل سائل کار بندگی اور بار گندگی۔ باغ سلامت اور داغ ملامت قطب احمد بریلوی ولد احمد رضا روپ پوری نے مبادلۃ الراسین کی مثال مین دو لفظ عقل نجیب ور نقل عجیب لکھے ہین اس کا رسالہ زبان فارسی مین ہے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین اسکی بہت سی مثالین لکھی ہین۔

سحر

اگر حق نے بخشی ہے عقل نجیب	تو سن مجھ سے تو ایک نقل عجیب

صنعت تضمین المزدوج نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین یون تعریف کی ہے کہ رعایت قوافی کے بعد اثناے کلام مین ایسے دو لفظ جمع کیے جائین جو وزن اور ردی مین موافق ہون۔ جیسے

نثار

اُترے ملک فلک سے یوسف زمین سے نکلے	ممکن نہین کہ تجھ سا کوئی کہین سے نکلے

مراد ملک اور فلک سے ہے نہ زمین اور نہین سے کیونکہ یہ الفاظ قافیہ مین ہین۔

صفیر

جلاتا ہی مرا دل تل تمھارے روے تابان کا	نگر روغن اسی مین ہی چراغ داغ سوزان کا
پر تو پڑے جو اُسکے رُخ بے حجاب کا	رمز پیدا ہو رنگ سنگ مین لعل خوش آب کا

مخمور

خواب مین پہونچا جو وان دست خیال — نیلا پیلا اُسکا زانو ہوگیا ؎

محمد حسن خان

اکرم معظم جناب احمد — اِہ اقلیم معنے کے ہین وہ امیر

صنعت ترافق یعنے چار مصرع اس طرح کے ہون کہ جس کو چاہین مصرع اول و دوم و سوم و چہارم کرلین جیسے۔

از دریاے لطافت

مفتون ہون مین اِس شرم و حیا کا دل سے — عاشق ہون مین اِس نازو ادا کا دل سے
شیدا ہون مین اِس زلف دوتا کا دل سے — کُشتہ ہون مین اس طرز وفا کا دل سے

صنعت نظم النثر یعنی نظم کو اس طرح پر بنائین کہ اُسکو نثر بھی پڑھ سکین مگر حالت نثر مین بندش و نشست الفاظ و صفائی کلام بھی شرط ہی ورنہ بقول مرزا قتیل ہر نظم کو نثر پڑھ سکتے ہین اس واسطے کہ واو اور ہاے مختفی کا تلفظ اور کسرۂ اضافت و کسرۂ صفت کے کھینچنے کو ترک کرنا ہر نظم کو نثر بنا دیتا ہی اور دوسری ضروریات شعر جیسے تقدیم بعض الفاظ کی بعض پر اور حذف بعض روابط کا اور اخفاے نون بھی ناجائز ہے اور نظم مین وزن کی ضرورت سے جائز رکھا ہی کیونکہ جو نثر ایسے تغیرات کے بعد نظم سے حاصل ہوتی ہی وہ صنعت نظم النثر مین معتبر نہین بلکہ نظم النثر وہی ہی جو نظم تھوڑے تفاوت سے نثر ہو جائے اور بعض نے کسرے کا کھینچنا اور روابط کا حذف اور نون کا اخفا جائز رکھا ہی مگر تقدیم و تاخیر جائز نہین اور یہ صنعت حضرت امیر خسرو دہلوی کی ایجاد ہی مثال اسکی یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔

نظم

جان اہل نیاز بندہ نواز ؎ — بعد تعظیم اور عجز و نیاز
یہ گذارش ہے آپ سے کہ دعا — آپ کے حق مین رات دن کرنا
اور ہمیشہ فراق مین مرنا — دل کو ہر وقت مضطرب کرنا
کب تلک آخر ایک دن جو قضا — آئی تو بندہ بیگناہ مرا

حال سے اپنے مطلع کیجے
اور جلدی مری خبر لیجے ؎

شرح حال اہل نیاز بندہ نواز بعد تنظیم اور عجز و نیاز یہ گذارش ہو آپ کے دعا آپ کے حق مین رات دن کرنا اور ہمیشہ فراق مین مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا کب تلک آخر ایک دن جو قضا آئی تو بندہ بیگناہ مرا حال سے اپنے مطلع کیجے اور جلدی میری خبر لیجے

رقعۂ ثانی دریاے لطافت سے

اجی صاحب سنو تو تم نے کل ٹال گئے اپنے کلام سے صاحب ہمتو سر دینے تک بھی حاضر تھے واہ جی واہ آپ کے قربان	کیا کہا تھا اور آج کس لیے ٹل پڑ ایسی اُلفت بھی کچھ نہین واجب پر تمھارے تو ڈھنگ دیکھے نئے ہو جیسے کیا ہی ننھے اور نادان

بنگئے ہو خدا سے ٹک تو ڈرو
یاد تو کیجیے قرار دن کو

صنعت مثلث ۔ اسکو کہتے ہین کہ رباعی کے تین مصرع اس طرح لکھے جائین کہ اگر سر ہر مصرع سے بعض الفاظ کو اُٹھا لین تو اُن کو جمع کرنے سے چوتھا مصرع خود پیدا ہو جائے مگر اکثر وہ الفاظ ہر مصرع مین سُرخی یا کسی علامت خاص سے لکھے جاتے ہین ۔ مطلوب طالب مین اس کا نام صنعت سکتہ لکھا ہے ۔ اور صنعت مثلث دریاے لطافت مین ۔ ہے جیسے ۔

رباعی لمولفہ

ہے مہر مین تیرے حُسن سے پرتو نور تیرا ہی ظہور سارے عالم مین ہے	اور ماہ مین تجھسے روشنی ہی اے حور ہی مہر مین و ماہ مین تیرا ہی ظہور

از دریاے لطافت

تجھسا نہین پیارا کوئی اے رشک قمر اے دلبر نازنین تجھے کہتے ہین سب	محبوب کوئی نہو گا تجھسے بہتر تجھسا نہین محبوب کوئی اے دلبر

صنعت مربع اسکو چہار در چہار بھی کہتے ہین یعنی چند سطر مین چار چار خانون مین ایسی لکھین کہ انھین طول اور عرض مین یکسان پڑھ سکین کسی طرح کا تفاوت نہ واقع ہو۔
مثال اسکی صفحہ مابعد مین درج ہے۔

از منشی علی امجد حسین امجد بدایونی　　　　از عقل و شعور

کرون کیا	خفا ہے	الٰہی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھ سے	عبث کیون	سمن بر
الٰہی	عبث کیون	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستمگر

کیون تجھے	عشق	ہوگیا	امجد
عشق	تجھکو کریگا	عاجز و	زار
ہوگیا	عاجز و	نزار	امجد
امجد	زار	امجد	ناچار

اور اگر آٹھ آٹھ خانون مین لکھا اور پڑھ سکین تو اُسے صنعت مثمن کہتے ہین -

صنعت مُدَوَّر - یعنی مصرع یا شعر ایسا ہو کہ اسکو ایک دائرے مین چار یا آٹھ رُکن کرکے دائرے نے حضور مین علٰحدہ علٰحدہ لکھین اور جس رُکن سے چاہین پڑھ سکین اور ایک مصرع یا بیت سے باعتبار تقدیم و تاخیر رُکن کے کئی مصرع یا بیتین حاصل ہون -

مثال

مصرع کی مثال از دریاے لطافت　　　　شعر کی مثال از عقل و شعور -

بھلا ہے

سبھون مین

مرا دل

ستانا

ترا دل

جلانا

غضب ہے
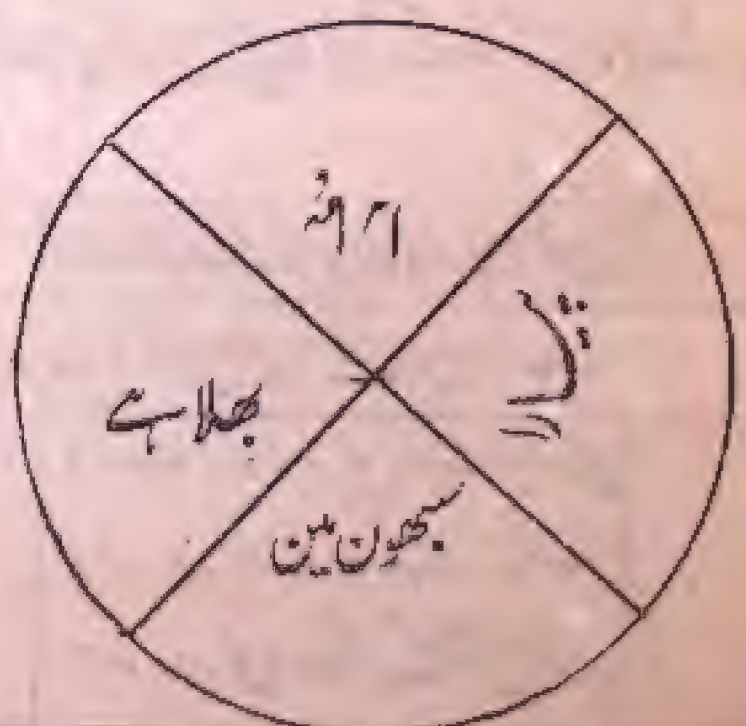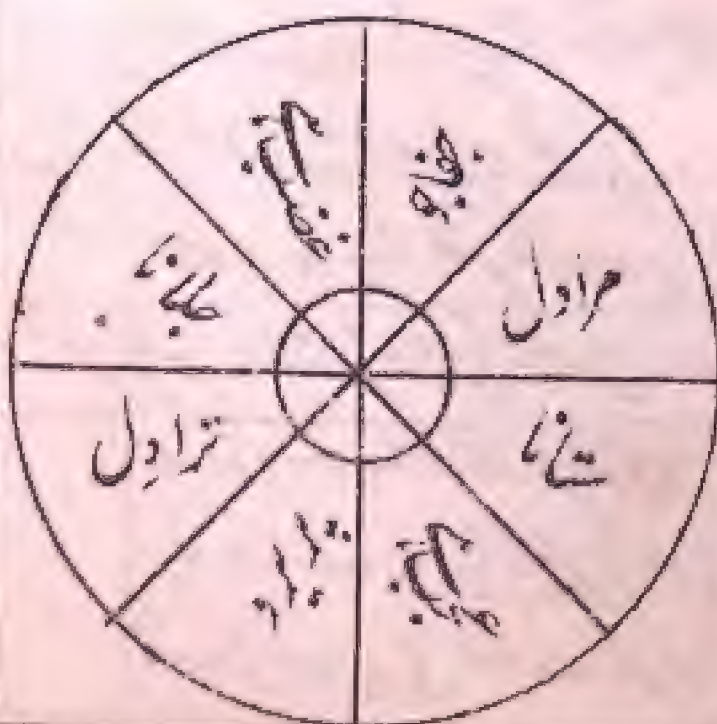
صنعت اقسام الثلثہ - اگر مجملاً پڑھین تو ایک غزل ہی اور جو مطلع چھوڑ کر پہلے مصرعون کو پڑھین تو اور غزل ہو جائے اور جو مطلع چھوڑ کر پچھلے مصرعے پڑھین تو پانچ مرتب مطلع ہو جائین -

	ع	
خندہ لب سے ہی اُسکے شمع خندان بے فروغ		جلوۂ دندان سے ہی سرو چراغان بے فروغ
نور بینائی ہی کم زلف بُت گلفام سے		ہے اندھیری رات مین شمع شبستان بے فروغ
ٹمٹماتا ہے چراغ خانہ اپنا شام سے		ہے سواد خط مین یعنی روے جانان بے فروغ
جون امام سبحہ گینے مجھکو سو کا پیشوا ہے		ہو نہ تو مین دانا پہ ہون پیش ندیمان بے فروغ
گرچہ مین گنتی سے باہر ہون پہ ہون آرام ہے		جون چراغ کشتہ گور غریبان بے فروغ
ہے نہ ہو روزن سے ہمارے اُسکی نکتوری زیادہ		وصل کی شب مین بھی نجم بخت ہی یان بے فروغ
کام ڈالا ہی خدا نے کس بُت خود کام سے		ہے شرارت سے وہ کافر رو بداماں بے فروغ
لگ گئی ہین اس مریض غم کی آنکھین چھت کو آج		ہے وہ نور دیدہ اک گوشے مین نہان بے فروغ
دیکھ کر بالاخرامی اُس کی سمت بام سے		مردم چشم اپنی ہین یان زیر ایوان بے فروغ
کیا ہی ہو نکلا ہے ابتر جو پوچھ مین وہ شوخ		خجلت دشنام سے ہے روے انسان بے فروغ
اے کرم او دھم اُٹھا رکھی ہی اُسنے شام سے		اچپلاہٹ سے ہی اُسکی برق رخشان بے فروغ

اس صنعت کو رام پور کے رہنے والے کرم خان اور لقوے کریم اللہ خان کرم تخلص عرف لکھو خان نے ایجاد کیا ہے -

صنعت براعتِ استہلال اُس صنعت کا نام ہی کہ جو قصّہ بیان کرنا منظور ہو خواہ نظم ہو خواہ نثر اُسکا دیباچے یا اول داستان مین اشارہ کردین بہت مثنویان اور قصیدے اور اکثر قصّے نثر کے اس صنعت مین ہوتے ہین نسیم مثنوی گلزار نسیم مین فرخ یعنی بکاؤلی کے غائب ہوجانے اور اور حمالہ کے طلب کرنیکے موقع پر لکھتے ہین - ع

کھلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر		اب خامہ نے یون کیا ہے تحریر	

قلق گلشن آرا شاہزادی کی شادی کے بیان کے شروع مین لکھتے ہین - ع

ساقیا ہے یہ وقت میخواری	دخت رز کر رہی ہے عیاری
دیکھ مینائے چرخ کا نیرنگ	طرفہ دور زمانہ کا ہے رنگ
تاک کر اک پری صفت میخوار	سینہ زوری سے کر کے عشق اظہار

دختِ رز آج بیاہی جاتی ہے	پیر میکش تلک براتی ہے
یہ نیا چرخ داغ دیتا ہے	غیر معشوق بیاہ لیتا ہے
ایک کا تو بیاہ کرتا ہے	ایک کا گھر تباہ کرتا ہے

نواب نے عاشق و صنم کی مثنوی کے دیباچے مین کہا ہے۔ ع

خدا گر عشق کو پیدا نہ کرتا	تو بندہ حسن پر کاہے کو مرتا
کوئی عاشق نہ دیباچہ صنم پر	نہ سر دھرتا کوئی اُسکے قدم پر

اور مثنوی کام و ناکام مصنفہ مولوی محمد نظام الدین صاحب مرحوم ناطق ہاشمی بدایونی ابن مولوی صدر الدین صاحب کا یہ شعر بھی اسی صنعت مین ہے۔ ع

دلانا مے سے پہلے لکھ تو وہ نام	کہ ناکامان دل کو جس سے ہی کام

انشا اپنے اس قصیدے کے آغاز مین جو شاہ لندن کی سالگرہ کی تہنیت مین ہے کہتے ہین۔ ع

انکھیان نور کی تیار کرائے بوے سمن	کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن
عالم اطفال نباتات یہ ہوگا کچھ اور	گورے کالے بھی ہل بیٹھینگے نئے لڑکے ہین

نسیم تاج الملوک کے صحرائے طلسم مین جانے اور طلسم کی چیزین حاصل کرنے کی داستان کے شروع مین کہتا ہے۔ ع

بہر گہر طلسم اخلاص	ہے بحر سخن مین خامہ غواص

صنعت سیاق الاعداد یعنی کلام مین ذکر کرنا عددون کا خواہ ایک سے دس اور اس سے زیادہ تک خواہ برعکس اسکے ایک تک اور عدد خواہ ترتیب وار ہون یا بے ترتیب مثال اول کی۔

انشا

مین جو شب اُن سے راہ مین لپٹا	ہم حاکم رہا نہ خوف عسس
ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر	اُنکی انگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس
لگی کہنے کہ میرے دامن کو	نہین ابتک کیا کسی نے مس
مفت جلجائیگا پرے بھی سرک	ارے مین آگ اور تو ہے خس
جب کہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہین	تب تو ٹھہری کہ بوسے دینگے دس
گن کے سو لیلے گیارھوان نہ سہی	مجھے ہیٹے کرے جو اور ہوس
ایک دو تین چار پانچ چھ سات	آٹھ نو دس ہوے بس انشا بس

شاہ حسین حقیقت اپنی مثنوی ہشت بہشت میں کہتے ہیں۔ ؎

ایک دو تین چار پانچ چھ سات — آٹھ نو دس تلک تو تھی اک بات

مستقیم خان وسعت

وائے قسمت ایک گالی کی ہوئیں دو تین چار — وقت گفتن جب زباں پر اسکے لکنت آگئی

انیس

کشتے ہوں ایک ضرب میں دو ہوں کہ چار ہوں — ششدر ہیں سب کہ موت سے کیونکر دو چار ہوں

میر

مرے ایک تال ہیں جو غم ہیں یہ سو تمہارے میرے تمہارے — نہ تو دس ہی یہ نہ پچاس ہیں نہ تو سو ہیں یہ نہ ہزار ہیں

مثال عکس کا ترتیب کی۔

ایاز محمد خان ایاز بھوپالی

گھر کو بلا ایاز سے بوسہ دیے جو ناز سے — لست پہ بست دہ بدہ پنج بپنج دو بدو

شایان

تمنا ہی یہی دے ششدر و پنج — پلا سہ آتشہ تا دور ہو رنج

اعداد بے ترتیب کی مثال۔

الٰہی بخش عشقی

نہ چھوڑے گی کسی کو ربع مسکوں میں یہ ششدر ہوئے — وہ دل ہیں کونسا جاتے نہیں دو چار کاندھے پر

نوازش

اس اتنے ہوئے ہیں نے ایک صدر تماشہ — جب سو پچاس مانگے تب تین چار ٹھہرے

مومن

جز نہ سپہر ہیں مرے دشمن تو اور بھی — لیکن بڑے غضب یہی دو تین چار ہیں

ولہ

عزت قتل عام کرے وہ اغیار کے لیے — دس بیس روز مرتے ہیں دو چار کے لیے

صفدر میر صفدر علی

بارہ برج و شش جہت ہفت آسمان — ماتم میں پنج تن کے ہیں ششدر و چار جدا

انشا کی یہ ساری غزل اسی صنعت میں ہے۔ ؎

نو آسمان خور و مہ ساتون طبق زمین کے ۔۔۔ روح و حواس خمسہ اور شش جہات تیسون
بارہ برج چودہ معصوم چار عنصر ۔۔۔ ظاہر کرے ہین تیری لاکھون صفات تیسون

صنعت مسمّط یعنے غزل یا قصیدہ وغیرہ مین سوائے مطلع کے تین تین یا زیادہ سجع یعنے فقرہاے ہموزن ایک طرح کے مذکور کرین اور چوتھا قافیہ اصل غزل یا قصیدے کا ہو مطلع کو اسلیے مستثنے کیا کہ اُس مین بسبب رعایت قافیہ وغیرہ کے یہ بات نہین ہو سکتی اور اس مین شاعر کی قوت طبع دیکھی جاتی ہے۔

نسیم دہلوی

سرچشمۂ ہمت ہی وہ سردفتر رحمت ہی وہ ۔۔۔ سرمایۂ دولت ہی وہ باعزت و جاہ و حشم
قسمت ہو یاری پر اگر آجائے جو پیش نظر ۔۔۔ بخشے یہانتک سیم و زر سب ہو گئے گنج و نعم

غلام امام شہید

آئی بہار اب ہر چمن ہے بلبل و گل کا وطن۔ دیر و حرم سے نعرہ زن۔ آئے ہین شیخ و برہمن ؏
زاہد سے کہدو یہ سخن۔ ہے فصل گل توبہ شکن۔ گر چاہے عیش جان و تن۔ میخوارون کا سیکھے چلن ؏
آئی بہار جانفزا۔ لائی گلستان مین صبا۔ پیغام وصل دلربا۔ گل کھل کھلا کر ہنس پڑا ؏
موج ہوا نے وا کیا۔ ہر غنچے کا بند قبا۔ بلبل یہ کرتی ہے صدا۔ اب مین ہون اور سیر چمن ؏
ساقی جو شوخ و شنگ ہے۔ مست مے گلرنگ ہے۔ مطرب جو خوش آہنگ ہے۔ محو نواے چنگ ہے ؏
دل عیش کا اورنگ ہے۔ غم خستہ و دل تنگ ہے۔ بلبل ہے خوش دل رنگ ہے۔ شادی سے گل ہے خندہ زن ؏

مرزا عباس بیگ

مین نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہین رہے گا ۔۔۔ گر مین قاتل کی دشمنی گر ہمیشہ تو بھی نہین رہے گا
چلیگا کبتک یہ کذب کاذب رہیگا کبتک فروغ زاغ شب ۔۔۔ لے ہاتھ نکلے مگر مصاحب رقیب تو بھی نہین رہے گا
ابھی تو زردی ہے رخ پہ ظلم کہ نقش ہے وہ ناغیر و ہمدم ۔۔۔ رہی جو جیتے یونہین تب غم تو پھر لہو بھی نہین رہے گا

حسرت

مجھ سے نہ کہنا خبر وہ نہین آتا اگر ۔۔۔ سنتا ہے پیغامبر مین نے سنا اور موا
لب پہ ابھی جان زار آئی ہے ہو بیقرار ۔۔۔ دل مین مرے ایکبار درد اُٹھا اور موا
اُس سے لگے کہنے یار مر گیا عاشق وہ زار ۔۔۔ کہنے لگا کتنی بار وہ تو جیا اور موا ؏

ناسخ

یہ نور ہے روئے مہ جبین کا خجل ہو چاند چودھوین کا
جو حلقہ ہے زلف عنبرین کا وہ ایک نافہ ہے مشک چین کا
اگر ہو چاہا پر سمندر یقین ہے ہو خاک دم مین جل کر
سنا جو ہو آفتاب محشر گھر نڈھے ہے داغ آتشین کا

مذاق

جو گرم ہے حسن اس حسین کا نہ وہ پری کا نہ حور عین کا
نقاب اٹھے روئے آتشین کا تو چاند جلجائے چودھوین کا
تو میری آنکھون سے ابر نیسان وہ چار ہو کر نہو در فشان
اٹھاؤن آب گہر کا طوفان نچوڑدون گر تار آستین کا

انشا

ہو کے باندھ کے تکیہ جو گوشہ گزین وہی ہینگے زمانے مین اہل یقین
کوئی سلطنت اسکو پہونچتی نہین ہے وہ سایۂ بال ہما کی قسم
سنبھل ایسے غرور مین ہے پہ خلیل کہ گرے نہ اچھہ کہین منھہ کے بل
بس اب اس سے بھی آگے تو بڑھکے نہ چل تجھے رفعت عرش علا کی قسم
تجھے صدقہ خدائی کا میرے خدا یہ تصدق رتبۂ اہل ہدا
نہ کر اپنی عیال سے مجھکو جدا تجھے نیت صدق و صفا کی قسم

ناسخ

پاس یار جانی ہے بادہ ارغوانی ہے
شغل شعر خوانی ہے عالم جوانی ہے
منھہ سے گر لگے مینا آب خضر ہو پینا
پی کے اک دم جیتا عمر جاودانی ہے
سننے والے روتے ہین ایسی نیند سوتے ہین
اپنے نوحے ہوتے ہین اپنی وہ کہانی ہے

بابو غلام محمد طور

ذرات ترے گوہر الماس ترے کنکر
پتھر ترے سیم و زر کیا طرفہ تماشا ہے
اے خاک تری عظمت ثابت ہے بلا حجت
مشتاق تری خلقت آنکھون کو کیے وا ہے
ہر آنکھہ تری جویا ہر سر مین ترا سودا
ہر لب پہ ترا چرچا ہر دل مین تری جا ہے

امیر

کیون بسملون کو بھا گئی لاکھون گلے کٹوا گئی
یارب کہان سے آگئی ہونگی چھری قاتل کے پاس
راہ عدم کی سیر سے کب رنج اٹھائے خیر سے
پہونچے ہین یار غیر سے سوتے ہوئے منزل کے پاس
ساقی کو حیرت ہو گئی مطرب کو وحشت ہو گئی
برباد صحبت ہو گئی پہونچا جو مین محفل کے پاس

ولہ

قافلہ سب ہے پیش و پس پر نہین کوئی ہمنفس
کون ترا ہے داد رس او چرخ نہ اے درا عبث
آئی نہ اپنے کام عمر غم مین کٹی مدام عمر
تنکے چنے تمام عمر صورت کہربا عبث

احسن

دل و جان کا پوچھو ہو کیا نشان ہوئی رفتہ رفتہ یہ کل یا	کہ اُجڑ گیا بھی جان و مان نہ مکین رہا نہ مکان رہا
مجھے ربط کس سے ہی اسطرح تجھے چاہتا ہون مین جس طرح	مری زیست ہو سکے کس طرح ترے دل مین گر یہ گمان رہا

ولہ

بس فکر بوسہ ست کرو کیون لاف کرتے ہو چلو	جانے دو بس چپکے رہو تم دے چکے مین پا چکا
جھگڑا تھا جسکا سو اٹھا کہدے کوئی یہ اُس سے جا	لے مرنے والا مر گیا قصہ مٹا جھگڑا چکا

ظفر

اٹھائے سوز غم ہر نمط ہین یہ خون کے دھبے کوئی غلط ہین	کہ مثل قط گیر خط یہ خط ہین ہنوز ناقے کے استخوان پر
کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر	پر آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہا ہی مژگان کے ہر سنان پر

گویا

تجھے جہان مین عجب نصیب ہے ہم کہ سہا کیے تا دم زیست الم	ہمین کر چکے کشتہ تیغ ستم تو وہ کھاتے ہین جور و جفا کی قسم
اگر مستی مین شب جودہ ماہ تھا دہن ساقی کہو تو ہے نہ بجا	کہو ہاتھ سے پیر مغان کے گرا اُسی مست کی لغزش پا کی قسم
جو ہو نجد کے بن مین گذار مرا کیے کانٹون سے جسم نزار مرا	کرو عضو ہر اک فگار مرا انھین قیس برہنہ پا کی قسم

ولہ

بے بادہ ہے رنج و تعب آنسو روان ہین روز و شب	ہر کشتی مے کی طلب ساقی سے اس طوفان مین
اُس لب کی سرخی دیکھکر سودا ہوا ہے اس قدر	ہے سب کو شوق نیشتر جتنی رگین ہین پان مین

المؤلفہ

ترے یاد مین قد کی اے سرو روان مجھے قمری کی صوت صدا کی قسم	نہین درد جدائی سے تاب و توان تن زار مین رنج و عنا کی قسم
کیا زرد رو کے جو تنے راز عیان گئی تا بہ فلک مری آہ و فغان	ملا تو بھی نہ ہمسے وہ غنچہ دہان ہین اسکی ہی شرم و حیا کی قسم
نہین ہاتھون پہ اسکے یہ رنگ حنا کسی کشتہ ناز کا خون ہے لگا	سر مو نہین اس مین خلاف ذرا مجھے سرخی فندق پا کی قسم

بعض شعرا ایسا بھی کرتے ہین کہ ہر شعر مین بجائے قافیہ کے مطلع کا سجع آخر بطور ردیف کے لے آتے ہین جیسے غزل یا قصیدہ مین تین تین یا سات سات سجع ایک طرح کے اور چوتھا یا آٹھوان سجع ایک مطلع سے لے کر مقطع تک لایا کرتے ہین اور اس قسم کے مسمط مین قافیہ تکرار تقدیری قرار دیتے ہین۔ نظام الدین احمد صاحب جمع الصنائع اور رشید الدین وطواط صاحب حدائق السحر اور صفی الدین حلی اور عز الدین موصلی اور دوسرے علماے نامدار کی جماعت کثیر نے صنائع بدیعی مین مسمط کو لکھا ہی لہذا حدود شرائط قافیہ سے خارج ہے۔

مگر محقق طوسی کلمات متشابہ مسمط کو بھی قافیہ مجدد مین شمار کرتے ہین اور مولانا جمال الدین حسین صنعت مسمط کے منکر اور کلام قدما مین اعتراض انفرباکر سہو قرار دیتے ہین مثال اسکی۔

جعفر زٹلی

ہر روز مجرا اٹھکر ین درکار یک سو گر ٹین
ترے ہمیشہ گھیو کو ترسائے رکھے جیو کو
لگے شرم ایسے لڑمرین یہ نوکری کا ڈھنگ ہے
جیسے پپیہا پیو کو یہ نوکری کا ڈھنگ ہے

علی ہذا القیاس اس نوحے مین گداکے۔

نوحہ

کرکے مجرا زینب پکاری میرے مظلوم بھائی حسینا
اب مین کوفے کو جاتی ہون بھائی تجسے ہوتی ہے میری جدائی
تیرے لاشے کے مین جاؤن واری میرے مظلوم بھائی حسینا
یہ جدائی نہین آفت آئی میرے مظلوم بھائی حسینا

مجروح

رو کے کہتی تھی بالی سکینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو
مین لخت دل مصطفےٰ ہون مین جگر گوشۂ مرتضیٰ ہون
مین ہون بنت امام مدینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو
گوہر گوش خیر النسا ہون ظالمو میرے گوہر نہ چھینو

احمد خان صوفی مصنف ذکر الشہادتین کا نوحہ ہے ۔ ؎

ہائے جنت کو تم بھی سدھارے میرے بھائی کے فرزند قاسم
کاش تم ساتھ میرے نہ آتے ہوکے رخصت میدان کو جاتے
داغ فرقت ہے دلبر ہمارے میرے بھائی کے فرزند قاسم
بھوکے پیاسے نہ گردن کٹاتے میرے بھائی کے فرزند قاسم

یوسف

زمونا آگاہ یزدانی محی الدین جیلانی
گل گلزار وحدت ہین بہار باغ صفوت ہین
سرور سردار مقبولان شہ افراد مجذوبان
مدار فیض حقانی محی الدین جیلانی
ہمارے حق مین رحمت ہین محی الدین جیلانی
ہین شمع جمع محبوبان محی الدین جیلانی

صنعت توشیح اس کو کہتے ہین کہ کچھ اشعار ایسے لکھے جائین جنکے ایک ایک حرف سر ہر مصرع یا شعر جمع کرنے سے کوئی نام یا عبارت پیدا ہو اور جو اشعار زیادہ ہون تو کوئی شعر ہویدا ہو مثال اس کی یہ اشعار منشی رام پرشاد ظاہر دہلوی کے۔ ؎

کرچکا جب تمام مین یہ کتاب
نام ہو ساتھ ایک صنعت کے
ایسی تاریخ کا خیال ہوا
تاکہ مشتاق جہان ہو اس کا

سال کی مبنی و طن زر در اصل کھیوے ۲۵از دریائے لطافت۔

اس لیے لکھ کے قطعۂ تاریخ	رغبت دل سے خوب فکر کیا
ایک بیک بہ صنعت توشیح	خوب برجستہ نام ہاتھ آیا

ان مصاریع کے حرف اول کے جمع کرنے سے کان تاریخ نام نکلتا ہے۔

منشی مظفر علی اسیر

ناظم مملکت جاہ وجلال	وارثِ تاج وسریر اقبال
آفتاب فلک جاہ وحشم	بدر تابندۂ الطاف وکرم
مالکِ کشور صد شوکت وشان	حاصل مزرع سرسبز جہان
معدن جود وسخا وہمت	داور عادل کسریٰ رفعت
کرم وجود ہے پیشہ اُن کا	لطف دستور ہمیشہ اُن کا
بارگہ اُن کی عجب عالی ہے	عرش پر جائے خوش اقبالی ہے
لبِ لعلین جو سخن مین کھولے	یار واغیار نے موتی رولے
خلق مین کون ہے ثانی اُن کا	اسم خلاق معانی اُن کا
نہ فصاحت نہ بلاغت مین جواب	بحر ہے اہلِ زبان قطرۂ آب
ہین ہر اک علم وہنر مین یکتا	ایک عالم مین نہین ہے ایسا
دل آفاق فدا ہے اُن پر	رحمتِ خاص خدا ہے ان پر
دین ودولت کو انھین سے ہے چمک	ابر رحمت ہین وہی زیر فلک
مادہ لطف وعطا کا ہین وہ	آسرا خلق خدا کا ہین وہ
قالب خاک ہے ہر چند بدن	بزم دل نور خدا سے روشن
آب خضر اُن کی ہے گفتار فصیح	لب اعجاز نما رشک مسیح
ہاتھ مین دامن مقصود مدام	بس ان اشعار سے آئینہ ہے نام

حرف سر ہر مصرع لینے سے (نواب محمد کلب علیخان بہادر دام اقبالہٗ) حاصل ہوتا ہے۔

سودا

تمہ جو بیان کیجئے انصاف کا اُسکے	جو خوبی ہو دُنیا مین لگے اُسکے نہ پاسنگ
الطاف وکرم کا جو شمار اُسکے کرون مین	جاری رہین امواج کو گنگر پہ لب گنگ
انصاف یہ اب عہد مین جسکے ہو کہ فریاد	لایا نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

دکھانہ مین یہ حوصلہ جز اُسکے بشر کا	وسعت بھی نہ پانیکی حضور اُسکے ہی کچھ تنگ
لعل اُسکے تئین بخشنے کنکر سے ہین کمتر	ہمت کا جہان بیچ بھلا کس کے ہی یہ ڈھنگ
بازو کا اُسے زور شہ ہند کا کہیے	ہیبت یہ جہان اُسکی ہر صاحب اورنگ
آمد کی خبر اُسکی جو ہووے طرف روم	دہشت سے لرزتی ہی رہے مملکت زنگ

سر ہر مصرع کے حروف کے جمع کرنے سے شجاع الدولہ کا نام حاصل ہوتا ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ سر ہر مصرع یا سر شعر پر ایسے حرف لائے جاتے ہین کہ معانی اُنکے علحدہ تو مقصود نہین ہوتے لیکن اُنکے عدد بحساب جمل جمع کرنے سے کوئی سنہ ہجری یا عیسوی یا فصلی یا سمت وغیرہ پیدا ہوتے ہین اور تاریخ بھی واقعہ کی ظاہر ہوتی ہی اور کبھی وہ حروف ایسے ہوتے ہین کہ اُنکے جمع کرنے سے کوئی فقرہ یا مصرع یا شعر با معنی حاصل ہوتا ہی اور اُس فقرہ یا مصرع یا شعر کے اعداد تاریخ کے واسطے مراد ہوتے ہین اسکو تاریخ بہ صنعت توشیح کہتے ہین پس یہ صنعت بھی اسی قبیل سے ہی اور اسکا حال ہم صنعت تاریخ مین بھی بیان کر چکے۔

کبھی نام یا عبارتین کسی نظم یا عبارت الفاظ کے بیچ کے حروف سے حاصل کرتے ہین یہ بھی داخل صنعت توشیح ہی مثال اسکی یہ عبارت ہے۔ **لمؤلفہ**

حمد و ثنا اُس خالق کون و مکان خدائے پاک کو شایان ہی جو تمام عالم کل مخلوقات کو بحکم کن عدم سے وجود مین لایا نعت و صفت اُس سرور جہان محمد مصطفےٰ کی زیبا ہے کہ جمیع بندگان خدا کو طریقۂ اسلام بتا کر اپنا تابع فرمان بنایا منقبت حضرات اہلبیت کرام نبوی کی واجب ہی جنھون نے رہ گم کردگان بادیہ ضلالت کو ہدایت کا چراغ دکھایا مدحت صحابۂ احباب کبار مصطفوی کی لازم ہی جنھون نے کشتی امت کو طوفان بلا و گرداب عذاب سے بچایا امابعد مؤلف اُس رسالہ کا یہ عبارت بطور مثال صنعت توشیح کے لکھکر درج کرتا ہے اور فصحائے عصر و بلغائے دہر سے داد اپنی محنت و غور کی چاہ کر عرض رسا ہے کہ اس ہیچ میرز ونادان کو ایک مدت سے نظم و نثر اُردو و فارسی کا کمال شوق ہے اور حسب استعداد و لیاقت خود تھوڑا بہت شعر گوئی اور عبارت آرائی کا بھی ذوق ہے بہت عرصے سے یہ فکر و خیال مین تھا کہ کوئی رسالہ فارسی خواہ اُردو فن شعر و سخن مین ترتیب دون اور مضامین جدید و بیچ تازہ و کہن متعلق عروض و قافیہ و صنائع و بدائع و معانی وغیرہ یکجا جمع کر دون الحمد للہ علی احسانہٖ شاہد معنی جلوہ گر ہوا یعنے یہ نسخہ نادر مرتب ہو کر ترتیب انجام و اختتام پہونچا

نجم الغنی خان	عبد الغنی خان	عبد العلی خان
ابن	اب	جد

اس عبارت سے نام مؤلف و جناب والد ماجد مرحوم اور حضرت جد امجد مغفور کا اس طرح سے نکلتا ہے کہ وسط کلام سے ایک ایک حرف جاے معین سے جو بعلامت خاص لکھے گئے ہین لیکر جمع کیا جاتا ہے ایسے ہی ایک عبارت سے دوسری عبارت پیدا ہو سکتی ہے۔

محمود شاہ خان بی اے ال ال بی ساکن رام پور نے ایک عبارت لکھی ہے جس مین اس صنعت کو ادا کیا ہے مگر اُس مین تکلف بہت کرنا پڑا ہے نمونے کے طور پر اُس سے کچھ بیان نقل کرتا ہون سیدھی طرف سے اُلٹی جانب پڑھو تو ایک نظم ہے اس وزن پر مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن جو تھوڑی دُور چل کر نثر ہو گئی ہے اسکے بعد پھر کچھ نظم ہے کچھ نثر ہے ان نظمون اور نثرون سے چار مثنویان مختلف اوزان اور مضامین کی نکالی گئی ہین جن کو اوپر سے نیچے کی طرف پڑھنا چاہیے نام اس کا جوے شیر ہے۔

یاد	فداکی دل کے کر بھیر شیخ ادھر	دہر	عمر کر اس طرح بسر جیسے۔	کسی	کا ہو سفر + دہر کی ہے ہو	اے
ہی	رسم جہان بجھا رہی ہے جشن	مین	دل کہین لگا اور کہین چشم تر + دست قضا	نے مجھکو	جب رہ رو زندگی کیا	مایۂ
لذت	فنا دل کیے ہے بنی سپڑ آگ لگائے شوق	کی کس نے	دل خراب مین پھونک دیا۔	کل	ہم کا ایک ہی آنچ مین جگر	عیش
پے	خاک ڈال کر بام فلک کی سیر آج ہو	افسوگری	اے دل ناصبور کر + باغ وفا مین دیکھ	آکر	کے نثار جان دل وعدۂ وصل نخش	جا
مان	یہ قول معتبر + شاخ نہال آرزو	خشک ہے	انتظار مین - باد سحر کو یہ -	خبر دی	کہین جاکے نامہ بر + عہد قلم	و
الست	بھول گیا ہر ایک مست جیفۂ دل	سارا	،، دار وہ بھی خطا کرے اگر جے	کہ	لئے - یہ - ا -	دائی
دل	بر ہے نیاز کی بھول کو خود گرو یا	چمن	مین توڑ کر + رس	مجنون	کی دیکھ کر وہم ہوے زلف مین آ	سیرآب
نشین	کو کچھ نہین سوجھ کر کا خط اریخت	سا	نے دل ربا دیکھ لیے ہزر	ارہا	لیکن اداؤ ناز مین کون.	ہے تجھ سے
خوب	تر مست کو قیس عسا	مری	کو عدم روان ہوا - وہ	ہے اسکا	ہی جہان مین -	زندہ
ہے فر	ش خاک پر + دیر سے	محفل	صنم مجمع غیر سے ہو گرم + گوشے مین دیکھ کون ہے	طرف کبھی	ہو نظر + رشتۂ زند	گانی
مان	بت جنگ جو گست جان جہان	خاک کی	ابر باد شہ گر + وہ جو لیا تھا کل تمنے	وہ دور فوق	ے - یاد کسان ہزار	گو دل آ[illegible]
الست	کی خبر +					

سیدھی طرف سے الٹی طرف پڑھنے مین یہ حاصل ہوتا ہے۔

یاد خدا کی دل سے کر پھیر نہ منھ ادھر ادھر	عمر کر اس طرح بسر جیسے کسی کا ہو سفر
دہر کی ہی ہوا یہی رسم جہان بھی ہے یہی	جشن مین دل کہین لگا اور کہین ہے چشم تر
دست قضا نے مجھکو جب رہ زندگی کیا	پایہ لذت فنا دل کے لیے بنی سپر
آگ لگا کے شوق کی کس نے دل خراب مین	پھونک یا کلیم کا ایک ہی آنچ مین جگر
عیش پہ خاک ڈال کر بام فلک کی سیر ہو	آج یہ افسون گری اے دل ناصبور کر
باغ وفا مین دیکھ آکر کے نثار جان و دل	وعدۂ وصل یہ نہ جا مان یہ قول معتبر
شاخ نہال آرزو خشک ہے انتظار مین	باد سحر کو یہ خبر دے کہین جا کے نامہ بر
عہد ظلم داست بھول گیا ہر ایک مست	حیف کہ دل سا راز دار وہ بھی خطا کرے اگر
دیکھیے یہ ادائی دلبر بے نیاز کی	پھول کو خود گرا دیا صحن چمن مین توڑ کر
رسم جنون کی دیکھکر ہم ہوے زلف مین اسیر	آب نشین کو کچھ نہین موجۂ بحر کا خطر
بخت رسا نے دلربا دیکھیے ہزار ہا	لیکن ادا و ناز مین کون ہے تجھ سے خوبتر
ست کمو قیس عامری سوے عدم روان ہوا	وہ ہے اس ہی جہان مین زندہ ہے فرش خاک پر
دیر سے محفل صنم مجمع غیر سے ہے گرم ؎	گوشے مین دیکھ کون ہے اسکی طرف بھی ہو نظر
رشتۂ زندگانیم آن بت جنگ جو گسست	جان حباب یا بہ خاک یا بر باد شد مگر
وہ جو لیا غافل سبق تمنے وفور شوق سے	یاد کہان ہزار گو ودن مین الست کی خبر

المعجم مین اس کا نام **موشح تجنیز** لکھا ہے کیونکہ ہر حیز سے اسکے ایک وزن نکلتا ہے لغت مین حیز جگہ اور مکان اور کنارے کے معنے مین ہے۔

پہلا حیز

یاد ہے لذت پیمان الست ؎	دل نشین خوب ہے فرمان الست
فاعلاتن فعلاتن فعلان ؎	فاعلاتن فعلاتن فعلان

دوسرا حیز

دہر مین کس نے یہ افسون گری ؎	خشک ہے سار انجمن سامری

مفتعلن مفتعلن فاعلن ؎

مفتعلن مفتعلن فاعلن ؎

	تیسرا چیز	
کہ مجنون آ رہا ہی اس طرف بھی ؛ مفاعیلن مفاعیلن فعولن ؛		کسی نے مجھکو کل آکر خبر دی ؛ مفاعیلن مفاعیلن فعولن ؛

	چوتھا چیز	
سیراب ہے بہ سے زندگانی ؛ مفعول مفاعلن فعولن ؛		اے مایۂ عیش جاودانی ؛ مفعول مفاعلن فعولن ؛

پہلے چیز سے تو صرف ایک شعر حاصل ہوتا ہی دوسرے اور تیسرے اور چوتھے چیز سے ایک ایک شعر پر کچھ الفاظ زیادہ حاصل ہوتے ہین جو آیندہ کے متعلق ہین۔

المعجم مین کہا ہی کہ جس کو پرندکی شکل پر لکھین وہ **موشح مطیر** ہی اور جس کو اشکال ہندسی مین سے کسی گرہ کی شکل پر بنائین وہ **موشح معقد** ہے۔

صاحب کتاب مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر اپنی کتاب کے مقالۂ ثانیہ مین صنعت توشیح کو یون لکھتے ہین کہ شعر دو بحرون اور دو قافیون مین ہو اگر پہلے قافیے تک پڑھین تو ایک وزن ہو اور دوسرے قافیہ تک پورا شعر پڑھین تو دوسرا وزن ہو جائے مگر صاحب دریائے لطافت وغیرہ نے ایسی قسم کا صنعت منقوص نام رکھا ہی اور صنعت متلون کے قبیل سے شمار کیا ہے

صنعت مشجر وہ یہ ہی کہ اشعار کو بطور ایک درخت کے لکھا جائے یعنی ایک شعر بجاے درخت کی فرض کرکے اُس سے بہت سی شاخین موقع مناسب مصرعون کی نکالی جائین اور ہر جگہ سے ملاکر پڑھنا ممکن ہو اور شعر بامعنے حاصل ہو تا جائے بعض نے صنعت مشجر کو بھی صنعت توشیح مین داخل کیا ہی مثال اسکی یہ مشجر منشی امجد حسین امجد بدایونی کا ہے۔

[illegible]

صنعت ترصیع - یہ صنعت اس طرح ہے کہ ایک مصرع موزون کرین اور اُس کے مقابل دوسرا مصرع اس طریق پر لاوین کہ پہلے مصرع کا پہلا لفظ دوسرے مصرع کے پہلے لفظ کا قافیہ ہو اور پہلے مصرع کا دوسرا لفظ دوسرے مصرع کے دوسرے لفظ کا قافیہ ہو اسی طرح پہلے مصرع کے اور الفاظ بھی ترتیب وار دوسرے مصرع کے الفاظ کا قافیہ ہون مثلاً۔

از تاریخ بدیع

وحید یگانہ ریاضت مین تھے | جنید زمانہ عبادت مین تھے

وحید کے مقابل دوسرے مصرع مین جنید ہے اور یگانہ کے مقابل زمانہ اور ریاضت کے مقابل عبادت ہے۔

منشی

اُدھر سے جہاندار کشورستان | ادھر سے سپہدار مازندران

تسلیم

ہمت نے مری تجھے اُڑایا | غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

یعقوب علیخان نصرت

عالم ہین یہ علیم ہین باخبر ہین یہ
راحم ہین یہ رحیم ہین یہ راہبر ہین یہ

حاکم ہین یہ حکیم ہین یہ دادگر ہین یہ
سالم ہین یہ سلیم ہین یہ باہنر ہین یہ

باصر ہین یہ بصیر ہین اہل وفا ہین یہ
قادر ہین یہ قدیر ہین اہل سخا ہین یہ

اور اگر الفاظ مین رعایت تجنیس کی بھی ہو یعنے مصرع ثانی مین بعینہ وہی الفاظ ہون جو پہلے مصرع مین ہون مگر معنے جُداگانہ ہون تو اسے **ترصیع مع التجنیس** کہتے ہین مثال اسکی یہ غزل کرم خان متخلص بکرم ساکن رامپور کی۔

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے بات
برسے کیون جائے ہی رہ رہ برسات

نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات
برسے کیون جائے ہی رہ رہ برسات

بُول میٹھا تو سُنا جائے نہ بات
آپ بس جائین نہ گھر ہو تارات
کہ کرم سے وہ بس آوے دے ہات

بُول میٹھا تو سُنا جائے نبات
آپ بس جائین نہ گھر ہو تاراات
تاراج ۱۲
کہ کرم سے وہ بساوے دیہات

صنعت متلون یہ ہے کہ ایک شعر کئی وزنون مین ہو مثال اس کی یہ بیت شیخ امداد علی بحر کی ہے ۔ ؎

دود دل پناسشرر افشان ہوا
ابر اُٹھا صاعقہ رخشان ہوا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اور دوسرا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن مؤلف کا یہ شعر بھی انھی دو بحرون مین ہے ۔ ؎

مجھ سے وہ جب سے جُدا گلفام ہے
چین ہے دل کو نہ کچھ آرام ہے

سید آغا علی حسان

داغ ہے شمع شب تار فراق
فرش ہے مجھکو سر خار فراق

جب نظر آتا ہون مین لوگون کو پھر
کہتے ہین مجھکو سبھی زار فراق

یہ اشعار تین وزنون مین ہین ایک فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا مفتعلن مفتعلن فاعلان تیسرا فاعلاتن فعلاتن فعلان ۔

طالب علیخان عیشی لکھنوی

کون پابند جنون فصل بہاران مین نہ تھا
اس برس ننگ جوانی تھا جو زندان مین نہ تھا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوسرا وزن یہ ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن اور انھین دونون وزنون مین ایک قصیدہ منشی مظفر علی اسیر کا ہے اُس کے دو شعر یہ ہین ۔ ؎

آبدار ایسی ہے تیغ اُس کی کہ ہنگام نبرد
عمر دشمن کا جو خالی ہو تو بھر دیتی ہے جام

بخت منعم ہو چمکنے مین ضیا مین ہے وہ مہر
عقل دانا ہے وہ تیزی مین بلندی مین بنام

انشا

نرگستان کی بھی تکٹ دیکھو بھین آئینے مین	باغ مت جاؤ کہ ہر امن و چمن آئینے مین

یہ تمام غزل دونون وزن مذکور مین ہے۔

ولہ

بیٹھے جہان مین غیر سب مجھکو بلاتے ہو عبث	دل کو کڑھا کر اور بھی جی کو جلاتے ہو عبث

اسکا ایک وزن یہ ہے مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دوبار دوسرا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار۔ نواب یوسف علی خان ناظم کی ایک غزل دو وزن پر ہے فاعلاتن فعلاتن فعلن اور فاعلاتن فاعلاتن فاعلن چنانچہ یہ شعر اُسی غزل کا ہے۔

تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو	روز مرجانے کی عادت ہے مجھے

اور مولوی محمد علی بخش شرر بدایونی کی ایک غزل چار بحر وزن مین ہے یہ شعر اُسکا بطور مثال کے یہان لکھا جاتا ہے۔

ضعف سے پانو پہ سر آتا ہے آہ	ہو گئے نالون سے ہم اپنے تباہ

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا وزن فاعلاتن فعلاتن فعلان تیسرا وزن فاعلاتن مفاعلن فعلان چوتھا وزن مفتعلن مفتعلن فاعلان۔ جلال نے ایک بڑا قصیدہ اس صنعت مین لکھا ہے یہ شعر اسی کا ہے۔

طرفہ موسم ہے مہکتے ہین گل نقش و نگار
نخل تصویر دن مین مانند شجر لائے ہین بار

کرم رام پوری نے اس صنعت مین کئی قسم کے تصرفات کیے ہین۔

(۱) پوری غزل اس بحر مین ہے فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبار اور صرف اول مصرع اپڑھین تو یہ وزن ہے مفعول مفاعلن فعولن دوبار دوسرا مصرع پڑھین تو یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن دوبار۔

یہ زیست کے دن ہین بسکہ اندک سو وصل کی دل کو اب ہے چیٹک
ہر رب کہہ تم اڑیان تک + یہ مردہ جان پائے گا یکایک
جو سینے سے تم ملاؤ سینہ + دل آتش غم سے پائے ٹھنڈک
ملا دو لب میرے لب سے پیارے + نہ پایا ایک بوسہ مین نے اب تک

سرگشتہ نیم جان ہمین ہین، اک آفت تازہ ہے وہ چشمک،
ہوے ہین پار ایسے تیر مژگان + کہ سینہ اور دل ہے سب مشبک
وہ خلوتین جلوتین وہ جلسہ + وہ صحبتین پھر بھی ہون مبارک
عدوے جان پھرتے ہین ہزارون + کہو مین کس طرح جاؤن وان تک
وہ شعبدہ لاؤن اب کرم مین + جو تک رہین منھ بزرگ وکوچک
مین توڑدن شعر اپنی شکل کوئی + بناؤن ایک ایک کے پندرہ تک
شاعر نے اس کا نام قطب الفرقدین رکھا ہے -
(۲) پوری غزل اس وزن پر ہی فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبار حرف پچھلے مصرع پڑھین تو یہ وزن نکلے مفعول مفاعلن فعولن دوبار جو ایک غزل پوری ہوجائیگی اور تمام غزل بھی اس آخری وزن مین پڑھی جاتی ہی
یہ عاشق زار نیم جان ہے + اور آنکھون سے سیل خون روان ہے
اب اُسکی ہی یاد ہر زمان ہے + وہ دلبر خوش ادا کہان ہے
وہ اُلفت و پیار سب بھلایا + اک آن ہی مین ہمین اُڑایا
دل آپنے جس سے جا لگایا + اب آمد و شد اُسی کی یان ہے
یہ دل شب و روز ہے خفا سا + اب آیئے تھجئے دلاسا
یہ سوختہ دل شرار آسا + اِک آن کے آن میہمان ہے
وہ موے سر اور جبین یہ افشان + یہ رات مین تارے ہین نمایان
مین آپ کی آن پر ہون قربان یہ دیدہ تر گہر فشان ہے
رکھو اُس بت بادہ کش سے صحبت + کر اب لب نہر مے رغبت
جو دم ہے کرم سو ہے غنیمت + یہ زندگی اک حباب سان ہے
(۳) پوری بیت اس وزن پر ہے فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبارا ور ہر ہر مصرع علیحدہ علیحدہ بھی ایک بیت ہی مفعول مفاعلن فعولن۔
یہ شیفتہ کشتۂ ادا ہے + بس اب حق دوستی ادا ہے
وہ کشتے کو دیکھ کر اپنے بولا + اک آن مین قصہ مٹ گیا ہے
مین صدقے ہون اس پری سے منھ پڑ دل ایک ہی جلوے مین لیا ہی
یہ قامت دلکش اور یہ گیسو + اک آفت تازہ اور بلا ہے

دل آنکھوں ہی آنکھوں مین چُرا کر + یہ غمزہ بھی کیا الگ ہوا ہے
وہ زُلف ہی کشمکش مین دیکھو + یہ شانہ تو دانت پیستا ہے
ہر اک مژہ ہے موکی پیاسی + کن آفتون سے یہ دل بھرا ہے
یہ سورچل اب جو خط نے باندھا + مین سوچ ہون کیا مری خطا ہے
یہ آئینہ بنی اور رہی ہے + کچھ اُسکو تو ہم سے عکس سا ہے
وہ آئینے مین دیکھتا ہی ہے مُنھ + یہ ہم سے تو اے کرم حیا ہے

صنعت محذوف صاحب دریاے لطافت نے لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی صنعت متلون کے قبیل سے ہی محذوف اُس شعر کو کہتے ہین کہ اگر سر ہر مصرع سے کوئی لفظ دُور کر دیا جائے تو موزونیت مین فرق نہ آئے اور وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے۔

دریاے لطافت

مجھکو رسوا نہ کر اے آفت جان بہر خدا	بندہ تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا
اس مین کیا فائدہ گر مجھکو کیا تو نے قتل	کچھ بھی انصاف کر اے سرو روان بہر خدا

بعد حذف لفظ مجھکو اور بندہ اور اس مین اور کچھ بھی چارون مصرعون سے وزن رباعی کا باقی رہتا ہے۔ **رباعی**۔

رسوا نہ کر اے آفت جان بہر خدا	تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا
کیا فائدہ گر مجھکو کیا تو نے قتل	انصاف کر اے سرو روان بہر خدا

صنعت منقوص دریاے لطافت مین لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی متلون کے قبیل سے ہے اور منقوص مراد اُس شعر سے ہی کہ اگر لفظ آخر ہر مصرع کا دُور کر دیا جائے تو وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے یہ رباعی دریاے لطافت کی۔

بیرحم جلا نہ جی کو میرے چُپ رہ	معلوم ہین مجھکو مکر تیرے چُپ رہ
کس واسطے اسقدر ہے تو بے بس بس	تو آوے گا ہاے میرے ڈیرے چُپ رہ

لفظ بس بس مصرع ثالث اور لفظ چُپ رہ مصرعہ اول و ثانی و رابع کے آخر سے دُور کر دے اس وزن ہو جائیگی۔ مفعول مفاعلن فعولن جیسا کہ۔

بیرحم جلا نہ جی کو میرے	معلوم ہین مجھکو مکر تیرے
کس واسطے اسقدر ہے تو بے	تو آوے گا ہاے میرے ڈیرے

اور اسی قبیل سے یہ رباعی آغا محمد احسن عرف نادر مرزا المخاطب بہ نور الدولہ متخلص بہ صفائی -

رباعی

اے حسرت وصل یار بس کر بس کر	وے صدمۂ انتظار بس کر بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو جائے	بس اے دل بیقرار بس کر بس کر

نظم

اے حسرت وصل یار بس کر	اوے صدمۂ انتظار بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو	بس اے دل بیقرار بس کر

بر وزن مفعول مفاعلن فعولن - صاحب مثل السایر نے اس قسم کا نام توشیح لکھا ہے -

صنعت تشریع اسے کہتے ہین کہ بیت کا ہر مصرع ذو قافیے رکھتا ہو جن مین سے اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے تو معنی کی صحت درست ہو اسکو توشیح اور **ذو القافیتین** بھی کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ توشیح مین یہ ضرور نہین کہ اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے تو شعر کا وزن بھی باقی رہے ہان اگر بیت ایسی ہو کہ اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے اور وزن مستقیم ہو اور معنی صحیح ہون تو جائز ہے اور یہی منقوص کی صورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ توشیح عام ہے اور منقوص خاص ہے اس لیے کہ توشیح کے واسطے یہ ضرور نہین کہ پہلے قافیون پر توقف کرنے سے شعر باوزن بھی رہ جائے بلکہ معنے کا صحیح ہونا چاہیے باقی ماندہ الفاظ موزون ہون یا غیر موزون علامۂ تفتازانی اپنی شرح مین کہتے ہین کہ ایسا ہونا شعر ذو القافیتین کی خوبی مین داخل ہے کہ آخر کے قافیون کے گرا دینے کے بعد باقی الفاظ جو رہین وہ کسی وزن پر ہون اور معنی دار ہون -

ذو القافیتین کی تعریف شعرائے عجم نے جو مقرر کی ہے وہ آگے معلوم ہو گی -

صنعت ذو القافیتین اور ذو القوافی - اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین دو یا زیادہ قافیے لائین -

(مثال دو قافیون کی)

نیاز علیہ الرحمۃ بریلوی کی یہ غزل ساری اسی صنعت مین ہے -

جب بردہ دل حضرت عشق آن پکارے	جاتی رہی عقل اور ہوئے اوسان کنارے
گر حسن مین ہمسر نہین تمھارے مہ و خورشید	دن رات یہ کیون ہوتے ہین قربان تمھارے

جو سلسلۂ زلف کے ہین دست گرفتہ	پھرتے ہین سراسیمہ پریشان بچارے
کل دورۂ مجنون تھا نیا آج ہین اپنے	نوبت کے بجے ہر سر دوران نقارے

اسی صنعت مین ہی یہ غزل انشا کی۔

ہنسے ساقی کے کہین ہونٹ جو ٹک چوس لیے	خوش ہو سب اہل خرابات کے پابوس کیے
دل صد چاک کو فریاد سے وہ منع کرے	اے برہمن جو وہان دلب ناقوس سیے

خوشتر

سکندر طالع وجمشید اقبال		ہمایون صورت وخورشید تمثال
ندے گا تو یہان گر داد میری	ولہ	کرون گی حشر مین فریاد تیری

نصرت

بندے ہین کہین حیدر وا حمدؐ ایسے	رتبے دیے اللہ نے بیحد کیسے
یون احمدؐ وحیدرؑ ہین بہم اے نصرت	اللہ مین ہے لام مشدد جیسے

(مثال تین قافیون کی)

جرأت

جب مین نے کہا او بت خود کام ترے آ	تب کہنے لگا چل ہے او بدنام پرے جا
ہو صبح سے عاشق کا ترے حال بہت تنگ	معلوم یہ ہوتا ہے کہ تا شام مرے گا
جب مین نے کہا ایک تو بوسہ تو مجھے دے	بولا وہ زبان اپنی کو تو تھام ارے ہا
گرویدہ و دل فرش کرون راہ مین جرأت	ممکن ہی نہین جو وہ دلارام دھرے پا

ان اشعار مین تین تین قافیون کا ہونا ظاہر ہے۔

صنعت ذوقافیتین مع الحاجب۔ اُسے کہتے ہین کہ دو قافیون کے درمیان ردیف لائین حاجب نام اُس ردیف کا ہے جو اُن دو قافیون کے بیچ مین آتی ہی جس شعر مین حاجب ہو اُسے محجوب کہتے ہین یہ صنعت اشعار فارسی اور ریختہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی عربی مین نہین پائی جاتی

مثال۔

آنکھین آنکھون سے خون ہو کے بہا	میر	آنکھین دل مین جنون ہو کے رہا

پہلے مصرع مین خون اور بہا قافیہ ہی اور دوسرے مصرع مین جنون اور رہا قافیہ ہی اور دونون مصرعون مین ہو کے ردیف حاجب ہے۔

انیس

مضمون صفات قد کا قیامت سے لڑ گیا	قامت کے آگے سرو خجالت سے گڑ گیا

پہلے مصرع مین قیامت اور لڑ گیا دو قافیے ہین اور دوسرے مصرع مین خجالت اور گڑ گیا دو قافیے ہین اور دونون جگہ سے ردیف حاجب ہے۔

دبیر

خون مین ڈوبے ہوے شہ جو ابھی آئے ہین	تیرے بیٹے ہی کا لاشہ تو ابھی لائے ہین

پہلے مصرع مین جو اور آئے ہین قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین تو اور لائے ہین قافیہ ہین اور دونون جگہ ابھی ردیف حاجب ہے۔

راحت

کہا ہمدم ترا کوئی کہین ہے	کہا اب غم سوا کوئی نہین ہے

پہلے مصرع مین ترا اور کہین ہے قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین سوا اور نہین ہے قافیہ ہین اور لفظ کوئی دونون جگہ ردیف حاجب ہے۔

ترانۂ شوق

رنگین سخنی مین لعل احمر ہو	شیرین دہنی مین حوض کوثر ہو

مین ردیف حاجب ہے اور پہلے مصرع مین سخنی اور لعل احمر قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین دہنی اور حوض کوثر قافیہ ہین۔

حالی

جو نکلے جہاز اُن کا بچ کر بھنور سے	تو تم ڈالدو ناؤ اندر بھنور کے

بھنور ردیف حاجب ہی اور پہلے مصرع مین بچ کر اور سے اور دوسرے مصرع مین اندر اور کے قافیہ ہین

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا	گھس گئی اُنکے کان مین زردآ

پہلے مصرع مین پان اور زردا قافیہ ہے اور دوسرے مصرع مین کان اور زردآ قافیہ ہے اور دونون مصرعون مین لفظ مین ردیف حاجب ہے۔

صنعت لزوم مالا یلزم اور اسکو التزام اور تضمین اور تشدید اور اعنات بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح ہی کہ شاعر ایک امر یا چند اُمور کا جو ضروری نہو دن غزل یا قصیدہ وغیرہ کے ہر شعر مین

التزام کرے جیساکہ سودانے ایک قصیدہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی منقبت مین لکھا ہی اور چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔ ؎

یار گر کلبۂ احزان مین نہووے تو ہمین — خلوت و شمع و دل و داغ الم چارون ایک

آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوے ہین تیرے — غمزۂ و ناز و ادا عشوہ صنم چارون ایک

کردیا جل مین کرشمے نے تری آنکھون کے — مسجد و میکدۂ و دیر و حرم چارون ایک

جسکے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین — مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

اور ایک قصیدے مین دو لفظ رنگ اور ڈھنگ کا ردیف مین لانا لازم پکڑا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

مین نے در سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ — تھا ورنہ اس رقم مین کب اس رنگ تنگ ڈھنگ

کس کو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری — قطرہ نیا وے پیش لب گنگ رنگ ڈھنگ

اور اس غزل کے قافیہ مین ایک امر کا التزام کیا ہی۔ ؎

خون کے مجھ بے گنہ کو بس نہین تیغ نگاہ — باندھ آیا ہی یہ کس کے قتل کو ہتھیار یار

باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کے واسطے — گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار

مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر اجل — اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ بیمار مار

فطرت نے اس غزل مین چشم کے ذکر کا التزام کیا ہی۔ ؎

چشم یہ رکھتی ہی میری چشم تیری چشم سے — کشتۂ چشم آئے جب یہ چشم بھر وہ دیکھ لے

سیر چشمی کس طرح ہو چشم کے دیکھے بغیر — چشم کو عاشق کے ہین وہ چشم چشمے فیض کے

اندرمن نے اصول دین احمد مین ایک نظم لکھی ہی جسکے ہر شعر مین لفظ خاک کا التزام ہی یہ دو شعر اُسکے ہین۔ ؎

جو ہووے خاک بیز کوے دلدار — اُسے ہے خاک سے ہر دم سروکار

جیسے زر خاک سے حاصل ہوا ہے — ملے خاک اُسکے حق مین کیمیا ہے

مؤلف کے اشعار ذیل مین چار چیزون کے ذکر کا التزام ہے ساری غزل اسی صنعت مین ہے ؎

بس عشق مین اُسکے دلا تو نے مجھے رسوا کیا — مجنون کیا وحشی کیا واله کیا شیدا کیا

زلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے — ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا

جرأت نے بھی اس غزل کی ردیف مین رنگ ڈھنگ کا التزام کیا ہی۔

ہر خوبی مجھ سے کرتا ہے ہر دم تری طرح — سیکھا ہی تجھ سے دل بھی مرا جنگ تنگ ڈھنگ

جو رنگ و معنی شعر مین جرأت کے ہی سو یہ ——— پا وے نہ کوئی سیکڑون فرسنگ تک ڈھنگ

انشاء اللہ خان نے اپنے ایک قصیدے کی ردیف مین چار لفظون کے ذکر کا التزام کیا ہی ؎

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک ——— عشق نے کر دیے عیان آتش و باد و آب و خاک
تن مین ہمارے جلوہ گر جب نہ تھے تب ادھر ادھر ——— پھرتے تھے مثل یکسان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

چشم و ادا و غمزہ شوخی و ناز پانچون ہا ——— دشمن ہین میرے جی کے بندہ نواز پانچون

تمام غزل مین پانچ چیز کا ذکر ہے۔

سج دھج نگہ اکڑ چھب حسن و ادا و شوخی ——— ولہ ——— نام خدا ہین تجھ مین اے نوجوان آٹھون

اس غزل مین آٹھ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی۔ اور یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہی۔

ولہ

چھبن اکڑ چھب نگاہ سج دھج جمال طرز خرام آٹھون ——— نہو وین اُس بت کے کیجا ری تو کسون ہو میلے کا نام آٹھون

حسرت نے اس قصیدے مین سات چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی۔

ہو وین کب پانچون حواس اور دل و جان ساتون ایک ——— ہر تجھے دیکھ کے ہوتے ہین میان ساتون ایک
قبر پوشی کو مری سبزہ و گل اور مخمل ——— گزی و اطلس و کمخاب و کتان ساتون ایک
مدح مین طوطی کے تیرے غزل و صوت و صدا ——— نغمہ و نالہ و آہنگ و فغان ساتون ایک
خم و مے جام و سبو شیشہ صراحی ساقی ——— تجھکو سجدہ کرین اے پیر مغان ساتون ایک

اسی قبیل سے ہی حسرت کا یہ قصیدہ۔

دو شے کا لطف نہایت دو شے نہیت لطف ——— طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
دو چیز آکے نہ جاوے دو چیز جاکے نہ آئے ——— بلائے فرقت و پیری جوانی اور بہار
دو نور ظلمت و دو ظلمت اس جہان مین نور ——— وہ روز محشر و ہجران یہ زلف و شام جرار
دو غم خوشی دو خوشی غم ہی رند عاشق کو ——— وہ غم غم دل و دین یہ خوشی نیش تبار

آغا علیخان مہر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی اور مطلع کے دونون مصرعون مین بھی رعایت ہے۔ ؎

تیرے لب مین سرخ ایسے جن اُترجاتا ہی رنگ ——— لعل و مرجان و عقیق و لالہ و عناب کا
میری چشم اشک افشان نے مٹایا نام تک ——— نہر کا چشمے کا یم کا حوض کا تالاب کا

پیش طاق ابروے قاتل خم وچم کچھ نہیں
توس شمشیر وہلال وخنجر ومحراب کا

ظفر نے اس غزل مین ردیف متفق اللفظ ومختلف المعنی لانے کا التزام کیا ہے۔

لخت دل شاخ مژہ سے گئے اس صورت جھڑ
موسم سردی مین گئے نخل کے ہون جیون پت جھڑ

ہمدم نالہ وفریاد سے ہان عاشق کی
درجانان پہ سدا سے ہے رہی نوبت جھڑ

طوق وزنجیر کو توڑا نہ یہ پر ٹوٹی وہ
قفل زندان کی ہے دیوانون کو ای آفت جھڑ

خانۂ دل مین مرے آن کے نور ہوے اگر
تو مکان جائے ابھی یہ بت مہ طلعت جھڑ

ابر مژگان کے برسنے کا وہی عالم ہے
یعنی برسات مین کہتی ہے جسے خلقت جھڑ

پیچھا مجنون کا کوئی چھوڑتی ہے تو لٹد
جب تلک گرد نجاوے گی تری وحشت جھڑ

مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اُس نے
کہ گیا صدمے سے تعویذ سر تربت جھڑ

اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

ولہ

ہمیشہ کنج تنہائی مین یہ مونس سمجھتے ہین
الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرمان کو

جگہ کن کن کو دون دل مین ترے ہاتون سے اے قاتل
کٹاری کو چھری کو بانک کو خنجر کو پیکان کو

نہین قلقل دعا دیتا ہے شیشہ دم بدم ساقی
سُبو کو خم کو مے کو میکدہ کو مے پرستان کو

اور حسرت نے اس غزل مین چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

پھرتا ہون تجھ بغیر مین ہو کے دوانہ سو بسو
شہر بہ شہر دہ بدہ خانہ بہ خانہ کو بہ کو

وائے نصیب ایک شب بس ہے گنہ آہ ہم
دست بدست لب بہ لب سینہ بہ سینہ رو برو

روئے ہین ہم جو نوحہ کر پہونچے ہین اشک چشم تر
بحر بہ بحر یم بہ یم دجلہ بہ دجلہ جو بہ جو

یہ غرض لالہ بلاقی رام فائق کی بھی اسی صنعت لزوم مین ہے۔

ترے عارض سے ہین شرمندہ اے نیرین فن پانچون
گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون

نہ رکھو فائق قدم کوے محبت مین کہ رہزن ہین
لب و دندان و خال و خط و زلف پرشکن پانچون

نظیر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین چھ چیزون کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

اب دیکھین پھر ہم اے ہمدم کس روز نصیب اسکا دیکھین ہے
وہ زلف وہ تل وہ خال وہ خندہ رنگ وہ نقشا دیکھینگے

جب پاس صنم کے بیٹھینگے خوش ہو تو اُسکے لطف سے ہم
وہ بزم وہ خط وہ عیش وہ مے وہ جام وہ مینا دیکھینگے

اسی قبیل سے ہے نظیر کی اس غزل کا قافیہ۔

دیکھی جو اُس محبوب کی ہمنے جھلک سیکل کی کل | پائی ہر اک تعویذ مین اپنے دل بیکل کی کل
جب نازمین ہنسکر کہا اُسنے ارے چل کیا ہو تو | کیا کیا پسند آئی ہمین اُس نازنین چنچل کی چل
ہے وہ کف پا نرم تر اُسکی کہ وقت ہمسری | ڈالے کف پاے الم نرمی مین مخمل کی مل

شہیدی کی غزل مین لفظ دو کا ہر جگہ ذکر ہے ۔ ؎

سو نہ دو دم تم دو ہی دو بوسے دے اس شب کے دم | قول ہی مشہور بن مطلب کے سو مطلب کے دو

ترانۂ شوق کے ان اشعار مین چار چیز کے ذکر کا التزام ہے ۔ ؎

منظور نظر جو چار تھے یار نبی | کاشانۂ دین کے تھے ستون چار
بحر رفعت کے چار تھے دُر | جسم ایمان کے چار عنصر
افلاک رضا کے چار اختر | دیوان قضا کے چار دفتر

حالی

فلاکت جسے کہیے اُم الجرایم | نہین رہتے ایمان پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انسان کو جو بہایم | مصلی مین دل جمع جس سے نہ صائم

ان اشعار مین حرف دخیل کی موافقت کا التزام ہے ۔
حکیم ضامن علی جلال نے اس رباعی کے سرحرف مین ثاے مثلثہ لانے کا التزام کیا ہی

ثعبانِ کلیم گیسوے دلبر ہے | ثانیِ مسیحا لب جان پرور ہے
ثابت ہے کہ رخسار مین ماہ تابان | ثاقب ہے جو خال یار کا اختر ہے

اور اس رباعی مین ہر مصرع کے اول مین جیم فارسی کے لانے کا التزام کیا ہی۔

چال اُسکی ہے فتنہ زا شرارت آفت | چتون ہے ستم چشم عنایت آفت
چالاکی و چابکی و شوخی و ادا | چارون یہ بلا قہر قیامت آفت

انگریزی کی صنعت ایلی ٹریشن اس سے بھی فائق ہے جس مین یہ لازم قرار دیا جاتا ہے کہ فقرے کے تمام الفاظ ایک ہی حرف سے شروع ہون ۔
مثلاً سردار سیام سنگھ ۔ سکریٹری سنگھ سبھا لاہور ۔ ایک صاحب نے آکر مولوی غلام رسول مہر سے کہا ۔ مولانا ۔ مہر ۔ مقبول ۔ محمود ۔ ممبر ۔ منتخب ہو گئے ۔
سید انشاء اللہ خان نے ایک داستان نثر مین جسکی مقدار ۵ صفحہ کی ہوگی لکھی ہی اُس مین یہ التزام کیا ہی کہ ایک لفظ بھی عربی فارسی کا نہین آنے دیا جائے باوجود اُسکے اردو کے رتبے سے

کلام نہین مگر تھوڑی سی عبارت نمونے کے طور پر لکھتا ہون۔

"اب یہان سے کہنے والا یون کہتا ہے ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان چڑھی کوئی کہانی ایسی کہیے جس مین ہندی چھٹ اور کسی بولی کی پٹ نہ ملے باہر کی بولی اور گنواری کچھ اسکے بیچ مین نہو تب میرا جی پھول کر کلی کے روپ کھلے اپنے ملنے والون مین سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے پرانے دھرانے ڈھاگ بڑے ڈھاگ یہ کھڑاگ لائے سر ہلا کر منھ تھوتھا کر ناک بھون چڑھا کر گلا پھلا کر لال لال آنکھین پھرا کر کہنے لگے یہ بات ہوتی دکھائی نہین دیتی ہندوی پن بھی نکلے اور بھاکا پن بھی ٹھس جائے جیسے بھلے مانس اچھون سے اچھے لوگ آپس مین بولتے چالتے ہین جون کا تون وہی سب ڈول رہے اور چھانو کسی کی نہ پڑے یہ نہین ہونیکا مین نے انکی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹھوکا کھا کر جھنجھلا کر کہا مین کچھ ایسا بڑبولا نہین جو رائی کو پربت کر دکھاؤن اور جھوٹ سچ بولکر انگلیان نچاؤن اور بے سری بے ٹھکانے کی الجھی سلجھی تانین لیے جاؤن مجھسے نہو سکتا تو بھلا منھ سے کیون نکالتا جس ڈھب سے ہوتا اس بکھیڑے کو ٹالتا اب اس کہانی کا کہنے والا یہان آپکو جتاتا ہے اور جیسا کچھ اسے لوگ پکارتے ہین کہ سناتا ہے اپنا ہاتھ منھ پر پھیر کر مونچھون کو تاؤ دیتا ہون اور آپکو جتاتا ہون جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ اور راؤ چاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤن آپکے دھیان کا گھوڑا جو بجلی سے بھی بہت چنچل اچپلاہٹ مین ہے دیکھتے ہی ہرن کے روپ اپنی چوکڑی بھول جائے۔"

گھوڑے پہ اپنے چڑھکے آتا ہون مین	بیچ لکا	کرتب جو جو ہین سب دکھاتا ہون مین	
اُس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی		کہتا جو کچھ ہون کر دکھاتا ہون مین	

اسی قبیل سے ہین وہ صنعتین جن مین ترک نقاط یا کسی حرف کے ترک یا وصل و قطع حروف وغیرہ کا التزام کرتے ہین چنانچہ انکو ہم یہان ذکر کرتے ہین۔

صنعت حذف اسکو **قطع الحروف** بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مین کسی حرف کے نہ لانے کا التزام کیا جائے پس اگر عبارت مین الف نہو گا تو قطع الالف کہین گے اور جو بے نہو گی تو قطع البا کہینگے اور یہ صنعت قطع الالف سب سے زیادہ مشکل ہے جیسے۔

انور

عشق ہے قفل دل تنگ چمن		عشق ہے بوے گل و رنگ چمن	

ناسخ

کی مین نے جو غم سے سینہ کوبی		نوبت یہ صبح کی بجی ہے	
صحبتین جب تھین تو یہ فن شریف	میر	کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف	

انیس

منظور ہی پھر دیکھ لین ہم شہر کی صورت
پھیر لیگئی ہی گھر مین عزیزون کی محبت

ترک نون کی صنعت مین ایک عبارت نثر مرزا قتیل کی جو خالی از لطف و مذاق نہین ہی ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہی دل شر جسکا جی چاہے ہمارے پاس آوے گھر ہی اُسکا اور کوئی آتا آتا یکبارگی رُک جائے تو ہمکو کیا غرض اگر چاہے کہ ہسایے لیاقت بھی کبھی کبھی آیا کرے تو یہ بات بہت مشکل ہی اسواسطے کہ یہ عاصی پرا زمعاصی ایسا عہد کرکر بیٹھا ہی کہ اس گوشے کے بیچ اس طرح جما رہے کہ اگر ہزار بار دورۂ کامل فلک ہشتم کا جسکو خلق خدا کی کرسی کہتی ہی سر پر سے گذر جائے تو بھی اس جگہ سے اُٹھکر جو بہت جاوے تو اس دوسرے حجرے تک جاوے سو بھی دیکھا چاہیے یہ بھی اسوقت کا ایک زٹل قافیہ ہی۔

صنعت عاطلہ اسکو مہملہ اور غیر منقوطہ بھی کہتے ہین یعنی ایسی عبارت یا نظم لکھین جس مین حروف منقوطہ نہون صرف حروف مہملہ ہون مرزا سلامت علی دبیر نے ایک مرثیہ تین سو شعر کا اس صنعت مین لکھا ہی یہ اُسکے اشعار ہین۔ ؎

ہم طالع ہما مراد ہم رسا ہوا
طاؤس کلک مدح اڑا اور ہما ہوا

ولہ

اول سرور دل کو ہو اس دم وہ کام کر
ہر اہل دل ہو محو وہ مدح امام کر
حاصل صلہ کلام کا دار السلام کر
کر اس محل کو طور وہ اس دم کلام کر
کہہ آہ آہ سرور والا گہر کا حال
حال وداع اہل حرم اور سحر کا حال

اور یہ بند دوسرے مرثیے کا ہے۔

ولہ

ہمدم دم حسام کا اعدا کا دم ہوا
درد و الم سوا ہوا آرام کم ہوا
صمصام سکہ اور سرا اعدا درم ہوا
وہ سر اگر درم ہوا مال عدم ہوا
مداح گھر کا سرور والا گہر ہوا
اور رہبر وعدہ دم وہ گروہ عمر ہوا

انیس

اس طرح کا والا ہمم اس طرح کا سردار
اس طرح کا عالم کا محمد اور مددگار
وہ مصدر الہام احد محرم اسرار
وہ اصل اصول کرم داور دادار

حاصل اگر اک مرد دل آگاہ کو مارا — مارا اگر اس کو اسد اللہ کو مارا

انشانے ایک دیوان تمام اس صنعت مین لکھا ہی یہ بیت ابتدا ے دیوان کی ہے۔ ؎

اور کس کا آسرا ہو سر گروہ اس راہ کا — آسرا اللہ اور آل رسول اللہ کا

ولہ

سلسلہ گر کلام کا وا ہو + — سامع درد دل کو سودا ہو +
دل کو سو سو طرح سرور ہو آہ + — وہ دلارام گر ہمارا ہو +
گر موحد و عا کہ انشا کا — کار رہرو دوسرا آسا ہو

ولہ

ہو عطر سہاگ لگا کر مسرور — آرام محل رکھا اسم دل کا او حور
وہ طور دکھا کہ ہم کو کل ہو معلوم — موسے کا عالم اور وہ لمعہ طور

اور ان کی ایک مثنوی اس صنعت مین ہی اور ایک قصیدۂ منقبت بھی صنعت عاطلہ مین ہی اور
سکا نام طور الکلام ہے یہ شعر اسی کا ہے ؎

وہ مرد معرکہ آرا، ذور کوہ احد — دلاور رہ عالم محرک اعلام

صنعت منقوطہ یعنی نظم و نثر مین تمام حروف ایسے لائے جاوین کہ سب نقطہ دار ہون اور
یہ فارسی و عربی مین بہت مشکل ہی اور اردو مین زیادہ دشوار ہی اس صنعت مین جتنی بھی تکلف کے ساتھ
پیدا ہوتے ہین مثال اسکی یہ فقرہ مولوی غلام امام شہید کا۔

فقرہ شفیقی شیخ فیض بخش جتی نے جتنے تخت زیب بخشی جی نے بنے بنے تخت چُن چُن بیچے جب تین
تخت بچے تب نہ بیچے ایسے ہی یہ فقرہ سروش سخن کا بطور خلاصہ کے۔

فقرہ دکھا کہ ایک شیخ جی چُپ تخت نشین۔ نے جق جق نے بق بق۔ جنت بن بجین جبین غضب
نقش جبین فیض بخش غیب بین۔ شب خیز ذی فن اے آخرہ۔

نظم کی مثال یہ شعر نظام ساکن جاورہ کے قصیدۂ اردو کا۔ ؎

جیش مین تخت نشین زیب تخشش ذی فیض — بغضب تیغ زن چین جبین زیبا

نصرت

[illegible] — بنی بچی بجبین جبین نے ذقن بنے
[illegible] — بنے بچے نہ جبین بچی نے ختن نہ بچے

نے پیش تیغ تخت شفی نے شقی نبچے	ثبت شقی بخت شقی نے شقی بچے

از کتاب حیات دبیر جلد اول سے

تیزی تپ تیغ نے بخشی نئی خفت چینی ختنی چین جبین تپشت بجنت	بے چین شقی بخت تپی جنبش سنیت نے جی بچے نے تن نبچے نے زین زینت
نے چین جبین نے ذقن زشت بنیبنی نے نبض بجنبش نہ تن زشت بنیبنی	

میر انشاء اللہ خان کے اس شعر کا ایک مصرع صنعت مہملہ مین ہی اور ایک صنعت منقوطہ مین سے

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو	جنبش چین جبین بت چین نے بیچین

صنعت رقطا یہ ہے کہ عبارت یا مصرع یا بیت یا پوری غزل مین ایک حرف بے نقطہ اور ایک حرف نقطہ دار علے الترتیب واقع ہو مثال اس کی نثر مین یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔
رقعہ حضرت میرے ابھی سنا ہی کہ تم فوج کے مقابل چلے سب کے سب آپ کی وضع پر بہت ہنسے کہ ٹلے رنگے خوب کیا شاباش کیا بات ہی خلق سب آپ کی قائل ہی۔ مثال نظم کی یہ قول نصرت کا۔ سے

کیا غروب شرق و چرخ ہی کیا فرش زمن ہی کیا بس بس یہ برق وش ہی دیا جان ستان دیا یہ برق کی ہی مثل بہت آب تاب ہے	دشمن کی ہی اجل یہ پری دیو ری نقا صنعت ہی حق کی آب ہی کیا شان کبریا کیا قرب کیا بعید یہ پرش عذاب ہے

صنعت خیفا یہ ہی کہ علے الترتیب ایک کلمے کے کل حروف مہملہ یعنی غیر منقوط اور ایک کلمے کے سب حروف نقطہ دار ہون مثال نثر کی یہ رقعہ شہید کا۔
رقعہ شفیق والا بخت معلی تخت سلمہ۔ شیخ محمد بخش سوداگر جتنے مال بیچین گل چیزین لوٹیں لکھدو جب دام بٹے مال تب لو۔ مثال نظم کی یہ شعر مولوی صہبائی کا۔

شب کو جشن سرور تخت ہا	کار فیض مدار بخت رہا

انشا کے اس شعر کا مصرع اول صنعت رقطا مین ہی اور مصرع ثانی صنعت خیفا مین۔

شہ بلند نسب ب تجھے سبھی دلوے	جبین لامع زینت حصول جشن مرام

صنعت فوقانیہ اسکو فوق النقاط بھی کہتے ہین یہ اسطرح ہی کہ عبارت مین یا نظم مین اس امر کا التزام کیا جائے کہ کوئی حرف ایسا نہ آئے جسکے نیچے نقطہ ہو بلکہ جسقدر حروف نقطہ دار ہون سب کے اوپر نقطے ہون مثال عبارت کی یہ رقعہ مؤلف کا جو ایک دوست کو لکھا تھا۔

رقعہ مخدوم من سلامت ۔ نوازش نامہ صادر ہوا حال معلوم ہوا امانت کو اگر نوکر رکھنا منظور تھا تو اول ضمانت داخل کرانا ضرور تھا نہ معلوم کون شخص تھا مسافرانہ وارد ہوا اور دغا کر کر فرار ہوا آدم معقول و معتمد کا ملنا دشوار اگر کہو تو ملازم خاص مٹھو خان کو روانہ کردون والسلام" مثال نظم کی یہ شعر نظام کا ہے

مظہر صدق و صفا قدر شناس مردم	معدن عدل و سخا مظہر الطاف و عطا

نصرت

وہ خون فشان وہ شعلۂ آتش وہ دم وہ خم	وہ قہر حق وہ آفت تازہ وہ تازہ دم
وہ مکر اُسکا اور وہ فن اُس کا اور وہ دم	وہ غمزہ عشوہ قہر لگاوٹ ادا ستم
فخر ہلال و شمس و قمر شان کردگار	فرد زمانہ اہل ہنر شان کردگار

صنعت تحتانیہ جسکو صنعت تحت النقاط بھی کہتے ہین وہ یہ ہو کہ تمام عبارت یا نظم مین جتنے حروف نقطہ دار ہون ایسے ہون جو نیچے کا نقطہ رکھتے ہون اوپر کا نقطہ نہو مثال عبارت یہ رقعہ مؤلف کا رقعہ میرے پیارے لڑکے بعد دعا کے معلوم کرو آج کل میرا ارادہ بمبئی کی سیر کا ہے اُس جگہ سے ایک گھڑی بڑی عمدہ لیکر بھیجی جائے گی رسید سے مطلع کیجیو اور جو اسباب درکار ہو لکھو اللہ چاہے جلد اور اچھا ارسال ہوگا عبداللہ کو دعا اور بڑے بھائی صاحب کو سلام" مثال نظم کی ۔

دبیر

مارا جو اُسے حیدر کرار کو مارا	سردار کو مارا جو علمدار کو مارا

تپش

یہ سب جا کے کہہ آمرے یار سے	میرے دلبر و میرے دلدار سے

نصرت

جس دم چلی حسام عدو کی سپاہ پر	اک آگ سی لگی جو گئی کوہ و کاہ پر
چمکی کبھی گری کبھی ہر رو سیاہ پر	لپکی کبھی عدو پہ کبھی مہر و ماہ پر

بجلی کی طرح دور کبھی گاہ پاس ہے
عالم کو اسکے ڈر سے عجب اک ہراس ہے

عبدالرحمٰن راسخ

لاالٰہ کہکے الا اللہ کہا	اور پھر احمد رسول اللہ کہا

اور یہ غزل مؤلف کی دو صنعتون مین ہے پہلا مصرع صنعت فوق النقاط مین ہے اور دوسرا مصرع

تحت النقاط ہین۔

غزل بطور انتخاب کے

دل گلہ ہر گز نہ کر اُس نرگس سرشار کا — کیا اسے پروا ہے پُوچھے حال جو بیمار کا
درد و غم سوز و الم اور آہ نالہ رات دن — حال ہے اب آپکے یہ طالب دیدار کا
کون ہمسر ہو دلا اُس عامل کامل کا کہ — ورد ہو صبح و مسا جس کو کہ اسم یار کا
ترکش مژگان کمند زلف صمصام نگہ — ہے ارادہ کیا کسی سے آپکو پیکار کا
دل ندون اُسکو اگر وہ رشک حور خلد ہو — مکر و حیلہ ہو سدا سے کام جس عیار کا
امتحان طالع واژون ہوا ہم کو ضرور — اس سبب سے ہے ارادہ کوچۂ دلدار کا +

صنعت واصل الشفتین یعنی ایسی عبارت یا مصرع یا شعر ہو کہ جسکے ہر کلمے مین لب سے لب ملجاوین مثال اُسکی یہ عبارت مؤلف کی ۔

رقعہ مشفق من سلامت ۔ معلوم ہوا کہ بمبئی مین مسٹر مین صاحب بہادر مریضون کا مداوا بہت عمدہ فرماتے ہین بدین وجہ تم کو بتاتا ہون کہ مقام بمبئی محلہ بھنڈی بازار مین صاحب ہین تم اپنے بیٹے کو صاحب موصوف کے پاس بمبئی مین بھیجدو مگر تمھاری ہمراہی مناسب ہے مجھکو اُمید قوی ہے کہ بسبب تبدیل آب و ہوا بمبئی پہونچتے پہونچتے آرام معلوم ہوگا اور صاحب معالجے مین بہت محنت فرمائین گے۔ نظم کی مثال ۔

نظام

مرا ممدوح امیر ابن امیر ابن امیرؒ — مین کمربستہ کمین خادم مدحت ہمیسا

صنعت واسع الشفتین یعنی عبارت کو پڑھین تو لب سے لب ملے جیسے یہ شعر میر محمد امین بناری کا ہے

جی سے کہدو کہ آہ سرد کے ساتھ — ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

میر نجف علی بیباک

داد خواہون سے گھر گئے رستے — اُس کا جس کوچے سے گذار ہوا

نظیر کی ایک غزل تمام اس صنعت مین ہے یہ شعر اُسکے ہین ۔ ؎

آیا نہین جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے — جُل دیگیا ہے شاید عیار ہنستے ہنستے
لے کر صریح دل کو وہ گلعذار یارو — ظاہر کرے ہے کیا کیا انکار ہنستے ہنستے

نظام

اس طرح کا ہے سخن سنج کہ جس کا ثانی — آج تک اہل جہان نے کہین دیکھا نہ سنا

الضاً

ہو جو کوٹھے تلے کھڑا اُس سے	ٹھنڈے ٹھنڈے کہو کہ گھر جاے

صنعت معرب یعنی اگر عبارت متضمن فتحہ کی ہو تو اُس مین ضمہ اور کسرہ نہ لاوین اور اگر متضمن ضمے کی ہو تو اُس مین فتحہ اور کسرہ نہ لاوین اور جو کسرے کا التزام ہو تو ضمہ و فتحہ نہ لاوین مثال ضمے کے التزام کی۔

ہوشیار

صُلصُل و سُنبل گُل و بُلبُل	مجھکو جو ہون حصول خوب ہویار

لفظ یار مین فتحہ بسبب رعایت قافیہ قصیدہ کے ہے۔ التزام فتح کی مثال۔

از ملخص تسلیم

قبول اسکی تاریخ پر فتح کرکے	خطا کار کا قول سارا چھپ آیا

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہے۔

تحیر

کل کا وعدہ کر گیا ہے کل صنم	گر نہ آیا آج تو ہے بس غضب

کسرے کے التزام کی مثال۔

اسماعیل خان صبر

ضد سے کی یہ فکر بسمل کے لیے	تیر بھی تھے اس مرے دل کیلئے

ولہ

دل لیے تھے پھیر دینے کے لیے	پھینکنے کی چیز تھی یہ پھینکدی

از ملخص تسلیم

دل کی اقلیم کس نے کی اشعر سے زیر

صنعت افراد بدیع الافکار مین لکھا ہے کہ افراد لغت مین تنہا کرنے کو کہتے ہین اصطلاح مین یہ ہے کہ شاعر بیت کے آخر مین حروف مفردہ کو ذکر کرے اور الفاظ مرکب سے متعرض نہو اس قسم کے شعر کو **مفرد القوافی** کہتے ہین کہ گویا آخر ابیات کے حروف ترکیب سے تنہا رہ گئے ہین۔

یہ دو قسم پر ہے مطلق اور جامع **مفرد مطلق** یہ ہے کہ حروف تہجی مین سے جو حرف

قافیے مین مذکور ہوے ہون اُن کا مرکب کہین نہ آیا ہو **مفرد جامع** یہ ہے کہ جو حروف مفرد آگے ہون اُن کا مرکب پچھلے مصرع یا بیت کے اول مین آجاے چونکہ مفرد اور مرکب دونون اس مین جمع ہین اسلیے اسے جامع کہتے ہین اُردو مین یہ صنعت اس طرح پائی جاتی ہے کہ کسی اسم کے حروف تہجی کو ترتیب وار لکھتے ہین اور تلفظ مین اُن حروف کے اسما آتے ہین انکو سلسلہ وار جمع کرنے سے اسم مطلوب حاصل ہوتا ہے اور اُردو کے اشعار کے بیت اول مین اور درمیان مین اور آخر مین تینون جگہ ایسے حروف ذکر کیے جاتے ہین اسی کے قریب **صنعت مُہجّا** بھی ہے تہجی لغت مین شمار کرنے کو کہتے ہین مہجا کے معنے ہوے گنا ہوا اور خاص اس قسم کو جس مین آخر شعر مین حروف مفرد واقع ہون شعر **مفرد القوافی** کہتے ہین کیونکہ اسکے قوافی مفرد حروف سے قرار پاتے ہین مفرد جامع کی مثال یہ شعر ہے فاضل تخلص صاحب دیوان کا۔

ف

بن ترے ہون جان بلب د ع و گ س و ے ۔ د ے ملا لب سے مرے جلدی تو اپنے **ل و ب**

ل و ب سے مراد لب ہے اور اس کا مرکب اس سے پہلے مذکور ہو چکا چنانچہ مصرع دوم کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہے۔

مفرد مطلق مین سے ایسی مثال جس مین حروف مفردہ اول مصرع مین آئے ہون یہ ہے۔

انشا

مدرسے مین اہل حرف اس نحو سے کہتے تھے کل ۔ **ا ز د ل د ف** سے ہو ترکیب مشتق سانپ کی

اور درمیان مصرع مین آنے کی مثال یہ ہے۔

ولہ

رہے گا چار سو ستر برس انشا زمانے مین ۔ کہ اُس پر سج رہا ہو **ع و ش و ق** کا جوڑا

آخر مصرع مین آنے کی مثال۔

فاضل

بن ترے ہون جان بلب اے **ع و ی و س و ے** ۔ دے ملا لب سے مرے جلدی تو اپنے **ل و ب**

آرزو میری یہ ہے ساقی کہ پہلے دور مین ۔ ہاتھ سے پانون ترے لبریز جام **ہ م و ے**

حسن ہے ایسا ترا دیکھے زلیخا گر تجھے ۔ بھول جاوے وہ جمال می **ی و س ف**

جس کا ہووے یار ایسا پھر تو ہی اُسکو بتا　　چھوڑ کر جاوے کہان فاضل ترا یہ د و ر

مؤلف نے بھی چند غزلین اس صنعت مین لکھی ہین یہ اُنکے اشعار ہین۔

بھر نظر دیکھا ہے جب سے ماہرو کا ر و خ　　زرد ہے خجلت سے تب سے روے م ہ د ر
یان تلک چپکے لبون سے لب کہ پھر نکلی نہ بات　　لعل نوشین آپکے ہین رشک ش ک ر
ہین یہ عارض تیرے شیشہ بادۂ گلگون سے پر　　ہین ذقن پھر گزک خوشتر ز س ی ب
کیون نہ ہر حلقے مین اُسکے دل پھنسین عشاق کے　　دیکھ تو دام بلا ہے اُس کی ز ل ف
ایک مدت سے ہین سائل تجھ سے اے بحر سخا　　کاش ہمکو بھی عطا ہو ب و س ہ
دل دیا تھا ہمنے تجھی جان بھی دینا پڑی　　کچھ نہین چلتی یہان اب ف ط ر ت

ولہ

کیون نہ ہون خجلت زدہ لے میرے م ہ ر و　　اُس ر و قد سے ر خ سے م ہ
م ش ک کو کیونکر نہ شرمندہ کرے　　رنگ و بو رکھتی ہے تیری اور ز ل ف
ع ش ق نے تیرے کیا دل کو کباب　　اور رخ روشن کو بھی بنایا م ر ے
ل ب کو ل ب پہ شام سے رکھے رہو نا　　جب تلک ہووے نہ اے دلدار ص ب ح
غ ی ر ورنہ آنے پاوے کوئی اس جگہہ　　ص ن م جلدی بند کردے د ر
ب ا ورنہ دم دن ہو جاوے وہین　　ش ر ے رخ ہمارا دیکھ لے گر ب د ت

صنعت موصل اسکو صنعت متصل الحروف بھی کہتے ہین یعنی عبارت یا نظم کے سب حرف ملکر لکھے جائین اور یہ کئی قسم ہے موصل دو حرفی موصل سہ حرفی موصل چہار حرفی اور زیادہ اس سے جہانتک ہوسکے مثال دو حرفی کی یہ شعر مثنوی نالۂ شوق کا۔

نالۂ شوق

غم فرقت سے کوفت ہے جی پر　　ہم سے غافل ہے تو بت کافر

مثال سہ حرفی کی۔

ظلم کیا کیا جفائین کیا کیا ہین　　عشق مین بھی بلائین کیا کیا ہین

مثال موصل چہار حرفی کی۔

نالۂ شوق

تجھکے چپکے کبھی نجھے کہنا　　ہمپہ کیسا بھیا بھی کہنا

علے ہذا القیاس پنج حرفی فقرہ اور نظم بھی لکھتے ہین بلکہ ایک فقرہ یا ایک مصرع یا ایک بیت پوری موصل ہوتی ہے جیسے یہ دو شعر میر کے۔

عشق ہی عشق ہے نہین ہے کچھ عشق حق ہے کہین نبی ہے کہین	عشق بن تم کہو کہین ہے کچھ ہے محمد کہین علی ہے کہین

ان شعرون کے مصرع ثانی مین ایک ایک حرف ایسا ہے کہ جس سے حرفون کی علحدگی ہو جاتی ہے۔

یعقوب علیخان نصرت

متصل ہن سب کٹتی تھی یہ تیغ بے بہا کہتے ہین یہ فلک سے ملک تمنے کچھ سنا	یہ جنگ کی ہے مین نے فلک ہر کی ثنا تم سب کہو کہ ہین یہ غضب حق ہے یہ بلا

کٹتی تھی تیغ تجھ سے نہ جسم لعین بچے
کیسے لعین جنگ مین ہن ہمیں ٹکین بچے

کرم رام پوری

بے تکلف بھی شب عجب تھے ہم بخشی صحبت کسی کی صحت نے چشم سینے کے کھلنے سے چھپتے خط کے نکلنے سے کم ہے عشق کی تپ	کس بت چین سے لب بلب تھے ہم عشق کی تپ سے پلنگ کب تھے ہم یعنی غفلت مین کس سبب تھے ہم غش کسی بت پہ جب نہ تپ تھے ہم

ان اشعار کے سب حروف متصل لکھے جاتے ہین ناسخ کے اس شعر کا پہلا مصرع صنعت متصل الحروف مین ہے۔

مفلسی مین ہے مقسم شب ہجر	ہے طلبگار سیم و زر شب وصل

صنعت منشاری اسکو کہتے ہین کہ کوئی فقرہ یا مصرع یا سارا شعر ملا کر لکھا جاوے اور اُس کے حروف دندانۂ آرہ کی شکل پیدا کرین۔

کیفیتین بھی ہین جو ہوتا ہو تال پر	تن تن تنن تنن تنن در تنن مین رقص

پہلے مصرع کی تقطیع اس طرح ہے تن تن ت مفعول تن تنن ت فاعلات تنن در ت مفاعیل تن رقص فاعلان۔ اور پورا شعر امجد کا۔

سب سٹتے ہین یان سمٹے سے	سب سمٹین گے جب شہ ابرار

ملا کر لکھنے سے آرے کے دندانے پیدا ہوتے ہین۔

صنعت مقطع اسکو **منفصل الحروف** بھی کہتے ہین کہ نثر یا نظم کے تمام حروف کتاب مین علٰحدہ علٰحدہ اور جُدا جُدا لکھے جائین - جیسے -

یعقوب علیخان نصرت

وہ آبدار اور وہ دم دار واہ واہ	وہ درد دار اور دل آزار واہ واہ
وہ زور دار اور وہ آگ دار واہ واہ	وہ رن وہ بزم اور وہ دوار واہ واہ

وہ آب اور وہ دم وہ دان واہ واہ وا
وہ آن وہ ادا وہ روان واہ واہ وا

امجد

دو دوا ے درون آزاری	پر وک دو درد اور وہ آزار ہے

اور مصرع ثانی نسیم کے اس شعر کا بھی مقطع ہے -

کہنے لگا کیا مزا ہے دل خواہ	اے آدم زاد واہ واہ

منشی

ولیکن بروز جزا بے گمان	کرے داوری داور داوران

دوسرا مصرع مقصود بالتمثیل ہے - اور سوز کے اشعار کا چوتھا مصرع اس صنعت مین ہے -

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے	سلام اللہ خان صاحب کے ڈیرے
وہان دیکھے کئی طفل پریرو	ارے رے رے ارے رے رے ارے رے

فیض کے اس شعر کا مصرع اول صنعت مقطع کی مثال ہے اور دوسرا مصرع صنعت موصل کی -

درد و داغ و رُخ زرد اور وہ دل	فیض ہٹی مین گئے ہین سب مل

صنعت تلمیع جسکو **ذولسانین** اور **ذولغتین** بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح پر ہے کہ کلام مین زبانہاے مختلف کو جمع کرین اگر ایک شعر ہو تو دو زبانین اور مخمس مین پانچ اور غزل وغیرہ مین ایک شعر زبان اُردو مین دوسرا فارسی مین تیسرا عربی مین وقس علیٰ ہذا یا ایک مصرع مین بعض ارکان فارسی زبان مین بعض اُردو مین یا کسی اور زبان مین غرض کہ جہانتک جتنی زبانین چاہین غزل خواہ قصیدہ وغیرہ مین جمع کر سکتے ہین مگر اکثر زبانین مروج و مستعمل ہندوستان کی لکھی جاتی ہین پس اگر ایک شعر مین دو زبانین جمع ہون تو اُسے **ملمع مکشوف** کہتے ہین چنانچہ راقم الحروف کی ایک تمام غزل اسی صنعت مین ہے کہ ایک مصرع فارسی ہے اور ایک اُردو -

ای سرو خوش خرام گلستان دلبری
غلمان ترے غلام کنیزک تری پری

در گلشن دلم بامید بر وصال
رہتی ہے شاخ نخل تمنا سدا ہری

باد صبا بکوچۂ جانان چو بگذری
کر دینا وانپہ ذکر ہمارا بھی سرسری

ہر دم بسینہ تیغ ادائش ہمے خورم
تجھی نہین زمانے مین مجھ سا کوئی جری

حسرت

پوچھا اعجاز ہے ترے جو مسیحائے سخن
قَالَ اُحْیِیْ عِظَامًا ہِیَ قَدْ کَانَ رَمِیْم

ترجمہ مصرعہ دوم عربی

کہا مین ایسی ہڈیون کو زندہ کرتا ہون جو گل جاتی ہین

ولہ

کیا حمد کہون تیری مجھے کچھ نہین یارا
یَا مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ وَلَیْلًا وَّنَہَارًا

ترجمہ مصرعۂ دوم عربی یعنی ای وہ ذات کہ جس نے مخلوق کو اور شب و روز کو پیدا کیا ہے۔

امیر

وہ در شود کشادہ اگر بستہ شد درے
رہتا نہین کسی کا زمانے مین کام بند

رند

حبابم بر سر موجم زنبیادم چہ میپرسی
فقط بحر جہان مین رند غافل دم کی مہلت ہے

شاہ نصیر

لکھی ہین ہر ورق گل پہ بقول شخصے
اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ نَہْرُ لَبَن

یعنی تحقیق جنت مین دودھ کی نہر ہے۔

والالمع محجوب کہتے ہین چنانچہ معز نے ایک مستزاد مین کئی زبانین اس طرح جمع کی ہین کہ ہر شعر جداگانہ زبان مین ہے مگر چونکہ پنجابی و پشتو وغیرہ زبانین غیر مانوس ہین اس لیے اُسکا لکھنا فضول سمجھا۔

سوز

مروت دشمنا غفلت پنا ہا
اودھر بھی دیکھنا ٹک مڑکے آہا

گئی اوقات سب بطلان مین افسوس
خداوندا کرامت دستگا ہا

صرفتُ العمر فی لہو و لعب
فآہا ثم آہا ثم آہا +

ترجمہ

مین نے اپنی عمر کھیل کود مین برباد کی ہے پس افسوس ہے پھر افسوس ہے پھر افسوس ہے

میر انشاء اللہ خان نے ایک قصیدہ مدح نواب سعادت علیخان مین لکھا ہی اُس مین بہت سے اشعار مختلف زبانون مین پائے جاتے ہین یہان پر لبطور مثال کے فارسی عربی مارواڑی اور بھاشا کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہین اور ترکی پشتو خراسانی انگریزی سنسکرت کشمیری اور مرہٹی کے اشعار بسبب غیر مانوس ہونے کے ترک کیے گئے ہے ۵

شاہ ایران بہی لکھتا ہی تجھے عرضی مین　　　بوکہ من ہم زعنایات تو حظے ببرم

ترجمہ مصرعہ دوم اُمید کہ مین بھی تیری مہربانیون سے کوئی فائدہ اُٹھاؤن

بخداوندی آنکس کہ مرا شاہی داد　　　بندۂ حلقہ بگوش تو و چاکر استم

اُس ذات پاک کی خداوندی کی قسم جسنے مجھکو شاہی دی ہے کہ مین تیرا غلام مطیع اور خدمت گذار ہون +

مدح مین تیری زبان عربی مین اشعار　　　شعرا پڑھتے ہین مسرور ہوا پس مین بہم

مثلہ لیس شجاع و امیر فی الدھر　　　خصہ اللہ مغیثا لجمیع العالم +

ترجمہ شعر دوم اُس کی طرح کوئی بہادر اور امیر دنیا مین نہین ہی اللہ نے تمام عالم کی فریادرسی کے لیے اُسکو مخصوص کیا ہی -

حق مین دشمن کے ترے توپ نے کہین مین جیوڑ　　　کا مین باندھا چُھری بیری جو نہو جائے بھسم

ترجمہ مصرعہ دوم کیا چُھری باندھی جبکہ دشمن تباہ نہوجائے ؟

تیری آنکھون کو کنھیا سمجھ اور اُسکا عکس　　　گو پیین برج کی کرتی ہین یہ منتی ہر دم

تری آنکھون کو کنھیا (نام کرشن) سمجھ رکھا ہی اور گوپیین (برج کی عورتین) ہر وقت یہ آرزو کرتی ہین -

ڈھونڈہی درم کی نگیط ہون تجھی آئی جو　　　جھوم لے شیام ہرن کیسے چھپے چھٹ کے تم
یعنی تمام نگیٹ کو ڈھونڈھکر آئی ہون　　　اپنا تندزانہ لے لقب کنھیا -
اور دولت جو وہ تجھی ہی سو گتی ہے ؟　　　تورے چرنون لگی ہون چھاڑ دے سگرو گٹم

ترجمہ مصرعہ دوم یعنی تمھارے قدمون سے لگی ہون تمام کنبہ گھربار وہان چھوڑکر -

اور جو اشعار اسطرح کے ہین کہ آدھا مصرع زبان فارسی مین اور آدھا اُردو مین یا آدھا فارسی مین آدھا بھاکا وغیرہ مین ہی یہ ایجاد امیر خسرو دہلوی کی ہی مثال اُسکی

مولوی سلامت اللہ کشفی

کیا نور خدا از رخ خوب تو عیان ست　　　کہتے ہین اسی رو سے عیان را چہ بیان ست
کیا یوسف مصری ہے نظر شد لطیفا　　　وہ چشم کہان اور کہان جان جہان ست

یہ صورت حق ہے کہ مصور بہ بشر شد
اُس کا ہی ظہور ہین ہمہ در کون و مکان ست

اب تاب نہین ہجر کی از پردہ بدر آ
مشتاق ترے وصل کا ہر پیر و جوان ست

اب آگے بھلا کشفی دل خستہ چہ گوید
تو جلد خبر اسکی کہ بیتاب و توان ست

رتیغ عشقش شہید گشتم نہ تاب ہجران قسم خدا کی
ضاکن خراب وحشی بنا دے ساقی شراب وحدت پلا کے ہم کو

تو سرو آزاد و ناز نینی تمھارے قامت کا ہون مین سایہ
بزیر پایت ہون او فتادہ گرانہ چندان اُٹھا کے ہم کو

چو عشق آمد درون جانم تو شور برپا ہوا قیامت
جگا یا تو نے جنون وحشت مزار مین بھی سُلا کے ہم کو

اور یہ ایک شعر امیر خسرو کا زبان فارسی مین ہے اور ترجمہ اُسکا باعتبار زبان ہندی کے ایک عجیب طرح ہوتا ہے

ماہ در فرقت نماند ست ز ہجر تو مرا
دم بہ یک موے خدا را کہ چہ حال ست ترا

ماہ کو ہندی مین ماس کہتے ہین اور ماس کو گوشت بھی بولتے ہین پس ماہ سے گوشت مراد ہے فرقہ کو دیہ کہتے ہین اور دیہ ہندی مین بدن کو کہتے ہین وہی یہان مراد ہے مطلب یہ ہوا کہ گوشت بدن مین نہین رہا تیرے ہجر مین۔ دم کو ہندی پونچھ کہتے ہین اور پونچھ صیغہ امر کا بھی ہے پرسیدن کے معنی مین موے کو ہندی مین بار کہتے ہین اور بار بمعنی مرتبہ اور دفعہ کے بھی ہے پس مصرع ثانی کا یہ مطلب ہوا کہ پونچھ ایکمرتبہ خدا کے واسطے کہ تیرا کیا حال ہے۔

صنعت جامع الحروف یعنی ایک بیت یا فقرہ ایسا لکھین کہ جس مین تمام حروف تہجی سما جائین مثال اسکی یہ شعر نظام کا ہے۔

مظہر فیض و عطا منعم ذی جود و سخا
صُلح کل مشرب ثابت قدم روز وغا

اس شعر مین حرف عربی سب جمع ہین۔

صنعت تنسیق الصفات یعنی کسی چیز یا کسی شخص کا ذکر صفات متواترہ کے ساتھ کرین خواہ وہ صفات مدح کی ہون یا مذمت کی کیونکہ صفت وہ چیز ہے جو کسی چیز کے اُن معنی کو بیان کرے جو اُس مین ہون خواہ وہ معنے اچھے ہون یا بُرے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صفت سے فقط خوبی ہی مراد ہوتی ہے بلکہ بُرائی ہو تو بھی صفت کہلائے گی۔ جیسے منیر گھوڑے کی صفت مین کہتا ہے۔

سنبلہ دم ماہ سم لاغر میان فربہ کفل
طالع شہسوار اقبال ہما اوج عقاب

کہکشان تنگ آسمان سنگ ابر سایہ برق تگ
تیز دم آتش قدم گیسو لجام ابرو رکاب

اُسی کا یہ شعر بُراق کے وصف مین ہے۔

اسد ہیبت فلک پیکر قمر سم
عناصر مین دو دون جوزا سنبلہ دم

ذوق

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرے انصاف | خسرو جم خدم و دادر دوارا حشمت
قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد | حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

انیس

ہے ہے مرے سعید و رشید و متین جوان | خوش رو جوان غریب جوان مہ جبین جوان

تپش

بوسہ لیتا ہے جو منھ چڑھکے برابر گیسو | کتنا گستاخ ہی بیہودہ ہی خود سر گیسو

میر

کہ وان اک جوان تھا پر سرام نام | خوش اندام و خوش قامت و خوش خرام

سودا

پس ید اللہ بے شک ولا ریب بازوئے نبی | قوت ہر اک ضعیف و طاقت ہر ناتوان
گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت | نور مہر لا مکان چشم و چراغ قدسیان

صنعت مافی الضمیر اسکو اظہار مضمر بھی کہتے ہین یعنی برائے دل کی بات ظاہر کرنا یہ صنعت مشکل ترین صنائع لفظی سے ہی اور یہ اس طرح پر ہی کہ اول ایک مصرع پندرہ حروف کا لکھین اور اُسمین کوئی حرف مکرر نہو پھر ایک رباعی خواہ سوا وزن رباعی کے اور وزن مین چار مصرع کہین اور اس امر کا لحاظ رکھین کہ وہ پندرہ حروف جو اس ایک مصرع مین جمع ہین وہ متفرق طور پر اُن چار مصرعون مین بھی موجود ہون نیز کوئی حرف کسی مصرع مین کوئی حرف کسی مصرع مین اور کسی مصرع مین مکرر۔ کوئی حرف اُن مین کا رہ نہ جائے اور اُن کے تحریر کرنے کی یہ صورت ہے کہ اول وہ مصرع پندرہ حروف والا اوپر لکھا جائے اور پھر رباعی و قطعہ کے طور پر وہ چارون مصرع لکھین اور مصرع اول کے کنارے پر (۱) کا ہندسہ اور دوسرے مصرع پر (۲) کا ہندسہ اور تیسرے مصرع پر (۴) کا ہندسہ اور چوتھے مصرع پر (۸) کا ہندسہ یہ کل عدد پندرہ ہوے اور پندرہ ہی حروف مصرع اول کے تھے۔ اور طریقہ بتانے مافی الضمیر کا یہ ہے کہ مخاطب سے کہے کہ ایک حرف مصرع اول جامع الحروف (یعنی پندرہ حرف والے مصرع) مین سے ذہن مین لے لو پھر اُن چار مصرعون کو پڑھے اور پوچھے کہ جو حرف تمنے ذہن مین لیا ہی وہ کون کون سے مصرع مین ہی وہ اگر جواب دے کہ دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہی تو اُن مصرعون کے سرے پر جو عدد ہین اُن کو جمع کرنا چاہیے جو حاصل جمع ہو اُسی کے مطابق مصرع جامع الحروف مین سے حرف گن لے

وہی حرف اسنے لیا ہی مثال اُسکی یہ مصرع اور یہ رباعی ہی **مصرع**

ہے لب دوست مخزن شکر

رباعی

عاشق سا مہر دار راز دل زار	سو طرح کا زیور اور خال رخسار
شب آہ کرد غور نشان دو صاحب	مشتاق کا عزم جان کر آخر کار

مخاطب سے پوچھے کہ تمنے اُس مصرعۂ مرقومۂ بالا مین سے جو حرف ذہن مین لیا ہی وہ رباعی کے کون کون سے مصرعون مین ہی اگر وہ کہے کہ پہلے اور دوسرے مصرع مین ہی تو چاہیے کہ مصرع اول اور دوم کے آغاز کے عددون کو جمع کرین پس ایک اور دو تین ہوے اور تیسرا حرف مصرع جامع الحروف کا (دل) ہی معلوم ہوا کہ مخاطب نے لام لیا ہی کیونکہ دیکھا جاتا ہی تو لام سواے مصرع اول اور دوم کے اور کسی مصرع مین نہین اور اگر کہے دوسرے اور تیسرے مصرع مین یا تیسرے اور چوتھے مین یا پہلے اور چوتھے مین ہے تو اُنھین مصرعون کے سرے کے اعداد جمع کر کے اُسکے مطابق حرف مصرع جامع الحروف سے گِن لینگے اور قاعدہ اس صنعت کی ایجاد اور برتنے کا یہ ہی کہ ایک مصرع پندرہ حرف کا ایسا کہا جاوے کہ اس مین کوئی حرف مکرر نہو اُسکے بعد رباعی یا اور کسی وزن پر چار مصرع کہے جاوین اور اُن مین یہ التزام کیا جاوے کہ مصرع جامع الحروف کا پہلا حرف اُن چار مصرعون مین سے پہلے مصرع سے خصوصیت رکھتا ہو تین مصرعون مین نہو اور اُس مصرع کا دوسرا حرف اُن چارون مصرعون مین سے دوسرے سے خصوصیت رکھتا ہو پہلے اور تیسرے اور چوتھے مصرع مین نہو تیسرا حرف اُس پندرہ حروف والے مصرع کا اُن چار مصرعون مین سے پہلے اور دوسرے سے مخصوص ہو تیسرے اور چوتھے مین نہو اور چوتھا حرف اُس مصرع کا تیسرے مصرع مین ہونا چاہیے پہلے دوسرے اور چوتھے مین نہو اور پانچوان حرف اُس مصرع کا پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو اور کسی مصرع مین نہو چھٹا حرف اُس مصرع کا رباعی کے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو ساتوان حرف پہلے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو آٹھوان حرف چوتھے مصرع مین نوان حرف پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو دسوان حرف دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو گیارھوان حرف پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو بارھوان حرف تیسرے اور چوتھے مین ہو تیرھوان پہلے تیسرے اور چوتھے مین چودھوان دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرع مین پندرھوان حرف اُس مصرع کا اُن چارون مصرعون مین واقع ہو تعجب ہے کہ مرزا قتیل نے صنعت اظہار مضمر کو دریاے لطافت مین صنائع معنوی مین لکھا ہی حالانکہ یہ صنعت اصالۃً معنوی خوبی کی طرف کسی طرح راجع نہین ہو سکتی سواے سہو کے اور کیا کہا جاوے۔

صنعت معمّا امیر خسرو نے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین لکھا ہی کہ موجد اس کا مولانا بہار بخاری ہی معما اُس صنعت کو کہتے ہین کہ کلام سے باشارۂ لفظی یا بدلالت حرفی وغیرہ کوئی نام یا عبارت حاصل ہو مگر اکثر وہ کلام موزون ہوتا ہے اور نثر شاذ و نادر اور اکثر نام حاصل ہوتا ہی عبارت کبھی کبھی ۔ سید وارث علی نے جو اعتراض نثاری پر کیا ہی اور معما کو اسمار الرجال ہی پر منحصر رکھا ہی بالکل بیجا ہی ہان اکثر اسم ہوتا ہی اور یہی زیادہ تر رائج ہے لیکن یہ غلطی نثاری کی بہت بڑی ہے کہ مُعَمّا کو صنائع معنوی مین لکھا ہی جیسا کہ ہفت قلزم کے جامع نے کیا ہی ۔ الحاصل معما مین اسم مقصود بدلالت حروف و باشارت الفاظ حاصل ہوتا ہی اور اسم حاصل ہونے کی بہت سی صورتین ہین ایک یہ کہ حروف اسم مطلوب بترتیب موجود ہون اور حرکات و سکنات اسم پر بھی اشارہ ہو دوسرے یہ کہ حروف اسم مطلوب بترتیب پائے جائین مگر حرکات و سکنات کی طرف کوئی اشارہ نہو تیسرے یہ کہ حروف اسم مطلوب معما مین مذکور ہون لیکن ترتیب نہو اور حرکات و سکنات کا بھی کچھ اشارہ نہو چوتھے یہ کہ حروف اسم بھی مذکور نہ ہون بلکہ کسی اور طرح سے اُن حروف کی جانب اشارہ ہو اور اخراج و حصول اسم کی الفاظ سے کئی صورتین ہین از انجملہ ایک یہ ہے کہ ہر ایک لفظ تین حال سے خالی نہوگا اول اوسط آخر اگر حرف مطلوب سر کلمہ مین ہوگا تو اُسکی تعبیر مطلع ۔ تارک ۔ سر ۔ لب ۔ اول ۔ تاج ۔ افسر ۔ کلاہ ۔ رُخ ۔ جبہ ۔ فرق وغیرہ سے کرتے ہین جیسا کہ اس معمائے نغز مین کتاب فسانۂ عجائب کی نغز شہزادی نے کہا طبیعت کی جودت اس شخص کی مشہور ہی ۔ ایک معما پوچھتی ہون بدیہہ اگر جواب ملے تو شک بے شک رفع ہو بھلا وہ کیا شے ہے جسکو گبر و مسلمان یہود و نصاریٰ سب فرقہ انسان کا آشکارا کھاتا ہے مگر جب سر کاٹ ڈالو تو زہر ہو جائے کوئی نہ کھائے اور جو غصے مین کھائے تو فوراً مر جائے جوان نے ہنسکے کہا شہزادی قسم ہے حرف قاف کو سر قرار دیا ہے ۔ امیر اللہ تسلیم نے اس معمے کے مضمون کو مجرد کرکے یون باندھ دیا ہے ؎

اگر عدو کھائے سر شہ کی کبھی جھوٹی قسم
آتے آتے تا زبان پیدا کرے تاثیر سم

اور اگر حرف مقصود وسط کلمہ مین ہو تو قلب ۔ درون ۔ دل ۔ مغز ۔ مرکز ۔ میان ۔ توسط ۔ کمر ۔ موضع ۔ مقام وغیرہ کہتے ہین اور انتہائے کلمہ مین ہو تو لفظ پا ۔ قدم ۔ حد ۔ دامن ۔ در ۔ پایان ۔ انجام ۔ انتہا ۔ آخر ۔ ذیل ۔ غایت ۔ تمام وغیرہ سے اشارہ کرتے ہین اور غرہ و سلخ ۔ اوج و حضیض ۔ فراز و نشیب ۔ پوست و جامہ ۔ بالا و زیر ۔ صاف و درد ۔ شاخ و بیخ ۔ جیب و دامن وغیرہ الفاظ سے فن معما مین حرف اول و آخر مراد ہوتے ہین ۔ سید انشا نے جرأت کے نام کا معما کہا تھا مصرع

مصرع سرمونڈی نگوڑی گجراتن ترجمہ نگوڑی وہ عورت جس کے یاؤن نہون۔
لطیفہ اس مین یہ تھا کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام تھا اور لفظ جانب۔لب۔سو۔طرف۔گوشہ کنار۔اور پہلو سے کبھی حرف اول کبھی حرف آخر مراد لیتے ہین اور الفاظ ناقص۔مختصر۔کوتاہ۔ابتر حرف آخر کے نقصان پر دلالت کرتے ہین اور الفاظ مجوف۔تہی۔خالی مابین الطرفین کے نقصان پر اور سر نیزہ۔علم۔نخل۔خدنگ۔ناوک۔تیر۔خار۔قد۔بالا حرف الف سے کنایہ ہی اور دندان۔آئنہ پشت شانہ۔حرف سین مہملہ سے کنایہ ہی اور ابرو ہلال وغیرہ نون وجیم ودال سے کنایہ ہے اور خال۔ستارہ۔قطرہ۔گرہ۔گوہر۔ذرہ نقطون سے عبارت ہے۔اور کبھی صرفیان عرب کے طریق پر کلمے کے حرف اول کو فا اور دوم کو عین اور سوم کو لام کہتے ہین۔کبھی کوئی لغت عربی بیان کرکے فارسی مین اُسکے معنی مراد رکھتے ہین اور کبھی فارسی بیان کرنے سے عربی مقصود ہوتی ہی جیسے۔ مومن کے اس معما مین۔

معما باسم مومن

کیفیت وصال اب کچھ نہین رہی	کیونکر نہون ملول مین شب کچھ نہین رہا

الفاظ (ملول مین) مین سے شب کا نکالنا بیان کیا ہی شب فارسی ہی اُس کا مرادف لیل عربی ہی جب لام اور ی اور لام الفاظ مذکور مین سے نکالے تو مومن رہ گیا مگر ایک عیب اس معما مین واقع ہوا ہے وہ یہ کہ کلام سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ ملول کے نقطہ مین شب نہ ہی اور مراد یہ ہے کہ (ملول مین) کے لفظ مین سے لیل نکلی غرضکہ ایک مین اور چاہیے۔
کبھی لفظ فارسی سے ترکی کبھی فارسی سے ہندی مراد لیتے ہین۔جیسے:-

سامنے رکھدے سر بریدہ کاٹ بوتیمار کو	ہی اگر ای باغبان تو مہربان عندلیب

بوتیمار کو ہندی مین بگلا کہتے ہین جب اُسکے سر پا کو کاٹ ڈالا یعنی حرف با اور الف کو دُور کر دیا تو گل رہ گیا کبھی عدد بیان کرکے اُس سے بہ حساب جمل کوئی حرف بنالیتے ہین جیسا اس شعر مین۔

گرچہ ہے نام اُسکا تین حرف سے ترکیب ایک	تین سو چالیس و ساٹھ مول ہے یہ ایک ایک

تین سو عدد شین نقطہ دار کے ہین اور چالیس میم کے اور ساٹھ سین بے نقطہ کے پس تینون حرف ملکر شمس حاصل ہوا کبھی نجومیون کی اصطلاح سے کام پڑتا ہی اور سبعہ سیارہ کا حرف آخر مراد ہوتا ہی مثلاً شمس سے (س) اور قمر سے (ر) اور مشتری سے (ی) اور عطارد سے (د) اور زہرہ سے (ہ) اور زحل سے (ل) اور مریخ سے (خ) اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ حروف ابجد کے اُن حروف سے جو

ہفتے کے دنون کے شمار کے موافق ہون ہفتے کا دن مراد لیتے ہین جیسے (الف) سے یکشنبہ اور (ب) سے دوشنبہ اور (ج) سے سہ شنبہ اور (د) سے چہارشنبہ اور (ہ) سے پنجشنبہ اور (و) سے جمعہ اور (ز) سے ہفتہ۔ کبھی سال بولتے ہین اور تین سو ساٹھ مراد لیتے ہین اور ماہ سے تیس مقصود ہوتے ہین علٰے ہذا القیاس اعراب وغیرہ بھی اسی طرح ثابت کرتے ہین چنانچہ کھولنے کو عربی مین فتح کہتے ہین اور فتح صرفیون کی اصطلاح مین زبر کا نام ہو اور شکستگی عربی مین کسر کو کہتے ہین اور کسر صرفیون کی اصطلاح مین زیر کا نام ہی اور تسکین سکون سے مراد ہوتی ہے اور سکون صرفیون کی اصطلاح مین جزم کو کہتے ہین جیسے اس بیت مین قتیل کے آگے لانے سے پیش دینا مراد ہی یعنے مضموم کرنا حرف کا۔

کوئی سر نیشکر کا آگے لاؤ ۔۔۔ کہ ظاہر ہو پری ہندوستان کی

نیشکر کو ہندی مین گنا بالفتح کہتے ہین اور سر اسکا گاف ہی اسکو ضمہ دینے سے گُنا ہوتا ہی اور یہ نام ہے محبوبۂ قتیل کا۔ کبھی لفظ کا مقلوب مراد ہوتا ہے جیسے یہ معما مومن خان کا۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا ۔۔۔ ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

ہم کا مقلوب مہ۔ اور بات کا مقلوب تاب۔ و یار کا مقلوب رائے ہی پس مہتاب رائے ہوگیا۔ کبھی کبھی کسی لفظ کا ہم عدد دوسرا لفظ اُسی لغت کا یا کسی اور لغت کا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین مومن کے۔

قید بے حد ہے خانہ بے در ہے ۔۔۔ تو بھی صاحب غلام سے ملیے

قید بحد ہی حد سے مراد حرف آخر دال ہے جب دال کو دور کیا قی رہ گیا اُسکے ایک سو دس عدد ہوتے ہین اور اتنے ہی عدد لفظ علی کے ہین اور یہان یہی مراد ہے خانہ بیدر ہے در سے حرف آخر (ہ) مراد ہے جب ہائے ہوز کو گرادیا تو خان رہ گیا اور غلام کا لفظ جو مصرع ثانی مین ہی وہ ان لفظون کے اول مین بڑہادیا غلام علیخان ہوگیا۔ یہان مختصر طور پر صنعت معما کا بیان کیا گیا اگر غور کیا جائے تو بڑا یہ ایک علم علیحدہ ہے اور نہایت طوالت اور تفصیل چاہتا ہے بخوف طول کتاب اور بلحاظ کم مروج ہونے اس فن کے اسقدر پر اکتفا کی گئی۔

صنعت لُغز[1] اسکو چیستان اور پہیلی بھی کہتے ہین اس مین باعتبار علامات اور صفات اور خواص کے کوئی چیز دریافت ہوتی ہی فرق معما اور چیستان مین یہ ہے کہ مقصود اصلی معما مین حروف و الفاظ ہین اور چیستان مین مقصود اصلی اشیا کی ذاتین ہین۔ جیسے۔

پہیلی افیون۔

[1] بضم لام و فتح غین معجمہ و سکون زائے معجمہ ۱۲

منشی اسمٰعیل حسین منیرؔ

اگر وہ طبع اہل خرد اس کی کم سنی ہے	پیری میں اُسکی قدر جوانی سے بھی سوا
ہے بیگناہ پر یہ تعجب کی بات ہے	اشکہائے پست کھینچے ہیں اُسکے آشنا

پہیلی لفظ آہ ۔

انشا

ہے نصف تو اسم ذات کی سی صورت	دن کی صورت نہ رات کی سی صورت
کام آوے وہ دردمین جو لکھے انشا	تو ہو قلم و دوات کی سی صورت

پہیلی گھڑیال ۔

مومن

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بلائے	نہ لفظ اور معنے سمجھ میں کچھ آئے
نہیں چور پر وہ لٹکتا رہے	زمانے کا احوال بکتا رہے
شب و روز غوغا مچایا کرے	اسی طرح سے مار کھایا کرے

پہیلی چراغ ۔

امیر خسرو

بالا تھا تو سب کو بھایا ہے	بڑا ہوا تو کام نہ آیا ہے
مین نے کہدیا اُس کا ناؤن	ارتھ ہے کہو یا چھوڑو گاؤن

پہیلی موری ۔

ولہ

ساون بھادون بہت چلت ہے ماہ پوس مین تھوڑی	میر خسرو یون کہین بتا پہیلی موری

پہیلی قلمدان ۔

ظفر

ایک تابوت اور کتنے مُردے	کٹے کٹے کیا دل گُردے
تال مین پیوین کالا پانی ہے	یہ ہے ظفر اُس کی نشانی

پہیلی آسمان اور تارے ۔

ظفر

ایک تھال موتیون سے بھرا	سب کے سر پر اوندھا دھرا

چاروں طرف وہ تھال پھرے ہے		سُوتی اُس سے ایک نا گرے	

پہیلی چشم و مژگان ۔

تجمّل سوالخان تجمّل

دو تالاب اور کتنی تریان ٭ تال کے اوپر دن بھر مٹکین ٭ رات کو وہ سب رل مل کر		جب دیکھو جب ننگی کھڑیان نظرون مین وہ سب کی کھٹکین ٭ سوتی ہین اُن تالابون پر	

پہیلی بالا ۔

کان مین رکھ تو یہ ایہام	س	نیچے لٹکے اوپر نام ٭	

پہیلی خرگوش ۔

آدھا رہے کمہار کے آدھا سب کے پاس ہے	س	جو تجھے مارا چاہے جنگل اُس کا باس	

پہیلی آئینہ ۔

فارسی بولی آئی نا ٭ ہندی کہون عارسی آئے	س	ترکی ڈھونڈی پائی نا ٭ خسرو کہے کوئی نہ پائے	

صنعت تاریخ مولوی غلام علی آزاد صاحب سبحۃ المرجان کہتے ہین کہ دیبان عرب نے تاریخ کو بدائع مین جگہ نہین دی ہے اصطلاح مین تاریخ اسکو کہتے ہین کہ کوئی لفظ یا فقرہ یا عبارت مصرع یا بیت ایسی تجویز کرین کہ اُسکے مکتوبی حروف کے عددون سے بہ حساب جمل سنہ اور سال کسی واقعہ شادی یا وفات کے معلوم ہون یا نکاح خواہ تولد فرزند یا تصنیف کتاب خواہ لڑائی یا بادشاہ کے جلوس یا کسی اور امر کے وقوع کا زمانہ سمجھا جائے حروف مکتوبی کی قید اسلیے ہی کہ جو حروف لکھنے مین نہین آتے اُنکے عدد محسوب نہین ہوتے اور جو لکھے جاتے ہین اگرچہ پڑھے نہ جاوین عدد اُنکے لیے جاتے ہین مثلاً لفظ اللہم اور فرخ مین ایک میم اور ایک رے کے عدد لیے جائین گے اور نصیر الدین اور عبد اللہ مین الف کا ایک عدد ملیا جائے گا اور الف ممدودہ کے بھی دو عدد لیے جائینگے اسلیے کہ وہ ایک الف متحرک اور دوسرا الف ساکن ہی اور بعض محققین الف ممدودہ کا ایک عدد لیتے ہین اور ہمزہ کا کہ اُسکی یہ صورت ہی (ء) بعض ایک عدد شمار کرتے ہین بعض بشکل یا لکھکر دس عدد محسوب کرتے ہین بعض مہمل چھوڑ دیتے ہین عدد نہین لیتے تینون صورتین جائز ہین چہ اور کہ مین ہائے مختفی کے بھی عدد لیے جاوینگے ۔ اور حرف تا کے عدد دو طرح کے لیے جاتے ہین

جو(رت) دراز لکھی جاتی ہو خواہ جمع کی ہو خواہ ضمیر کی خواہ مصدری اُسکے چار سو عدد لیتے ہین جیسے عنایات وحشمت وغیرہ مین اور جو (ۃ) باملاے عربی یا فارسی مدور بہ شکل ہاے ہوز لکھی جاتی ہو اُسکے پانچ عدد ہاے ہوز کے سے لیے جاتے ہین جیسے تختہ اور صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ کی اور معنی تاریخ کے لغت مین وقت ظاہر کرنا ہین پس تاریخ سے بمقابلۂ زمانۂ حال کے مدت اُس واقعہ گذشتہ کی ظاہر ہوتی ہے اور مادۂ تاریخ عام ہے خواہ نظم ہو خواہ نثر اور تاریخ دو قسم ہوتی ہے - ایک صوری اور ایک معنوی اور معنوی فن معما کے قبیل سے ہو صوری وہ ہے جس سے لفظاً کوئی زمانہ معلوم ہو - مثال اسکی -

تاریخ بدیع مصنفہ تسلیم

ہزار وصد و شصت و دو مین عرض	اجل کا بہانہ ہوا وہ مرض
منہ	
گیارہ سو اکیاسی ہجری کی تھی	یہی سال تاریخ رحلت کی تھی
منہ	
گیارہ سو اسی مین تھے چار کم	کہ پیدا ہوئے تھے وہ انجم حشم

اور معنوی وہ ہو جسکے عددون سے بحساب جمل کوئی سنہ و سال پیدا ہو اگر مادہ تاریخ معنوی سے عدد مطلوب بغیر کمی و بیشی کے نکل آوین تو اُسکو تاریخ بے کم و کاست کہتے ہین اور تاریخ کامل بھی بولتے ہین - تاریخ کامل و بے کم و کاست کی مثال یہ تاریخ نتیجۂ فکر جناب مخدومی مولوی نور الدین احمد صاحب ابن مولوی نظام الدین مرحوم ہاشمی بدایونی کی ہے - ع

حضرت صولت نے لکھی یہ کتاب	مدح حضرت مین عجب نادر غریب
لائق تعریف اور تحسین ہے	صاحب ممدوح کی رائے مصیب
قطعۂ تاریخ لکھنے کے لیے	مجھکو بھی ایما ہوا جاگے نصیب
جب ہوئی تاریخ کی مجھکو تلاش	ہاتف غیبی نے آ میرے قریب
مصرع تاریخ یون موزون کیا	نعت محبوب خدا ہے یہ عجیب
	۱۲۹۸ ہجری

اس مین بارہ سو اٹھانوے عدد بے کم و کاست نکلتے ہین -

محمد رضا خان برق

فصل گل ہے گلشن ایجاد کی	دھوم ہے ہر سو مبارک باد کی

خسرو عادل کا ہو اب دور دور	داد بلبل پاتی ہے فریاد کی
قمریوں کو سرو کی پروا ہے کیا	قدر بندوں کو نہیں آزاد کی
بے خطر عاشق ہیں جور عشق سے	جان شیرین بچتی ہے فرہاد کی
قبلۂ عالم نے طبع پاک سے	آج کل کوٹھی عجب ایجاد کی
برق نے تاریخ اسکی یہ کہی	خلد ہے کوٹھی حسین آباد کی ۱۲۵۶ ہجری

محققین فن کا اتفاق ہے کہ صوری و معنوی تاریخوں میں ترجیح اُس تاریخ کو ہے جس میں بھرتی کا کوئی لفظ نہو واو عاطفہ کو بھرتی نہیں کہہ سکتے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔

سنہ یا سال کا لفظ اُس وقت قابل اعتراض نہوگا جبکہ مصرع میں داخل اور الفاظ بیانیہ مادہ سے متعلق نہو۔ مہینے کے عوض لفظ ماہ یا شہر اسی طرح ایام کے عوض لفظ روز یا یوم داخل مادہ ہوسکتا ہے علےٰ ہذا شب یا صبح کے الفاظ کے ساتھ ان کے موزون اور مناسب الفاظ کا استعمال بھی خوبی میں داخل ہے۔ مثلاً اول شب یا آخر شب یا شب قدر یا شب برات یا صبح عید وغیرہ باعتبار لفظ تاریخ کی دو قسمیں ہیں (۱) تاریخ مفرد (۲) تاریخ مرکب۔

تاریخ مفرد۔ وہ ہے جو کسی حرف کے عدد جمل سے حاصل ہو فرض کرو کہ کسی کا نام غالب ہو اور اُسکی وفات ۱۲۸۵ھ ہجری میں واقع ہو اور سرنام حرف کو سال قرار دیا جائے یا کسی کے نام سے حرف اول و آخر لیکر اُسکے متعلق کسی واقعہ کی تاریخ قرار دی جائے جیسے ایک حکیم کی معزولی کی تاریخ ہے ؎

آٹھ جائے حکیم سے تو لے لے	سہ مرتبہ نصف نصف کم کر

حرف ح کے عدد جمل ۸ ہیں اسکی تنصیف کیجئے تو ۴ ہوئے پھر تنصیف کیجئے تو ۲ اور تنصیف سوم میں ۱ رہ گیا ان چاروں ہندسوں کو ایک سطر میں لکھیے ۱۲۴۸ سنہ واقعہ کا مساوی ہے۔

تاریخ مرکب وہ ہے جو ایک یا کئی الفاظ کو شامل ہو جیسے۔

لمؤلفہ

پوچھی تاریخ اسکی مجھی سے	جب ہوئی یہ کتاب چھپکے عیان
لب ہاتف سے یوں ہوا ارشاد	گنج مقصود و مخزن درمان

باعتبار کلام تاریخ کی دو قسمیں ہیں (۱) تاریخ منثور (۲) تاریخ منظوم۔ ۱۳۱۹ ہجری

تاریخ منثور - وہ تاریخ ہے جو ایک یا کئی جملون یا فقرون کی عبارت سے حاصل ہو جیسے نواب رام پور کے بیاہ کی تقریب مین فیروزشاہ خان فیروز رام پوری نے ایک چھوٹا سا رسالہ بنام تحفہ تحریر اس طرح کا نثر مقفّے مین لکھا ہے اس مین ہی عجب موسم خوش ہے عجیب ڈھنگ ہے - آرائش بازار کا نرالا رنگ ہے - اچھے اچھے مناسب جوڑے تقسیم ہو رہے ہین - اچھے اچھے اصیل گھوڑے تنگ تقسیم ہو رہے ہین - جا بجا بازار کی بے مثل دُکانین سج رہی ہین - گھر گھر دل آویز نوبتین بج رہی ہین - شہر مین دل پسند نفیس دروازے بنائے ہین - اور دستکاری سے کیسے کیسے سجائے ہین - شادی مین عجیب عید ہے اور طُرفہ بات ہے - کیا عالی قدر دن ہے کیا لُطف کی رات ہے - فوج کا اور ہی جوبن ہے اور ہی بہار ہے - یہ نوشہ کی بیاہ ہے یا شان کردگار ہے -

تاریخ منظوم وہ تاریخ ہے جو ایک مصرع یا جزو مصرع یا شعر سالم سے پیدا ہو جیسے قطعہ تاریخ میر گھسیٹا نتیجہ فکر شیخ امام بخش ناسخ -

جب میر گھسیٹا مر گئے ہائے ہاتف نے کہی یہ اُسکی تاریخ	ہر ایک نے اپنے مُنھ کو پیٹا افسوس کہ موت نے گھسیٹا

مادہ تاریخ منثور پر منظوم کو ترجیح ہے -

باعتبار مادہ بھی تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) مستقل (۲) غیر مستقل -

مستقل مادّہ وہ ہے جو بنفسہ کامل ہو عام اس سے کہ مفرد ہو یا مرکب منثور ہو یا منظوم جیسا کہ اوپر کے مادون مین -

غیر مستقل مادّہ وہ ہے جو تعمیہ یا تخرجہ کا محتاج ہو -

تعمیہ و تخرجہ

صاحب معدن الجواہر کہتا ہے کہ جمل کا اصطلاحی لفظ تعمیہ ہے اور نیز اُس کا قول ہے کہ اصطلاح اہل بدیع مین معما کہنے کو تعمیہ کہتے ہین اور اصطلاح اہل جمل مین تعمیہ وہ ہے جسکے ذریعے سے تاریخ کے اعداد کو درست اور برابر کرین خواہ زیادتی کے ذریعے سے یا کمی کے ذریعے کے پس اُسکے قول کے بموجب تعمیہ کی تین قسمین ہین (۱) اگر مادہ تاریخ مین کمی ہو تو

اُسکو پُورا کریں جس کا نام **تدخلہ** ہے (۲) یہ کہ اگر مادہ تاریخ مین اعداد کی زیادتی ہو تو اُسکو کم کرین جس کا نام **تخرجہ** ہے ایک یہ کہ مادے کی تکمیل عمل تخرجہ و تدخلہ دونوں سے کرین اسے **آخرہ**۔

بعض اہل جمل نے کہا ہے کہ تعمیہ کی قسم اول کا نام **تعمیہ داخلی** ہے اور قسم دوم کو **تعمیہ خارجی** کہتے ہین اور یہ صرف لفظی اختلاف ہے تعمیہ داخلی کہین یا تدخلہ۔ تعمیہ خارجی کہین یا تخرجہ بہرحال دو اقسام ہین تعمیہ کے۔ بعض کا قول ہے کہ اہل جمل نے تدخلہ کا نام تعبیہ رکھا ہے۔ تعبیہ کے لغوی معنے آراستہ کرنے اور ڈھانپنے اور عجیب چیز بنانے کے ہین اور تعمیہ کے معنے اندھا کرنے اور چھپانے اور چھپنے اور عجیب چیز بنانے کے ہین اگرچہ تعبیہ اور تعمیہ کے معنے قریب قریب ایک ہین لیکن اہل جمل نے کسی مادۂ تاریخ کی کمی کو مٹانے اور اُسکے عیب نقص کو ڈھانپنے کا نام تعبیہ رکھا ہے اس کا عکس تخرجہ ہے جس کی تعریف اوپر بیان ہو چکی ہے۔

بہرحال ہماری رائے مین تعمیہ اور تعبیہ کو مرادف قرار دے کر اس کے ذیلی اقسام کا نام تدخلہ اور تخرجہ رکھین یا تعبیہ اور تخرجہ کو بنفسہ دو مستقل اصطلاح قرار دین دونوں کا نتیجہ معناً ایک ہے صرف لفظی فرق ہے اگرچہ ان الفاظ کی حقیقت کی بنا کسی قدیم تصنیف سے نہین ملتی لیکن یہ عمل قدیم الایام سے عربی اور فارسی اور اردو شاعری مین بضمن تاریخ جاری ہے۔ تاریخ گوئی مین عمل تعمیہ مستحسن نہین اور مجبوری کی حالت مین کیا جاتا ہے تاہم تاریخ مستقل کو اس پر ترجیح ہے اسلیے کہ مادۂ غیر مستقل غیر کا محتاج ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر مادۂ تاریخ مین کچھ عدد کم ہون تو کوئی حرف اُن عددون کا ملا دیتے ہین اور اُسکو باشارۂ لطیف بیان کرتے ہین اور اس عمل کو **تعمیہ** کہتے ہین مثلاً تاریخ شادی یا تولد فرزند وغیرہ مین خوشی کے مقام پر ایک عدد مادۂ تاریخ مین کم ہو تو سر انبساط اور دو عدد کم ہون تو از روے بہجت یا بشارت وغیرہ اور علےٰ ہذا القیاس رنج کے مقام مین ایک کے واسطے از سر آہ اور دو کے واسطے از روے بکا اور چار کے واسطے از سر درد لکھکر تعمیہ کرتے ہین مثال تاریخ تعمیہ کی یہ اشعار قطعۂ تاریخ تولد ایک لڑکے کے نتیجہ طبع جناب مکرمی مولوی نورالدین احمد صاحب۔

	جبکہ دُنیا مین قدم اُس نے رکھا		چودھوین تاریخ تھی پندرھوین شب

بولا ہاتف سُن کے از روے طرب		چودھویں کا چاند اب ظاہر ہوا	

مصرع آخر کے عدد بارہ سو چوراسی ہین اور ضرورت بارہ سو ترانوے کی تھی از روے طرب کہکر نو عدد حرف طوے کے ملائے بارہ سو ترانوے ہو گئے۔

ایسے ہی یہ تاریخ وفات و شہادت حضرت میرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کی۔

مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم تاریخ وفات اُنکی کہی بارو ے درد		اور اُنکی ہوئی خبر شہادت کی عموم سودا نے کہ ہاے جان جانان مظلوم	

ہاے جان جانان مظلوم کے عدد گیارہ سو اکانوے ہوتے ہین ضرورت گیارہ سو پچانوے کی تھی بارو ے درد کہکر چار عدد دال کے اور ملائے گیارہ سو پچانوے ہو گئے۔

قربان علی بیگ سالک

برس دن مین مرے یہ تین شاعر نہ ہاتھ آئی کوئی تاریخ رحلت کہا دل نے کہ داخل ہو گئے سب		کہ جو تھے حضرت دہلی کے ساکن رہی فکر اسکی سالک کو بہت دن ارم مین عارف و تسکین و مومن	

ارم کے عدد دون مین کہ ۱۲۴۱ ہین عارف و تسکین و مومن کے اعداد داخل کرنے سے ۱۲۶۸ نکلتے ہین جو سال وفات ہے۔

ولہ

کس قدر خوش نما ہے یہ مسجد سال زاہد نہ پوچھ سالک سے		جس سے شرمندہ مسجد اقصےٰ ہا آپ تو خانۂ خدا مین آ ہا	

خانۂ خدا کے ۱۲۶۱ عدد مین زاہد کے ۱۷ عدد اُس مین داخل کرنے سے ۱۲۷۸ھ ہو گئے جو سال بنا ہے۔

تعمیہ آحاد تک تو روا ہے اور عشرات کا عیب سے خالی نہین اور سیکڑون کا زیادہ معیوب ہے ہان اگر کوئی خوبی یا نئی بات نکلتی ہو تو روا ہے۔ اگر مادۂ تاریخ مین کچھ عدد اعداد مطلوبہ سے زیادہ ہو جائین تو باشارہ مناسب و بہتر اُتنے اعداد گھٹا دیتے ہین اس عمل کو تخرجہ کہتے ہین مثال۔

قاضی محمد امداد علی جمالی

منشی خوش خصال ہیرا لال ہا		راج الور مین ہین جو حاکم مال ہا	

جودت طبع سے اُنھوں نے لکھا — کیا ہی دیوان ریختہ امسال
فکر تاریخ تھی مجھے کہ کہا — مجھ سے ہاتف نے ہوکے گرم مقال
عیسوی سال نظم شہرت سے — سر حاسد کو قطع کرکے نکال

نظم شہرت سے ح کے عدد کہ آٹھ ہین خارج کرو تو سنہ ۱۸۵۷ء پیدا ہو جاے - اور تخرجہ تاریخ تولد مین فال بد سمجھتے ہین اور تخرجہ آحاد تک جائز اور عشرات وغیرہ کا نازیبا ہی اور بشرط عمدگی خوبی سوا ہی جیسے اس تاریخ مین -

مومن

دُخت روشن روان ہوئی پیدا — کیا ہی چمکا ہے اختر مومن
نال کٹنے کے بعد ہاتف نے — کہی تاریخ دختر مومن

دُختر مومن کے عدد تیرہ سو چالیس ہوتے ہین اور مطلوب بارہ سو انسٹھ ہین اور نال کٹنے کے بعد یعنی نال کے عدد اکاسی دُور ہو جانے کے بعد بارہ سو اُنسٹھ باقی رہے یہی تاریخ ولادت ہی
خوبی تاریخ کی یہ ہی کہ تاریخ بے کم و کاست بغیر تعمیہ و تخرجہ کے ہو اور تاریخ کے مادے کو اکثر مصرع کے آخر مین اس طرح موزون کرتے ہین کہ ہاتف یا سروش فلک یا ملہم غیب یا خضر یا مسیح وغیرہ نے یون کہا اور یون ارشاد کیا اور یہ ندا دی اور یہ کان مین کہا اور شعرون مین یا اوپر کے مصرع مین اکثر یہ مضمون لکھتے ہین کہ مجھے تاریخ کی فکر تھی اور مین تاریخ کی تلاش مین تھا اُس وقت یہ آواز آئی یا ایسا ہاتف نے کہا -
اور کبھی ایک ہی مادے سے باعتبار الفاظ و اعداد کے صوری و معنوی دونون طرح کی تاریخین برآمد ہوتی ہین خواہ مادہ بے کم و کاست ہو یا تعمیہ یا تخرجہ کے ساتھ اور خواہ صوری و معنوی دونون تاریخین ہجری ہی ہون یا ایک ہجری اور ایک عیسوی مثلاً یہ فقرہ ایک لڑکے کی تاریخ تولد کا نتیجہ فکر جناب مولوی نورالدین احمد صاحب **فقرہ** بارہ سو ترانوے ہجری مین پیدا ہوا اس مین لفظاً و عدداً تاریخ ہجری نکلتی ہے -

ولہ

کہا یہ ہاتف غیبی نے میرے کانمین اُسدم — اٹھارہ سو پچھتر اسکی تاریخ ولادت ہے

باعتبار الفاظ کے سنہ ۱۸۷۵ عیسوی معلوم ہوتے ہین اور باعتبار اعداد کے اُس مین بارہ سو بانوے ہجری نکلتی ہے -

	مشیر	
دو شنبہ اول تھر صیام نیک اقبال		کہی منیر نے صوری و معنوی تاریخ

اعلیٰ ترین اقسام تاریخ سے یہی ہو یعنی کہ باعتبار الفاظ کے سنہ ہجری یا عیسوی معلوم ہون اور باعتبار اعداد کے دوسرے سنہ اُسکے مخالف پیدا ہون۔ یہان بنظر مزید احتیاط طریقہ استخراج تاریخ مفصل لکھا جاتا ہے۔

یاد رکھو کہ تاریخ بہ حساب جمل۔ حروف ابجد سے نکلتی ہو اور تمام حروف تہجی آٹھ کلمون مین جمع مین

ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔

الف سے طاتک آحاد ہی می سے ص تک عشرات ق سے ظ تک مآت اور غ ہزار ہے۔

مگر تا بہ سعفص دے دس دس بڑھا			تو ابجد سے حطی تک ایک ایک گن
دل اپنا حساب جمل سے چھڑا			پھر آگے سے سو سو فزون کرکے یار

تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ ابجد سے لیکر حطی تک ایک ایک عدد بڑھایا جائے گا مثلاً الف کا ایک بائے موحدہ کے دو جیم کے تین ڈال مہلہ کے چار ہے کے پانچ واؤ کے چھ زائے معجمہ کے سات ہائے مہلہ کے آٹھ طائے مہلہ کے نو یائے تحتانی کے دس اور کلمن سے آگے دس دس بڑھائے جائینگے جیسے کاف کے بیس لام کے تیس میم کے چالیس نون کے پچاس سین مہلہ کے ساٹھ عین مہلہ کے ستر فے کے اسی صاد بے نقطہ کے نوے اور پھر قرشت سے آگے سو سو بڑھائے جائینگے اس طرح کہ قاف کے سو رائے مہملہ کے دو سو شین نقطہ دار کے تین سو تائے فوقانی کے چار سو ثائے مثلثہ کے پانسو خائے نقطہ دار کے چھ سو ذال منقوطہ کے سات سو ضاد منقوطہ کے آٹھ سو ظائے نقطہ دار کے نو سو غین نقطہ دار کے ہزار۔ اور خاص فارسی اور ہندی کے حروف کے بھی وہی عدد ہین جو اُنکے اصلی حروف عربی کے ہین یعنی پ چ ژ گ اور ٹ ڈ ڑ اعداد مین ب ج ز ک اور ت د ر کے موافق ہین۔

اور حروف اعداد مقررہ سے تین طرح تاریخ نکلتی ہو یعنی تاریخ معنوی خواہ تعمیہ کے ساتھ ہو خواہ تخرجہ کے ساتھ تین طور پر کہی جاتی ہے۔

ایک۔ طریقے کا نام جمل صغیر ہو جیسے زبر بھی کہتے ہین اور یہی طریقہ متعارف ہو کہ حروف ابجد سے اعداد مقررہ لیے جائین جیسے ابوالمظفر کے عدد بارہ سو ساٹھ لیے گئے اور یہ بہت رائج ہو۔

دوسرا طریقہ یہ ہو کہ خود حرف کے نام کے حروف لیکر اُن مین سے سرے کا حرف چھوڑ دیا باقی جو حروف بچے اُنکے عدد لیے مثلاً لفظ عبداللہ مین عین اور با اور دال وغیرہ حروف ہین پس لفظ عین سے جو نام

حرف کا ہے خاص عین کو چھوڑکر ے کے (۱۰) اور ن کے دہ ۵ اجملہ ساٹھ عدد لیے اور باسے خاص ب کو چھوڑ کر الف کا ایک عدد لیا اور دال سے خاص دال کو چھوڑ کر الف اور لام کے اکتیس عدد لیے اور اسی طرح اعداد جمع کرنے سے سنہ مطلوب پیدا ہو گئے اسکو جمل وسیط اور بینات کہتے ہین مثال اسکی تاریخ اتمام تذکرہ سراپا سخن طبعزاد محمد حسن خان طبیب تخلص شاگرد منیر۔

میرے مشفق نے لکھا ہے تذکرہ کس نور کا ہے شمار ہینہ سے مصرع سال آشکارا	ہو سکے کیونکر کسی سے ای طبیب اسکا جواب واہ دیکھا تذکرہ وہ شاعرون کا لاجواب

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حرف کے نام کے سب حرفون کے اعداد شمار کرین جیسے کریم کے لفظ مین ایک کاف ہے دوسرا را تیسرا یا چوتھا میم پس کاف کے عدد ایک سو ایک اور را کے عدد دو سو ایک اور یا کے عدد گیارہ اور میم کے عدد نوے ہوے اسکو جمل کبیر اور زبر و بینات طلا کہتے ہین اور لفظ اللہ کے عدد بحساب زبر و بینات و جمل کبیر دو سو اکسٹھ ہین گلبن تاریخ مین لکھا ہے کہ بینات کو اسم اور زبر بضمتین کو مسمے کہتے ہین اور زبر و بینات وہ ہے کہ مسمے اور اسم حرف دونون کے عدد نکال کر تاریخ کہی جاے مہر مہدی حسن الم تخلص نے ایک کتاب کی تاریخ زبر و بینات مین کہی ہے سہ

چھپ چکا استاد کا دیوان جب بینات و زبر مین دیکھو عدد	عیسوی تاریخ الم نے یون کہی گلشن بے خارہ ہے دیوان یہی

کبھی تاریخ مین کئی طرح کے التزام کرتے ہین مثلاً کوئی فقرہ یا مصرع یا عبارت وغیرہ مادہ تاریخ کی لکھین اور اس مین یہ اشارہ کرین کہ سب حروف مہملہ کے اعداد سے تاریخ نکلے یا سب منقوطہ حروف ہمکو لینا مقصود ہین غرض کہ اشارہ کر دیتے ہین۔

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف مہملہ مقصود ہون نتیجہ طبع محمد منظر حسین تخلص شفق۔

ہوا مطبوع وہ دیوان کہ اسکو شوق سے چومے نہین دیوان لکھا واسطے طبع رنگین سے شفق تاریخ فصلی بے نقط لکھنے کو جب بیٹھا	تو اسکا طوطی خامہ بھی بلبل کی طرح بولے در گنج معانی شاعرون کے واسطے کھولے بڑی فکر رسا مین طائر مضمون نے پر کھولے

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف منقوطہ مقصود ہین انکے جمع کرنے سے تاریخ نکلتی ہے۔

نظام ساکن جاورہ

عقل و شعور بن کے عروس پری جمال	آراستہ بزیور عقل و شعور ہے

ہر فقرہ اُسکا ہے ہمہ تن دانش و خرد — یہ امتحان جوہر عقل و شعور ہے

تاریخ ہجریہ ہے یہ مسقوطہ اے نظام
عقل و شعور دفتر عقل و شعور ہے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ ایک قطعہ مین مادہ تاریخ بھی ہوتا ہے اور بطور توشیح ہر مصرع قطعہ کے حروف جمع کرکے اُنکے عدد لیے جاوین تو بھی تاریخ پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مادہ تاریخ مین سنہ ہجری یا عیسوی نکلین اور صنعت توشیح سے دوسرے سنہ اُسکے سوا پیدا ہون مثلاً مصرع اول کے شروع کے حروف جمع کرنے سے سنہ ہجری نکلین اور مصرع اول کے آخر کے حروف جمع کرلے سے سنہ عیسوی پیدا ہون اور مصرع ثانی کے شروع کے حروف کے اعداد جمع کرنے سے سنہ فصلی اور مصرع ثانی کے آخر کے حروف کے اعداد یکجا ہونے سے سمت ظاہر ہون جیسے کہ منشی شیخ عنایت حسین بلگرامی نے آغاز کتاب تاریخ حضرت سالار مسعود غازی مسمےٰ بہ غزانامہ مسعود مین دو قصیدے نواب کلب علیخان والی رام پور کی مدح مین لکھے ہین اور اُن مین صنعت توشیح سے تاریخ سنہ ہجری و عیسوی و فصلی و سمت مین نکالی ہے۔
جارج پیش متخلص بہ شور نے صنعت توشیح مین یہ تاریخ لکھی ہے۔

ہ

ترا بخت یاور شہنشاہ ہند — خدا ظل گستر شہنشاہ ہند
سلامی کو آیا ہے پیش نظر — یہ خورشید خاور شہنشاہ ہند
ترا نام روشن ہے جون آفتاب — تو ہے ذرہ پرور شہنشاہ ہند
ہوئے لارڈ لٹین گورنر یہان
بنے فخر اکبر شہنشاہ ہند

تمام مصرعون کے حروف اول کے اعداد جمع کرنے سے سنہ ۱۸۷۷ عیسوی حاصل ہوتے ہین جو ملکہ کوئن وکٹوریہ کے خطاب شہنشاہ ہند اختیار کرنے کی تاریخ ہے۔
باعتبار تصنیف تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ مصنفہ مورخ (۲) وہ تاریخ جو مورخ کی مصنفہ نہو اور تاریخ کا سہرا مورخ کے سر پر قائم کرے پچھلی قسم وہ تاریخ ہے جو کسی اُستاد کے مشہور مصرع یا ضرب المثل یا حدیث رسول یا قرآن سے حاصل ہو اگرچہ اس قسم کی تاریخ مین

مورخ کو کلام پر ملکیت کا حق حاصل نہین لیکن اہل عمل نے اس قسم کی تاریخ کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور عموماً عمل یہ رہا ہے کہ جس مصرع کی شہرت عام اُسکے نام سے نہو اُسکے متعلق ذکر کر دینا چاہیئے کہ فلان اُستاد کے کلام سے ہم نے تاریخ پیدا کی ضرب المثل یا حدیث یا آیۂ قرآنی کی نسبت اس صراحت کی ضرورت نہین ہے۔ اُستادان فن کا قول ہے کہ ایسے مادے مین بھی خفیف سا لفظی تصرف اصل کلام کے مقابلے مین باغراض تکمیل عدد جائز ہے بشرطیکہ اس تغیر کے بعد بھی سامع کا خیال سُنتے ہی اصل کلام کی جانب رجوع ہو جائے جیسے حالی نے خود غالب کے مشہور مصرع سے اُنکی تاریخ وفات نکالی ہے۔

ناگاہ دی یہ غالب مرحوم نے صدا	سچ ہے کہ خواجہ راہ نمائی مین فرد تھا
تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

باعتبار طرز بیان کے تاریخ کی تین قسمین ہین (۱) بیان واقعی (۲) بیان بذریعۂ کنایہ و استعارہ (۳) دعائیہ۔

قسم اول وہ تاریخ ہے جس مین کسی تقریب یا واقعہ کا بیان بغیر کسی مبالغہ یا بھرتی کے صاف الفاظ مین کیا جاے اگرچہ بعض تاریخون مین کنایہ یا استعارہ کی وجہ سے لطف سخن دوبالا ہو جاتا ہے لیکن اس کا درجہ بیان واقعی سے کبھی بڑھ نہین سکتا۔

بیان واقعی مین الفاظ زائد سے بالکل پرہیز کرنا چاہیئے۔ رئیسون کی تقاریب غسل صحت مین بیان واقعی سے کام لینا ترک ادب ہے ایسے موقع پر مادۂ تاریخ مین بصراحت نام صرف دعا دینی چاہیئے جس مین ترقی عمر و اقبال یا رد بلا کا مضمون ہو یا غسل صحت پر مبارکباد۔

اور تاریخ مین بامحاورہ الفاظ کا لحاظ رکھا جاوے اس لیئے کہ خوبی زبان کا درجہ سب پر مقدم ہے عمدہ مضامین نقصان زبان کی وجہ سے خاک مین مل جاتے ہین۔

سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ مادۂ تاریخ بدون تدخلہ و تخرجہ ہو تاکہ مصرع تاریخی کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے اور مادۂ تاریخ مین حتے الوسع بھرتی کے الفاظ نہ آنے پائین مادے کی تکمیل کے لیے مربوط الفاظ سے کام لینا چاہیئے جو منشاے تاریخ کے خلاف نہون اور مضمون سے مناسبت رکھتے ہون مثلاً موت کی تاریخ مین افسوس یا آہ یا ہیہات۔

کبھی تاریخ کے صرف حروف متحرک کے عدد شمار کیے جاتے ہین اور ساکن حروف چھوڑ دیتے ہین جیسا کہ تمنیر شاگرد مرزا جلال نے ایک تصنیف کی تاریخ لکھی ہے۔

	یہ رسالہ لکھا عجیب و غریب ؛		میرے اُستاد نے حقیقت میں
	مادہ ملگیا عجیب و غریب		فکر تاریخ اے تمیز جو کی
	ہوئی تاریخ کیا عجیب و غریب ۱۳۱۹ھ ہجری		متحرک حروف کو جو لیا

مورخ نے اس مادہ تاریخ سے حروف ک ع ج غ ر کو محسوب کیا ہے۔

کبھی صرف حروف ساکنہ سے تاریخ حاصل کرتے ہیں ایک مورخ دکن نے اس صنعت میں کیا خوب تاریخ لکھی ہے۔

	کرم اس پہ کر اے غفور الرحیم		جہان سے چلا بندۂ نیک ذات
	خدا بخش کو بخشدے اے کریم ۱۸۶۶ع		ملی حرف ساکن سے تاریخ فوت

اس مادۂ تاریخ میں جو سنہ عیسوی میں لکھا گیا ہے صرف حروف ساکنہ یعنی ا س خ ش د خ ش۔ ے۔ ے۔ م۔ ے۔ عدد محسوب ہوئے ہیں جو مساوی ہیں ۱۸۶۶ع کے

کبھی صرف مفرد حروف سے تاریخ حاصل کرتے ہیں اور کبھی۔ صرف حروف مرکبہ سے اول کو اہل جمل صنعت منفصل اور دوم کو متصل بولتے ہیں۔

کبھی ایسا کرتے ہیں کہ جب مادے کے حروف کو اُلٹ دیں تو صوری سنہ ظاہر ہو جب حیدر آباد دکن میں نواب سُہراب معزول ہوئے تو کسی اُستاد نے اس واقعہ کی تاریخ لکھی ہے کیا چرخ نے نوابی سُہراب کو اُلٹا ؛ اگر نوابی سُہراب کے حروف کو اُلٹ دیں تو بارہ سو باون کے الفاظ حاصل ہوتے ہیں اور یہ نہایت دقیق اور لطیف صنعت ہے لیکن اسکو فن جمل سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

کسی شخص کے نام کو کسی فقرہ یا مصرع میں اس طرح لاتے ہیں کہ اُس فقرے یا مصرع کے معنون کے لحاظ سے عَلَم کے طور پر مستعمل نہیں ہوتا جیساکہ کسی شخص نے میر الٰہی بخش کی رحلت کی تاریخ اس مصرع سے حاصل کی ہے۔ ے الٰہی بخشدے اپنے کرم سے ؛ اس تاریخی مصرع میں الٰہی بخش کا نام عَلَم کی حیثیت سے نہیں مستعمل ہوا ہے بلکہ اجزا اپنے خاص معنون میں مستعمل ہیں اسی صنعت کی ایک تاریخ محمد کانے نام ایک شخص کی شہادت کے متعلق بنگلور میں لکھی گئی تھی ے گلستان بہشت میں جا پہونچا وہ نام محمد کانے کر ؛

کبھی ایک قطعہ یا قصیدہ یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا جملے سے ایک ہی سنہ یا مختلف سنون کے مادے پیدا کرتے ہیں جیسے بے حد مسرت سے حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔ ۱۳۳ ۶۱۹

کر تاریخ بلغند یا یہ اور داغ نے ایک قطعہ گیارہ شعر کا لکھا ہے جس کے ہر مصرع سے ایک تاریخ نکلتی ہے جس سے ۱۲۸۲ عدد برآمد ہوتے ہین وہ یہ ہی -

بھر کر شراب صاف پلا آج جام مین	ساقی ہے انجمن کی زبان پر ترانہ آج
پریون کا جمگھٹ اور حسینون کا جلسہ ہے	کیا ایک رنگ پر ہی یہ جشن شہانہ آج
فانوس جھاڑ آئینے تصویر لیمپ بھی	چمکا ہے بزم جشن سے دیوان خانہ آج

قدر بلگرامی

کیا مقدم نواب کی بس شہرت ہے	حقا نازل یہ آیۂ رحمت ہے
دیباچہ مین ہے نزول اول اے قدر	جب تو جو اکبر مین نہین حجت ہے

تاریخ ختم بکے ننگ کالج - **ایضاً**

سلامت یا خدا احکام منصور اور یہ کالج	ہین جبتک نجم و مہ افلاک پر ہو تیس مدرس
لکھی نظم وہ لکھی ہے قدر بلگرامی نے	ہین سال عیسوی مقصود ہر اک مصرع تر مین

میر علی اوسط رشک

چھپ چکے دیوان دونون جب مرے استاد کے	جن کا اک اک شعر اہل طبع کو مرغوب ہی
مصرع واحد مین لئے تہری تاریخین کہین	کیا بجا تاریخ ہے - ہر اک غزل مرغوب ہے

کبھی صرف احاد یا صرف عشرات یا صرف مآت یا صرف الوف سے تاریخ حاصل کرتے ہین جیسے -

پھر آج جشن سالگرہ ہے حضور کا	۵	کل جس طرح تھی دھوم زمانے مین پار سال
سنتے ہین سیکڑون کی زبان سے یہی دعا		قائم ہمارے سر پہ رہو تم ہزار سال

مورخ نے سیکڑے سے مآت کا اشارہ تو کر دیا ہے لیکن تاریخی اشارہ صراحت کے ساتھ نہین ہے -

کبھی - مندرجہ ذیل حروف مہملہ کو جو مادۂ تاریخ مین واقع ہون نقطہ دار فرض کر کے اُنکے عدد محسوب کرتے ہین یعنی ح کو خ فرض کیا جاے اور د کو ذ اور ر کو ز اور س کو ش اور ص کو ض اور ط کو ظ اور ع کو غ جس مصرع یا فقرے یا لفظ کو مادہ قرار دیا جاتا ہے اُس کے مجموعی حروف سے صرف حروف مندرجۂ بالا حساب مین شمار کیے جاتے ہین اور باقی حروف حساب مین داخل نہین ہوتے بعض نے کہا ہے کہ باقی حروف بحال خود رہ کر داخل حساب

ہوتے ہین جیسے اس تاریخ مین جو کسی دکنی کی طبع زاد ہے۔

ٹوکری ٹھوکر سے بنے محتاط آپ	دشمنون نے آپ کو چوکس کیا
کر دکھایا ایک تنکے کو پہاڑ	ان حریفون نے تمھین بےبس کیا
جو ہوا قاصد تری امداد کا	دیکھے جُل بیرنگ اسے واپس کیا
پھنس گیا آفت مین بےچارہ غریب	گھر گیا حملون مین اور بس بس کیا
صنعت تنقیط مین ہے اس کا سال	ایک کو نقطہ لگا کر دس کیا

مصرع تاریخی مین صرف ط کے عوض ظ محسوب ہوئی ہے اور ر کے عوض ز اور د کے عوض ذ اور س کے عوض ش حروف معینہ سے صرف اسی قدر حروف اس مصرع مین قابل تنقیط تھے
کبھی۔ حروف نقطہ دار سے نقطے کو سلب کر لیتے ہین مثلاً مادۂ تاریخ مین ج یا خ واقع ہو تو اس کا نقطہ سلب کر کے دونون کے لیے ح کے عدد محسوب ہونگے اسی طرح ذ کو د فرض کرتے ہین اور ز کو ر اور ش کو س اور ض کو ص اور ظ کو ط اور غ کو ع۔
کبھی ایسا کرتے ہین کہ حروف تاریخی کے اعداد جدا جدا ایک سطر مین ترتیب کے ساتھ لکھتے ہین اور بغیر میزان دینے کے سنہ مطلوب حاصل ہوجاتا ہی جیساکہ نواب عبدالباری خان مدراسی نے نواب محبوب علی خان والی حیدرآباد دکن کی سالگرہ چہل سالہ کی تاریخ لفظ جُبلی سے پیدا کی ہے جو زبان انگریزی کا کلمہ ہے کہ چارون حروف لفظ جبلی کے اعداد سے تاریخ حاصل ہی اس طرح کہ عشرات کا صفر دُور کر دیا ہی۔
ج ب ل ی۔ صفر دُور ہونے کے بعد سنہ ۱۳۲۳ رہتے ہین اس سے بھی صاف مثال اس مقام کی یہ ہے۔

شہ نے کیا جو قلعہ مفتوح دشمنون سے	احباب کے دلون کو یک لخت پہونچی تسکین
ہاتف سے جبکہ مین نے تاریخ اسکی پوچھی	بتلانے کی غرض سے چار انگلیان اٹھا دین

چار انگلیون کو جو حرف الف سے مشابہ ہین اٹھا دینے سے ۱۱۱۱ کی شکل معلوم ہوتی ہے اور یہی سنہ مطلوب ہین۔

مثال دیگر

شہ نے جو کیا حصار مفتوح	حاصل ہوئی سب دلون کو تسکین
ہاتف سے جو پوچھی مین نے تاریخ	دو انگلیان چار مین سے خم کین

اگر چار انگلیوں میں سے دو کو کھڑا رکھیں اور دو کو خم کر دیں تو ہر کھڑی انگلی کی شکل ایک کے عدد ۱ کی سی ہو گی اور خم شدہ کی آٹھ ۸ کے عدد کی سی اسی طرح دو کے کھڑے اور دو کے خمیدہ ہونے سے ۱۸۸۱ کی شکل پیدا ہوتی ہے۔

کبھی بطریق جمع و تفریق و ضرب تاریخ نکلتی ہے چنانچہ حافظ محمد ممتاز علی خان حافظ تخلص نے دیوان مہتاب داغ کی تاریخ بطریق جمع کہی ہے۔

میں نے جب چاہا لکھوں از روے جمع ۔۔۔ سال طبع اس گلشن اشعار کا
وارد خاطر ہوے الفاظ ذیل ۔۔۔ خوش بیانی حسن معنے جو چلا
سنہ ۱۳۲۳ ہجری

بطریق تفریق

ولہ

چھپا دیوان ثالث داغ کا ہر انجاح سے ۔۔۔ حسد کا داغ دل سے شاعران ہند کے دھوئے
سنہ فصلی اگر درکار ہو تفریق کی رو سے ۔۔۔ سیاہی۔ داغ ہے۔ لاف عدد۔ اشعار سے کھوئے
(۷۵) (۱۰۰۵) (۱۹۱) (۵۷۲)

بطریق ضرب

سنہ ۱۳۰۷ فصلی

الم

شاہ اقلیم سخن استاد شاہ ۔۔۔ داغ عالی قدر صاحب اختیار
نسخۂ دیوان ہے اُن کا زیر طبع ۔۔۔ انتخاب دہر مثال نو بہار
محو تھا میں فکر میں تاریخ کی ۔۔۔ یہ ندا ہاتف کی آئی ایک بار
سال فصلی یوں بھی نکلے اے الم ۔۔۔ تین چکر لگا دے روزگار

تین کو روزگار کے اعداد میں کہ ۴ ۳ ۴ ہیں ضرب دینے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہیں اور یہی مطلوب سنہ فصلی ہے۔

نصیر احمد خان شوق کی یہ تاریخ بھی اسی قبیل سے شمار ہونے کے قابل ہے۔

ولہ

جب یہ دیوان جہان معنے ہے ۔۔۔ اس کی تاریخ ہو وہ مشفق من
نکلے ہر چیز سے زمانے کی ۔۔۔ شوق سے سن لے یہ شگرف سخن
پہلے اُس چیز کے عدد لکھ لے ۔۔۔ جس سے ہو شکل مدعا روشن
پھر اُسے ضرب کر تو بارہ سے ۔۔۔ اور تاریخ اُس میں جوڑ اے پُرفن
بعد ازاں اُسکو چھ پہ کر تقسیم ۔۔۔ اور باقی کو اے وحید زمن

دو سے باسٹھ میں ضرب دیجے شک — حاصل ضرب ہوگا ہجری سن

تصریح مثلاً لفظ آب سے اگر تاریخ نکالنی منظور ہے تو اس کے تین عدد ہیں تین کو بارہ میں ضرب دیا تو ۳۶ ہوئے اس پر پانچ بڑھائے اکتالیس ہوئے اکتالیس کو چھ پر تقسیم کیا پانچ بچے پانچ کو دو سو باسٹھ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب سنہ ۱۳۱۰ ہجری ہوئے یہی سال مطلوب ہے۔

کبھی مادہ تاریخ کے اعداد کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ جیسے

ضیاے حیدرآبادی

مبارک ہو دلہن کو رونمائی ✽ حبیب اللہ مسرت سے ہیں مخمور
ضیا نے عرض کی جلوے کی تاریخ ✽ مضاعف ہوگیا نور علیٰ نور ✽

نور علیٰ نور کے اعداد ۶۲۲ ہیں جنکو مضاعف کرنے سے ۱۲۴۴ حاصل ہوتے ہیں اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

رفعت حیدرآبادی

سرکار کو ملی ہے وکالت حضور کی ✽ دربار شہ میں آپ کا رتبہ ہوا بلند
جب نذر دی تو شاہ نے تلوار کی عطا ✽ ہاتف نے دی ندا کہ مراتب ہوے دوچند

لفظ مراتب کے عدد ۶۴۳ کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب ۱۲۸۶ حاصل ہوتا ہے۔

کبھی مادہ تاریخ کی تنصیف سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے جیسے

جب کمان آئی تو سرداری رنوچگر ہوئی ✽ حور لعبد الکور کے معنے ہوے سب پر عیان
کی جو فکر جان گزا تاریخ کا بیوگل بجا ✽ گھٹ کے آدھے رہ گئے بخشی ذکاء اللہ خان

بخشی ذکاء اللہ خان کے اعداد ۲۳۵۰ ہیں جن کی تنصیف سے ۱۱۷۵ ہجری حاصل ہوتا ہے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

کبھی ایک مادے سے ایک سے زیادہ تاریخیں پیدا کرتے ہیں ملک الشعرا ذکی نے اُردو کا ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے ہر مصرع سے ۱۳۴۴ ہجری نکلتے ہیں اور ہر شعر کے حروف منقوطہ سے بھی یہی سنہ برآمد ہوتے ہیں اسی طرح ہر شعر کے غیر منقوطہ حروف سے بھی اور ہر مصرع کے منقوطہ سے دوسرے مصرع کے غیر منقوطہ کے ساتھ بھی یہی تاریخ پیدا ہے۔

کبھی دائرے سے تاریخ حاصل کرتے ہیں اور اس سے بہت سی تاریخیں نکلتی ہیں ہر ایک خانے میں ایک لفظ اور ہر لفظ کے ذیلی خانے میں اُس کا عدد لکھا جاتا ہے۔ مثال اُسکی مادہ تاریخ

یہ مصرع ہے۔

از غرائب الجمل

نونہال گلشن شاہی گرامی ہین بیدونون

یہ مصرع اس دائرہ مین تقسیم پاتا ہے۔

دائرہ مثمنہ

اس دائرے سے قاعدۂ مقررہ سے بے شمار تاریخین حاصل ہوتی ہین جن کے حاصل کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ان خانون مین سے کسی ایک خانے کو مبدء قرار دیا جاے یعنی شمار اس خانۂ مبدء سے شروع کیاجاے اور ایک ایسا عدد دل مین فرض کیا جاے جو ۱۱۴۴ اور چودہ کے اضعاف (پہاڑون) اور نیز پندرہ کے سوا ہو بعد ازان عدد مفروض کو دیکھا جاے اگر وہ طاق ہے تو شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء سے ہوگا پس جس خانے پر عدد مفروضہ کا شمار ختم ہو اُس خانے کا عدد ایک کاغذ پر لکھ لو پس اسکے مابعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری کر جس خانے پر شمار ختم ہو

اُس کا عدد اسی کاغذ پر لکھتے جاؤ پھر اسکے بعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری رکھو یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ شمار کی انتہا خانۂ ماقبل مبدء پر نہو پھر اس کے بعد اُن اعداد کو جو آپ الگ کاغذ پر لکھتے رہیں جمع کرو تو سال مطلوب حاصل ہوگا۔

اگر عدد مفروضہ جفت ہے تو شمار کا آغاز ہمیشہ اُسی خانے سے ہوگا جس خانے کو مبدء قرار دیا ہے اور یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک شمار کا اختتام خانۂ مبدء پر نہو۔

بہرصورت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو عدد فرض کیا جائے گا اُسی کے مطابق خانوں کا شمار ہوگا اگر پانچ کا عدد فرض کیا ہے تو پانچویں خانے کے اعداد لیئے جائینگے اور چھ کا عدد فرض کیا ہے تو چھٹے خانے کے عدد لیے جائینگے مثلاً ہم نے ایک فرضی عدد (۵) قرار دیا اور نقشۂ بالا سے خانہ (۳) کو مبدء تجویز کیا اور بدین وجہ کہ عدد مفروضہ طاق ہے شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء یعنی خانۂ (۴) سے کیا تو پانچ کا شمار خانۂ (۸) پر ختم ہوا یعنی چوتھے خانے سے آٹھواں خانہ پانچویں نمبر پر ہے اور اسکے عدد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے مابعد کے خانہ سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانہ (۵) پر قرار پایا کیونکہ آٹھ کے بعد پہلے نمبر سے پانچ تک پانچواں نمبر ہے جس کے اعداد (۵۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے بعد کے خانے سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانۂ (۲) پر ہوا کیونکہ یہ پانچ کے بعد چھٹے خانے سے پانچویں نمبر پر ہے جسکے اعداد (۶۵) محفوظ کیے غرضکہ اسی طرح خانہ مندرجہ کے بعد سے چار چار خانے چھوڑ کر پانچویں خانے کے اعداد لیے جاتے ہیں چنانچہ دو کے مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۷) پر ہوا جسکے اعداد (۴۰۰) محفوظ کیے گئے۔ پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۴) پر ہوا جسکے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۱) پر ہوا جسکے اعداد (۲۷) محفوظ کیے گیے پھر اُسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہو اور اختتام خانہ (۶) پر ہوا جسکے اعداد (۹۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۳) پر ہوا جو ماقبل مبدء ہے اور اُسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اب شمار کی ضرورت نہیں ہے اسلیے کہ مبدء پر اختتام ہوا پس ہمنے اعداد محفوظ کو جمع کیا تو ۳۱۶ x ۵۶ + ۶۵ + ۴۰۰ + ۱۱۶ + ۲۷ + ۹۶ + ۱۵ مساوی ہیں ۱۳۲۵ کے اور یہی مطلوب ہے۔

اب ہم نے دوسرا عدد فرض کیا جو (۶) ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عدد جفت ہے اور مبدء خانہ (۵) کو قرار دیا اور حسب قاعدۂ متذکرۂ بالا اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو چھ کا شمار خانہ۔

(۲) پر ختم ہوا جسکے اعداد (۶۵) کو ہم نے محفوظ کیا کیونکہ اب چھٹا خانہ لیا جاتا ہو اور بیچ مین پانچ خانے چھوڑ دیے جاتے ہین اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۷) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۴۰۰) محفوظ کیے گئے کیونکہ دوسرے نمبر سے ساتوین خانے کا نمبر پہنچتا ہے۔ اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۴) پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۱) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۲۷۱) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۶) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۸۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۳) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۸) پر شمار ختم ہوا اور اسکے اعداد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز ہوا تو خانہ (۵) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۵۶) ہین جو محفوظ کیے گئے۔ چونکہ شمار خانہ مبدء پر ختم ہوا لہذا اب شمار زائد کی ضرورت نہین اب ہم نے اعداد محفوظ کو جمع کیا تو ۶۵ + ۴۰۰ + ۱۱۶ + ۲۷۱ + ۸۶ + ۱۵ + ۳۱۶ + ۵۶ مساوی ہین ۱۲۲۵ کے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

تنبیہ

مورخ مجاز ہے کہ چاہے کسی طرح تاریخ کہے لیکن اسکی تصریح کر دینی ضرور ہے اور یہ سب صورتین خالی از تکلف نہین جس قدر تاریخ صاف الفاظ مین ہو اُتنی ہی خوش آئندہ و مرغوب و مطبوع ہو گی اور اظہار زور طبیعت کے واسطے ممکن ہے کہ کوئی ایک قاعدہ فرضی مقرر کر کے اس مین تاریخ کہے جیسے میر نادر علی رعد تخلص مؤلف گنجینۂ تواریخ نے اپنی کتاب کی تاریخ نکالی ہے اور وہ یہ ہے۔

صد شکر کہ یہ کتاب نادر	مطبوع ہوئی بزیب و زینت
مطلوب ہوا جو سال اُس کا	سوجھی اسے رعد طرفہ صنعت
جتنے الفاظ ہین جہان مین	پیدا ہو ہر اک سے سال ہجرت
جو دیکھے گا یہی کہے گا	تاریخ نہین یہ ہے کرامت
ایسی تاریخ ہم کو کہنی	آسان ہے ریاضی کی بدولت
جو چاہو فرض کر لو الفاظ	قلت سے ہوا یا کہون بکثرت
جس طرح سے چاہو اُن کے اعداد	محسوب کرو نہو گی دقت

کچھ نقطے بڑھاو سیدھی جانب
چار اُس پہ زیادہ کرکے فوراً
باقی پہ بڑھاو نصف اُس کا
حاصل جو ہو اس عمل سے آخر
اور اُس پر بڑھائیے جو سترہ

جتنے تم چاہتے ہو حضرت
مجموعہ یہ پانچ پر ہو قسمت
جو کچھ بچ جاوے بعد قسمت
محسوب ہو اُسکی چوتھی قوت
پیدا ہو جاوے سال ہجرت

تصریح فرض کرو لا مساوی ہے ۲۷۴ کے اگرچہ صحیح عدد اسکے اس سے بہت کم ہین پھر اس دوسو چوہتر پر ایک نقطہ بڑھایا تو ۲۷۴۰ ہوے اس پر چار زیادہ کیے تو ۲۷۴۴ ہوے اسکو پانچ پر تقسیم کیا باقی رہے (۴) اس پر چار کا نصف زیادہ کیا تو (۶) ہوے اب ۶ یعنی چھ کی چوتھائی قوت مساوی ہے ۶×۶×۶×۶ کے اور یہ مساوی ہے ۱۲۹۶ کے اس پر ۱۷ کا اضافہ کیا تو ۱۳۱۳ھ ہجری حاصل ہوے۔
مرزا قربان علی بیگ سالک نے ایک تاریخ نئی وضع کی لکھی ہے جس کی تصریح کر دی ہے۔

ہے غضب رحلت ثناء اللہ
خانۂ دوستان ہے غم خانہ
مجھکو سال وفات کی تھی فکر
جان نے جبکہ نکلی جان عزیز
خاک مین خاک اور آگ مین آگ
گر کہے کوئی کیا ہوئی تاریخ
یہ عناصر کیے جو مین نے بیان
جتنے جان عزیز کے ہین عدد

تو نے اے چرخ کی یہ کیا بیداد
دشمنون کا گھر نشاط آباد
ہاتف غیب نے کیا ارشاد
ہے یہ شبہ ارے خجستہ نہاد
پانی مین پانی اور باد مین باد
تو یہ سمجھو اُس سے اے سخن نقاد
ایک کے ایک پر بڑھا اعداد
کھو دے اور سال مرگ کر ایجاد

دوسرا باب صنائع معنوی کے ذکر مین

صنعت طباق اسکو صنعت تضاد اور مطابقت اور تکافو بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال مین لائین جن کے معنی آپس مین ایک دوسرے کے فی الجملہ ضد اور مقابل ہون۔ اور فی الجملہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہان متضاد سے مراد ایسی دو

چیزین ہین جوایک محل مین وارد ہوسکتی ہین اور اُن مین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہے جیسے سیاہی وسفیدی بلکہ صنعت طباق مین تضاد سے مراد معنے عام ہین اور وہ یہ کہ دونون مین تنافی وتقابل ہو اگرچہ بعض صورتون مین ہو اور وہ تقابل عام ہے اس سے کہ حقیقی ہو جیسے قدم وحدوث مین یا اعتباری ہو جیسے جلانے اور مارنے مین اور نیز عام ہے اس سے کہ تقابل تضاد ہو جیسے حرکت وسکون مین یا تقابل ایجاب وسلب ہو جیسے ہونے اور نہ ہونے مین یا عدم وملکہ کا تقابل ہو جیسے بینائی اور نابینائی مین یا تقابل تضائف ہو جیسے باپ ہونے اور بیٹا ہونے مین یا کسی اور قسم کا تقابل ہو جیسے گرمی وسردی وغیرہ۔

اور یہ دو قسم ہے ایک ایجابی دوسرے سلبی **طباق ایجابی** وہ ہے کہ الفاظ متضاد کے ساتھ حرف نفی نہو جیسے آیا اور گیا کہ ان مین طباق کے واسطے نفی واثبات کی حاجت نہین انکا اختلاف خود طباق کے باب مین کافی ہے اور لفظ متضاد خواہ دو حرف ہون یا دو فعل یا دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل مثال دو حرفون کی سے اور تک کہ سے ابتدا کے لیے ہے اور تک انتہا کے لیے اور ابتدا و انتہا مین تضاد ہے۔

سودا

یہ غزل سودا کہی ہے تونے اس انداز سے	ہند سے پہونچے گی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

ناسخ

کچھ تری بات کو ثبات نہین	ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین

ہان اقرار کے لیے ہے اور نہین انکار کے لیے اور اقرار وانکار مین تضاد ہے۔
مثال دو فعلون کی گیا آیا اور مارا جلایا۔

آتش

دل دیکے بوسۂ لب لعلین کیا خرید	بازار عشق مین سے یہ آکر لیا دیا

ولہ

دن رات کھیلتے ہین باہم قمار اُلفت	وہ ہمسے جیتتے ہین ہم اُن سے ہارتے ہین
پوشاک ہر طرح کی حاضر ہے کشتیون مین	اِسکو پہنتے ہین وہ اُسکو اُتارتے ہین

ظفر

نے گل کو ہان ثبات نہ شبنم کو ہے قرار	کیا رو دئے اس چمن مین کوئی اور کیا ہنسے

مہربان خان رند

ہے کب تلک چشم تر جائے گی ‖ یہ ندی چڑھی ہے اُتر جائے گی

عزت

ضعف سے ہر رگ تن جسکے ہوتار بستر ‖ کیونکہ بستر پہ وہ بیمار اُٹھے اور بیٹھے

محمد حفیظ

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکھاتی ہے ‖ اگر اک دم ہنساتی ہے تو پہرون رُلاتی ہے

حالی

شریعت کے جو ہمنے پیمان توڑے ‖ وہ لیجا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

ذوق

اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے ‖ لگایا روگ جی کو اپنے جب سے دل لگا بیٹھے

رند

سانس دیکھی تن بسمل مین جو آتے جاتے ‖ اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

وجد

غیر ہم بزم تھا ہم پھر گئے شکوہ کیا ہے ‖ ہمسے بیٹھا نہ گیا تمسے اٹھایا نہ گیا

بقا

تو نے اس طرح کا اے چرخ گرایا مجھکو ‖ کہ موے پر بھی کسی نے نہ اٹھایا مجھکو

جرأت

گاہ مرتا ہون گاہ جیتا ہون ؛ ‖ آنا جانا ترا قیامت ہے

پہلا مصرع مقصود بالتمثیل ہے ۔

ولہ

جبکہ روتا ہون مین اُسکے ہجر مین بے اختیار ‖ دیکھکر ہنستا ہے یارو اپنا بیگانہ مجھے

دو امون کی مثال سُبک اور بار اور اپنا اور بیگانہ اور آنا اور جانا۔

فدا حسین

تیری جو نگاہ مین سُبک ہین
ہر ایک کے جی پہ بار ہین ہم

ناسخ

ابتدا و انتہا موج ازل ہے اور ابد
کیا بتاؤن مین نشان ساحل دریاے دل

تسلیم

تھا یہ سنجوگ نا ؤ نالے کا
بیٹھنا اُٹھنا کیا ہے چھالے کا

شیدا

کرتے ہو کیون شبک تم ورنہ مجھے اُٹھا کے
کیا میرے بیٹھنے کا خاطر پہ بار گذرا

عاشق

موتیون سے در دندان نہ لڑاؤ گے اگر
منھ پہ سچا کہینگے لوگ تو جھوٹا دل مین

انشا

آنے جانے مین کبھی تو دھیان مجھپر کیجئے
بندہ پرور مفت کا احسان مجھپر کیجئے

ولہ

جو دم کہ کٹے خوشی سے سو بہتر ہے
آخر تو یہ لگ رہا ہے مرنا جینا

ولہ

شادی و غمی وصل و ہجر اے انشا
کیا کیا دیکھینگے اور کیا کیا دیکھے

سودا

اُنکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے
بات جو معروف ہے اُنپہ وہ مجہول ہے

رشک

زہر پائین تمنے آنکھین قند پائے تشنہ ہونٹھ
نرم پائے سارے اعضا سخت پائین چھاتیان

عبرت

نہین خاطر مین لاتا عشق سرکش
کہ ہین کیا خاک باد و آب و آتش

اربع عناصر متضاد ہین۔

میر کفایت علی تنہا

ہر گھڑی مجھکو ترقی و تنزل ہے نصیب
درد سر کم ہو تو درد جگر افزون ہو جائے

نسیم

داہنین دیکھا نظر نہ آئی
بائین دیکھا کہین نہ پائی

حشمت علیخان حشمت

ستم شعار جفا جو یہ کیا غضب ہی کہ تو | بعید مجھسے ہو بیٹھے قریب غیرون کے

مومن

جب تلک باعث نشاط و ملال | ہے وصال و فراق جانانی

دبیر

ادنٰے سے جو سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے | جو خلق سے بہرہ ور ہی زیادہ ہے
کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر | سمجھے جو برا آپ کو اچھا وہ ہے

سعد اللہ شاہ تخلص بہ شاہ

کبھی ہی اسقدر آنکھون مین خوبصورت یار | کہ رہ گیا نظر آنے سے خوب و زشت مجھے

مثال ایک اسم اور ایک فعل کی۔

عبد الحکیم بسمل ہوشیار پوری

گھٹنے سے بڑھ گیا ہی اور اقتدار تیرا | مقصد زوال سے تھا رتبہ ترا بڑھانا

گھٹنا اسم ہے اس وجہ سے کہ مصدر ہی اور بڑھ گیا ہی فعل ماضی قریب ہے اور دونون سے معنی مین تقابل ہے۔

نظام رامپوری

مین اسی آرزو مین مرتا ہون | انھین دعوے ہو پھر جلانے کا
مجھے کیا بیٹھے روتے ہین احباب | کرین سامان اب اٹھانے کا

مرتا ہون فعل ہی اور جلانا اسم اسی طرح بیٹھے فعل ہی اور اٹھانا اسم۔

ولہ

شب وصل ہوتا سبب کوئی ایسا | کہ اکر یہان اُس کا جانا نہ ہوتا

ماہر لکھنوی

ماہر اب بڑھتے نہین اپنے گریبان کیطرف تھا | ہنستی ہی خلق خدا آتا ہی جب رونا ہمین

میر

جینا کیا ہے جہان فانی کا | مرتے جاتے ہین کچھ مرے کچھ تو

طباق سلبی وہ ہی کہ دو لفظ ایک مصدر سے مشتق ہون ایک مثبت ہو دوسرا منفی چونکہ

ایک مصدر کے دو فعلوں مین طباق بجز نفی اور سلب کے ممکن نہین اسلیے اسکو طباق سلبی کہتے ہین اور پہلی قسم مین نفی و سلب کو طباق مین کچھ دخل نہین ہوتا اسلیے اُسکے مقابل ہین اسکو طباق ایجابی کہتے ہین اور طباق سلبی کے قبیل سے ہے امر و نہی کا ایک جگہ جمع کرنا۔ مثبت و منفی کے ساتھ طباق سلبی کی مثال۔

امداد

زلف مین کرتا ہی اغیار جو اُسکے شانہ	پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

رہے اور نہ رہے اگرچہ ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک مثبت ہی اور دوسرا منفی۔

مومن

بات اپنی دہان نہ جمنے دی	اپنے نقشے جمائے لوگون نے

نہ جمنے دی اور جمائے ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک کے معنی ہین اثبات ہی اور دوسرے کے نفی

سہراب

ہم آئے بتنگ زیست سے یہ	اے خانہ خراب تو نہ آیا

آئے اور نہ آیا مین بسبب اثبات و نفی کے تضاد ہے۔

حسرت

تجھسے رخصت ہو چلا جیوے نہ جیوے دیکھیے	یار اب حسرت کا ملنا پھر خدا کے ہاتھ ہے

شیفتہ

کوئی بیجان جہان ہین نہین جیتا لیکن	تیرے رنجور کو جیتے ہوے بیجان دیکھا

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے	جو اسپر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

میر

ہونا جہان کا اپنی آنکھون مین ہی نہونا	آتا نہین نظر کچھ جاوے نظر جہا نتک

ولہ

صبر کہان جو تمکو کہیے لگ کے گلے سے سو جاؤ	بولو نہ بولو بیٹھو نہ بیٹھو کھڑے کھڑے ٹک ہو جاؤ

صادق رامپوری

یون تو تمھین سب عیش زمانیکے ملینگے	پر چاہنے والا کوئی مجھ سا نہ ملے گا

مثنوی یوسف زلیخا

مری قسمت اسے یاوے نہ یاوے | مرے ہاتھوں مین یہ آوے نہ آوے

غالب

دل سے نکلا نہ نکلا دل سے | ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

مثال امر و نہی کے ساتھ طباق سلبی کی۔

غالب

پلادے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہی | پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

نہ دے نہی ہی اور دے امر ہے۔

نعیم

دل تو کہے ہی نہ مل عقل کہے ہے کہ مل | سخت خرابی مین ہون کس کا کہا کیجیے

نطق

ہم غریبون کے تو دل ہی کے کیا پائیگا کچل | چل پرے سرو روان نازسے پہ چال نہ چل

حسرت

ہمین تو ہاتھ سے کھونا تو ہی پر پھر منا دیگا | سمجھ یا مت سمجھ تو ہم تجھے آگاہ کرتے ہین

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ | اب تیرے شکار ہو گئے ہم

طباق کی ایک قسم اور ہے جس کو صنعت تدبیج بائے موحدہ سے کہتے ہین لغت مین اسکے معنی آراستہ کرنے کے ہین اور اصطلاح مین یہ ہے کہ کوئی مطلب رنگون مین بطریق کنایہ یا بطور ایہام کے بیان کرین اور رنگون کی کثرت شرط نہین بلکہ ایک سے زیادہ رنگ ہونا چاہیین جو باہم تقابل رکھتے ہون۔ جیسے۔

امانت

گل کو ہان زرد کردے اے رخ یار | کرکے منھ لال لال آتا ہے

زرد اور لال مین طباق ہی اور مقصود بطریق کنایہ کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ زرد کرنا کنایہ ہی شرمندہ کرنے سے اور منھ لال لال کرنا کنایہ ہی بشاشت ہونے سے۔

مثل گل احباب تیرے اس چمن مین سرخ رو | اور ہو دشمن زرد یا رب صورت باد خزان

سُرخ و زرد مین طباق ہی اور مقصود بطور کنایے کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ سُرخ رو ہونا کنایہ ہی عزت و آبرو اور حُرمت حاصل کرنے سے اور زرد رُو ہونا کنایہ ہی مغموم اور پژمردہ ہونے سے۔

ناسخ

گلعذاروں کی جو محفل مین گیا وہ گُلِ تر | ہو گئے زرد جو دو چار تو دو چار سفید

زرد اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہے۔

خوشتر

ہوا لڑکی پر اپنی لال پیلا | بنا رنگ بدن بھی غم سے نیلا

لال پیلا ہونا کنایہ ہی نہایت ناراض اور غصہ ہونے سے۔

میر حسن

اُٹھے پیکے باہم شراب اُمید | کوئی سُرخ رو اور کوئی رو سفید

سُرخ و سفید مین تضاد ہی سُرخرو کنایہ ہی بشاش سے اور سفید رو کنایہ ہی شرمندہ سے۔

محشر

ہنستی آئی تھی بہت ناز سے گلشن مین سحر | ہو گئی دیکھ ترا چہرۂ گلفام سفید

گلفام یعنی سُرخ و سفید مین تضاد ہی اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہو جانے سے ہے۔

مولوی صہبائی

دیکھنا مُنھ لال ہو جائینگے کِس کِس کے ابھی | سامنے میرے جو برگ سبز یاں تونے دیا

یہان مقصود بطریق ایہام کے حاصل ہوتا ہی اسلیئے کہ مُنھ لال ہونے کے دو معنی ہین ایک قریب یعنے مُنھ کا سُرخ ہونا بسبب پان کے آور دوسرے بعید یعنی مُنھ کا لال ہونا طپانچون سے اور ایہام اسی کو کہتے ہین کہ سامع کا خیال معنی قریب کی طرف جاوے اور قائل کی مراد معنی بعید ہون۔

شباب

کیا بیان اُس کی نزاکت کا ہو مجھ سے ہمنشین | سبز منہدی ملنے سے ہو جاتے ہین سُرخ ہاتھ پاؤن

اور یہ بھی طباق کے قبیل سے ہی کہ کلام مین دو لفظ ایسے جمع ہون جنکے معنے مین آپس مین تضاد و مقابلہ نہو لیکن ایک کو دوسرے کی ضد کے ساتھ سببیت یا لزوم وغیرہ کی وجہ سے علاقہ ہو جیسے۔

غالب

مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے | یا بیان کیجیے سپاس لذت آزار دوست

از روے معنی کے آزار مہربانی کے مقابل نہین بلکہ آزار کو ایک علاقہ نامہربانی و عداوت کے ساتھ ہی

تسلیم

آپ کو دعوے مسیحائی ؎ اور مین مرگ کی تمنائی

مرگ اور مسیحائی مین کچھ تضاد نہین بلکہ مرگ اور زندگی مین تضاد ہی اور زندگی کے ساتھ مسیحا کو علاقہ ہی یعنی زندہ کرنا حضرت مسیحا کا معجزہ ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال

رلاتا ہی مجھکو یاد فصل بہار ؎ خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہون مین

رلانے اور خوشی مین کچھ تضاد نہین بلکہ رونے اور ہنسنے مین تضاد ہی اور ہنسنے کے ساتھ خوشی کو علاقہ ہی۔

صنعت ایہام تضاد اسے کہتے ہین کہ کلام مین دو معنی ایسے جمع کیے جائین جن مین باہم تضاد و تقابل نہو لیکن جن الفاظ کے ساتھ اُن کو تعبیر کیا جائے اُنکے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے اور یہ عام ہی اس سے کہ ایک کے معنے مجازی دوسرے کے معنی حقیقی کے ساتھ جمع کیے جائین اور اُن مجازی معنی کو حقیقی معنی کے ساتھ تضاد ہو یا دونون کے معنے مجازی کو جمع کیا جائے اور اُن دونون کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو اور اس صنعت کا شمار بھی اقسام تضاد مین ہی مثال اسکی۔

غلام محمد خان رہا

اللہ ری عداوت کہ بگڑنے لگے ہنس کر ؎ کچھ وصف کیا مین نے جو بیساختہ پن کا

بناوٹ سے مراد تصنع ہی اور بگڑنے سے مراد خفا ہونا ہی اور ان دونون معنے مین کوئی تضاد نہین البتہ بناوٹ مین جس کے ساتھ تصنع کو تعبیر کیا ہے اور بگڑنے مین جسکے ساتھ خفا ہونے کو تعبیر کیا ہی باعتبار معنے حقیقی کے تضاد ہے۔

نوازش

مجھے رونا نہ اپنے حال پر کس طرح سے آئے ؎ نوازش برق بھی ہنستی ہی میری بیقراری پر

اگرچہ برق کے چمکنے اور آدمی کے رونے مین کچھ تضاد نہین مگر درصورتیکہ برق کے چمکنے کو ہنسنے سے تعبیر کیا تو تضاد پایا گیا۔ اور یہ معنی مجازی ہین اور اسکے مقابل والے حقیقی۔

امیر اللہ آزاد

بن ترے سیر چمن کو نہ گئے ہم ورنہ ؎ خندۂ گل نے ہمین خوب رلایا ہوتا

گل کے کھلنے کو ہنسنا قرار دیا ہی اسلیے ہنسنے اور رونے مین تضاد واقع ہو گیا اور پہلے معنی مجازی

ہین اور دوسرے حقیقی ۔

چار دیواری سو جگہ سے خم | میر | تر ذرا ہو تو سُو کھتے ہین ھم

خوف کھانیکو سُوکھنے سے تعبیر کیا ہی اسلیے تر ہونے مین اور اس مین تضاد ہو گیا۔

گویا

بس ایک رات کا مہمان چراغ ہستی ہی | سرہانے روئیگی اب شمع گور ہنستی ہے

شمع کی چربی کے پگھل کر بہنے کو رونے کے ساتھ اور اُسکے روشن ہونے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اس لیے دونون مین تضاد پیدا ہو گیا ہی۔

کشن نرائن بیتاب

کون ہوتا ہے وقت بارمین شریک | ابر روتا ہے برق ہنستی ہے

ابر کے برسنے کو رونے کے ساتھ اور برق کے چمکنے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ان دونون لفظون کے معنی حقیقی مین تضاد ہے۔

حسرت

کہے ہی گل سے شبنم باغ مین دونون تھے ہم لیکن | تری قسمت مین ہنسنا تھا ہماری قسمت مین رونا تھا

پھول کے کھلنے اور شبنم کے ٹپکنے مین تضاد نہین لیکن چونکہ اول کو ہنسنے اور دوسرے کو رونے سے تعبیر کیا ہی اسلیے دونون مین تضاد ہو گیا ہے۔

گلزار نسیم

بولا جب اُسنے باندھے بازو | کھلتا نہین کس طرح یہ ہے تو

باندھنے اور بیان کرنے مین کچھ تضاد نہین لیکن چونکہ بیان کرنے کو کھلنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اس لیے باندھے اور کھلنا کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو گیا۔

فدا

مین نے کیون اُس شاخ گل سے سرو کو تشبیہ دی | راست ہی ٹیڑھا جو وہ شمشاد بالا ہو گیا

سچ اور غصے مین تضاد نہین مگر چونکہ سچ کو راست کے ساتھ اور غصہ ہونے کو ٹیڑھا ہونے سے تعبیر کیا اس لیے ان مین تضاد ہے۔

صنعت ایہام اسکو **توریہ** بھی کہتے ہین ایہام کے معنی وہم مین ڈالنے اور توریہ کے معنی چھپانے کے ہین جیسا کہ تجرید البنانی مین لکھا ہی اور اصطلاح مین ایہام اسکو کہتے ہین کہ ایک لفظ

ایسا کلام مین واقع ہو جسکے دو معنی ہون ایک قریب ایک بعید کے اور سامع کا گمان معنی قریب کیطرف جاوے اور شاعر کی مراد معنی بعید ہون معنی قریب سے مراد یہ ہی کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب ہون اور معنی بعید سے یہ مراد ہے کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب نہون لیکن اُن کا مقصود ہونا باعتبار کسی قرینۂ خفی کے ہو یہان تک کہ وہم تامل سے قبل معنی قریب کی طرف جاوے پس اگر قرینہ واضح ہوگا تو لفظ توریہ نہو گا کیونکہ معنی قریب معنی بعید کو نہین چھپا سکین گے۔

جیسے مثنوی ترانۂ شوق کے اس شعر مین۔

میکش کو ہوس ایاغ کی ہے	پروانے کو لو چراغ کی ہے

لفظ لو کے دو معنی ہین ایک شوق و آرزو دوسرے شعلہ پہلے معنی بعید ہین اور دوسرے قریب مگر یہان یہ لفظ توریہ نہین کیونکہ صرف شوق کے معنی ہین ہونے پر قرینہ واضح ہی اور وہ یہ ہی کہ پروانہ عاشقی مین ضرب المثل ہی اور پہلے مصرع مین ہوس کا جو لفظ ہی وہ بھی ان معنی پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر معنی قریب کے (جو مراد نہین ہوتے) کچھ مناسبات کلام مین مذکور نہون تو اسکو **ایہام مجرد** کہتے ہین اور اگر مذکور ہون تو **ایہام مرشحہ** بولتے ہین۔ کبھی ایک لفظ دوسرے لفظ کے ساتھ ملنے سے ایہام کا فائدہ دیتا ہی۔ ایہام مجرد کی مثال۔

ظفر

نشہ ہو جس کو محبت کا سبزہ رنگو نکی	عجب نہین جو وہ مشہور سب مین بھنگی ہو

بھنگی کے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ حلال خور کو کہتے ہین دوسرے بعید اور وہ وہ شخص ہے جو بھنگ کا استعمال رکھتا ہو اور مناسبات حلال خور کے کہ معنی قریب ہین کچھ مذکور نہین۔

واسطی

تشبیہ تیرے چہرۂ روشن سے کھاکے ہین	ہم دیکھتے ہین شمع کا سارا بدن سفید

بدن کے سفید ہونے کے دو معنے ہین ایک قریب اور وہ بدن کا چٹا اور بھورا ہونا ہی دوسرے بعید اور وہ بدن کا مبروص ہونا ہی کیونکہ برص اُن سفید داغون کو کہتے ہین جو ظاہر جلد مین پیدا ہوتے ہین اور گوشت کے اندر گھسے ہوتے ہین اور مناسبات معنی قریب کے کچھ مذکور نہین۔

درد

بستے ہین ترے سائے مین سب شیخ و برہمن	آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا

سائے کے معنے قریب دھوپ کی ضد ہین اور معنی بعید حمایت ہین یہی معنی یہان مراد ہین۔

ناجی

محبت سے علی کی دیکھ ناجی | ہوا ہے دل مرا اب حیدرآباد

ایہام مرشحہ کی مثال۔

وزیر

ہجر میں گھل گھل کے آدھا ہو گیا | اے مسیحا اب میں موسیٰ ہو گیا

لفظ موسیٰ سے وہم اسم پیغمبر علیہ السّلام کا ہوتا ہے اور یہاں وہ معنی مقصود نہیں ہیں بلکہ مو کے معنے بال ہیں اور سا حرف تشبیہ ہے یعنی میں بال کی طرح ہو گیا اور مناسبات میں سے پہلے معنے کے لفظ مسیحا ہے۔

میر تقی

کعبے میں جان بلب تھے ہم دوری بتاں سے | آئے ہیں پھر کے یارو اب خدا کے ہاں سے

خدا کے ہاں سے پھر کر آنے کے دو معنی ہیں ایک قریب اور وہ بیت اللہ سے واپس آنا ہے دوسرے بعید اور وہ جان بلب ہو کر جی جانا ہے اور یہاں یہ دوسرے معنی مراد ہیں نہ پہلے اور پہلے معنی کے مناسب کعبہ ہے۔

ناسخ

کیونکر زبان سے اُسکی نزاکت کا ہو بیان | مہندی ملے سے لال ہوں جس مہ لقا کے ہاتھ

رنگ مہندی سے ہاتھوں کا سُرخ ہونا مراد نہیں جو معنی قریب ہیں بلکہ ملنے کے صدمے سے ہاتھوں کا سُرخ ہو جانا مقصود ہے اور یہ معنی بعید ہیں جو مقصود ہیں اور مہندی کا ذکر معنی قریب کے مناسب ہے۔

لقا

سیلاب شک اپنا گر سر باوج مارے | طوفان نوح تنہا گوشے میں موج مارے

دبیر

تیغیں ہیں نیاموں میں مگر آب نہیں ہے | ناوک ہیں ملے چلوں پہ پر تاب نہیں ہے

ترانۂ شوق

آنکھیں دکھلاتی تھیں تماشا | ارباب نظر کو پتلیوں کا

ولہ

سُلطان کے غبار اُسکا اُتارا | دامن کی طرح سے خوب جھاڑا

امانت

سُنی کسی نے نہین غم کی داستان میری	وہ کم سخن ہون کہ گویا نہین زبان میری

قائم

جو تیری چشم کے گوشے مین تل ہے اے پیارے	نظر پڑا ہے کمین خال خال آنکھون مین

سودا

ہوئی ہے بیخوری یہ دور مین ساقی تحریر اے	بجا ہے اب جو ہر مُلّا کو کہیے مولوی جامی

ولہ

داڑھی مُلّا کی جون گیہون کا کھیت	لے گئے لڑکی لڑکے اِک اِک بال

گویا

چھیڑنا زلف کا مشاطہ بُرا ہوتا ہے	ہاتھ اس جرم پہ شانے سے جُدا ہوتا ہے

ریاض

تو وہ آہو چشم ہے جائے اگر گلزار مین	اُگل ہین شاخین نکالین نرگس بیمار مین

شاہ مبارک آبرو

نہ دیوے لیکے دل وہ مجھ مُشکین	اگر باور نہین تو مانگ دیکھو

نسیم

داغا تو چلے تفنگ سے وہ	اچھوٹے قید فرنگ سے وہ

اکبر

بنو گے خسروِ اقلیم دل شیرین زبان ہو کر	جہانگیری کریگی یہ ادا نور جہان ہو کر

درد

ہر چند کو کل کے ساتھ ہمنی ہے اتصال	دریا سے در جُدا ہے پہ ہے غرق آب مین

عبدالرحمٰن خان احسان

نہین ہے خرمی زیر نگین تاجداران بھی	اگر شاہ جہان یان ہے برائے نام خُرم ہے

میر

شفق سے ہے در و دیوار زرد شام و سحر	ہوا ہے لکھنو اس رہگذر مین پیلی بھیت

انیس

ایسا کوئی طفلی مین نمودار نہ ہوگا
ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا

ولہ

اصغر سے اگر اکبر مہرو نہ ملے گا
تم ہاتھ سے جاؤ گے تو بازو نہ ملیگا

ولہ

کونسا باغ تجھے شاہ نے دکھلایا ہے
کہین کوثر کے تو چھینٹون مین نہین آیا ہے

غالب

ہمسے عبث ہے گمان رنجش خاطر
خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے

امیر

کبوتر نہ ہوتا تھا جانے پہ راضی
تو بھیجا اُسے روغن قاز مل کر

ذوق

ہو کے اِک بُوسے پر ترش ابرو
بات کو ڈالنا کھٹائی مین ہا

گویا

عالم ہون علم عشق کا مین کرنہ ہمسری
ای عندلیب تو ہے پڑھی بُوستان تلک

لمؤلفہ

آرسی اُسکے پیار پر مست بھول
بس یہ مُنھ دیکھنے کی اُلفت ہے

صنعت مراعات النظیر اسکو تناسب اور توفیق اور ایتلاف اور تلفیق

بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنے آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ سوائے نسبت تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہون جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل و باغبان و سرو و قمری وغیرہ کا ذکر کرنا یا اور کسی چیز کے ذکر مین اُسکے مناسبات کو بیان کرے شیخ قلندر بخش آفرین سہارنپوری مصنف رسالہ تحفۃ الصنائع کہتا ہے۔

ہر جا چمن مین تو اب آفرین کہ جوان غنچہ
لبون مین اُسکے نہان ہے بہار خندۂ گل

خواجہ عاصمی

چمن کے تخت پر جسدن شہ گل کا تجمل تھا
ہزارون بلبلون کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزان کےدن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن مین
بتاتا باغبان رُو رُو کے یان غنچہ یہان گل تھا

خواجہ وزیر

جبین و الفجر ہی واللیل گیسوے معنبر ہے ۔ خط رخ سورۂ یوسف ہی اُنکے مصحف رُخ مین

مصحف کی رعایت سے سورۂ والفجر اور واللیل اور یوسف کا ذکر بسبب مناسبت کے کردیا۔

ولہ

چشم بادام دہن پستہ زنخدان ہی سیب ۔ کتنے پھل ایک نہال قد جانان مین لگے

درخت کی مناسبت و رعایت سے بہت سے میوون کا ذکر کیا۔

نواب کلب علیخان

شبنم ہی عرق کان ہی گل غنچہ دہن ۔ نسرین ابرو نسترن گلو لالہ ذقن
بینی شبو لب ارغوان سنبل زلف ۔ آنکھین نرگس بنفشہ خط رُخ ہی سمن

میر مہدی جنون

رُخسار دونون مہر ہین ابرو ہلال ہین ۔ گو مانگ کہکشان ہی تو ماہ مبین جبین

حسرت

سوچن لگی نرم چرم جب دکھلائے ۔ مین نے کہا شاید میرا کہنا مانے
اتنا کہا جوڑا چودھوان مجھکو پہنا ۔ کہنے لگی چلیے میری جوتی جانے

ذوق

ہوا ہے مدرسہ بھی درسگاہ عیش و نشاط ۔ کہ شمس بازغہ کی جا پڑھین ہین بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغرے تو ہے سبو کبرے ۔ نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی جنبئی نیفہ ۔ دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

انیس

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفان ہے ۔ مانند حباب ہستی انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادمراد ۔ سینہ کشتی ہی ناخدا ایمان ہے

مصحفی سقنی کی تعریف مین

پانی بھرے ہی یار یان قمری دو شالہ ۔ لنگی کی سج دکھاکر سقنی نے مار ڈالا
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہی ۔ کافر کا نشۂ حسن ہوجائے ہی دوبالا

دریائے غم مین کیونکر ہم نیم قد نہ ڈوبین
لنگی کے رنگ سے جب ؤ ان تا کمر ہو لالا

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سر کردہ کمان
تشدیدون پر ہی طرۂ دستار کا گمان
سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی
ہین پیش راہوارون کی گویا کنوتیان
حرفون کے سر پہ خود ہین یا جزم ہین عیان
مد ہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

المولفہ

کس کمان ابرو پہ تو قربان ہوا
نالے سر کرتا ہے جو تو تیر سے

ولہ

کاکل ہی رشک لام تری زلف جیم ہے
مثل الف ہی قد دہن تنگ میم ہے

ولہ

پستہ لب غنچہ دہن سرو قد لالہ عذار
سیم بر سیب ذقن نام ہین کتنے اُنکے

صنعت ایہام تناسب یعنی دو لفظ ایسے بیان کرین کہ اُنکے معنی ہین کچھ مناسبت مقصود نہو یعنی ایک لفظ کے معنی دوسرے لفظ کے معنی سے اُس کلام مین کچھ مناسبت نہ رکھتے ہون لیکن اُن مین سے ایک لفظ کے اور معنی ایسے بھی ہون کہ دوسرے لفظ کے معنی سے مناسبت رکھتے ہون جیسے ایک کلام مین لیلی و مجنون دونون لفظ مذکور ہون اور مجنون دیوانہ اور سڑی کے معنی مین لایا گیا ہو پس ظاہر ہی کہ وہان لیلی و مجنون کے معنے مین کچھ مناسبت نہو گی لیکن مجنون کے ایک معنی اور بھی ہین یعنی قیس عاشق لیلی کا لقب بھی مجنون ہی اس معنی کو لیلی کے معنے سے مناسبت ہی اور چونکہ بادی النظر مین وہم ہوتا ہی کہ مجنون بمعنے عاشق لیلے مراد ہو گا اس جہت سے اس صنعت کا نام ایہام تناسب رکھا کیونکہ دوسرے معنی تناسب کا وہم دلاتے ہین یہ صنعت مراعات النظیر کے ملحقات سے ہی چنانچہ مثال مذکور مین مجنون کا ذکر لیلی کی مناسبت سے مراعاۃ النظیر ہی اور اسوجہ سے کہ یہان اُس سے دیوانے کے معنی مراد ہین نہ قیس ایہام تناسب ہی غرضکہ ایہام تناسب کو مراعاۃ النظیر کے ساتھ وہ نسبت ہی جو ایہام تضاد کو طباق کے ساتھ ہی صنعت ایہام مین اور ایہام تناسب مین یہ فرق ہی کہ ایہام مین دونون معانی کا ارادہ جائز ہوتا ہی اور ایہام تناسب مین دوسرے معنی منظور و ملحوظ نہین ہوتے مثال اسکی۔

امانت

ہی کیونکر سید مجنون تازہ ہو مثل دل لیلی
کہ ہر خار دشت وحشت مین مرے اشکون کا تھالا ہے

بید مجنون درخت مشہور کے معنی ہین ہی قیس مُراد نہین لیکن لیلیٰ کے معنی سے مجنون کے دوسرے معنی مناسبت رکھتے ہین۔

ولہ

گندمی رنگ کو بنکر نہ کھرا کرتے تھے	دھانی جوڑے سے بھی دل نہ ہرا کرتے تھے

ہرا کرنے سے مراد خوش کرنا ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو گندمی اور دھانی رنگون کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ ہرے کو اپنے معنی حقیقی کی وجہ سے انکے ساتھ مناسبت ہی۔

نسیم

کر یاد کہین چہ ذقن کو	کودے نہ کنوئین مین باؤلی ہو

باؤلی سے مراد دیوانی ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو کنوئین کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ باؤلی کے ایک اور معنی ہین اُنکے اعتبار سے دونون مین مناسبت ہی۔ اور وہ یہ ہے کہ باؤلی ایک قسم کا لمبا اور چوڑا کنوان ہوتا ہی جس مین سیڑھیان بنی ہوئی ہوتی ہین۔

ناسخ

رسم ملک حُسن ہی یہ گلفروشون کی طرح	داغ سودا بیچتے ہین لالہ رو بازار مین

سودا کے معنے کہ سیاہ کے ہین لالہ سے مناسبت رکھتے ہین لیکن یہان سودا عشق کے معنی مین ہے ان معنی کو لالہ سے کچھ مناسبت نہین۔

محزون

اہل دُنیا تو نہین دیتے ہین محزون غم کی داد	کوہکن کو خواب شیرین سے جگادون تو سہی

اس شعر مین شیرین سے جو معنی مقصود ہین ان معنی کو کوہکن کے معنی سے کچھ مناسبت نہین مگر شیرین معشوقہ مشہور کا نام بھی ہی اسوجہ سے فرہاد کے ساتھ مناسبت ہی۔

مہیم

بیدسا کانپتا تھا مرنے وقت	ہجر کو دیکھو مجنون کے تکیے

اس شعر مین درخت مشہور اور مجنون کے معنی یعنی عاشق لیلیٰ کو باہم جمع کیا ہی اور ان دونون مین کچھ مناسبت نہین لیکن مجنون کے دوسرے معنی یعنی ایک قسم بید کی جسکو بید مجنون کہتے ہین بید کے ساتھ البتہ مناسبت رکھتی ہے۔

یون دیکھا ایک مرد کو کنارا کرے شتاب	ولہ	میدان کارزار سے رستم برنگ زال

خوشتر

پر اُنکے عدل کی ہے حکمرانی	کہ رُستم زال کا بھرتا ہے پانی

دونون شعرون مین زال یعنی پہلوان معروف پدر رستم نہین ہو بلکہ پیرزن مراد ہے۔

میر انیس

مجلس کو اشک نظم سے رشک چمن کرون	مداحی حسین بوجہ حسن کرون

حسن سے مراد خوب ہو اور اِس معنی کے اعتبار سے اسکو حسین رض کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ حضرت امام حسن کا نام ہونے کی وجہ سے حسین رض کے ساتھ مناسبت ہے۔

صنعت تشابہ الاطراف اُسکو کہتے ہین کہ کلام کو ایسے الفاظ پر تمام کرین کہ اُنکے معنی اُن معنی سے مناسبت رکھتے ہون جو ابتداے کلام مین مذکور ہوے ہین مثلاً انتہاے کلام کے الفاظ علت ہون ابتداے کلام کے یا اُسکے معلول ہون یا اُسپر دلیل ہون یا اور اسی طرح سے ہون پس گویا دونون طرفین کلام کی یعنے ابتدا اور انتہا باہم مشابہت و مناسبت رکھتی ہون اور انتہاے کلام کے الفاظ خواہ جملہ ہون یا جملے سے زیادہ ہون جیسے۔

وزیر

رہی یان گردش اور جام مدری	کاش لاتے نہ دست دیا ہمراہ

مصرع ثانی کے آخر مین پا کا لفظ ذکر کیا ہو اور یہ مناسب ہو گردش کے جو مصرع کے اول مین واقع ہوا ہو ایسے ہی ہاتھ کو جام مدری سے نسبت ہو لیکن اس قدر رہو کہ ان دونون کا ذکر بطریق لف و نشر معکوس الترتیب کے ہو۔

مومن

زبان گنگ ہو عشق مین گوش کر ہے	بُرا سُنتے سُنتے بھلا کہتے کہتے

بُرا سننا مناسب ہے کان کے اور بھلا کہنا مناسب ہو زبان کے یہان بھی دونون کا ذکر بطریق لف و نشر معکوس الترتیب کے ہو۔

ذوق

تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ	نور ہا آنکھون مین پر آنکھون سے پنہان ہی رہا

آنکھون مین رہنا مناسب ہو اس قول کے تجھسے دیکھا سب کو اور آنکھون سے پنہان رہنا مناسب ہے اس قول کے تجھکو نہ دیکھا اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ اُس سے سب کو دیکھین تو چاہیے کہ وہ آنکھون مین

رہے اور آنکھون مین رہنا اُردو مین محاورہ ہی قریب کے معنی مین اور جو چیز دکھی نہ جائے چاہیے کہ وہ آنکھون سے پنہان ہووے۔

غالب

ایمان مجھے روکے ہی تو کھینچے ہی مجھے کفر ۔ کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

کعبہ مرے پیچھے ہے مناسب ہے اس قول کے ایمان مجھے روکے ہے اور کلیسا مرے آگے ہے مناسب ہی اس قول کے کفر مجھے کھینچے ہے۔

بلونت سنگھ متخلص براجہ

وہ پیام یار لایا اُسنے کھولی فال نیک ۔ پاے قاصد چومیے اور دست عامل چومیے

پیام یار لانے کے مناسب پاے قاصد کا چومنا ہی اور فال نیک کھولنے کے مناسب دست عامل کا چومنا اور پیام یار لانا علت ہی پاے قاصد کے چومنے کی اور فال نیک کھولنا علت ہے دست عامل کے چومنے کی۔

مولوی غضنفر علی ضیغم

وہ در گذر کرے گا شفاعت کریگے وہ ۔ اللہ سے ہے کام پیمبر سے ہی غرض

اس مین اور مراعاۃ النظیر مین یہ فرق ہے کہ مراعاۃ النظیر مین الفاظ متناسب کو مطلقاً جمع کر دیتے ہین خواہ اُن مین سے ایک انتہا مین ہو اور دوسرا ابتدا مین خواہ دونون ساتھ ساتھ ابتدا مین واقع ہون یا اختتام مین آئین یا درمیان مین ہون بخلاف تشابہ الاطراف کے کہ اُس مین یہ ضرور ہی کہ دو متناسب مین سے ایک ابتدا مین ہو اور دوسرا انتہا مین بہر صورت تشابہ الاطراف کو مراعاۃ النظیر کے قبیل سے سمجھتے ہین۔

صنعت سوال وجواب یہ صنعت کبھی ایک مصرع مین ادا ہوتی ہی کبھی ایک بیت مین کبھی دو بیتون مین مطلع السعدین مین لکھا ہی کہ صنعت سوال وجواب کو مراجعہ بھی کہتے ہین۔

مثال پہلی قسم کی۔

نسیم

پوچھا کہ طلب کہا تمنا ۔ غفلت ۔ پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت

وہ کہتا ہی مین توڑونگا مین کہتا ہون لے مت تڑپا ۔ آہ ۔ وہ کہتا ہی کھلونا ہی مین کہتا ہون مرا دل ہے

سید توفیق مہدی حیدرآبادی

اُسنے کہا جاتا ہون مین نے کہا میری جان ۔ اُسنے کہا پھر [illegible]

اُسنے کہا شام بلا مین نے کہا گیسو ترے ۔۔۔ اُسنے کہا صبح صفا مین نے کہا چہرا ترا
اُسنے کہا تو کون ہی مین نے کہا نقش قدم ۔۔۔ اُسنے کہا منزل تری مین نے کہا کوچا ترا
اُسنے کہا کیا کام ہی مین نے کہا حسرت تری ۔۔۔ اُسنے کہا کیا نام ہے مین نے کہا بندا ترا

فطرت

جب کہا دل سے نہو خوار کہا تجھکو کیا ۔۔۔ زلف مین مست ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

مثال دوسری قسم کی۔

صفدر

اُسنے جب پوچھا کہ تو نے قتل عاشق کو کیا ۔۔۔ غمزہ بولا وہ نزاکت تھی ادا تھی مین نہ تھا

قصۂ شیرین خسرو

کہا شیرین مری حرم سے خاص ۔۔۔ کہا مجھکو بھی اُس سے ہے اخلاص
کہا چُپ چپ گدا بحال تباہ ۔۔۔ کہا بس بس نہ مغز کھا اے شاہ

حسرت

مین کہا جان بخش عیسیٰ ہاے گلفام ہے ۔۔۔ بولا دونون سے زیادہ تجھ مری دشنام ہے
مین کہا مشہد ہی یا ہی کربلا مقتل بڑا ۔۔۔ بولا دونون سے مرے کوچے مین قتل عام ہے
مین کہا بلبل کا نغمہ خوب یا صوت رباب ۔۔۔ بولا ان دونون سے بھی بہتر مرا پیغام ہے
مین کہا مجنون ہوا تھا خوار ہو یا کوہکن ۔۔۔ بولا ان دونون سے تجھ بدتر ترا انجام ہے

میر محمدی بیدار

جب کہا مین کہ نہین بولتے ہن گالی تم ۔۔۔ یار یہ کون زبان ہی تو کہا تجھکو کیا
جب کہا مین نے کہ ای سرو ریاض خوبی ۔۔۔ کس کی تو آفت جان ہی تو کہا تجھکو کیا
چشم گریان سے شب وصل مین یا مین نے پوچھا ۔۔۔ اہتو کیون اشک فشان ہے تو کہا تجھکو کیا
جب کہا مین نے کہ ای شوخ تری صورت کا ۔۔۔ شیفتہ پیر و جوان ہے تو کہا تجھکو کیا
دل سے بیدار نے پوچھا کہ ترے سینے پر ۔۔۔ کسکے ناوک کا نشان ہی تو کہا تجھکو کیا

مثال تیسری قسم کی۔

غفلت

آیا سواد نجد سے جو کوئی اس طرف ۔۔۔ مین نے کہا کہ قیس کے کیا کیا نشان ملے

کہنے لگا کہ لپٹے ہوے برگ بید سے ۔۔۔ جیون تار عنکبوت کئی استخوان سے ملے

ظفر

رخ نے جو زلف سے کہا شب کو ۔۔۔ تو شب تار ہے سحر مین ہون
زلف بولی کہ صید تو مین دام ۔۔۔ بیچ مین تو ادھر ادھر مین ہون

کامل

مژگان گرچہ دل پر کرے ہی نرغے ۔۔۔ یہ بات مین نے کہا جب اُس سے داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی ۔۔۔ تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

داغ

کہا جو مین نے کہ مجنون اگرچہ عاشق تھا ۔۔۔ پر اُس پہ تو کبھی لیلی نے یہ ستم نہوے
مرے جلانے کو کہنے لگے شرارت سے ۔۔۔ ہزار حیف کہ لیلی کے پاس ہم نہوے

صنعت اطراد یعنی جس شخص کی مدح یا مذمت بیان کرنا منظور ہو تو اسکے آبا و اجداد کے نام ترتیب ولادت یا معکوس کر ترتیب یا غیر مرتب بیان کرین اور جہان تک ممکن ہو اس بات کا خیال رکھین کہ درمیان مین اُن اسما کے کوئی ایسا لفظ فاصل واقع نہو جو نسبت پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے زید فاضل بن عمرو یا زید بن عمرو تاجر بن خالد پس پہلی مثال مین فاضل کا لفظ اور دوسری مین تاجر کا لفظ فاصل ہی اگرچہ اِس سے کوئی حرج نہین مگر نظم الفاظ مین تکلف پیدا ہوتا ہی۔
مثال علی الترتیب کی جس مین کوئی فصل نہو۔

دبیر

یہ رتبہ مظلوم حسین ابن علیؑ ہے ۔۔۔ مداح کا مداح خدا سے ازلی ہے

ولہ

اب راوی صادق سے یہ ہی وارد اخبار ۔۔۔ فضل ابن شعیب ابن اویس ایک تھا دیندار

اگر کہا جاوے کہ دوسری مثال مین اضافتین پے درپے آئی ہین جو عیب مین داخل ہے پھر کیونکر محسنات بدیعی مین شمار کیا ہے تو ہم اس کا جواب یہ دین گے کہ اضافات کا پے درپے آنا اُسوقت مخل فصاحت ہے کہ اُس مین ثقل و استکراہ ہو اور جبکہ اِس سے سالم ہو تو اُس کی خوبی مین کلام نہین اور اِس مثال مین نہ ثقل ہے نہ استکراہ علاوہ اس کے اس مین صرف دو ہی اضافتین ہین۔

مثال معکوس ترتیب کی۔

مذاق

حسین و عابد و باقر سے جعفر اور کاظم تک	ہر اک معصوم ہی دادا معین الدین چشتی کا
ہین ادریس اور ابراہیم اور عبدالعزیز اجداد	ہے طاہر جد پاکیزہ معین الدین چشتی کا
ہین نجم الدین غیاث الدین احمد جد واب اسکے	یہ ہے نام جد و آباد معین الدین چشتی کا
غیاث الدین و ماہ نور سے زہرا و حیدر تک	عجب پرنور ہی شجرہ معین الدین چشتی کا

آباد نے ایک نظم مین جناب سرور کائنات اور حضرات علیؑ کی اولاد کو سلسلہ وار بیان کیا ہی اور یہ ترتیب معکوس ہے۔

محمد کا بلے فصل حیدر وصی ہے	ہم امت ہین اُسکی وہ سرور ہمارا
حسنؑ کی غلامی مین ہین بعد حیدر	سمجھتے ہین آقا ہے شبیر ہمارا
امام سوم ہے حسین ابن حیدر	فدا ہے ازل سے دل اُسپر ہمارا
امام چہارم ہے سجاد بے شک	نثار اُسپہ دل ہو نہ کیونکر ہمارا
پسر اُس کا باقر امام ہدا ہے	غلام اُسکے ہم ہین وہ سرور ہمارا
نہین اس مین ہرگز تفاوت سر مو	دو عالم مین مولا ہے جعفر ہمارا
غلامی مین موسیٰ کاظم کی ہین ہم	عجب کیا کہ جنت مین ہو گھر ہمارا
امام رضا کے ہین اوصاف بے حد	قلم تنگ ہے ذہن ششدر رہا را
تقی پیشوا ہین نقی سب کے ہادی	سلام اُنپہ پہونچے مقرر ہمارا
حسن عسکری مقتدائے جہان ہے	سوا خضر کے بھی ہے رہبر ہمارا
امام دو عالم ہے مہدی ہادی	ہے قائم زمانے مین سرور ہمارا

غیرمرتب کی مثال چنانچہ منیر نے ایک قصیدہ امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کی مدح مین لکھا ہے اور اُنکے بزرگون کے نام سلسلہ وار درج کیے ہین جو غیر مرتب ہین۔

امام ضامن و معصوم و طیب و طاہر	کریم ابن کریم و رحیم ابن رحیم
نسب مین پاک مقدس حسب مین سرور کل	فروغ عرش و مجسم رضائے رب کریم
علی کے نور نظر فاطمہ کے لخت جگر	خدا کے نور ریاض رسول حق کے نسیم
حضور کے جد امجد ہین سید الشہدا	طفیل جو رو مراد صبیح و ذبح عظیم

مہ سپہر کرم دلبر حسینؑ و حسنؑ	چراغ خانہ سجاد و واجب التکریم
نگاہ دیدۂ حق ہین باقر معصوم	نہال گلشن صادق امام ہفت اقلیم
جناب موسی کاظم ہین والد ماجد	اُمیدگاہ مسیحا و افتخار کلیم

انشائے اس صنعت مین یہ لطیفہ پیدا کیا ہے کہ نواب سعادت علی خان والی اودھ کے باپ دادا کو ذو معنے الفاظ مین لکھا ہے معنی قریب لفظی مننے ہین اور معنی بعید نواب کے اسلاف کے نام ہین اور سب غیر مرتب ہین۔

کیسا دزیر جس کو سعادت علی نے دی	بُرہان ملک و اشجع و منصور و محتشم
اُس سے جلال دین محمد ہی آشکار	اُسکو کیا ہے حیدر و صفدر نے محترم

نواب سعادت علی خان کے باپ کا نام جلال الدین حیدر اور شجاع الدولہ خطاب ہی اور ابوالمنصور خان صفدر جنگ نام ہے شجاع الدولہ کے باپ کا اور بُرہان الملک صفدر جنگ کے چچا اور خسر کا خطاب ہی جو ریاست اودھ کے بانی ہین۔

صنعت ارصاد اسکو کہتے ہین کہ نثر کے فقرے اور نظم کی بیت مین کلمۂ آخر کے قبل ایسا لفظ لاوین کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ نثر مین پچھلا لفظ یہ ہوگا یا بیت کا قافیہ یہ ہوگا بشرطیکہ روی کا حرف پہلے سے معلوم ہو پس ارصاد کی وجہ سے اُس کلمۂ آخر کا مادہ معلوم ہو جاتا ہے اور روی کی وجہ سے اُسکی صورت معلوم ہو جاتی ہے اور ذہن آدمی کے قیاس مین جاتا ہے کہ ایسا حرف ہونا چاہیئے۔ ارصاد لغت مین راستے مین نگہبان مقرر کرنے کے معنے مین ہے جیسے ڈاکو اپنی جانب سے راستے پر آدمی اسلیئے مقرر کر دیتے ہین کہ وہ اس بات کی اطلاع دے کہ قافلہ جو آرہا ہے اُسکے آدمی ان سے مقابلہ کر سکتے ہین یا نہین اور وہ ہتھیار بھی رکھتے ہین یا نہین اور یہان معنی لغوی اور اصطلاحی مین مناسبت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لفظ جو کلمۂ آخر سے قبل آتا ہی وہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس نظم کا قافیہ یہ ہے اور اس نثر کا لفظ آخر یہ ہی۔ اس صنعت کو تسہیم بھی کہتے ہین لغت مین تسہیم دھاری دار چادر بُننے کے معنے مین ہی۔ اس صنعت کو تسہیم اسلیئے کہتے ہین کہ جیسے چادر کے خطوط ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین اسی طرح اس صنعت مین بھی الفاظ کلام کے ایک دوسرے کے ساتھ ملائم اور موافق ہوتے ہین مثال اسکی۔

نہین قول سے فعل تیرے مطابق	[illegible] کہون کس طرح تجھکو اے یار صادق

نہ جنت کے قابل نہ دوزخ کے لائق	مجھے کیون کیا خلق اے میرے خالق
کہا سُن کے افسانہ قیس و لیلے	عبث کرتے ہو حال مین ذکر سابق
گیا وہ زمانہ وہ لوگ اُٹھ گئے سب	نہ معشوق ویسے رہے اب نہ عاشق
عبث فوق دیتا ہے تو خود کو نادان	کیا ایک کو ایک پر اُسنے فائق

ان اشعار مین شعر اول کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قاف حرف روی ہی پس دوسرے شعر مین خلق کے لفظ سے خالق اور چوتھے شعر مین عشوق سے عاشق اور پانچوین مین فوق سے فائق خود بہ خود معلوم ہو گیا پس خلق اور معشوق اور فوق ارصاد ہین۔

واسطی

جو بعد مرگ پھرا کوے یار سے قاصد	تو دوستون نے مرے رکھدیا مزار مین خط
مجھے یہ ڈر ہے کہ قاصد کمال مضطر ہی	کہین گرے نہ گر جائے اضطرار مین خط

دوسرے شعر کے پہلے مصرع مین مضطر کا لفظ ارصاد ہے۔

مومن

غیر بہ مروت ہے آنکھ وہ دکھا دیکھین	زہر چشم دکھلائین پھر ذرا مزا دیکھین
کچھ نظر نہین آتا آنکھ لگتے ہی ناصح	گر نہین تجھین حضرت آپ بھی لگا دیکھین

تیسرے مصرع مین لگتے کا لفظ ارصاد ہے۔

ولہ

نہ تن ہی کے ترے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین	ہی پاش پاش جگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
دراز دستی یہ کس بے ادب کی دم قتل	تمام دامن قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
کیے نہ ملنے کی اُس سنگ دل نے گر قاصد	تو سنگ و سر ابھی یان مل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

دوسرے شعر مین قتل کا لفظ اور تیسرے شعر مین نہ ملنے کا لفظ ارصاد ہی۔

(۲) یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ نظم کے ایک مصرع سے دوسرے مصرع کی طرف ذہن منتقل ہو جائے جیسے۔

ذوق

لاشے کو دفن کیجے میرے کہ پھینک دیجے	مردہ بدست زندہ جو چاہے سو کیجے

پہلے مصرع کے سننے سے دوسرے مصرع کے مضمون پر خود بخود ذہن منتقل ہو جاتا ہے

ایضاً

پلادے آشکارا کس کی ہمکو ساقیا چوری	خدا کی جب نہین چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

امیر احمد مینائی

کل کوچ ہے کچھ لیتے ہوے بن نہ پڑیگی	لینا ہے مسافر کو تو لے زاد سفر آج

صنعت تاکید المدح بما یشبہ الذم یعنی تعریف کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنا کہ وہ ہجو سے مشابہت رکھتے ہون یعنی وہ لفظ ظاہر مین تو ہجو پر دلالت کرتے ہون لیکن فی الحقیقت مدح پر تاکید کرتے ہون اور اسکی دو قسمین ہین۔

(۱) یہ کہ کسی چیز مین سے تمام بُری باتون کی نفی کیجائے جس سے اُسکی مدح ہو پھر ادات استثنا کے ذریعہ سے ایک اچھی بات کا جو مدح پر دلالت کرتی ہو اُن بُری باتون مین سے استثنا کیا جاوے اس طرح کہ اس اچھی بات کو اُن بُری باتون مین داخل مان لیا جائے مثال اسکی یہ شعر مثنوی پدماوت مصنفہ عبرت کا ہے ؎

نہین کوئی عمل مین اُسکے قزاق	بغیر از غمزۂ چشم ستمناک

شاعر نے مصرع اول مین بیان کیا کہ ممدوح کے عہد مین ایک بھی قزاق نہین بس تمام قزاقون کی نفی کرنا مدح ہی پھر غمزۂ چشم ستمناک کو ان قزاقون مین داخل ٹھہرا کے اسکا استثنا کیا ہی حالانکہ چشم ستمناک کا غمزہ کسی کے عہد مین موجود ہونا بُرائی نہین بلکہ مدح مین داخل ہی اسلیے کہ معشوقون اور خوبرویون کا موجود ہونا امنیت اور آسائش اور حُسن خیزی پر دال ہی اور یہ طریقہ تاکید المدح کا نہایت عمدہ ہی اور اسکی عمدگی کی دو وجہین ہین ایک یہ کہ اس طرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اسلیے کہ شاعر نے اپنے مطلوب کے نقیض کو اور وہ ممدوح کے عمل مین قزاق کا موجود ہونا ہے ایک محال شے سے معلق کیا ہی اور وہ محال یہ ہی کہ غمزۂ چشم ستمناک قزاق ہی اور جو چیز محال پر معلق ہوتی ہی وہ محال ہوتی ہی پس قزاق کا نہ موجود ہونا ممدوح کے عمل مین متحقق ہی کیونکہ غمزۂ چشم ستمناک کا جبکہ قزاق ہونا محال ہوگا تو ممدوح کے عہد مین قزاق کا موجود ہونا بھی محال ہوگا۔ یاد رکھو کہ تعلیق بالمحال اُسی صورت مین بن سکتی ہی کہ غمزۂ چشم ستمناک کو قزاقون مین داخل ٹھہرا لیا جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مطلق استثنا مین اصل اتصال ہی یعنی مستثنےٰ منہ اس طرح کا ہو کہ مستثنےٰ اُس مین داخل ہو اور اُسکی افراد مین سے ایک فرد ہو اور اگر ایسا نہو تو وہ استثنائے منقطع ہے اور اسکو مجازاً استثنا سمجھتے ہین اور مجاز اصل کے خلاف ہی اور شاعر کے ادات استثنا کو مستثنےٰ سے پہلے ذکر کرنے سے یہ بات خیال کی گئی تھی کہ شاید کسی قزاق کو

مین سے جنکی اس سے قبل نفی کی گئی ہے کوئی قزاق خارج کرکے ممدوح کے عمل مین قزاق کا ہونا ثابت کرے گا تاکہ ممدوح کی مذمت ثابت ہوجائے اور یہ خیال اسلیے پیدا ہوا تھا کہ جب تمام قزاقون کی نفی کرکے حرف استثنا کو ذکر کیا تو سننے والے کو یہ توہم ہوا کہ استثنا متصل ہے اور اب مستثنےٰ منہ کے افراد مین سے کوئی فرد مستثنےٰ کرکے ممدوح کے عمل مین اسکا موجود ہونا ثابت کیا جائے گا مگر جبکہ شاعر نے حرف استثنا کے بعد کسی ایسی چیز کا ذکر نہین کیا جو واقع مین مستثنےٰ منہ کی فرد ہوتی بلکہ بجائے اُسکے ایک مدح کی بات کو ذکر کیا تو سامع کو معلوم ہوگیا کہ یہان استثنا متصل نہین منقطع ہے اور اداۃ استثنا کے بعد شاعر کا اُس جملے کو اختیار کرنا جو باعث مدح ہے شاعر کی جانب سے اس بات کی طرف اطلاع ہے کہ مین نے ممدوح کے عہد مین کسی قزاق کا وجود نہ پایا جسکا مین اُن قزاقون مین سے استثنا کرتا جن کا اُسکے عمل مین نہونا بیان کیا ہے اسلیے مین نے مجبور ہوکر کلام کے پورا کرنے کو صفات مدحیہ کیساتھ استثنا کیا اور ایک خوبی کی بات کو مستثنےٰ قرار دیا اور استثنا کو اُس کی اصل سے پھیر کر استثنائے منقطع کے ساتھ بدل دیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل مدح تو یہ ہے کہ شاعر نے ممدوح کے عہد مین تمام قزاقون کے وجود نفی کی ہے اس حیثیت سے کہ کہا ہے مصرع ؎

نہین کوئی عمل مین اُس کے قزاق

اور اس مدح کی تاکید اسطرح استثنا کرنے سے ہوگئی۔ اسی قبیل سے ہے یہ بیت دبیر کی ؎

بے مہری افلاک سے گو خاک بسر ہون	ہان عیب بڑا یہ ہے کہ مین اہل ہنر ہون

گویا شاعر نے تمام عیبون کی اپنی ذات سے نفی کی ہے پھر ایک اچھی صفت کو اُن بُری صفتون مین داخل ٹھہرا کر اُن سے استثنا کیا ہے۔ ہنرمندی کا عیب ہونا محال ہے پس ہنرمندی کو عیب بتا کر اپنی ذات مین عیب ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہے اسلیے کہ اُسکے اس قول کے ؎

ہان عیب بڑا ہے کہ مین اہل ہنر ہون

یہ معنی ہین کہ مجھ مین مطلقاً کوئی عیب نہین مگر ہان بڑا عیب مجھ مین یہ ہے کہ مین صاحب ہنر ہون اگر ہنر عیوب مین داخل ہو لیکن ہنر کا عیوب مین داخل ہونا محال ہے تو اس صورت مین عیب کا ثبوت بھی میری ذات مین محال ہوگا اور اسطرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہے جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور یہ اُسکی خوبی کی ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح مدح کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاعر بے عیبی مین اتنا کامل ہے کہ کوئی فرد عیب کی ایسی نہین نکلی کہ اُسکے ذریعہ سے استثنا کیا جاتا اس لیے کلام کے تمام کرنے کے واسطے مجبور ہوکر ایک تعریفی بات کو مستثنےٰ بنا لیا۔ اگرچہ مستثنےٰ منہ اور اداۃ استثنا کو

ذکر نہین کیا لیکن سوق کلام سے شامل پر ظاہر ہے یہ مضمون ماخوذ ہی میر کے اس شعر سے۔

سب چاہتے ہین رشد مرا یون تو پراے میر	شاید یہی اک عیب ہو مانع کہ ہنر ہے

(۲) دوسری قسم تاکید المدح بمایشبہ الذم کی یہ ہی کہ ایک صفت بیان کی جائے پھر حرف استثنا مذکور کرین جس سے یکایک یہ معلوم ہو کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون جملۂ اول کے لکھے گا لیکن جو جملہ استثنا کے بعد لائے وہ مدح کا متضمن ہو جیسے۔

انیس

نوح اُسکا ہے اقلیم امامت کا شہنشاہ	پر دولت دُنیا سے ہی ان دونون کو اکراہ

پر استثنا کا حرف ہی وجہ تاکید مدح کی اس مثال مین یہ ہی کہ اول اُسکے نوح کو اقلیم امامت کا شہنشاہ بتایا اور ظاہر ہی کہ یہ صفت مدح کی ہی اور جب حرف استثنا لایا تو اس سے شبہہ جاتا تھا کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون اول کے مذکور ہوگا لیکن جبکہ اُسکے بعد یہ ذکر کیا کہ دنیا کی دولت سے اکراہ ہی تو مدح کو تاکید حاصل ہوگئی اور یہ صورت مدح بمایشبہ الذم اسلیے کہلاتی ہی کہ اصل حرف استثنا مین یہ ہی کہ اُسکا مابعد ماقبل سے مخالفت رکھتا ہو اور یہ بات یہان ہی نہین بلکہ بیان مابعد ماقبل کے موافق ہی پس یہ طریقہ ایسی مدح ہوگا جو مذمت کی صورت رکھتا ہی اس قسم مین بھی استثنا منقطع ہوتا ہی مگر فرق اتنا ہی کہ پہلی قسم مین اُسکو متصل ٹھہرا لیتے ہین اور یہان اپنے حال پر باقی رہتا ہی اسلیے کہ یہان کوئی ایسی بُری عام صفت نہین ہوتی کہ جس کی نفی کرکے اس مین ایک اچھی صفت داخل ٹھہرا سکتے اور جبکہ ایسا نہین تو یہان تعلیق بالمحال بھی پیدا نہین ہو سکتی کیونکہ اُسکے لیے مستثنے منہ کا عام ہونا چاہیے جس مین مستثنے کو داخل ٹھہرا سکین پس یہ قسم اُس دعوے کی طرح نہین سمجھی جا سکتی جسکے ساتھ گواہ موجود ہون اسی وجہ سے پہلی قسم کو افضل سمجھتے ہین اسی قبیل سے ہی۔

مثنوی سعدین

نظم مین خوبیون کی ہے تقریر	مثنوی ہے مگر پری تصویر

حالی

تم ہر اک حال مین ہو یون تو عزیز	تھے وطن مین مگر کچھ اور ہی چیز

فائدہ تاکید المدح بمایشبہ الذم کے باب مین افادۂ مراد مین استدراک بھی استثنا کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ دونون کی حالت قریب قریب ایک سی ہی کیونکہ دونون اُس چیز کے نکالنے کے لیے مین جو اپنے ماقبل مین حقیقۃً داخل سمجھی جاتی ہی یا وہماً مثلاً کسی شخص نے ایک صفت بیان کی

پھر حرف استدراک کے بعد ایک دوسری صفت ذکر کی تو اُس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ متکلم نے صفت اول کے خلاف کوئی ایسا حال نہ پایا کہ اُسکا استدراک صفت اول پر کرتا اسلیے کلام کے تمام کرنے کے پیے دوسری صفت کے ساتھ استدراک کرنے پر مجبور رہوا۔ یاد رکھو کہ مگر استثنائے منقطع مین لیکن کے معنی مین ہوتا ہی اور بعض کے نزدیک لیکن فقط استدراک کے واسطے آتا ہی اور مگر استثنا کے واسطے اور حق یہ ہی کہ لیکن اور مگر مین نازک سا فرق ہی۔

فائدہ دیگر فصحاے فارسی واُردو نے اس قسم پر ایک دوسرا لطف بڑھایا ہی اور وہ یہ ہے کہ دوسری صفت جو اداۃ استثنا یا استدراک کے بعد مذکور ہوتی ہی وہ ایسی ہوتی ہے کہ جو مدح مین صفت اول سے کامل تر ہوتی ہے جیسے۔

ناسخ

رفتار مین اورنگ سلیمان ہے یہ گھوڑا	پر صورت وسیرت مین تو انسان ہی یہ گھوڑا

پر استثنا کا حرف ہی اول گھوڑے کو رفتار مین تخت سلیمان بتایا اور ظاہر ہی کہ اورنگ سلیمان کی رفتار نہایت تیز تھی پھر اداۃ استثنا کے بعد ایک ایسی صفت بیان کی جو صفت اول سے بھی کامل تر ہے اور وہ گھوڑے کا صورت وسیرت مین انسان قرار دینا ہی اور ظاہر ہی کہ تخت سلیمان پر انسان کو بدرجہا افضلیت حاصل ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون	وہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

لیکن حرف استدراک ہی پہلے کہا وہی فتنہ ہی اور بعد اسکے کہا لیکن اس سے وہم ہوا کہ اب شاید کچھ اُس سے کم کہنا منظور ہے جب بعد اُسکے کہا کہ یہان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے بھی زیادہ ہے۔

تسلیم

عام انعام پر نوازش ہے
پر نوازش کو اُسپہ نازش ہے

فائدہ دیگر شعراے فارسی واُردو نے اس قسم مین ایک اور لطف پیدا کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ دوسری صفت اسطرح کی لاتے ہین کہ بادی النظر مین ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن ادنے تامل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی تعریف ہے مثال اسکی۔

شباب

عدل سے اُسکے زمانے مین ہی گو معموری | اپنے اعدا کو مگر رکھتا ہی برباد مدام

کسی کو مدام برباد رکھنا ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن جب غور کیا تو عین مدح نکلی کس لیے کہ اپنے اعدا کو برباد رکھنا نہایت کامیابی پر دلیل ہے ۔

سودا

انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہی کہ فریاد | لایا نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

ولہ

میخانۂ جہان مین کرم سے ترے نہین | کوئی شکستہ حال بجز توبۂ خمار

صنعت تاکید الذم بما یشبہ المدح یہ ضد ہی تاکید المدح بما یشبہ الذم کی یعنی ہجو کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنی کہ وہ مدح سے مشابہت رکھتے ہون اور جب غور کرین تو ہجو و مذمت کی تاکید ہوتی ہو اور اسکی بھی کئی صورتین ہین ۔

(۱) کسی شے کی اچھائی کی نفی کی جائے جس سے ہجو ثابت ہو پھر اور ایک بری بات کو اُس اچھی بات مین داخل ٹھہرا کر بذریعۂ کلمۂ استثنا کے اُس مین سے مستثنےٰ کرین کلمۂ استثنا کو سُننے سے سامع کو یہ معلوم ہو کہ اب تعریف مقصود ہے لیکن بعد کو کوئی برائی کی بات معلوم ہونے سے وہ استثنا عین ہجو ہو جائے مثال اسکی ۔

میر تقی

کیے ہر اک کو دینے سو سو بار | پر نہ دے جز فریب تا دہ سال

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی شاعر نے اول اُس شخص سے جسکا ذکر اوپر کے شعرون مین ہی تمام اُن چیزون کے دینے کی نفی کی جن کے دینے کے لیے ہر اک کو سو سو بار کہتا ہی پھر اُن چیزون مین سے فریب کے دینے کو مستثنےٰ کر لیا جب حرف استثنا کو ذکر کیا تو متوہم ہوا کہ شاید اسکے ذریعہ سے اُن چیزون مین سے جن کے دینے کی نفی کی ہے کسی چیز کا دینا ثابت کرے گا اور جب فریب کا ذکر کیا تو نفی تفصہ مذمت نکلی فریب کا اُن چیزون مین سے ہونا محال ہے جنکے دینے کا وہ ہر ایک کو سو سو بار وعدہ کرتا تھا پس فریب کو اُن چیزون مین سے بتا کر اُسکے دینے کو ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہے اسلیے کہ شاعر کے اس قول سے مصرع

پر نہ دے جز فریب تا دہ سال

یہ معنی ہین کہ وہ جن چیزون کے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہو اُن مین سے مطلقاً کوئی چیز نہین دیتا
مگر فریب دیتا ہو اگر فریب اُن چیزون مین داخل ہو لیکن فریب کا اُن چیزون مین داخل ہونا محال ہے
تو اس صورت مین اُن چیزون مین کے دینے کا ثبوت اُسکی نسبت بھی محال ہو جنکے دینے کے لیے وہ کہتا ہو اور اسطرح
مذمت کا ثابت کرنا ایسا ہو جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور اس مثال کی تاکید کا
فائدہ بخشنے کی یہ ایک وجہ ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ استثنا مین اصل یہ ہو کہ مستثنےٰ منہ مین
مستثنےٰ داخل ہو اسی کو استثنائے متصل کہتے ہین بخلاف استثنائے منقطع کے کہ وہ اصل نہین
پس جبکہ شاعر نے اداۃ استثنا کو ذکر کرکے استثنا کرنا چاہا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب ایسی چیز
کا ماقبل سے استثنا کرے گا جس سے اُس شخص کی نسبت اُن چیزون مین سے کسی چیز کا دینا ثابت
ہوگا جنکے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہو پھر جبکہ فریب تا دہ سال کہا تو اس سے مذمت کی تاکید
ہوگئی سُننے والے کو جو استثنا متصل کی اُمید تھی اُسے چھوڑکر شاعر نے استثنائے منقطع کا طور اختیار
کیا تاکہ سُننے والا سمجھ جائے کہ اُس شخص نے جن چیزون کے دینے کے لیے سو سو بار کہا تھا اُن مین سے
ایک چیز بھی نہین دیتا اگر اُن مین سے ایک چیز بھی دیتا تو شاعر اُس کا استثنا کرکے اپنے کلام
کو استثنائے متصل بناتا ناچار کلام تمام کرنے کی غرض سے اُن چیزون مین سے
فریب کا استثنا کر لیا گیا اور اگر ایسا نہ کرتا تو کلام غیر مفید رہتا کیونکہ جب شاعر نے یہ کہا پر ندے چیز تو اس
سے کوئی فائدہ حاصل نہوگا اسی کے قریب ہو نوازش کی یہ بیت ؎

کسے تیغ جفائے چرخ سے اُمید ہنسنے کی	جو ہووے بھی تو ہان شاید دہانِ زخم خندان ہو

اول چرخ سے ہنسانے کی نفی کی اور اس امر کا بیان کیا کہ اُسکی جفا سے کسی کو امید ہنسنے کی نہین اور
پھر دہان زخم کے ہنسنے کا اُس سے استثنا کیا چرخ کی جفا سے کسی کو ہنسنے کی اُمید نہونا کھلی ہوئی مذمت
ہے پھر کہا ہان جو ہووے بھی تو سامع کو اس سے توہم ہوا کہ اب کسی اچھی بات کا پہلی بات سے
استثنا کیا جائے گا اُسکے بعد شاعر نے بیان کیا ہان شاید دہان زخم خندان ہو اور یہ مذمت ہے اسلیے
دہان زخم کا ہنسنا یعنی اُس کا شگافتہ ہونا اور جراحت کا بڑھنا نہایت موجب تکلیف ہے پس اس
قول سے بھی آزاردہی اور جفا کاری چرخ کی ثابت ہوئی اول چرخ کی جفا کاری بیان کی اور یہ مذمت
ہے اور جب دہان زخم کے شگافتہ ہونے کو مستثنےٰ کیا تو یہ جفا کاری کی تاکید ہوگئی کیونکہ اس
صورت مین مذمت اوپر مذمت کے ثابت ہوتی ہے اور یہان بھی تاکید کا فائدہ دو طور پر اسیطرح
حاصل ہوتا ہے جس طرح میر کے شعر مین بیان ہوا کہ ایک وجہ تعلیق بالمحال ہو اور دوسری وجہ

استثنائے منقطع کا طور اختیار کرنا اور اگرچہ اداۃ استثنا کو شاعر نے ذکر نہین کیا ہی لیکن سیاق کلام سے متامل پر ظاہر ہے۔

(۲) دوسری صورت تاکید الذم بمایشبہ المدح کی یہ ہی کہ اول کسی شے کی مذمت کیجائے پھر استثنا کا کوئی حرف مذکور ہو اُسکے بعد اور بُرائی کا ذکر کرین اور بظاہر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہہ جاتا ہو کہ آگے کوئی تعریف بیان کیجائے گی لیکن وہ جملہ بھی ہجو ہی کا متضمن ہو مثال اسکی مصرع چہارم اس بند کا۔

میر

در پہ عمدون کے روز و شب شر و شور		صرف یک سر فریب و رشوت خور	
بے بیے دیکھین نے کسی کی اور		مُردہ شو پر وہ سب کفن کے چور	

رحمتہ اللہ بر اولین بناش

مُردہ شو ہجو ہی اُسکے بعد پر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہہ گیا کہ اُسکے بعد کوئی جملہ متضمن تعریف کا ہوگا مگر دیکھا تو وہ بھی ہجو ہی اور یہ استثنائے منقطع ہی اور چونکہ اُسکو متصل نہین ٹھہرایا ہی اسلیے یہان تاکید ایسی نہین جیسے دعوے شے کا گواہی کے ساتھ ہوتا ہی کیونکہ یہ تعلیق بالمحال پر مبنی ہی اور تعلیق بالمحال استثنائے متصل پر مبنی ہی پس اس مین تاکید مذمت کی صرف ایک وجہ سے ہی اور اُسکی تقریر یہ ہے کہ جب مستثنےٰ منہ یعنی مُردہ شو کے بعد حرف استثنا کو ذکر کیا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب کوئی دوسری مذمت کی بات بیان کر کے اُسکی نفی مستثنےٰ منہ سے کرے گا کیونکہ اثبات سے استثنا نفی ہوتا ہی پس جبکہ یہ بیان کیا کہ وہ سب کفن کے چور ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ شاعر عمدون مین ایک در عیب کہ وہ کفن کا چُرانا ہے ثابت کرنا چاہتا ہی اور اس سے اُنکی مذمت کو تاکید حاصل ہوگئی اور اس اسلوب کلام سے سامع کی سمجھ مین یہ بھی آگیا کہ شاعر کے لیے ممکن نہ تھا کہ عمدون مین سے کسی مذمت کی بات کی نفی کر سکے اسلیے اُسنے کلام کے تمام کرنے کے لیے مجبوراً مذمت سے مذمت کی طرف استثنا کیا اور استثنائے متصل کو منقطع کی طرف پھیر دیا۔

(۳) تیسری صورت تاکید الذم بمایشبہ المدح کی اور ہی جو شعرائے فارسی و اُردو نے اس صنعت مین تصرف کر کے نکالی ہی اور وہ یہ ہی کہ اول ایک شے کی تعریف و خوبی بیان کرین پھر دوسری تعریف اسکے ساتھ ایسی شامل کرین جس سے وہ صفت مدح بالکل ہجو و مذمت ہو جائے جیسے میر کے مخمس کے اس بند مین ہے

ایک مُدت تھی آج کل پر بات	ابتو ہے صبح اب ہوئی ہے رات
ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات	جمع آدم مین اتنے کب ہون صفات

مفتری و دروغی دمحتال

مصرع سوم وچہارم سے صفت ثابت ہوئی مصرع پنجم مین جو صفات بیان ہوئین اُسے بالکل ہجو ہوگئی۔

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے سب لیجے	جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
حسد و بغض و غیبت و بُہتان	بُخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

اول جو یہ کہا کہ مجھسے جو کام چاہیے لیجیے تو اس سے تعریف پیدا ہوئی کیونکہ یہ امر ہمہ دانی اور ہر فن مولا ہونے پر دلالت کرتا ہی مگر دوسرے اور تیسرے اور چوتھے مصرعون کے مضمون سے وہ تعریف مذمت سے بدل گئی۔

جُرأت

کب وہ صیاد اسیرون کی خبر لیتا ہے	اور جو لیتا ہی تو مقراض سے پر لیتا ہے

اسیرون کی خبر لینا صفت مدح کی ہی جب پھر بیان کیا مقراض سے پر کترتا ہی تو وہ مدح بعینہ ہجو ہوگئی۔

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین	کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

میر

پھر آج میر مسجد جامع کے تھے امام	داغ شراب دُھوتے تھے کل جانماز کا

مسجد جامع کا امام ہونا ایک امر عظیم ہی دوسرے مصرع کے ذکر کرنے سے وہ تعظیم مبدل بہ تحقیر ہوگئی۔
فائدہ یہ پچھلی صورت ہر چند لوگون نے تاکید الذم بما یشبہ المدح کی اقسام مین داخل کی ہے لیکن غور کیا جاتا ہے تو یہ شکل الذم بما یشبہ المدح ہی نہ تاکید الذم بما یشبہ المدح۔

صنعت الحاق الجزی بالکلی شرح بدیعیہ ابن حجر اور انوار الربیع فی انواع البدیع تصنیف سید علیخان مین مذکور ہی کہ اطلاق کل کا جزیر تعظیم کے لیے کرتے ہین جیسا کہ اس آیت مین ان ابراہیم کان اُمتہ اسکے معنی مفسرین نے یہ بیان کیے ہین کہ ابراہیم بوجہ اس بات کے جمیع صفات خیر ان مین جمع تھین تنہا اُمت تھے متنبی کہتا ہے۔

ہو الغرض الاقصے و رؤیتک المنے	و منزلک الدنیا و انت الخلائق

یعنی اے ممدوح تو تنہا خلائق ہے اسلیے کہ اوصاف کثیرہ تجھ مین جمع ہین اسی قبیل سے ہی نواب اور میران کا اطلاق ایک شخص پر یا کسی کو بندگان حضور کہنا اسی طرح اولاد حسن اولاد علی نظام الدین اولیا باباحسن ابدال کعب احبار عبید اللہ احرار۔

دبیر

ارباب سخن پر جو سخن ور ہے ہمارا	القاب سخن سنج سخن ور ہے ہمارا

پہلے مصرع مین ور غالب کے معنی مین ہے اور القاب کا اطلاق ایک لقب کی جگہ کیا گیا ہی۔

میر

سُنیو یارو بلاسرائے کا حال	ایک گنجا ہے وہ عجائب مال

بلاسرائے کو مجموعۂ عجائب ہونے کی وجہ سے عجائب کہا۔

غلام سرور تخلص بہ سرور

صدق دل سے جو پکڑے تیرے قدم	ایک ہی دم مین اولیا بن جائے

یعنے ایک شخص مین تمام ولیون کی خوبیان اور کمالات جمع ہونیکی وجہ سے اولیا ہو جائے۔

فگار

کہا جب مرا ایک نے اُسدم یکایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملائک

صنعت تجرید یہ صنعت اس طرح ہی کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے اُسی طرح کی ذی صفت حاصل کرین اور غرض اس سے مبالغہ ہوتا ہی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ پہلی شے اُس صفت مین ایسی کامل ہے کہ اُس سے ایک ور شے اُسی طرح کی حاصل ہو سکتی ہی اور یہ صنعت کئی طرح مستعمل ہوتی ہے۔

(۱) جس چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرین اُسکے ساتھ حرف سے کہ اُردو مین از کا ترجمہ ہے ذکر کرین جیسے۔

صہبائی

آتش غم ایسی کچھ بھڑکی کہ پل مین ہو گیا	داغ دل سے آفتاب روز محشر آشکار

اس جگہ دل کے داغ کی سوزش مین مبالغہ منظور ہے یعنی داغ دل کا سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا ہی کہ اُس سے آفتاب حاصل ہو گیا ہے۔

غلام محی الدین

چہرۂ انور سے تیرے ماہ کامل آشکار	اور گیسوے معنبر سے شب یلدا عیان

چہرے کو نورانیت مین کامل مانا ہی اور اس سے ماہ کامل حاصل ہو سکتا ہی ایسا ہی گیسو عنبر سے شبِ یلدا کو حاصل کیا ہے ۔

داغ

گو فرق صبح و شام ہے ظلمت کو نور سے	دونون کا ہی ظہور ہمارے ظہور سے
ہو جائے رات دود دلِ ناصبور سے	دکھلائین روز حشر کو بین السطور سے

اپنے سیاہ نامے کی طولانیون مین ہم

پہلے شعر کا مفاد یہ ہی کہ اپنے آپ کو نور و ظلمت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اپنے سے نور و ظلمت کو حاصل کیا ہی اور تیسرے مصرع کا مفاد یہ ہی کہ اپنے دل ناصبور کے دود کو تاریکی مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے رات کو حاصل کیا ہی اور چوتھے مصرع کا حاصل یہ ہی کہ سیاہ نامہ ایسی طوالت کو پہونچا ہی کہ اُسکے بین السطور سے روزِ حشر حاصل ہوتا ہے ۔

رمضان علی

اشک جاری رات دن ہی چشم گریان سے مری	اسقدر رویا کہ اشکون سے گہر پیدا ہوا

اس جگہ اشکون سے گہر کو حاصل کیا ہی اور اس سے اشکون کی حالت مین مبالغہ منظور ہے ۔

وزیر

اسکی شمع رُخ سے ہی روشن چراغ آفتاب	ان دنون کچھ آسمان پر ہی دماغ آفتاب

معشوق کے رُخ کو نورانیت اور حُسن مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے آفتاب تحصیل روشنی کرتا ہے ۔

دوست

روش گریہ مری چشم سے سیلاب نے لی	بیقراری دل بیتاب سے سیماب نے لی

نصرت

خورشید نے ضیا رُخ انور سے پائی ہے	بُو مشک نے یہ زُلف معنبر سے پائی ہے
رنگت عقیق نے لبِ احمر سے پائی ہے	موتی نے آب دانتون کے گوہر سے پائی ہے

یہ قسم ظاہر مین تشبیہ معلوم ہوتی ہی لیکن جو معنی مشابہت کے بطریق تجرید کے مستفاد ہوتے انھین اصطلاح مین تشبیہ ضمنی کہتے ۔

(۲) جس شے سے کوئی اور شے حاصل کرین اُس شے کو حاصل شدہ شے کا ظرف مقرر کرین جیسے اِس شعر مین ۔

حسرت

گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے | پیارے عاشقون کو تو گھر مین بُلا کے اُس طرح

مُراد یہ ہے کہ مخاطب یعنی معشوق کا مکان خود بہشت ہی لیکن معشوق کے گھر سے بہشت کو حاصل کیا ہے گویا بہشت اُس مین تیار و مہیّا ہے۔

نظیر اکبر آبادی

جو صحن باغ کا ہی وہ ایسا ہے دلکشا | آتی ہے جس مین گلشن فردوس کی ہوا

آزردہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب مین دریا | وہ دیکھ لے مری چشم پُر آب مین دریا

مُراد یہ ہی کہ چشم پُر آب خود دریا ہے لیکن چشم پُر آب سے دریا کو حاصل کیا ہی گویا وہ اُس مین آمادہ رہتا ہے۔

مومن

سُوز غضب سے ہے کرۂ نار سینے مین | اک مُشت خاک اور یہ کین ای فلک دریغ

اس جگہ سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہی یعنی سینہ سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا ہی کہ اس سے کرۂ نار حاصل ہو گیا ہے۔

ناسخ

روز یان سیکڑون بیہوش پڑے رہتے ہین | ہے مگر خانۂ خمار ترے کُوچے مین !

باعتبار بیہوش کردینے کے معشوق کے کوچے کا مبالغہ مقصود ہی یعنی معشوق کا کوچہ بیہوش کردینے مین ایسا کامل ہی کہ گویا خانۂ خمار اُس مین آمادہ و موجود ہے۔

محمد اشرف

آتش دل سے ہوای یہ مجھے ڈر پیدا | کہ مرے سینے مین ہووے نہ سمندر پیدا

آتش دل کی وجہ سے سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہی یعنے آتش دل سینے مین ایسی جڑ پکڑ گئی ہے کہ اُس مین سمندر کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہی۔ سمندر ایک جانور ہی کہ جسکی نسبت مشہور ہی کہ ایسی آگ مین جو عرصۂ دراز سے روشن ہو پیدا ہو جاتا ہی اور آگ مین رہتا ہے۔

(۳) حرف نے کے ساتھ جو علامت فاعلیت ہے، ایک شے سے دوسری شے اسی صفت کی حاصل کرتے ہین۔ جیسے

ظفر

تیرے دندان نے کیے گوہر غلطان پیدا	آب رنگین سے ہوئے لعل بدخشان پیدا

اِس جگہ دانتوں کی صفائی اور آبداری میں مبالغہ منظور ہے یعنی دانت صفائی اور چمک میں اس درجے کو پہونچے ہیں کہ اُن سے گوہر غلطان حاصل ہو گئے ہیں اور دوسرا مصرع پہلی قسم کی مثال میں ہے۔

(۴) ایک شے ذی صفت سے دوسری شے ذی صفت حرف کو کے ساتھ جو مفعولیت کی علامت ہے حاصل کریں جیسے یہ شعر دبیر کا ؎

فردوس میں پہونچے جو نجف میں پہونچے	جنت کو دیکھا جو کربلا کو دیکھا

مُراد یہ ہے کہ کربلا خود جنت ہے لیکن کربلا سے جنت کو حاصل کیا ہے گویا جنت اُس میں تیار و مہیا ہے اور پہلا مصرع دوسری قسم کی مثال میں ہے۔

(۵) کسی حرف کا واسطہ نہو جیسے۔

امیر مینائی

یاد جس وقت مدینے کی فضا آتی ہے	سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

فضاے مدینہ کو ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اس سے ہواے جنت کو حاصل کیا ہے مطلب یہ ہے کہ فضاے مدینہ ایسی عمدہ ہے کہ جب وہ یاد آتی ہے تو سانس سے ہواے جنت کی کیفیت معلوم ہونے لگتی ہے۔

ولہ

جس مسافر کو مدینے کا دیار آئے نظر	جیتے جی روضۂ جنت کی بہار آئے نظر

ناسخ

وہ شوخ فتنۂ انگیز اپنی خاطر میں سمایا ہے	کہ اِک گوشہ ہے صحراے قیامت جسکے داماں کا

معشوق کے دامن سے صحراے قیامت کو حاصل کیا ہے۔

ضوء

جلوۂ طور دکھاتا ہے تمھارا عارض	سچ تو یہ ہے کہ ہے مرآت تجلے عارض

عارض کو تجلی میں ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طور کا جلوہ حاصل کیا۔

رام پرشاد تجرید

آفتاب حشر پرتو ہے جبین یار کا	روز رستاخیز ہے سایہ قد دلدار کا

ناسخ

قدرے دیکھی جھلک جو عارض پُرنور کی ۔ بام جانان پر نظر آئی تجلی طور کی

معشوق کے عارض کو نورانیت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے کوہ طور حاصل کیا ہی۔

داغ

عشق کے کوچے نے ہمکو وہ دکھایا ہی بہشت ۔ حضرت آدمؑ نے جو دیکھا نہ اپنی یاد مین

مُراد یہ ہے کہ کوچۂ عشق خود بہشت ہے کوچۂ عشق کو ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے بہشت حاصل کی ہے۔

ظفر

نہ ہوتا گر یہ ترا خط سبز و خال سیاہ ۔ نشان طوطی کا ہوتا کہین نہ زاغ کا نام

معشوق کے خط کو سبزی مین اور خال کو سیاہی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طوطی اور زاغ کو حاصل کیا ہے۔

ولہ

کوچۂ یار مین تو بھرتا ہے جسدم دم سرد ۔ اے ظفر آئے ہی اک باد کا جھونکا ٹھنڈا

عاشق نے اپنے دم سرد کو تاثیر سردی مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ہوائے سرد کو حاصل کیا ہی

ولہ

جلا جی نہ دل مُفت لیکر کسی کا ۔ کہا بھی تو مان اے ستمگر کسی کا

یعنی غرض یہ ہے کہ میرا جی نہ جلا حاصل یہ ہی کہ اپنے آپ کو ناحق جی جلنے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان واسطہ کسی حرف کا نہین نہ حرف سے کا نہ مین کا نہ سے کا نہ کو کا اسی طرح دوسرے مصرع مین لفظ کسی کا حال ہی کہ یہان بھی اپنی ذات کو معشوق کا ملتفت الیہ ہونے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان بھی کسی حرف کا واسطہ نہین اگر کہا جائے کہ یہ مثال التفات کے قبیل سے ہی یعنی تکلم سے غیبت کی طرف رجوع کیا ہے پس اس صورت مین تجرید نہو سکے گی کیونکہ التفات مین پہلے طریق کے ساتھ جس معنی کی تعبیر کی جاتی ہی وہ وہی ہوتے ہین جن کی تعبیر دوسرے طور پر کی جاتی ہی اور تجرید مین جو لفظ اُس شے پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی شے حاصل کیجاتی ہی اُسکے معنی وہ نہین اعتبار کیے جاتے جو معنی اس لفظ کے اعتبار کیے جاتے ہین جو اُس شے پر دلالت کرتا ہی جو حاصل کیجاتی ہی کیونکہ مقصود یہ دکھانا ہوتا ہی۔

جو شے حاصل کی گئی ہے وہ اور ہے اور جس شے سے حاصل ہی وہ اور ہے تو ہم جواب دین گے کہ التفات تجرید کے منافی نہین ہے کیونکہ التفات مین ایک ہوتے سے مراد ہی کہ نفس الامر مین ایک ہون نہ یہ کہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین ایک ہون اور تجرید مین علیحدہ علیحدہ ہونا اعتباری طور پر ہی نہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین تاکہ التفات کے منافی ہو حاصل کلام یہ ہے کہ تجرید مین دونون کا علیحدہ علیحدہ ہونا ادعائی طور پر ہوتا ہے اور التفات مین دونون واقعی طور پر ایک ہوتے ہین اور جبکہ یہ بات ہے تو تجرید کا التفات کو جامع ہونا نامناسب نہین۔

(۶) کوئی شے بطریق کنائے کے حاصل ہو جیسے اس شعر مین۔

شباب

آئینہ دیکھتا ہی کیون ہر وقت اُنکے سامنے	وہ بھی کھو بیٹھے ہین دل کیا کوئی صورت دیکھکر

آئینہ دیکھکر کسی صورت پر دل کھو بیٹھنا ظاہر ہی کہ اپنے اوپر دل کھو بیٹھنا ہی کیونکہ آئینے مین اپنی صورت نظر آتی ہی پس معشوق سے ایک اور صورت خوب ایسی حاصل کی کہ وہ اُسپر عاشق ہوا ہی۔

جرأت

دیکھکر روتے مجھے پوچھے ہی وہ آپ ہی ہنسکر	تونے دل جسکو دیا ہی وہ ستمگار ہے کیا

ظاہر ہی کہ جس ستمگر کو دل دیا ہی وہ خود سائل ہی مگر سائل نے ستمگاری مین اپنے آپکو ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے ایک معشوق ستمگار حاصل کیا۔

وحید

ہمچشم تمھارا نہین دُنیا مین کوئی اور	باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ

جو باریک کمر اور تنگ دہن اور بڑی آنکھ معشوق کے ہمچشم ہین یہ سب چیزین اُسی کی ہین مگر معشوق کو باریکی کمر اور تنگی دہن اور کلانی چشم مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ان صفات کے ساتھ متصف ایک اور ذات حاصل کرکے اُسے معشوق کا ہمچشم قرار دیا ہی۔

(۷) کوئی اپنے سے آپ باتین کرے مثلاً پہلے کسی ایسی شے کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول ہو اور پھر اُسکو محال سمجھکر اپنے آپ کو کہے کہ تیری مجال کیا ہی کہ اُسکو حاصل کرے اسی قبیل سے ہی یہ بھی کہ شعرا مقطع مین اپنا تخلص ذکر کرکے اپنی ذات سے خطاب کرتے ہین جیسے اس مقطع مین۔

غالب

لون وام بخت خفتہ سے اک خواب خوش ولے	غالب یہ خوف ہی کہ کہان سے ادا کرون

	انعام اللہ خان یقین	
تو نہ تھا حیف یقین ورنہ دوانا ہوتا		آج اس طرح کا دیکھا ہی طرحدار کہ بس
	مومن	
ترک صنم بھی کم نہیں سوز حجیم سے		مومن غم مآل کا آغاز دیکھنا
	حسرت	
پھنسایا تو نے حسرت دلکو اس چاہ زنخدان مین		مرا جی خوش ہوا ایسی ہی جا اسکو ڈوبنا تھا
	سودا	
کب سے اے سودا شراب اس بزم مین پیتے ہین ہا!		تو نے اے کم ظرف کی پہلے ہی پیمانے مین دھوم

صنعت مقابلہ اُس کو کہتے ہین کہ دو یا زیادہ معانی متوافق لائے جائین پھر بعد اُنکے اُسی قدر معانی ذکر کرین اور یہ تمام معانی پہلے معانی کی ضد ہون اور بیان اُن کا علے الترتیب ہو یعنی اس طرح کہ جو معنے اول بیان کیے جائین اُنکے مقابل کے معنی بھی اول لائے جائین اور جو معنے دوسرے نمبر پر بیان ہون اُنکے مقابل کے معنی بھی دوسرے نمبر پر مذکور ہون اور جو معنی تیسرے نمبر پر ہون اُنکے مقابل کے معنی بھی تیسرے نمبر پر واقع ہون اور متوافق ہونے سے یہ مراد ہی کہ وہ باہم تقابل نہ رکھتے ہون اور یہ شرط نہین کہ باہم متماثل و متناسب ہون پس پہلے جو دو یا زیادہ معانی ذکر کیے جائین اُن مین سے ایک دوسرے کی ضد نہونا چاہیے اور یہ ضرور نہین کہ باہم تماثل یا تناسب رکھتے ہون بخلاف مراعات النظیر کے کہ اسمین معانی کا تناسب و تماثل ہونا شرط ہی پس صنعت مقابلہ مین اور مراعات النظیر مین یہی فرق ہی سکاکی نے اس صنعت کو ایک علٰحدہ قسم قرار دیکر طباق سے علٰحدہ بیان کیا ہی اور صاحب تلخیص نے اس کو طباق مین داخل کیا ہی کیونکہ اس مین بھی دو یا زائد معانی کو جو فی الجملہ یعنی بغیر تعیین اور تفصیل کے باہم تقابل رکھتے ہین جمع کیا جاتا ہی اور یہی حال صنعت طباق کا ہی۔

دو دو کے مقابلے کی مثال۔

	اسیر	
رات گذری دن ہوا وہ ماہ پہلو سے گیا		دل جلانے کو فقط اب داغ پہلو رہ گیا

رات اور گذری دو لفظ ذکر کیے پھر دن اور ہوا دو لفظ اور بیان کیے رات کے مقابل دن اور گذری کے مقابل ہوا ہے۔

مر گئے ہم وہ رہا نہ ہو سکے	وزیر	رات بھر جاگے تھے دن کو سو گئے

رات کے مقابل دن جاگنے کے مقابل سونا ہے۔

امیر اللہ تسلیم

تھے اُس دم سے دانائے راز صمد	کہ صبح ازل تھی نہ شام ابد

صبح کے مقابل شام اور ازل کے مقابل ابد ہے۔

ناسخ

اے دل زار نذر کوہ غم عشق سے تو	کہ اواخر ہے سُبک اور اوائل بھاری

اواخر کے مقابل اوائل ہے اور سُبک کے مقابل بھاری۔

قلق

کہ ارے او ستمگر او پُر فن ؎	او جفا دوست او وفا دشمن ؎

جفا کے مقابل وفا ہے اور دوست کے مقابل دشمن۔

اوج

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے	دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اس شعر مین دن کے مقابل رات اور ڈھلنے کے مقابل ہونے آیا ہے۔

شمس الدین فقیر

صبح ہو آئی ہے اور رات چلی جاتی ہے	تیری ابتک بھی وہی بات چلی جاتی ہے

سودا

چہرۂ مہر وش ہے ایک سُنبل مشک فام دو	حُسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو

سحر کے مقابل شام ہے اور ایک کے مقابل دو ہے۔

دبیر

یہ مطلع اقبال ہے یہ مقطع ادبار	دن کو دو ہلال آج دکھائینگے یہ اکبار

مطلع کے مقابل مقطع ہے اور اقبال کے مقابل ادبار ہے۔

مومن

ہوان مین سیہ روز کہ وہ شمع رو ؎
شام کو آیا تھا سحر کو گیا

اول شام اور آیا کو ذکر کیا پھر شام کے مقابل سحر اور آیا کے مقابل گیا کو ذکر کیا۔

المؤلفہ

ہے کام بس اُتنا ہی ولا ترک جہان مین	جب ہاتھ لیا کھینچ دیا پانون کو پھیلا

ہاتھ اور پانون مقابل ہین اور لینا اور دینا بھی مقابل ہین ۔

ولہ

وجد مین آئے شیخ جی صاحب مطرب کی آہنگون سے	پھینک کے پگڑی جھاڑ کے داڑھی ہاتھ کو پھیلا پانون کو کھینچ

اور تین تین کا مقابلہ نظام کے اس شعر مین ہے ۔

اُسکے احباب کی آبادی ہو گلشن گلشن	اُسکے بدخواہ کی ویرانی ہو صحرا صحرا

احباب کے مقابل بدخواہ آبادی کے مقابل ویرانی گلشن کے مقابل صحرا ہے ۔

سودا

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ	ہو زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

زہر کے مقابل شہد ہے اور مرگ کے مقابل زیست اور حلال کے مقابل حرام ۔

انیس

جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا	جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

آکے مقابل جاکے ہے اور جائے کے مقابل آئے ہے اور بڑھاپے کے مقابل جوانی ہے اور ظاہر ہے کہ تین تین کا مقابلہ ہے ۔

اور مرزا غالب کا یہ شعر جس مین چار چار لفظ کا مقابلہ ہے تمام صنعت مقابلہ مین ہے ۔

ہے ازل سے روائی آغاز	ہو ابد تک رسائی انجام

ازل اور ابد سے اور تک روائی اور رسائی آغاز اور انجام سب باہم مقابل ہین ۔

صنعت محتمل الضدین اسکو **صنعت توجیہ** بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مشتمل بر مدح یا ذم وغیرہ کسی قسم کے کلام مین دو وجہ مختلف کا احتمال ہوسکتا ہو اور وہ دونون جہتین باہم تضاد کا علاقہ رکھتی ہون اور کسی کو ترجیح نہو اور برائی اور بھلائی اُن کی یعنی مناسبت اور نامناسبت مقام ہونا کسی قرینے سے معلوم ہوسکے اور بعض جگہ قرینہ بھی گم ہو جائے اور سامعین کو دو معنی بر سبیل اختلاف کے دریافت ہون مثال اس کی ۔

آتش

جب سنبھالا تیرے پیکر نے کچھ حُسن و شباب	شیعہ سُنی ہو گئے ہندو مسلمان ہو گئے

دوسرے مصرع مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ شیعہ نے مذہب اہل سُنت کا اختیار کیا اور ہندوؤن نے اسلام قبول کر لیا دوسری یہ کہ اہل سنت نے مذہب تشیع اختیار کر لیا اور مسلمانون نے اسلام چھوڑ دیا ہندو ہو گئے۔

میر حسن

لکھا اُسکے نامہ یہ اک در جواب	کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب

یعنی عاقل ایک نکتے کو کتاب کی برابر سمجھتا ہے اور اُس سے اتنا فائدہ اُٹھاتا ہی جتنا دوسرے کتاب سے اُٹھاتے ہین اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہین کہ عاقل کے نزدیک کتاب ایک نکتے کی برابر وقعت رکھتی ہے وہ کتاب کو نکتے کی برابر سمجھتا ہے۔

جرأت

مانوس طبع جس سے ہو یار بے حبیب کی	ہو جائے کاش شکل مری اُس رقیب کی

یعنی یار جس رقیب سے اُنس رکھتا ہی مین اُسکی شکل پر ہو جاون تاکہ یار مجھسے محبت کا برتاؤ کرنے لگے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ رقیب میری شکل پر ہو جائے تاکہ یار اُس سے نفرت کرنے لگے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے	دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ایک معنی یہ ہین کہ دشت اس قدر ویران ہی کہ اسکو دیکھکر خوف معلوم ہوتا ہی اور گھر یاد آتا ہی اور دوسرے معنی یہ ہین کہ ہم تو اپنے گھر ہی کو سمجھتے تھے کہ ایسی ویرانی کہین نہو گی مگر دشت بھی اس قدر ویران ہے کہ اسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہی پہلی صورت مین گھر کی آبادی ثابت ہوتی ہی اور دوسری صورت مین ویرانی۔

منیر

سر اُڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا	ہنسکے بولے کہ ترے سر کی قسم ہی مجھکو

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ تیرے سر کی قسم ہی ہم ضرور سر اُڑا دینگے اور دوسرے یہ کہ ہمکو تیرے سر کی قسم ہے یعنی کبھی ہم تیرا سر نہ اُڑا دینگے جیسے کہتے ہین کہ آپکو ہمارے ہان کھانے کی قسم ہے۔

حالی

آگے بن جاتا تھا یان نقصان انسان کا کمال		تیرے پر بہار مین کھوتی بن جاتے تھے سفال
مفقر دسلی گلی کا ہونا مین عجب کیا ہے	امیر	جو تاج شاہ ہو کاسہ مری گدائی کا

صنعت ہجو ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہے مگر ہر کلام محتمل الضدین ہجو ملیح نہیں ہو سکتا اسلیے کہ محتمل الضدین عام ہے خواہ مدح و ہجو پیدا ہوتی ہو یا اور کبھی مضمون جو باہم تضاد رکھتے ہوں اور ہجو ملیح مین ہجو کا ہونا ضرور ہے جیسے اس بند مین میر کے مخمس کے جو ہجو مین ہے۔

یک بیک گر کسی کی موت آئی — اُسکے مُردے کی پھر ہے رُسوائی
کیونکہ پہونچی ہے جن کو اُمرائی — سب وہ اولاد حاتم طائی
کون دیکر کفن اُٹھاوے لاش

اولاد حاتم طائی مراد بخل و فقر سے ہے پس یہ ہجو ملیح ہے۔

وله

ایک صف خاک دھول اُڑاتی ہے — سنگ و خشت ایک صف چلاتی ہے
لو ہے پتھر کی اُس کی چھاتی ہے — اِک قیامت جلو مین آتی ہے

جعفر علی فصیح

مجھ مین اک عیب بڑا ہے کہ وفادار بھی ہون — تم مین دو وصف ہین بدخو بھی ہو مغرور بھی ہو

سودا

واردا احمد نگر ایک ہین مرد عزیز — فہم مین سر تا قدم اور سراپا تمیز
شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض — جامی کے دیوان سے خوب جانین ہین اپنی بیاض

ہجو ملیح کی سب سے بہتر مثال منیر کا یہ شعر ہے۔

عدالت ان دنون ایسی بڑھائی ہے زمانے نے — کہ شمشیر و گلو پیتے ہین ایک ہی گھاٹ پر پانی

صنعت تدارک و استدراک۔ اسکی تعریف خیر البلاغت مین یون کی ہے کہ شاعر مدح اس طرح کرے کہ گمان ہو کہ مذمت کرتا ہے پھر جان لین کہ مدح کرتا ہے جیسے ذوق کے شعر مین ہے۔

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے مین تو یہ — نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر

دبیر

بے مہری افلاک سے گو خاک بسر ہون — ہان عیب بڑا یہ ہے کہ مین اہل ہنر ہون

الجم مین یون لکھا ہے کہ کسی مطلب کو نفی مطلق یا اثبات صریح کے ساتھ مخصوص کرین پھر ایک خاص وجہ کے ساتھ اُس کا تدارک کرین اور ایسی شرط درمیان مین لادین کہ وہ وصف اُس شرط

کے ساتھ متبدل ہو سکے جیسے۔

قدیا

نہین ہی اُنکی سزا کا کسی طرح مقدور | دے اگر ہون مددگار بندگان حضور

ایضاً

مین کہان جلوہ گہ کوچۂ دلدار کہان | ہان اگر لطف سے وہ اپنے بلا لیوے وہان

ظفر

آپ غصے ہون تو غصہ مرے سر آنکھون پر | بہ شرطیکہ نہو اور کسی کے باعث

ولہ

سیکڑون ہین جگر افگار ہزارون دل ریش۔ تیرے ہاتھون لیکن
پاس تیرے کوئی خنجر کوئی تلوار نہین۔ ہان مگر ناز و ادا ہی

اسی کے قریب ہے یہ بات بھی کہ شاعر اپنی مدح کے بعد حرف استثنا لاے جس کو سُنکر آدمی سمجھین کہ بعد اُسکے مذمت کرے گا اور اُسکے بعد دوسری صفت مدح کی بیان کرے جیسے۔

میر

سب جانتے ہین مرشد مرا یون تو ہنر گیر | شاید یہی اک عیب ہے مانع کہ ہنر ہے

غالب

گرچہ از روے ننگ بے ہنری ہی
کہ اگر اپنے کو کہون حنا کی ہی
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون

ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
بادشہ کا غلام کار گذار

صنعت قبیح و ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہی وہ یہ ہی کہ ایک کلام متضمن ہزل کا ہو دوسرا کلام ایسا مذکور ہو کہ وہ ہزل کے شبہہ کو دور کرے اکثر یہ بات اشعار مین پائی جاتی ہے جیسے۔

مطلب

مارتا ہون تمھاری مین ہر بار
تمکو لازم ہے پکڑ لوگے میرا

آشناؤن مین سب بڑائی یار
ہاتھ مین ہاتھ با محبت و پیار

مجھے پیاری لگی تمھاری رات ؀	چال دھیمی اے سرو خوش رفتار
خوب کروایا اب تو مست کروا ؀	مجھکو رسوا بکوچہ و بازار ؀
حکم ہووے تو آج ماروں میں ؀	کھینچ کر پیٹ میں عدو کے کٹار
گرچہ مطلب کا خوش لگے تم کو	نور حور ریختہ سجن للکار ؀

صنعت تجاہل عارف اور سکاکی نے مفتاح العلوم میں اسکا نام **سوق المعلوم مساق غیرہ** یعنی روان کرنا معلوم کا بجائے روان کرنے غیر معلوم کے رکھا ہے۔ اور تجاہل العارف کہنا مناسب نہ سمجھا ہے اس سبب سے کہ اس طرح کا کلام قرآن شریف میں بھی واقع ہے پس تجاہل سے نام زد کرنا اچھا نہیں کتاب صناعتین میں **مزج الشک بالیقین** اس کا جو نام رکھا ہے شاید وہ بھی اُسی بنا پر ہو اور یہ صنعت اس طرح سے ہے کہ کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی بے خبری ظاہر کی جائے بہر صورت جاننے والے کے تجاہل سے کوئی فائدہ اور نکتہ منظور ہوتا ہے اور یہ دو قسم ہے ایک حرف تردید کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ بے حرف تردید کے ہو مثال حرف تردید کے ساتھ تجاہل العارف کی۔

منظفر الدولہ صاحب تخلص

ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس	یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

ہر چند یہ شخص خوب جانتا ہے کہ خط دلبر کے آس پاس زلف حلقہ زن ہے مگر اپنے آپکو انجان قرار دیا ہے اور فائدہ یہاں زلف کے خط دلبر کو احاطہ کرنے میں مبالغہ ہے۔

فرد

پازیب نرگسی ہے ترے یار پانوؤں میں	یا ہے ہجوم چشم طلبگار پانوؤں میں

مقصود اس تجاہل سے پازیب کی مدح میں مبالغہ ہے۔

ناسخ

ہے ستارہ ذو ذنب یا رخ ہے زلف یار میں	خال ہے خورشید میں یا تل ہے یہ رخسار میں

یہاں تجاہل سے غرض رُخ اور خال کی تعریف میں مبالغہ ہے۔

ابر

اُس زلف سیہ کا ہے یہ نقشا مرے آگے	یا کھیل رہا ہے کوئی کالا مرے آگے

تجاہل سے زلف کی سیاہی میں مبالغہ ہے۔

وقار

موشگافی نوبت کی شعرا پر معلوم | گیسوؤن مین ہے کمر یا ہین کمر پر گیسو

یہان تجاہل تحیر و تعجب کا فائدہ دیتا ہے۔

دبیر

چمکا وہ ہلال بردۂ یوسف کا کنوئین سے | یا برق جدا ہو گئی بادل کے دھوین سے

نعیم

میان گلاب ہی یا عطر یا کہ نافۂ مشک | عجب ہی لطف کی بو ہی ترے پسینے مین

مولفہ

عارض پہ ترے زلف ہی یا سنبل تر ہے | یا ابر سیہ کے اِدھر اور اُدھر ہے

ولہ

معلوم نہین مچھلی تھی یا تھا دل بیتاب | بالے مین لٹکتا ہوا کچھ اُسکے مگر تھا

مثال بغیر حرف تردید کے تجاہل العارف کی ہ

جرأت

صنم کہتے ہین تیری بھی کمر ہے | کہان ہے کس طرف ہی اور کدھر ہے

یہان تجاہل سے کمر کے باریک ہونے مین مبالغہ منظور ہے۔

شاہ تجلی

دامن کا عکس کسکے پڑا ہی کہ آج تک | پھیلا رہا ہی سرو لب جوبار ہاتھ

ہر چند شاعر یقینی طور پر جانتا ہی کہ سرو لب جوبار معشوق کے دامن کا عکس دیکھ کر تمنائے ہم آغوشی مین ہاتھ پھیلا رہا ہی مگر انجان بنکر پوچھتا ہی اور یہان تجاہل نکتہ تحیر کیلیے ہی۔

ثابت

ٹٹولتے ہین شب وصل دست شوق انھین | یہ گول گول ہی کیا سخت تیرے سینے مین

یہان بھی وہی نکتہ منظور ہی۔

غالب

نصرۃ الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے | تجھ سے جو اتنی ارادت ہی تو کس بات سے ہے

یہان تجاہل مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور اپنی غایت عقیدت کو جتلانے کے لیے ہے۔

جلال الدین عاشق

کس کی نوک مژگان سے پڑا ناسور سینے مین	کہ بندھنے کا بھی نپایا زخم کا انگور سینے مین

نصیر احمد خان سحاب

سودا ہی کسکی زلف پریشان کا ای سحاب	پھرتے ہو ساری رات جو آشفتہ حال سے

مومن

تارے آنکھین جھپک رہے تھے	تھا بام پہ کون جلوہ گر رات

نواب یوسف علیخان ناظم

نہین محرم ہون مین محرم کے اندر	چمکتے کیا ہین دو شمس و قمر سے

صنعت لف ونشر لف سے یہ مراد ہی کہ چند چیز کا ذکر کیا جائے اور نشر کا یہ مطلب ہے کہ اُن چیزون کے مناسبات کو بغیر تعیین کے بیان کرین بغیر تعیین کی قید اس لیے ہی کہ تعیین کی قید تقسیم مین ہوتی ہی اور یہ صنعت تین قسم پر ہے۔

ایک لف ونشر مرتب اس مین تفصیل ترتیب کے ساتھ ہوتی ہی اس لف ونشر کی دو صورتین مین الف اول ایک لف اور اُسکے بعد ایک نشر بیان کرین مثلاً۔

میر محمدی بیدار

سرو وگل پر نظر قمری و بلبل نہ پڑے	آوے گر باغ مین وہ سرو گلستان میرا

سرو وگل دو چیزون کا ذکر کیا اور پھر علے الترتیب سرو کی رعایت سے قمری اور گل کی مناسبت سے بلبل کو بیان کیا۔

ولہ

تیرے رخسار و قد وچشم کے ہین عاشق زار	گل جدا سرو جدا نرگس بیمار جدا

رخسار کے مناسب گل ہی اور قد کے مناسب سرو اور چشم کے مناسب نرگس۔

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر	کعبہ و دیر سے بھی جائیے گا

شیخ کے مناسب کعبہ ہی اور برہمن کے مناسب دیر ہے

محشر

سحر گھر سے وہ رشک ماہ و شمع و گلستان نکلا	ہنسا کبک اور جلا پروانہ بلبل سے فغان نکلا

ماہ کے مناسب کبک اور شمع کے مناسب پروانہ اور گلستان کے مناسب بلبل ہے۔

نظیر

دیکھ اُسے رنگ بہار و سرو و گل اور جو ئبار | اِک اڑا اِک گڑ گیا اِک جل گیا اِک گیا

شاداب

الف و مصحف و آئینہ و نون حلقہ لام | بینی و عارض و پیشانی و ابرو گیسو

غالب

آتش و آب و باد و خاک نے لی | وضع سوز و نم و رم آرام

منیر

آئینے میں کان میں گلشن میں دل میں آنکھ میں | عکس ہے آواز ہے نکہت ہے اندیشہ ہے خواب

نواب جہانگیر محمد خان والی بھوپال دولہ تخلص

گمان ہے خال و دُر گوش و پیشانی و عارض پہ | سہا کا مشتری کا مہر کا ماہِ درخشان کا

(ب) ایک لف و نشر بیان کریں پھر اُسی لف و نشر کو لف قرار دیکر اُسکا نشر مذکور کریں اسی طرح دو تین یا زیادہ جہانتک ہو سکے جیسے۔

امانت

چشم و گوش یار سے دُنیا میں تا دعوے نہو | نرگس و گل کو خدا نے کور و کر پیدا کیا

اول چشم و گوش کو ذکر کیا پھر چشم کی مناسبت سے نرگس کو اور گوش کی رعایت سے گل کو مذکور کیا پھر چشم و نرگس کے سبب سے کور کو اور گوش و گل کی وجہ سے کر کو بیان کیا۔

ناسخ

عیان ہے مہر و مہ کا فرق تجھ میں اور یوسف میں | بھلا سونے کے آگے خاک ہو توقیر چاندی کی

اول مہر و مہ کو ذکر کیا پھر مہر کی مناسبت سے معشوق کو اور ماہ کی مناسبت سے یوسف کو ذکر کیا پھر مہر اور معشوق کی رعایت سے سونے کو اور ماہ و یوسف کی رعایت سے چاندی کو بیان کیا۔

ظفر

نماز فجر و مغرب ہے یہ عاشق کی کہ اُٹھ اُٹھ کے | بلائیں اُس رُخ و گیسو کی صُبح و شام لیتا ہے

اول فجر و مغرب کو ذکر کیا پھر فجر کی مناسبت سے رُخ کو اور مغرب کی مناسبت سے گیسو کو بیان کیا پھر فجر و رُخ کے سبب سے صبح کو اور مغرب و گیسو کی وجہ سے شام کو لایا۔

یہ ہین رات یا کہ ہندو و ترک نیاز	کہ ہمدوش ہین زلف و رخسار کے

اول رات کو ذکر کیا پھر رات کی رعایت سے ہندو کا ذکر کیا اور دن کی رعایت سے ترک کا پھر رات اور ہندو کی مناسبت سے زلف کو ذکر کیا اور دن اور ترک کی مناسبت سے رخسار کو۔

بیدار

سرو و گل ترے قد و عارض رنگین کے حضور	نظر قمری و بلبل سے گلستان مین گرا

دوسرا لف و نشر غیر مرتب - اس مین مناسبات ہر ایک چیز کی بلا ترتیب درہم و برہم مذکور ہوتی ہین مثال اسکی -

نیاز

نہ تو کچھ بولو نہ دیکھو نہ سنو مثل نیاز	دیدہ و گوش و زبان یار دیہی سب لائے

بولنے کی مناسبت سے زبان کا ذکر اور دیکھنے کی رعایت سے دیدہ کا اور سننے کی مناسبت سے گوش کا ذکر کیا مگر بے ترتیب ہے۔

نظیر

رخ و جبین و مژہ تیر و چشم و ابرو کو تن و دل و لب و دندان کو رو کے فکرت سے ذقن کو چاہ زنخدان کو گوش و گردن کو	سنان و بدر و مہ و نرگس و ہلال لکھا عقیق و سیم و در و سنگ کی مثال لکھا صراحی سیب و گل و چشمہ زلال لکھا

انیس

چھپتی تھین بھاگی جاتی تھین گرتے تھے خاک پر	قبضون سے تیغین جسم سے روحین تنون سے سر

چھپتی تھین کے مناسب جسم سے روحین ہین اور بھاگتی تھین کے مناسب قبضون سے تیغین ہین اور گرتے تھے خاک پر کے مناسب تنون سے سر ہے۔

تیسرا لف و نشر معکوس الترتیب اس مین ہر ایک چیز کی مناسبات کی ترتیب الٹی ہوتی ہے مثال اسکی یہ قول انیس کا ہے۔

مصرع

واللیل رو والضحیٰ رخ روشن خط سیاہ

اول واللیل کو ذکر کیا پھر والضحیٰ کو اور یہ لف ہی بعد اسکے رخ روشن اور خط سیاہ کو ذکر کیا یہ نشر ہے واللیل کو خط سیاہ سے مناسبت ہے اور والضحیٰ کو رخ روشن سے۔

مرزا محمد دہلوی

کبھی جو زلف اُٹھاوے تو مُنھ نظر آوے	اسی اُمید پہ گذری ہے صبح و شام ہمین

اول زلف کا ذکر ہے اور پھر مُنھ کا اور دوسرے مصرع مین اول صبح کا پھر شام کا زلف کو شام سے اور چہرے کو صبح سے مناسبت ظاہر ہے۔

حسرت

باغ مین جاکر تو نے ظالم حسن کے قد و عارض سے	گل اور بلبل سرو اور قمری کا کام تمام کیا

اول قد اور عارض کو بیان کیا پھر قد کی مناسبت سے سرو و قمری کو ذکر کیا اور عارض کی رعایت سے گل و بلبل کو لایا۔

صنعت جمع یعنی کئی چیزون کو ایک حکم مین جمع کرنا جیسے۔

شاہ گھسیٹا عشق

تری چین ابرو مرا غنچۂ دل	یہ عقدے ہین وہ جنکو کھلتے نہ دیکھا

چین ابرو اور غنچۂ دل کو نہ کھلنے کے حکم مین جمع کیا ہے۔

شیخ کلیم اللہ کلیم

درازی شب ہجران و زلف یار کلیم	مجھی سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھون مین

شب ہجران اور زلف یار کو درازی کے حکم مین جمع کیا ہے۔

غالب

بوئے گل نالۂ دل دُود چراغ محفل	جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

تینون چیزون کو پریشانی کے ساتھ نکلنے مین جمع کیا ہے۔

شاد

ایک مالک کے ٹھکانے ہین یہ دونون اعظم	شرب شاد مین کچھ دیر و حرم غیر نہین

مظفر خان گرم شاگرد ذوق

واعظ کا روزہ اور مرا ہجر ایک ہے	ہم دونون پوچھتے ہین کہ دن کسقدر رہا

آتش

عشوہ و غمزہ و ہد مذہب و ناز و انداز	واسطے تیرے گنہگار و ن کے جلاد مین سب

اوج

روے گل رنگ خزان جوش جنون فصل بہار ۔۔۔ چار دن کے لیے اس باغ مین کیا کیا دیکھا

احمد حسین خان جوش

سنبل و گل دل عشاق و نسیم و بلبل ۔۔۔ ہو گئے زلف تری دیکھ پریشان پانچون

حسرت

حسن مین لیلی و عذرا و ایاز و شیرین ۔۔۔ دس و یوسف و وہ جان جہان ساتون ایک
عشق مین وامق و محمود و زلیخا اور نل ۔۔۔ قیس و فرہاد یہ مین خاک فشان ساتون ایک

بسمل

عشوہ کرشمہ شوخی و غمزہ ادا و ناز ۔۔۔ قاتل یہ ایک ایک ہی قاتل برآدل کے

جوہر

سہ نوا بروے پر خم نگہ برگشتہ ۔۔۔ ہمنے ٹیڑھا جسے دیکھا اُسے خنجر جانا

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ ۔۔۔ حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چار دن ایک
خلق سمجھے ہی کہ ہین نزد تری بخشش کے ۔۔۔ اشرفی روپیہ اور دام و درم چار دن ایک

رہنے کے کچھ یہان کے خوشی ہے نہ وان کا غم ۔۔۔ **مؤلفہ** وحشت زدون کو بستی و ویرانہ ایک ہے

جب سے اٹھا دیا ہی دوئی کو نگاہ سے ۔۔۔ نزدیک اپنے کعبہ و بتخانہ ایک ہے
جلوہ نظر پڑے ہی اُسی کا ہر ایک جا ۔۔۔ اپنی نظر مین مسجد و بتخانہ ایک ہے

صنعت تفریق یعنی ایک نوع کی دو چیزون مین فرق ظاہر کرین جیسے اس شعر مین۔

جعفر علیخان زکی

عشق مین نسبت نہین بلبل کو پروانے کیساتھ ۔۔۔ وصل مین وہ جان دے یہ ہجر مین جیتی رہے

بلبل و پروانہ نوع عشق مین شریک ہین اُن مین فرق بیان کیا کہ پروانہ وصل مین جان دیتا ہے اور یہ ہجر مین بھی جیتی رہتی ہے۔

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے **قطعہ ظفر** رونے مین کب ابر و چشم پر نم ایک سی ٹھہرے ہین

مرزا احمد علی کوکب

آدمی کا ہے لکھا وہ خط تقدیر ہے یہ ۔۔۔ خط گلزار جدا ہے خط رخسار جدا

شمیم

سیاہ داغ وہاں یاں نہ داغ چیچک تک
فروغ پائے گا کیا روبرو عذار کے چاند

سحر

تری آنکھوں کی شوخی ہی کمان چشم غزالاں میں
زمین و آسمان کا فرق ہے انسان و حیوان میں

نبی بخش حقیر

مجھ میں اور قیس میں ہے فرق یہ حقیر
وہ مقید ہے اور میں وارستہ

میر

تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

حسن علی

اشک گلگوں کو نہیں لعل و گہر سے پیوند
یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

خواجہ وزیر

رگ گل سے کمر ہے کچھ نازک
فرق دونوں میں اک سر مو ہے

غالب

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

ناسخ

سر عشاق یہاں بکتے ہیں معشوق ہاں
کوے قاتل ہے جدا مصر کا بازار جدا

حکیم مرزا آغا حسن زل

قیس میں ہم میں فرق اتنا ہے
پیشوا وہ تھا رہنما میں ہم

آصف

عاشق و معشوق کی دلگی لگی میں ہے یہ فرق
شمع گھلتے ہی گھلی پروانہ جل میں خاک تھا

آتش

کوچۂ محبوب میں ہیں خانہ کعبہ میں شیخ
بتکدے میں برہمن آتش کدے میں گبر ہے

عاشق اور شیخ اور برہمن اور گبر عشق اور پرستش میں مشابہ ایک دوسرے کے ہیں لیکن ان میں باعتبار اسکے کہ ہر ایک کا منظور نظر علیحدہ ہے فرق ظاہر کر دیا۔

میں صبح کرکے اٹھونگا محفل سے شمع رو
ایما
پروانہ میں نہیں ہوں کہ آتے ہی جل گیا

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باراں کو ہی کیا نسبت | کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہی برساتی

حسرت

حرف احمق کا کمان اور تری بات کمان | آب زمزم ہے ترا شعر وہ ہی نار جحیم

سودا

اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے | ٹپکا تری آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

آنکھ اور ابر پانی کے گرانے میں مشابہ ایک دوسرے کے ہیں مگر ان میں باعتبار لخت جگر کے ٹپکنے کے فرق کردیا

قلق

شال اس شوخ کی آنکھوں سے اندھا ہی کوئی دیکھا | یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو میں

وله

ابروے جاناں میں اور کعبے میں ظاہر ہی پر فرق | یہ خدا کی ہے بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

صنعت تقسیم یعنی چند چیزوں کا ذکر کرنا اس طرح پر کہ ہر ایک کو انکے منسوبات پر بقید تعیین کے تقسیم کرنا اس ہیں اور لف و نشر میں یہی فرق ہی کہ لف و نشر میں تعیین متکلم کی طرف سے نہیں ہوتی مخاطب اپنے ذہن سے ہر چیز کے مناسب کو اس سے متعلق کر لیتا ہی اور تقسیم میں خود متکلم مناسبات بتا دیتا ہے جیسے اس بیت میں۔

ذوق

تیرا ہاتھی ہی فلک کا کہکشاں ہے خرطوم | کان دونوں مہ و خور دم ہی ذنب سر ہی راس
ذنب و راس ہو وہ جس سے ہوں سیہ بخت عدو | ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس

اول مہ و خور اور ذنب و راس کا ذکر کیا پھر ذنب و راس کی طرف اعدا کا سیہ بخت ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا اور ماہ و خور کی طرف خیر خواہوں کا روشن انفاس ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا۔

وله

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آوے | جلیے ہمت ترے نزدیک یہ پتھر وہ گھاس

یہاں کوئی یہ خیال کرے کہ تعیین نہیں کیونکہ یہ اور وہ دونوں اسم اشارہ تساوی نہیں ہیں بلکہ یہ اشارہ قریب کے لیے ہی اور وہ اشارہ بعید کے لیے پس یہ کا مشار الیہ پارس ہی جو اس سے قریب ہی اور وہ کا اکسیر کی بوٹی جو ذکر میں بعید ہے۔

حالی

نفس امّارہ اور دیو مرید — یہ ہے افعی تو وہ ہے کلب عقور

شوریدہ

سینے کے داغ سوزاں آنکھوں کے اشک خونیں — اس نخل عاشقی کے وہ گل ہیں یہ ثمر ہیں

صہبائی

زلف اُس مہوش کے رُخ پر اک دُخان ہے آگ پہ — اور رُخ اُس مہروش کا شعلہ زیر دخان ہے
ہائے یوں ہو اُس دُخان سے تیرہ اپنا روز عیش — اور اُس شعلے سے یوں روشن ہو شام دشمنان

مقصود بالتمثیل اس قطعہ میں مذکور ہونا دخان اور شعلے کا اور پھر مذکور ہونا تیرہ ہونے روز عیش کا دخان سے اور روشن ہونا شام دشمنان کا شعلے سے ہے۔

دریائے لطافت

وہی دیوے گا مجھے صبر و سکون جس نے دیا — رُخ زیبا تجھے اور دیدۂ گریاں مجھکو

مورد قسمت رُخ زیبا اور دیدۂ گریاں ہے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے — جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا — غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ ایک ایسی شے کو جو اجزا رکھتی ہو ذکر کرنا اور پھر ہر ایک جز کو اس کے منسوبات پر تقسیم کرنا جیسے۔

اکبر

چلا آتا ہے تنہا کیا سجیلا میرا قاتل ہے — دہن پان خوردہ آنکھیں سُرمگیں رُخسار پر تل ہے

سجیلے قاتل کو ذکر کر کے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک چیز کو منسوب کیا ہے چنانچہ پان خوردہ ہونا دہن کے ساتھ منسوب کیا ہے اور سُرمگیں ہونا آنکھوں کے ساتھ اور رُخسار پر تل کا ہونا بیان کیا ہے۔

حسینی

جب لکھی حق نے تری تصویر اپنے ہاتھ سے — ہاتھ ملتی رہگئی تقدیر اپنے ہاتھ سے
والضحےٰ رُخ کو لکھا والقمر پیشانی لکھی — زلف کو واللیل کی تفسیر اپنے ہاتھ سے
دانت کو گوہر لکھا لب کو لکھا آبحیات — چشم کو کوثر کیا تحریر اپنے ہاتھ سے

معشوق کی تصویر کا لکھنا ذکر کر کے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک ایک چیز کو منسوب کیا ہے۔

تقسیم کی دو قسمین اور ہین -
ایک یہ کہ کسی شے کے احوال بیان کرین اور ہر حال کی طرف ایک ایسی چیز جو اُس حال کے مناسب ہو مضاف کرین جیسے کریم خان مشتاق کے اس شعر ہین -

ولہ

کہان اتنی بلاؤن سے بچا سکتا ہی کوئی دل	قیامت قد غضب آنکھین نگہ جادو بلا کاکل

قد اور آنکھین اور نگہ اور کاکل معشوق کے حالات ہین ان ہین سے ہر ایک حال کی طرف اُسکے مناسب ایک چیز کو منسوب کیا ہی چنانچہ قد کی طرف قیامت کو منسوب کیا ہی اور آنکھون کی طرف غضب کو نسبت کیا ہی اور نگہ کی طرف جادو کو اور کاکل کی طرف بلا کو منسوب کیا ہی -

مہر

غضب کا سامنا ہی آج ہمکو وہ نکھرتے ہین ہا	دھڑی جمتی ہی منہدی ملتے ہین گیسو سنورتے ہین

معشوق کے نکھرنے کے احوال بیان کیے ہین دھڑی جمانا منہدی ملنا گیسو سنوارنا یہ سب اُس کے حالات ہین پھر ہر ایک حال کی طرف ایک چیز کی نسبت کی ہی چنانچہ دھڑی کی طرف جمنا منسوب کیا ہے اور منہدی کی طرف ملنا اور گیسو کی طرف سنورنا -

نظیر

نظیر حضرت دل کا نہ کچھ کھلا احوال جو سخت ہووے تو ایسا کہ کوہ آہن کا	خدا ہی جانے یہ ندرت مآب ہی کیا چیز جو نرم ہووے تو برگ گلاب ہی کیا چیز

دل کے احوال بیان کیے ہین سختی کو اُسکی کوہ آہن سے نسبت دی ہی اور نرمی کو برگ گلاب سے -

ذوق

تیرا آوازہٗ دولت ہے مقام اُمید	تیرا ایوان عدالت ہے محل عبرت

بیان

قفس مین ہائی ہائی کے لیے کیا کیا نہین کرتا	تڑپتا ہون پھڑکتا ہون کوئی پروا نہین کرتا

ناصر

ایک سے ایک زیادہ ہی جفا کاری مین	کج ادا یار کی چتون ہی تو خود سر پلکین

حجاب

عجب جوڑے کی بندش ہی تیرا مست قد بالا ہی	ستم چتون پری نکھرا بدن سانچے مین ڈھالا ہی

مولوی غضنفر علی ضیغم

ہوا ہی زرد چہرہ خشک لب ہین اشک جاری ہین | ترے ہاتھون یہ صورت ایدل اندوہگین دیکھی

دوسری قسم یہ ہی کہ ایک شے کو ذکر کرین پھر اُسکی قسمین ایک جگہ بیان کرین جیسے۔

الشا

شادی کے شادیانے ترے در پہ بجتے ہین | قرنا وطبل و بوق و دہل جھانج زیر و بم

پہلے مصرع مین شادیانے کا ذکر کیا دوسرے مصرع مین اُسکے اقسام بیان کیے۔

احسان رامپوری

نہین چاہا ہی بیشک ہون اسی تعزیر کے قابل | جگر ہے تیر کے قابل گلا شمشیر کے قابل

تعزیر کی قسمین مصرع ثانی مین مذکور ہین۔

حالی

رہا کوئی اُمت کا ملجا نہ ماوا | نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا
رہا کوئی ساماں نہ مجلس مین باقی | صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

پہلے شعر کے مصرع دوم مین ملجا و ماوا کی قسمین بیان ہین اور دوسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سامان مجلس کی قسمین مذکور ہین۔

داغ

مجھ سا نہ سے زمانے کو پروردگار دل | آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل

دوسرے مصرع مین دل کی قسمین مذکور ہین۔

ولہ

پھر دین عجب ادائین اُس شوخ سیم تن مین | ایک ٹیڑھ سادگی مین ایک سیدھ بانکپن مین

دوسرے مصرع مین ادا کی قسمین بیان ہوئی ہین۔

انیس

کٹ کٹکے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر | بیوجوڑ کے ہاتھ شانون کے بازوؤن سے سر

قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر
برچھی سے پھل کمان کے زہ زین سے تیر

کٹ کٹکے گرنیوالی چیزون کی تمام قسمون کو تینون مصرعون مین بیان کیا ہے۔

حسن

کس کس سے ہون مین عہدہ برآ ناتوان عشق
حسرت سے غم سے درد سے یا داغ یاس سے

سوز

کوچے مین اُسکے لاکھون پڑے ہین
مذبوح مجروح مقتول لبسمل

نظم

تیرے بھی مُنھ کی روشنی رات گئی تھی مہ سے مل
تاب سے تاب رُخ سے رُخ نور سے نور ظل سے ظل
یوسف مصر سے مگر ملتے ہین تیرے سب نشان
زلف سے زلف لب سے لب چشم سے چشم تل سے تل

صنعت جمع وتفریق یعنی دو یا زائد چیزونکو ایک حکم مین جمع کرکے پھر اُن مین کچھ فرق ظاہر کرنا گویا صنعت جمع اور صنعت تفریق کو یکجا کرنا جیسے۔

غالب

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہے ولے اسقدر آباد نہین

کوچے محبوب اور بہشت کو جلوہ گری مین یکسان قرار دیا پھر فرق یہ نکالا کہ بہشت اسقدر آباد نہین ہے

تاریخ بدیع

کیے خلق دو راز دان قدیم
نبی بہر دین بہر دنیا حکیم

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو
وہان جوبن اُبھرتا ہے یہان چھالے اُبھرتے ہین

داغ

شوخ تم شیفتہ ہم دونون ہین بے چین مگر
پھر ذرا صبر جو کرتے ہین تو ہم کرتے ہین

ناظم

منظور ہے بیان دو کی ثناخوانی ایک
ہے نام ونشان مین ایک کا ثانی ایک
یعنے حسنؑ وحسینؑ اللہ اللہ
پانی سے مُوا ہے ایک بے پانی ایک

حسنؑ وحسینؑ کو پانی کی وجہ سے مرنے مین جمع کرکے یہ فرق نکالا کہ ایک پانی پانے سے مرے اور دوسرے پانی نہ پانے سے مرے۔

ذوق

نگہ گیا اور مژہ گیا ہستو دونو نکو ملا سمجھے
اسے تیر قضا اسکو پر تیر قضا سمجھے

نگہ اور مژہ کو بلا ہونیکے حکم مین جمع کیا اور پھر یہ فرق نکالا کہ نگہ قضا کا تیر ہے اور مژہ تیر قضا کا پر ہے۔

مومن

آئینہ ہے صفاے دل میرا | کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی

اول دل کو صفائی مین آئینے کی برابر قرار دیا اور پھر دونون مین یہ فرق قرار دیا کہ آئینے مین حیرانی ہے اور دل مین حیرانی نہین۔

آتش

صاف آئینہ سا رخسار ہے اُس دلبر کا | یہ خدا کا ہے بنایا تو وہ اسکندر کا

رخسار اور آئینے کو وجہ تشبیہ یعنی صفائی مین جمع کر کے دوسرے مصرع مین فرق بتایا ہے۔

امیر

غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار | وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان

ظفر

دل و مسجد ہین دونون گھر خدا کے فرق یہ ہے | وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھون کی

حالی

ایک ڈالی کے سب ہین برگ و ثمر | ہے کوئی اُن مین خشک اور کوئی تر

آتش

اسیر اے یار ہیں تیرے عاشق و معشوق دونون مین | گرفتار اُسے نہین زنجیر کا یہ وہ طلائی کا

صنعت جمع و تقسیم۔ اور وہ یہ کہ کئی متعدد چیزون کو ایک حکم مین جمع کرین پھر ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کردین جیسے اس مثال مین۔

ظفر

یہ دو ہی نور چشم رسالت پناہ تھے | سو اُنکو ظالمون نے کیا جا بجا شہید
یان یون حسین ابن علی پر چھری چلی | وان زہر سے ہوے حسن مجتبےٰ شہید

دونون نور چشم مصطفےٰ کو شہادت کے حکم مین جمع کیا پھر اُنکی تقسیم کر دی کہ ایک حسینؑ اُنکا یہ حال ہوا دوسرے حسن مجتبےٰ اُن کا وہ حال ہوا۔

گویا

ہے حیات و موت مین بار گران بالاے سر | وان زمین بالاے سر یان آسمان بالاے سر

پہلے مصرع مین صنعت جمع ہی اور دوسرے مین صنعت تقسیم۔

صفدر

قضا تیغ دونون اُسی کی طرف ہین	یہ قاتل کے آگے وہ بسمل کے پیچھے

مصرع اول مین قضا اور تیغ کو قاتل کی طرفداری کے حکم مین جمع کیا اور دوسرے مصرع مین ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کیا۔

دریاے لطافت

تیغ و افسر کا ہی تو مالک عنایت سے تری	تیغ رستم لے گیا افسر سکندر لے گیا

انیس

جنت انعام کر کہ دوزخ مین جلا	وہ رحیم ترا ہے یہ عدالت تیری

جنت کے انعام کرنے اور دوزخ مین جلانے کو خدا کے اختیار مین ہونے کے حکم مین جمع کیا پھر دوسرے مصرع مین ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔

صہبائی

تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہی اوج عالم مین	تجھے تخت خلافت پر اُسے دار سیاست پر

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ کئی چیزون کو اول تقسیم کرین یعنے ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کرین پھر اُنکو ایک حکم مین جمع کر دین جیسے۔

ناسخ

اُسکے پاتے ہین حلاوت ہونٹ تیرے اس سے کام	کیون نہ مین سمجھون برابر بوسہ و دشنام کو

اول بوسہ کی طرف حلاوت کو منسوب کیا اور دشنام کی طرف کام کو پھر دونون کو برابر سمجھنے کے حکم مین جمع کیا۔

روشن ہی اس مین عارض تابان تو آئین داغ	دل کیا کم شب فراق ہے زلف سیاہ سے

شیخ امداد علی امداد خیرآبادی

وہان سینہ پہ وہ اُبھرے یہان سینے مین سے اُبھرے ہین	ہمارے داغ جلتے ہین تمہارے اُٹھتے جوبن ہے

تیکچند بہار

تھی زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلیٰ کا قیس	یہ عجب منظر ہی جسکے مبتلا ہون مرد و زن

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا ؛ دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

میر

اک رہا مژگان کی صف مین ایک کے ٹکڑے ہوئے ؛ دل جگر جو میر دونوں اپنے غمخوارون مین تھے

مومن

دوست کرتے ہین ملامت غیر کرتے ہین گلہ ؛ کیا قیامت ہر مجھی کو سب برا کہنے کو ہین

امیر

جان پر صد مہ جگر مین درد دل کا حال زار ؛ گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستارون مین ہون

لمؤلفہ

وہ گل پہ مبتلا ہی یہ عاشق ہے شمع کا ؛ اے دل حیال بلبل و پروانہ ایک ہے

صنعت جمع وتفریق و تقسیم - یعنی کئی چیزون کو اول ایک حکم مین جمع کرین پھر اُن مین تباین وفرق ظاہر کیا جائے پھر ان مین سے ہر ایک کی طرف ایک چیز کو منسوب کرین اور ان تینون باتون کا کلام مین جمع کرنا صعوبت سے خالی نہین مثال اسکی یہ ہے۔

غلام محی الدین مؤلف تقویم زبان اُردو

سب سخی ہین ابر و دریا اور وہ عالیجناب ؛ بائین فیض ان سے نباتات اور غواص و گدا
پر کرے ہی نالہ دریا ابر روئے وقت فیض ؛ بالب خندان وہ بخشے لعل و گوہر دائما

اول ابرو دریا اور ممدوح کو سخاوت مین جمع کیا بعد ازان سخاوت مین تفریق کر دی پھر تقسیم منسوبات کو بیان کیا۔

شباب

صورت یار و دل زار ہین دونون تابان ؛ آتش عشق سے یہ حسن سے وہ ہی روشن
روشنی اسکی تو ہی بخاتی ہی راحت دل کو ؛ اور اس آگ سے جاتا ہے جلا اپنا بدن

شعر اول کے مصرع اول مین صنعت جمع ہی اور دوسرے مصرع مین صنعت تفریق ہے اور دوسرے شعر مین صنعت تقسیم ہے۔

انیس

نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا ؛ پیدا ہوا سوار سے یہ دو وہ چار تھا

پہلے مصرع مین اجل کا شکار ہونے کے حکم مین ہر ایک نکلنے والے کو جمع کیا ہی پھر اُن نکلنے والون مین پیدل اور سوار ہونے کی بابت تفریق کی ہی پھر اُن دونون کو یون تقسیم کیا ہی کہ پیدل کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے اور سوار کے چار۔

صنعت رجوع اس طرح ہی کہ ایک شے کی کوئی صفت بیان کرین اور پھر اس صفت کو باطل کر کے دوسری صفت پر کہ اگلی سے بہتر ہو رجوع کرین کسی فائدے اور نکتے کی غرض سے۔

المعجم فی معاییر اشعار العجم مین صنعت تفریع کی نسبت لکھا ہی کہ شاعر ایک چیز کی نسبت کہے کہ ایسی ہے پھر انکار کر کے کہے کہ ایسی نہین مثلاً چہرۂ معشوق کی نسبت کہے کہ چاند ہے پھر کہے کہ چاند نہین آفتاب ہے اور یہ صنعت اشعار عرب مین بہت جاری ہے فارسی مین ایسا کرتے ہین کہ نفی تشبیہ سے کرتے ہین اور غلط کہکر پہلی بات کو رد کر دیتے ہین اس تعریف سے ثابت ہی کہ صنعت رجوع اور یہ ایک چیز ہے چنانچہ امثلہ آیندہ سے یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے۔

سودا

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے	بجا ہی کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد	جو اُسکو پھر کہون تو ہون مین مردود سلمانی
کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھکو نہ یہ سمجھا	کہ وہ مہر الوہیت ہا ہی یہ ہی ماہ کنعانی

اول ممدوح کو بوجہ حُسن صورت و سیرت کے یوسف ثانی کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے یوسف پر ممدوح کی فوقیت ثابت کی اور مقصود رجوع سے یہان ترقی مدح مین ہے۔

انیس

اختر سے بھی ابر دین بہتر ہین اشک	اللہ ہے مشتری وہ گوہر ہین اشک
آنکھون سے لگا کے انکو کہتے ہین ملک	گوہر نہین نور چشم کوثر ہین اشک

اول اشکون کو گوہر کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے نور چشم کوثر قرار دیا اور غرض رجوع سے یہان اشکون کی مدح مین ترقی ہے۔

عبرت

کھون گیا جس گھڑی وہ درۃ التاج	کرے زلفون مین اپنی شانہ عاج
نمایان شانہ و زلف گرہ گیر	ہے ابیض فیل کے دانتون مین زنجیر
غلط مین نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان دکجا فیل

سیہ زلفون مین اُس کی شانۂ عاج	رواں مانند مہتاب شب داج

دبیر

باقی نہ تھا دم خوف سے تیغین یہ گھٹی تھین	تیغین نہ کہو بضین نیامون کی چھٹی تھین

فائدہ رجوع کا یہان خوف مین ترقی ہے۔

رؤف احمد رافت

وہ آنکھین کہ آہو یہ جادو چلائین	نہ آہو یہ جادو یہ جادو چلائین

غرض رجوع سے یہان ترجیح چشم معشوق کی آہو پر ہے۔

گوہر

نظر بھر جسنے دیکھا ہو کے وحشی وہ گیا بن کو خطا ہے سین ہی حیوان مطلق سے جو نسبت دین	بجا ہے گر کہون آہو مین اسکی چشم پرفن کو گل نرگس کہون تازہ کردن مٹی کے گلشن کو

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی	خنجر سے زیادہ تر روان تھی

یار محمد خان شوکت

زمین مثل شنجرف از جوشش خون	غلط بلکہ گلنار سے بھی فزون

صنعت حسن التعلیل یعنی ایک چیز کو کسی چیز کی صفت کے لیے علت ٹھہرانا اور در اصل وہ اُسکی علت نہو اور وہ صفت معلول مین خواہ فی نفسہ ثابت ہو یا نہو اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت ہوتی ہے تو وہان اس صفت کیواسطے فقط علت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت نہین ہوتی تو وہان علت کے بیان سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت ہو اور اُسکے واسطے علت کا ثابت کرنا مقصود ہو وہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ سوا اُس علت ٹھہرائی ہوئی کے اُس صفت کے واسطے کوئی اور علت بھی ظاہر ہو دوسرے یہ کہ سوا اُسکے کوئی اور علت ظاہر نہو اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت نہین اور علت کے بیان کرنے سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے وہ بھی دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اُس صفت کا موجود ہونا ممکن ہو دوسرے یہ کہ محال ہو پس اس صفت کی چار قسمین ہین اور اُسکے لطائف مین سے یہ ہے کہ تشبیہ اور استعارے کے ذریعہ سے حاصل ہو۔

(۱) وہ صفت ثابت ہو اور علت مذکورہ کے سوا اور علت بھی ظاہر ہو مثال اسکی۔

پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی	ساحل سے سر پٹکتی تھین موجین فرات کی

ساحل سے موجون کے ٹکرانے کو اس بات کی علت بتایا ہی کہ ہمراہیان حضرت حسینؑ کی تشنگی کی وجہ سے بیتاب تھین اور یہان دوسری علت بھی موجود ہی اور وہ یہ ہے کہ ہوا لگنے سے موجین پانی مین پیدا ہو کر کنارے سے ٹکراتی ہین۔

ولہ

ڈر سے ہوا فرات کی موجون کو اضطراب	اور آب مین سرون کو چھپانے لگے حباب

موجون کے اضطراب اور حباب کے سر چھپانے کی علت ڈر اور خوف کو قرار دیا ہی لیکن موج کے اضطراب اور حباب کے پانی مین سر چھپانے کی علت اور بھی ہی اور وہ ہوا لگنا ہی ہوا کے جھکورون سے موج کو حرکت ہوتی ہی اور ہوا کی ضرب اور موجون کی حرکت سے حباب بھی ٹوٹ جاتا ہی مگر شاعر نے اپنی طرف سے موج کی حرکت کو خوف کی وجہ سے اضطراب قرار دیا ہی اور حباب جو ٹوٹ جاتا ہی تو اُسکی یہ علت قرار دی ہی کہ وہ ڈر کی وجہ سے پانی مین منھ چھپاتا ہی۔

ولہ

ہر غول مین علم سے علم جھک کے لڑ گیا	جو رہ گیا نشان وہ خجالت سے گڑ گیا

شاعر نے نشان کے زمین مین گڑ جانے کی یہ علت بیان کی ہی کہ وہ خجالت سے ایسا ہو گیا تھا اور اُس کے لیے دوسری علت بھی موجود ہی کہ سپاہی علم کو کھڑا رکھنے کے لیے گاڑ دیتے ہین۔

انیس علی اکبر کی تلوار کی تعریف مین کہتے ہین۔

دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے	لیکن پڑے تھے پانون مین چھالے حباب کے

شاعر کا مطلب یہ ہی کہ دریا اُس تلوار کے خوف سے بھاگ جاتا مگر اسلیے نہ بھاگ سکا کہ اُس کے پانون مین چھالے پڑ گئے تھے حباب کو شاعر نے دریا کے چھالے فرض کر کے اُسکے نہ بھاگ سکنے کی علت قرار دیا ہی حالانکہ اسکی علت حقیقی دوسری ہی اور وہ یہ ہی کہ دریا چارون طرف اونچی زمین سے گھرا ہوتا ہی اسلیے اپنا مقام نہین چھوڑ سکتا۔

میر حسن

نہ لے جب تلک شمع پروانہ کی	پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی
اگر آپ سے اُسپہ وہ آگرے	تو فانوس مین شمع چھپتی پھرے
گرا جیا نا اُس کے جلنے بال و پر	تو گلگیر لے شمع کا کاٹ سر

شمع کے فانوس مین چھپنے اور گلگیر کے شمع کا سر کاٹنے کی شاعر نے جو وجہ بیان کی ہی اُسکے سوا

دوسری وجہ جو حقیقی اور اصلی ہی وہ بھی ظاہر ہے۔

ناسخ

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشق جانباز کا
دیکھ روتی ہی برو بے لاشۂ پروانہ شمع

پگھلی ہوئی چربی کے ٹپکنے کا استعارہ رونے کے ساتھ کیا ہی اور یہ صفت شمع مین ثابت ہی اور علت اسکی حرارت ہی اور شاعر نے علت اسکی یہ ٹھہرائی ہی کہ پروانے کے غم مین شمع روتی ہے۔

ولہ

وہ سہی قد شانہ بنواتا ہے اُسکی چوب کا
اسلیے رکھتی ہی اُلفت فاختہ شمشاد سے

ظاہر ہی کہ فاختہ کی الفت شمشاد سے بسبب عشق کے قرار دیگئی ہی اور شاعر نے اسکے لیے ایک دوسری علت ادعا کیا ہی۔

ولہ

عاشق کو رنج ہو تو معشوق کو بھی رنج
یوسف گرا کنوئین مین زلیخا کی چاہ سے

حضرت یوسف کے کنوئین مین گرنے کی علت انکے بھائیون کا حسد سے ڈالدینا ہی اور شاعر نے اسطرح معلل کیا ہی کہ وہ زلیخا کے عشق مین گرے تھے۔

مولوی حبیب الرحمان خان بیدل

رہتا ہی سیہ پوش سدا خانۂ کعبہ
اس غم مین کہ تھا پہلے جلو خانہ کسی کا

خانہ کعبہ کا سیاہ پوش رہنا بسبب سیاہ غلاف کے ہی اور شاعر نے اسکی علت اور بیان کی ہی۔

میر جواد علی ہادی

کچھ آج شکستہ ہی بہت رنگ رُخ گل
صیاد نے کس بُلبُل شیدا کو ستایا

رنگ گل کا شکستہ ہونا صفت ثابت ہی اور علت اُسکی گل کا مُرجھانا ہی اور شاعر نے یہ علت بیان کی کہ بُلبُل شیدا کے غم مین گل کا رنگ شکستہ ہوا ہے۔

جوہر

دل شکنجے مین جو کھینچے تھے یہ تغیر نہ ہوئی
خوب موباف سے باندھے گئے کسکر گیسو

گیسوؤن کو موباف سے کسکر باندھنا وصف ثابت ہے اور علت اسکی معشوق کی آرائش اور تزئین ہے مگر شاعر نے اُسکے لیے دوسری علت کا ادعا کیا ہے۔

امیر

بے سبب زلزلہ عالم مین نہین آتا ہے
کوئی بیتاب تہ خاک تڑپتا ہوگا

زلزلے کا آنا فی نفسہ ثابت ہی لیکن جو علت شاعر نے اسکی بیان کی ہے وہ اُس کا خیال ہے درحقیقت اسکی علت یہ ہے کہ زمین کے اندر آگ ہے پس جہان اُسکی سطح کمزور ہے اُس مین سے گذر کر بعض چیزین آگ مین پہونچ جاتی ہین جس سے وہ بھڑک اُٹھتی ہی اور وہان کی زمین ہلنے لگتی ہی

(۲) وہ صفت ثابت ہو اور جو صفت شاعر نے ٹھہرائی ہی اُسکے سوا کوئی دوسری علت ظاہر نہو جیسے اس شعر مین۔

میر عبد الحی

گل زمین سے جو نکلتے ہین برنگ شعلہ	کون جان سوختہ جلتا ہی تہ خاک ہنوز

گل کا زمین سے یعنی درختہاے زمن سے برنگ شعلہ سُرخ نکلنا فی نفسہ ثابت ہی لیکن علت اسکی شاعر نے یہ بیان کی کہ کوئی جان سوختہ تہ خاک جل رہا ہی حالانکہ یہ علت محض شاعر کے تخیل پر مبنی ہے اور کوئی دوسری علت بھی اس جگہ ظاہر نہین۔

بیان

نکلا ہی لالہ خاک کے نیچے سے سُرخ سُرخ	رنگین ہوا شہیدون کے خون مین نہا نہا

مومن

خمیدہ کس لیے نو آسمان ہے تجھے بھلا	نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پابوس

آسمانون کا خمیدہ ہونا صفت ثابت ہی اور علت اُنکے خمیدہ ہونے کی بظاہر معلوم نہین اور شاعر نے اس خمیدگی کی یہ علت ٹھہرائی ہی کہ ممدوح کی پابوسی کے لیے خمیدہ بنے ہین۔

قلندر

رنج و غم اہل ہنر ساتھ لگے پھرتے ہین	دامن گل کو نہین ہاتھ سے کانٹون کے فراغ

گل کے ساتھ کانٹون کا ہونا صفت ثابت ہی اور علت اسکی بظاہر معلوم نہین لیکن شاعر نے گل کو اہل ہنر سے تشبیہ دیکر یہ علت بیان کی کہ جس طرح اہل ہنر کو رنج و غم سے چھٹکارا نہین اسی طرح گل کو کانٹون سے جو اُس کے لیے رنج و غم کا موجب ہین فراغ نہین۔

خمیدہ فلک دیدۂ مہر و مہ سے رسا	جہان مین تمھاری کمر ڈھونڈھتا ہے

اس شاعر نے فلک کے خمیدہ ہونے کی یہ علت بیان کی ہی کہ وہ میرے معشوق کی کمر ڈھونڈھنے کے لیے جھکا ہے۔

(۳) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس صفت کا ممکن ہو جیسے۔

مومن

اُس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل — مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا

معشوق کے نقش پا کو سجدہ کرنا اُسکی تعظیم ہو اور ظاہر و متعارف ہو کہ کسی معتقد فیہ کی تعظیم سے ذلیل نہو پس تعظیم سے ذلیل ہونا ایک صفت ہے کہ فی نفسہ ثابت نہین لیکن محال بھی نہین بلکہ ممکن ہو کہ وہ امر کسی کے حق مین موجب ذلت کا ہوجائے چونکہ یہ امر غیر ثابت تھا اسواسطے مصرع ثانی مین اُسکی علت بیان کی یعنی معشوق کوچۂ رقیب مین تھا اور جب عاشق نے اُس جگہ نقش پاے معشوق کو سجدہ کیا تو رقیب کے کوچے مین سر کے بل جانا واقع ہوا اور ایسے مقام مین اِس طرح کا امر ظہور مین آنا ننگ کا موجب ہو۔

برق

سر پہ اعلےٰ کے بلا آئی تو ادنے ابر جھکیا — دھوپ جب بڑھنے لگی قامت سے سایا بڑھ گیا

ادنے کا بڑھ جانا صفت غیر ثابت ہو کیونکہ متعارف یہ ہو کہ اعلےٰ درجے والون پر خرابی وارد ہو تو ادنے بدرجۂ اولے خراب ہوجائین جس چیز کی اعلیٰ نزد نہین اُٹھا سکتے ادنے اُکب اُٹھا سکینگے۔ لیکن یہ امر ممکن ہو اور اس کی علت دوسرے مصرع مین بیان کی ہو اور وہ یہ ہو کہ جب دن ڈھلنے لگتا ہو تو سایہ قامت سے بڑھ جاتا ہو اور قامت کے مقابلے مین سایہ ایک ادنے چیز ہے۔

سودا

جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل — بنے ہی شیشہ جہان مین گداز ہو خارا

جفاے دہر سے سخت مزاج آدمی کا نرم مزاج ہوجانا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متعارف یہ ہو کہ آدمی جس قدر سختی پڑتی ہو اُتنا ہی سخت ہوتا جاتا ہو لیکن یہ بات ممکن ہو اور اسکی علت مصرع دوم مین بیان کی ہو یعنی پتھر کو گلا کر شیشہ تیار کیا جاتا ہو پس جفائے دہر سے سنگدل کا نازک دل ہونا ثابت ہوگیا۔

ناسخ

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہوگیا — آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا

رفعت کی حرص سے مرتبے کا کم ہونا صفت غیر ثابت ہو کیونکہ متبادر یہ ہو کہ رفعت کی حرص کرنے سے افزونی ہو لیکن یہ امر ممکن ہو اور اسکی علت مصرع ثانی مین مذکور ہو یعنی جب آفتاب اپنی حد سے اور زیادہ اونچا ہوجائے تو البتہ بہت چھوٹا معلوم ہونے لگے گا پس حرص رفعت سے مرتبے کا کم ہونا ثابت ہوگیا۔

ولہ

گرتے ہین سالک ترقی سے تنزل اختیار — جبکہ منزل پر سوار آیا پیادہ ہوگیا

حیدر حسن تصور

تصور گرم جوشی یار کی مجھکو رولائے گی | بہت گرمی کا ہونا مینھ برسنے کی علامت ہے

(۴) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس کا محال ہو جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

ٹلتا ہی نہین ہجر کا دن کیا ہی اٹھی دھوپ | خورشید قیامت نے مرے گھر مین جڑی دھوپ

ہجر کے دن کا نہ ٹلنا محال ہی کیونکہ زمین یا سورج کی گردش کی وجہ سے ایک حالت پر وقت رہ ہی نہین سکتا مگر پچھلے مصرع مین جو علت بیان کی وہ اس بات کو ثابت کرتی ہے۔

شعوری

پھرتا رہے ہی چار پہر غلط آفتاب | روشن ہی یہ کہ محو ہوا تجھپر آفتاب

آفتاب کا محو ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اُسکے چار پہر گردش کرنے کو محویت کی علت قرار دے کر اس بات کو ثابت کیا ہے۔

افضل

قاتل خلق ہو کیونکر نہ ترا ہر گیسو ہا | حُسن شمشیر ہے شمشیر کے جوہر گیسو ہا

گیسو کا قاتل ہونا صفت ہی غیر ثابت اور ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کے لیے اسکی علت یہ قرار دی کہ حُسن شمشیر ہے اور گیسو شمشیر کا جوہر ہے۔

سودا

مے پرستی ہی مری باعث آمرزش خلق | توبہ صد قوم نے کی ہر مری مے خواری سے

کسی کی مے پرستی کا خلق کی بخشش کا باعث ہونا ایک صفت غیر ثابت اور محال ہی مگر شاعر نے دوسرے مصرع مین جو علت بیان کی اُسنے اُس صفت کو ثابت کر دیا ہی۔

امیر

وقت رفتار ہی زرریز عجب فیض قدم | نقش پا راہ مین بجاتے ہین دینار و درم

کسی کی رفتار مین زرریزی ہونا ایک صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر مصرع ثانی مین جو نقش پا کا دینار و درم بجانا بیان کیا ہی اس علت سے رفتار مین زرریزی کا ثبوت ہوتا ہی۔

امیر

شہر مین کس منھ سے آئے سامنے تیرے کہ شوخ | چھائیون سے بھر رہا ہی سارا چہرہ ماہ کا

چاند کا معشوق سے شرما کر سامنے نہ آنا صفت غیر ثابت و ممتنع ہے اور اُسکے اثبات و امکان کیلئے چاند کے داغون کو چھائیان مان کر اُسکی علت قرار دیا ہے۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون	بگہ غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

حضرت علی کا حکم فلک پر نافذ ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہے مگر وہ علت کہ مصرع ثانی مین مذکور ہوئی اُس صفت کو ثابت کرتی ہے۔

امیر

مجھکو زاہد نہین شراب حرام	تیسرے دن میسر آئی ہے

اور حسن التعلیل سے ملحق ہے یہ امر بھی کہ کلام مین علت بطور شک کے مذکور ہو چونکہ اس مین علت مشکوک طور پر ہوتی ہے اور حسن التعلیل مین اُسکا ادعا ہوتا ہے اور علت کو علت حقیقی ٹھہرانے مین اصرار ہوتا ہے اسلیے یہ قسم اخیر حسن التعلیل مین داخل نہین بہر صورت مثال اسکی یہ ہے۔

انشا

کیا کسی باغ مین ہے آج پڑی سوتی صبح	کیون مرے سامنے کمبخت نہین ہوتی صبح

صبح کے سامنے نہونے کی علت اُسکا سونا بطور شک کے بیان کیا ہے۔

ناسخ

سنسان مثل وادی غربت ہے لکھنؤ	شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

غلام مصطفےٰ تحیر

فکر اطفال کو ہے سنگ اُٹھا لانے کی	آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

قدرت اللہ قدرت

کچھ دیر ہوئی اشک نہین آنکھوں سے گرتے	شاید تہ مژگان کوئی لخت جگر آیا

گویا

قلم مین لپٹے ہے بالیدگی سے وقت رقم	ہر اک سطر مگر شاخ عشق پیچان ہے

صنعت مشاکلہ وہ یہ ہے کہ دو چیزین ذکر کرین اور اُن دونون کو ایک جگہ مذکور ہونے کی مناسبت سے ایک ہی لفظ سے تعبیر کرین اگر کوئی یہ کہے کہ صنعت مشاکلہ کو صنائع لفظی مین داخل کرنا چاہیے کیونکہ اسکا تعلق لفظ سے ہے تو ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ مشاکلہ مین ایک معنی کو

ایک ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو اُس سے غیر ہوتا ہے اگرچہ اُس معنی کے لفظ کو بدلا جاتا ہے مگر یہ امر تابع ہے جیسے۔

ناسخ

خط نہ مجھے لشکر سے بھیجا یار نے ۔ فوج غم برآج دل فیروز ہے

لشکر کی مناسبت سے غم کو بھی فوج کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

واجد علی شاہ

اگر کبھی پان لاتی تھی وہ ۔ محبت کا بیڑا اٹھاتی تھی وہ

محبت کے اقرار اور وعدے کو پان کی مناسبت سے بیڑے کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

میر

گئی دن میں ہندوزن آنے لگی ۔ لیے پانی اس راہ جانے لگی
نگاہیں ہوئیں ہمد گر آشنا ۔ محبت کا دونوں نے پانی بھرا

پانی کے ذکر کی مناسبت سے محبت کرنے کو پانی بھرنے سے تعبیر کیا ہے۔

ولہ

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں ۔ جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

ابر کے برسنے کو رونیکے ساتھ تعبیر کیا ہے اسلیے کہ رونے والے کے ساتھ اسکا مذکور ہوا ہے۔

روشن

اُسکی آنکھوں سے بھلا کرتی ہے کیا ہم چشمی ۔ جا کے بنوائے کہیں نرگس بیمار آنکھیں

آنکھوں کی مناسبت سے برابری کرنے کو ہم چشمی کرنے سے تعبیر کیا ہے۔

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیوں پینا پیسے ۔ بڑا دانا جو ہو چکی میں کیا چھوٹوں کو دل ڈالے

چکی اور دانے کی مناسبت سے نصیحت کرنے کو پیسنے سے تعبیر کیا ہے۔

شیفتہ

کیا کہوں احباب کی آہن دلی ۔ پانوں میں فولاد کی زنجیر ہے

فولاد کی زنجیر کی مناسبت سے بے مہری کو آہن دلی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

نسیم

میں جا کے جلی تو غم نہیں ہائے ۔ ڈر ہے کہ نہ تجھ پہ آنچ آ جائے

جلنے کی مناسبت سے صدمہ پہونچنے کو آنچ آنیکے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

یاس

زانوے یاس کہان اور سر دلدار کہان	ہمنشین بات وہ کر جسکا ہو کچھ بھی سر پانون

زانو اور سر کی مناسبت سے بات مین کچھ سچ ہونے کو سر پانون سے تعبیر کیا ہے۔

صنعت مزاوجہ یعنی دو معنی شرط و جزا مین ایسے واقع ہون کہ جو امر پہلے معنی پر مترتب ہو وہی دوسرے پر بھی مثال اسکی۔

داغ

وہ جو بولین تو بات جاتی ہے	چپ رہون مین تو رات جاتی ہے

بولنا اور چپ رہنا دو معنی اور ان دونون پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر بات کا اور دوسرے پر رات کا۔

رنگین

آہ کیجے تو آن جاتی ہے	ورنہ کیجے تو جان جاتی ہے

آہ کا کرنا اور نہ کرنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر آن کا اور دوسری پر جان کا۔

محمد حسین تجلی

جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی	ملنے کے دن جو آئے تو پھر رات کم ہوئی

رات کا دراز ہونا اور ملنے کے دنون کا آنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا کم ہونا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر ملاقات کا کم ہونا اور دوسری پر رات کا کم ہونا۔

میر

اچنبا ہے اگر چپکا رہون مجھپر عتاب آوے	دگر قصہ کہون دل کا تو سنتے اسکو خواب آوے

چپکا رہنا اور دل کا قصہ کہنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا آنا مترتب ہوا ہے یعنے اول پہ عتاب کا آنا اور دوسرے پر خواب کا آنا۔

ظفر

روئے جو دل کھولکر ٹکڑے جگر ہونے لگا	اور اگر روئے کو روکا درد سر ہونے لگا

صنعت عکس یعنی کلام کے بعض اجزا کو مقدم و مؤخر کرکے دوسرا فقرہ یا مصرع وغیرہ بنالین اور

وہ معنی دیتے چلے جائین ہمنے عکس کو محسنات معنویہ مین اسلیے شمار کیا ہو کہ اس مین اول عکس معنی کا اور اُسکی تبدیل ہو پھر لفظ مین تبدیل کا واقع ہونا اُسکے اتباع سے ہو بخلاف ردالعجز علی الصدر کہ اُس مین دو لفظ وارد کیے جاتے ہین جن مین سے ایک کلام کے اول مین ہوتا ہو اور دوسرا کلام کے آخر مین صنعت عکس کبھی دو لفظون مین ادا ہو جاتی ہے کبھی دو فقرون مین اور کبھی ایک بیت مین۔

مثال دو لفظ کی۔

غالب

دفور اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ
کہ ہوگئے مرے دیوار و در در و دیوار

نصرت

جیحون کو دشت دشت کو جیحون بنائین یہ
گردون کو ارض ارض کو گردون بنائین یہ
پستی کو اوج اوج کو پستی بنائین یہ
ہستی کو نیست نیست کو ہستی بنائین یہ

شایان

درختون کی باہم ہوئی حرب ضرب
لڑے خوب باہم ہوئی ضرب حرب

نسیم

باقی ساقی جو کچھ ہو لے لے
ساقی باقی شراب دیدے

انیس

استادہ آب مین یہ روانی خدا کی شان
پانی مین آگ آگ مین پانی خدا کی شان

مثال دو فقرون کی۔

نعیم

کس طرح تجھے یاد دین اب ہم کو بتا ظالم
یان کہتے ہین وان ہوگا وان کہتے ہین یان ہوگا

ناسخ

وہ خدا کا دوست ہو اور دوست ہے اُسکا خدا
کیون نہو ناسخ محبت حیدر کرار کی

امیر مینائی

گلا کٹوا مرے لیکے پھر اے دل کہان وہ دن
کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

ولہ

وہ نون بیتاب ہین حضرت کی زیارت کے لیے
دل کو سمجھاتا ہون مین دل مجھے سمجھاتا ہے

دبیر

قابل ہین سخن کے ہون سخن میرے ہی قابل	لیکن سخن شہرۂ فگن میرے ہے قابل

جرات

تو بموج پر تو ماہ سان کہون اضطراب مین دلگا گیا	کبھی پار تھا کبھی وار تھا کبھی وار تھا کبھی پار تھا

صبا

صبا یہ اُس کا ہی موجد وہ اُسکا موجد ہے	بشر ہے غم کے لیے اور غم بشر کے لیے

مثال پوری بیت کی۔

ظفر

یہی ایک غم ہے یہی اک الم ہے مری چشم نم ہے اسی رنج و غم مین خفا کیون صنم ہے نہین بھید کھلتا	یہی اک الم ہے یہی ایک غم ہے اسی رنج و غم مین مری چشم نم ہے نہین بھید کھلتا خفا کیون صنم ہے

ساری غزل اسی صنعت مین ہی۔

نشی

ہوا پہلوان عاشق دل ستان	ہوئی دل ستان عاشق پہلوان

ذوق

بے شکایت نہین ای ذوق محبت کے مزے	بے محبت نہین ای ذوق شکایت کے مزے

میر حسن

یہ گھر کو کہ میرا ہے تیرا نہین	پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہین

سودا

شفا کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ اجل	اجل کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ شفا

ان تمام اشعار مین دوسرا مصرع پہلے مصرع کا عکس ہے اور اسی صنعت کے قبیل سے یہ امر بھی ہے کہ ایک بیت کو تقدیم و تاخیر الفاظ سے کئی وزن کر لین جیسے یہ مصرع۔

بتاؤ مرے جانی ہوئے کیون خفا مجھسے

اسکی تقطیع یون ہی فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن۔ وزن دوسرا ع

جانی بتاؤ مرے تجھسے ہوے کیون خفا

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن یہ بحر بسیط مثمن سالم ہی۔ وزن تیسرا ع

مرے بتاؤ جانی خفا کیون ہوے تجھسے

تقطیع مفاعلن مفعولن مفاعلن مفعولن یہ وزن بحر بسیط مثمن مزاحف ہی۔ وزن چوتھا ع

جانی بتاؤ مرے تجھسے ہوے کیون خفا

تقطیع مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن۔ وزن پانچوان ع

جانی مرے بتاؤ تجھسے خفا ہوے کیون

مفعول فاع لاتن مفعول فاع لیان۔ سودریاے لطافت مین اس صنعت کو صنائع لفظی مین لکھا ہے۔

صنعت القول بالموجب یہان موجب جیم کے کسرے اور فتحہ دونون طرح سے جائز ہی مراد اس سے یہ ہی کہ کسی شخص کے کلام مین کوئی لفظ واقع ہو تو اُس لفظ کے معنی کو خلاف مراد اس کہنے والے کے محمول کرین۔

لطیفہ ایک امیر کی دولتسرا مین محفل رقص و سرود گرم تھی اور ایک رنڈی خوش الحانی مین غیرت ناہید حسن صورت مین رشک خورشید زلیخا طبیعت مجنون صفت اپنے ناچ کی چمک دمک دکھا رہی تھی ہر ایک ساز اس اصول و قانون کے ساتھ بج رہا تھا کہ صوفیان صافی مذاق بیخود ہوکر وجد مین آتے تھے وفور مذاق اور حصول ذوق و شوق مین سرون کو جنبش گویا اضطراری ہوگئی تھی سارنگیون کی آواز خوش انداز پر عاشق زار دل افگار دست وحشت سے اپنا گریبان تا بدامان تار تار کرتے تھے اور طبلے کی تھاپ پر دائین بائین کے لوگ عالم حیرت مین بیٹھے تھے حالت رقص مین اُس ماہ رو کا کبھی آگے بڑھنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور ہاتھ دراز کرنا اور پھیری لینا اور سمٹ کر بیٹھ جانا دل ہاے عشاق کو تہ و بالا کرتا تھا اتفاقاً ایک جوان پری پیکر زیبا شمائل شیرین خصائل اُس محفل مین ناز و انداز سے سج دھج بنائے بیٹھا ہوا تھا اس مغنیہ کا دل اُس شمع جمال پر پروانے کی مانند قربان ہوا اور ذرے کی طرح اُس خورشید آسمان خوبی پر دل و جان سے فریفتہ ہوئی بار بار اُس کے منھ کو تکتی اور لا کھ جی سے اُس پر فدا ہوکر اُسکے خط و خال کا تماشا دیکھتی اہل مجلس مین سے ایک شخص یہ حال دیکھکر صاف تاڑ گیا اور چرب زبانی سے بولا کہ بی جی آنکھ لگ گئی وہ مسکرا کر بولی کیا کیجیے صاحب نیند آئی ہی اُس شخص کی مراد آنکھ لگ گئی کہنے سے یہ تھی کہ تم عاشق ہوگئین۔ مگر مغنیہ نے اخفاے حال کے واسطے اس بات کو خواب کی طرف لیجا کر اُسکے مناسب جواب دیا کہ

نیند آئی ہے - مثال نظم کی -

داغ

آنکھ لگتی ہی تو کہتے ہین کہ نیند آئی ہے | آنکھ اپنی جو لگی چین نہین خواب نہین

لوگونکی مراد آنکھ لگنے سے نیند آنا ہوتی ہی اور قائل نے آنکھ لگنے کے معنے عاشق ہونا لیے ہین -

نعیم

کہتے ہین مرگ کو وصال نعیم | انھو او وصل ہنے مر دیکھا ہے

قائل نے وصال سے معشوق کی ملاقات مراد رکھی ہی اور لوگ حق سے واصل ہونا مراد رکھتے ہین -

ولہ

جب کہا اُن سے کہ مرتا ہون تو ہنسکر بولے | مُنھ تو دیکھو یہ بڑے آئے ہین مرنے والے

عاشق کی مراد مرنے سے یہ تھی کہ مین جان سے جاتا ہون اور معشوق نے مرنے سے مراد عاشق ہونا رکھا ہی

جُرأت

وہ نہ آئے تو یہ ہو جائے غلط ہے | کہ بن آئے نہین مرتا کوئی ہے

بن آئے مرنے سے مراد یہ ہی کہ بغیر موت کے آئے کوئی نہین مرتا اور قائل نے اس شعر مین بن آئے مرنے سے بغیر معشوق کے آئے مرنا مراد رکھا ہے -

ذوق

جب کہا مرتا ہون وہ بولے مرا سر کاٹ کر | جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

مرنے سے عاشق کی مراد یہ تھی کہ مین تجھپر شیدا ہون معشوق نے اس سے حقیقی موت مراد رکھی -

ذوق

گر ایکے پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے | تو جانوں پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

شاعر کی مراد اللہ کے گھر سے پھرنے کی یہ ہی کہ مرتے مرتے بچے اور لوگ کعبے سے پھرنا سمجھتے ہین -

کرم رام پوری

بولا مین نہ جیو دان اُٹھ جائین جہان سے ہم | بولے کہ جہان سے تو اُٹھ جائے حسرت ہے

آبحیات مین لکھا ہی کہ نواب جھجر نے شاہ نصیر سے کہا کہ وعدہ فرمایے کہ آپ جھجر مین کب آئیگا سنکے بولے کہ جھجر کی چاہ تو وہی گرمی مین -

صنعت احتجاج بدلیل یعنی کسی دلیل سے کلام کو مدلل کرنا اور اُسکی دو صورتین ہین -

(۱) بطور متکلمین کے کلام مین نتیجۂ مطلوب کا حاصل ہونا کیونکہ متکلمین کا کلام دلیل اور برہان پر مشتمل ہوتا ہی اس قسم کو مذہب کلامی کہتے ہین غرضکہ صنعت ہونا اسکا اسوجہ سے ہی کہ دلیل اہل کلام کے طریق پر لائی جائے اور اہل کلام کے طریق پر دلیل لانے سے یہ مطلب ہی کہ دلیل کی صورت قیاس استثنائی یا اقترانی کے طور پر ہو کہ جسکے مقدمات کے تسلیم کر لینے سے عقلی طور پر مطلوب کا تسلیم کر لینا لازم آئے پس جو حجت اسطرح نہ لائی جائے کہ قیاس استثنائی یا اقترانی کی صورت اُس سے پیدا ہو سکتی ہو وہ صنعت مذہب کلامی مین داخل نہو گی لیکن مراد اس سے کہ حجت اہل کلام کے طریق پر ہو یہ ہی کہ اُس کلام سے دلیل اقترانی یا استثنائی کی صورت پر مقدمات کا ترتیب دینا صحیح ہو نہ یہ کہ صورت بالفعل بھی پائی جاتی ہو مثال اسکی یہ شعر شاہ جہان بیگم والیہ بھوپال شیرین تخلص کا ہی۔

دنیا مین بڑا شور رہی شکر شکنی کا	شیرین جو تخلص مین ہوا نام ہمارا

اس شعر سے مطلوب اسطرح ثابت ہوتا ہی کہ دنیا مین متعلق محمول یعنی بڑا کلمہ ہے شور موضوع ہے رابطہ غیر زمانی شکر شکنی کا مرکب تقییدی اضافی متعلق یعنی مضاف الیہ موضوع قضیہ حملیہ خارجیہ بتیہ اور دلیل ہیر مصرع آئندہ قیاس اقترانی حملی شکل پہلی اور تیسری اور چوتھی سے اور اشارات اس دلیل پر لفظ جو تو اس تقریر پر حاصل مصرع ثانی یہ ہوا اسلیے کہ نام ہمارا شیرین تخلص ہوا اور یہ قضیہ حملیہ موجبہ مخصوصہ صغرے ہوا اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہے کبرے اور یہ شکل اول نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہے اور ترتیب شکل ثالث کی اس طرح ہے شیرین تخلص نام ہمارا ہوا صغرے اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی کبری نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی اور تقریر شکل رابع کی اس وضع پر ہے شیرین تخلص نام ہی ہمارا صغرے اور شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی شیرین تخلص کا کبرے نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا اور یہی مطلوب تھا۔

مومن

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمد مین	جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم

شاعر نے اپنا مطلب یون ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہین اور حضرت امام حسین ع انکا جز ہین اور معصوم کا جز معصوم ہوتا ہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امام حسن بھی معصوم ہین۔

سودا

اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا	تو آب ودانہ کو یکسر گہر نہ ہو پیدا

اس شعر مین دلیل کی صورت اس طرح پر ہی کہ اگر عدم سے فکر روزی کا ساتھ نہو تو گوہر آب ودانہ کو لیکر

عدم سے پیدا ہو لیکن وہ آب ودانہ کو لیکر پیدا ہوتا ہے اس سے نتیجہ حاصل ہوا کہ فکر روزی کا عدم سے ساتھ ہی اسی طرح ہین یہ دو شعر اسی قصیدے کے ۔

ولہ

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف	ہلال عید ہو عالم مین کیونکہ روزہ کشا
جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن	تو خار و خس نہ کرے شعلے کو کبھو برپا

(۴) جو کلام تمثیل پر مشتمل ہو اس کو **مذہب فقہی** کہتے ہین فقہا یعنے علماے اُصول اپنی اصطلاح مین سے قیاس بولتے ہین تمثیل ہین استقرار اور قیاس منطقی کچھ کچھ دونون پائے جاتے ہین اس کو ناکامل استقرار سمجھو استقرار مین جزئیات سے کلیہ پر دلیل لاتے ہین مثلاً جب چند مرتبہ ہمنے دیکھا کہ جب ایک امر ہوتا ہی تو اُسکے ساتھ فلان صورت بھی ہوتی ہی پس اس سے ہم نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اس قسم کی جتنی باتین ہین سب ہمیشہ اسی طرح پر ہوتی ہین اور ایک عام قاعدہ ان سب باتون کے واسطے نکل آتا ہی چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ سیسہ لوہا چاندی وغیرہ جب خوب گرم کیے جائین تو پگھل جائین پس قاعدہ عام یہ نکلا کہ دھاتین پگھل جاتی ہین دوسری مثال ہمنے دیکھا کہ گاے بھینس بکریان اور سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین پس قاعدہ عام نکلا کہ سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین قیاس مین کلی کے قرینے سے جزئی پر حکم صادر کیا جاتا ہی اور یہ ٹھیک استقرار کے برعکس ہے استقرار سے ہمکو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلان چیزین زہردار ہین پس اس عام قاعدے سے جو ہمکو معلوم ہوا ہی یہ حکم لگائین گے کہ اگر ان زہردار چیزون مین سے کوئی بھی کسی شخص نے کھائی ہی تو اُس پر زہر نے اثر کیا ہوگا اسے قیاس کہتے ہین اسی طرح اگر کوئی نیا جانور سینگدار ہمین ملے تو ہم رائے لگائین گے کہ یہ جگالی کرنے والا ہی کیونکہ یہ عام قاعدہ دلیل استقرار سے معلوم ہو چکا ہی کہ سینگدار جانور جگالی کرتے ہین غرضکہ قیاس کلی سے جزئی پر دلیل لانے کو کہتے ہین اور استقرار جزئی سے کلی پر دلیل لانے کو بولتے ہین اور تمثیل مین جزئیت سے جزئیت ثابت کی جاتی ہی یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پر حوالہ دیا جاتا ہی مثلاً کوئی نتیجہ نکالے کہ فلان مشرک کا انجام برا ہوگا کیونکہ ابو جہل مشرک کا انجام برا ہوا یہان پر استقرار اور قیاس دونون پائے جاتے ہین کیونکہ تمثیل ابوجہل مشرک سے استقرار کے طور پر یہ بات نکلتی ہی کہ کل مشرکون کا انجام برا ہوتا ہی پس چونکہ یہ آدمی مشرک ہی اس سبب سے اُس عام قاعدے سے قیاس کے طور پر یہ بات نکلتی ہی کہ اسکا انجام برا ہوگا یہ طریقہ دلیل لانے کا بہت صاف اور صحیح ہی کہ حاجت اور مثال لانے کی بیان پر نہین ہی مگر جب تک وجہ مناسبت جس کو علت اور وجہ جامع کہتے ہین قطعی ہو

تمثیل یقین کا فائدہ نہین بخشتی جب علت قطعی ہوتی ہی اُسوقت قیاس کی طرف رجوع کرکے
یقین کا فائدہ دیتی ہی جیسے کہین بھنگ حرام ہی اس وجہ سے کہ مسکر ہی اور ہر مُسکر حرام ہے
پس علت حرمت کی سکر ہی جو خمر مین تھا نہ سبزی نہ سیلان نہ بو کہ اور چیزون مین بھی جو حلال
ہین پائے جاتے ہین لہذا متعین ہوا کہ نشہ بوجہ حُرمت کے ہی جو خمر مین تھا اور یہ علت قطعی ہی
قیاس ایسے دو قضیون سے بنتا ہی کہ اُن کے مان لینے سے ایک دوسرا قضیہ لازم آجاتے
اور اس دوسرے قضیہ کو نتیجہ کہتے ہین اور پہلے دو مقدمات کہلاتے ہین بھنگ مسکر ہی ہر مسکر حرام
ہے دو قضیے ہین کہ جنکے مان لینے سے یہ نتیجہ لازم آیا کہ بھنگ حرام ہی مثال نظم کی۔

سید محمود علی برتر

ہم آپکے کوچے سے جو نکلے تو عجب کیا
آدم بھی ہوئے خلد کی تعمیر سے باہر

اپنی ذات کو آدم پر قیاس کیا ہی۔

ظفر

تو کہین ہو یہ دل دیوانہ وان پہونچے ہی گا
شمع ہووےگی جہان پروانہ وان پہونچے ہی گا

دل دیوانہ کے حال کو پروانے کے حال پر قیاس کیا ہی۔

ولہ

بے شرارت کوئی ہوتے ہین ہم دو سنگدل
دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا

مؤلف عفی عنہ نے رامپور مین حکیم ضامن علی جلال سے اس مثال مین شعر کہدینے کی استدعا کی
تو اُنھون نے نمونے کے لیے فارسی کی مثال طلب کی راقم نے یہ رباعی ابوالفرج رومی کی دیدی۔

رباعی

گفتم کہ زخردی دل من نیست پدید
گفتا کہ زدل بدیدہ باید نگرید
اندوہ بزرگ تو درو چون گنجید
خردست بدیدہ بزرگہا بتوان دید

جلال نے اسی رباعی کا ترجمہ کردیا اور کہا کہ ترجمہ بھی صنائع مین داخل ہی۔

رباعی

مین نے جو کہا کہ تو ذرا سا ہے دلا
دل بولا کہ آنکھ بھی ہی اک چھوٹی سی شے
کیونکر غم بسیار نے کی تجھ مین جا
اور اُس مین سما جاتا ہے دیکھو کیا کیا

دل کو دیدہ پر قیاس کیا ہی جلد ہشتم ہفت قلزم وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ کسی مضمون کا ایک

زبان سے دوسری زبان مین قصدًا ترجمہ کرنا اور پھر رعایت نظم و موزونیت کا رکھنا صنایع معنوی مین داخل ہے اور نام اسکا صنعت ترجمہ ہی بدر جاجرمی شاگرد مجد ہمگر فارسی نے ابوالفتح بستی کے قصیدۂ عربی کا ترجمہ فارسی مین نہایت عمدہ موزون کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہے مطلع اُن دونون قصیدون کا بیان درج کیا جاتا ہی۔

زِیَادَۃُ الْمَرْءِ فِی دُنیَاہُ نُقصَانُ ہر مایے کہ نزد نیاست ہمہ نقصان ست		وَرِبْحُہُ غَیرُ مَحْضِ الْخَیرِ خُسْرَانُ سود کان محض نکوئی نبود خسران ست

اور شیدا نے سعدی کے قصیدۂ فارسی کا ترجمہ اُردو مین کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہی چنانچہ۔

تراز کوے اجل کے فرار خواہد بود اجل کے کوچے مین تیرا گذار ہووے گا تراجہ تختۂ دتابوت در کشند از تخت دھرینگے تجھکو جنازے مین تخت شاہی سے ترابہ کنج لحد سالہا بباید خفت لحد کے کوگوشے مین تجھکو زمین یہ سونا ہے		قرارگاہ تو دارالقرار خواہد بود ترا قرار بدارالقرار ہووے گا گرت خزانۂ ولشکر ہزار خواہد بود اگر خزانہ ولشکر ھزار ہووے گا تن تو طعمۂ ہر مور و مار خواہد بود بدن ترا خورش مور و مار ہووے گا

عمر خیام

در چشم محققان چہ زیبا و چہ زشت پوشیدن بیدلان چہ اطلس چہ پلاس		منزل گہ عاشقان چہ دوزخ چہ بہشت زیر سر عاشقان چہ بالین چہ خشت

منشی رام سہاے تمنا لکھنوی یون ترجمہ کرتے ہین۔

محققون کی نظر مین اہی خوب زشت سب ایک لباس ٹاٹ کا اطلس کا بیدلون کو ہی ایک		ہی عاشقون کے لیے دوزخ و بہشت سب ایک سر خدا کو ہین بالین اور خشت سب ایک

عمر خیام

عشقے کہ مجازی بود آبش نبود عاشق باید کہ سال و ماہ و شب و روز		چون آتش نیم مردہ تابش نبود آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

تمنا

ہو عشق مجازی مین نہ رونق کا ظہور		جو آگ بجھی ہوئی ہے کب ہو پُر نور

	خواب و خورد و تاب ضبط و آرام ہو ودا		عاشق وہ ہی جس نے ساں ماہ و شب و روز	

صنعت استتباع اسکو المدح الموجہ بھی کہتے ہین اور یہ اصطلاح ہی کہ ممدوح کی تعریف اس طور پر کرین کہ اُس سے ضمناً دوسری تعریف اور ثابت ہوتی ہو جیسے اس مثال مین۔

ذوق

چھیڑ دے ایک ذرا اُسکو جو وقت صف جنگ مُنھ سے اُڑ جاے حریفون کے ترے خوف سے رنگ		زیر ران تیرے ہی وہ توسن چالاک کہ تو یون کرے جست کہ جیسے سر میدان نبرد

اس قطعہ کے مضمون سے ایک تو یہ تعریف پیدا ہوئی کہ گھوڑا ممدوح کا نہایت عمدہ و تیز و چالاک ہے جست ایسی بھرتا ہی جیسے چہرے سے رنگ اُڑتا ہی دوسری یہ نکلی کہ تو ایسا بہادر ہی کہ دشمن کے چہرے کا رنگ تیرے خوف سے اُڑ جاتا ہی۔

سودا

اور ہو تری نگاہ مین اعمال عاصیان بار و دکا ہے تو وہ زمین اور آسمان		خوگر تو خلق و حلم و حیا سے اگر نہ ہو تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے

غرض اس قطعہ مین مدح حلم اور خلق اور حیا سے ہی اور اُسکو اس طرح سے بیان کیا کہ مدح غضب کی بھی حاصل ہو گئی۔

میر

	بُت توڑ توڑ شرک کی صورت دیے مٹا		تو ہے کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکھا	

اس سے دو مدح نکلین ایک بتون کا توڑنا دوسرے شرک کا مٹانا۔

صنعت ادماج بکسر الف و سکون دال مہملہ یعنی کلام سے دو معنی حاصل ہون اور تصریح دوسرے معنی کی نکی ہو یہ بہ نسبت استتباع کے عام ہی یعنی استتباع سے تو یہ مراد ہی کہ ایک مدح سے دوسری مدح پیدا ہو اور ادماج مین مدح کا ہونا کچھ ضرور نہین اور ایہام و ادماج مین یہ فرق رہا کہ ایہام مین ایک لفظ دو معنی رکھتا ہی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور ادماج مین پورے کلام کے دو معنے ہوتے ہین اور توجیہ یعنے محتمل الضدین اور ادماج مین بھی فرق ہی یعنے وہ بہ نسبت ادماج کے خاص ہی اسلیے کہ اُس مین ایک کلام سے ایسے دو معنی پیدا ہوتے ہین کہ دوسرے معنے پہلے معنی کی ضد ہوتے ہین چنانچہ اُسکے بیان مین معلوم ہوا اور ادماج مین ایک معنی دوسرے معنی کی ضد نہین ہوتے مثال ادماج کی یہ شعر قصیدۂ نطق مسمیٰ بہ خیابان خلد کا ہے

جود نے دود بے معنی مرے اس ممدوح کو	اب فقیر ونکے ہین گھر معدن دریا و جبل

ایک معنی یہ ہین کہ اسقدر بخشش کی کہ فقیرون نے گھر معدن دریا و جبل ہو گئے یعنی وہ لوگ زر و گہر و لعل سے مالا مال ہو گئے دوسرے معنی یہ کہ اتنی داد و دہش کی زر و گوہر و لعل کے صرف ہو جانے سے معدن دریا و جبل خالی ہو کر فقیرون کے سے گھر ہو گئے اُن مین کچھ نہ رہا یہ شعر مدح مین ہے اور ایک کلام سے دو معنی نکلتے ہین مگر ایک مدح سے دوسری مدح نہین نکلتی ورنہ استتباع کی مثال مین لکھا جاتا۔

غالب

کیونکہ اُس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایک معنی تو یہ ہین کہ اس سے جان عزیز رکھونگا تو وہ ایمان لے لیگا اسلیے جان کو عزیز نہین رکھتا تاکہ ایمان بچ جائے دوسرے معنے یہ ہین کہ اُس بت پر جان قربان کرنا عین ایمان ہے پھر اُس سے جان کیونکر عزیز رکھی جاسکے۔

ولہ

اُلجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ	جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو

اسکا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تم جیسے نازک مزاج ایک دو شہر مین اور ہون تو شہر کا کیا حال ہو اور دوسرے معنی یہ ہین کہ جب تمکو عکس کا بھی اپنی مانند ہونا گوارا نہین تو شہر مین اگر فی الواقع تم جیسے ایک دو حسین موجود ہون تو تم کیا قیامت برپا کردو۔

ولہ

مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور	رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ دیار غیر مین میرا کوئی شناسا نہ تھا پس اگر وہان بیکسی اور کس مپرسی کی حالت مین موت آئی تو کچھ زیادہ ذلت نہوئی دوسرے معنے یہ ہوتے ہین کہ وطن سے دور مارنے مین بیکسی کی شرم رہگئی کیونکہ اگر وطن مین موت آتی تو بیکسی کی تکمیل نہوتی۔

ولہ

زندگی مین تو وہ محفل سے اُٹھا دیتے تھے	دیکھون اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے

اسکے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ زندگی مین آپ مجھے محفل سے اُٹھا دیتے تھے اب مرنیکے بعد دیکھون مجھے وہان سے کون اُٹھاتا ہے اور دوسرے معنی ہین کہ محفل سے تو اُٹھا دیتے تھے دیکھون اب جنازہ میرا کون اُٹھاتا ہے۔ اسی قبیل سے ہے یہ شعر۔

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو ۔ جیسے مومن پہ فضل رحمانی

ولہ

ایک دن یون ہجوم یاران تھا ۔ جیسے اب جمع پریشانی

ناسخ

رسالک گوہر سخن اپنا ہے دلیکن ناسخ ۔ دہن یار کے مانند نہان کیا کیجے

ولہ

کافی ہی فقط ظل الٰہی کا اشارہ ۔ ناسخ کی طرح تابع فرمان ہی یہ گھوڑا

میر

دولت اسکی موج زن جیسے محیط ۔ خاک بر سر مدعی جیسے سراب

معیار البلاغۃ مین ادماج کی مثال دینے مین غلطی کی ہی یعنی ادماج مین ایہام کی مثال دی ہی۔

صنعت مبالغہ یعنی کسی امر کو شدت وضعف مین اس حد تک پہونچادینا کہ اس حد تک اُس کا پہونچنا محال ہو یا بعید ہو تاکہ سُننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہی اور مبالغے کی تین قسمین ہین تبلیغ اغراق ۔ غلو۔

تبلیغ ۔ اُسے کہتے ہین کہ مدعا یعنی کسی امر کا انتہا تک پہونچا دینا عقل وعادت کے نزدیک ممکن ہو مثلاً۔

شہیدی

وعدۂ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح ۔ وہ اسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

یہ بات عقل وعادت کی رو سے ممکن ہی کہ عاشق اپنے معشوق کے انتظار مین رات بھر جاگے۔

مومن

دم مصاف ترے دشمنوں کے لشکر مین ۔ صدائے نوحہ وشیون ہی شور وغلغل کوس

ممکن ہی کہ لڑائی کے وقت ایک سمت کے لشکر کو ہزیمت ہو اور بہت سی فوج ماری جائے اور رونا پیٹنا مچے۔

سودا

پہونچے ہم آرزوے وصل مین نزدیک مرگ ۔ سوجھے ہی شکل ملاقات بہت دور ہمین

معشوق کے وصل کی آرزو مین قریب مرگ ہو جانا عقلاً وعادۃً ممکن ہی۔

اغراق اُسے کہتے ہین کہ مبالغہ قریب العقل بعید العادت ہو مثال اسکی۔

مومن

گرگ نے دور عدل مین اُسکے | سیکھ لی راہ و رسم چوپانی

ممکن ہی کہ بھیڑیا گوسفند وغیرہ کو نہ مارے اور محافظت کرے مگر عادۃً یہ بات محال ہی۔

ولہ

آشیان عقاب و شاہین مین | روز کنجشک کی ہے مہمانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور | باز رسیتا ہے بچۂ عصفور

شمس الدین قسمت

مقدور ہے کس کا جو ترے حکم کو ٹالے | رستم جو نہ آوے تو وہین اُس کا سر آوے

رستم کا سر کاٹ کر لانا باعتبار اُسکی بہادری کے عادۃً محال ہی لیکن ممکن ہی کہ کوئی شخص اُسکا سر کاٹ لائے۔ یہ دونون قسمین مبالغے کی مقبول ہین اور یہی محسنات بدیعی مین سے ہین۔

غلو ایسے مبالغے کو کہتے ہین کہ خلاف قیاس و بدیہی البطلان اور عقل و عادت دونو کے نزدیک ممتنع اور محال ہو۔ مبالغے کی یہ قسم نامقبول ہے جیسے۔

منشی

غرض اس طرح ترک کشتے ہوے | کہ کشتون کے تا چرخ پشتے ہوے

لاشون کے انبار چرخ تک لگ جانا نہ از روے عقل کے ممکن ہی نہ از روے عادت کے۔

مظفر علی اسیر

برق پہونچے نہ کبھی دوڑ مین ہمراہ رکاب | گرد کی طرح رہے سائے کے پیچھے صرصر

برق و ہوا کا گھوڑے سے رہجانا عادت و عقل دو آدن کے نزدیک محال ہی۔

ولہ

چمکے جو تیغ قہر کسی روز جنگ مین | ٹھہرے نہ سایہ خوف کے مارے بدن کے پاس

ولہ

یہ ریزہ ریزہ کیا اُسنے جسم اعدا کو | کہ روز حشر ہوا اُس کا اجتماع محال

احمد خان غفلت

خوان انعام ترا مہر اگر سر پر اُٹھائے | نان تہ کردہ کی صورت ہو دوتا اُسکی کمر

انشا گھوڑے کی تعریف مین

ہو اس آفت کا سبک سیر کہ راکب اُسکا | حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن مین ٹین

آزاد

ہے یہ جس جا پہ مسافر کے لیے گھر ہی وہین | شیر گنجشک جو جا ہو تو بسرا ہی وہین

دبیر

سب زور ہے تھے زور کو دان سن بھی گھٹ گیا | مانند ناف خوف سے سینہ سمٹ گیا

بہرصورت مبالغۂ غلو محسنات بدیعی مین سے نہین ہان جبکہ مقبول ہو جائے اور یہ اُس صورت مین مقبول ہوتا ہی کہ جب ایسا کوئی لفظ ذکر کرین جس سے وہ مقرون بہ صحت ہو جائے اور امکان کی صورت پیدا ہو۔ جیسے۔

سودا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن | جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہی خزان کا

مقصود یہان اس امر کا بیان ہی کہ بہار اس گلشن دنیا کی آنکھ کھولنے کے عرصے مین جاتی رہتی ہی اور یہ امر قرین صحت کے نہین ہو سکتا کس لیے کہ ایک ساری فصل کا عرصہ قلیل مین بسر ہو جانا نہ باعتبار عادت کے ممکن ہی اور نہ عقل مین آتا ہی لیکن جب آنکھ کھلنا گل کی طرف منسوب کیا تو وہ امر صحت سے مقرون ہو گیا کیونکہ گل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہی اور یہ امر اُسکے واسطے خزان ہے۔

ولہ

عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین | ایک سا احوال یان بھی ہی گدا و شاہ کا

عشق کی منزلت اور مرتبے مین مبالغہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور یہ امر قرین صحت کے نہ تھا جب یہ کہا کہ یہان بھی گدا اور شاہ کا ایک سا احوال ہی تو وہ امر صحت کے قریب ہو گیا کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک بھی گدا و شاہ برابر ہین۔

یا خیالات نازک و لطیف اُس سے ظاہر ہون جس سے مقبول و پسند طبائع ہو جیسے اس شعر مین مومن کے قصیدے کے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح مین ہی۔

دست یاقوت فشان دھوے لب جو وہ اگر | آوے سیلان پہ ہنسنے خاک فضاے گلزار

یعنی ممدوح اپنے ہاتھون کو جن سے جواہر جھڑتے ہین اگر لب جو دھووے اور ریانی ہاتھون کا

دریا مین گرے اور دریا کے پانی سے گلزار کی آبیاری ہو تو خاک گلزار مین اس قدر یاقوت وغیرہ جواہر پیدا ہون یا یہ کہ وہ خاک بالکل جواہر ہو جائے اور کوہ سیلان یعنی لنکا کے پہاڑ جو معدن لعل و یاقوت ہین اُن پر وہ خاک ہنسے کہ تجھ مین کچھ بھی نہین ہے یہ بات عقلاً وعادۃً محال ہی لیکن چونکہ خیالات نازک و لطیف ہین طبیعت کو پسند ہے۔

اِسی قبیل سے ہی یہ شعر امیر کا۔

کھیت کشتوں کا نہ تیار بھی ہونے پائے	ہو چکے تیغ و قضا مین برضا بیع و سلم

اسی عالم سے ہی انیس کا یہ بند تلوار کی تعریف مین۔

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو	پائون مین کجروی کو سرون مین غرور کو
سینے مین بغض و کینہ کو دل مین فتور کو	نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو

ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
کیسی زبان زبان مین یہ کاٹ آئی بات کو

یا مبالغہ بطور ہزل کے ہو جیسے سودا گھوڑے کی ہجو مین کہتا ہے۔

کم رو ہے اس قدر کہ اگر اُسکے نعل کا	لوہا بنا کے تیغ بنائے کبھی لوہار
ہو دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ	رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
گر باندھکر سمند سے پھینکئے زین اُسے	جھٹکے بغیر تین نہ اُترے گا زینہار

پہلے دو شعرون مین مبالغہ کم روی مین ہی اور یہ ظاہر ہی کہ ایسا نہین ہو سکتا کہ کم روی کی تاثیر سے نعل مین وہ اثر ہو جائے کہ اُسکے لوہے کی تلوار بھی ہو تو چل نہ سکے اور تیسرے شعر مین مبالغہ ہے گھوڑے کے ضعف مین اور یہ ظاہر ہی کہ باندھکر ڈالدینے کے وقت بسبب ضعف کے تین جھٹکے لیکر اُترنا ممکن نہین کیونکہ اُس وقت گرنا بے اختیاری ہی اور ضعف مین توقف کرنا اختیاری ہوتا ہی لیکن چونکہ یہ بطور ہزل کے ہی اسلیے طبیعت کو پسند آتا ہے۔

صنعت تعجب یعنی کسی چیز پر تعجب ظاہر کرین کسی فائدے اور غرض کے واسطے جیسے۔

محمد پناہ خان حلیم

کہتے ہین حلیم آیا میخانے سے مسجد مین	ہمکو تو تعجب ہی وہ گبر مسلمان ہو

اس شعر مین قائل نے تعجب کیا کہ حلیم اتنا تو بڑا رند تھا پھر وہ کیسے تائب ہو کر مسجد مین آیا۔

فائدہ تعجب کا حلیم کی رندی مین مبالغہ ہے۔

مومن

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہین	دیر گذری مرگ کو کیا جانئے کیا ہو گیا

موت کے نہ آنے پر تعجب ہے اور گران جانی مین مبالغہ۔

مرزا مہر

سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز اُسپہ دوشالہ ہی	تماشا ہی پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

یہ بات تعجب کی رو سے بیان کی گئی کہ کالے کو پر طاؤس نے پالا ہی۔
فائدہ تعجب کا مبالغہ عداوت مار و طاؤس مین ہے۔

آباد

پیاس بجھ جاتی ہی دیکھے سے عجب چیز ہے	بوند بھر بھی نہین رکھتا ہے مگر آب ذقن

اس امر پر تعجب ظاہر کیا ہی کہ چاہ ذقن مین پانی ایک بوند بھی نہین اور پیاس اُس سے بجھ جاتی ہی

سودا

فندق پائی کہنے کہ نہ دیکھا ہو گا	سرو کی بیخ سے پھولا گل اور رنگ ابتک

برق

شہرہ ہو کیون نہ ابروے جانان کے خال کا	دیکھا کسی نے زاغ کمان ہلال کا

صنعت جامع اللسانین یعنی ایسی عبارت یا فقرہ یا مصرع ہو کہ اُسکو پڑھین تو دو زبانون مین معلوم ہو جیسے یار آجائے تو بہتر یہ فقرہ فارسی اور اُردو دونون زبانون مین معلوم ہوتا ہی اور معنی بھی دیتا ہی فارسی مین الف مقصورہ ساکن سے یہ معنی ہوے کہ اے یار تیری جگہ بہتر ہے اور اس شعر مین۔

احسان دہلوی

فائدہ تم جو مجھے نزع مین یار آے نظر	ہے نہ یارا ے سخن اور نہ یارا ے نظر

مقصود بالتمثیل لفظ یارا ے نظر ہے۔

مہر

موت بھی آئے کہین جاے فراق	گوشۂ دل مین نہین جاے فراق

اس شعر مین مقصود بالتمثیل جاے فراق ہے۔

نسیم

اس جنگلے مین جا پڑا جہان گرد	صحراے عدم بھی تھا جہان گرد

مقصود بالتمثیل لفظ جہان گرد ہے۔

صنعت ذوروتین اُسے کہتے ہین کہ کلام کو باعتبار صورت حروف کے بغیر لحاظ نقاط کے دو زبانون مین پڑھ سکین مرزا غالب اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "تازہ شے بہتر بارہ سے بہتر"، عربی وفارسی اور عربی و ہندی مین بھی یہ صنعت جاری ہوتی ہے مثلاً عربی اِنَّ بَانِی بَابَ بَیْتٍ جَائَنِیْ یعنی تحقیق مکان کے دروازے کا بنانے والا میرے پاس آیا **ہندی** ان پاپی پاپ بیت جانی۔ (از رسالۂ عبدالواسع)۔

صنعت ذوثلثہ اُسے کہتے ہین کہ کلام بہ تغیر نقاط و حرکات تین زبانون مین پڑھا جائے جیسے یہ فقرہ۔

عربی بَیْنی خود تُرِیْدُ یعنے خوبصورت نازک اور نوجوان عورت میرے گھر آنے کا ارادہ کرتی ہے۔

فارسی بینی خود برید **ہندی** بیٹی چہ دیرید (از رسالۂ عبدالواسع)

اس صنعت کو **محتمل اللغات** بھی کہتے ہین بعض نے ان تینون صنعتون کو صنائع لفظی مین داخل کیا ہے۔

فائدہ اس بحث سے ایک اور صنعت نکلتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک زبان کے شعر کا کوئی لفظ بدل دیا جائے تو وہ شعر دوسری زبان مین ہو جائے لیکن مطلب مین فرق نہ آئے بشرطیکہ وہ لفظ پہلے لفظ کا ترجمہ ہو مثال اسکی مرزا نوشہ غالب کا یہ شعر۔

شمار سُبحہ مرغوب بُت مشکل پسند آیا
تماشاے بیک کف بُردن صد دل پسند آیا

اگر دونون مصرعون سے لفظ آیا کو نکال کر اُس کا ترجمہ آمد لکھا جائے تو شعر فارسی کا ہو جائے۔

شمار سُبحہ مرغوب بُت مشکل پسند آمد
تماشاے بیک کف بُردن صد دل پسند آمد

صنعت ترجمۃ اللفظ ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ ایسا لاوین جو اُس کا ترجمہ ہو اسکی دو صورتین ہین۔

(۱) یہ کہ بطور لطیفے کے پہلے کا ترجمہ ہو جیسے۔

میر محمد سوز

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ ہوئے ہزار حیف | اب جو کہے ہین سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

ابتدامین میر محمد سوز میر تخلص کرتے تھے بعد کو سوز تخلص اختیار کیا اس ترجمے مین یہی لطیفہ ہے کہ اُسکے دونون زمانون کے تخلصون کی طرف بھی اشارہ ہے۔

منیر

اگر اسکی ٹھوکر دلون کو ہلادے | ضمیر ایک بھی پائے اپنی نہ غائب

دل کا ترجمہ ضمیر ہے اور یہان غائب کے لفظ سے اُس سے ایک لُطف پیدا ہوگیا ہے کیونکہ ضمیر صرف و نحو کی اصطلاح مین وہ اسم ہے جو اسم ظاہر کا قائم مقام ہوتا کہ جس اسم کا نام پہلے لے چکے ہین دوبارہ نہ لینا پڑے اور یہ تین قسم پر ہے اسلیے کہ اگر بولنے والا اپنی ذات کے لیے اُسے لائے تو ضمیر متکلم کہتے ہین اور جو دوسرے سامنے والے کو اُس سے مخاطب کرے تو وہ ضمیر مخاطب ہے اور جو شخص غیر حاضر کی ذات کے لیے استعمال کرے تو ضمیر غائب ہے۔

ذوق

تیرا ہاتھی ہے فلک کا ہکشان ہے خرطوم | کان دونون مہ و خور دم ہے ذنب سر ہے راس

لطیفہ اس مین یہ ہے کہ ذنب و راس ایک شکل ہے آسمان پر بصورت اژدہے کے اسکو تنین فلک بھی کہتے ہین اسکی ایک طرف کو راس اور دوسری طرف کو ذنب بولتے ہین۔

ایضاً

یہ روز بہ سے ترے ہے جوان جہان کہن | کہے نہ کوئی دوشنبے کو بھی جہان مین پیر

یہان لطیفہ ہے کہ پیر ہندی مین دوشنبے کا ترجمہ ہے اور پیر بوڑھے کے معنے مین بھی ہے جسکی یہان جوان کے مقابلے مین ضرورت ہے۔

(۲) معمولی طور پر ترجمہ ہے جیسے۔

ہیم

موسم گل مین چمن کیسا پری میخانہ تھا | پھول جو تھا وہ کسی محبوب کا پیمانہ تھا

قدر

جو ہاتھ ہمکو خدا بناتا تو دست افسوس ہوتے اپنا
جو پائون ہمکو خدا بناتا تو اپنا پائے فگار ہوتے

مرزا اسد اللہ خان غالب

لیتا ہون مکتب غم دل مین سبق ہنوز | لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

شیخ امان علی سحر

میل اپنے ہاتھ کا سمجھے روپے پیسے کو ہم | کام تھیلی سے نکالا کیسہ دلاک کا

صنعت مسلسل لغت مین مسلسل ملے ہوے کے معنے مین ہے اصطلاح مین مراد اس سے یہ ہے کہ شاعر چند الفاظ ملے ہوے لاوے پھر آسکے جدا کر اُن کو دوسرے معانی ساتھ لاوے جیسے۔

ذوق

ہے آج جو یون خوشنما نور سحر رنگ شفق
پرتو ہے کس خورشید کا نور سحر رنگ شفق ہے
حُسن گل مہتاب لے جوش گل سیراب نے
کیا باغ مین چمکا دیا نور سحر رنگ شفق ہے
دیکھے چمن مین برگ گل آلودہ شبنم جو گُل
خجلت سے پانی ہوگیا نور سحر رنگ شفق ہے
ہے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسپیدگی
کس رنگ ہون ملکر جُدا نور سحر رنگ شفق
جشن بہادر شاہ ہے روز علو جاہ ہے
ہے اسلیے بہجت فزا نور سحر رنگ شفق
وہ خسروِ والا گہر جسکو خجل ہون دیکھ کر
ماہ و ثریا و سُہا نور سحر رنگ شفق

شاعر مصرع اول مین نور سحر رنگ شفق کو متصل لایا پھر اسگلے مصرعون مین ان دونون لفظون کو ہر ایک جگہ علیحدہ علیحدہ معانی کے ساتھ لایا ہے سید غلام حسین قدر بلگرامی نے لکھا ہے کہ میری یہ غزل اسی صنعت مین ہے مگر اصطلاح کے موافق اسپر مسلسل کا اطلاق صادق نہین ہوتا البتہ ناواقف لوگ ایسے اشعار کو بھی مسلسل کہتے ہین۔

جو ہاتھ ہمکو خدا بناتا تو دست افسوس ہوتے اپنا
جو ناخن ہمکو خدا بناتا تو ابناے نگار ہوتے
جو پہلو ہمکو خدا بناتا تو ہوتے ہم چاک چاک پہلو
جو ہمکو سینہ خدا بناتا تو سینۂ رخنہ دار ہوتے
جو گرد کرکے خدا اوڑاتا تو اوڑتے گرد ملال ہوکر
جو سنگ کرکے خدا جماتا تو جمکے لوح مزار ہوتے
خدا کسی کے گلے لگاتا تو پڑتے اپنے گلے الجھ کر
خدا کسی کا جو ہار کرتا گلے کا اپنے ہی ہار ہوتے
خدا جو اُلفت کو آگ کرتا تو آگ کے بنتے ہم سمندر
خدا جو اُلفت کو سنگ کرتا تو اسکی لذت کے ہم شرار ہوتے

صنعت تقسیم مسلسل طرز اس صنعت کا یہ ہی کہ شاعر ایک مصرع یا ایک بیت مین چند چیزین درج کرے دوسرے مصرع یا بیت مین چند لفظ لاے کہ ہر ایک کی تطبیق مناسب ہو جا جیسے

معیار البلاغۃ

تیری مجلس مین زہرہ و کیوان | اک دعاگو دوم ہے خدمتگار

حسرت

وہ غم خوشی دو خوشی غم ہے رند عاشق کو | وہ غم غمِ دل و دین یہ خوشی خویش و تبار

میر محمد رضا ظہیر

عُریان بدنی اشک غا طوق سلاسل | وہ زینت یہ پردہ ہی یہ زیور ہے ہمارا

امیر مینائی

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا | یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

ولہ

ظاہر گل و بلبل سے ہی نیرنگ گلزار جہان | یہ نوحہ گر وہ خندہ زن اک اس طرف اک اُس طرف

ذوق

کوئی ہے کافر کوئی مسلمان جدا ہر ایک کی ہے راہ ایمان | جو اسکے نزدیک رہبری ہی وہ اسکے نزدیک رہزنی ہے

ضامن علی جلال کے یہ اشعار بھی اسی قبیل سے ہین۔

اب لکھے جائین ہم وصف دلہن دولہے | ایک ہے کوکبِ بخت تو اک کوکبِ جاہ
برج اقبال مین ہی آج قران السعدین | دو مہِ حسن ہین یہ رونق وہ منزل گہ شاہ
وہ ہی جوہر تو یہ آئینہ وہ گوہر تو یہ لعل | آرسی وہ تو یہ مصحف وہ ستارہ تو یہ ماہ
وہ صنوبر ہی یہ شمشاد وہ نرگس یہ ہی گل | جو وہ ہی سرو سمن پوش تو یہ لالہ کلاہ
وہ اگر فخر زلیخا تو یہ رشک یوسف | اُسکو بلقیس حشم کہیے تو اسکو جم جاہ
شمع خلوت ہی وہ مہر یہ چراغ خلوت | بوے گلشن ہی دلہن رنگ گلستان نوشاہ

عباس علی خان بیتاب رامپوری

محمد و علی لطف و کرم سے اپنے دیتے ہین | اِدھر سے ساغر تسنیم اُدھر سے جام کوثر کا

ظفر

تیر نگہ و مژگان کیون کر نہون اب قاتل | یہ ناوک پران ہی وہ خنجر بران ہے
لخت دل و اشک اپنی آنکھون سے روان کب ہے | یہ لعل بدخشان ہی وہ گوہر غلطان ہے
کیا کہیے دلا کیا ہی اُس کا دہن و قامت | یہ غنچہ شگفتہ ہے وہ سرو گلستان ہے

زلف و رخ جانان کا مت پوچھ ظفر مجھسے — یہ ابر بہاران ہی وہ برق درخشان ہے

صنعت ابداع لغت مین ابداع بائے موحدہ کے سکون سے ایجاد کرنے اور نیا بنانے کے معنے مین ہے اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ شعر مین معنی خوب اور الفاظ مرغوب لائے اگر سچ پوچھو تو حقیقت مین یہ کوئی صنعت نہین بلکہ اُستادون کا کلام ایسا ہی ہوتا ہی۔

سودا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین — تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ولہ

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا — ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

منیر

مجمع ضدین اگر عدل سے منظور ہو — ہو نہ سکے سنگ سخت دہر مین مینا شکن

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین — اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

ذوق

اتنا عالم مین حذر خون سے ہے خونخوارون کو — خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق

برق

کف نگار مین جام شراب ناب رہا — ہمیشہ ماہ کی منزل مین آفتاب رہا

امیر

دے کہین حکم نہ وہ گھر سے نکلوانے کا — بے خودی جلد مجھے آپ سے باہر کر دے

ناسخ

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا — طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

یاد رکھو کہ صنعت ایداع جو صنائع لفظی مین مذکور ہوئی وہ یائے تحتانی سے ہی۔ بدائع الافکار کے مؤلف نے غلطی کی ہے کہ بائے موحدہ کے ساتھ ابداع لکھ کر اور اُسکے لغوی معنی بتا کر تعریف ایداع بیائے تحتانی کی کرکے مثالین اسکی دی ہین۔

صنعت سحر حلال یہ ہے کہ بیت کے اندر ایک لفظ یا زیادہ جو بظاہر کلمات سابقہ کا تتمہ ہو اور کلمات آئندہ کے مقدمات سے شمار ہو سکے لا دین۔ سحر حلال اسے یون کہتے ہین

کہ سحر مین عجیب غریب چیزین ظاہر کی جاتی ہین اور شرع مین اُسے حرام قرار دیا گیا ہے لیکن ایسے موقع پر اُس لفظ کا لانا سحر کاری سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اُسکے سُننے سے طبائع کو تعجب ہوتا ہے اور باوجود اسکے حرام نہین شعر مین حلال ہے غرضکہ ایسا لفظ بمنزلۂ جادو کے ہوتا ہے۔

نواب یوسف علی خان ناظم

پڑھتا ہے شراب پیکے لاحول	ناظم رندون مین پارسا ہے

لفظ لاحول سحر حلال ہے۔

آصف نواب حیدرآباد

عاشق و معشوق کی دل کی لگی مین ہی یہ فرق	شمع گھلتے ہی گھلی پروانہ جل مین خاک تھا

دل کی لگی کا لفظ سحر حلال ہے۔

خاکسار

کیا ہے حاصل تجھے ناصح مرے سمجھانے مین	آہ جون شمع ہی راحت مجھے جل جانے مین

لفظ راحت سحر حلال ہے۔

ذوق

خط بڑھا زلفین بڑھین کاکُل بڑھے گیسو بڑھے	حسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

لفظ سرکار سحر حلال ہے۔

برق

روبرو سوختہ جانون کے نہ آؤ صاحب	گرمیان خوب نہین آتش شوق کھاؤ صاحب

گرمیان سحر حلال ہے۔

منہ

حسن وہ رکھتے ہو جسکا نہین عالم مین جواب	تمکو زیبا ہی سب اِس سن مین کہ ہی عہد شباب

سن کا لفظ سحر حلال ہے۔

صنعت موقوف لغت مین موقوف ٹھہرا گیا اور تھانبا گیا کے معنے مین ہے اصطلاح مین یہ ہے کہ ایک مصرع یا شعر کا مضمون دوسرے پر موقوف ہو جیسے۔

ذوق

رہی اس طرح بعد از مرگ دنیا کی ہوسنا کی	شرابی گر کے تو ہو قبر اس طرح ہو جائے تر تاکی

ولہ

آبلے دکھلائے جب اس دل رنجور نے
دانتون مین تنکا لیا خوشۂ انگور نے

امیر

مرے پھولون مین جو آتے تو نئے وہ گل کھلاتے
کہ کلائیون مین گجرے تو گلے مین ہار ہوتا
تری ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت
جگر اُس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا

شعر کی مثال۔

ذوق

ابر ہے گرچہ مثالِ نمد نمدیدہ
گر تری برق غضب جھاڑ دے اُس پر تحقیق
تو شتابی سے بھی جل اُٹھے زیادہ وہ شتاب
آگ لگ جانے مین دیر اسکو نہووے مطلق

صنعت تصلیف۔ لغت مین تصلیف کہتے ہین شیخی مارنے کو اصطلاح مین مراد یہ ہے کہ شاعر اپنے حق مین نہایت مبالغہ اور تعلی کرے حیدر تخلص حیدر علی خان بن نواب یوسف علی خان والی رامپور اپنی تعلی مین کہتے ہین۔

اللہ نے بخشی ہے زبان کو مری تاثیر
الہام کے مضمون ہین اعجاز کی تقریر
مین طوطی شکر شکن ہند ہون گویا
ہے بلبل شیراز کو واجب مری توقیر
سلطان فصاحت ہون شہنشاہ بلاغت
باتین مری جوہر ہین زبان ہے مری شمشیر
ہر شعر پہ اصلاح ہے استاد ازل کی
ہے نظم پہ میری نظر ناظم تقدیر
آلودگی دہر سے دامن ہے مرا پاک
ہے بادۂ کوثر سے مری خاک کی تخمیر
پہونچے نہ تعلی کو مری عقل فلاطون
جاتی ہے کہین عرش پہ آواز عصافیر
آزاد ہون با این ہمہ اسباب تعلق
پابند ہون بے سلسلۂ لنگر زنجیر
ہمنام ہون اُس کا جو ہے اژدر کا درندہ
گردون کو ہلاتی ہے مرے نام کی تاثیر

سودا

کرون چمن مین اگر جا کے مین غزل خوانی
تو بلبلین ہون مرے چہچہے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا اگر یہ کھینچے قد
برنگ سایہ پڑے پانون سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میری
نہ آفتاب مین ذرہ رہے درخشانی
ہوا نہین وہ مری صحبت شعر گو سنکر
زمین مین شرم سے اب گڑ گیا ہے خاقانی

مری یہ فکر سخن صفحۂ زمانہ پر ہے	کرے ہی مدح و مذمت مین جو ہر ازبانی
ضیائے مہر پہ کھینچے ہی نقش تاریکی	کرے ہے ظلمت حیوان کو بل مین نورانی

لمؤلفہ

اس گلستان سخن کی زیب و زینت کے لیے	اے چمن پیرا ہوے چننے ہمین کس کس کے پھول
جو سُنا تھا وہ ہی لکھا ہم نے بجی واقعی ہے	بلبل بزم سخن ہو نطق کی مجلس کے پھول

صنعت سلب وایجاب ابی ہلال حسن بن عبداللہ نے کتاب صناعتین مین لکھاہے کہ سلب وایجاب یہ ہی کہ کلام مین ایک شے کی نفی ایک وجہ سے اور اُس کا ثبوت دوسری وجہ سے ہو مثال اسکی ۔

شکیبا

نیم بسمل اُسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین	پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اٹھ گیا

قائل نے غم کی نفی نیم بسمل چھوڑنے کی وجہ سے کی ہے پھر غم کو ثابت اس وجہ سے کیا ہی کہ قاتل کی ضرب کا اعتبار جاتا رہا ۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت خوب جانے	زلیخا جانے یا یعقوب جانے

اگرچہ دوسرے مصرع مین کئی لفظ محذوف ہین مگر اس مین شک نہین کہ پہلے مصرع مین یوسف کی قیمت کی نفی عام آدمیون کی ناشناسی کی وجہ سے کی گئی ہے اور دوسرے مصرع میں اس کا اثبات زلیخا اور یعقوب کی یوسف شناسی کی وجہ سے کیا گیا ہے ۔

غالب

جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو	تو وا کرے اُس عقدے کو سو بھی باشارت

اول عقدے کی کوشش سے وا ہونے کی نفی کی ہی پھر اُس عقدے کے ممدوح کے اشارے کی وجہ سے کھلنے کا اثبات کیا ہے ۔

صنعت کلام جامع یعنی شاعر افسوس و تاسف و غم و رنج و شکایت ایام اور اپنی تکالیف بیان کرے چنانچہ شہر آشوب اور دہر آشوب اسی مضمون مین ہوتے ہین ۔

منیر

رُخ احباب سے ظاہر ہوا ہی بغض نہانی	صفائی کے گواہون مین ہی کاذب صبح پیشانی

حکایت بخت کج کی لکھنے پر آئین جو زندانی
الف آزاد و ان کے ماتھے سے مانگے خط پیشانی

ملوث ہو چلے اہل صفا بھی صحبت بد مین
نہین بہنے کی آب صبح دم مین پاک دامانی

سوائے استخوان زانو ہے فکرت مین نہین باقی
بھلا کس تکیے پر سر رکھ کے سوئے بخت پیشانی

سیہ کارون کے سر پر افسر عزت نظر آئے
بنے ہین مرغ عیسیٰ ان دنون مرغ سلیمانی

پھنسا ہی موذیون کے قبضے مین حسن جہان آرا
قمر در عقرب ان روزون بنا ہے ماہ کنعانی

غنی ہین اژدہا و سیل و جغد و بوم ان روزون
کئے دینگے سلاطین جہان جاگیر ویرانی

چنے کھانے کو ترسین صاحبان گوہر عالی
صدف کو دے نوالہ موتیون کا ابر نیسانی

پھنسے ہین ایک جا ادنے و اعلی داور قسمت
برابر خانۂ زنجیر مین ہے سب کی مہمانی

بچھونا ٹاٹ کمبل اوڑھنا ٹھہرا ہے ان روزون
کوئی اوڑھے بچھائے لیکے ایسا رحم سلطانی

امیرون کے ہے بلائے غدر پہونچی ان غریبون تک
کہ بے قدری و ضعف حال مین جنکا نہین ثانی

مٹا ہے نام شاہی ہند سے اسدرجہ ان روزون
نہین ممکن کہ اب بانات بھی کہلائے سلطانی

جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک
جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی

عدالت ان دنون ایسی بڑھائی ہے زمانے نے
کہ شمشیر و گلو پیتے ہین ایک ہی گھاٹ پر پانی

ہوا جتنا ہما عنقا سے بھی معدوم ان روزون
پڑے ہین دھوپ مین محتاج سایہ ظل سبحانی

پڑے ہین ٹھوکرون مین کاسۂ سر بادشاہون کے
الٰہی روئیے کس کا سر پکڑ کر تاج سلطانی

کسی نے کوڑیون کے مول بھی پوچھا نہ ان روزون
چڑھی نیلام پر سلطانی و نوابی و خانی

محمد جان شاد ریاست اودھ کی ضبطی کے متعلق لکھتا ہے۔

زوال پر جو ہوا نجم شاہی اختر
رہا نہ تخت سلیمان نہ تاج اسکندر

ایک اہلکار جواری کی بدقماشی سے
تمام گنجفہ شاہی کا ہو گیا ابتر

بلند چرخ سے جو قصر خسروانی تھے
وہ کھود کھاد سے ٹیلے ہوئے ہین ڈھیر ڈھیر

چھتین پڑی ہوئی رہتی تھین جن مکانون پر
تو مکڑیون کے ہین جالے وہان کے پردہ در

سوائے خاک بچھونا وہان نہین کوئی
جہان تمام تمامی کے تھے بچھے بستر

ٹپک رہی در و دیوار سے اداسی ہے
برس رہی ہے خرابی ہر اک عمارت پر

ہمیشہ رہتے جہان جمگھٹے تھے پریون کے
مدام بھوت پریتون کا اب وہان ہے گذر

بجا کی رات دن آٹھ پہر جہان نوبت
نفیر جغد ہے شہنا نواز شام و سحر

پرندہ پر نہین جس جا پہ مار سکتا تھا
وہان پڑے ہوے ڈھیرون ہین زاغ و بوم کے پر

چھتین وہ جن مین تھین چھت گیریان لگی تصویر
اب آشیان وہ ہین چمگادڑون کے ہین یک سر

اب اُس مکان مین جاروب تک نہین ہوتی
جہان سدا تھے مگس ران ہما کے پر

چمن چمن جو بسا تھا گلون کی خوشبو سے
روش روش ہو وہان خاک اُڑا رہی صرصر

جہان تھے پھول وہان خار و خس کے ہین انبار
جہان تھے نخل وہان جھنڈیان بجاے ثمر

سواے عجب نہین یاد کچھ امیرون کو
جو مالدار ہین پھولے ہوے ہین دولت پر

بری بخت سے دانہ ملے نہ دانا کو
سپہر دون ہی کسے سفلہ پروری پہ کمر

عزیز رکھتے کمینون کو ہین کمینہ پرست
ذلیل کرتے ہین ذی آبرو کو بد گوہر

شراب عیش ہی ہے جو ہر دن کے پینے کو
برنگ تیغ ہی خون شرب صاحب جوہر

ہنر پسند نہ جوہر شناس ہے کوئی
نہ ذی کمال کی عزت نہ قدر اہل ہنر

لبون پہ مہر خموشی دیے ہین اہل سخن
زبان دراز ہین خونخوار صورت خنجر

سکوت مین صفت مردمک ہین عالی ظرف
چھلک رہے ہین تنک ظرف مثل دیدۂ تر

سماؤن کیا مین گدا چشم اہل نخوت مین
غرور و کبر کے پردے پڑے ہین آنکھون پر

مفتی صدر الدین خان آزردہ

جنکو دنیا مین کسی سے بھی سروکار نہ تھا
اہل نا اہل سے خلطہ جنھین زنہار نہ تھا

انکی خلوت سے کوئی واقف اسرار نہ تھا
آدمی کیا ہو فرشتہ کا بھی وان بار نہ تھا

وہ گلی کوچون مین پھرتی ہین پریشان دردر
خاک بھی اُن کو نہین ملتی کہ ڈالین سر پر

زیور الماس کا سب جن سے نہ پہنا جاتا
بھاری جھومر بھی کبھی سر پہ نہ رکھا جاتا

کانچ کا جن سے دوپٹہ نہ سنبھالا جاتا
لاکھ حکمت سے اُٹھاتے نہ اُٹھایا جاتا

سر پہ وہ بوجھ لیے چار طرف پھرتی ہین
دو قدم چلتی ہین مشکل سے تو گر پڑتی ہین

طبع جو گہنے سے پھولون کے اذیت پاتی
مہندی ہاتھون مین لگا سوتی تو کیا گھبراتی

شام سے صبح تلک نیند نہ جن کو آتی
ایک سلوٹ بھی بچھونے مین اگر پڑ جاتی

اُن کو تکیہ کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا
سنگ پہلو سے اُٹھایا تو سرھانے رکھا

روز وحشت مجھے صحرا کی طرف لاتی ہی
ٹکڑے ہوتا ہی جگر جان پہ بن جاتی ہے

سر ہی اور جوش جنون سنگ ہے اور چھاتی ہی
مصطفےٰ خان کی ملاقات جو یاد آتی ہی

کیون نہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو
قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

صنعت ایراد المثل اسکو ارسال المثل بھی کہتے ہین یہ ہی کہ شعر مین مثل کو باندھین جیسے۔

نادر

دھیان آیا جو زلفون کا غذا کھانے مین مجھکو
مین کیا کہون کیا دال مین کالا نظر آیا

ولہ

زلف کی ناگن سے دل ڈرتا نہین
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مارے

تعشق

جو کہ دانا ہین بجا جاتے ہین وہ گولی کی چوٹ
عین نادانی ہی اُسکی آنکھ کا تل دیکھنا

فراق

تم گالیان جو دوگے مین کیا چٹکیان لون
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے

اسیر

دہان یار سے غنچے کو دعوے
مثل سچ ہے کہ چھوٹا مُنھ بڑی بات

قلق

پھر گئی آنکھ بھی ہمسے تری مژگان کی طرح
یہ مثل سچ ہی کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے

ذوق

سوال بوسہ کو ٹالا جواب چین بردے
برات عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

حسرت

دشمن کو نہین تیغ لو مُنگا تو ہے
حسرت پھینک اُس طرف کو تو نالۂ آہ
یہ بھی نہین تو خاک کا ٹکا تو ہے
لگ جائے تو تیر ورنہ تُکا تو ہے

میر محمدی مائل

کیا کیا کہون مین تجھسے دلِ زار کی ہوس | مشہور ہی جہان مین بیمار کی ہوس

ذوق

مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھے گا تو آنکے پاس | بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

نوا

رات کو کہنے لگا جورو کے مُنھ پر ہاتھ پھیر | قدرت حق سے لگی ہی ہاتھ اندھے کے بٹیر

میر نصیر رنج

کھڑکی نکال جانبِ دشمن نہ بام پر | کوٹھے چڑھی جو بات کھلی خاص و عام پر

کرم رام پوری

چرخ کج باز کے حق مین یہ مثل سیدھی ہے | اونٹ رے اونٹ تری کونسی کل سیدھی ہو

انشا

اے اشک گرم کر مرے دل کا علاج کچھ | مشہور ہی کہ چوٹ کو پانی سے دھار یے

صنعت استخدام وہ یہ ہی کہ ایک لفظ ایسا کلام مین لاوین جس کے دو معنے ہون اور ان مین سے ایک معنی مراد ہون پھر اُسی کلام مین بسبب ضمیر کے پھیرنے کے دوسرے معنے بھی اُس لفظ کے لیے جاوین مولوی غلام یحیی بہاری میر زاہد رسالہ کے حاشیہ مین لکھتے ہین کہ صنعت استخدام اُس صورت مین محسنات معنویہ سے ہی کہ مراد دریافت ہونے کے لیے کوئی قرینہ بھی پایا جائے اور یہ بھی یاد رکھو کہ لفظ کے دونون معنی عام ہین اس سے کہ حقیقی ہون یا مجازی یا مختلف ہون یعنی ایک حقیقی ہون اور دوسرے مجازی مثال اسکی آغا مرزا شاغل برادر خرد و شاگرد نواب مرزا خان داغ کا یہ **شعر** ہے

نہ اُس گلی سے اُڑا لے صبا غبار مرا | کہ اُسکا خاطر دلدار مین کبھی گھر تھا

اول مصرع مین غبار سے خاک مراد ہی پھر دوسرے مصرع مین اسی غبار سے کدورت مراد لی گئی ہی اور یہ یعنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے معنے حقیقی ہین اور دوسرے معنی مجازی -

حالی

یہ جشن مبارک ہی بہت جشن سدہ سے | وہ آگ نکلنے کا یہ بجھنے کا ہی منظر

دوسرے مصرع مین بجھنے کے قبل ضمیر واحد غائب محذوف ہی اسطرح کہ وہ آگ نکلنے کا اور یہ آگ کے

بجھنے کا ہی منظر پہلی جگہ آگ سے آتش مراد ہی اور دوسری جگہ فتنہ و فساد مقصود ہی۔

داغ

زبان دے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شے ہے	ترے دہن مین سہے یا مرے دہن مین رہے

اول مصرع مین زبان دینے سے مراد وعدہ کرنا ہے۔ جیسے محمد شیر علی خان سرور جنگ متخلص بہ شرر کے اس مصرع مین۔ مصرع

دلاسا خاک دوگے جب زبان اصلا نہین دیتے

پھر دوسرے مصرع مین زبان سے مراد عضو مخصوص ہی اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے معنی مجازی ہین اور دوسرے حقیقی۔

ولہ

ملے مجھ سے تو فرمایا تمھین کو داغ کہتے ہین	تمھین ہو ماہ کامل ہین تمھین یہ بتے ہولاے ہین

اول مصرع مین داغ سے شاعر کا تخلص مراد ہی پھر اُس داغ سے دوسرے مصرع مین نشان کے معنی مراد لیے گئے ہین اور یہ معنی ضمیر مخاطب کی وجہ سے حاصل ہوے ہین۔

صنعت الهزل الذی یراد به الجد۔ ہزل بفتح اول و سکون زاے معجمہ و لام سخن بیہودہ اور سخرگی کے معنی مین ہی اور جد جیم کے کسرے سے ہزل کی ضد ہی لغوی معنی اس کے یہ ہین کہ ایسی ہزل جس سے جد مقصود ہو اور اصطلاح مین یہ ہی کہ کلام ظاہر مین بطور تمسخر اور ہزل کے ہو لیکن مراد اُس سے ہزل نہو بلکہ کوئی اور امر مقصود ہو استہزا مین اور اس مین یہ فرق ہی کہ استہزا مین بظاہر جد ہوتی ہی اور باطن مین ہزل ہوتی ہی اور اُس مین ظاہر مین ہزل ہوتی ہی اور باطن مین جد مقصود ہوتی ہے جیسے۔

قلق

اُچھا اسکا اعتبار نہین بیوفا ہے یہ	نازان نہو جو زن دنیا کی چاہ پر

ظاہر مین یہ کلام بطور ہنسی اور مذاق کے معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت ایک نصیحت ہی۔

آتش

دُنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیسوا	شوہر سے اپنے رہتی نہ دیکھی یہ زن درست

میر

دُنیا کی نہ کر تو خواستگاری	اُس سے کبھی بہرہ ور نہ ہوگا

آخانہ خرابی اپنی مت کر	قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

چرکین

تبرا بھیج دنیا پر عدم کی راہ لے ناداں	نہ کر اس مزبلے میں بیٹھ کر آلودہ داماں کو

صنعت تلمیح جسکو تملیح بھی کہتے ہیں اور یہ مناسب نہیں اسلیے کہ تلمیح میم کی تقدیم کے ساتھ لام پر شے ملیح کے لانے کے معنی میں ہی جیسے تشبیہ واستعارہ میں اور تلمیح تقدیم لام سے میم پر کسی چیز کی طرف نظر کرنے کو کہتے ہیں پس یہ معنی خاص ہیں اسلیے کہ شے ملیح کا لانا عام ہی کسی شعر یا قصے یا مثل کی طرف نظر کرنے سے تلخیص المفتاح میں تلمیح کو اُن چیزوں کے ضمن میں لکھا ہی جو سرقات شعریہ سے اتصال رکھتی ہیں اور یہ مناسب نہیں اسلیے تلمیح میں عیب کی کون سی بات ہی اطول میں جو بیان کیا ہے کہ سرقات شعری کے ساتھ اسکو جو جمع کیا ہی تو جامع ان میں یہ ہی کہ دونوں اُن چیزوں میں سے ہیں جن سے مزید احتیاط واجب ہی مگر یہ جامع نہایت رکیک ہی پس رائے انھیں لوگوں کی درست ہے جنھوں نے اُسے صنائع میں شمار کیا ہی۔ بہرصورت یہ صنعت اسطرح ہی کہ شاعر اپنے کلام میں کسی مسئلہ مشہورہ یا کسی قصے یا مثل شائع یا اصطلاح نجوم وغیرہ کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرے جسکے بغیر معلوم ہوے اور بے سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے۔

آتش

عاشق اُس غیرت بلقیس کا ہوں میں آتش	بام تک جسکے کبھی مرغ سلیمان نہ گیا

اس شعر میں اشارہ ہی قصۂ بلقیس کی طرف جو مفصل کلام الٰہی میں مذکور ہی ہدہد کا خبر دینا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس والیۂ ملک سبا تک پہونچانا اور پھر بلقیس کا حاضر آنا یہ مشہور قصہ ہی۔

ناسخ

حکم خدائے حق ہی اُدھر ہی جدھر علی	کیا غم سقیفہ بندئ جم غفیر کا

سقیفہ کا واقعہ یہ ہی کہ جناب سرور کائنات کے انتقال کے بعد آپکی تجہیز و تکفین کا سامان ہو رہا تھا کہ اس اثنا میں انصار بنی ساعدہ کے چبوترے پر جسکو سقیفہ کہتے ہیں سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو جمع ہوگئے اس امر کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہوئی یہ دونوں بزرگ سقیفے کو روانہ ہوے اور وہاں جا پہونچے اور جب یہ دلیل بیان کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہی الائمۃ من قریش کل امام قریش سے ہونگے عام انصار نے اسکو تسلیم کیا اور سب کی رائے حضرت ابوبکرؓ کے

ہاتھ پر بیعت کی ہوگئی حضرت علیؓ اُس موقع پر موجود نہ تھے اور آنحضرتؐ کی تدفین کے بعد بھی ابتدائً اُنھون نے اُس بیعت سے تخلف کیا کیونکہ اُنکو یہ شکوہ تھا کہ سقیفے مین میری عدم موجودگی مین بیعت کیون کی گئی اور مجھ سے مشورہ تک نہ لیا گیا۔

غالب

درِ منثے سے مرا صفحہ لقا کی داڑھی	غم گیتی سے مرا سینہ عمرؔ کی زنبیل

مشہور ہے کہ لقا کی داڑھی کے ہر ہر بال مین موتی پروئے جاتے تھے اور عمرؔ کی زنبیل مین جو کچھ پڑتا تھا غائب ہو جاتا تھا وہ کبھی پر نہوتی تھی۔

ولہ

کاوِ کاوِ سخت جانیہاے تنہائی نہ پوچھ	صبح کرنا شام کا لانا ہے جوے شیر کا

اشارہ ہے فرہاد و شیرین کے قصے کی طرف فرہاد کا شیرین پر عاشق ہونا اور کوہ بے ستون سے نہر کاٹنا تا کہ اس مین دودھ بھر کر آوے اور فرہاد کا غلط خبر پانے سے تیشہ مار کر مر جانا ایک مشہور قصہ ہے۔

ذکی

یوسف کا اپنے دھیان ہے تحریر خط کے وقت	ڈر ہے کہ انگلیان نہ قلم ہون قلم کے ساتھ

اس شعر مین تلمیح ہے قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف زلیخا کا مجمع زنان مصر مین حضرت یوسف کو بلانا اور اُنکو دیکھکر فرط بیہوشی سے اُن عورتون کا بجاے لیمو کے ہاتھ کاٹ لینا مشہور ہے۔

عبداللہ خان اوج

بجا ہے شیرین اگر چھوڑ دلی حج کو چلی	مثل ہے نو سو چوہے کھاکے بلی حج کو چلی

دلی مین شیرین ایک بڑی نامی رنڈی تھی وہ حج کو چلی تو اُسکے متعلق یہ شعر کہا تھا۔

معروف

ناتوان مجھ سے کو کس طرح کرے قاتل دو	ہون مین وہ جزو کہ جو لایتجزے ہووے

جزو لایتجزے اُسکو کہتے ہین کہ بسبب کمال خردی اور باریکی کے اُسکے حصے نہو سکین یعنی اس قابل نہو کہ اُسکو دو یا تین حصے پر تقسیم کرین علماے متکلمین نے اُسکی تقسیم کو ثابت کیا ہے یہ پہلا مذہب فلاسفہ کا ہے۔

ناسخ

اہلِ آدمی ہین وصل میسر نہین کبھی	ہوتا ہے غم نظارۂ مردم گیاہ سے

عوام مین مشہور ہے کہ مردم گیاہ کو جو اکھیڑتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے اسلیے اُسکی جڑ کے اطراف کو خالی کر کے جڑ مین

رسی باندھ کر کتے کی گردن مین باندھ دیتے ہین اور اُسکو چلاتے ہین کہ اُسکے چلنے سے جڑ اکھڑ جاتی ہے اور اکھڑتے ہی کتا مر جاتا ہی شیخ صاحب نے اسی امر کی طرف تلمیح کی ہی۔

انشا

روشنی چاند سے ٹکڑے پہ اسی چاہ سے ہی | چاہ نخشب ہے لب سیب مین کہون یا چاہ ذقن

تلمیح ہی ایک قصے کی طرف اور وہ یہ ہی کہ حکیم بن عطا کے جسے حکیم المقنع کہتے ہین شہر نخشب کے پاس ایک کنوان تیار کرا کے ایک بڑا طاس پارے سے بھروا کے اُس مین رکھوا دیا تھا اور انعکاس شعاع قمر سے ایسا عمل کیا تھا کہ آسمان پر دو چاند نظر آتے تھے۔

ولہ

جیت کر آوے لڑائی جو مہا بھارت کی | تو جدھشٹر بھی کرے نذر سر جیچو دہن

مہا بھارت کی لڑائی کا واقعہ یہ ہے کہ چندر بنسی راجپوتون کے دو خاندانون کورون اور پانڈون مین کہ چچا زاد تھے کورکشیتر یعنی کرنال کے میدانون مین تھانیسر ضلع پنجاب کے قریب بھاری جنگ ہوئی یدھشٹر پانڈون کا بڑا بھائی تھا اور جرجودھن کورون کا بہا تک کہ کورون قتل ہوے یہی یدھشٹر شہر دہلی کا بانی ہے۔

غربت

جسے بیماری داء الاسد ہو | کرے روباہ تریاک نفع اُس کو

اس شعر مین مسئلہ طب کی طرف اشارہ ہی داء الاسد جذام کو کہتے ہین چونکہ اس مرض کا ہجوم حملہ شیر کی طرح ہوتا ہی یا یہ کہ مجذوم کا چہرہ شیر کی صورت پہ ہو جاتا ہی یا یہ کہ یہ مرض اکثر شیر کو ہوتا ہی اس لیے داء الاسد کہلاتا ہی اور روباہ تریاک لکوہ کا نام ہے۔

غالب

مری تعمیر مین مضمر ہی اک صورت خرابی کی | ہیولےٰ برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

اس شعر مین فلسفہ کی اصطلاح کو بیان کیا ہی فلاسفہ کے نزدیک ہیولےٰ ایک جوہر ہے کہ صورت جسمیہ کا محل ہوتا ہے۔

مومن

ہر آہ کہ لب پہ ہے مشرر ریز | دیپک کا ہے نغمہ جنون خیز

دیپک ایک راگ کا نام ہے جسکی تاثیر سے کہتے ہین کہ آگ لگ جاتی ہے

میر حسن

نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر

تسدیس و تثلیث نجوم کی اصطلاحین ہین تسدیس منجمین کی اصطلاح مین دو ستارون کے درمیان تفاوت تین یا زیادہ برجون کا ہونا ہی مثلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری جوزا مین یا قمر جوزا مین ہو اور مشتری حمل مین اور یہ نصف دوستی ہی اور تثلیث منجمین کی اصطلاح مین یہ ہی کہ قمر کو سعد سے پانچ یا نو برجون کا فاصلہ ہو مثلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری اسد مین یا مشتری قوس مین ہو اس صورت مین حمل سے اسد تک پانچ خانے ہین اور حمل سے قوس تک نو خانے ہین اور یہ نظر تمام دوستی ہوتی ہی اور ستارہ سعد قمر کا خادم و ناظر ہوتا ہی۔

آتش

آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا
گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی مین

قصہ یہ ہے کہ رام سورج بنسی راجہ دسرت کے فرزند تھے وہ اپنی سوتیلی مان کے مکر و فریب کے سبب جنگل مین بھیجے گئے وہ اپنی بی بی سمیت بیابانین چلے گئے وہان سے سنگل دیپ کا راجہ راون اُنکی زوجہ کو اپنی قلمرو مین لے گیا رام نے بہت سی فوج لیکر ساتھ اُس پر حملہ کیا اور سمندر کا پُل باندھ کر سنگل دیپ کو فتح کر لیا اور راون کو مار کر اپنی بی بی پھیر لی راون کو راکشش اور دیو مانتے ہین

میر حسن

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع
شکستہ لکھا اور تعلیق سب
خفی اور جلی مثل خط شعاع
رہے دیکھ حیران اتالیق سب

یہ سب خطون کے نام ہین ابن مقلہ نے خط معقلی و کوفی وغیرہ سے چھ خط ایجاد کیے تھے ثلث توقیع محقق نسخ ریحان رقاع۔ ثلث و نسخ مین دو دانگ دور ہوتا ہی اور چار دانگ سطح جلی کو ثلث کہتے ہین اور خفی کو نسخ اور توقیع و رقاع مین ساڑھے چار دانگ دور ہی ڈیڑھ دانگ سطح جلی کو توقیع کہتے ہین اور خفی کو رقاع اور محقق و ریحان ساڑھے چار دانگ سطح اور ڈیڑھ دانگ دور جلی کو محقق خفی کو ریحان کہتے ہین پھر رقاع و توقیع سے استنباط کر کے ایک خط تعلیق ایجاد ہوا تعلیق کا سطح نہایت کم ہی پھر نسخ اور تعلیق سے آٹھوان خط نستعلیق ایجاد ہوا اور وہ تمام دور ہی بعدہ خوشنویسون نے خط نستعلیق اور تعلیق کو ملا کر خط شکستہ ایجاد کیا۔

حالی

چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پر	تو بھر گھاٹ کے آپ ہین اور نہ گھر کے

اس شعر مین اشارہ ہی اس مثل مشہور کی طرف کہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو بھر کیون	ابھی غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

اس شعر مین ایک مشہور معجزہ کیطرف اشارہ ہی شاعر نے بوجہ ناواقفیت کے غلط باندھا ہی طحاوی نے مشکل الغرائب مین اسما بنت عمیس زوجہ جعفر بن ابی طالب سے روایت کی ہی کہ ایک بار بمقام صہبا ضلع خیبر مین جناب سرور کائنات سر مبارک حضرت علیؑ کی گود مین رکھے لیٹے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور حضرت علیؓ نے ابھی عصر کی نماز نہین پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہوگیا پیغمبر خدا نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا تمنے ابھی نماز نہین پڑھی ہی جواب دیا نہین اُس وقت حضرت رسولؐ نے دعا کی الٰہی علیؓ اگرچہ تیری عبادت مین نہ تھا مگر تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو اُسکے لیے لوٹا دے اسما کہتی ہین کہ آفتاب ڈوب چکا تھا کہ یکایک پھر ظاہر ہوا اور دھوپ پھیل گئی اور حضرت علیؓ نے وضو کر کے نماز عصر ادا کی۔

ظفر

اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

اسکا قصہ یہ ہی کہ ابرہہ حاکم یمن ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیون کے مکے کی طرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبے کو منہدم کردے اور بنی کنانہ کو قتل کر ڈالے اُسوقت عبد المطلب مع ہمراہیون کے پہاڑ پر چڑھ گئے ابرہہ کعبے کے گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا اللہ جل شانہ نے اُن پر ابابیل کا ایک جھنڈ بھیجا جو اس لشکر پر سنگباری کرنے لگا جسپر وہ پتھر پڑتا تھا وہ اُسی مقام پر رہ جاتا تھا۔

صنعت نسبت یعنی درمیان دو چیزون مخالف کے مناسبت بیان کرنا جیسے کوئی پوچھے کہ کنوئین اور آتشبازی مین کیا نسبت ہی جواب دینا چاہیے کہ چرخی یعنی یہ ایک چیز ایسی ہی کہ کنوئین مین بھی ہوتی ہی اور آتشبازی مین بھی ایسے ہی اگر پوچھے کہ بندوق اور مہاجن اور فرنگی مین کیا نسبت ہے تو جواب مین کہنا چاہیے کہ کوٹھی اس لیے کہ کوٹھی بندوق مین بھی ہوتی ہے اور کوٹھی مہاجون کی بھی کہلاتی ہی اور کوٹھی صاحب لوگ بھی بنواتے ہین مثال نظم کی یہ ستزاد انشا کے۔

مستزاد

نسبت وہ جو آرام سے ہی ہاتھ کو ٹوکیا
کچھ سوچ کے بتلا + ہی اس مین کلائی

ولہ

نوبت کو ترے نام سے ہی میل یہ کیسا
مت کر تو اچنبھا + کہدے اری باجی

ولہ

وہ کونسی ہی چیز کہان جانوروں سے
اک ہوا اُسے نسبت + اور جی نہین سُمین
کبڑو نکے بدن سے جو بنے سُونیکی چیڑیا
یعنی تری انگیا + اے جان زناخی

ولہ

گوکا جی بھلا یہ کہو تھی کونسی نسبت
کس واسطے کل کیون + آنکھو نپہ تمھاری
جو لوٹ گیا دیکھ کے کل تیلیون والا +
کرلے مین تماشا + اُس مین بھی ہی تیلی +

ولہ

جھنڈے سے بھلا دھان کو ہی کونسی نسبت
بتلایئے صاحب + اس کو بھی نہ سمجھے +
تو تو جھر چکے اور بس اب کھایئے خشکا
ہو جبکہ پھریرا + تو اب بھی نہ سمجھے +

ولہ

ہر دو کے ناموں مین خط سے کیسے نسبت
بر اُس سے کہ جس بن + کچھ کام نہووے +
پہلے وہ لکھا جائے بنے جب کہ لفافہ
ہے یہ ترے انشا + اللہ کی قدرت +

صنعت ذوسخنہ یعنے دو باتون کا ایک جواب دینا مثال اسکی۔

مسافر پیاسا کیون۔ گدھا اُداسا کیون۔ **جواب** لوٹا نہین۔
ایضاً گھوڑا کیون اڑا۔ پان کیون سڑا۔ **جواب** پھیرا نتھا۔
ایضاً بڑا کیون نہ کھایا۔ جوتا کیون نہ پہنا۔ **جواب** تلا نہ تھا۔
ایضاً گوشت کیون نہ کھایا۔ ڈوم کیون نہ گایا۔ **جواب** گلا نہ تھا۔
ایضاً ہاتھی کیون رو کھا۔ کلال کیون بھوکا۔ **جواب** مدھ نہین۔
ایضاً دہی کیون نہ جما۔ نوکر کیون نہ رکھا۔ **جواب** ضامن نتھا۔
ایضاً دیوار کیون ٹوٹی۔ راہ کیون ٹوٹی۔ **جواب** راج نہین۔
ایضاً ستار کیون نہ بجائی۔ عورت کیون نہ نہائی۔ **جواب** پردہ نہ تھا۔

چوتھا جزیرہ اقسام نثر عیوب کلام اور سرقات شعر کے بیان مین

اس جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین۔

شہر نثر کی قسمون کے ذکر مین

پوشیدہ نہ رہے کہ کلام ناموزون نثر ہی اور موزون نظم ہی اور فقرہ نثر مین مثل بیت کے ہی نظم مین مثلاً "مردم دیدہ آج گھر بیٹھے بہشت کی سیر کرتے ہین" ایک فقرہ ہی۔ "اللہ اللہ صفحۂ قرطاس کیا جوش بہار معانی ہی" دوسرا فقرہ ہی۔ "تار نگاہ مین بے تکلف موتی پروے جاتے ہین" تیسرا فقرہ ہے۔ "واہ وا کلک گہربار کی کیا دُرفشانی ہی" چوتھا فقرہ ہی یہ چارون فقرے ملکر نثر ہی فغان بیخبر کی

اس شہر مین دو باغ ہین۔

پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے

نثر کی باعتبار الفاظ کے چار قسمین ہین۔ مُرَجَّز۔ مُقفّےٰ۔ مُسجَّع۔ عاری۔

بیان مُرَجَّز

مُرَجَّز وہ نثر ہی کہ جس مین وزن شعر ہو اور قافیہ نہو یہ قسم بہت کم پائی جاتی ہی مثال اسکی یہ فقرہ فارسی سہ نثر ظہوری کا "نثر رایتش سرو ین گلشن فتح۔ خنجرش ہی دریاے ظفر" اس کا یہ وزن ہی فاعلاتن فعلاتن فعلان یا فعلن بکسر عین کا بتون نے بغیر سمجھے اس عبارت مین تصرف کیا ہی اور مقفےٰ کرنیکے لیے فتح کے آگے نصر کا لفظ اور بڑھا دیا ہی اس سے نہ نثر مرجز رہی نہ مقفےٰ۔

ولہ

فلکش ما منشطۂ صفوۂ دہر	رقمش شستہ چہرۂ مہر

اسکا یہ وزن ہی فعلاتن فعلاتن فعلان بکسر عین۔ اُردو مین آغا غنی کی یہ نثر جسکا وزن مفعول۔ مفاعیلن ہی یہ نثر انتخاب یادگار، مولفہٗ امیر مینائی کی تقریظ مین ہی نثر دیوان حقیقت کے مطلع کے ہین دو مصرع۔ اک حمد الٰہی ہی۔ اک نعت پیمبر ہی اس مطلع روشن کے معنی منور سے ہر ذرہ بھی ہی واقف۔ سُنتے ہین ازل سے سب۔ یہ مطلع نورانی۔ پر اسکے سوا ابتک۔ اس ساری غزل مین سے اک شعر نہین پایا۔ لیکن مجھے ہاتھ آیا۔ اسوقت غنی موقع مین سب کو سُناتا ہون۔ اس مطلع یکتا کا۔ جو حُسن ازل سے ہی۔ اسوقت موافق ہین۔ کیونکر نہ ثناخوان ہون۔ سامان غزل خوانی۔ کیا خوب مہیا ہے۔ دربار مین حاضر ہین۔ نقاد زر معنے۔ عالم کو سخن میرا۔ سُننے کی تمنا ہی" یہان یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ وزن مین قید ضرور نہین۔ ملا غیاث الدین کتاب غیاث اللغات مین لکھتے ہین "نثر مرجز نثرے باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جاہا ہمہ ہموزن باشند در تقابل یک دگر بدون رعایت سجع" اور مثال مین یہ نثر لاتے ہین "خیال ناظم بے تعلق قامت دلربائے ناموزون ست وقیاس ناثر بے تمسک کاکل مربائے نامربوط" اور رحسن القواعد کا مؤلف اس تعریف کا ترجمہ یون کرتا ہی "مرجزوہ نثر ہی کہ جسکے دو فقرون کے کلمات مقابل باہم ہموزن ہون اور قافیہ نہ رکھتے ہون جیسے دو صرف اوقات بے ذکر واہب کارساز و خروج انفاس بجز شغل خالق کردگار عین نقصان ست" یہ مثالین نثر مرجز کیطرح نہین بلکہ موازنہ کی وہ قسم ہین جسکو مماثلہ کہتے ہین اور بیان اسکا سجع مین آتا ہی نثر مرجز مین وزن شعر کا ہونا اور قافیہ نہونا مشروط ہی خدا جانے یہ حضرت سجع کسکو کہتے ہین سجع ہموزن ہونا دو لفظون کا ہی فقرتین یا مصرعین مین وہ یہان موجود ہی پھر بدون رعایت سجع کے کیا معنی شاید یہ بزرگ وزن کو برابر ہونا کلمات کا سمجھتے ہین اور سجع تقطیع شعر کو کہتے ہین سُبحان اللہ بہت ٹھیک فرماتے ہین اور خوب سمجھتے ہین اگر وزن شعر دار و قافیہ ندارد فرماتے تو کیا حرج تھا ناحق مورد طعن ارباب دانش ہوے اور مرزا غالب وغیرہ کو اعتراض کرنے کا موقع ملا اور ناظرین کو غلطی مین ڈالا۔

بیان نثر مقفے

نثر مقفے وہ جو مرجز کے برعکس ہو یعنی قافیہ رکھتی ہو اور وزن نہو مثال اسکی یہ عبارت جادۂ تسخیر کی معشوق کی ہنستی پیشانی مین بوستان مسرت کی شان۔ عاشق کی جبین گلستان کے باب نجم کا عنوان۔ اس کی سرنوشت رنگین ہی حُسن کا افسانہ اُسکے سرخط گلزار مین عبارت عاشقانہ۔ اس کی چوٹی بنفشے کا جواب اُسکی زلفون مین عشق پیچے کا پیچ و تاب اسکی شمیم غالیہ بیز اُسکی ہوا وحشت انگیز اسکا چہرہ ارغوانی۔ اُسکا رنگ زعفرانی اسکی بھوین شاخ بادام سے بہتر۔ اُسکی ابرو داغ لالہ احمر۔ اس کی

آنکھین نرگسی اُس کی گلابی - اسکی پلکین نقاب دار عروس چمن اُس کی ہوے مژہ آئینہ دار بے حجابی رخسارے دونون کے صحیفہ گلستان شباب بگریہ سرا اُن پر اعراب - ہونٹھ گلبرگ انتخاب - لیکن جو خشک یہ شاداب ﴿ یاد رکھو کہ نثر مقفے کے دونون فقرے الفاظ مین متساوی ہون اور ایک دوسرے سے زیادہ نہ ہو یا فقرہ ثانی فقرۂ اول سے طویل ہو مگر نہ اس قدر کہ اعتدال سے بالکل نکل جائے کیونکہ قافیے مین عمدہ تو اعتدال ہی ہے اور قطع نظر قافیہ سے اعتدال ہر اک شے مین مطلوب ہوتا ہے اور نفس بالطبع ادھر میل کرتا ہی جہان تین فقرے واقع ہون تو جائز ہی کہ پہلے اور دوسرے فقرے مین چار چار لفظ ہون اور تیسرے فقرے مین دس یا گیارہ اور تینون فقرے متساوی بھی لکھتے ہین یا فقرۂ ثانی فقرۂ اول سے چھوٹا ہو مگر یہ عیوب مین داخل ہی اسلیے کہ سامع کو چھوٹے فقرے کے سن لینے کے بعد بھی اُس شخص کا سا انتظار رہتا ہی جو کسی شے کی انتہا اور غایت کا منتظر ہو - نثر مقفے دو حال سے خالی نہین ہوتی یا مقفاے قصیر ہوتی ہی یا طویل - قصیر کے دونون فقرون مین کم الفاظ ہوتے ہین اور اُسکے ہر ایک فقرے کے الفاظ کی حدود سے دس تک ہی اور جتنا قصیر ہو احسن ہے کیونکہ قوافی قریب قریب واقع ہونگے جیسے اس نثر مین یار محمد خان شوکت کی نثر قصیر معاف ہو بڑے بے انصاف ہو کل کی بات بھول گئے - جو آج پھول گئے - خوش تقریر ہو - مگر بے طرح شریر ہو ﴿ اور مقفاے طویل مین ہر فقرے کی تالیف گیارہ سے بیس لفظون بلکہ اس سے بھی زیادہ تک ہوتی ہے -

بیان نثر مسجع

نثر مسجع وہ ہی کہ الفاظ فقرتین وزن مین برابر ہون اور حرف آخر مین بھی موافق ہون یعنے پہلے فقرے کے تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ سے وزن و حرف آخر مین موافقت رکھتے ہون نظم مین یہ صنعت آپڑے تو مرصع اور نثر مین آوے تو مسجع کہینگے اور اس صناعت کے بعض ماہرون نے جو سجع کی مذمت کی ہو تو اُن کی طبیعتون کی کمزوری کے سوا ظاہر اکوئی وجہ نہین معلوم پڑی کیونکہ اگر یہ صنعت فی الحقیقت مذموم ہوتی تو قرآن شریف مین کیون واقع ہوتی ہم کو کوئی سورۃ سجع اور موازنہ سے خالی نہین ملتی علی بن عیسیٰ نے جو کہا ہے کہ کلام مین قافیہ ہو اور وزن نہو تو مراد یہ ہی کہ وزن شعری نہو اس طرح کہ نظم نہ بن جاے اور ہمنے جو لکھا ہے کہ فقرون کے الفاظ وزن مین برابر ہون اس سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ کا ہم وزن ہوئے نثر مسجع مین فقرے طویل بھی ہوتے ہین اور قصیر بھی - اور فقرون کے طویل و قصیر ہونے کی کیفیت یہان بھی وہی ہی جو نثر مقفے مین ہوتی ہے

مثال نثر مسجع کی کان ملاحت معدوم مہیان معدوں بیوفائی چالاک یگانہ دلبر عیار کے شوق مین بقرار ہون اور جان صباحت موہوم دہان مخزن دلربائی سفاک زمانہ کا فرطرار کے ذوق مین اشکبار ہون۔" دریاے لطافت کے مؤلف نے اسکی مثال مین یہ عبارت لکھی ہی "پونڈا ایسا اتنا بڑا کہ جسکی بڑائی بیان سے باہر ہی پونڈا میٹھا ایسا بھلا کہ اُسکی بھلائی گمان سے بڑھکر ہی۔" باوجودیکہ ایک فقرے کا لفظ دوسرے فقرے کے لفظ کا ہم وزن ہے نظم سے ہر ایک فقرہ خارج ہی اگر نثر مسجع کے الفاظ مین رعایت صنعت تجنیس کی بھی ہو یعنے فقرہ ثانی ہو بہو فقرہ اول کی نقل ہو مگر معنی جُداگانہ ہون تو یہ نہایت خوبی ہے اور اسکو **صنعت ترصیع مع التجنیس** کہتے ہین مثال یہ فقرہ دریاے لطافت کا "مقصود بیگ دو مقصود بیگ دو۔"

واضح ہو کہ اس صنعت کا حُسن یہ ہی کہ دونون فقرون مین کوئی لفظ مکرر نہ واقع ہو۔

بعض کے نزدیک مسجع نثر مین مرادف ہی مقفٰے کا یعنی اُنکے نزدیک سجع کی یہ تعریف ہی کہ پہلے فقرے کے آخر کا کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کے کلمے سے قافیہ مین موافق ہو چنانچہ سکاکی نے کہا ہی کہ سجع نثر مین ایسا ہے جیسے نظم مین قافیہ اور جو تعریف مسجع کے واسطے مذکور ہوئی وہ اُن لوگون کے نزدیک مرصع کی تعریف ہے خواہ نظم مین جاری ہو یا نثر مین دونون جگہ مرصع ہی کہتے ہین اور اس کو مثل متوازی اور مطرف اور موازنہ کے سجع کی ایک قسم قرار دیتے ہین۔

سجع متوازی وہ ہی کہ فقرون کے آخر کے دو لفظ وزن اور حرف آخر مین متفق ہون جیسے دفار حصار از مذہب **عشق معروف بہ قصۂ گل بکاولی** "جس کوچہ و بازار مین جاتی وہان اسباب عیش مہیا پاتی" جاتی اور پاتی دونون لفظ وزن اور حرف آخر مین موافق ہین۔

جسکی طرف چشم سُرمہ سا اُٹھاتی آئے نقش پا کی طرح مٹاتی اور جیسدم تیغ ابرو یا خنجر مژگان دکھاتی اہل نظر کو بسمل کی طرح لٹاتی۔

اُٹھاتی مٹاتی کے اور دکھاتی لٹاتی کے مقابل ہی اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہی جیسے اس شعر مین۔

صابر شاہ دہلوی

جو ہم بستر نہو ہمسے تو اُسکی کیا شکایت ہے
نظر بھر کر ہمین اک دیکھنا اُسکا کفایت ہی

سجتا در نظم غافل

بیمار عشق کی نہ دوا ہو طبیب سے
مرجائے یا جیے کوئی اپنے نصیب سے

غالب

ملے دو مرشد دن کو قدرت حق سے ہین دو طالب | نظام الدین کو خسرو سراج الدین کو غالب

اگر سارے الفاظ اسیطرح ہون تو مرصع کہینگے۔

سجع مطرف یہ ہی کہ فقرے کے کلمات اخیر وزن مین مختلف اور حرف آخر مین متفق ہون مثال اسکی گل بکاولی مین اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے بجنسون کی صحبت مین جاؤن اور اُن سے آب وصال سے اس آگ کو بجھاؤن، جاؤن اور بجھاؤن کا وزن ایک نہین لیکن حرف آخر ایک ہی اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہے جیسے اس شعر مین۔

مکند لال آرام

ہمد مو مجھ سے یہ کہتے ہو نہ تو یار سے مل | اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

یار و اغیار وزن مین مختلف ہین لیکن حرف آخر دونون مین راے مہملہ ہے۔

سجع موازنہ اُسے کہتے ہین کہ دونون فقرون کے الفاظ آخر متفق الوزن ہون لیکن حرف آخر مختلف ہو جیسے اس فقرے مین **کتاب توبۃ النصوح** کے دیکھو روح یہ ایک جوہر لطیف ہی اور بجسکو بہت عزیز، لطیف اور عزیز ہم وزن ہین لیکن حرف آخر مختلف ہی۔

اسی مثال مین ہی نواب غوث محمد خان والی جاورہ کی سیر تجمتم کی یہ عبارت غرض جس کسی نے عدم سے وجود مین آکر تماشاے موجودات نہین کیا وہ کالمعدوم ہے اور جس مردنے اپنی زندگی ایک گوشے مین بیٹھکر بسر کی وہ گویا زن مستور ہے۔

تنبیہ یہان یہ امر لائق غور ہی کہ سجع کی تعریف تو یون کی گئی ہی کہ دونون فقرون کے اخیر کے الفاظ باعتبار وزن اور حرف اخیر کے موافق ہون اور موازنہ کو سجع کی ایک قسم قرار دے کر اُسکی تعریف مین لکھا ہے کہ دونون فقرون کے کلمات اخیرہ وزن متفق رکھتے ہون اور حرف اخیر مختلف حالانکہ سجع کی تعریف موازنہ پر صادق نہین آتی کیونکہ اُس مین فقرون کے آخر کے کلمات مین قافیہ موجود ہی اور اُس مین مفقود بنابران صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک موازنہ اور سجع مین مباینت ہی اور کتاب مثل السائر کا مصنف کہتا ہے کہ موازنہ سے سجع اخص ہی اسواسطے کہ سجع مین الفاظ آخر متحد الوزن والقوافی ہوتے ہین اور موازنہ مین الفاظ آخر صرف متساوی الوزن ہوتے ہین اُن کے حروف آخر ایک نہین ہوتے جداگانہ ہوتے ہین یحییٰ بن حمزہ بن علی نے طراز مین لکھا ہے پس موازنہ شرط اتحاد وزن الفاظ آخر مین تو سجع کا مشارک ہی اور حرف روی کی موافقت مین مخالف اس صورت مین ہر ایک سجع موازنہ

ہے اور ہر ایک موازنہ سجع نہین مولوی امام بخش صہبائی اس مقام کی توضیح مین لکھتے ہین کہ اس صنعت کی تعریف مین اگر الفاظ اخیرہ کے فقط وزن مین موافق ہونے سے یہ مراد ہی کہ موازنہ مین الفاظ اخیر کا حرف اخیر مین مخالف ہونا واجب ہی تو اس صورت مین سجع اور موازنہ مین تباین ہوا یعنی نہ صفت سجع کی موازنہ پر صادق آئے گی اور نہ صفت موازنہ کی سجع پر کیونکہ سجع مین حرف اخیر کی موافقت واجب ہی اور یہان مخالفت اور اگر یہ مراد ہی کہ موازنہ مین وزن کی موافقت شرط ہی اور حرف اخیر کی موافقت شرط نہین یعنے ہو ہو نہو تو اس صورت مین ایک جگہ سجع اور موازنہ دونون صادق آجاوینگے جیسے وصال دوست کا محض خیال ہی اور رحم کرنا رقیب کا محال ہی" شرط سجع اور موازنہ دونون کی پائی جاتی ہی یعنی موافقت حرف اخیر کی اور یہ شرط سجع کی ہی اور موافقت وزن کی اور یہ شرط موازنہ کی ہی اور ایک جگہ موازنہ پایا جائے گا بدون سجع کے جیسے دل معاد سے غافل ہی اور جان ذکر سے فارغ اور ایک جگہ سجع پایا جائے گا بدون موازنہ کے جیسے رقیب کی طرف سے خار ہے اور سینہ دوست کے جور سے افگار ہی" خار اور افگار بطور سجع کے ہین نہ بطور موازنہ کے اور حدائق البلاغت کے مصنف سے تعجب ہی کہ موازنہ کی تعریف مین آپ ہی لکھا ہی کہ موازنہ وہ ہی کہ دونون فقرون کے الفاظ اخیر وزن مین متحد ہون اور حرف اخیر مین مختلف اور پھر اسکو ایک قسم سجع کی قرار دیا ہی حالانکہ سجع مین شرط یہ ہی کہ حرف اخیر مین موافقت ہو نہ مخالفت اس تحقیق سے واضح ہوا کہ موازنہ سجع کی قسم نہین اب رہی یہ بات کہ آیا موازنہ نثر کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی یا نظم مین بھی جاری ہوتی ہی اس باب مین بھی ہمکو مولوی امام بخش صہبائی کی تحقیق کامل پسند ہی کہ انھون نے میر شمس الدین فقیر کے اس قول پر کہ یہ صنعت نظم مین نہین آتی کیونکہ نظم کے اخیر مین قافیہ واجب ہی اعتراض کرکے توجیہ وجیہ کے ساتھ لکھا ہی کہ جن لوگون نے یہ توہم کیا ہے کہ موازنہ مختص نثر کے ساتھ ہے محض بیجا ہی کیونکہ وہ نثر اور نظم دونون مین جاری ہوتی ہی اور یہ توہم نثر سے خصوصیت رکھنے کا اس سبب سے ہی کہ عربی کتابون مین اس صنعت کی تعریف مین لکھا ہے کہ وہ مساوی ہونا دو فاصلون کا ہی وزن مین اور فاصلہ نثر کے الفاظ اخیرہ ہی کو کہتے ہین اور یہ نہ جانا کہ ذکر فاصلے کا بطریق احتراز کے نہین ہی تاکہ اس سے نظم خارج ہو جائے بلکہ بطریق تمثیل کے ایک کا ذکر کر دیا ہی اور اختصار کی وجہ سے مصرع کا ذکر چھوڑ دیا ہی اور چونکہ یہ صنعت نظم مین جاری ہوتی ہی اکثر شرح کرنے والون نے فاصلے کے آگے لفظ مصرع کا بھی لاحق کر دیا ہی الحاصل یہ موازنہ نثر اور نظم دونون مین آسکتی ہی اور اگرچہ نظم مین مقفے ہونا شرط ہی لیکن سوائے مطالع و مثنوی و مسدس ترکیب بند و ترجیع بند کے ہر ایک شعر مین لانا ممکن ہی مثال اسکی۔

مرزا محمد علی لکھنوی گستاخ

جی لگایا تھا مجھے ہوویگی فرحت حاصل | یہ نہ جانا تھا کہ آوے گی قیامت لازم

منیر

ملک نظم لشکر مین اس طرح خادم | ردیف و قوافی مین جس طرح حاجب
نمک زخم دل پہ ہوا جبر مارح | سفائن مین طوفان کا خوف غالب

غالب

بوسہ دینے مین اُن کو ہے انکار | دل کے لینے مین جن کو تھا ابرام

میر تقی

رہے ہمیشہ تیرے دوستون کے ساتھ اقبال | عدو کو تیرے نہ دے فرصت ایکدم ادبار

موازنہ مین اگر تمام الفاظ نثر یا نظم کے اندر ایسے ہی واقع ہون کہ وزن مین موافق اور حرف آخر مین مختلف ہون تو اُسکو مماثلہ کہتے ہین اور یہ مماثلہ موازنہ مین ایسے ہی ہے جیسے سجع مین ترصیع اور یہ بھی نثر اور نظم دونون مین آتی ہی اور جن لوگون نے یہ گمان کیا ہی کہ مماثلہ مختص نثر کے ساتھ ہی غلط ہی مثال نثر کی فارسی مین وہی ہی جو ملا غیاث الدین نثر مرجز کی مثال مین تحریر فرماتے ہین اور اُنکی اتباع سے مولوی حفظ اللہ مصنف انشاے قیصر سان اپنی انشا مین لاے ہین (خیال ناظم بے تعلق قامت دلربائے ناموزون ست و قیاس ناثر بے تمسک کاکل مویاے نامربوط) اللہ اللہ کیا لیاقت اور کیسی ہمہ دانی ہی کہان نثر مرجز کی تعریف اور کہان مماثلہ کی مثال بھلا غالب کیون نہ روئین اور کس طرح نہ چلائین اور نظم کی مثال یہ ہی۔

اسیر

گیسوے حور جنان ہی اسی توسن کی عنان | حلقہ چشم ملک ہی اسی مرکب کی لجام

غالب

اے شہنشاہ فلک منظر و بے مثل و نظیر | اے جہاندار کرم شیوۂ و بے شبہ و عدیل

تیر انداز سخن شانۂ زلف الہام
تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

یاد رکھو کہ عبارت مسجع و مرصع و مقفےٰ ہر وقت معاملات مین بولنا منع ہی کیونکہ تکلف سے خالی نہیں البتہ دعاؤن اور خطبون اور کتابون وغیرہ مین جائز و مناسب ہے۔

سجع نگین

سجع کے لغوی معنی آواز کبوتر و قمری کے ہین اور اصطلاح مین سجع وہ ہی جو اوپر بیان ہوا اور سجع سجع نگین کو بھی کہتے ہین یعنے کسی شخص کا نام فقرہ یا آیت کلام الہی یا مصرع وغیرہ مین مندرج کرکے نگین پر کھدواتے ہین اُسکو بھی سجع بولتے ہین مثال اسکی لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اس آیت سے رحمۃ اللہ نام مراد ہے۔

ایضاً در شہر علم محمد علی ؛ یہ سجع محمد علی کے نام کا ہی اور اس مین تلمیح ہی اس حدیث کی طرف انا مدینۃ العلم و علیٌ بابہا۔

ایضاً بروز قیامت محمد شفیع ؛ یہ سجع محمد شفیع کے نام کا ہی معلوم کیا چاہیے کہ اُستادان فن نے یہ بات قرار دی ہے کہ سجع مین فعل ماضی و مضارع و ضمیر و حرف رابطہ وغیرہ حتی المقدور نہ آنے پائے اور اگر سوائے ماضی کے فعل مضارع یا ضمیر آئے تو کچھ مضائقہ بھی نہین اور اس زمانے مین اس کی کچھ قید نہین ہے۔

سجع من غلام قنبرم قنبر غلام حیدر ست ؛ اس سجع مین لطف یہ ہی کہ مولوی غلام قنبر جنکے نام کا یہ سجع ہے اُنکے والد کا نام غلام حیدر ہی۔ اور یہ سجع زبان اُردو مین اور بھی زیادہ لطیف ہوتا ہی **مولف** مین ہون غلام قنبر قنبر غلام حیدر ؛ حافظ احمد یار کا انشا نے سجع کہا ہی ؎ اللہ حافظ احمد یار ؛

سجع نام محمد کالے ؛ یہ سجع محمد کالے کے نام کا ہے۔

ایک شخص کا نام غلام علی اور باپ کا نام غلام محمد ہی ذوق نے سجع کہا ہی ؎ پدر غلام محمد پسر غلام علی ؛ سید احمد حسن کے نام کا سجع غالب نے یون لکھا ہے ؎ دل حیدر و جان احمد حسن۔

بیان نثر عاری

اس کے الفاظ مین نہ وزن کی قید ہی نہ قافیہ کی یعنی ان سب باتون سے عاری ہوتی ہے اور اس کو روزمرہ اُردو بھی کہتے ہین اور آج کل اُردو مین اس قسم کی نثر بہت مروج ہی مثال عبارت دیباچہ آبحیات کی ہی **نثر** آزاد ہندی نژاد کے بزرگ فارسی کو اپنی تیغ زبان کا جوہر جا[نتے] تھے مگر تخمیناً سو برس سے کل خاندان کی زبان اُردو ہی بزرگون سے لیکر آجتک زبانون کی تحقیقات مین بکمال سرگرمی اور جستجو رہی۔ اب چند سال سے معلوم ہوتا ہی اس ملک کی زبان ترقی کے قدم آگے بڑھا رہی ہی یہان تک کہ علمی زبانون کے عمل مین دخل پیدا کر لیا اور عنقریب بارگاہ علم مین درجہ خاص کی کرسی پر جلوس کیا چاہتی ہی ایک دن اپنی خیال مین تھا اور دیکھ رہا تھا کس طرح

اس سے ظہوری کا کس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھی کس طرح عہد بہ عہد اس درجے تک پہونچی تعجب ہوا کہ ایک بچہ تھا بہجانی بازار مین پھرتا ملے شعرا اُسے اُٹھالین اور ملک سخن مین پال کر پرورش کرین انجام کو یہانتک نوبت پہونچے کہ وہی ملک کی تصنیف و تالیف پر قابض ہو جائے۔

یہ بات بھی افسوس کے ساتھ لکھنے کے لائق ہے کہ کتاب ہفت قلزم جو ایک کتاب ضخیم فن لغت مین غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے نام سے مرتب ہوئی ہے اُس مین مثال نثر عاری ایلین یہ دو فقرے ظہوری کے مندرج ہین "دراتش سرو بن گلشن فتح خنجر شماہی دریاے ظفر" اللہ ہر ایک شخص کو غلطی سے بچائے۔

دوسرا باغ نثر کی قسموں مین باعتبار معنی کے

نثر کی بلحاظ معنی کے دو قسمین ہین سلیس اور دقیق سلیس وہ ہے کہ جسکے معنی بہ سہولت سمجھ مین آجائین اور دقیق وہ ہے جسکے معنی دقت سے سمجھے جائین ان مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین سادہ اور رنگین سادہ وہ ہے جس مین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو اور رنگین وہ ہے کہ اداے مطلب مین ایک طرح کے الفاظ کی رعایت کی ہو مثلاً اگر شام کا ذکر آے تو شام غریبان کی اُداسی کبھی رات کا سناٹا کبھی تارون کی چھاؤن کو چاندنی اور اندھیری کے ساتھ دکھایا جائے اور جو صبح کا بیان ہو تو رات کی رخصت سیاہی کا پھٹنا نور کا ظہور آفتاب کا طلوع مرغزار کی بہار مذکور ہو اور بہار کا ذکر آیا ہے تو آخر تک اُسی کے مناسب لکھدین یا علم کا ذکر آئے تو اُسکے مناسب لکھین غرض جس حالت کو لین اس کا سمان باندھ دین۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ معنے کے اعتبار سے نثر کی چار قسمین ہین۔

سلیس سادہ

جسکے معنی بسہولت سمجھ مین آئین اور مطلب کو اُس مین بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے سر سید احمد خان مرحوم کی اس عبارت مین نثر آمدنی کے ذریعون مین ظاہرا دو ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہین جو تمام ذرائع کو حاوی ہین ایک زراعت اور دوسرا تجارت مگر ان دو ذریعون مین زراعت تو ایک ایسی چیز ہے کہ اُس مین انسان ایک خاص قسم کی ترقی کر سکتا ہے اور وہ بھی ایک حد معین تک مگر تجارت ایک ایسا عام اور قابل ترقی ذریعہ ہے کہ اسکے سبب سے انسان کو اصناف و انواع کی ترقی حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور اسکے واسطے کوئی ایسی حد نہین نکلتی جسکے آگے ترقی ناممکن ہو بلکہ جہانتک انسان کی عقل کی رسائی ممکن ہے وہان تک اس کی بھی ترقی ممکن ہے

اور یہی ایک ایسی چیز ہی جس مین انسان اپنے ہر طرح کے کمالات اور خوبیان ظاہر کر سکتا ہی اور یہی تمام صناعیون دستکاریون اور ہنرمندیون کی جڑ ہے۔

دقیق سادہ

وہ ہی جس کے معنی دقت سے سمجھے جائین اور اُس مین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے یہ عبارت حضرت اُستادی مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی مرحوم کی امیر اللغات کی تقریظ مین۔

نثر ہر زبان جو ما فی الضمیر کی ترجمان ہی اپنی خصوصیات مین ضرور امتیاز رکھتی ہے اگرچہ وہی مفردات وہی مرکبات وہی کنائے وہی تمثیلین وہی مقام استعمال وہی مثلین وہی مقولے ہین جو لغات مین مستعمل ہین لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل اور نکتہ لانحل ہی یہ مسلم ہی کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہی مفردات کے اصلی مادے کی جستجو اشتراک لفظی یا معنوی حقیقت یا مجاز کا بتانا اسکے عوارض ذاتی اور محل بحث ہین لیکن اسکے موضوع کو جو مختلف خلطون سے مخلوط ہو کر ہر خاص و عام کی زبان پر آتا ہی اس طور پر ملحوظ رکھنا کہ خاص زبان اور اُسکے الفاظ اور مستعملات اخلاط ناگہانی سے الگ ہو کر ممتاز رہین یا بحث کے مقامات اُن عوارض سے الگ ہون جو عوارض ذاتی یا نوع عوارض ذاتی سے جُدا اور اغراض غریبہ مین داخل یا اُس کے عین ہین کوئی آسان امر نہین کبھی کبھی اس عموم موضوعیت کے علاوہ خاص خاص وہ پہلو بھی مبحوث عنہ ہو جاتے ہین جو خاص ایک زبان سے متعلق اور دوسری زبان کے موضوع یا عنوان موضوع کے خلاف ہوتے ہین مثلاً بعض جملے جو ہیئت ترکیبی کی وجہ سے مفردات کے کل ہین اور مفردات اسکے جز ہین۔ بظاہر موضوع کی نوعیت اور تشخصیت سے الگ اور جُدا ہوتے ہین جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کیون یہ محل بحث اور موضوعیت مین داخل ہین

سلیس رنگین

وہ ہی جس کے معنی سہل ہونے کے ساتھ ادائے مطلب مین مناسبات الفاظ کی رعایت ہو جیسے فسانۂ عجائب کی اس عبارت مین **نثر** اس سال نیا ساز و سامان ہے ہولی شب برات بہار کے دست و گریبان ہی باغبان ازل دفعتہً مین لگائے گا بوٹا بتا جو بن مہکائے گا نسیم سحر غنچون کی گانٹھ ٹٹولنے لگی عبیر اور گلال گرہ سے کھولنے لگی تختۂ لالۂ چراغان کا ڈھنگ دکھاتا ہی نہر دان مین فوارہ پچکاری کا رنگ دکھاتا ہی کوسون تک سبز مخمل کا فرش بچھا ہی شاداب کوہ و صحرا ہی پتا پتا کان زمرد کا بنا و بنا ہی شبنم کا قطرہ دُر بے بہا کا آویزہ ہی کوہ مین کبک دری کا قہقہہ باغ مین بلبل کا نارے

صحن گلزار مین سبزے نے سر نکالا ہی جس قلمتراش مین شاخ کا دستہ ہے قوت نامیہ کے فیض سے یک قلم گلدستہ ہی اس گلشن ایجاد مین کیا نمونۂ قدرت پروردگار ہی کہ دست و گریبان خزان و بہار ہی اگر شاخ سے کوئی پتی مرجھا کر ٹوٹتی ہی تو برابر سبز کونپل پھوٹتی ہے گل کی ہنسی پر گریۂ شبنم ہی کہ مہلت یہان بہت کم ہی بشر کو لازم ہی کہ فرصت کو غنیمت جان کر اِن خیالون سے درگذرے جو امر ضروری ہو اُسکو کر گذرے لہذا صدر نشینان بزم طرب و سرور انجمن آرایان جلسۂ شادی و سور کی خدمت مین اُمیدوار ہون کہ ازراہ دوستانہ بے عذر و بہانہ رونق بخش جلسۂ احباب ہون خاکسار رہین منت ہوگا۔

ہندوستان کی اصطلاح مین ایسے لوگون کو کہ گفتگو مین مناسبات کا استعمال بالالتزام کرتے ہین **جگت باز** اور **ضلع بولنے والا** کہتے ہین کوئی کلام اُن کا خالی تجنیس اور مراعات نظیر اور ایہام سے نہین ہوتا ایسے شخص کو فارسی مین **بذلہ سنج** اور **لطیفہ گو** بولتے ہین۔

مولوی غلام امام شہید کے اس رقعہ مین شطرنج کا تلازمہ ہی۔

در شہسوار میدان صفوت و صفا زینت افزاے بساط محبت و ولا سلامت بندہ حرارت قلب کے عارضے سے تو حیران اور ششدر رہتا ہی تھا اب ضعف دماغ کی بیماری نے اور بھی عاجز اور زچ کر دیا ہے ہر دم یہی سوچ اور منصوبہ آتا تھا کہ کدھر جاؤن اور کون ایسی چال چلون کہ یہ عارضہ بڑھنے نہ پائے بارے اِن دنون حکیم شاہرخ مرزا صاحب اس شہر مین وارد ہوے تعریف اُن کی اور سادگی مزاج کی بہت سُنی جاتی تھی کہ اُنکے نزدیک بادشاہ اور وزیر اور فقیر مسکین اور امیر فیل نشین دونون برابر ہین مریضون کی خبر گیری کے واسطے صبح سے پہر رات گئے تک بارہ دری مین شطرنجی بچھائے بیٹھے رہتے ہین یون تو حیات ممات پر کسی کا اختیار نہین ہی اور نہ مہرہ اور شربت انار اور خطمی خبازی کون طبیب نہین جانتا لیکن دست شفا بھی رکھتے ہین اور عطارون کو بیمارون کا مال مار لینے اور اپنی منفعت اور خرد و برد کے واسطے گران چیز بیچنے کی اجازت نہین دیتے اس واسطے چاہتا ہون کہ اُن کی خدمت مین رجوع لاؤن لیکن مکان اُن کا فاصلے پر ہے پیادہ پا نہین جا سکتا اگر کسی طرح کا حرج نہو تو صبح کو گھوڑا خواہ پالکی بھیجدیا کیجیے اور جو کچھ تامل ہو تو یار شاطر ہون نہ بار خاطر ہمت نہین ہارا ہون یون بھی جا سکتا ہون نہین تو لالہ اندرجیت چودھری یا مظفر زین والے کی گاڑی کرایہ کو منگا لیا کرون گا۔

ایضاً قرارت کے تلازمہ مین۔

حافظ صاحب کرم فرما میرے زیادہ ہون الطاف آپ کے بعد شوق ملاقات مسرت آیات کے کہ اسکی تمنا مین موے آتش دیدہ کی طرح پژمردہ رہتا ہون گذارش یہ ہو کہ آج خدمت مین حاضر ہونے کا عزم بالجزم تھا لیکن واقعہ عجیب یہ پیش آیا کہ قاری محمد حسن صاحب کے انتقال سے جلسہ کا جلسہ درہم برہم اور سارا مدرسہ زیر اور زبر ہو گیا اسی سبب سے متوقف ہو کر صحیفۂ معذرت ارسال کیا چاہتا تھا کہ حافظ محمد شاکر صاحب ایک جلد کلام مجید لکھنؤ کے چھاپے کی آپکے پاس سے لائے سبحان اللہ جیسا کہ کلام اللہ مین چاہتا تھا ویسا ہی میسر ہوا اگرچہ حافظ محمد یٰسین صاحب بمبئی کے چھاپے کی تعریف بہت مد اور شد کے ساتھ کرتے تھے لیکن اُسکے خط کو اسکے خط کے ساتھ مطلق مناسبت نہین ہی اب مجھے وقت کرنا چند جلدون کا منظور ہی سوداگر کا اگر چند روز ٹھہراؤ ہو تو ویسا مطلع فرمایئے آپکی طبع عالی ہمیشہ مصحف کی تلاوت کی طرف مائل اور دست آرزو گردن مقصود کے ساتھ حمائل رہے۔

دقیق رنگین

یعنی عبارات کے معنی مشکل ہونے کے باوجود ادائے مطلب مین مناسبت الفاظ کی رعایت بھی ہو جیسے تذکرۃ الشعرا کی اس عبارت مین **نثر** ذوق تخلص طوطی شکرستان شیرین زبانی بلبل چمن زار رنگین بیانی صیرفی نقود کمال دستہ بند رنگینی مقال بانی بنائے فصاحت میراب گلشن بلاغت فارس مضمار سخن وری شہسوار عرصۂ معنی پروری مسند نشین ایوان دانش و آگاہی اُستاد حضرت ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بہ خاقانی ہند سایہ تربیت ظل سبحانی مین شب جوانی کو صبح پیری تک پہونچایا اور رضائے مرشد آفاق مین اپنے ہوائے نفسانی کو یک قلم مٹا دیا۔

ایضاً بلندی مرتبہ کو لباس خاکساری مین ایسا چھپایا تھا جیسے گردمین آسمان، رعونت تونگری کو لگدکوب فقر مین ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شایگان اگر حلم کا بازون قلہ کوہ پر پنجہ مارتا پیچ کوہ گرانی بار سے پشت گاو زمین پر تکیہ کرتی اور اگر علم کی آنکھ باریک بینی کی طرف متوجہ ہوتی کثرت مین معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی۔

ایضاً ایک جانب ہجوم امراض گوناگون اور افراط عوارض بوقلمون نے عافیت مزاج پر ایسا عرصہ تنگ کر دیا کہ دائرہ صحت نقطۂ موہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہو گیا تفرج گلزار شباب کے آغاز سے سیر مقامات شیخوخت تک حوادث دہر سے بھی نشیب فراز پیش آتے رہے اور نقطے بھی اسباب تشویش کے صرف احوال ہوتے رہے ان دانو عوائق کی ہر جہت کیا روا رکھی تھی کہ پائے ثبات کو دامن فراغ خاطر مین

تردد سے باز رکھے اور خامہ و دوات کی دستیاری سے ذخائرِ طبیعت کو کبھی نظرِ ثانی کے زیورِ اصلاح سے مزین کرے اور کبھی گنجینۂ کتاب مین مخزون۔ روزگار کی اسقدر نامساعدی سے زمانہ حال مین پا شکستگان مواضع دور دست اور استقبال مین متوقعان نقودِ ہستی کے حق مین زیان عظیم منصور تھا۔

ایضاً ادب اور تواضع ایک جامہ ہی اُسکے قامت احوال پر راست اور خلق و مروت کا ایک ذخیرہ ہے اُسکے گنجینۂ طبع مین بے کم و کاست۔ ضمیر صافی اور فروغ مشرق اور آفتاب شوخی فکر اور طبع لمعۂ برق اور سحاب۔

اکثر ایسا سننے اور دیکھنے مین آیا ہی کہ بعض صاحب طبع نظم یا نثر مین جس خوبی کے ساتھ مدح لکھتے ہین اُس طرح ہجو نہین لکھ سکتے۔ یا جس عمدگی کے ساتھ ہجو لکھتے ہین اُس طرح مدح نہین لکھ سکتے یا جس شوکت سے مرثیے تحریر کرتے ہین اُس طرح تہنیت کے مضمون نہین تحریر کر سکتے یا جو زور اُن کی تہنیتون مین ہوتا ہی وہ زور مرثیون مین نہین ہوتا اور جو لوگ خیالی مضامین لکھنے کے عادی ہوتے ہین وہ واقعات کو اس خوبی سے ادا نہین کر سکتے جس خوبی سے فرضی قصے کہانیان لکھ دیتے ہین کیونکہ حکایتون اور قصون مین اپنی طبیعت کے لگاؤ کے موافق جو مناسب معلوم ہوا لکھا بخلاف واقعات کے کہ وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے اُس مین معانی کا تجدد حوادث ایام کے تجدد پر منحصر ہے اور اس کا تجدد تجدد انفاس پر مقرر ہے۔

صحراے اول عیوب کلام مین

خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ نظم و نثر مین دو قسم کے عیوب ہوتے ہین۔

ایک ذاتی اور وہ سات چیزین ہین (۱) تنافر کلمات (۲) ضعف تالیف (۳) تعقید لفظی و معنوی (۴) غرابت الفاظ (۵) مخالفت قیاس لغوی (۶) اثقال (۷) اخلال۔

دوسرے عارضی یہ ہے کہ اُس سے حسن کلام مین تو خلل واقع نہو مگر بذلہ سنجون کی طبائع پر گران گذرے اور وہ ناپسندیدہ سمجھین مثلاً (۱) مخاطب کسی مرض مین مبتلا ہو تو اُس قسم کے الفاظ نہ لاے مثلاً ممدوح کانا ہو تو اُسکے سامنے یہ نہ کہے کہ ایک نگاہ سے آپ کی میرا بیڑا پار ہے یا بد و نیک کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہو (۲) مخاطب مین اگر کوئی بد عادت موجود ہو مثلاً بدخو ہو تو کوئی ایسا لفظ نہ لکھے جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہو (۳) مدح کے مقام مین کوئی ایسا لفظ نہ لکھے کہ وہ بُرے اور اچھے معنے مین مشترک ہو یا تصحیف یا ایہام یا تقطیع یا تحلیل یا ترکیب کے ساتھ مذمت کا مضمون اُس سے نکلتا ہو (۴) عورت سے خطاب کرے تو ایسے لفظ سے بچے جو حجاب کا باعث ہو

جیسے بوسہ۔مساس۔شاخ درشاخ۔انزال وغیرہ الفاظ سے احترازکرے ہان خوش طبعی اور دل لگی کے موقع کی اور بات ہے (۵) تہنیت اور شادی کے موقع پر ایسا لفظ نہ لائے جو نحوست اور شومی پر دلالت کرتا ہو۔

اساتذہ نے چند اُمور کے استعمال سے جو فصاحت وبلاغت مین بٹہ لگاتے ہین منع کیا ہی اُن سے احتراز چاہیے کہین بر سبیل وجوب کے کہین بر سبیل جواز کے اور وہ یہ ہین۔

ایک ضعف تالیف یعنی محاورے کے خلاف الفاظ کا استعمال کرنا یا ضمائر و حروف ربط کو ایسی تقدیم و تاخیر سے لانا کہ کلام روزمرۂ اہل زبان کے خلاف ہوجائے جیسے یہ شعر۔

میر

آدمی اب نہین جہان مین میر	اُٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

محاورہ یون ہی کہ اس کاروان سے بھی لوگ اُٹھ گئے۔

جرأت

چودہ ہین طبق چاردہ معصوم سے قائم	ہر ایک انھون مین سے ہی سرورِ دو جہان کا

محاورہ یون ہی کہ چودہ طبق چاردہ معصوم سے قائم ہین۔

رجب علی سرور

نیک و بد زمانہ نہین اختیار مین	ہونا وہی سرور ہی جو سرنوشت ہو

محاورہ یہ ہی کہ ہونا وہی ہی جو سرنوشت ہو لفظ ہی کو بہت دُور جاکر بیان کیا۔

آتش

کیا کیا گلون نے کان ہین اپنے کھڑے کیے	آمد کو سُنکے یار کی فصل بہار مین

ہین کھڑے کیے کے بعد چاہیے تھا اور اپنے کا کان سے پہلے ذکر ہونا چاہیے تھا۔

امیر

لیکے نالون کے علم ہم بھی ضرور آئینگے	ہوگی جس روز محرم مین ترے گھر محفل

گو کہ محفل و مجلس مترادف ہین لیکن محاورے مین محرم کی مجلس ہی نہ محرم کی محفل۔

اخلاص

یاد حیرے کی زبان صبح و مسا کرتی ہے	بس تری آنکھون مین تصویر پھرا کرتی ہے

تری آنکھون مین کہنے سے مطلب بدل گیا اسلیے یون کہنا چاہیے آنکھون مین تری تصویر۔

ناسخ

یون نزاکت سے گران ہی سرمہ چشم یار کو | جسطرح ہورات بھاری مردم بیمار کو

یہان بیمار پر ہو تو ٹھیک ہی۔

ولہ

جو ستمگر ہین کبھی وہ پھولتے پھلتے نہین | سبز ہوتے کھیت دیکھا ہی کہین شمشیر کا

محاورے مین تلوار کا کھیت کہتے ہین شمشیر کا کھیت نہین ہے۔

نواب شاہ جہان بیگم شیرین تخلص

قلقل کی جو شیشے سے صدا کان مین آئی | شیرین ہی یہی دختر انگور کی آواز

محاورے مین دختر رز اور دختر تاک ہی شراب اور خوشہ انگور کے معنے مین۔

ذوق

اُٹھ اُٹھائے ہوئے جاتا ہی کہان تو کہ تجھے | ہی ترا نقش قدم چشم نمائی کرنا

تجھے دوسرے مصرع کا حق ہی تلخیص معلی مین اسی طرح لکھا ہی۔

آتش

آرزو ہے پاؤن پر اُسکے ہمارا سر ہو اور | دست شفقت پھیرے وہ شوکت نشان بالاے سر

اور دوسرے مصرع کا حق ہی کیونکہ حرف معطوف پر آتا ہی نہ معطوف علیہ پر۔

غالب

گلہ ہی شوق کو بھی دل مین تنگی جا کا | گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا
دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے | ہمین دماغ کہان حسن کے تقاضا کا

یہان تقاضے کی جگہ تقاضا کا بالکل بے قاعدہ اور محض بضرورت قافیہ استعمال کیا گیا ہی۔

انساخ

معنی غنچون کے وہ صفا ہے | آئینہ قدرت جدا ہے

مصرع اول مین ہی کی جگہ ہین چاہیے کیونکہ تمام اُردو دان غنچی کو جمع کے طور پر بولتے ہین۔

آتش

کشاکش دم کی مار آستین کا کام کرتی ہی | دل بیتاب کو پہلو مین اک گرگ بغل پایا

بغلی گھونسا اُردو کا محاورہ ہی مار آستین فارسی محاورہ ہی گرگ بغل محاورے کے خلاف ہی۔

ولہ

لکھے ہین سرگذشت ولکے مضمون یک قلم اُسمین
تماشا قتل گہ کا ہی مطلع میرے دیوان کا

مطلع یہان بے محاورہ ہی۔

ولہ

نہین غم تیغ ابروے صنم سے قتل ہونیکا
شہادت بھی بمنزل فتح کے ہی مرد غازی کو

محاورہ بمنزلے ہے۔

ولہ

عہد طفلی مین بھی تھا مین یسکہ سودائی مزاج
بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

محاورے مین بھاری بیڑیان ہی۔ دربار اکبری مین میان فہیم کے حالات مین لکھا ہی کما مین خان خانان لٹائین میان فہیم اور یہ محاورے کے خلاف ہی محاورہ یہ ہی۔ اُڑائین میان فہیم آزاد نے خود بھی دوسرے مقامون مین کمانے کے ساتھ اُڑانے کو جمع کیا ہے چنانچہ کہتے ہین۔

لے جائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا
دیکھو کمایا کسنے ہی اور کون اُڑائے گا

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اُٹھائے آتا
اور بغل مین کوئی بیگ بناد بائے آتا

خورجین جسکو اہل ہند خورجی کہتے ہین ایک چیز ہی جسکو ٹاٹ وغیرہ سے بناتے ہین اور سامان اُس مین رکھکر ٹٹو پر لادتے ہین اسلیے یہان صندوق اُسکی جگہ مناسب ہے کیونکہ آدمی دوش پر خورجین نہین اُٹھاتے صندوق اُٹھاتے ہین۔

یا ترکیب کلام مین کسی لفظ مناسب مقام کا ترک کرنا جیسا کہ۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو
ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

سبب مین ابرو کا عقرب ہونا اور گیسو کا اژدر ہونا بیان کیا ہی اور مسبب مین ابرو کا ذکر چھوٹ گیا ہے حالانکہ مناسب مقام یہ تھا کہ ابرو اور گیسو دونون کے نہ چھونے کا حال مذکور ہوتا۔

دوسرے توالی اضافت یعنے پے در پے چند اضافتین لانا اگر یہ اُس وقت عیب ہے جبکہ برا معلوم ہو اور ثقالت پیدا کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ایک مزیدار چیز ہے۔

شاداب

دو دو بالا ہے چراغ مہ کامل یہ بین | یا نمایان ہین ترے رخ پہ برپر و گیسو

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین | مین ہون خالق کی قسم دوش محمد کا مکین

دبیر

دیکھو دو مصرع خط پشت لب خوش آب | گویا ہین یہ کہ مطلع ابرو ہین انتخاب

ولہ

بازو پہ ہے جوشن الماس ضیا بار | اور اسکو در نجف حیدر کرار

انیس

قربان صنعت قلم آفریدگار | تھی ہر ورق پہ صنعت ترصیع کردگار

منیر

سجود نشان سم بادیایان | رکوع نقوش نعال مراکب

نواب جہانگیر محمد خان شوہر سکندر بیگم والیہ بھوپال

ہووے گا میرا حشر شہیدون مین جہان | مقتول الفت خلف بوتراب تھا

انشا

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو | جنبش چین جبین بت چین نے بچین

ولہ

اناج گاہ کھینچے گا اور مجھپر آپ
دم پڑھ کے کھینچے صیغہ الفت تو ایکبار | صد تیر ناوک نگہ ز رف توڑیے
صد قفل علت کتب صرف توڑیے

ظفر

بایانہ بجز داغ سیہ کاری یک عمر | نقش قدم قافلہ عمر روان ہیچ

راجہ شنکر ناتھ صبا

دل جب اسکی نگہ مست کا مخمور ہوا | سر خوش کیفیت بادہ انگور ہوا

چراغ کعبہ دین شہسوار دوش رسول | **امیر** امام بخت خاصان ایزد قدوس

تیسرے ابتذال یعنی ذلیل وخوار و بے قدر الفاظ کا استعمال کرنا اور محاورہ عوام لانا جس سے خواص پرہیز کرین جیسے شبرات کی رات اور چاہ زمزم کا کنوان اور آبحیات کا پانی اور من ابتداے فلان تاریخ سے لغایت فلان تاریخ تک اور پس غیبت تاریخ قیصری مؤلفہ مرزا محمد اکبر علی خان دہلوی کی عبارت ہے **نثر** چنانچہ بہ تعمیل اس حکم کے من ابتداے ۲۸ نومبر لغایت ۲۲ دسمبر سنہ مذکور تک الخ۔

منہ اور چھبیس تاریخ سے لغایت ۳ تاریخ تک لارڈ صاحب بہادر نے رؤسا صاحبان ممدوح الصدر سے ملاقاتین فرمالین۔

سودا

کہتے ہین نیلم جسے تھا فی الحقیقت مین وہ لعل | ہو گیا ہی رشک سے تجھ لب کے رنگ اس کا کبود

نعیم

رکھ کے سر اپنے کے تئین اُسکے کف پا اُپر | شام سے تا صبح تک آنکھین ملا کیجیے

یہان ٹک بمعنی ذرا کا موقع نہین ہے اسلیئے تک بمعنی تا پڑھنا چاہیے۔

تپش

کہ تو بیٹھ جا کر فلانی جگھے | بلاؤن گی مین گھر مین جا کے تجھے

جگھے عامیانہ محاورہ ہے۔

سودا

بکانے کی نہین اُسکے کوئی بات | نصیبون سے اگر آجائے شبرات

شبرات نہایت مبتذل لفظ ہی صحیح شب برات ہے۔

انیس

جو خوبیان کہ چاہیین وہ سب حصول ہین

حصول عامیانہ محاورہ ہی حاصل چاہیے جیسا کہ مولوی شبلی نے کتاب موازنہ مین تصریح کی ہی۔

میر

یہ عرضیان حضور کی پہونچے ہین صبح وشام
دستخط جو ہو کے آئے کوئی سو اُسی کے نام

دسخط نہایت عامیانہ و مبتذل محاورہ ہی دستخط صحیح ہے۔

ولہ

مت ان نمازیوںکو خانہ سازدین جانو
کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھاتے ہونگے مسیت

مسجد کی جگہ مسیت مبتذل اور نہایت عامیانہ محاورہ ہے۔

چوتھے تغیر یعنے الفاظ کو بصورت دیگر استعمال کرنا جیسے المضاف بجاے المضاعف جیسے کہ۔

آتش

زہر پرہیز ہو گیا مجھکو
دردِ درمان سے المضاف ہوا

مثنوی زائر

دیدون گا مضاف اُس کا تمکو
بالفعل امین مجھکو جانو

میر خلیق

لیلاف پڑھی اور اُسے دُود ھ پلایا

صحیح لیلاف ہے (مستفاد از آبحیات)۔

میر سوز

او مار سیاہ زُلف سیچ کہہ
کنڈلی تلے دیکھیو ہو وے
بتلادے دل جہان چھپا ہو
کاٹا نہ ہمنی ترا بُرا ہو

صحیح افعی ہی چنانچہ اس قول مین آتش کے۔

سیاہی دُور کردنگی تو پیدا نور عرفان ہو
سرافعی کو کچلا جسنے مال اُسکا خزانہ ہے

میر تقی

غم زمانہ سے فارغ ہین بابہ باختگان
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے
قمار خانۂ آفاق مین ہی ہارے جیت
ہمارے عندیہ مین تو ہی وہ خبیث پلیت

آب حیات سے مستفاد ہوتاہے کہ اصل مین پلید ہے میر نے قافیہ کی رعایت سے پلیت استعمال کیا ہو اگرچہ پلید اور پلیت مین باہم تبادل ہان سکتے ہین جیساکہ فرہنگ اندراج سے مستفاد ہوتا ہے مگر اسکے لیے اساتذہ فارسی کا استعمال شرط ہو یہی وجہ ہی کہ صاحب غیاث نے کہا ہی کہ جو لوگ پلید بین دال مہملہ کی جگہ تاے فوقانی لکھتے اور پڑھتے ہین یہ انکی خطا ہے۔ یہ لفظ ہین نے کسی مرثیہ گو سے یہان سوا میرزا اوج کے نہین دیکھا میر کے علاوہ خالبا سودا نے

بھی کہا ہے۔

ناسخ

غرور اوج دو روزہ عبث ہی تجھکو اے اسفل
مین مثل ماہ گردون ہون تو مثل ماہ مقنع ہے

مقنع مین میم مضموم اور قاف مفتوح اور نون مشدد مفتوح چاہیے کیونکہ دراصل اسی طرح ہے جیساکہ تمام کتب لغت اور تواریخ سے ثابت ہی اور وجہ تسمیہ اسکی ابوالفدانے یون لکھی ہی کان الیسفر عن وجہ اتخذ لہ وجہا من ذہب فتقنع بہ ولذلک قیل للمقنع یعنی مقنع اپنا منہ نہین کھولتا تھا بلکہ اُسنے ایک منھ سونے کا بنوالیا تھا جس سے اپنے مُنھ کو چھپائے رہتا تھا اسی لیے اُسے مقنع کہنے لگے تھے۔

ظفر

پیدا کیا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق
اک جسکی ساق پاسے بنا رود نیل کا

عوج بن عنق غلط ہی عوج بن عوق چاہیے اور یہ ایک طویل القامت آدمی کا نام ہی جس کی کمر تک طوفان نوحؑ کا پانی پہونچا تھا یہ شخص آدم علیہ السلام کے عہد سے حضرت موسےؑ کے عہد تک ساڑھے تین ہزار سال تک زندہ رہا تھا۔

پانچوین القال و تنافر حروف یعنی واقع ہونا ایک سے حروف کا آخر کلمۂ اول اور اول کلمۂ آخر مین یا ایسے حروف کا استعمال کرنا جنکے پڑھنے مین دشواری ہو اور زبان پر ثقل پیدا کردین اور یہ بات متعلق مذاق طبیعت کے ہی جیسے شیخ خورم نافع علم طلاق قبر۔

میر

اُفتادگی پر بھی نہ چھوا دامن اُنکھون کا
کوتاہی نہ کی دلبرون کے ہمنے ادب مین

ولہ

رہتا ہی پیش دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ
جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہی کوئی باؤ

پہلے شعر مین دامن اُنکھون کا اور دوسرے شعر مین مصاحب ابر کی طبع سلیم کو ناگوار معلوم ہوتے ہین۔

عبرت

اگرچہ مین طائر فلاطون زبان ہون
ہین میرے بال و پر اوراق قانون

انیس

اشتون کو اپنے فوج عدو روندنے لگی
جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

بعض لوگون نے جو یہ قید لگائی ہی کہ حروف ثقیل لانے سے یا ایک جنس کے حروف کے استعمال سے

کلام ثقیل ہو جاتا ہے محض بے اصل ہی ہان اس مین شک نہین کہ بعض اوقات یہ بھی باعث تنفر ہوتا ہے نہ ہر جگہ اور تنافر حروف کچھ ثقل کلام ہی پر منحصر نہین۔ ضابطہ یہان یہ ہی کہ جس کو طبع سلیم اُس موقع پر گوارا نہ کرے ثقیل اور متعسر النطق جانے وہی متنافر ہی خواہ وہ حروف قریب المخرج ہون یا بعید المخرج یا ثقیل۔ آتش کے اس شعر کے۔

زار ہون ایسا کسی کو مین نظر آتا نہین ۔ عشق مین گھل گھل کر کا یار کے مُو ہو گیا

مصرع ثانی مین چھ کاف جمع ہین مگر تنافر پیدا نہین ہوا۔

چھٹے غرابت لفظی یعنی غیر مانوس اور نا مشہور لفظ استعمال کرنا جیسے استعمال الفاظ دکھنی اور پوربی اور بنگالی اور کوہی وغیرہ کا زبان اُردو مین یا ایسے الفاظ لانا جنسے بہت سے اہل زبان ناواقف ہون جیسے اکثر شعرا قصائد کے قافیون مین لاتے ہین اور یہ بات فصحاے دہلی و لکھنؤ دونون کے یہان دیکھی گئی۔ انشا کے قصیدے اور مومن و ذوق وغیرہ کے قصائد اکثر ایسے ہین جن کے قافیون مین مشکل مشکل الفاظ اور لغت غیر مانوس موجود ہین مگر قصائد مین ایسے الفاظ کا قافیے کی ضرورت سے لانا روا ہے۔

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین ۔ وفور درد یہانتک کہ ہون بشکل سطیح
گئے تھی زیج الغ بیگ ہاتھ مین میرے ۔ مطالعہ مین سطرلاب کی گئے تسطیح
کسی کی ہجو کبھی فارسی مین گہ مین نے ۔ قصیدۂ عربی مین کسی کی کی تمدیح
فساد لقمہ رشک سے مجھے نہ تھا یہ ہنر ۔ علیل ایسے ہون مین بالکل خبر صحیح
سواے تیرے وے کب کسی کو سمجھا ہی ان ۔ محمدی ہون نہین تابع سطیح و لطیح
جمک یہ وجع مین محسوس ہو مرے کہ خیال ۔ کرے ہے یون کہ مفاصل مین تجمیع ہی قیح
بروح حیدر صفدر مجھے نہ کر محتاج ۔ بہ چوب حبینی و قیصوم و وج و عشبہ و شیح

ولہ

کیجیے گر نظر غور بانواع صفات ۔ خیرہ ہو ذہن کے ہی یہ مسائل مین اُوفق
واسطے فائدے کے سب یہ بنائے عضلا ۔ عاقہ و نقعف و بید و ساعد و رسخ و مرفق
بحر مواج حقائق سے گذر کون سکے ۔ ہان مگر فضل جو تیرا ہو بجاے زورق
ہے موالید ثلثہ کا علے قدر الحال ۔ تیرے ہی فضل سے حصول بسط و سد رمق

تو نم فیض نہ چھڑکے تو میاہ الاشجار | اُٹھ چلیں ابخرۂ ارض سے مثل زیبق

منیر

نحل قوادح مم قبائح
صدا شیرون کی آسکے رشتۂ سر کے آگے
مری قید و تکلیف و ذلت کے باعث
عرق ہو کہ شربت لعاب افاعی

آب مطاعن مقر مثالب
صلح ذباب و نباح اکالب
قارب ابا عدا حبا اجانب
حشائش عقاقیر نیش اقارب

انشا کے ایک مستزاد مین قافیہ پٹ کھیا وٹ سما وٹ گھٹ ملاہٹ نٹ کھٹ غٹا غٹ۔ رٹ وغیرہ ہین اسیطرح غزلون مین بھسنڈ۔ چوتھے کھنڈ۔ جھیڑے اکنڈ ٹا و رسو کھے ڈنڈ۔ کنڈ برہما کے رنڈ۔ لنڈ منڈ وغیرہ لائے ہین ذوق نے ایک قصیدے مین ایاق۔ مہراق۔ انزاق (منزل مین اترنا) قشلاق ییلاق مہراق نطاق۔ تعباق۔ طاق۔ شقاق۔ مطراق۔ اشتقاق استبرق۔ فواق۔ محاق۔ ازہاق۔ حراق۔ قافیہ کیا ہی۔
ناسخ نے بھی سنگین اور بعض سخت الفاظ کا استعمال کیا ہی جیسے ثعبان موسی۔ ولاک۔ حرباسبر خم استعلاج خالق الاصباح۔ محول اکال عاطل مباح (باے موحدہ سے) تطاول انجاح استحالہ انحا۔ سودا نے آصف الدولہ کی تعریف مین ایک قصیدہ کہا ہی جسمین لڑنت۔ گرٹنت ساڑنت مرغ کی پھڑکنت جلکر بھسمنت تیر کی کمان سے سرکنت۔ زمین مین کھدنت۔ گھوڑے کی کڑکنت۔ ڈپٹنت جیونت۔ (مقابل) دبکنت ڈر کر دبکنا روباہ شیر کو سمجھتی ہی کیا شمنت نچنت۔ دھکیا روبیونکی بکھرنت۔ تارون کی چھٹکنت لپٹنت (لپٹنا) پڑہنت (پڑھنا) گھسنت (گھسنا)۔ اور ایک قصیدے مین لپک اور جھپک کے ساتھ کٹک کہ زبان مارواڑی مین لشکر کے معنے مین ہی قافیہ کیا ہی جیسا کہ دریاے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے۔
منیر نے بھی ایک قصیدے کے قافیے لڑنت۔ پڑھنت۔ گرٹنت اور بھسمنت وغیرہ کیے ہین۔

میر سوز

نہین نکسے ہے مرے دل کی آیا ہے گا ہے | اے فلک بہر خدا رخصت آہ گا ہے

دبیر

نرغے مین تین روز سے پیاسا نہین ہون مین | جلنے سے آج اپنے نراسا نہین ہون مین

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد نے مجھے ایک خط مین لکھا ہی کہ دوسرے مصرع مین نراسا نہین کیونکہ اسکے آخر مین نون ہی بلکہ دراصل نراسا ہی نون سے جو قدیم لفظ بمعنی ناامید ہو (انتہی) لیکن اس صورت مین غرابت لفظی کی حد مین داخل ہوا جاتا ہی اور یہ لفظ مرکب ہی نہ حرف نفی اور آسا بمعنی امید سے مگر نراسا ہونا بھی غلط ہے نراس بمعنی ناامید ہونا صحیح ہے جیسا کہ فرہنگ آصفیہ مین مذکور ہے۔

ساتوین مخالفت قیاس لغوی یعنی محاورۂ اہل زبان کے خلاف یا قاعدۂ صرف و نحو کے خلاف کوئی لفظ استعمال کرنا یہ کئی قسم ہے (۱) وصل یعنی زیادہ کرلینا کسی لفظ کا جیسے ہائے ہوز سودا کے اس شعر مین ۔

سجود درسے ترے بہرہ در ہون اہل زمین — بسانِ رشتہ کہ دالون مین سبحہ کے ہو وے
رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتاہ — تری ولا کو رہے اس طرح دلون مین راہ

اگرچہ خواجہ جمال الدین اور علی خراسانی کے فارسی اشعار مین بھی دوتاہ آیا ہو مگر لغت کی رو سے ہا زائد ہے اور عیب انکے کلام مین بھی مانا جاے گا اگر ہم یہ کتاب زبان فارسی مین لکھتے تو اس مقام مین انھین کے شعر لاتے ۔

سودا

جان عقل کامل و شور سر دیوانگان — رونق آبادگی اور وحشت ویرانہ ہم

آبادگی کی کاف فارسی زائد ہی اسلیے کہ یاے مصدری اور یاے نسبت کے قبل وہان کاف فارسی لگاتے ہین جہان لفظ کے آخر مین ہاے مختفی ہو اور یہان آباد کے آخر مین ہا نہین ۔ نسیم دہلوی کے شعر مین خوشی بھی اس عالم سے ہی ۔

جس طرف دیکھیے دو مین بھر ٹلتے ہین اسیر — کیون نہ صیاد خوشی ہو چمن آباد ہین

آتش

بہار گلستان کی ہے آمد آمد — خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

دبیر کا قول ہے ؎ جب کاغذ و داوات و قلم سامنے آیا ۔ مولوی عبد الغفور نساخ انتخاب نقص مین لکھتے ہین کہ داوات مین الف زائد ہے صاحب تطہیر الاوساخ کہتے ہین کہ مصرع یون ہے ؎ جب سامنے قرطاس و دوات و قلم آیا ۔
نواب سید جعفر علی خان جعفر رئیس شمس آباد نے اپنے مطول خط مین مجھکو لکھا ہے کہ مین ایسے جوابات کو پسند نہین کرتا بہت پرانا مرثیہ ہے اُس وقت عموماً داوات کہتے ہون گے وہی مرزاے مرحوم نے بھی نظم کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ آئندہ کے مرثیون مین ترک کر دیا ہے دبیر ایک ہی دن مین دبیر نہین ہوے بارہ برس کے تھے کہ اُس وقت مین ضمیر مرحوم کے شاگرد ہوے استاد بھی کم علم تھے لہذا ایسی غلطی کا سرزد ہونا کوئی تعجب نہین انتہی کلامہ ۔

اپنے کیلاس شگوفے بھی کرینگے حاضر — غنچہ و گل بھی وان کھوینگے بوتل کے دہن (الناسا)

اُردو کا محاورہ گلاس بغیر یا کے ہے۔

بدھ سنگھ قلندر صاحب دیوان

ہمکو تو بہت آرزوئین تھین
اے قلندر یہ نظم ہا جادو
جنے اک ہی نگہ مین ٹال دیا
تونے تو لعل سا اُگال دیا

اصل مین اُگل دیا ہے۔

محشر

ممکن ہی نہین دل مین ترے راہ کسی کی
مرجاؤ کوئی یا کوئی رہ جاؤ تڑپتا
دی ریختہ کے شوق نے محشر تجھے تکلیف
ہر چند کہ ہو سنگ تنکن آہ کسی کی
قاتل کو مرے کچھ نہین پرواہ کسی کی
مین ورنہ کہان مانے تھا باللہ کسی کی

اصل مین پرواہی ہائے ہوز زیادہ کرکے پرواہ استعمال کیا ہے۔
(۲۰) قطع یعنے کوئی حرف اصل کلمے سے خارج کردینا جیسے۔

سوز

کیون مشفق و مہربان کسی کے
مانوگے نہین غرض یہ باتین
ہمسے بھی اگر ملو تو کیا ہو
تم اپنی ہی ہٹ کے بادشا ہو

قلندر

نرا ہوتا ہون بندہ اک نگہ مین
گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر
بھلا اس مول کو مین کیا برا ہون
صحیح ہی گر کہون مین بادشا ہون

انیس

یہ اوج یہ مرتبہ ہما کو نہ ملے
بخشی ہے خدانے ہمکو یہ دولت فقر
یہ دلق مرقع اُمراکو نہ ملے
برسون ڈھونڈے تو بادشا کو نہ ملے

ان تمام اشعار مین بادشاکی ہا گرادی ہے اگرچہ اس لفظ کو بعض اساتذۂ فارسی نے بھی حذف ہا کے ساتھ استعمال کیا ہے جیسے۔

سعدی

زن نیک و خوش سیرت و پارسا
کند مرد درویش را بادشا

لیکن اس مین شبہ نہین کہ اس لفظ سے حذف ہا کا حرف کرنا مخل فصاحت ہی جیسا کہ مرزا قتیل نے شجرۃ الامانی مین لکھا ہی کہ "حذف ہا از لفظ سیاہ موجب مزید فصاحت ست واز گواہ وگیاہ وبادشاہ مخل فصاحت باشد" اور یہی ایران کے فاضل رضا قلی خان ہدایت نے انجمن آرائے ناصری مین کہا ہے اگر سعدی کا بادشاہ کو بغیر ہا کے استعمال کر لینا مخالفت قیاس لغوی کے عیب سے پاک کرنے کے لیے کافی ہوتا تو اُنکا دل کو گل کا قافیہ کر لینا بھی عیب مین شمار نہ پاتا جس کو میر شمس الدین فقیر نے حدائق البلاغہ مین عیوب مین شمار کیا ہے۔

نیامد در ایام او بردلے	نگویم کہ خارے کہ برگ گلے

میر تقی

داغ ہی تابان علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر	ہو نجات اُسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

دراصل بیچارہ تھا یاے تحتانی حذف کر کے بچارہ استعمال کیا ہے۔

عبرت مؤلف مثنوی پدماوت

ولیکن جتنے وان خسرد کلا ہین	بسان عاشقان اہل وفا ہین

کلان کا نون گرا دیا ہے۔

سودا

سن کروہ یہ کہے کہ نہین ریختہ ہی یہ	اور ریختہ بھی ہی تو فرزشہ کی لاٹ کا

فیروز کو فرزنا استعمال کیا ہی یاے تحتانی اور واؤ کو قطع کر دیا ہے۔

(۳) **تخفیف** یعنے حرف مشدد کو بے تشدید کے استعمال کرنا جیسے حج ورب وغیرہ مرزا دبیر کہتے ہین ع۔

بچپن مین حج کعبہ کیا شہ نے پیادہ

حج مشدد ہی اور یہان بے تشدید کے استعمال کیا گیا ہی جیسا کہ مولوی عبد الغفور خان نساخ نے اپنے رسالے مین لکھا ہے۔

رسالہ عبد الواسع مین مذکور ہی کہ اگر لفظ عربی مشدد الآخر تنہا مستعمل ہو تو اُسکو تخفیف کے ساتھ پڑھنا چاہیے جیسے غم وہم بمعنی اندوہ وقد وخد وغیرہ لیکن ترکیب کی صورت مین اصل کلمے کی رعایت کرنا اور تشدید ظاہر کرنا اولے ہی جیسے حج کعبہ۔

پس تطهیر الاد ساخ اور سنان دلخراش کے جوابات تحقیق کے خلاف ہین کیونکہ مرزا کا صح

یا کسی اور شاعر فارسی کا حج مبرور یا حج وغیرہ بتخفیف لکھنا مخالف قیاس لغوی ہے اسکو نکال نہین سکتا کیونکہ مرزا دبیر کے کلام مین جس طرح زبان اُردو کے اعتبار سے عیب ہے اُسی طرح جب فارسی مین عیب گنوائین گے تو ایسے شعرا کا کلام ہی تو پیش کرینگے بعض اہل تحقیق کہتے ہین کہ دبیر کا قول یون ہے سہ بچیس حج کعبہ کیے شہ نے پیادہ ❊ لیکن تخفیف کا اعتراض اب بھی باقی ہے (تقطیع یون ہے) بچیس۲ مفعول حجے کعب مفاعیل کیے شہ ن مفاعیل پیادہ فعولن ❊ پس حجے کعب کا حا اور جیم مقابل ہین یم اور فا کے اور ظاہر ہے کہ فا مخفف متحرک ہی نہ مشدد انیس کا قول سہ کرار ہے وہ شخص نہ غیر فرار ہے ❊ فرار بہ تشدید را چاہیے مستفاد از موازنہ

آتش

رنگ زرد و لب خشک و مژہ گرد آلود ہا	کشتۂ عشق مین ہم ہے یہ کفارہ اپنا

کفارہ اصل مین تشدید فا کے ساتھ ہے۔

میر سید علی غمگین

بتا ساقی کفارہ کیا ہی کیش می پرستی مین	قسم پیر مغان کی جھوٹ کھا بیٹھا ہی مستی مین

فارسی مین میر معزی نے بھی تخفیف فا کے ساتھ باندھا ہی اور وہ فارسی کے اعتبار سے عیب ہی

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بعیوق بیرق آہ	تو ہین برق و رعد لیکر علم سحاب اُٹھا

آب حیات مین اسی طرح لکھا ہے عیوق اصل لغت مین یاے تحتانی کی تشدید سے ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین منتخب اللغات کے حوالے سے لکھا ہے کہ عیوق تشدید یاے تحتانی مضموم کے ساتھ ایک ستارے کا نام ہی جس کا رنگ سرخ و روشن ہی اور وہ کہکشان کی سیدھی طرف ہی ثریا سے پیچھے نکلتا ہے اور اُسکے آگے ہوتا ہے۔

(۲۸) تشدید یعنے حرف غیر مشدد کو تشدید کے ساتھ لانا چاہیے۔

سودا

یعنے نواب سلیمان فرو نام آصف جاہ	عہد مین جسکے یہ غیور بزرگ کوچک

میر حسن

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	وے پرورش سب کی منظور ہے

غیور غفور کے وزن پر ہے مگران دونون شعرون مین یاے تحتانی کی تشدید کے ساتھ استعمال

کیا ہی۔ حالی اور میر نے درست لکھا ہے۔

حالی

خاک ہوں اور عرش پر ہو دماغ — مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور

میر

عاشق غیور جی دے اور اس طرف نہ دیکھے — وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ہٹ کے چارہ

(۵) قصر یعنی الف ممدودہ کو مقصور کر کے لانا جیسے۔

سودا

کہا اُس سے کہ بھر کے افتابا — صحن کے حاضر در مین رکھوا

آفتابہ اصل مین بالمد ہے۔

نعیم

اٹھ پھر اضطرابی دل ہے — دل ہے یارب کہ مرغ بسمل ہے

آٹھ اصل مین الف ممدودہ کے ساتھ ہے۔

(۶) مد یعنی حرف مقصور کو ممدود پڑھنا جیسے آناج اور آبرہ۔ ناسخ نے طومار اغلاط مین ناسخ کا یہ شعر لکھا ہے۔ ؎

دل ملک آنگریز مین جینے سے تنگ ہے — رہنا بدن مین روح کا قید فرنگ ہے

اور آنگریز کو فاع لات کے وزن پر لکھا ہے پس مثال مد کی ہو اسی قبیل سے ہے یہ شعر۔

منیر

کمال فارسی و انگریزی و اردو — عروض و قافیہ و فن شعر سے ماہر

منشی امیر احمد مینائی امیر اللغات مین لکھتے ہین کہ ناسخ کے شعر مین انگریز فاعلان کے وزن پر ہے مگر زبانوں پر بروزن مفعول ہے جیسے انشا کے شعر مین ؎

انگریز کے اقبال کی ہے ایسی رسی — آویختہ ہے جس مین فرانسیس کی ٹوپی

(۷) **تحریک** یعنی حرف ساکن کو متحرک لانا جیسے۔

سودا

بنیے کا دیوال بندا ایک قرضدار تھا — اُسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا

قرض بسکون رائے مہملہ ہے مگر یہاں رائے متحرک کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

ولہ

ہی مجھے فیض سخن اُسکی ہی مداحی کا	ذات پر جسکی مبرہن ہی کنہ عزوجل

کنہ ساکن الاوسط کو متحرک الاوسط موزون کیا ہے۔

نیمش

خصم تیرا احمق ہے اور بے ہُنر	نہین شاستر سے اُسے کچھ خبر

خصم حرف اول کے فتحہ اور دوم کے سکون سے مالک اور صاحب کے معنی مین بھی آیا ہی اور اس وجہ سے شوہر کو بھی کہتے ہین۔

دبیر

ہی سخت مجھے شرم بتول عذرا سے

عذرا اصل مین حرف دوم کے سکون سے ہی نہ فتحہ سے۔

میر انیس

دیکھا نہین کیا صبر بتول عذرا کو

سید

ختم ابن بی طالب پہ ہین حربے شجاعت کے

ممتاز جہان ممتاز

بسم اللہ لکھ کے نعت کا اسپر کیا حصر	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حصر اصل مین صاد کے سکون سے ہی۔

شوق زائر

حاجت تعلیم کی نہین ہے	حیوان عجم کو بھی یقین ہے

عجم عین کے ضمے اور جیم کے سکون سے کند زبان اور گونگے کے معنے مین ہی مگر یہان جیم کی تحریک سے آیا ہی۔

اعظم

منطقی اسرار اثبات ونفی مین رہ گئے
اُس دہن سے آگئی آواز عقدہ کھل گیا

نفی اصل مین بفتح نون وسکون فا ہے۔

دبیر

شرط نجم ہی کہ کارد نہ دکھاؤ اسکو ۔۔ ذبح کے پہلے قضا سے نہ ڈراؤ اسکو

منیر

اگرچہ گندمی رنگون کو بیپا اس جزیرے نے ۔۔ نہ پائی ایک دن بھی آرد گندم کی ارزانی

پہلے شعر مین کارد اور دوسرے شعر مین آرد کی را کو مفتوح باندھا ہی حالانکہ ساکن ہی۔
دبیر کے مصرع کی تقطیع یون ہی شرط نجم فاعلاتن ہ کہ کارَد فعلاتن نَ دکھا رُو فعلاتن اسکو فعلن ظاہر ہی کارد کی رے فعلاتن کی تاے متحرک کے مقابل واقع ہوئی ۔ تقطیع مصرع منیر نَہ پائی ای مفاعیلن ک دِن بی آ مفاعیلن رَدِے گندم مفاعیلن کی اَرزانی مفاعیلن اس مصرع مین آرد کی رے مفاعیلن کی میم کے مقابل واقع ہوئی ہی جو متحرک ہی۔

گلزار نسیم

اشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے ۔۔ پُر آرد در وغن و شکر سے

یہان بھی آرد کی را متحرک ہے کیونکہ مفعول کے لام کے مقابل ہی جو متحرک ہے۔

عظیم

نادانی کا مری نہو دانا کر احتمال ۔۔ گو تم بقدر فکر یہی کر محل چلے

عمداً بمعنی ارادے سے کام کرنا بفتحتین جو بعض کی زبان پر جاری ہی وہ صحت سے عاری ہی

انشا

غصے مین ترے ہمنے بڑا لطف اٹھایا ۔۔ ابتو عمداً اور بھی تقصیر کرین گے

اصل لفظ بفتح اول و سکون دوم ہی اور شعراے فارسی اُردو کے اشعار مین بھی سکون دوم سے آیا ہی

جلال اسیر

از طاقت من رنجش بے جا نہ پرسی ۔۔ شاید کہ بگویم ہتو عمداً نہ بپرسی

ظہوری

درد نداری ز مداوا چہ حظ ۔۔ دم بکش از نالۂ عمداً چہ حظ

میر

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

شہیدی

کبھی عمداً جو ہکلا کر وہ مجھ سے بات کرتا ہے	مزہ دیتا ہے اُسکا ہر سخن قند مکرر کا

دبیر

یہ حق ہے یہ باطل ہے یہ بُت ہے یہ خدا ہے	عمداً نہ سُنے کوئی تو یہ بات جُدا ہے

(۹) **اسکان** یعنی حرف متحرک کو ساکن لانا جیسے قسم بسکون سین لکھنا۔

ہوس

وہ بے غم و بے فسوس و بے قلق +	مین خاک فتادہ رہ خلق +

قلق بفتحتین چاہیے کیونکہ یہان بیقراری اور بے آرامی کی نفی مقصود ہے۔

شاہ حاتم

دیکھ سرو چمن ترے قد کون	خجل ہے پا بگل ہے بے بر ہے

خجل دراصل حرف اول کے فتح اور جیم کے کسرے کے ساتھ چاہیے کیونکہ شرمندہ کے معنی مین انھین حرکات کے ساتھ ہے اور سکون جیم کے ساتھ شرم و حیا رکھنے کے معنے مین ہے جو یہان نہین بنتا۔

تپش

رُخ مہر و مہ اُسنے تابان کیا +	کتان اور ذرے کو نگران کیا +

نگران مین کاف فارسی دراصل متحرک ہے۔

قلندر

کہان ہینگے آنسو کہ آنکھون سے نکلین	لگے برسنے ٹکڑے اب دل کے کٹ کر

برسنے مین دراصل راے مہملہ مفتوح ہے۔

مولوی صدرالدین خان آزردہ

اُس شوخ سے مربوط بہت سہل سے ہوتے	گر ہم بھی سبک حرکت نا اہل سے ہوتے

حرکت دراصل راے مہملہ کی تحریک سے ہے۔

تراب

ہر اک کہتے تھے تدبیر اپنے لائق	تحیر مین تھے سب حکماے حاذق

حکیم کی جمع حکما کاف کے فتح سے ہے اور شاعر نے کاف کو ساکن باندھا ہے۔

سودا

داغ ہون اُن سے اب زمانے مین | بزم شعرا کے ہین جو صدر نشین

شاعر کی جمع شعرا عین کے فتح سے ہے۔

ولہ

لب ولہجہ ترا سا ہیگا کب خوبان عالم مین | یہ غلط العام ہی جگ مین کہ سب مصری کی ڈلیان ہین

غلط دراصل لام کے فتحہ سے ہے۔

میر

سب غلطی ہی بازی طفلانہ کی یک سر | وہ یاد فراموش تھے ہمکو نہ کیا یاد

غلط لام کی تحریک سے ہی۔

ولہ

اکیونکہ پہونچی ہے جن کو امرائی | سب وہ اولاد حاتم طائی

امیر کی جمع امرا میم کی تحریک سے ہی۔

ممتاز جہان ممتاز

اب تو للہ کرد نظر کرم یا مولا | خون برساتے ہین یہ دیدۂ نم یا مولا

نظر اصل مین بفتحتین ہے۔

میر تقی

مت مانیو کہ ہوگا یہ بید دابل دین | گر آوے شیخ پہن کے جامہ قران کا

قرآن بروزن عثمان کو زبان کے وزن پر باندھا ہے۔

تقطیع گر آوِ مفعول شیخ پہن فاع لات کے جاماق مفاعیل رَان کا فاع لُن۔

خاقانی نے بھی تحفۃ العراقین کے تیسرے مقالے مین قرآن کو زبان کے وزن پر ضرورت شعر کی وجہ سے نظم کیا ہے۔ ع

فردان چار ند مملکت دو | یزدان و قرآن و کعبہ و تو

مولوی سید اکبر حسین اکبر

انو کھے ہین شاغل حضرت اکبر کی ان دنون | الم ترکیف چھپ کے پڑھ رہے ہین فیلخانے مین

آٹھون اقسام مذکورہ بالا متقدمین کے نزدیک جائز تھین مگر اب یہ محاورات بالکل متروک

ہو گئے ہین اور استعمال ناجائز ہی اگر ابتدائی حالت پر نظر کرین تو عیب نہین ورنہ ناجائز اور عیوب کلام سے ہی بعض ہٹ دھرم شاعرون نے یہ مسئلہ گڑھ رکھا ہی کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن باندھنا اور الفاظ مخالف قیاس لغوی کا استعمال کرنا درست ہی چنانچہ اپنے کلام مین اس قسم کے بہت الفاظ لاتے ہین اُن سے کوئی یہ پوچھے کہ جب اُس لفظ کے ترک کرنے مین یا اُس مصرع کے بدلنے سے آپ عاجز ہین تو آپ کو شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

نقل کسی شخص نے ایک شعر میر فطرت کے روبرو پڑھا کہ جس مین ایک لفظ غلط و بدنما موزون ہوا تھا فطرت نے وجہ اُسکی پوچھی جواب دیا بضرورت شعر فطرت نے فرمایا شعر گفتن چہ ضرور۔ ہر چند کہ اُستادان مسلم الثبوت متقدمین نے ایسا کر لیا ہی مگر یہ بات اُنھین کو زیبا تھی ہمکو استعمال کرنا ضرور نہین کیونکہ ان چیزون کی قباحت ایک زمانے کے گذرنے کے بعد عقلا و فصحا کے اتفاق سے طالب فن کے ذہن نشین ہوا کرتی ہی۔

(۹) کلمے کو بے موقع استعمال کرنا جیسے اگر کی جگہ اگرچہ اور اگرچہ کی جگہ اگر (مثال اول)

ظفر

تجھے دیکھین تو پھر اورونکو کن آنکھون سے ہم دیکھین / یہ آنکھین پھوٹ جائین گرچہ ان آنکھون سے ہم دیکھین

مثنوی سعدین

گرچہ وہ بت نہ رام ہو میرا / کھانا پینا حرام ہو میرا

حسینی بیگم امراؤ تخلص دہلوی

گرچہ منظور نہ تھی خانہ نشینی میری / تو مجھے ساکن ویرانہ بنایا ہوتا

ہر چند لفظ اگرچہ صحیح ہی مگر اسکا استعمال اور موقع پر ہوتا ہی ہے (مثال دوم)

علی گوہر

گھر کو بلبل سے لیجائے چمن سے آشیان اپنا / پڑھے گر صد ہزار افسون نہو گا باغبان اپنا

غالب

قیامت ہی کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب / وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھسے

ولہ

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے / داغ دل بیدرد گذرگاہ حیا ہے

دونون شعرون مین لفظ نہ بے موقع واقع ہوا ہے اسکی جگہ نہین چاہیے۔

تراب

نام لینے سے مین بدنام ہوا ہون جس کے | پھر کوئی لائے تراب اسکو یہ بدنام تلک

یہ بے موقع واقع ہوا ہی اس جا ہیے۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون | غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہی

یہان پر قاعدے کی رو سے مجھے کے بعد اپنی اوقات سے آنا چاہیے تھا مگر مرزا نے خلاف قاعدہ مجھے میری اوقات سے نفرت ہی نظم کر دیا ہے۔

حالی

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان | اور ہند کی نسلو نپہ رہے سایۂ قیصر

ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادۂ وکٹر کا ہے | جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہے

دونون شعرون مین لفظ قیصر بے موقع استعمال ہوا ہی قیصرہ کا موقع ہی کیونکہ دونون نظمون مین ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ مراد ہین۔

مصحفی

گیسو تھے جس کے گردن خورشید کی کمند | بے سر پڑا ہوا ہی کٹا کر وہ بند بند
اب کوئی سرہانے اسکے جلاتا نہین سپند | بنتی بخور جسکے تھی مجمر کے واسطے

سپند یا اسپند ایک قسم کا تخم ہی جو نظر بد کے دفع کرنے کی غرض سے جلاتے ہین اور بزرگون کے مزارون پر لوبان سلگایا جاتا ہے (۱) لفظ ہندی کو طرف لفظ ہندی یا عربی یا فارسی کے مضاف کرنا جیسے دبیر کے اس مصرع مین سہ پہونچی سکینہ لاش چچا بر لب فرات +

ولہ

بازو پہ بجے جوشن الماس ضیا بار | ادراکۂ در نجف حیدر کرار +

لاش چچا اور اکۂ در نجف یہ الفاظ بحالت ترکیب اضافی درست نہین کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ مین سے ایک لفظ ہندی ہی دوسرا ہندی یا فارسی یا عربی اور یہ ترکیب ناجائز ہی۔
جیساکہ مولوی عبدالغفور خان نساخ نے تحقیق کیا ہی۔ نواب جعفر علی خان مجھے لکھتے ہین کہ مین نے تطہیر الاوساخ مین اس طرح دیکھا ہے سہ پہونچی سکینہ لاشۂ عم بر لب فرات + واللہ اعلم میری رائے

مین اعتراض صحیح ہی انتہی کلامہ۔

مثنوی نخستہ لقامصنفہ علی

بھری تھی مزاجون سے ہرایک بول	وہ محفل سراسر تھی محو ٹھٹول ؎

محو کی اضافت ٹھٹول کی طرف درست نہین۔

منیر

کہین بچھی تھی دل کشتہ کی صف ماتم	کہین نکلتے تھے تابوت ہاے صبر و قرار

صف بمعنی بوریہ لفظ ہندی ہی اسلیے ماتم کی طرف مضاف نہین ہوسکتی جیساکہ طومار اغلاط مین مرقوم ہی

امیر مینائی

جب تک صدف مین قطرۂ نیسان گہرنے	تا آہن آبیاری پارس سے زرنے

پارس لفظ ہندی ہے آبیاری کا لفظ اُس کی طرف مضاف ہی اور یہ عبارت درست نہین ہے جیساکہ طومار اغلاط مین بیان کیا ہے۔

اور اس باب مین شعراے متقدمین مثل میر و مرزا و انشا و مصحفی و جرأت وغیرہ کا کلام بھی مستند نہین ہوسکتا شیخ امام بخش ناسخ کے عہد سے جو جو سقم اس قسم کے تھے ترک ہوگئے اور جو کچھ رہ گئے تھے وہ انکے شاگرد میر علی اوسط رشک اور اُنکے شاگرد اسماعیل منیر نے ترک کردیے ہان یہ ترکیب اعلام مین درست ہے اور شعراے متوسطین و متاخرین نے مثل ناسخ وغیرہ کے استعمال کیا ہی اور اب تک یہ قاعدہ جاری ہی مؤلف کی راے مین جو لفظ ایسا ہو کہ سواے ہندی کے فارسی مین نام نہ رکھتا ہو ایسے لفظ کی اضافت لفظ فارسی کی طرف اور اظہار کسرۂ اضافت جائز ہی کیونکہ ایسا لفظ حالت عطف و اضافت مین حکم فارسی رکھتا ہی ہماری اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ طومار اغلاط کے مؤلف کا اعتراض امیر مینائی کے شعر پر تحقیق کے خلاف ہے۔ اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔ فوجداری کی اضافت کول کی طرف دھوہرا۔

جو ایک شخص ہی بائیس صوبے کا خاوند	رہی نہ اُسکے تصرف مین فوجداری کول

(۱۱) **فک اضافت** یعنی کسرۂ اضافت کا آخر مضاف سے ساقط کردینا جیسے۔

نسیم

روروکے بکاؤلی دل افگار
بولی کہ خدا علیم ہے یار

بکاؤلی دل افگار مین اضافت ترک ہوگئی۔

ایاز محمد خان ایاز ساکن بھوپال

جب آلہ حمد رب خدا کا یہ حال ہو | شرمین شریک شرک ہی کیونکر لکھے بشر

آلہ حمد رب مین اضافت ترک ہو گئی ہی۔

میر

زیردست اُسکے رہین گردن کشان | تا قیامت وہ رہے مالک رقاب

مالک رقاب مین اضافت ترک ہو گئی ہی۔

اموجان مفتون

جس کا ہمسر ہی نہین آتا نظر | شاہ انگلستان مالک بحر و بر

ولہ

عادل و باذل کریم و داد گر | فیض بخش و قدردان اہل ہنر

قدردان اہل ہنر مین اضافت محذوف ہے۔

میر

عاشق غیور جی وے اور اُسطرف نہ دیکھے | وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ٹک کھپارہ

نعیم

بند و بست اُس زلف کا ہی اپنے دلکے ہاتھ مین | خانۂ زنجیر کا دیوانہ صاحب خانہ ہے

صاحب خانہ مین فک اضافت ہے۔

میر

مری آہ کیا برچھیان مارتی ہے | دل شب ہے ہر دم صدا الامان ہے

صدائے الامان چاہیے۔

ولہ

رہون جا کے مرحضرت یار مین | یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا

بندۂ درگاہ چاہیے۔

انشا

سیر کی اُس نے عجب جسنے کہ آتے ہی چڑھا | میکدے مین دو سہ قرطے گلفام لیے

اصل قرطۂ مے گلفام اضافت کے ساتھ چاہیے۔

ولہ

استقصات دموالید و جواہر خمسہ ہا ۔ ہفت اقلیم جہان معدن زرمیون ایک

جواہر خمسہ مین فک اضافت ہی۔

ہوس

اگر تا تھا وہ گفتگو پریشان ۔ کرتی تھی یہ جمع مو پریشان

دراصل گفتگوے پریشان اور موے پریشان ہونا چاہیے۔

داغ

جمشید عصر کلب علیخان فلک جناب ۔ ہوتا ہی جسکی ذات سے صاحب وقار عیش

کلب علی خان موصوف ہی اور فلک جناب صفت اور یہان کسرہ صفت ساقط ہو گیا ہی۔
اسی طرح صاحب وقار سے اضافت ساقط ہو گئی ہی۔
زبان فارسی مین بھی الفاظ عاشق اور مالک اور صاحب کو فک اضافت کے ساتھ ضرورت شعر کی وجہ سے استعمال کیا ہی جیسے۔

سعدی

زصاحب غرض تاسخن نشنوی ۔ وگر کار بندی پشیمان شوی

ظہوری

درین انجمن کیست عاشق سخن ۔ کہ عشقے نورزید با شعر من

بدر چاچی

جملہ بدین داوری بردر عنقا شدند ۔ کوست خلیفہ ظہور داور مالک رقاب

اسی سبب سے مرکب اضافی مقطوع نثر مین واقع نہین ہوتا۔

زین العابدین خان عابد

مجرائی جسے عشق حسین بن علی ہے ۔ حاصل اُسے دنیا مین سعادت ازلی ہی

لفظ سعادت ازلی مین اضافت محذوف ہی۔

ظفر

پیدا کیا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق ۔ پل جسکی ساق پاے بنا رود نیل کا

بن کی اضافت عنق کی طرف چاہیئے۔

ناسخ

ہاتھ سے اُس قاتل عالم کے کیونکر جی بچے ۔ جسکا ہر ناخن بُریدہ غیرتِ شمشیر ہے

ناخنِ بُریدہ اضافت کے ساتھ چاہیے کیونکہ موصوف کے حرف آخر کو بھی کسرہ ہوتا ہے۔

آتش

روسیہ دشمن کا ہون پاپوش سے کیجے فگار ۔ جیسے سلہٹ کی سپر پر زخم ہو شمشیر کا

دراصل روئے سیہ چاہیے۔

زاہد اگر کہے ہے مجھے مست روزِ الست ۔ قلندر کچھ آج ہی نہین ہون زروز الست ہون

مصرع اول مین روز الست مین کسرۂ اضافت ساقط ہو گیا ہے

احمد علی صادق

حضرت سعدی کا ہی کیا قول راست ۔ گر اعادہ اسکا صادق پر محسن ہے

صادق موصوف اور پر محسن صفت ہے اور کسرۂ صفت ساقط ہو گیا ہے۔ عجب کہ صاحب رسالہ صنعت الشعر نے فک اضافت کو صنعت تجرید لفظی کے قبیل سے لکھا ہے۔

(۱۲) اضافت زائد جیسے۔

صاحبزادہ علیم اللہ خان

شہ کلب علیخان بہادر خسرو نامی ۔ اگر جسکے در کی دارا جانتا ہے فخر دربانی

شہ کلب علی خان مین اضافت زائد محض ہے اسلیے کہ شہ مبدل منہ ہے اور قاعدہ ہے کہ اُسکے حرف آخر کو کسرۂ اضافت نہین دیتے ہین۔

میر حسن

ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر ۔ رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر

شہ بے نظیر مین اضافت زائد ہے اسلیے کہ اول مبدل منہ ہے اور دوم بدل۔

جرأت

خداوندا بحق چاردہ معصوم سُن لیجو ۔ یہ آنکھین دیکھین جرأت ہے اسی اُمیدواری مین

کہ شب کو تو پریزادون کا مجمع ہووے اوروں کو
پرے نوجون کے ہون شاہ سلیمان کی سواری مین

شاہ سلیمان مین اضافت زائد ہے کیونکہ ایک مبدل منہ ہے اور دوسرا بدل۔

ناسخ

جو کانپور سے ناسخ چلو بنارس کو | مزار پاک جناب علی حزین دیکھو

جناب کے حرف آخر پر کسرۂ اضافت زائد ہی کیونکہ مبدل منہ ہی اور علی حزین بدل ہے۔ مزار موصوف ہی پاک صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف ہی اور جناب مضاف الیہ پس پورا مرکب اضافی مُبدل ہے۔

امیر

بوے یوسف مصر سے کنعان مین لائی ہے صبا | اب دماغ حضرت یعقوب مین بُو اور ہے

ولہ

نونہالان چمن مین تھا کہان یہ حُسن امیر | حضرت یوسف سے ہی ساری فضا برسات کی

حضرت مبدل ہی نہ مضاف اور یعقوب و یوسف بدل پس اضافت زائد ہے۔

مرزا عبد الغنی ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادہ وکٹر کا ہے | جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہی

یہان حضرت شہزادہ وکٹر مین حضرت اور شہزادے کی اضافت زائد محض ہی کیونکہ دونون مبدل منہ ہین اور وکٹر بدل ہے۔

میر حسن

دھری اک بیاض اور رشک چمن | پر از شعر سودا و میر حسن

میر حسن مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

صادق

تیرا تھا اک اعلےٰ پایے کا کلام | تجھکو ہم کہتے ہین اُستاد ظہیر
بادہ خواران سخن روتے ہین سب | تجھکو اے میخانے کے پیر ظہیر

اُستاد ظہیر اور پیر ظہیر مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

رند

سُلطان ابو الظفر بہادر | خاقان ابو الظفر بہادر
من بعد خدا رحیم و عادل | ہی شان ابو الظفر بہادر
احکام قضا کے ہے مطابق | فرمان ابو الظفر بہادر

سلطان اور خاقان کے بعد اضافت زائد ہی کیونکہ دونون مبدل منہ ہین۔

مثنوی سعدین

سید احمد حسین خان قمر	آفتاب سپہر علم و ہنر

خان اور قمر کے درمیان اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل اور مبدل منہ وبدل کے درمیان اضافت نہین دیجاتی پس مرزا کلو بیگ اور میر منو اور شیخ رحیم بخش مین مرزا اور میر اور شیخ کے حرف آخر کو کسرہ نہین دینا چاہیے اسی طرح شاہ اور امام اور بابا اور لالہ اور مسر اور پنڈت اور کاکا اور نواب کے حرف آخر کو کسرہ دینا غلطی ہی مثلاً شاہ کلو اور امام ابوحنیفہ اور بابا فغانی اور لالہ بہاری لال اور مسر کرپارام اور پنڈت منسارام اور کاکا سندرداس اور نواب نظام الملک کو مبدل منہ کے سکون سے پڑھنا چاہیئے۔ دریاے لطافت کے بیان نحوین انشا نے یون ہی لکھا ہے۔

داغ نے جو اپنے اس شعر مین۔ ع

میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم	صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم

شہ کو اضافت کے ساتھ استعمال کیا ہی تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ یہان شہ موصوف ہی نہ مبدل منہ یہی حال مثنوی گلزار نسیم کے اس شعر کا ہی۔

یعنے تاج الملوک مضطر	وہ بادشہ حباب افسر

بادشہ موصوف ہی اور حباب افسر صفت۔

یہ کہنے کا حق کسی کو حاصل نہین کہ شاہ سلیمان یا سلطان ابوالظفر وغیرہ مین اضافت صحیح ہی اور عوام مین کثرت کے ساتھ ایسی غلط ترکیبون کا شائع ہو جانا قابل سند نہین خواص مبدل منہ وبدل کے درمیان کسرہ لانے سے ہمیشہ محترز رہے ہین چنانچہ صاحب گلزار نسیم کہتا ہی ع

روح افزا جسکی ہون مین دختر	فردوس کا بادشہ مظفر

تقطیع فردوس مفعول ک بادشہ مفاعلن مظفر فعولن۔

ولہ

باپ اُس کا بادشہ مظفر	حسن آرا اُس پری کی مادر

تقطیع باپ اُس ک مفعول بادشہ فاعلن مظفر فعولن۔

سلطان زین الملوک ذی جاہ	پورب مین ایک تھا شہنشاہ

تقطیع سلطان زرے مفعولن تمگو فاعلن ک ذی جاہ مفاعیل۔

زبان فارسی و اُردو مین ترکیب مضاف مضاف الیہ و ترکیب مبدل منہ و بدل کا لفظی فرق سب سے بڑا یہی ہے کہ اسم مضاف کا حرف آخر مکسور رہتا ہے اور مبدل منہ کا حرف آخر ساکن اور مضاف مضاف الیہ کے مصداق مین تغائر ضروری ہے کیونکہ مضاف الیہ معنی مضاف مین تعریف یا تخصیص کا فائدہ و بدل کی ترکیب بخشتا ہے اور شے کی تعریف و تخصیص اپنے نفس کیلیے محال ہے جیسے پسر زید اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب اگرچہ ترکیب مضاف و مضاف الیہ کے مشابہ ہوتی ہے مگر اس مین حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ نہین پڑھتے بلکہ دونون اسمون کے آخر کو حرف ساکن تلفظ مین لاتے ہین اور ان مین مقصود بالذات نسبت بدل کی طرف ہوتی ہے مبدل منہ کا ذکر محض تمہید کے طور پر ہوتا ہے اور مصداق دونون کا ایک ہوتا ہے جیسے امام حسین اور شہزادہ ہرمز علامہ نور اللہ احراری شرح گلستان مین لکھتا ہے کہ سعدی کے اس قول مین شہزادہ ہرمز را گفتند از وزیران پدر چہ خطا دیدی کہ بند فرمودی بدون اضافت کے ہرمز بدل شہزادے کا ہے اور مصداق دونون کا ایک ہے نہ مدلول اس لیے کہ جس ذات پر ہرمز صادق آتا ہے اُسی پر شہزادہ بھی صادق آتا ہے۔ ابن مالک نے اس قسم کا نام بدل مطلق رکھا ہے۔

منتخب النحو مین مولوی میر حیدر حسین بلگرامی نے لکھا ہے کہ مین نے مکتب کے ایک معلم کی زبان سے جو دوسرے معلمون سے ممتاز تھا سنا کہ حرف آخر مبدل منہ کو مکسور پڑھنا چاہیے اور سعدی کے اس قول مین یکے از ملوک خراسان سلطان محمود سبکتگین را بخواب دید لفظ محمود کو مبدل منہ اور لفظ سبکتگین کو بدل جانتا تھا حالانکہ یہ امر نہایت غلط ہے کیونکہ یہان لفظ محمود مضاف ہے اور سبکتگین مضاف الیہ ہے محمود بیٹے کا نام ہے اور سبکتگین باپ کا اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب مین دونون اسمون کا متحد ہونا شرط ہے اور ظاہر ہے کہ باپ اور بیٹا متحد نہین ہو سکتے پس لفظ محمود کے حرف آخر کو کسرہ بوجہ اضافت کے ہے نہ بسبب بدل کے کیونکہ اہل فارس حرف آخر مبدل منہ کو ہرگز مکسور نہین پڑھتے پس نظم فارسی یا اُردو مین حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ لانا ضرورت شعری کی وجہ سے ہوتا ہے اسی قبیل سے ہے جامی کے اس قول مین ۔

خواجۂ نقشبند بند کشا ے	نقش غیر از دل مرید زدا ے
قاآنی	
شہزادۂ اعظم حسین آن اصفہان را نور عین	اعدا ازو در شور و شین احباب ازو با قدر و شان

(۳۳) اسقاط عین اور ہائے غیر ملفوظی اور حائے حطی اور دال مہملہ وغیرہ کا۔

فائدہ جیسے الف کا گرانا جائز ہی ویسے ہی ان حروف کا گرانا عیب ہی ہر چند کہ بعض متقدمین فارس مثل حکیم فردوسی اور شیخ فریدالدین عطار وغیرہ نے ایسے حروف کا اسقاط بھی جائز رکھا ہی لیکن متاخرین اس کو سخت عیب جانتے ہین کسی غلط نسخے مین یہ شعر ظہوری کا ؎

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را ؎	کہ سازم جوان عقل فرتوت را ؎

یون لکھا تھا۔

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را	کہ سازم علاج عقل فرتوت را

لوگون نے بیچارے ظہوری کو کیسا ٹٹو بنایا کہ معاذاللہ مگر حاشا وکلا اُسنے ایسا نہ لکھا تھا اصل شعر ظہوری کا اُسی طرح ہی جیسا ہمنے اوپر لکھا۔

فارسی اشعار مین مرزا طاہر وحید۔ حکیم عبداللہ خان علوی اور صہبائی وغیرہ کے اشعار مین جو عین کا سقوط ہوا ہے یہ بھی عیب ہے اور ایسے اشعار فارسی زبان کے عیوب کی بحث مین لکھے جانے کے قابل ہین۔

نعیم

مجنون کی کیا سند ہی عشق عاشقون کے آگے	دیوانے کو ہم ایسے مجذوب جانتے ہین

عاشقون کا عین ساقط ہوتا ہے۔

شاہ حاتم

یہان طالبون سے ملتا ہے پیار لب	عبث دیکھے ہے زاہد استخارا

طالبون کا عین ساقط ہوتا ہے۔

ظفر

ظفر خار کیون گل کے پہلو مین ہوتے	جو اچھے نصیب عندلیبون کے ہوتے

عین عندلیبون کا تقطیع مین ساقط ہوتا ہے۔

ولہ

کہا غیر کو نہ بلائیو کہا شوق سے مین بلاؤن گا	تجھین رشک ہو تو نہ آئیو یہ کہا اور ہمکو اُٹھا دیا

یہ کہا اور ہم بروزن متفاعلن ہم کی ہ تقطیع مین نہین آتی۔

نظیر

نہ مانا کبھی دل نے کہنا ہمارا	نہایت ہم عاجز ہوے بکتے بکتے

عاجز کا عین گرتا ہے۔

سودا

اک عالم انکے گرداگرد ہوا جمع ہا ۔ ہو پروانون کی جون کثرت سر شمع

عالم کا عین اور ہوا کی ہ تقطیع مین گرتے ہین۔ اگر ہوا کی ہ نگرائین تو گرداگرد کے آخر سے دال گرجائے گی۔

ولہ

سودا تجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا ۔ تو اپنا غریب عاجز و دل بیچنے والا

عاجز کا عین گرتا ہی۔

مثنوی عابد

آقریب عابد کے وہ کہنے لگا ۔ السّلام اے رہرو راہ ہدا

عابد کا عین ساقط ہوتا ہے۔

فصیح

ای فصیح یہ گھر بغیر از یار کے زندان ہے ۔ ہر در و دیوار پر لکھد بجئے اس بات کو

فصیح کی حائے حطی گرتی ہے۔

قلندر

گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر ۔ صحیح ہی گر کہون مین بادشاہون

صحیح کی حائے حطی گرتی ہے۔

تفسیر منظوم سورۂ یوسف مؤلفہ اشرف

عظیم آپ کو اک جگہ ہے کہا ۔ د خلقے عظیم ہے کہا دوسرا +

دوسرے مصرع مین حرف ربط کی ہا ساقط ہوئی ہے۔

انیس

تصویر سی بستر پہ کشیدہ تھی تن زار ۔ باہین جو گلے مین تھین تو بندھ دیدۂ خونبار

ذوق

بندھ سکا ہے نہ مضمون اُس دہان تنگ کا ۔ ہاتھ اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا +

سودا

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا ۔۔۔ مند جائین چشم عاشق تو بھی وہ منھ نہ کھولے

پہلے دونون شعرون سے بندھ کی دال اور اس تیسرے شعر سے مند کی دال گرتی ہی یہان یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ بندھ اور مند کا نون غنہ ہی کیونکہ نون غنہ اصطلاح صرف مین اُسے کہتے ہین جو حروف علت یعنے واو ساکن ماقبل مضموم اور یاے ساکن ماقبل مکسور اور الف ساکن کے بعد واقع ہو جیسے کہان۔ کہون کہین اور بندھ و مند کے نون ساکن بہ سکون جلی ہین اور یہ دونون مخرج مین متفاوت ہین کیونکہ غنہ ناک کی آواز سے پیدا ہوتا ہی اور ساکن بسکون جلی کا مخرج وہی ہی جو مخرج نون متحرک کا ہی پس غنہ سے صرف ایک بو معلوم ہوتی ہی اور ساکن بسکون جلی تلفظ مین آتا ہی اور چونکہ تقطیع مین حروف ملفوظ معتبر ہین اسلیے اہل عروض ایسے نون کو جو حروف علت کے بعد واقع ہو اور جس کا تام نون غنہ ہی واجب الحذف سمجھتے ہین جیسا کہ مجد قومی نے رسالۂ سکتہ مین لکھا ہی البتہ حالت عطف و اضافت و توصیف مین نون غنہ کا اعلان ضرور ہی۔

میر سجاد

دل کی وحشت کے کوئی لائق نہین ۔۔۔ جنگل اب بن گیا ہے سبز گھنا

لائق کا قاف گرتا ہے۔

حالی

شودر کہلائے راکش کہلائے ۔۔۔ رنج پردیس کے مگر نہ اُٹھائے

راکش کا شین تقطیع مین گرتا ہے۔

نعیم

دل اس قدر نعیم مرا محو یار ہے ۔۔۔ معلوم نہین جہان مین خزان یا بہار ہے

معلوم کی واو ساقط ہوتی ہے۔

قلندر

ایک بوسے سے قلندر رستی مُنھ مت موڑو ۔۔۔ ایسا بندہ کہین اس مول کو نہین پانے کے

مول کی واو تقطیع مین گرتی ہے۔

ولہ

مین نہین ہونیکا عاقل مت پڑو میرے خیال ۔۔۔ یہ جنون جائیگا نہین یہ سب خیال خام ہے

جائیگا نہین ہین یا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

امیر جان معشوق

آج ہے وہ مسند آرائے جہان	جارج پنجم قیصر ہندوستان

جارج کی جیم گرتی ہے۔

راضی

ہوئی جارج پنجم تری تاجپوشی	رہے کس طرح منھ پہ مہر خموشی ؎

(۱۴) الفاظ فارسی یا ہندی کو بطور عرب کے بنانا جیسے شلول بمعنی شل اس بیت مین مرزا دبیر کے۔ ہے

جنبش نہ ہاتھون کو تھی دہ تیغون کے درمیان	شلول کے ہون پنجے مین جیسے چھ انگلیان

اور طبیب بمعنی لبالب اور مزیب بمعنی زیبا اور مریش مرد ریش تراشیدہ شدہ صاحب فسانہ عجائب داآرائش محفل نے اکثر ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

آتش

شگفت ایام سے پروا نہین کچھ حسن کو	خوبرو دیونکو مزیب ملگجی پوشاک ہے

ظفر

خط نہین روے مریش پہ ترے بھر نکلا	ہرلا قرآن کی ہے تفسیر کا پہلا کاغذ

مرزا خانخرلکین کہتے ہین کہ زیب سے مزیب اور ترتیب اور زلف سے مزلف اور روغن سے مرغن درست نہین لیکن یہ قول ان کا ضعیف ہی کیونکہ یہ ایک قسم کی صناعی ہی جو اُستادان عرب اور عجم دونون کے یہان مروج ہے۔

(۱۵) کسی لفظ کے اصلی معنی چھوڑکر اور معنی اپنی طرف گھڑ لینا جیسے

بہار عشق

مت سمجھنا یہ کوہ شملہ ہے ؎
شاہ واجد علی کا حملہ ہے

فائض المعانی مین لکھا ہے کہ عملہ بتحریک اول و دوم بر وزن و معنی فعلہ جمع عامل کی ہے جس کے معنی ہین کارکن لیکن شاعر نے بمعنی دور حکومت استعمال کیا ہے اور اسی قسم سے اہل عملہ بمعنے اہل عمل انتہی۔

صبا

عوض اللہ اسکا ملے مین حشر کے دیگا	کریگا جو سیاست حاکم ظالم رعیت پر

یہان سیاست کے معنی اصلی چھوڑ کر ظلم و جبر کے معنے مین استعمال کیا ہے اور اسکے اصلی معنی ملک کی حفاظت کرنے اور انتظام کرنے اور آدمیون کو ڈرا دھمکا کر فسق و فجور سے روکنے کے ہین اگرچہ قہر کرنے اور رعیت کرنے کے معانی مین بھی لکھا ہے مگر عرف مین وہی معانی لیے جاتے ہین جو ہمنے اوپر بیان کیے۔

اسی قبیل سے سمجھنا چاہیے اشعار ذیل ہین۔

منیر

ضیاے ریش مقدس مین چہرۂ انور	کنار رحل مین قرآن جس طرح اظہار

دبیر

اتنک ہین نشان کانٹون کے تو پاؤن مین اظہار	ہے آج پہنے دون مین زنجیر گرانبار

آتش

لعب بازیکی بھی حسرت نہ رہی اے آتش	میرے اللہ نے بازیچۂ تن مجھکو دیا

لعب بفتح لام بازی کو کہتے ہین مگر شاعر نے لعبت کے معنی مین کہ گڑیا کو کہتے ہین استعمال کیا ہے۔

ولہ

چار ابرو مین تری حیران ہین سارے خوشنویس	کس قلم کا قطعہ ہے یہ کاتب تقدیر کا

چار ابرو بمعنی چہرہ لیا ہے اور محاورے مین چار ابرو سے مراد ابرو اور ریش و بروت ہے اور یہ لفظ بغیر صفائی کے نہین آتا جس سے مراد یہ ہے کہ ان کو منڈا دین اور قلندرون کے لیے خاص ہے نہ کہ معشوق کیلیے۔

(۱۱۶) ترکیب کی صورت بدل دینا مثلاً۔

آتش

لعل شکر بار کا بوسہ مین کیونکر نہ لون	کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دود کو

صحیح حلواے بے دود ہے۔

منشی

لگا کہنے یون شیدۂ نامدار	مجھے میل کشتی ہے اے شہریار

اصل مین شیداے نامدار چاہیے کیونکہ جب ایسا لفظ جسکے آخر مین الف ہو موصوف یا مضاف۔

ہوتا ہی تو ایک یاے تحتانی اُسکے آخر اظہار کسرہ صفت و اضافت کے لیے لگا دیتے ہین۔

(۱۷) نون ساکن کو بطور غنہ کے اور غنہ کو بطور ساکن کے استعمال کرنا مثلاً۔

سودا

لے سیل تا بدشنۂ دبر چھی سے تا خنجر

خنجر کا نون ساکن ہی مگر یہان بطور غنہ آیا ہی۔ اسی قبیل سے ہی۔

آتش

شرط ہی رتبۂ مردان خدا کا انصاف	ڈوبا فرعون ؑ ہین موسیٰ ؑ ہین پایاب اُترا

ولہ

موسیٰ کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی	فرعون کو تونے غرق کیا رود نیل کا

مقصود بالتمثیل لفظ فرعون ہی۔

(۱۸) اُس نون غنہ کا اعلان جو لفظ مضاف الیہ کے آخر مین واقع ہو جیسے

ظفر

لخت جگر و اشک مین حاضر ترے آگے	یہ لعل ہین وہ گوہر غلطان ہمارے
جمعیت دل تیرے سبب سب ہین وہ برہم	کیون ضد مین پڑے زلف پریشان ہمارے

ہوس کی غزل ہے یہ

اکبار ہم صفیرون نے دیکھا اُسکو رو دیا	میرا قفس جو سوے گلستان لے گئے
کیسے چمن مین آئے کہ چن چن کے باغ سے	دامن مین اپنے ہم گل حرمان لے گئے
ہم روے گل ہی دیکھنے پائے نہ یا نصیب	ہم کو بہار مین سوے زندان لے گئے
طوفان اُٹھے گا قبر سے ہم خاک مین اگر	ساتھ اپنے اپنے دیدۂ گریان لے گئے
تازہ ہوا پھر از سر نو اسکو داغ قیس	ناحق ہوس کو سوے بیابان لے گئے

انشا

لالہ مراد خرمن ہو اجی آپ نہ تب کیجے	گر دیجے کسی مرد مسلمان پہ چھٹی
انشا کو سعادت ہی ہوئی ہو باغ جنان کی	حاضر ہی یہ لیجے شہ مردان پہ چھٹی

ظفر

نہین عذر عزیزون سے سرخ رو ہر گز	ہوے ہین ایسے لہو زیر آسمان سفید

ولہ

روز گھر غیر دن کے رہنا تجھے مہمان طریق | یہ بھی کوئی ہو بھلا اے بُت نادان طریق

عبد القادر وفا

کاہین تمام تابع فرمان ہو گئے | دفتر نجومون کے پریشان ہو گئے

قلندر

ذوق مے نوشی گلشن ہے بجا نون کس کو | حجت سیمین مین نرگس کے طلائی ہے ایاغ

غالب

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین | فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

دبیر

مین گھر کہان نہ کھاؤن گی شمر لعین کی

بعض الفاظ ایسے ہین کہ اُن مین بغیر اضافت کے بھی اعلان نون عیب ہے۔

تعشق

دھرے سر پہ زانو کو حیران تھا | تفکر کے عالم مین غلطان تھا

ولہ

کہان ہووے شکل ایسی انسان کی | نہ جب تک عنایت ہو یزدان کی

تسکین

تمکو بھی تو غیرون سے یہ اخلاص نہین ہے | جو ربط کہ اس دست و گریبان مین دیکھا

رند

سامنے جنت و دوزخ ہین کہین کھینچ ہی جاے | مجھکو عریان میان صف محشر نہ پھرا

(۱۰) دو ہندی لفظون کو کسی فارسی یا عربی لفظ کے ذریعے سے اتصال دینا جیسے ارشد کے قول مین۔

یہ جوانی اور مرنا سخت تر افسوس ہے | پورب سے تا ہند جس کا گھر یہ گھر افسوس ہے

آٹھوین تناقض یعنے ایک معنے کے خلاف دوسرے معنے کلام مین لانا جیسے کسی کی تعریف مین با وفا و ستمگر کہنا۔

اسی قبیل سے میر کے اس قول کو سمجھنا چاہیے۔

جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تو تھا	قالب خاکی کے پردے مین خدا تو ہی تو تھا

پہلے مصرع سے یہ ثابت ہی کہ ممدوح خدا کا بندہ اور ایک بشر ہی کیونکہ پیمبر کا جانشین بتایا ہے اور پیمبر خدا کے بندے تھے اور بندۂ خدا کا جانشین بھی بندۂ خدا ہوگا اور دوسرے مصرع سے ثابت ہے کہ ممدوح خدا تھا کیونکہ مطلب اس مصرع کا یہ ہی کہ خدا نے آدمی کی صورت مین ظہور کیا ہی اور ممدوح کو جو بظاہر آدمی دیکھتے ہین یہ درحقیقت خدا ہی کہ اُسنے آدمی کا جسم اختیار کر لیا ہے۔

آفتاب رائے رسوا

ہی زندگی کا لطف تب اہی خضر خوش اوقات	جب ہاتھ مین ساغر ہو صراحی ہو سبو ہو

غرض اس شعر سے یہ ہی کہ خضر کی زندگی تنہائی مین بے لطف گذرتی ہی لطف کے ساتھ زندگی گذارنے کے لیے ان چیزون کا ہونا ضرور ہی اور خضر کو یہ چیزین حاصل نہین اور خوش اوقات کہنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خضر کی زندگی لطف سے گذر رہی ہے۔

اختر

اک زن فاحشہ تھی گنا نام	راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اس شعر مین گنا کو خوش انجام کہا ہی اور آگے جاکے اُسکا ایسا قصہ بیان کیا ہی جس سے بدانجامی ثابت ہوتی ہی چنانچہ یہ شعر اُسی کے بیان مین ہے۔

ولہ

چھوڑ کر سلطنت وہ اندر کی	ٹھوکرین کھاتی ہی وہ بندر کی

آتش

سودا ہی دل کو زلف گرہ گیر یار سے	دل بستگی ہی کافر خوش اعتقاد سے

کافر ہونے اور خوش اعتقاد ہونے مین تناقض ہی۔

نوین تنافر کلمات یعنی عبارت مین ایسے الفاظ لائے جائین کہ متکلم سے اُن کے بیان کرنے مین خطا واقع ہو یا سرعت کے ساتھ ادا نکر سکے مثال اُسکی یہ عبارت ہی اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کی اونچائی سے اونچی نہین ہے اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کے ڈھانچ کی طرح قدرتی اونچی ہے۔
منقول از دریائے لطافت۔

نسیم

نعمان خوک خنوق دخیق زاغ سنتے ہین

ولہ

حضوری مین ہر دم قصیدہ پڑھو مین | رہون مین اسی کا مؤظف مواظب

مقصود بالتمثیل مؤظف مواظب ہے۔

شہیدی

ایک مین نے کب لیا دینا ہی گر تو دو تو دو | خواہ دو سیب ذقن کے خواہ دو غبغب کے دو

ولہ

کیفیتین تجھی مین جو ہوتا ہو تال پر | تن تن تنن تنن تننن در تن مین رقص

دسوین تعقید تعقید کے معنی اصطلاح مین یہ ہین کہ کلام اپنے معنون پر بظاہر دلالت نہ کر سکے یعنی دلالت تو ہوتی ہو مگر صریح نہو اور یہ دو قسم ہی تعقید لفظی اور تعقید معنوی۔

تعقید لفظی یہ ہی کہ بہ سبب تقدیم و تاخیر و وصل و فصل الفاظ کے کلام مین خلل واقع ہو جیسے۔

غالب

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین | کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

اصل مطلب یون ہی کہ اگر تمھین دل نہ دیتا تو کوئی دم اور چین لیتا اور جو نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغان کرتا۔

داغ

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہے | ہر اک فراق مکین مین مکان روتا ہے

اصل مطلب یون ہی ہر اک مکین کے فراق مین مکان روتا ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

اسُو مین پالونگا اُس کو کر کے فرزند | اُڑون گا اُس کو اپنا دے کے دلبند

یعنی اُسکو لیکے اپنا دلبند کرونگا۔

ناسخ

جو یہ وہ کرتا ہو ہر جا ہے ای مرغ دل | دم پھڑک جائے تڑپنا دیکھکر صیاد کا

اصل مطلب یون ہی تڑپنا دیکھکر صیاد کا دم پھڑک جائے۔

ولہ

لعل ہین لال اُسکے گویا ہونٹھ | لعل کا کیا گمان ہونٹون پر

مطلب یہ ہی کہ اُسکے لال ہونٹ گویا لعل ہین۔

ولہ

دوستون کے روندتا ہی دل پہنکر کفش نو | ای پری کہنا ہی زیبا تجھکو دشمن زیر پا

اصل مطلب یون ہی کفش نو پہنکر دوستون کے دل روندتا ہی۔

حسرت

وہ طفل مؤذن کا مصلی حسرت | دینے کو اذان چلا جو مسجد مین سحر

ولہ

ملّا کا پڑھے ہے طفل فاعل مفعول | مین نے کہا کچھ حرف مجھے کہ معقول

عزیز بریلوی

نور ظلمت کو وہ دانتون مین لگا کر کی | صورت مردمک دیدہ بہم کرتے ہین

آتش

سر کو سودا ہے کسی کاکل کا | دل ہے زنجیر کا پابند اپنا

تعقید معنوی یہ ہے کہ عبارت مین خیالات باریک یا قصئہ نامشہور یا کسی طرح کی شکل بات لکھین اور جب تک بہت خوض و تامل نہ کرین اُسکا سمجھنا دشوار ہو جیسے اس شعر مین۔

آتش

اگل کو قبا مین کے تو اے کج کلاہ کاٹ | مار سیاہ زلف سے سنبل کی راہ کاٹ

شاعر کا یہ مطلب ہی کہ قبا مین گل کو شرمندہ کر اور اپنی زلف کے مار سیاہ کو دکھا کر سنبل کو خجل کر لیکن راہ کاٹنا کنایہ خجل کرنے سے نہین ہو سکتا پس یہ تعقید معنوی ہی عجب اُن لوگون سے جنھون نے کہا ہی کہ تعقید فارسی مین احسن صنعتون مین سے ہے۔

غالب

یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز | چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا

مطلب شاعر کا یہ ہی کہ صیقل سے جو خط آئینے پر پڑتا ہے وہ ہو بہو الف کی مانند ہوتا ہے تو گویا آئینہ ابھی الف ہی کی مشق کر رہا ہے یعنے ہنوز روز اوّل ہے مگر چاک گریبان اپنا کہ وہ بھی بصورت الف تھا سیکڑون شکلین اسکی بدل گئین تو معلوم ہوا کہ مشق گریبان دری مین آئینہ مبتدی ہے اور شاعر گریبان منتہی۔

ولہ

ایک ذرۂ زمین نہین بیکار باغ کا | یان جادہ بھی فتیلہ ہی لالے کے داغ کا

موسم بہار کا ذکر کرتا ہی کہ آج کل باغ کا ایک ذرۂ زمین بھی بیکار نہین مثلاً باغ کی روشون پر آمد و رفت مردم کی وجہ سے کچھ نہین اُگتا لیکن اس زمانے مین جوش گل کی یہ کیفیت ہے کہ اُس مین بھی گلہاے سُرخ کی کثرت کی وجہ سے گویا لالے کے داغ کا فتیلہ بنی ہوئی ہی فتیلہ اس بتی کو کہتے ہین جو بہت جلد آگ قبول کرے یہان جادۂ چمن کو فتیلہ کہا گویا اُس سے لالے کے داغ روشن ہوتے ہین۔

ولہ

حُسن بے پروہ خریدار متاع جلوہ ہے | آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

خریدار متاع جلوہ یعنی خواہشمند جلوہ گری فکر اختراع جلوہ یعنی اس بات کی فکر کہ جلوہ گری کی خواہش کس طور پر پوری ہو آئینے کو اس فکر یعنی فکر اختراع جلوہ کا زانو قرار دیا اس لحاظ سے کہ بوقت آرایش آئینہ استعمال کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ حسن باوجودیکہ بے پروا ہوتا ہے لیکن جلوہ گری کی فکر اس کو بھی رہتی ہے چنانچہ آئینہ گویا اس خواہش جلوہ گری کا زانوے فکر ہوتا ہے۔

غالب

ایک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا | جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

ایک قدم وحشت یعنی تھوڑی سی وحشت دو عالم دشت سے کثرت مراد ہے اور جادے سے مراد جادۂ وحشت ہے مادہ وحشت کو اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ اس بنا پر کہا کہ یک قدم وحشت سے تمام دفتر امکان کی حقیقت معلوم ہو گئی مطلب یہ ہے کہ دفتر امکان کا درس بہ صحبت عقل و ہوش بر بناے خوف و کم ہمتی مشکل تھا وحشت نے اُسے آسان کر دیا کیونکہ وحشت نے اُس پست ہمتی کو مٹا دیا۔

حالی

وہ بکر اور تغلب کی باہمی لڑائی | صدی جس مین آدھی اُنھون نے گنوائی
قبیلون کی کر دی تھی جسنے صفائی | تھی اک آگ ہر سو عرب مین لگائی
نہ جھگڑا کوئی مُلک و دولت کا تھا وہ | کرشمہ اک اُنکی جہالت کا تھا وہ

یہ لڑائی جاہلیت کے اشعار مین حرب بسوس کے نام سے مذکور ہے بنیاد اس کی یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت مین چلا گیا کھیت والی عورت نے اُسے مارا اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی اس بات پر ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک برابر لڑائی رہی اول یہ لڑائی بنی بکر اور بنی تغلب مین ہونی شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ تمام عرب کے قبیلے اس مین شریک ہو گئے اور ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارا گیا۔

گیارھوین کراہیت سمع یعنے عبارت مین ایسے الفاظ لانا جنمین فحش صریح ہو جیسے۔

چرکین

تھا گرفتاری مین خطرہ جو مجھے بیداد کا		کر دیا بیت الخلا ہگ کے گھر صیاد کا

ولہ

وعدے تو کیا کرتے ہین عشاق سے جھوٹے		بو گہ کی نہ آنے لگے غنچے سے دہن کے	

ولہ

اندر ہے خون حیض کی نیتی ہین گدیان		گودڑ کی لعل سے بھی زیادہ خرید ہے	

ولہ

سمند گوز بھی صاحب عجب منھ زور گھوڑا ہے		پھٹے ہے شہ سوارون کی بھی جسکی بدلگامی سے

میر حسن خلف ضاحک نے اپنے باپ کی ہجو کے بدلے مین مرزا سودا کی مذمت مین ایک مخمس لکھا ہے جس کے نقل کرنے کی موجودہ تہذیب اجازت نہین دیتی بلکہ شائستگی اُسکے سننے سے کانون پر ہاتھ رکھتی ہے۔

غرض اس مخمس مین سودا کی مان بہن جورو بچے کسی کو نہین بخشا ہے اور ایسا کلام سراسر تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے اسلیے ایسے الفاظ اور مضامین سے بچنا چاہیے اور اگر کبھی اس قسم کے الفاظ و مضامین کے لکھنے کی ضرورت واقع ہو تو بطریق استعارہ اور مجاز اور کنایے کے ادا کرنا چاہیئے جیسا کہ فقہا اعضاے کریہہ کو قبل اور دُبُر اور سبیلین سے کنایہ کرتے ہین اور انشا نے آلہ تناسل شست و فرج کو مردہ اور قبر سے استعارہ کیا ہے۔

	بن نہ تو میری جان کو بندر		رکھدے مردہ ہی قبر کے اندر	

اور تسلیم نے آلہ تناسل کو تیر اور فرج کو ترکش سے تعبیر کیا ہے۔

	مردی نے جو پھر وجود پایا		پستان کو نے نمود پایا	

ترکش پہ نگاہ کی تو تھا تیر	قبضے مین پھر آئی ٹھوکے شمشیر

اسی طرح اس شعر مین۔

ولہ

بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام	خنجر کا ہو کیا نیام سے کام

مرد کے عضو تناسل کو خنجر سے اور عورت کی شرمگاہ کو نیام سے تعبیر کیا ہے۔
مثنوی سحر البیان مین فعل مباشرت کو یون ذکر کیا ہے۔

غم و درد دامن کشیدہ ہوے	وہ گل نار سیدہ رسیدہ ہوے

اور اسی مضمون کو سرور نے یون بیان کیا ہے **نثر** آخر کار جب غمزہ و ناز کی نوبت بڑھ گئی تھک کر ڈھب پر چڑھ گئی تو غنچۂ سربستہ تمنائے دیرینہ بحرکت نسیم وصل شگفتہ و خندان ہوا درج شہریاری رشک عقیق یمنی غیرت دہ لعل بدخشان ہوا رشک و حسرت سے جگر صدف چاک ہوا قطرۂ نیسان گرا دشمن در پردہ ہلاک ہوا۔

انشا نے مباشرت کے سوال کو کیسے پردے مین بیان کیا ہے۔

آج کیا ٹھہرے گی ہان یا کہ نہین منھ سے تو پھوٹ	ہو گی وہ بات وہان یا کہ یہین کہو سے تو پھوٹ

واجد علیشاہ اپنے ایک مصاحب کی بہنون کے پیشۂ زناکاری کو یون بیان کرتے ہین۔

خمچیان اسکی بہنین چلتی تھین	رات بھر سب کا دانہ دلتی تھین

اور مثنوی سعدین مین فعل مباشرت کو یون ادا کیا ہے۔

آخر کار کام مین لایا	آرتی چڑیا کو دام مین لایا
حلقۂ دام بن گئی آغوش	خط توام ہوے کنار و دوش
ہوے یکجا جو دونون مین نے کہا	مہر و مہ ملکے ہو گئے جوڑا
سمن و لالہ جب ہوے یک جا	گل رعنا کی پھبتی کہ اٹھا
تیر حکمی نشانے پر بیٹھا	تا بہ سوفار کام کر بیٹھا
قصہ کوتہ وہ غنچہ ہو گیا گل	جس کو کہتے ہین نیمۂ بلبل
گوہر آبدار سفتہ ہوا	غنچۂ تنگ دل شگفتہ ہوا
جام یاقوت ٹھہرا شیر کا ظرف	ساغر لالہ مین جمائی برف

بارھوین لفظ واحد کی کثرت تکرار یہ بھی عیب ہے خواہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو اور

اسم خواہ ظاہر ہو یا ضمیر ہو اور بغیر کثرت کے عیب نہین اگر بغیر کثرت کے عیب ہوتی تو تاکید لفظی بھی قبیح ہوتی اور کبھی بغیر کثرت کے بھی تکرار فصاحت کے خلاف ہوتی ہی پس اگر تاکید منظور نہو تو تکرار عیب ہی جیسے شاہنامۂ منشی کے شعر مین پھر کی تکرار۔

تو پھر ہاتھ سے بچۂ دیو کے	نہ ہرگز ہوئی پھر رہائی اُسے

بیدار

خارسی آہ دل مین کھٹکے ہے	آہ ہر آن گلرخان کی ادا نا

آہ کی تکرار معیوب ہی جیساکہ اس شعر مین۔

ستایان

کہ جب تک آہ مین آؤنگا بھر کر	ہے حمزہ آہ رہجائے گا مرکر

احمد حسین خان بی اے

دنیا کا حال دیکھکے لیکن کبیدہ ہون	رنجیدہ ہون کبیدہ ہون خاطر کشیدہ ہون

بہار دانش منظوم

وے کوئی اُس مین نہ انسان ہے	نہ انسان ہے اور نہ حیوان ہے

یہان انسان کی تکرار عیب سے خالی نہین۔

تیرھوین اختلال یہ ہی کہ نظم مین موقع کا لفظ چھوڑکر دوسرا لفظ اُسکی جگہ لایا جاے جیساکہ خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے مثال اسکی۔

حالی

اثر فیض عام سے اُس کے	کعبہ آباد دوے کدۂ معمور

دوسرے مصرع مین مے کدے کی جگہ بت کدہ مناسب ہے۔

امیر مینائی

دو کی جگہ دے مجھے تو سے بہک کے چار	تجھے نیند مین پڑا گھین دھوکا حساب مین

اگر نیند کے بدلے نشے کا لفظ کہتے تو باموقع تھا کیونکہ نیند مین دو کے بدلے سو بوسے بھی لیے جائین تو بھی دھوکا نہین پڑسکتا علاوہ اسکے بہکنے کے مناسب بھی نشے کا لفظ ہے۔

ولہ

پائی ہی برہمن نے جو در پہ ترے جگہ	بیٹھا ہی لات مار کے عزی و لات پر

برہمن عزت ولات سے جبکہ سروکار ہی نہین رکھتے تو اُنکے عزا و لات کو لات مارنے سے معشوق کے دروازے کی اہمیت کب پیدا ہوسکتی ہے اُنکی جگہ سری کرشن یا شویا رام ہوتا تو برہمنون کے معتقدات کے موافق ہوتا مگر قافیہ اور لات مارنے کی رعایت اور اصل حال سے ناواقفیت نے غلطی مین ڈالا ہے۔

منہ

اور مجھ سے شکایت ہے کہ بسمل نہین ہوتا	رگ رگ کے تو خود پھیرتے ہین حلق پہ خنجر

یہان بسمل کا لفظ بے موقع ہے اُسکی جگہ ذبح ہوتا چاہیے رگ رگ کے خنجر پھیرنے سے بسمل ہوجاتا ہے ذبح نہین ہوتا۔

شیخ مشیر حسین قدوائی رئیس گدیہ

ذکر غیرون سے ہان کیا نہ کرین	کون کہتا ہے وہ جفا نہ کرین

دوسرے مصرع مین ہان کا لفظ بے موقع ہے یہ ایجاب کا محل نہین یہان لفظ پر بمعنے لیکن چاہیے۔

ضمیمہ جو الفاظ محاورہ روزمرہ مین اور اہل علم کی نظم مین علی العموم اپنی اصل سے کچھ مختلف ہوکر مستعمل ہین اور اُنکے استعمال کی تخصیص کچھ شعرا ہی کے ساتھ نہین بلکہ اہل زبان اُردو نے عام سے خاص تک اُن کو قبول کرلیا ہے تو وہ اُس وقت وہ مُھنّد سمجھے جائینگے مُھنّد وہ لفظ فارسی وعربی ہے جو تصرف لفظی یا معنوی کے ساتھ زبان اُردو مین استعمال کیا جائے اور اس عمل کا نام تھنید ہے جو مقابل تفریس اور تقریب کے ہے جیسا کہ خان آرزو نے چراغ ہدایت مین لکھا ہے مثلاً تپاک بمعنی گرمجوشی وارتباط مہندی ہے دراصل لغت مین اضطراب و بے قراری کے معنے مین ہے اسی طرح رسید بمعنی نوشتہ جو کسی چیز کے پہونچنے کے بعد دوسرے سے لیتے ہین مہند ہے اہل ایران کے کلام مین نہین آیا وہ اس کی جگہ یافت بولتے ہین اسی طرح رسد بمعنی آذوقہ و ذخیرہ جو لشکر اور قافلے کے ہمراہ ہوتا ہے اور احتیاج کے وقت کام مین لاتے ہین مہند ہے اُستادان ایران کے کلام مین نہین آیا ابو طالب کلیم نے جو شاہجہان نامے مین لکھا ہے وہ روزمرہ دربار سلاطین دہلی کے موافق لکھا ہے بہار عجم نے اسی طرح مستفاد ہوتا ہے خان آرزو کے نزدیک لفظ روزنامچہ بھی مہند ہے یہی حال نشہ بہ مست کا ہے کہ عربی کے معنے مین مہند ہے ورنہ دراصل

خادم اور مہماندار کو کہتے ہین یہ تو معنوی تصرفات ہین لفظی تصرفات یون سمجھو کہ نمش عام طور سے دودھ کے جھاگون کے معنے مین مستعمل ہے جس کی قفلیان فروخت کرتے ہین اور تمیز بروزن عزیز بمیز بروزن تکمیل کی جگہ یہ دونون لفظ مستند ہین اور تشنہ بمعنی تشنیع مثلاً کیون طعنے تشنے دیتے ہو۔ مستند ہے اور مرزا نوشہ کے اشعار ہین۔

دل گذرگاہِ خیال مے وساغر ہی سہی کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے مرگیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالب	گر نفس جادۂ سر منزل تقوے نہ ہوا ہمنے چاہا تھا کہ مرجائین سو وہ بھی نہ ہوا ناتوانی سے حریف دمِ عیسے نہ ہوا

باعتبار محاورۂ اُردو کے تقوے اور عیسی الف بصورت یاے چاہیئے ایسا الف مقصورہ کہلاتا ہے یاے معروف سے کبھی کبھی فارسی مین آجاتے ہین مگر اُردو مین مرزا کے وقت سے اس وقت تک یاے معروف سے استعمال نہین کرتے پس مرزا کے استعمال کر لینے سے ایسے الفاظ مستند نہین ہو سکتے۔

صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین

سرقے سے بُرا مانئے کیون مصحفی سچ ہے مت باندھیوا ے مصحفی مضمون کسی کا	کہتے ہین جسے شاعری ہے آپ یہ فن چور ہے ننگِ خلائق وہ جو شاعر ہو سخن چور

بدترین عیوب کلام سرقۂ شعری ہے اور یہ عیب ذات شاعر تک متعدی ہوتا ہے یعنے بخلاف اور عیوب کے اس مین شاعر سارق کی بھی ایک قسم کی بدنامی ہے۔ عبدالواسع ہانسوی نے اپنے رسالے مین اس عیب کو صنعت سرقۂ شعری لکھا ہے سبحان اللہ یہ کیا عمدہ صنعت ہی کہ دوسرے کا شعر یا مضمون یا الفاظ چرا لین۔

اگر دو شاعر کسی ایسی صفت و غرض پر اتفاق کر لین جو عموماً سب آدمیون کو مقصود ہو اور علی العموم لوگون کا اُس سے تعلق ہو جیسے شجاعت یا سخاوت کی تعریف اور بخل و نامردی کی ہجو تو یہ چوری نہین البتہ فصاحت وغیر فصاحت دیکھی جاتی ہے کیونکہ یہ اُمور عقول و عادات مین داخل ہو گئے ہین اور اُن کو فصیح وغیر فصیح اور شاعر وغیر شاعر کلام مین لاتے ہین تو ایسی چیزون پر دو شاعرون کا اتفاق کر لینا اور اپنے کلام مین باندھنا سرقے مین داخل نہین کیونکہ ان مین تمام شریک ہین اسلیے ایک کو دوسرے سے اخذ کرنے اور چرانے کی احتیاج نہین ہے اور جو دو شاعر

ایسے لفظ پر اتفاق کرلین جو اُس غرض عام پر دلالت کرتا ہو خواہ بطور حقیقت یا بطور مجاز یا کنایہ یا تشبیہ کے تو اُس صورت مین دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ لفظ ایسا ہے کہ خاص و عام مین اُس کے متداول ہونے کی وجہ سے سب اُسکے سمجھنے مین شریک ہین جیسے رُخ کی تشبیہ ماہ و مہر سے اور قد کی تشبیہ سرو و شمشاد سے اور آنکھ کی تشبیہ بادام سے اور جری و شجاع کی تشبیہ شیر سے اور سخی کی تشبیہ دریا سے تو یہ بھی داخل سرقہ نہین اور نہ اُن الفاظ کا استعمال داخل سرقہ ہے جو محاورات اور ضرب المثل بن گئے ہین۔ جیسے حساب دوستان در دل ان شعرون مین۔

ذوق

حساب صلا نہ پوچھ مجھسے میرے دل کے زخمون کا	حساب دوستان در دل اگر وہ دلربا سمجھے

میر نسیم اللہ

سُنین سوگالیان اک بوسہ لیکر اے پری پیکر	پھر اب آزردہ کیون ہی تو حساب دوستان در دل

اور ٹٹی کی اوٹ مین شکار کھیلنا ان شعرون مین۔

ذوق

ہے دل کے داؤن گھات مین مژگان چشم یار	کرتی ہے قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا

اسیر

ٹٹی کی اوٹ مین وہ کیا کرتے ہین شکار	منھ کو چھپائے رکھتے ہین اپنے نقاب مین

سعادت خان

پردے مین خط کے لیتی ہی بوسے وہ آپکا	ٹٹی مین خوب کھیل رہی ہے شکار زلف

اور لہو لگا کر شہیدون مین داخل ہونا ان اشعار مین۔

اسیر

ناخن سے بوالہوس کا گلا یون ہی چھل گیا	لوہو لگا کے وہ بھی شہیدون مین مل گیا

ذوق

گل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین مل گیا	یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین مل گیا

امانت

لگا کر اب لہو داخل ہوئے ہین سب شہیدون مین	ضنم مین ہون قتیل ابروے خدار پہلے سے

اور ہاتھا شھنکنا ان اشعار مین۔

میر تقی

بہوؤن تئین تم جسدم سج نکلے تھے اک جیرا | اُس دن ہی تمھین دیکھے ماتھا مرا ٹھنکا تھا

انتظار

ہم آگے ہی سمجھے تھے وہ گھر کو سدھارینگے | جسوقت گجر باجا ماتھا مرا ٹھنکا تھا

اسی قبیل سے ہے۔

نصیر

خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر | گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

تمنا

سانپ تو بھاگ گیا پیٹتے ہین لوگ لکیر | خوب پوشیدہ کیے تمنے دکھا کر گیسو

رند

سر دے دے مار گیسوے جانان کی یاد مین | بیٹھا کرو لکیر کو کالا نکل گیا

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

سودا ہرا نما نیو واعظ کی گفتگو | آوازہ دہل ہی خوش آیندہ دور کا

ناسخ

سینہ کوبی مین نے دوری ہیچ کی بولا تم | کیا خوش آیندہ یہ آواز دہل ہے دور کی

اور اگر وہ لفظ ایسا نہو کہ اُسکے سمجھنے مین سب آدمی شریک ہون اور سب کا ذہن اُس تک نہ پہونچ سکتا ہو اس وجہ سے کہ وہ ایک خاص قسم کا مجاز ہو یا کوئی خاص کنایہ ہو یا تشبیہ دقیق ہو جو بغیر فکر و غور کے سمجھ مین نہ آسکے تو ایسے لفظ کی نسبت یہ کہنے کا حق پہونچتا ہے کہ ان دو شاعرون مین سے جنھون نے اُسکو استعمال کیا ہے ایک نے کامل طور پر باندھا ہے اور دوسرے نے ناقص طور پر اور ایک نے دوسرے پر بڑھا دیا ہے اور دوسرے نے اُس سے کم کر دیا ہے اور اس قسم کے لفظ کی جس کے سمجھنے مین تمام آدمی شریک نہون دو قسمین ہین ایک یہ کہ عامۃ الناس اُسکو نہ سمجھ سکتے ہون بلکہ نہایت فکر و غور کے بعد سمجھ مین آتا ہو دوسری قسم یہ ہے کہ ہر ایک شخص اُسکو سمجھتا ہو غریب نہو مگر شاعر نے اُس مین تصرف کر کے غرابت پیدا کر دی ہو اور ابتذال اُسکا دور کر دیا ہو جیسے زلف کو بسبب دوش پر افتادہ ہونے کے شب دوش کہے یا ابرو کو شمشیر زہر آلودہ سے استعارہ کرے گو ابرو کا تیغ

سے استعارہ بتبذل عامیانہ ہو لیکن زہرآلودہ کہنے سے ایک قسم کی غرابت اُس مین آجاتی ہے کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہے اور سبزی اور سیاہی مین چندان تفاوت نہین ہے پس ابرو کا بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہرآلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ سرقے کی دو قسمین ہین ایک سرقۂ ظاہر اور دوسرا سرقۂ غیر ظاہر۔

بیان سرقۂ ظاہر

سرقۂ ظاہر وہ ہے کہ اگر دونون شعرون کو کسی عاقل کو سُنایا جائے تو وہ حکم لگائے کہ ان مین سے ایک کی اصل دوسرا ہے بشرطیکہ اُس لفظ کو جو غرض وصف پر دلالت کرتا ہو تمام آدمی نہ جانتے ہون اور یہ تین قسم پر ہے۔

ایک انتحال و نسخ یعنی کسی کے کلام کو بغیر اختلاف الفاظ و معانی کے اپنا کرلین جیسے یہ بیت

جانین مشتاقون کی لب تک آئیان | بس ہے ظالم تیری بے پروائیان

میر محمدی بیدار اور خواجہ مینگا شیدا دونون کے کلام مین موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونون صاحبون مین سے ایک نے سرقہ کیا ہے علی ہذا القیاس یہ اشعار۔

اعجاز لب اُسکا دم عیسیٰ سے نہین کم
معدوم کو کیونکر کوئی ثابت کرے دانا

وہ پنجۂ سیمین ید بیضا سے نہین کم
مضمون کمر یار کا عنقا سے نہین کم

نواب عماد الملک غازی الدین خان نظام تخلص کے کلام مین بھی موجود ہین اور والہ فیض آبادی کے یہان بھی لکھے ہین اور تیسرے مصرع مین دانا کی جگہ والہ لکھا ہوا ہے۔

رند

نہ گیسو چھونے دیتے ہین نہ رُخ کا بوسہ دیتے ہین | یون ہی اک عمر گذری ہے کہ صبح و شام کرتے ہین

صاحب تذکرۃ النساء لکھتے ہین کہ یہ شعر نزاکت تخلص کنندو نام بنت حسینی خوشحال والی کنچنی مشہور ڈیڑھ دار بالفعل وارد جیپور شاگرد میر واجد علی لکھنوی شیفتہ تخلص مقیم جیپور نے پڑھکر اپنی طرف منسوب کیا اور یہ بیت۔

ہے خواب مین دیکھا تو بظاہر بھی ملینگے | قسمت سے نہ گر خواب کی تعبیر اُلٹ جائے

فراسو نام زوجہ ثمرو فرانسیس مقرب بخدمت زیب النساء بیگم اور خیراتی خان دلسوز دونون کی طرف منسوب ہے۔

میر ضیاء الدین ضیا

دل جلے ہے غم سے اور آنسو بہانا منع ہے | لگ رہی ہے آگ گھر کو اور بجھانا منع ہے

سینے میں شورش ہی اور ضبط فغانکو حکم ہی	ہین جگر مین شعلے اور نالہ اُٹھانا منع ہے

مصحفی

سینے مین شورش ہو اور ضبط فغانکو حکم ہے	آگ گھر مین لگ گئی ہی اور بجھانا منع ہے

ضیا کے اشعار کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملانے سے مصحفی کا پورا شعر ہوتا ہے۔

میر

کرے کیا کہ دل ہی تو مجبور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

میر حسن

جدائی تری کس کو منظور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

حکایت ایک روز شہر بھوپال مین یار محمد خان صاحب شوکت کے مکان پر چند احباب کا جلسہ تھا مولف بھی حاضر تھا خان صاحب موصوف نے ان اشعار کو اپنے نام پر پڑھا اور بجائے صابر اپنا تخلص شوکت کر دیا۔

ہو فنا ذات مین کہ تو نہ رہے	تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
اسقدر ڈوب اس مین اے صابر	کہ بجز ہو کے غیر ہو نہ رہے

تذکرہ گلشن بہار مین لکھا ہے کہ فضل مولے خان فضل تخلص لکھنوی کی یہ عادت تھی کہ آپ شعر کم کہتے تھے اور دوسرے شعرا کا شعر اپنی طرف منسوب کر لیتے تھے آخر نتیجہ رسوائی اور بدنامی ہوا الغرض ایسا سرقہ نہایت معیوب و سخت عیب ہی کیونکہ سرقہ محض ہی جس مین کچھ بھی دوسرا شاعر اپنی طرف سے شعر سرقہ مین نہین ملاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا سرقہ جس مین کچھ بھی اپنی طرف سے نہ ملایا جائے ایسے سرقے سے جس مین کچھ اپنی طرف سے بھی ملایا جائے نہایت بدتر ہے۔

اور اسی کے قریب ہی یہ بھی کہ پرائے شعر کا تمام مضمون لیکر اُسکے بعض الفاظ یا تمام کو بدل دین اور اُن کی جگہ دوسرے مترادف الفاظ رکھدین جیسے میر کا مصرع ہی ع

عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

جرأت نے کہا ہے۔ ؎

آخر شش بندۂ خدا ہین ہم

جرأت نے عاقبت کو آخرش سے بدل دیا ہی یہی حال اشعار ذیل کے مصرع دوم کا ہے۔

ہین نے جانا تھا کہ ظلم بند کرے گا دو حرف	سجاد	شوق بے لکھنے کا بہادے دفتر کھولا +

میر

ہمنے جانا تھا لکھیگا تو کوئی حرف اے میر | پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا +

شیخ علی بخش بیمار

سانس آہستہ لیجیو بیمار | ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا +

منشی واحد علی بسمل

نوک مژگان ذرا خیال رہے | چھوٹ جائین نہ آبلے دل کے

اسی قبیل سے ہی اشعار ذیل کا مصرع دوم -

میرے تغییر رنگ پر مت جا | اتفاقات ہین زمانے کے

دیگر

میرے تغییر رنگ کو مت دیکھ | تجھکو اپنی نظر نہ ہو جائے

میر

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا | جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا
رہی تھی دم کی کشاکش گلے مین کچھ باقی | سو اُسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا
بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو | چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

یہ تینون شعر دو ایک لفظون کے فرق سے پنڈت دیاشنکر نسیم کے دیوان مین بھی موجود ہین حالانکہ میر صاحب کی یہ سات شعر کی غزل ہی اور اُنکے دیوان اول مین موجود ہے مقطع یہ ہی -

لگا نہ دل کو کہین کیا سنا نہین تو نے | جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

اسی قبیل سے ہے -

خلیفہ محمد علی سکندر شاگرد ناجی

گرا ہی مانگ مین دل میرا آہ ڈھونڈون کدھر | کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی اُدھر

عماد الملک غازی الدین خان نظام

چھپا ہی مانگ مین دل اب سے مین ڈھونڈون کدھر | کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی رات ادھر

اسی طرح -

شوریدہ

باتون کی گرمیون سے جلتے دل و جگر ہین | جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہین

تیغ نگاہ کس کی دیکھی ہے ہمنے یارب	لب خشک ہو رہے ہین کانٹے زبان ہین

حیدر علی بیگ گرم

تیغ نگاہ کسکی دیکھی ہے ہمنے یارب	جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہین

شوریدہ کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملکر گرم کا پورا شعر بنا ہے۔

امیر مینائی

غنچہ وسوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار	وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان

مہر

ترے منھ کے آگے بالکل ہین قدر سوسن وگل	وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان ہے

دوسری قسم سرقے کی مسخ اور اغارہ ہے یہ اُسے کہتے ہین کہ کسی شخص کے کلام کے تمام لفظ و معنی لیکر صورت کلام کی بدل دین یعنی ترکیب الفاظ مین تغیر و تبدیل کر دین یا بعض الفاظ لین تمام الفاظ نہ لین جیسے۔

میر

کہیو قاصد وہ جو پوچھے ہمین کیا کرتے ہین	جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہین

اس شعر کو آسیر نے اپنا یون کر لیا ہے۔

وہ جو پوچھے ہمین کیا کرتے ہین	کہیو قاصد کہ دعا کرتے ہین

اور مرزا دبیر نے یون لکھا ہے۔

آقا جو مرا پوچھے کہ کیا کرتے ہین	کہیو کہ شتاب آؤ دعا کرتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

میر ضمیر

پہچانتے ہو کس کی مرے سر پہ ہے دستار	دیکھو تو عبا کس کی ہے کاندھے پہ نمودار
یہ کس کی زرہ کس کی سپر کس کی ہے تلوار	ہین جس پہ سوار آیا ہون کس کا ہے یہ رہوار

باندھا ہے کمر مین جسے یہ کس کی ردا ہے
کیا فاطمہ زہرا نے نہین اس کو سیا ہے

میر انیس

یہ قبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار	یہ زرہ کس کی ہے پہنے ہون جو مین سینہ فگار

برمین کس کا ہے یہ چار آئینہ بجوہر دار — کس کا رہوار یہ ہے آج مین جس پہ چون سوار

کس کا یہ خود ہی یہ تیغ دو سر کس کی ہے
کس جری کی یہ کمان ہی یہ سپر کس کی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

محمد یار بیگ

شاخ کو کوئی ہلادے تو ثمر جھڑتے ہین — اپنی ہر جنبش مژگان سے گہر جھڑتے ہین

سعادت یار خان رنگین

یون سر شک قطرہ اب تمام وسحر جھڑ گیا — شاخ پر میوہ سے جس طرح ثمر جھڑتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

عشرت

کبھی تھی مجھکو یہان تک ناتوانی — کہ موے سر سے بھی تھی سرگرانی

آتش

اس قدر ہمیہ ناتوانی ہے — موے سر تک بھی سرگرانی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

اوباش

دل و دیدہ اپنے جو یار تھے سو وہ درد و غم مین پھنسا گیا — ہمین جن سے چشم امید تھی وہی آنکھ ہمسے چرا گئے

سید حسین شاہ افزون

چشم امید جن سے رکھتے تھے — وہی آنکھین چرا گئے ہم سے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

اے بت تو اس قدر جفا ہم پر — عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

جرات

ٹک تو کر رحم اے بت بیرحم — آخر ش بندۂ خدا ہین ہم

گویا

اتنی تو جفائین کر نہ اے بت — آخر مین بندۂ خدا ہون

شاہ جہان بیگم شیرین

نہ کرو ہم پہ اتنی جور و جفا | اے صنم بندۂ خدا ہین ہم

اسی قبیل سے ہی۔

خواجہ وزیر

دست نازک کی نزاکت جو سپر نے دیکھی | ایسی سمٹی کہ ہتیلی کا بنی تل قاتل

ہمزاد بیر

جوڑے ہوے ہاتھو نکو ادب سے ہی جلا جل | سمٹی سپر ایسی کہ ہتیلی کا بنی تل

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ محمد ناصر عندلیب

تھا بندھا جس مین نامہ دلبر کا | وہی پر گر پڑا کبوتر کا

میر محمد تقی میر

قسمت کی خوبی دیکھو کبوتر کا گر پڑا | وہ پر کہ جس مین تھا مرا نامہ بندھا ہوا

داغ

وائے ناکامی کہ جس مین تھنے باندھا خط شوق | وہ ہی مرغ نامہ بر کا ٹوٹ کر شہپر گرا

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

کہا اُس بت سے جا مرتا ہے مومن | کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

وزیر

کہون جب مین کہ بے تیرے ہون مرتا | تو کہتا ہے وہ بت مرضی خدا کی

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

خواب مین تجھ سے ہم کنار رہا | عین غفلت مین ہوشیار رہا

گویا

اپنی غفلت ہے عین ہشیاری | خواب مین ہمنے یار کو دیکھا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

عبث کرتا ہے جسے تو خیال یار کا شکوہ | جو بھولے آپکو اپنا اُسے پھر یاد کیا کیجے

بحر

غم عبث شادی عبث نالہ و فریاد عبث | بھولے جو آپکو اُس شخص کی پھر یاد عبث

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

ہم لٹکا لینگے سُن اے موج ہوا بل تیرا | اُسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہونگے

حافظ الٰہی بخش شائق

سُن لے اے باد صبا اور پریشان ہوگی | زلف جانان کا اگر بال بھی بانکا ہوگا

اسی قبیل سے ہے۔

سراج

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا | مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

فطرت

نہ سوکھی شاخ غم الحمد للہ | جسے کہتے ہیں دل اب تک ہری ہے

شاہ نیاز احمد

چلی باد گرم فراق ہی جلا سب وجود نیاز کا | مگر ایک عشق کی کشت غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

اسی قبیل سے ہے۔

وصفی

پا بوسی آپ کی کسو دن ہوئی مجھکو نصیب | وصل میں بھی سُرخ رو اے گل حنا تھی میں نہ تھا

شیرین

سُرخ رو ہونیکے قابل کیا حنا تھی میں نہ تھا | آپکے قدموں کے نیچے اُسکو جا تھی میں نہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

محمد حسن کلیم دہلوی

چھپا ہے آ مری چشم پر آب میں دریا | اُسی نے دیکھا ہے اب تک حباب میں دریا

مفتی صدر الدین خان آزردہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب میں دریا
وہ دیکھ لے مری چشم پر آب میں دریا

فطرت

ازل سے بند ہی چشم پر آب میں دریا
عجب یہ ہے کہ بھرا ہے حباب میں دریا

اسی قبیل سے ہے۔

غالب

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نثار علی خان نثار

مجھ سے کہتے ہیں وہ کہ تو کیا ہے
کوئی پوچھے یہ گفتگو کیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ درد

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے
وہاں پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

قصۂ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلۂ خاک
بنایا جس نے تجھکو ایسا چالاک
بغیر از پر تجھے ایسا اڑایا
فرشتوں نے بھی وہ رتبہ نہ پایا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

بوئے کباب سوختہ آئی دماغ میں
شاید جگر کو آتش غم نے جلا دیا

ظفر

خدا جانے کیا کیا حال دل کا آتش غم نے
کہ ہے بوئے کباب سوختہ ہر آہ سوزاں میں

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پاؤں وہ رنجور دراز
جسکو خود رفتگی بھی ہو سفر دور و دراز

عبد الواحد خان تسکین

کیوں نہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو اُس رنجور کا
جسکو از خود رفتگی بھی اک سفر ہے دور کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ہائے اُس سے خدا جُدا نہ کرے | دور اُس سے جیون خدا نہ کرے

حسرت

مجھکو تجھ سے خدا جُدا نہ کرے | مین ہون تجھ سے جُدا خدا نہ کرے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا | یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

گلزار نسیم

کیون جی یہ اکیلے شب کو جانا | اوپر اوپر مزے اُڑانا +

تیسری قسم سرقے کی سلخ اور المام ہے یعنی پرائے مضمون و مطلب کو اور الفاظ مین باندھنا اُسکے الفاظ چھوڑ دینا جیسے۔

شیفتہ

کس لیے لُطف کی باتین ہین پھر | کیا کوئی اور ستم یاد آیا +

نسیم دہلوی

سفر کربلا آنے والی ہے کوئی | نہین بے سبب مہربانی تمھاری

اسی قبیل سے ہے۔

بادشاہ

گلستان مین جا کر ہر اک گل کو دیکھا | نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

شیرین

جہان مین پھرا مین بشکل صبا | کسی گل مین بو تیری پاتا نہین

اسی قبیل سے ہے۔

میر

گلہ مین جس سے کرون تیری بے وفائی کا
جہان مین نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا +

سودا

گلہ لکھوں میں اگر تیری بے وفائی کا	لہو میں غرق سفینہ ہو آشنائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی	میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات	اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

صبح گذری شام ہونے آئی میر	تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

اوج خلف مرزا دبیر

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے	دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب	مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کار مرہم

امیر

اشیاے جہان سے جو کرین دفع ضرر وہ	زخموں کے لیے مشک میں مرہم کی ہو تاثیر

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

یہ ناتوان ہون کہ ہون اور نظر نہیں آتا	مرا بھی حال ہوا ہے تری کمر کا سا

آتش

زار ہون ایسا کسی کو میں نظر نہیں آتا	عشق میں گھل گھل کر کمر یار کی سو ہو گیا

نواب کلب علی خان

نکاہش غم سے ہجر میں نواب	کہیں تیری کمر نہ ہو جائے

حسن مرزا قصد

اس قدر زار ہو رہا ہون مین | لکمر یار ہو رہا ہون مین

نجم الدین احمد نجم

کیا ہے ضعف نے پنہان نظر سے | کمر سا مین ہوا عشق کمر سے

اسی قبیل سے ہے۔

مسکین

کل چمن مین مین جو نعت مصطفےٰ کہنے لگا | کھول ہر غنچہ دہن صل علےٰ کہنے لگا

لطف علیخان لطف بریلوی

باغ مین جاکر پڑھا جب روح احمد پر درود | کھل گئے غنچون کے منھ صل علی کے واسطے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کب وہ صیاد اسیرون کی خبر لیتا ہے | اور جو لیتا ہی تو مقراض سے پر لیتا ہے

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین | کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

فرحت علی اُمید

چھو جولی ہی زلف بے پیر اُسکی اپنے ہاتھ سے | ڈالی اپنے پاؤن مین زنجیر اپنے ہاتھ سے

دیا ناتھ جوہر

زلف چھو کر اُس بت کافر کی قیدی ہم ہوے | پائے دل مین پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے

اسی قبیل سے ہے۔

انشا

کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر | فعل بد تو انسے ہو لعنت کرین شیطان پر

ظفر

شیطنت سے کرے انسان تو سب کام خراب | کیا تماشا ہے کہ شیطان کا ہو نام خراب

اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

کاسۂ چشم لیکے جون نرگس ۔ ہمنے دیدار کی گدائی کی

آتش

آنکھیں نہیں ہین چہرے پہ تیرے فقیر کے ۔ دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کیلئے

اسی قبیل سے ہے۔

سوز

جنکے نامے پہونچتے ہین تجھ تک ۔ کاش اُن کا مین نامہ بر ہوتا۔

جرأت

جنھون کے نامے پہونچتے ہین یار تک دن رات ۔ اُنھین کا کاش کے جرأت بھی نامہ بر ہوتا

اسی قبیل سے ہے۔

ذکی

ایسا کمال ہو کہ ستارے ہین بدر مین ۔ افشان چُنی ہوئی یہ تمھاری جبین نہین

شرم

تمنے افشان جو چنی چاند سی پیشانی پر ۔ ہو گئے چہرۂ مہتاب پہ اختر پیدا

رند

مین بھی خود دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوئے ۔ افشان چھڑک کے یار دکھا دے جبین مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

بند آنکھیں کیے رہتا ہون پڑا ۔ خواب مین آئے نظر تا کوئی

آتش

رات بھر آنکھون کو اس اُمید پر رکھتا ہون بند ۔ خواب مین شاید کہ دیکھون طالع بیدار کو

اسی قبیل سے ہے۔

بدھ سنگھ قلندر

زُلف مین چہرے کا کچھ اور ہی ہوتا ہے فروغ ۔ رکھے ہے روشنی شمع شب تارے کام

ناسخ

پڑتی ہی روشن دلونکو تیرہ جانونسے نظر | جس طرح ہی شمع کو حاجت شب دیجور کی

اسی قبیل سے ہے۔

کمال

بل جو رخسار و نپہ کھاتے ہین یہ دلبر گیسوا | قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو ہا

آفاق

خوب بل کھاتے ہین رخ پر ترے دلبر گیسو | ہی یقین پیچ کوئی ڈالین گے ہم پر گیسو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

نہین شایان زیب گنبد دستار کچھ زاہد | مگر مسواک ہی اُسپر کلس ہووے اگر ہووے

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ حرم کی طرف | کیا کلس مسواک کا ہے گنبد دستار پر

اسی قبیل سے ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا | پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہ ہاے موے دوست

فہیم

زنجیر توڑی پنجۂ شل نے غضب کیا | شانے سے اُس پری کی جو ٹی تار تار زلف

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ | بجا ہی تل شکری کا گمان ہونٹون پر

صفا

شکر و تل نظر آتے ہین لب و خال سیاہ | اُنکے ہم ذائقہ ہو تل شکری کا کیا منھ

اسی قبیل سے ہے۔

رند

گمان زلف سے نظارۂ سنبل نہین کرتے | ہمین کاٹا ہی جب سانپ نے رسی سے ڈرتے ہین

شفاعت

دھوکے مین گیسوؤں کے سنبل سے کانپتا ہون
جس طرح سانپ کا کاٹا ڈرتا رہے رسن سے

اسی قبیل سے ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ ہین ذاکر یہ سنائے
حمزہ کی سپر پشت پہ مولا تھے لگائے

امیر

ہے سپر پشت مبارک پہ کہ حمزہ کی سپر
ذوالفقار اسداللہ کہ شمشیر دودم

اسی قبیل سے ہے۔

میر

شاید اُس سادہ نے رکھا ہے خط
کہ ہمین متصل لکھا ہے خط

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا
ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

شل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے
دل اگر زہرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

سردار حسین سعید

عجب کیا ہے اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون
کسی زہرہ شمائل کی ذقن پر دلسے مائل ہون

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

پستان نمود ہین قد موزون یار مین
یہ کونسا ہے سرو کہ جس مین ثمر لگے

میر صاحب یقین

چھاتیون کا ہے نہال قد گلرو مین ابھار
سرو مین بھی نظر آتی ہے ثمر کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا
تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہو پیدا

نجم

عدم سے جانب ہستی جو مین روانہ ہوا — تگرگ وار مرے ساتھ آب ودانہ ہوا

پچھلے شاعر نے گہر کی جگہ تگرگ بدل دیا ہے۔

مرزا کامل بیگ کامل

مژگان سے گرنچے دل ابرو کرے ہی ٹکڑے — یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی — تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

خوش وقت رائے شادان

جب تلک ہو کام مژگان سے تو ابرو مت چڑھا — تیر کے ہوتے کوئی کھینچے بھی ہی تلوار کو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

انشا

یان تلک تو ہے ترا عالم تیر اندازی — کہ تجھے کہتے ہین اُستاد عرب اور عجم
طائر قبلہ نما پر بھی اگر کیجے خیال — تو وہ بھی تڑپے ہی گھر اپنے مین ورتوڑے دم

ذوق

تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہی لوٹ رہا — طائر قبلہ نما خاک کرے گا طیران

اسی قبیل سے ہی۔

جرأت

صنم سنتے ہین تیری بھی کمر ہے — کہان ہی کس طرف ہی اور کدھر ہے

اسعد

ہے جسم مین تمھارے مریجان اگر کمر — دکھلائیے دکھاؤ کیسی ہی اور ہی کدھر کمر

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہی کیا رکھا
ان چشم سیاہون نے بہتون کو سلا رکھا

امیر مینائی

وہ سُرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں | کتنون کو لگا رکھا کتنون کو سُلا رکھا

اسی قبیل سے ہے۔

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہی سینے کو | وہان جوبن اُبھرتا ہی یہان چھالے اُبھرتے ہین

امداد

وہان سینے پہ وہ اُبھرے یہان دل مین یہ اُبھرے ہین | ہمارے داغ ملتے ہین تمھارے اُبھرے جوبن سے

اسی قبیل سے ہے۔

شاہ حاتم

ہجر کی زندگی سے مرگ بھلی | کہ جہان سب کہین وصال ہوا

نعیم

کہتے ہین مرگ کو وصال نعیم | نہ ہوا وصل ہم نے مر دیکھا

گویا

مرنے کو بھی لوگ کہتے ہین وصال | یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہین ہم

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

خط جو ہم کر چکے تحریر تو پہونچانے کو | آشیانون سے نکل آئے کبوتر باہر

نواب کلب علیخان

نامہ یہ کس کو لکھا ہے جو کبوتر سیکڑون | میرے آگے بیٹھے ہین مشتاق پر کھولے ہوے

اسی قبیل سے ہے۔

تسکین

اب یہ حالت ہے کہ اُن سا بیدرد | میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

نواب

اب تو یہ شکل ہے کہ اُن کو بھی | حال پر میرے رقت آتی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط ‏ رونے مین کب ابر و چشم پرنم ایک ہی طور کے ہین

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باران کو ہے کیا نسبت ‏ اگر وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہے برساتی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

پیام اُس گل کو اُسکے ہاتھ دیتے ‏ سبک پائی نہ ہوتی گر صبا مین

مذاق

مین اُس گل کو پیغام دیتا ہزارون ‏ ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

اسی قبیل سے ہے۔

افضل

آئے ہین اُسکی کمر تک تو لٹک کر گیسو ‏ طرف راہ عدم ہین مجھے رہبر گیسو

نواب

زلف پہونچے گی تری تا کمر کون سے روز ‏ آئے گی راہ عدم پیش نظر کون سے روز

اسی قبیل سے ہے۔

نادر

نفی و اثبات دہن مین گو کہ قیل و قال ہے ‏ گالیون کا دینا لیکن ناطق استدلال ہے

عاقل

دیتے ہو گالیان یہی کافی ثبوت ہے ‏ ابتو دہن کے ہونے مین حجت نہین رہی

اسی قبیل سے ہے۔

امیر

چوٹی مین نقرئی موباف عجب پیارا ہے ‏ دامن شب سے گریبان سحر ٹانکا ہے

رسا

نقرئی موباف کا کل مین نہین + ‏ صبح روشن ہے گریبان گیر شب

اسی قبیل سے ہے۔

طوطا رام شایان

جعد مشکین میں نہیں موباف زر ہے	گر پڑی بجلی شب دیجور میں ہے

مفتون

دیکھکر موباف زریں اُسکے مفتون جعد میں	خلق کہتی ہے پڑی بجلی شب دیجور میں

اسی قبیل سے ہے۔

مہدی علی زکی مرادآبادی

دل مجھ سے رہا جُدا ہمیشہ	گویا وہ ضمیر منفصل ہے

مولوی سید محمد صدیق حسن خان نواب تخلص

دل مانند من جُدا ہمیشہ	گوئی کہ ضمیر منفصل ست

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ علی حزین

نگہ از گوشۂ چشمش چنان مستانہ مے آید	کہ ترسازادہ بدست از میخانہ مے آید

ذوق

یون نگہ نکلے ہے چشم یار سے	مست جیسے خانۂ خمار سے

اسی قبیل سے ہے۔

مثنوی پدماوت مؤلفہ عبرت

نزاکت سے شکم میں بچہ اُس کا	نظر آوے تھا جون مینا میں صہبا

غالب

چون صورت آئینہ ز افراط لطافت	آید بنظر بچہ او از شکم او

اسی قبیل سے ہے۔

اننند رام مخلص

نہ بد گرالم جُدائی ہا	چیز خوبے است آشنائی ہا

میر

طریق خوب ہے آپس میں آشنائی کا	نہ پیش آوے اگر مرحلہ جُدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

بہار عمر ملاقات دوستداران ست — چہ حظ برد خضر از عمر جاودان تنہا

سہا چند لاہوری

ہم عزیزوں ہی کی صحبت سے تو جینے کی ہے بہار — ورنہ کیا فائدہ ہے خضر سا تنہا رہنا

افضل علیخان افضل

حضرت خضر نے رہ کے جو تنہا کیا لطف — زندگی وہ ہے جو ہو جائے بسر یاروں مین

قلق

ہم جو یاروں مین نہ بیٹھین تو ہمین صبر نہ آئے — حضرت خضر کو کیا زیست کی لذت ہوگی

شیخ امام علی سحر

بے لطف بسر کرتے ہین یہ خضر و مسیحا — کچھ لطف نہین زیست کا بے صحبت احباب

اسی قبیل سے ہے یہ شعر سعدی کا ہے۔

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم — باید اول بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی

خواجہ احسان اللہ بیان دہلوی

یہ لوگ منع جو کرتے ہین عشق مین مجھکو — انھون نے یار کو دیکھا ہے یا نہین دیکھا

میر

چاہنے کا ہم پہ یہ خوبان جو دھرتے ہین گناہ — اُن سے بھی پوچھو کوئی تم اتنے کیون پیارے ہوے

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ فریدالدین عطار

حمد بیحد مر خدائے پاک را — آنکہ ایمان داد مشت خاک را

علامہ امام شہید

حمد بیحد اُس خدائے پاک کو — نور ایمان جسنے بخشا خاک کو

اسی قبیل سے ہے۔

سراج الدین علیخان آرزو

شیخ ز تاریخ جہان آگہم | کعبۂ تو کہنہ صنم خانہ ایست

سودا

اپنے کعبے کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر | اندروے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہین

وله

تواریخ جہان سے شیخ جی ہم خوب ہین آگاہ | اُسے کعبہ اگر کہئے ہو جو تھا دیر یون سمجھو

امیر احمد مینائی

دیر کی تحقیر کر اتنی نہ اے شیخ حرم | آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بتخانہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

حاجی محمد گیلانی

از گداز شمع باشد شعلہ را پایندگی | میکند از پہلوے مظلوم ظالم زندگی

سودا

جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن | تو خار و خس نہ کرین شعلے کو کبھو برپا

اسی قبیل سے ہے۔

انوری

تا عشق تو در سینہ مکان کرد کرا جا | کس دید در آفاق بیک شہر دو را جا

قلندر

دل مین خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے | اُجڑے ہے ملک آوے ہی جب شاہ دوسرا

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی | ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

درد

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بوعلی سینا

گردم ہمہ شکلات عالم راحل	ہر بند کشودہ شد مگر بند اجل

میر انیس

عقدے سب حل ہوئے مگر آہ انیس	یہ بند اجل کسی سے کھولا نہ گیا

اسی قبیل سے ہے۔

غنی

گشت چون رشتہ عمرم کوتاہ	یعنی سال گرہ فہمیدم

انیس

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا	یاں اور گرہ سے اک برس جاتا ہی

اسی قبیل سے ہے۔

کاتبی

بودیم ہمچو نافہ ہمہ عمر در خطا	موے سفید بین و درون سیاہ را

انیس

نافے کی طرح عمر خطا مین گذری	بالونپہ سفیدی ہی سیاہی دل مین

اسی قبیل سے ہے۔

نظامی

سنان بر سنان رستہ چون نوک خار	سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خار زار	ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

چو نفی نفی اثبات ست از مردن نمی ترسم	بقاے من چو شمع کشتہ باشد در فناے من

انیس

خود پیام زندگی لائی قضا میرے لیے	شمع کشتہ ہون فنا مین ہی بقا میرے لیے

اسی قبیل سے ہے۔

مخلص کاشی

در فراق تو جہانے بُتِ محبوب کنم | صبر ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم

شرف الدین مضمون

ہمنے کیا کیا نہ ترے عشق مین محبوب کیا | صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

اسی قبیل سے ہے۔

بیدل

مستی آلودہ بر لب رنگ پان ست | تماشا کن کہ آتش در دخان ست

ناسخ

مستی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے | تماشا ہے کہ آتش در دھوان ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ناصر علی

گویند کہ شب بر سر بیمار گران ست | گر سرمہ بچشم تو گران ست ازان ست

ناسخ

ناتوانی سے گران ہی سرمہ چشم یار کو | جس طرح ہو رات بھاری مردم بیمار کو

اسی قبیل سے ہے۔

لا حد

بروز بیکسی کس نیست غیر از سایہ یار من | اگرچہ ہم ندارد طاقت شبہاے تار من

ناسخ

سیہ بختی مین کوئی کب کسی کا ساتھ دیتا ہی | کہ تاریکی مین سایہ بھی جدا ہوتا ہی انسان سے

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

خرد شمار گنہ را کہ گناہ ست بزرگ | گندمے کرد ز فردوس بدر آدم ما

ہادی

گنہ کو مت گنو چھوٹا کہ جنت کے مدارج سے | گیہون چھوٹے سے دانے نے کیا برباد آدم کو

اسی قبیل سے ہے۔

قتیل

مارا بغمزہ کشت و قضارا بہانہ ساخت | خود سوے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون مرزا رحیم الدین حیا کے شعر کے پہلے مصرع مین اور دوسرے مصرع کا مضمون روشن شاہ روشن کے شعر کے پہلے مصرع مین بندھا ہے۔

حیا

ادا سے جان لیتے ہین اجل کا نام کرتے ہین | وہ اپنے سر کی یہ تہمت پرائے سر پہ دھرتے ہین

روشن

دیکھ کے مجھکو مُنھ کو چھپایا اور حیا کا نام کیا | واہ ری تیری دانشمندی اس مین بھی اک کام کیا

اسی قبیل سے ہے۔

قدسی

آلودہ ز قطرات عرق دیدہ جبین را | اختر ز فلک می نگرد روے زمین را

سودا

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو | اختر پڑے جھانکین ہین فلک پر سے زمین کو

اسی قبیل سے ہے۔

واحد

بہار بے سپر جام یار سے گذرد | نسیم ہمچو خدنگ از کنار مے گذرد

سودا

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے | نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

فائدہ مرزا رفیع سودا سے اور فدوی و میر ضاحک مولوی ندرت کشمیری وغیرہ سے رنجش تھی اور سودا ان لوگون کی ہجو بہت کیا کرتے تھے اس لیے یہ لوگ اُن سے عداوت رکھتے تھے اور چند مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب کوئی غزل یا شعر تازہ مضمون کا سودا نے کہا اور ان تک پہونچا اُنھون نے اُسی مضمون کی غزل یا شعر فارسی زبان مین تیار کر کے مشتہر کردیا اور کہدیا کہ سودا نے چوری کی ہے اصل شعر فارسی کا تھا پس اصل یہ ہے جو وہ لوگ تھے نہ مرزا رفیع سودا اور جہان کہین سودا کے شعر کے مضامین کسی ایسے فارسی شعر مین جسکا شاعر اُنکے زمانے سے سابق نہو یا شاعر کا نام نہ معلوم ہو پائے جائین وہ شعر بلا شبہہ مخالفین کا ہوگا۔

بیان سرقۂ غیر ظاہر

سرقۂ غیر ظاہر اسے کہتے ہین کہ اگر دو شاعرون کے شعر کسی عاقل کو سنائے جائین تو وہ اُنکے سُننے کے بعد اس بات کا حکم کرتے ہین کہ ایک کی اصل دوسرا ہے تامل و غور کی طرف محتاج ہو اگرچہ سرقۂ غیر ظاہر مین بھی پہلے شاعر کے معنی دوسرا شاعر لیتا ہے لیکن اس مین یہ بات مخفی ہوتی ہے کہ دوسرے نے پہلے سے معنے لیے ہین بخلاف سرقۂ ظاہر کے کہ اس مین یہ امر خوب ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے معنی سے دوسرے معنے لیے گئے ہین اور اسکی پانچ قسمین ہین۔

ایک قسم یہ ہو کہ کوئی شاعر ایسا شعر لکھے کہ اس کا مضمون دوسرے شاعر کے شعر سے مشابہت رکھتا ہو اور شاعر ماہر وہ ہو کہ مشابہت کے اخفا مین کوشش کرے اس طرح کہ شعر کی زمین بدل دے اور مضمون بھی بدل دے اس طرح کہ اگر پہلے کا شعر مدح مین ہو تو ہجو مین لکھے اور اگر پہلے کا شعر مرثیے مین ہو تو تہنیت کے موقع پر لائے۔

میر

کفر کچھ چاہیے اسلام کی رونق کے لیے | حُسن زنار ہے تسبیح سُلیمانی کا

سودا

ہوا جب کفر ثابت ہو وہ تمغائے مسلمانی | نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سُلیمانی

اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

تھی لاگ اُسکی تیغ کو ہم سے سو عشق نے | میدان معرکہ مین گلے سے ملا دیا

دبیر

کشتون سے بیابان بلا پاٹ رہی تھی | مل مل کے لعینون کے گلے کاٹ رہی تھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کعبے مین جان بلب تھے ہم دُوری بُتان سے | آئے ہین پھر کے یارو اب کے خدا کے ہان سے

ذوق

گرا کے پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے | تو جانون پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

ه

بھاگ ان بردہ فروشون سے کہان کے بھائی | بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر پائین

حالی

زہر سقراط سے ناصح کو پلا دیتے ہین | اور یوسف سے برادر کو دغا دیتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا | دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا

مرزا جرأت

پاس جا بیٹھا جو مین کل اک ترے ہمنام کے | رہگیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

کیا اعتبار ہستی ناپائدار کا | چشمک ہی برق کی کہ تبسم شرار کا

غالب

اک نظر بیش نہین فرصت ہستی غالب | گرمی بزم ہی اک رقص شرر ہونے تک

اسی قبیل سے ہے۔

شرم

دنیا مین تیرے عارض گلگون کو دیکھکر | جام حباب ہوگا کٹورا گلاب کا

ناسخ

مقطر اسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا | حباب بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

دست رنگین سے خون بہا میرا | یہی کافی ہے خونبہا میرا

میر بہادر علی محبت

اگر حنا ترے ہاتھون سے خون بہا دل کا | تو لونگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر کلو عرش

آسیا کہتی ہی ہر صبح بآواز بلند | رزق سے بھرتا ہی رزاق دہن پتھر کے

وزیر

منہ جس نے دیا وہ رزق دے گا | گویا یہ دہان آسیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اے ابر قسم ہی تجھے رونے کی ہمارے
ٹپکا ترے آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط | رونے مین کب ابر چشم پرُ غم ایک ہی طور کے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون | وہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

غالب

ترے فتنہ قامت سے اک قد آدم | قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ے

ابروے جانان مین اور کعبے مین ظاہر ہی یہ فرق | یہ خدا کی ہی بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

ظفر

دل و مسجد ہین دونون گھر خدا کے فرق پر یہ ہے | وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھونکی

اسی قبیل سے ہے۔

ولہ

ہو جائے ہی برا بھی بھلا وقت احتیاج
مردار ہے حلال فرا تین دن کے بعد

امیر

مجھکو زاہد نہیں شراب حرام	تیسرے دن میسر آئی ہے ؛

اسی قبیل سے ہے۔

ہ

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے	چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہ ہونگے

مولوی محمد اسمٰعیل

ہر اس انجمن مین یکسان عدم و وجود میرا	کہ جو مین یہان نہوتا ہی کاروبار ہوتا

سودا کا شعر ہے۔

ہ

پلے ہی آشیان مین باز کے بچہ کبوتر کا	شبان نے گرگ کو گلے کی سونپی ہی نگہبانی

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون قلق کے شعر کے دوسرے مصرع کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے اور دوسرے مصرع کا مضمون مومن کے شعر کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے۔

مومن

گرگ نے دور عدل مین اُس کے	سیکھ لی راہ و رسم چوپانی ؛

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور	باز سیتا ہے بچہ عصفور ؛

دوسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ ایک شاعر کی بیت مین ادعا عام ہو دوسرا اپنے شعر مین ادعا خاص کرے مثال اسکی۔

محمد یار خان امیر

ہائے سرخی ترے رخسار کی ہنگام عتاب	جتنا بگڑے ہی تو اتنا ہی سنور جاتا ہے

شہیدی

غصے مین نیا رنگ نکالے ہین پری رو	حیران ہون یہ بگڑے ہین سنور جاتے ہین کیسے

پہلے شعر مین خاص اپنے معشوق کے رخسار کا عتاب مین سرخ ہو جانا اور جتنا اسکا بگڑنا اتنا ہی سنور جانا بیان کیا ہی اور دوسرے شعر مین یہ باتین عام معشوقون کے واسطے ثابت کی ہین داغ نے بھی اس مضمون کو باندھ لیا ہی اور انکے شعر مین ادعا ے خاص ہے۔

داغ

غصے نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا	اچھی بنی بگاڑ سے صورت عتاب کی

اِسی قبیل سے ہے۔

خواجہ وزیر

ایک عالم نے جبہہ سائی کی	اے بتو تمنے بھی خدائی کی

نسیم دہلوی

جھکے زاہد سراپا ے صنم پر سجدہ کرنے کو	خدا کی شان بت کرنے لگے دعوے خدائی کا

پہلے شعر مین حکم سجدے کا عام ہے یعنے تمام عالم کا سجدہ کرنا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین خاص زاہدون کے سجدے کے لیے لکھا ہے۔ عاشق نے اس مضمون کو یون باندھا ہے

تماشا دیکھتا ہون ہین تری قدرت نمائی کا	خدا کی شان دعوی ہے بتونکو بھی خدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

زلف یون روے عرق آلودہ پہ لہرائے ہے	صبح جون ناگن گلون پر چاٹتے اوس آئے ہے

وزیر

نہین ہے روے عرقناک پر وہ مشکین زلف	یہ اوس چاٹنے نکلا ہے ملک چین کا سانپ

پہلے شعر مین عموماً ہر ایک ناگن کے گلون کی اوس چاٹنے کے لیے خاص صبح کے وقت نکلنے کا ادعا ہے اور دوسرے شعر مین خاص ملک چین کے سانپ کا اوس کو چاٹنے کے لیے دعوی کیا ہے اور اُسکے نکلنے کا وقت معین نہین کیا ہے اور نہ کسی خاص قسم کی اوس کا ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالرزاق شاد نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

چھٹے ہوے عرق آلودہ رخ پہ گیسو ہین	کہ اوس چاٹنے نکلے ہین ماہتاب مین سانپ

اسی قبیل سے ہے۔

امیر خسرو

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف	با میداین کہ روزے بشکار خواہی آمد

میر

ہر سو سر تسلیم رکھے صید حرم ہین	وہ صید فگن تیغ بکف تا اِدھر آوے

پہلے شعر مین شتاق شکار ہونا عموماً تمام آہوان صحرائی کی نسبت بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین خاص حرم کے جانورون کی نسبت۔

تیسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ کسی خاص مضمون کو ایک محل سے دوسرے محل مین نقل کرین یعنی وہ خاص مضمون ایک شاعر نے کسی اور موقع پر رکھا تھا دوسرا اُسکو کسی اور موقع پر لاے مثال یہ قول دبیر کا ع

آنکھون مین پھرے اور نہ مردم کو خبر ہو

انیس

آنکھون مین یون پھرے کہ مژہ کو خبر نہو

اول مصرع مین خبر نہونے کی نسبت مردم دیدہ کیطرف ہے اور دوسرے مین مژہ کی طرف۔

میر تقی

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا — جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا

حیدری

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا — صبا نے مار طپانچہ منھ اُس کا لال کیا

حیدری کے شعر مین صبا کے طپانچہ مارنے سے گل کا منھ لال ہونا بیان کیا اور میر کے شعر مین جمال یار کے شرمندہ کرنے سے گل کا لال ہو جانا بیان کیا ہے پس منھ کے سُرخ کردینے کے معنے کو جمال یار سے کر صبا کی طرف منتقل کر دیا میر سوز نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

دعوے کیا تھا گل نے اس رُخ سے رنگ و بو کا — مارین صبا نے دھولین شبنم نے منھ پہ تھوکا

اس قبیل سے ہے۔

سو

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جان ہے — عصاے پیر ہے تیغ جوان ہے حرز طفلان ہے

ذوق

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے — عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے

پہلے شعر مین بیان کیا ہے کہ علی کا نام بڑھے کے لیے عصا ہے اور جوان کے لیے تلوار ہے اور دوسرے شعر مین ان اُمور کو راستی کی طرف نسبت کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

مداح خال روئے بتان ہون مجھے خدا | بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے

مذاق بدایونی

عشق خال بتان سے ہوگی نجات | کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ

اسی قبیل سے ہے۔

جرات

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی | لب بند ہوے سبکے کچھ منھ سے نہ بات آئی

ایاز محمد خان ایاز

گلشن مین صبا لیکر جب گل کی نبات آئی | غنچے کے ہوے لب بند کچھ منھ سے نہ بات آئی

پہلے شعر مین معشوق کی نبات کا لانا مشاطہ کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت آدمیون کی طرف کی ہے اور دوسرے شعر مین گل کی نبات کا لانا صبا کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت غنچے کی طرف کی ہے۔

غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کا بیٹا محمد سلطان جب لاہور کے باہر راوی کے کنارے ترکان تاتاری کی لڑائی مین مارا گیا تو امیر خسرو نے اُس کا مرثیہ ترکیب بند مین لکھا ہے اُس مین کہتے ہین۔

بسکہ آب چشم خلقے شد روان در چار سو | پنج آبے دیگر اندر ملتان آمد پدید

شیخ ناسخ نے الہ آباد مین بیٹھکر اُس مین سے یہ مضمون تراشا۔

ایک تربینی ہی دو آنکھین مری | اب الہ آباد بھی پنجاب ہے

اول شعر مین ملتان کا آنسوؤن کی کثرت کی وجہ سے پنجاب ہوجانا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین الہ آباد کا چونکہ اُس ملک مین پانچ دریا ہین ستلج بیاس راوی جہلم چناب اِس لیے اس ملک کو پنجاب کہتے ہین بعض کہتے ہین کہ ناسخ کا مصرع یون ہے۔

تین تربینی ہین دو آنکھین مری

تربینی یعنی تین بینی۔ گنگا جمنا سرستی۔ تربینی کو کہتے ہین مگر چونکہ تربینی تینون دریاؤن کا متحدا ایک نام ہوگیا ہے اس لیے تین آسکے اوپر لگانا۔ صفحہ [illegible] کلیات تدرکے دیباچے مین جو کچھ لکھا ہے اُس کا حاصل یہی ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوئے
رند
افشان چھڑک کے یار دکھاوے جبین مجھے

میر مہدی جنون شاگرد رشک

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین اب تک
تمھارا چاند سا چہرہ ہے اور تارے گال

اول شعر مین چاند مین تارے جڑے ہونے کے ساتھ افشان چھڑکی ہوئی جبین کو تشبیہ دی ہے اور مضمون کو بطریق استفہام کے ادا کیا ہے اور دوسرے شعر مین چاند مین تارے ہونے کے مضمون کو چہرے اور گال کی تشبیہ مین باندھا ہے اور اول اُس ہیئت کے وجود کا انکار کر کے پھر چہرے اور گال کی تشبیہ سے ثبوت کو پہونچایا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

میر شمس الدین فقیر

خال اُس کی بیاض گردن کا
نقطۂ انتخاب ہے گویا

میر تقی

نقطۂ خال سے ترا ابرو
بیت اک انتخاب کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب صحبت ہے کیونکر صبح اپنی شام کریے اب
جہان تک آسمان بیٹھے ہم کہا آرام کریے اب

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین
نیند آئی ہے تمھین آپ بھی آرام کرین

جرأت

رتبہ گل بازی کا دلا کاش تو پاتا
ہاتھون سے جو گرتا تو وہ آنکھون سے اٹھاتا

ذوق

مرے زخمون مین پر کر دو نمک اب کیا بچاؤ گے
گرا گر زمین پر یہ تو آنکھون سے اٹھاؤ گے

اول شعر مین نسبت آنکھون سے اُٹھانے کی گل بازی کی طرف ہے اور دوسرے مین نمک کی طرف۔

انشا

اللہ ری رنگت تری بہلہ ری نزاکت	بوسے نے تو ہم نے کیے ہونٹ ہین نیلے

محسن مؤلف سراپا سخن

لیا تھا ہمنے تصور مین ایک دن بوسہ	غضب ہے آج تلک نیلگون ہین سارے گال

پہلے شعر مین نیلے ہونے کی نسبت بوسے کے تصور سے ہونٹون کی طرف ہی اور دوسرے مین گالون کی طرف میر حسن نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

وہ رخسار نازک کہ ہوجائین لال	اگر اسپہ بوسے کا گذرے خیال

اور میر ہادی علی بیخود نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

نیلگون فرط نزاکت سے ہوا جاتا ہے	ابتو بوسے کا تصور بھی ہی بار عارض

اسی قبیل سے ہے۔

صمیم ساکن بلند شہر

سوز دل وجگر نے آخر یہ جوڑ ڈالے	اُس بت کو کیا رُلایا پتھر نچوڑ ڈالے

فرید احمد وفا

پتھرا گئین جو آنکھین جل جل کے سوز غم سے	اشک اُنسے کیا نکالے پتھر نچوڑ ڈالے

پہلے شعر مین رولانے کی نسبت معشوق کی ہے اور اسی کے دل کو پتھر قرار دے کر نچوڑنے کی نسبت کی ہے اور دوسرے شعر مین عاشق کی طرف رونے کی نسبت کی ہی اور آنکھون کو پتھر قرار دے کر اُن کی طرف نچوڑنے کی نسبت کی ہی اور یہ مضمون دراصل انشا کے شعر سے اخذ کیا ہے۔

آنکھین پتھرا گئین اور تسپہ بھی ٹپکے آنسو
جانے ہجران تری قدرت کہ نچوڑے پتھر

چوتھی قسم سرقہ غیر ظاہری یہ ہے کہ ایک شاعر کا کلام دوسرے شاعر کے کلام کی ضد ہو جیسے

سو

منھ ڈھانکدیا خواب مین اُس رشک پری کا	کیا ہمنے بگاڑا تھا نسیم سحری کا

سو

منھ کھولدیا خواب مین اُس رشک پری کا	ممنون ہون مین آج نسیم سحری کا

اسی قبیل سے ہے۔

اختر

نہ دیکھی چشمِ ناز سے چھُوئی نہ دست آز سے ٭ سُنا کیے ہین بارہا یار کے کمر نہین

برق

سب نے چلتے ہوے آنکھون سے اُنھین دیکھا ہی ٭ خبر یہ کیونکر نہ کہین لوگ کمر رکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

یوسف جو کہا اُنھین تو بولے ٭ کیا آپ نے مول لے لیا ہے

اسیر

پہونچا ہی ابتو حسن کا رُتبہ یہان تلک ٭ اکثر وہ بول اُٹھتے ہین یوسف کے نام سے

خواجہ حیدر علی آتش نے اس مضمون کو یون باندھا ہی۔

کہے جو یوسف اُنھین کوئی تو یہ کہتے ہین ٭ ہمین بھی تجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا

اسی قبیل سے ہے

انیس

مثال بدر جو حاصل ہوا کمال مجھے ٭ گھٹا گھٹا کے فلک نے کیا ہلال مجھے

سید عبد الوہاب وہاب

علیؑ کی مہر سے ہے بدر کا کمال مجھے ٭ مجال کیا جو بنائے فلک ہلال مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

حافظ

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا ٭ کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ناسخ

اے دل زار نڈر کوہ غم عشق سے تو ٭ کہ اوا خر ہے سبک گو در اوائل بھاری

اسی قبیل سے ہے۔

نشاط

نمود سبزۂ خط کیا عذار آتشین پر ہو
زمین شور سے کس نے اگا دیکھا ہی سنبل کو

عزیز بریلوی

اگا ہی سبزۂ خط رخ پہ اُس کان ملاحت کے | زمین شور سنبل برنیارد کون کہتا ہے

ثابت نے اس مضمون کو اسطرح باندھا ہے۔

نمک پروردہ رخ پر سبزۂ خط ہے | زمین شور مین سنبل اگا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

میرحسن

قسم مجھکو حضرت سلیمان کی | ہوئی دشمن اب اُسکی مین جان کی

تپش

دہائی ہے مجھکو سلیمان کی | کہ دشمن نہین مین تری جان کی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین | ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

الغیرہ

کاشکے دل سو بھی ہوتے عشق مین | رفتہ رفتہ سب کو کھوتے عشق مین

اسی قبیل سے ہے۔

بقاء اللہ خان بقا

ان انکھون کا نت گریہ دستور ہے | دوآبہ جہان مین یہ مشہور ہے

ولہ

سیلاب سے آنکھون کی رہتے ہین خرابے مین | ٹکڑے جو مرے دل کے بستے ہین دوآبے مین

میر

وے دن گئے کہ آنکھین دریا سے بہتیان تھین | سوکھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دوآبہ

بقا نے تو اپنے شعرون مین کہا ہے کہ آنکھین ہمیشہ آنسو بہاتی رہتی ہین اور یہ دوآبہ ہمیشہ لبریز رہتا ہے اور میر نے بیان کیا ہے کہ آنکھین مدت سے آنسو نہین بہاتین یہ دوآبہ کبھی کا خشک پڑا ہے۔

اسی قبیل سے ہے

میر تقی

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون | شاید آ جائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

ظفر

خارِ صحرائے جنون یون ہی اگر تیز رہے | کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ایک محروم چلے میرؔ ہمین دُنیا سے | ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

سودا

سودا جہان مین آکے کوئی کچھ نہ لیگیا | جاتا ہون ایک مین دلِ پُر آرزو لیے

پہلے شعر مین اپنا دنیا سے محروم جانا اور زمانے کا عالم کو بہت کچھ دینا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین عالم کا زمانے کے عطیہ سے محروم رہنا اور اپنا دنیا سے محروم نہ جانا ذکر کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

محمدی بیداد

ہم تری خاطرِ نازک سے حذر کرتے ہین | ورنہ یہ نالے تو پتھر مین اثر کرتے ہین

خواجہ امانی

اثر ہو سنگ مین کیونکر اُنھون کو رام کرین | بتون کے دل ہو تو یارب یہ آہین کام کرین

اسی قبیل سے ہے۔

ٹیکچند بہار

اگر جلوہ نہین ہے کفر کا اسلام مین زاہد | سلیمانی کے خط کو دیکھ کیون زنّار کہتے ہین

ظفر

کفر و اسلام ایک ہین کس طرح | دونون فرقون کا سلسلہ ہے اور

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

ساقیا مے سے چھکا دے کہ بہکتے جاوین | برق کی طرح جدھر جاوین چمکتے جاوین

دلھن بیگم

ایسے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین | شل گل جاوین جدھر کو تو مہکتے جاوین

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

جہان مین جہان تک جگہ پایئے | عمارت بناتے چلے جایئے

دُلھن بیگم

مت کر و فکر عمارت کی کوئی زیر فلک | خانہ دل جو گرا ہووے سو تعمیر کرو

پانچوین قسم۔ سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ دوسرے شاعر کے مضمون سے کچھ لیکر اور چیزین ایسی بڑھادین کہ بہ نسبت اول کے زیادہ لطف ہو جائے جیسے۔

مومن

خونبہا قاتل بیرحم سے مانگا کس نے | کہ فرشتے مجھے یان داغ درم دیتے ہین

ذوق

کہتی تھی ماہی بریان کہ دہیران قضا | داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین

ظاہر ہے کہ مومن کے شعر مین داغ درم دینا اور خونبہا مانگنا محض ادعا ہے اور ذوق کے شعر مین داغ دینا اور صاحب درم ہونا ثابت ہے مومن کے شعر سے داغ و درم کا مضمون لیکر ایسی طرح سے ادا کیا ہے کہ اُسکی نسبت بہت بلیغ ہو گیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

کیا کیا جلی ہے بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے | پروانہ شمع شملہ شمائل کے آس پاس

داغ

رُخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین | اُدھر جاتا ہے دیکھین یا اِدھر پروانہ آتا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ثناء اللہ خان فراق

آتا یہ ہچکیون کا ہمین بے سبب نہین | بھولے سے اُسنے یاد کیا ہو عجب نہین

مرزا محمد تقی خان ہوس

نزع مین ہمنے عجب طرح سے دل شاد کیا | آئی ہچکی تو کہا اُسنے ہمین یاد کیا

پہلے شعر مین صرف ہچکی کا آنا اور معشوق کا یاد کرنا بیان کیا ہے دوسرے شعر مین نزع کی ہچکی کا آنا اور نزع کے وقت دل کا شاد کرنا زیادہ کیا ہے جس سے شعر نہایت لطیف ہو گیا۔

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

زلف کو دیجیے کیا مار سیہ سے تشبیہ | سایۂ زلف سے ہو جاتے ہیں اژدر پیدا

برق

تیری زلفوں کے اگر لکھنے لگوں میں اوصاف | کشش حرف سے ہوں سطر میں اژدر پیدا

حسرت امام موسیٰ کاظم کی مدح میں کہتا ہے۔

حسرت

صلب آدم میں تو ہی تھا کہ تجھے سجدہ کیا | سب فرشتوں نے بفرمان خداوند کریم

سودا

ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اُس کی | امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

دیا میرے جنازے کو جو کاندھا اُس پری رو نے | گماں ہی تختۂ تابوت پر تخت سلیمان کا

وزیر

پریزادوں نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنے کے | کوئی تختہ لحد میں ہی مگر تخت سلیمان کا

اسی قبیل سے ہے۔

امیر مینائی

وقت رفتار ہی زر ریز عجب فیض قدم | نقش پا راہ میں بنجاتے ہیں دینار و درم

فضل

جو نقش پا ہی درہم زر سے نہیں ہے کم | رکھتے ہیں کیا قدم بُت زردار پانو گِن

اسی قبیل سے ہے۔

میر

چشم رکھتا ہی تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ | نرگس اُگ گئی ہی جہاں بوئی تھی دہقاں نے بصل

نطق

طالب چشم تماشا ہے جو گلشن کی بہار | نرگس اُگتی ہے اگر باغ میں بوتے ہیں بصل

پچھلے شعر مین نہایت ہی لطف ہو گیا ہے۔
اسی قبیل سے ہے۔

میر

قسم جو کھایئے تو طالع زلیخا کی
عزیز مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا

سودا

کمال بندگی عشق ہے خداوندی
کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

مت رنج کر کسو کو کہ اپنے تو اعتقاد
دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

سودا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ
یہ قصر دل نہین کہ بنایا نہ جائے گا

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر

جبتک کہ ذوالفقار نے کاٹے نہ تین پر
ہرگز نہ دم لیا پر روح الامین پر

انیس

خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر
کاٹے ہین کسکی تیغ دو پیکر نے تین پر

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر

اک نیزہ ہوا پار وہ سو سو کے جگر سے
رشتے کا گذر ہوتا ہی جون سلک گہر سے

انیس

ہوتا تھا پار آکے وہ ہنگام دار و گیر
سو دل سے مثل رشتۂ تسبیح ایک تیر

اسی قبیل سے ہے۔

نظیر

ہوا جو اُسکا وہ کوچہ چمن سرشت نصیب
خدا نے ہمکو اسی جا کیا بہشت نصیب

الفت

ہمیشہ کہتے تھے اُلفت کو لوگ زشت نصیب
سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

اسی قبیل سے ہے۔

فراغ

محو نظارہ ہوا گُل کیا نقطہ نرگس کی آنکھ | چشم بد دور آپ پر پڑتی نہین ہی کسکی آنکھ

فروغ

تجھپہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ | چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بیمار

یون چمکتے ہین وہ دندان لب خندان کے تلے | جسطرح سلک گہر پارۂ مرجان کے تلے

اسیر

اُسنے اُنگلی جو دبائی کبھی دندان کے تلے | شاخ مرجان نظر آئی دُر غلطان کے تلے

اسی قبیل سے ہے۔

نجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا | مجھسے یہ اک کار خطا ہو گیا ہے

عبادت

مشک ختن کہا تری زلفون کو کر معاف | پڑتا ہون پانوُن باندھو نہ مجھ بے خطا کے ہاتھ

اساتذہ کا قاعدہ ہی کہ جب وہ دیکھتے ہین کہ ایک مضمون کسی متقدم شاعر نے باندھا اچھی طرح نہ بندھ سکا یا اُسپر ترقی ممکن ہی تو وہ دانستہ اُس مضمون کو لیکر اس طرح ادا کرتے ہین کہ جو کسر تھی نکلجاتی ہے اور شعر بلند رُتبہ جاتا ہے اور یہ عیب نہین بلکہ مستحسن ہے مولانا غلام علی آزاد کیا خوب فرماتے ہین۔ ؎

شاہد معنے کہ باشد جامۂ الفاظش کہن | نکتہ دانے گر حریر تازہ پوشاند خوش ست

سرقۂ غیر ظاہر کی قسمین بلغا کے نزدیک مقبول ہین بلکہ سرقے کا اطلاق اُن پر ناروا ہے۔

فائدہ جلیلہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ تذکرون مین جو کلام داخل ہوتا ہی وہ مختلف طریقون سے ملتا ہی جن شاعرون کے دیوان ہاتھ آتے ہین اُنکے اشعار دیوان سے منتخب کیے جاتے ہین اور جن کے دیوان دستیاب نہین ہوتے اُن کے اشعار معاصرین سے طلب کر لیے جاتے ہین بعض اساتذہ اپنے تلامذہ کے اشعار بھجوا دیتے ہین اور بعض تلامذہ اپنے اُستادون کے شعر

لکھوا دیتے ہین کوئی سخنور کسی شاعر کے شعر اپنی یاد پر لکھ دیتا ہے پس اس صورت مین اکثر دھوکا ہو جاتا ہے کہ کسی شاعر کے شعر کسی کے نام سے تذکرے مین درج ہو جاتے ہین۔

بیان توارد

ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ کسی شاعر کا کوئی شعر یا چند اشعار بغیر اختلاف لفظ و معنی کے ہو بہو دوسرے شاعر کے کلام کے مطابق ہو جاتے ہین یا مضمون بالکل مطابق ہوتا ہے اور قصد سرقہ کا نہین ہوتا۔ اس کو **توارد** کہتے ہین اور ایسا بعض اساتذہ کے کلام مین پایا جاتا ہے اگرچہ یہ بات بکمال جودت پر دلالت کرتی ہے اور اتفاقی ہے مگر مایۂ درد والم ہے کیونکہ جب ایک جادو رقم کسی بریزاد مضمون کو بکمال محنت و جستجو تسخیر کرتا ہے اور پھر دیکھتا ہے کہ مجھ سے پیشتر دوسرا پری خوان اُسی دلربا کو مینائے عبارت مین اُتار چکا ہے تو کیا کچھ افسوس کرتا ہے غم کھاتا ہے اور خون جگر پیتا ہے۔ اور توارد و سرقہ مین فرق یہ ہے کہ توارد نادانستہ ہوتا ہے اور سرقہ دانستہ اور جو کلام کبھی نظر سے نگذرا ہو اور کانون تک نہ پہونچا ہو اُس مین اکثر توارد نہین ہوتا اور اگر کہین احیاناً ہو جاتا ہے تو مذموم نہین بلکہ پچھلے شاعر کی علو طبیعت پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کی فکر اُستاد کی فکر سے جا ملی لیکن بدگمانون کی زبانون سے چھٹکارا کہان کہ وہ اُس بلند پروازی اور عنقا شکاری کو سرقے پر حمل کرتے ہین اور سنان طعن و تشنیع سے طلسم نگارون کے دلون کو چھیدتے ہین۔

نقل ایک مرتبہ لشکر گوالیار مین مشاعرہ ہوا اور یہ طرح ہوئی

کیا جانے لکھ دیا ہے کیا اضطراب مین

مولوی سید اکبر حسین صاحب تخلص بریلوی سکن بدایونی موطن کا مطلع تھا۔

ساقی کا عکس رُخ نہین جام شراب مین	ہے آفتاب جلوہ نما آفتاب مین ع

انھین دنون مین چودھری سعید الدین حسین صاحب رئیس کھیڑہ بدایون نے مجلس مشاعرہ ترتیب دی تھی اور وہان بھی یہی طرح ہوئی تھی مولوی احمد حسن صاحب وحشت بدایونی جو پُرانے شاعر اور ایک نامی آدمی ہین اُن کا بھی مطلع غزل یہی تھا۔

ساقی کا عکس رُخ نہین الخ

ایک کو دوسرے کے شعر سے اطلاع تو درکنار نام سے بھی واقفیت نہین تھی اور امتزاز ابھی نہین

گذرا تھا کہ اُن کا شعران تک پہونچا یعنے ایک ہی ہفتے مین دونون جگہ مشاعرہ ہوا تھا۔
نقل دیگر آبحیات مین لکھا ہی کہ ایک دفعہ قلعہ دہلی مین مشاعرہ تھا حکیم آغا جان عیش نے ایک شعر اپنی غزل مین پڑھا۔

ای شمع صبح ہوتی ہی روتی ہی کسلیے	تھوڑی سی رہ گئی ہی اسے بھی گذار دے

ذوق کی غزل مین بھی اس مضمون کا ایک شعر تھا۔

ای شمع تیری عمر طبیعی ہی ایک رات	روکر گذار یا اسے ہنسکر گذار دے

نقل آبحیات مین ناسخ کے حالات مین لکھا ہے کہ الہ آباد مین ایک دن مشاعرہ تھا شیخ صاحب نے جو غزل پڑھی اسکا مطلع تھا۔

دل اب محو ترسا ہوا چاہتا ہے	یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

ایک لڑکے نے غزل پڑھی جسکا مطلع تھا۔

دل اُس بُت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے	خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے

اُس وقت شیخ ناسخ نے بہت تعریف کرکے کہا کہ بھائی تمھارا مطلع آفتاب ہے مین اپنا پہلا مصرع غزل مین سے نکال ڈالون گا۔

بیان تمغا

کبھی شعرا کا کلام اُنھین کے دوسرے کلام سے مل جاتا ہے اور مضمون مکرر بندھ جاتا ہے محققین کے نزدیک اُس کا کچھ مضائقہ نہین اور اس امر کو اصطلاح شعرا مین **تمغا** کہتے ہین لیکن حق یہ ہے کہ وہ مضمون متبذل ہوجاتا ہے شعراے فارس مین سے مرزا صائب کے کلام مین اور شعراے ریختہ مین سے میر تقی میر کے یہان تکرار مضامین بہت پائی جاتی ہے۔

سودا

اتنا حسد ہی عاشق و معشوق مین کہ نور	ٹھہرے جو ہووے شمع کے تو جل مرے پتنگ

اس شعر کا مضمون ایک قصیدے کے مطلع سے لڑگیا ہی کہتے ہین۔

ولہ

اشجار کا بستان جہان مین ہے عجب ڈھنگ
جلتا ہی چنار اُس سے رُخ گُل پہ جو ہی رنگ

سودا

لے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے | ٹپکا تری آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

ولہ

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل | تو اس طرح سے رو سکے ای ابر تر کہ ہم

عشرت

یہ گرمی اسکی آہون سے تھی پیدا | کہے تو باغ سارا جل گیا تھا

ولہ

یہ آتش اُسکی آہون سے تھی پیدا | کہ جس سے دشت سارا جل گیا تھا

میر

چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا | ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا

دوسری جگہ لکھتے ہین۔

سمجھے تھے میرؔ ہم کہ یہ ناسور کم ہوا | پھر ان دنون مین دیدۂ خونبار نم ہوا

ولہ

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا | جمالِ یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا

دوسری جگہ کہتے ہین۔

دعوے کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ مین | سیلی لگی صبا کی سو منھ لال ہو گیا
حق صحبت نہ طیرون کو رہا یاد دریغ | کوئی دو پھول بھی یہان تک نہ لایا

عجب نقشہ ہے نقاش ازل نے | کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا

دوسری جگہ لکھتے ہین۔

گلشن کے طائرون نے کیا بیمروتی کی | اک برگ گل قفس مین ہم تک کوئی نہ لایا
نقشہ عجب ہے اُس کا نقاش نے ازل کے | مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا

ولہ

سحر جام خون ہی جو منھ دھو چکون ہون | یہ مفلوک ایسے کے گھر مہمان ہے

دوسری جگہ کہتے ہین۔

جام خون بن نہین ملتا ہمین کچھ صبحکو میر — جب سے اس چرخ تبہ کار کے مہمان ہوے

ولہ

بوے کباب سوختہ آئی دماغ مین — شاید جگر بھی آتش غم نے جلا دیا

دوسری جگہ کہتے ہین۔

آتش غم مین دل بھنا شاید — دیر سے بو کباب کی سی ہے

ولہ

غیر عزیز از جان نہین لکھتا وہ یوسف کو کبھی — کیا غرور میرزائی ہے ہمارے یار کو

دوسری جگہ کہتے ہین۔

جز برادر عزیز یوسف کو — نہین لکھتا کبھو غرور سے وہ

ذوق

جنکی شادابی کو ہر کو اگر دیکھے تو دم — طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

دوسری جگہ کہتے ہین۔

اور گر بھی ہوان وہ خوش آب جنھین دیکھے دور — طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

ظفر

نہین عزیز عزیزون سے سرخ رو ہرگز — ہوے ہین ایسے لہو زیر آسمان سفید

منہ

عزیزون مین نہین پاتے ذرا ہم بو محبت کی — سفید ایسا زمانے نے کیا یکبار لوہو کو

غالب

زندگی اپنی جب اس رنگ سے گذری غالب — ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

یہ مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ فارسی غزل مین بھی مرزا صاحب نے باندھا ہے۔

گفتنی نیست کہ بر غالب ناکام چہ رفت — میتوان گفت کہ این بندہ خداوند نداشت

ولہ

رفوے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی

سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

منہ

زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن | غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن مین نہین

انشا

اللہ ری رنگت تری بسلہ ری نزاکت | بوسے لیے تو تم نے ذکئے ہونٹھ ہین نیلے

ولہ

صبح رخسار اُس کے نیلے تھے | شب جو گذرا خیال بوسے کا

مہاراجہ سرکشن پرشاد

ہر طرح اسکی خیر نیت ہے | کفر و اسلام سے نجبت ہے

ولہ

کفر و اسلام کا نہین ہے خیال | ہر طرح خیر شہ کی نیت ہے

منشی

نہ پوچھو اُس پری کے حسن کا عالم کہ آفت ہے | بلا شوخی غضب رفتار قامت اِک قیامت ہی

منہ

چشم ہی قہر بلا زلف قیامت قامت | اسلیے لوگ تمھین آفت جان کہتے ہین

محشر

ڈرتا ہون لاگ جائے کسی کی نہ چشم زخم | اس دھج سے آگے سب کے تو میرے نہ لاتیغ

منہ

سب کے آگے اس ادا سے تیغ میرے مت لگا | ناحق ای قاتل کسی کی ٹوک مین آ جائے گا

انداز کلام کا ایک سا ہونا

ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو شاعرون کے کلام کا انداز ایک سا واقع ہوتا ہے مثلاً

شاہ مبارک آبرو

جہان اُس خو کی گرمی تھی نہ تھی وان آگ کو عزت | مقابل گر سکے ہوجاتی تو آتش لکڑیان کھاتی

اسی انداز مین حافظ عبدالرحمٰن خان احسان نے ایک شعر کہا ہے۔

دختِ رز سے کہا میخانے مین شب رندون نے | آج تو خوب ہی خنکے تری سوکن کو لگے ؎

یعنی بھنگر خانے مین بھنگڑون نے خوب سبزیان گھونٹین اور طرے اُڑاے تم بھی یارون پر نظر عنایت کرو۔

اعظم

بڑھی ذقن سے خطِ روے یار کی قیمت | زیادہ ہوتا ہے محصول کشت چاہی کا

شایان

کیون نہو چاہ ذقن سے سبزہ خط کی بہار | باغ وہ سرسبز ہی جسکے کنوان نزدیک ہی

اسی قبیل سے ہے۔

ازکی

عشق مین نسبت نہین بلبل کو پروانیکے ساتھ | وصل مین وہ جان دیکے ہجر مین جیتی ہے ؎

ٹیکچند بہار

کرے وہ سلطنت یہ عشق مین شیرین کے سر دوے | تکلف برطرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

اسی قبیل سے ہے۔

محسن

لیا تھا مینے تصور مین ایک دن بوسہ | غضب ہے آج تلک نیلگون ہین سارے گال

مخمور

خواب مین پہونچا جو دانِ دستِ خیال | نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا +

اسی قبیل سے ہے۔

میر

سرہانے میر کے آہستہ بولو | ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہی

سودا

سودا کے جو بالین پہ ہوا شور قیامت | خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بگرد تربتم امشب ہجوم بلبل بود | مگر چراغ مزارم ز روغن گل بود

میر

جاے روغن دیا کرے ہے عشق | خون بلبل چراغ مین گل کے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیا خوبی اُسکے مُنھ کی اے غنچہ نقل کریے | تو تو نہ بول ظالم بُو آتی ہی دہان سے

سوز

دعوے کیا تھا گل نے اُس رخ سے رنگ وبُو کا | مارین صبا نے دھولین شبنم نے مُنھ پہ تھوکا

تنبیہ

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جب تک پُورا پُورا حال معلوم نہ ہو جائے تب تک سرقہ نہ کہین اور یہی حال ہماری مثالون کا ہے چنانچہ علامہ تفتازانی نے مطول مین لکھا ہے کہ سرقے کا حکم اُس وقت کرنا چاہیے جب کہ ثانی کا اخذ اول سے یقینی ہو ورنہ سرقے کے احکام مترتب نہین ہو سکتے توارد کے قبیل سے ہوگا اور جس صورت مین کہ ثانی کا اخذ اول سے معلوم نہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ فلان شاعر نے یون کہا ہے اور دوسرے نے سبقت کرکے اِس طرح پایا ہے کیونکہ اس حسن تعبیر سے نضیلت صدق کی ہاتھ سے نہ جائے گی اور علم غیب کے دعوے اور غیر کی طرف نقص کی نسبت کرنے سے بھی محفوظ رہیگا اگر نظر تفتیش سے ملاحظہ کیا جائے تو توارد مضامین سے خالی کم شاعر پائے جائینگے اس لیے کہ احاطہ جمیع معلومات کا علم الٰہی کا خاصہ ہے معنی نگار کا خامہ اندھیرے مین تیر چلاتا ہے کیا جانئے کہ صید وارستہ ہے یا پابال دیرینہ ہے کلیم نے کیا خوب گوہر انصاف پروئے ہین۔

نم کلیم بطور بلندی ہمت | کہ استفادہ معنے جز از خدا نہ کنم
بخوان فیض الٰہی چو دسترس دارم | نظر بکاسہ دریوزہ گدا نہ کنم

دگر علاج توارد نمے توانم کرد
مگر زبان بہ سخن گفتن آشنا نہ کنم

اور ہمنے فرض کیا کہ شاعر ایک زبان کے دیوانون کا احاطہ کرے مگر غیر زبان کے دیوانون کا کیا علاج السنہ مختلفہ کا جامع ہونا تو بہت نادر ہے۔

ملحقات سرقہ

بحث سرقہ کے ملحقات مین سے تضمین اور اقتباس اور عقد و حل ہے اور انکے سرقہ کے ملحق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ان مین بھی کلام سابق کے معنی کو کلام لاحق مین داخل کیا جاتا ہے۔

بیانِ تضمین

تضمین اسے کہتے ہین کہ ایک شاعر دوسرے شاعر کا پورا شعر یا مصرع کا ٹکڑا لیکر اپنے کلام مین باندھے اور اسکا نام بھی لکھدے اور اس طرح نام دے دینے سے کوئی سرقے کا گمان نہین کرتا کبھی پورے شعر اور اُس سے زائد کی تضمین کو **استعانت** کہتے ہین اور مصرع اور مصرع سے کم کی تضمین کو **ایداع** اور **رفو**۔ بولتے ہین اور اگر تضمین مین تھوڑا سا تصرف بھی کر دیا جائے تو مضائقہ نہین مگر تغیر کثیر مضر ہے کیونکہ تضمین سے نکل کر حد سرقہ مین داخل ہو جایگا جیسے

نہالچند لاہوری مؤلف مذہب عشق

مسّی ملکر جو اُسنے پان کھایا +	یہ مطلع پڑھکے ناسخ کو سُنایا
مسّی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے	تماشا ہے تہِ آتش دھوان ہے

بعضے تضمین ایسے مشہور شعر کی کرتے ہین کہ اسپر گمان سرقہ کا نہین ہوتا مثال۔

میر درد

پوچھا مین درد سے کہ بتا تو سہی مجھے	اے خانمان خراب ہی تیرا بھی گھر کہین
کہنے لگا مکان معین فقیر کو	لازم ہی کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو ہر کہین

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست
تو نے سُنا نہین ہے یہ مصرع مگر کہین

یہ مصرع شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مشہور ہے۔

ناسخ

اغیار کی جو سعی سے بالفرض جاے ذکر نہین	واللہ ہونگا مین شل سقر بہشت
مجھکو نوائے بلبل شیراز یاد ہے	کیا لکھنؤ کہ منہ نکردن ہوا گر بہشت

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابرست
رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت

یہ مشہور شعر سعدی کا ہے۔

منیر

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

ہجوم کرب جسمانی و فور رنج روحانی
کہ کس بحر بلا مین کشتی ہستی ہے طوفانی

مصرعہاے اول حافظ کے ہین۔

صاحبقران

اے ساکنان عالم جو کسب یان کرو تم
اُسکی کچھ نہ پہ جسب سے ہاتھ اپنا جا پڑا ہی
اے رند خانقہ مین لڑکون سے ربط تم کرا

با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
دل مے رود ز دستم صاحب دلان خدارا
در دا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

صاحب قران ختائی دو چار کھونٹی کے
تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا +

مصرعہاے آخر حافظ کے ہین۔

تذکرۂ شمع انجمن مؤلفہ نواب مولوی صدیق حسن خان مین سرور آزاد کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ **تضمین چسپان** مقطع غزل مین مرزا محمد علی طرشی متخلص بہ سلیم شاعر فارسی کی ایجاد سے ہی اُسکا مقطع یہ ہے۔

سلیم امشب بہ یاد تربت حافظ قدح نوشم
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا +

مؤلف کہتا ہے کہ انھین مولوی غلام علی آزاد نے تذکرۂ خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے کہ ہلالی جو اُس سے مقدم ہے اور نو سو چھتیس ہجری مین مارا گیا ہے اُس نے بھی اس مصرع کو تضمین کیا ہے۔

ہلالی چون حریف بزم رندان شد بخوان مطرب
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا +

اسی طرح کمال خجند نے جو ہلالی سے بھی پیشتر گذرا ہے خسرو دہلوی کے چند مصرعون کو تضمین کیا ہی یہ ایک مقطع اُس کا ہے۔

بردی دل عشاق کمال از سخن خوب
خوبان عمل فتنہ زدیوان تو یابند

تعجب ہے کہ نواب صاحب کا تذکرہ مولانا غلام علی آزاد کے دونون تذکرون سے قدرے کمی بیشی کے ساتھ لفظاً و معنًا ماخوذ ہے مگر اُنھون نے اس مقام پر کچھ بھی تتبع نہ کی۔
مثال اُردو۔

ناسخ

یاد آیا ہے مجھے مصرع گرم اے ناسخ
نفس سرد بھرون تو بھی نہو دم خالی

مذاق

اب اُن سے ہنسنے بولنے کی بات بھی گئی
رونے کی بات ہے کہ ملاقات بھی گئی
جلسہ ہی رندمشربون کا ہوگیا خراب
مستون کے ساتھ بزم خرابات بھی گئی

شیخی مذاق کس کی رہی اب بقول میر
اِس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

امداد علی امداد رامپوری

گلرخون سے نہ ملی امداد بقول ناسخ
داغ حسرت کے سوا خاک حاصل ہوگا

غالب

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

رند

جگر پہ نقش ہی مصرع یہ مصحفی کا رند
لٹکتے ہین تری ہیکل کے نام کر تعویذ

ناصر

جسم و گردن کا تری جس بزم مین افسانہ تھا
تھی کہی قالب صراحی واژگون پیمانہ تھا
یک قلم شمشیر قاتل نے کیا اُس کو قلم
کیا نہال عمر اپنا سبزہ بیگانہ تھا
قبر ناصر سے بقول درد آتی تھی صدا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

مؤلف

رہے گریہ کنان ہم عمر بھر افلاک کے نیچے
ملیگا چین کیونکر دیکھیے اب خاک کے نیچے

لگی ہو آنکھ شاید دختِ رز سے ساقیا تو گی
بجھا کر دل مرے دل کو جلانا تو نہ ای ظالم

پڑا رہتا ہے جو اشکوں بھرے تاک کے نیچے
دبی ہو آگ یہ تو تودۂ خاشاک کے نیچے

تجھے بھی آہ ای نجمی بقولِ برکت اللہ خان
ملی ہے جلے مرقد کوزہ گر کے چاک کے نیچے

ولہ

شب کو جو ماہرو سے ملاقات ہو گئی
خورشید اُسکے رُخ کی چمک سے خجل ہوا
بھاتا نہ کوئی آنکھوں ہی آنکھوں میں بات کو

ساری مفارقت کی مکافات ہو گئی
زلفوں کا رنگ دیکھ کے شب بات ہو گئی
میری اور اُس پری کی عجب بات ہو گئی

نجمی کے دل پہ آج تو سودا کی طرح سے
ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

بیان اقتباس

کوئی آیت یا جزو آیت کلام الٰہی کی یا حدیث لائی جائے تو اُس کو اقتباس کہتے ہیں اور فرق تضمین و اقتباس میں یہی ہے کہ تضمین ہر ایک شاعر کے کلام کو اپنے کلام میں موزون کرتے ہیں اور اقتباس صرف کلام ربانی یا حدیث کے موزون کرنے سے عبارت ہے۔ مثال اس کی۔

انشا

اے عشق جلوہ گر ہے خود تجھ میں ذابح لا
والسابحات سبحا فالسابقات سبقا

سبزہ اگر جانا منظور صبح دم ہو پا
تو لیجیے برگ کوئی والناشطات نشطا

ولہ

تمنا ہر رب کریم یاں وہ ہر ایک تیرا ہی مبتلا
کہ اگر الست بوکم تو کہے کو کمدیں ابھی بلے

گویا

کیا کرے یہ عدو سوز آتش غم سے پا
جلا جلا و قنا ربنا عذاب النار

نصیر الدین حیدر بادشاہ

تیغ ابرو دیکھ کر آئی ندا ے بادشاہ
لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

ذوق

جوش روئیدگی سبزہ یہ یاد آئے ہے کہ
آیت انبتہ اللہ نباتا حسنا

بیان عقد

عقد اُسے کہتے ہین کہ کوئی آیت یا حدیث اس طرح نظم کیجائے کہ اُس مین تغیر آجائے اور یہ تغیر خواہ بہت زیادہ ہو یا کم ہو لیکن اشارہ اس بات کی طرف کر دیا جائے کہ یہ قرآن و حدیث کا ٹکڑا ہے اور کسی کے قول اور مثل و حکمت مشہورہ کو باندھنا بھی اسی قبیل سے ہے اور اس مین تغیر کا ہونا شرط نہین بغیر تغیر کے بھی اس طرح بیان کرنا درست ہے کہ فلان نے ایسا کہا ہو اور تغیر کے بعد بھی اشارہ کرنا اور نہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس مین اقتباس کو دخل نہین اور حق یہ ہے کہ آیت و حدیث کو زبان اُردو مین نظم کیا جائے تو اشارہ کرنا کچھ ضرور نہین کیونکہ دونون زبانون مین فرق ہے البتہ عبارت عربی مین آیت و حدیث کو تغیر کے ساتھ نظم کرین تو اشارہ ہونا چاہیے۔

انشا

احرام مین لبیک دسعدیک سے دل
خوش کرتے ہین گو کعبہ مین وان اُن سب مل

ناقوس صنم سے ہم بھی یان سنتے ہین
سبحانک ما خلقت ہذا باطل

اصل آیت اس طرح ہے ما خلقت ہذا باطلا سبحانک۔

سراج

جی سے بیقے وجہ ربک کی سدا سمرن کو بھج
دور کر من سے خیال من علیہا فان کا

اصل آیت اس طرح ہے کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام یہ مثال اُس قسم کی ہے جس مین آیت قرآن کو تغیر کے ساتھ نظم کیا ہے۔

حالی

ہے مرد سخن ساز بھی دنیا مین عجب چیز
باؔنڈگے کسی فن مین کہین بند نہ اُس کو
موجود سخن گو ہون جہان وان ہین طبیب آپ
اور جاتے ہین بن آپ طبیبون مین سخن گو
دونون مین سے کوئی نہو تو آپ ہین سب کچھ
پر ہیچ ہین جس وقت کہ موجود ہون دونو

ان اشعار مین اس مثل مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے کہ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا و پیش ہر دو ہیچ۔

ولہ

وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا	سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا

اس شعر مین اس حکمت مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے السفر وسیلۃ الظفر۔
آبحیات مین سید انشا کے حالات مین لکھا ہے کہ اس معاملے مین میان بیتاب کا قول لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ سید انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا اور شاعری کو سعادت علیخان کی مصاحبت نے ڈبویا۔"

بیان حل

یہ ہے کہ کسی کی نظم کو نثر کر کے استعمال کیا جائے جیسے۔

انشا

تجھکو قسم زبور کی فرقان کی قسم	توریت کی قسم قسم انجیل کی تجھے

اس قول کو غالب نے یون حل کیا ہے بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم توریت کی قسم زبور کی قسم۔

حالی

سر رہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلے کا نشان جس سے پایا

اس قول کو مولوی ذکاءاللہ صاحب نے شوکت سلطنت انگلشیہ کے بیان مین اس طرح حل کیا ہے یہ لڑکا تھم تھم کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر تھوڑی دور چلا تھا کہ تھک گیا اور گھٹنون کے بل ہار کر بیٹھ گیا ننھے ننھے قدمون سے آگے نہ چل سکا مگر اپنے ہاتھون سے ایک گپت راہ مین ایک مٹی کا دیا ایسا جلا گیا کہ زمانہ جتنا آگے چلتا گیا اور دیے اُس سے روشن ہوتے رہے غرضکہ ایک راہ پچھلون کو بتا گیا اور اُس راہ کا رہنما اور پیشوا ہو گیا کہ پیرون کی پیروی کرنی پڑی راہ ڈھونڈھنی نہ پڑی۔

سعدی

شتر بچہ با مادر خویش گفت	پس از رفتن آخر زمانے بخفت
بگفت ار بدست منسے مہار	ندیدی کسم بارکش در قطار

اس قول کو مولوی محمد اسمٰعیل نے اُردو کی چوتھی کتاب مین اس طرح حل کیا ہے کبوتر بولا ارے بیوقوف اگر ایسا حیلہ تجھ سے بن پڑتا تو مین اپنی ہی رہائی کی فکر نہ کرتا ترا حال اُس اونٹنی کے بچے کا سا ہے جسنے سفر کی ماندگی سے اکتا کر کہا تھا اے میری پیاری مان ذرا دیر تو ٹھہر جا کہ ذرا مین دم لیلون مان نے جواب دیا لے میرے بھولے بھالے بچے اگر مہار میرے ہاتھ مین ہوتی تو بھلا مین یون لدی لدی کیون پڑی پھرتی؟

بیان تصرف

کسی کے کلام مین کچھ الفاظ کو تغیر دے کر اپنی مرضی کے مطابق کر دینے کو تصرف کہتے ہین جیسے میر کے اس مقطع مین۔

میر کو کیون نہ مغتنم جانین
اگلے لوگون مین اک رہا ہے یہ

مرزا غالب نے یون تصرف کیا ہے۔

کیون نہ میرن کو مغتنم جانئین
دِلی والون مین اک بچا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اگلے لوگون کی جگہ دلی اور رہا کی جگہ بچا بنا دیا ہے۔

وزیر

جانور جو ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے
اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

چونکہ اکثر صدقے مین کوا چھوڑا کرتے ہین اسلیے ذوق نے یون تصرف کیا ہے۔

زاغ بھی گر ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے
اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

آبحیات مین اسی طرح لکھا ہے ذوق نے اپنے نزدیک اصلاح دی ہے لیکن وہ اہل سنت تھے بادشاہ بھی اُن کے ہم مذہب تھے دوسرے کے مذہب سے ناواقف تھے فرقۂ امامیہ مین موافق اقوال رسولؐ خدا تین طریقے منجملہ متعدد طریقون کے رائج ہین غالباً جن سے تعصبات کے قدیم شیعہ بھی بہت کم واقف تھے (۱) عمل گندم ایک صاع دوزن ہے عمدہ اور صاف گیہون لیکر بیمار کو چت لٹاتے ہین اور اُس کے سینے اور شکم پر آہستہ آہستہ گیہون ڈالے جاتے ہین اور ادعیۂ ماثورہ پڑھے جاتے ہین جب گیہون ختم ہو جاتے ہین تو سمیٹ کر مستحقین نماز گذار کو دیئے جاتے ہین۔ (۲) عمل گوسپند کہ ایک بکرا یا بکری بے عیب جوان عمر کچھ دعائین پڑھکر بیمار کے گرد پھرا کر شرعی طور سے ذبح کر کے مستحقین کو اُس کا گوشت تقسیم ہوتا ہے اور بعض مرتبہ پکوا کر روٹی کے ساتھ کھلایا جاتا ہے یہ عمل زمانۂ وبا مین بھی کیا جاتا ہے۔ (۳) عمل طائر ایک کبوتر کو سات گولیان آٹے کی کھلائی جاتی ہین پہلے کاغذ کے پرچون پر آیات شفا لکھی جاتی ہین پھر اُس کبوتر کو بیمار کے سر سے آتار کر چھوڑ دیتے ہین یہی عمل طائر ہے جس کا اشارہ وزیر نے کیا ہے اس کا ضمیمہ یہ طریقہ بھی ہے کہ خفیف خفیف بیماریون مین کبوتر کو تصدق کرکے چھوڑ دیتے ہین صوفیائے کرام کے یہان کوا تصدق کرتے ہین منجمین نحوست زحل کے واسطے سیاہ رنگ کی چیزین خیرات کراتے ہین اُس مین کوا ہوتا ہے۔

اور مصحفی کی غزل مین جسکا یہ مقطع ہے۔

تھا مصحفی یہ مائل گریہ کہ پس مرگ
تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی

انشاء اللہ خان نے مرزا سلیمان شکوہ کے اشارے سے تصرف کرکے اُلٹا ہے چنانچہ مقطع یون بنایا ہے۔

تھا مصحفی کا ناجو چھپانے کو پس مرگ تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی	

چونکہ یہ تصرف نہایت ہجو پر مبنی ہے اس سبب سے اُن دونون شاعرون کے باہم ایک عرصے تک خوب مناقشہ اور معرکہ آرائیان رہین اور طرفین سے ہجوگوئی اور رُسوائی ہوئی۔ فقط

اب یہان پر قلم نے نارسائی کی اور کاغذ نے کوتاہی ناچار تحریر و تسوید سے ہاتھ اُٹھایا اور قلم جو ایک مدت سے گرم راہروی تھا اُس نے آرام پایا اللہ کا شکر ہے کہ یہ بوجھ اثنائے راہ مین کاندھے سے نہ گرا اور بخیر و خوبی منزل مقصود تک پہونچا۔

الحمد للہ اولاً وآخراً و ظاہراً و باطناً والصلوٰۃ والسلام علے النبی وآلہ متوالیاً و متواتراً

اس کتاب پر نظر سوم تمام ہوئی ۱۹ جولائی ۱۹۲۵ء مطابق ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ روز شنبہ کو مقام رام پور ملک روہیلکھنڈ مین قریب شام کے۔

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

ہزار شکر نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان تازگی بخش گلستان جہان کہ اس کساد بازاری علم و فن کے زمانے مین بھی ایسے ایسے صاحب عالم علوم قدیمہ و ماہر فنون دقیقہ موجود ہین جو بلا اپنے کسی ذاتی فائدہ کے خیال کے صرف عام فوائد پر نظر کرکے علمی مشاغل و تصانیف مفیدہ مین منہمک و مشتغل رہتے ہین منجملہ اُن کے ذات ستودہ صفات جناب عالم اجل فاضل اکمل مولانا مولوی حکیم **محمد نجم الغنی خان صاحب** رام پوری ابن مولوی محمد عبد الغنی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی ہے جنکے فیوض نامتناہی سے حضرات برابر فیضیاب ہوتے رہتے ہین آپ کے قلم فیض رقم سے اس وقت تک بہت سی کتب عربیہ و فارسی و اردو وغیرہ تصنیف و تالیف ہو کر

شائع ہوچکی ہین اور پبلک مین خلعت قبولیت پا چکی ہین چنانچہ فی الحال کتاب فیض انتساب مجموعۂ لطافت و منبع بلاغت اعنی **بحر الفصاحت** جو پہلے ایک مرتبہ ۱۳۰۱ھ مین طبع ہوکر شائع ہوچکی تھی اور دوبارہ ۱۳۳۵ھ مین بعد نظر ثانی طبع ہوئی تھی اب سہ بارہ بعد نظر ثانی وایزاد ضروریات فن مصنف صاحب موصوف کی محنت شاقہ سے تکمیل کو پہونچکر باخذ کل حقوق تصنیف بحق مطبع از جانب مصنف صاحب حسب ایمائے عالی جناب مالک مطبع **منشی لشن نرائن** صاحب بھارگو مطبع **منشی نولکشور** واقع لکھنؤ مین باہتمام سیٹھ کیسری داس سپرنٹنڈنٹ بماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء عیسوی مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ ہجری چھپواکر شائع کی خداوند کریم شرف قبولیت بخشے اور طالبان فن کو اس سے فیضیاب کرے آمین ثم آمین

تمام شد

نوٹ

صفحہ ۶ کی سطر ۵ مین خلیف کی جگہ حلیف پڑھو۔ اور صفحہ ۱۰۰ کی سطر ۲۲ کی عبارت غلط ہے۔ اس کا موقع صفحہ ۱۸۱ کی چوتھی سطر ہے۔ اور صفحہ ۱۸۱ سطر ۱۶ مین معد اللہ غلط ہے سعد اللہ صحیح ہے۔